بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی تاریخ

سے درس عبرت

سنہ ۶۱ھ سے سنہ ۲۵۰ھ کے درمیان اسلامی تحریکیں

تالیف

آیت اللہ العظمی سید محمد تقی مدرسی

ترجمہ

سید سبط حیدر زیدی

Presented By: https://jafrilibrary.com

سرشناسہ : مدرسی، سید محمد تقی، ۱۹۴۵ء

عنوان قراردادی: التاریخ الاسلامی؛ دروس و عبر۔ اردو

اسلامی تاریخ سے درس عبرت/تالیف: سید محمد تقی مدرسی؛ ترجمہ: سید سبط حیدر زیدی

مشخصات نشر: مشهد مقدس: بنیاد پژوهشائی اسلامی ۱۳۹۷ مطابق بہ ۲۰۱۸ء

مشخصات ظاہری: ص ۶۶۰

شابک : 978-600-06-0272-7

وضعیت فہرست نویسی: فیپا

یادداشت : اردو

موضوع : شیعہ --تاریخ--۶۱-۲۵۰ھ ق۔

موضوع : جنبش ھای اسلامی

موضوع : شیعہ --تاریخ

شناسہ افزودہ: زیدی، سید سبط حیدر، مترجم

شناسہ افزودہ: بنیاد پژوہش ھای اسلامی

ردہ بندی کنگرہ: BP۲۳۹/۳م۳۴ت۲۱۳۹۷

ردہ بندی دیویی: ۲۹۷/۵۳

شمارہ کتابشناسی ملی: ۵۳۰۰۳۲۱

کتاب: اسلامی تاریخ سے درس عبرت

تالیف: آیت اللہ العظمی سید محمد تقی مدرسی

ترجمہ: سید سبط حیدر زیدی

ناشر: اسلامی تحقیقات فاؤنڈیشن (بنیاد پژوہش ہای اسلامی) آستان قدس رضوی مشہد مقدس

طبع اول: ۱۴۴۰ھ، بمطابق ۲۰۱۸ء۔ تعداد: ۳۰۰ نسخہ۔ قیمت: ۷۰۰۰۰۰ ریال

مطبع: موسسہ طبع و نشر آستان قدس رضوی

www.islamic-rf.ir

info@islamic-rf.ir

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

فہرست مطالب

عرض ناشر ======================================= ۱۳

عرض مترجم ===================================== ۱۵

مقدمہ مؤلف ===================================== ۱۹

پہلا باب: مذہبی تاریخ کی تحقیق پر مقدمہ =================== ۲۳

تاریخ کی کیوں تحقیق کی جاتی ہے؟========================= ۲۵

تاریخ کا ادارک، دین و شریعت کو درک کرنے کے لیے شرط ہے= ========= ۲۵

تاریخ، تہذیب و تمدن کا سرچشمہ ========================= ۲۸

تہذیب و تمدن کے قافلے سے ہم قدم ہونے کے لیے ============== ۲۹

شہنشاہی حکومت سے انقلاب تک کی تاریخ =================== ۳۱

تاریخ کی کس طرح سے تحقیق کریں؟======================== ۴۵

تاریخی بصیرت، ہر قوم کے لیے شخصیت ساز ہے ================ ۴۶

تاریخ کی تحقیق ایک زندہ، موجودہ شئی کی حیثیت سے ============== ۴۸

Presented By: https://jafrilibrary.com

تاریخ، ہم کو الٰہی سنتوں کی تعلیم دیتی ہے==================۵۱
علویوں اور بنی عباس کا انقلاب========================۵۲
مذہبی تحریک کی راہ وروش========================۵۹
اولا: اموی نظام کی طبیعت========================۶۰
بنی امیہ کا رشد وارتقاء==========================۶۱
بنی امیہ کے لشکر کشی کی بنیاد========================۶۵
رومی سفیر، فوجی کمانڈر==========================۶۶
اہل شام کی سیاسی بصیرت بہت سطحی تھی ==================۶۸
ثانیا: مذہبی تحریکوں کی طبیعت=======================۷۱
اہل کوفہ کی اجتماعی حالت ========================۷۲
مذہبی تحریکوں کا اجتماعی مرکز=======================۷۴
متقین اور فقہاء کی تحریک========================۷۵
فوجیوں اور سیاستمداروں کی تحریک=====================۷۷
سیاسی تحریکوں کے اہداف =========================۷۸
مذہبی تحریکیں، انبیاء علیہم السلام کی تحریکوں کا تسلسل====================۸۵
مذہبی ضمیر کی بیداری ========================= ۸۷
انسان کی دنیوی زندگی کی نظم وترتیب =================== ۸۸
دوسرا باب: بنی امیہ کے زمانے میں مذہبی تحریکوں کی روش==========۹۹
پہلی فصل: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا زندگینامہ=================۱۰۱
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے پر تحقیق و تحلیل==========۱۰۳
مذہبی تحریک کے اہداف ======================== ۱۰۴

Presented By: https://jafrilibrary.com

سیاسی تسلط، اجتماعی اوضاع کی پیداوار ========== ۱۰۵
آزادی کا بیج بونا رسالت کے اہداف میں سے ہے ========== ۱۰۶
انبیاء وآئمہ علیہم السلام کا ہدف و مقصد، انسان سازی ========== ۱۰۸
بنی عباس وعلویوں کی تحریکوں کے درمیان بنیادی فرق ========== ۱۰۸
مذہبی تحریک، اسلام کی بقاء کا ضامن ========== ۱۱۰
صحیفہ سجادیہ، مذہبی تحریک کی زبور ========== ۱۱۲
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں اسلامی حکومت کی عمومی حالت === ۱۱۹
اول: سیاسی بحران ========== ۱۲۵
دوم: اخلاقی بحران ========== ۱۲۷
سوم: فکری بحران ========== ۱۳۰
چہارم: اجتماعی بحران ========== ۱۲۳
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے امت میں روح ایمان کا بیج بویا ========== ۱۳۳
دوسری فصل: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک ===== ۱۴۱
توابین کا انقلاب = شہادت کی تحریک ========== ۱۴۳
توابین کا حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کے پاس اجتماع ========== ۱۴۴
توابین کی تحریک کی سیاسی شکست کے دلائل ========== ۱۴۷
مختار کی تحریک کی کامیابی اور شکست ========== ۱۵۷
مذہبی تحریک میں داخلی اختلافات ========== ۱۵۸
آئمہ معصومین علیہم السلام کا انقلابی تحریکوں سے رابطہ ========== ۱۶۲
آئمہ طاہرین علیہم السلام معاشرے کی رہبری میں سرفہرست ========== ۱۶۶
مختار کی دعوت، رضائے آل محمد کے عنوان سے ========== ۱۶۷

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور ثقافتی انقلاب ============= ۱۷۵

تیسری فصل: بنی امیہ کی حکومت میں سیاسی تحریکیں ================== ۱۷۹

عبدالملک بن مروان کے زمانے میں سیاسی حالات ============== ۱۸۱

عبدالملک بن مروان کی زندگی پر ایک نظر ================= ۱۸۲

سیاسی تحریکوں کی روشوں پر ایک نظر ==================== ۱۸۷

اول: خوارج کی تحریک ========================= ۱۸۸

دوم: زبیریوں کی تحریک ======================= ۱۹۱

ابن زبیر کی حکومت کیوں اور کیسے ٹوٹ گئی؟ =================== ۱۹۲

سوم: اہل مدینہ کی تحریک ======================= ۱۹۳

مدینہ والوں کی تحریک کے شکست کے دلائل ================= ۱۹۴

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور اہل مدینہ کی تحریک =========== ۱۹۵

ان تحریکوں نے اسلامی امت کو کیا تحفہ دیا؟ ================== ۱۹۷

چوتھی فصل: حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک == ۲۰۳

زیدیہ تحریک کے پروگرام اور اہداف ==================== ۲۰۵

زید نے ایک مذہبی تحریک کی بنیاد رکھی =================== ۲۰۶

زید کو حالات نے جلدی کرنے پر مجبور کر دیا ================== ۲۰۸

زید نے کوفہ کو اپنی تحریک کا مرکز قرار دیا ================== ۲۱۳

تحریک کے بنیادی پروگرام ====================== ۲۱۵

حاکم کوفہ نے فوج کو آمادہ کر لیا ===================== ۲۱۶

مذہبی تحریک، زید اور امامین صادقین علیہما السلام کے درمیان ============= ۲۲۱

ثقافتی مرکز اور کسی انقلابی تحریک کی ضرورت کا احساس ============= ۲۲۲

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا علم، بشری سعادت کی راہ میں ========== ۲۲۶
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام قابل توجیہ افکار کا مقابلہ کرتے ہیں ========== ۲۲۷
مذہبی تحریک کا نظریہ ہی حقیقی اسلام ہے ========== ۲۲۸
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور زیدیہ تحریک ========== ۲۲۹
حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے جناب زید کی تعریف فرمائی ========== ۲۳۲
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب زید کی خبر شہادت پر افسوس کیا ==== ۲۳۳
جناب زید کی تحریک کی بڑے بڑے فقہاء نے تائید کی ========== ۲۳۴
امام جعفر صادق علیہ السلام جناب زید کی ہمراہی کی آرزو فرماتے ہیں ========== ۲۳۵
تاریخ میں زیدیہ تحریک کو ان کی اولاد نے آگے بڑھایا ========== ۲۴۱
یحی بن زید کی تحریک ========== ۲۴۲
مذہبی تحریک کے لیے لشکری سرگرمیاں ========== ۲۴۳
یحی بن زید کی شہادت اور بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ========== ۲۴۸
حسین بن زید بن علی علیہم السلام ========== ۲۵۲
یحی نے دو تحریکوں کی قیادت کی ========== ۲۵۲
یحی نے کوفہ میں حکومت پر قبضہ کر لیا ========== ۲۵۴
بنی عباس کے لشکر نے یحی کی حکومت کے لشکر کو شکست دی ========== ۲۵۴
عیسی بن زید بن علی علیہم السلام ========== ۲۵۶
عیسی بن زید کی وفات ========== ۲۵۹
بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ اور بنی عباس کی حکومت کا قیام ========== ۲۶۵
لشکر، عطاء و بخشش سے وابستہ ہوتا ہے ========== ۲۶۶
بنی امیہ کے شرکاء اور ساتھی مزدور لوگ تھے ========== ۲۶۷

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنی عباس بنی امیہ کی حکومت کے جانشین ==================== ۲۷۰
قیادت بنی عباس کی جانب منتقل ہو گئی ==================== ۲۷۲
بنی عباس کی کامیابی کے اسباب ==================== ۲۷۷
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور آپ کے زمانے میں انقلابات ========= ۲۸۰
تیسرا باب: بنی عباس کی حکومت کے دوران مذہبی تحریک پر تحقیقی مقدمہ ===== ۲۸۵
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک ========== ۲۸۷
محمد ذی النفس الزکیہ کی تحریک ==================== ۲۸۹
انقلابی تحریکوں کے درمیان غیبت کا فلسفہ ==================== ۲۹۱
تحریک کے خلاف جاسوسی ==================== ۳۰۱
حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد نے مقابلے کے سلسلے کو آگے بڑھایا ========= ۲۰۴
زیدیہ تحریک بنی عباس کو ذلیل کرتی ہے ==================== ۳۰۶
حسین صاحب فخ کی تحریک ==================== ۳۰۷
تحریک فخ کی غلطیاں ==================== ۳۰۹
ادریس تحریک فخ کا وارث ==================== ۳۱۰
یحیی بن عبداللہ نے ادریس کی راہ کے سلسلے کو آگے بڑھایا ============= ۳۱۱
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کس طرح امت کی راہنمائی فرماتے تھے ========= ۳۱۷
آئمہ طاہرین علیہم السلام کی راہنمائی کو حاصل کرنا ================ ۳۱۷
حادثات کے مقابل آئمہ طاہرین علیہم السلام کا کردار ============== ۳۱۸
تقیہ؛ آئمہ طاہرین علیہم السلام کی رہبری کی ثابت بنیاد ============== ۳۲۱
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اسماعیل کی تحریک ========== ۳۲۵
آئمہ طاہرین علیہم السلام کی امت میں سیاسی تحریک کی راہنمائی ========== ۳۳۰

Presented By: https://jafrilibrary.com

چوتھا باب: بنی عباس کے زمانے میں مذہبی تحریک کی روش ========== ۳۳۷

پہلی فصل: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک ========= ۳۳۹

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سیرت طیبہ =============== ۳۴۱

حکومت کے اندر مذہبی تحریک کی حکومت ================== ۳۴۸

بنی عباس کی حکومت مذہبی تحریک کے راز کو فاش کرنے کی کوشش میں ======= ۳۵۰

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون کے زندان میں ============ ۳۵۸

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زمانے میں انقلابی افراد ========== ۳۶۴

اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام کا قیام ================== ۳۷۰

اسماعیلیہ تحریک کی قوت ========================== ۳۷۶

مذہبی تحریک میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا کردار ============== ۳۸۱

بنی عباس کی خلافت کے دوران زیادہ روی =================== ۳۸۱

کیوں علوی حضرات اپنی شہادت کی حدتک اقدام کرتے تھے؟ ========== ۳۸۴

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام امت میں انقلابی روح پھونکتے ہیں ======== ۳۸۵

ہارون الرشید نے امام علیہ السلام کو قید کرلیا ================== ۳۸۹

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام حقیقی انقلاب کی صورت پیش کرتے ہیں ====== ۳۹۰

ادریسیوں کی حکومت ========================== ۳۹۰

تحریک اسماعیلیہ کا تکامل ========================= ۳۹۹

رسائل اخوان الصفا۔۔ تحریک کی فکری روش ================ ۴۰۲

اسماعیلیہ تحریک میں غیبت کی روش ===================== ۴۰۴

تحریک اسماعیلیہ کا آئمہ طاہرین علیہم السلام سے رابطہ ============== ۴۰۶

تحریک اسماعیلیہ، اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی عنایات ============= ۴۱۳

Presented By: https://jafrilibrary.com

تحریک اسماعیلیہ کے یہاں تاویل و بطن سے مراد = = = = = = = = = = = = = = = = ۴۱۵
دوسری فصل: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک = = = = = = = = ۴۲۷
حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور آپ کا مذہبی تحریک میں کردار = = = = = = = = ۴۲۹
مذہبی تحریک کا ارتقاء اور رشد = ۴۲۹
مذہبی تحریک ایک بلند و ترقی پسند تحریک = ۴۳۰
حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زندگی ایک نئے دور کا آغاز = = = = = = = = = = = = ۴۳۰
اول: مقابلے کی صلاحیت = ۴۳۸
دوم: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شخصیت = = = = = = = = = = = = = = = = = = ۴۴۱
سوم: زور زبردستی کا خاتمہ = ۴۴۳
چہارم: ظلم و ستم = ۴۴۴
پنجم: مرکزی حکومت کی کمزوری = ۴۴۴
ششم: حکومت کے کنٹرول میں ضعف = ۴۴۵
ہفتم: مستقل حکومتیں = ۴۴۷
ابوالسرایا کا انقلاب = ۴۴۹
بنی عباس انقلابی تحریک کے مقابلے میں = ۴۵۱
عبدوس کی شکست = ۴۵۲
محمد بن ابراہیم کی وفات = ۴۵۳
محمد بن زید کو تحریک کا قائد انتخاب کیا گیا = = = = = = = = = = = = = = = = = = = ۴۵۴
محمد بن زید وکیلوں کی مدد کرتے ہیں = ۴۵۵
ہرثمہ بن اعین بنی عباس کے لشکر کا سپہ سالار = = = = = = = = = = = = = = = = = = ۴۵۶
سحر و جادو خود ساحر و جادوگر کو منقلب کر دیتا ہے = = = = = = = = = = = = = = = = ۴۶۱

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ولایت عہدی کو قبول کرنے کے اسباب ======۴۶۳
حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا امت میں سیاسی و ثقافتی کردار ===============۴۷۷
مامون کے زمانے میں ترجمہ کی تحریک ==================۴۷۹
حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا کردار ====================۴۸۳
حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ادیان و مذاہب کے رہبروں سے مناظرات =====۴۸۴
تیسری فصل: حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک =========۴۹۷
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور ایمان بالغیب کا مسئلہ ==============۴۹۹
راہ اعتدال؛ غیب کا انکار اور اس کی قبولیت کی راہ =================۴۹۹
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام علم کیمیا کے بانی ===============۵۰۲
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور الہام الٰہی ==================۵۰۳
معتصم نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو کیوں شہید کیا؟ ===========۵۰۹
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک میں توسیع =======۵۱۵
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ازدواج کا پس منظر ===============۵۱۷
امام علیہ السلام نے خلیفۂ وقت کی دامادی کو کیوں قبول فرمایا ===========۵۲۲
محمد بن قاسم کی تحریک ===========================۵۲۷
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے وجود کی برکت ================۵۳۴
فوج نے حکومت کو اپنے قبضہ میں لیا ====================۵۳۵
چوتھی فصل: حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک =========۵۴۵
حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امت کی قیادت ==================۵۴۷
اول: مذہبی تحریک کی قیادت =========================۵۶۰
دوم: منحرف افکار کی اصلاح کی ذمہ داری ==================۶۶۳

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک ============== ۵۶۹
احمد بن عیسی کا زندگی نامہ ======================= ۵۷۱
عبداللہ بن موسی کا زندگی نامہ ======================= ۵۷۴
پانچویں فصل: حضرت امام حسن عسکری کے زمانے میں مذہبی تحریک ========== ۵۸۳
حضرت امام حسن عسکری اور امت کی قیادت ================ ۵۸۵
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے رہبری کی خصوصیات کے بارے میں فرامین == ۵۸۶
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی انقلابات ======== ۵۹۳
خاتمہ ================================== ۶۰۳
مذہبی تحریک کی تاریخ کا کس طرح مطالعہ کریں؟ =================== ۶۰۵
مذہبی تحریک کی انسانی معاشرے پر تاثیرات ================== ۶۱۷
اسلامی حکومت پر سرسری نظر ======================= ۶۱۸
مالیات (ٹیکس) ============================= ۶۱۹
شمال و جنوب کے درمیان جنگ ====================== ۶۲۰
تعلقات و روابط کا غلبہ اور سرکاری گھوٹالا =================== ۶۲۱
فکر و نظریات پر پابندی ======================== ۶۲۳
مذہبی تحریکوں کا کردار ======================== ۶۲۴
مصادر و منابع ============================== ۶۳۱

Presented By: https://jafrilibrary.com

عرض ناشر

عن عبدالسلام بن صالح الهروی قال:سمعت ابا الحسن علی ابن موسی الرضا علیہ السلام یقول: رحم اللہ عبدا احیاامرنا۔ فقلت لہ: و کیف یحیی امرکم ؟ قال: یتعلم علومنا و یعلمھا الناس، فان الناس لو علموا محاسن کلامنا لاتبعونا۔[1]

خداوند علیم و حکیم کی لامحدود حمد و شکر ہے کہ جس نے انسان کی خلقت کی علت غائی اپنی عبادت و معرفت کو قرار دیا اور فرمایا: "وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون[2]۔ درود ہو انبیاء الٰہی خصوصا خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کہ جنہوں نے کتاب و حکمت کی تعلیم اور تزکیہ کے ذریعہ اس عظیم ہدف کے لیے زمینہ فراہم کیا، اور سلام ہو آئمہ طاہرین علیہم السلام خصوصا عالم آل محمد حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام پر کہ جو آسمان عبادت و معرفت کے چمکتے ہوئے ستارے اور صراط بندگی و معرفت پر بشریت کے راہنما ہیں، اور خداوندعالم کی رحمت ہو علماء و محققین پر کہ جنہوں نے ہمیشہ اسلامی علوم و معرفت کی نشر واشاعت کرکے امر امامت و ولایت کا احیاء کیا اور لوگوں کو اہل بیت علیہم السلام کی اصلی و حقیقی ثقافت سے آشنا کرایا۔

---

[1] - عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۳۰۷۔ عبدالسلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: خدااس شخص پر رحمت نازل کرے کہ جو ہمارے امر کو زندہ کرے۔ میں نے عرض کی: آپ کے امر کو کس طرح زندہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہمارے علوم کو حاصل کرے اور لوگوں کو تعلیم دے اس لیے کہ اگر لوگ ہمارے کلام کی خوبیوں کو جان لیں تو یقینا ہماری اتباع و پیروی کریں گے۔

[2] - سورہ ذاریات، آیت ۵۶۔ میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

آستان قدس رضوی کے اسلامی تحقیقات فاؤنڈیشن کی روضہ منورہ رضوی کے محترم سابق متولی کی بلند نگاہی کے پیش نظراور آپ کے دستور کے مطابق ۱۹۸۴ء میں بنیاد رکھی گئی اور رہبر کبیر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی رہ کے ارادوں سے الہام لیتے ہوئے اور ان کے خلف صالح مقام معظم رہبری حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای مدظلہ العالی کے حکیمانہ نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے اور محترم متولی جناب آیت اللہ رئیسی کی راہنمائیوں کے تحت تحقیقی گروہ تشکیل دے کر اور علماء دین و یونیورسٹیوں کے دانشمندوں سے استفادہ کرتے ہوئے اسلامی نظام و معاشرے اور نوجوان نسل و بارگاہ منورہ رضوی کے زائرین کرام کی ثقافتی ضرورتوں پورا کرنے کی خاطر اسلام محمدی کےعلوم و معارف اور سیرت اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی نشرو اشاعت اور تحقیقات انجام دیں کہ جس میں خداوند عالم کے فضل و کرم سے عظیم ترین توفیقات حاصل ہوئی ہیں۔

انہی عظیم توفیقات میں سے ایک؛ کتاب حاضر ہے کہ جو آیت اللہ العظمی سید محمد تقی مدرسی کی تقاریر کا مجموعہ ہے، اس میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانے کی مذہبی تحریکیں کہ جو ۶۱ھ سے ۲۵۰ھ تک برپا ہوئی ہیں اور ان سے متعلق آنحضرات کی سیرت طیبہ کو معیار قرار دیتے ہوئے آپ کی موقعیت پر بحث کی گئی ہے حالات زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مذہبی تحریکوں پر تبصرہ، تجزیہ و تحلیل پیش کی گئی ہے اور اس زمانے کے امام کی نظر و موقعیت کو بیان کیا گیا ہے، تاکہ ان تحریکوں کے بارے میں وارد ہونے والے شبہات و اعتراضات دور اور ان کی شرعی حیثیت واضح ہو جائے اور قارئین محترم بصیرت کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کر سکیں۔

کتاب حاضر ایک تاریخی تحلیلی مطالب کی حامل ہے ان میں ایسے مطالب کو بیان کیا گیا ہے کہ جو تاریخی کتابوں میں دستیاب نہیں ہیں یا پھر اس قدر کمیاب بلکہ نایاب ہیں کہ بہت دقت کے باوجود بھی تاریخی کتب کے صفحات سے بامشکل دسترسی حاصل کرکے شاید ان کو مرتب و منظم کیا جاسکے نیز عصر حاضر میں اسلامی جمہوریہ ایران کے انقلاب کے بعد دنیا کے اکثر اسلامی ممالک میں اسلامی بیداری نظر آرہی ہے لہٰذا وقت کے حساس لمحات کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب حاضر بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عرض مترجم

کتاب حاضر؛ حضرت آیت اللہ العظمی سید محمد تقی مدرسی کی تقاریر کا مجموعہ ہے، اس میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانے کی مذہبی تحریکوں اور ان سے متعلق آنخضرات کی موقعیت پر بحث کی گئی ہے مؤلف محترم کی نظر ان تقاریر میں ان مذہبی تحریکوں پر تھی کہ جو ۶۱ھ سے ۲۵۰ھ تک برپا ہوئی ہیں۔

حضرت آیت اللہ العظمی سید محمد تقی مدرسی نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگی کے معیار کو اپنی تقاریر کا موضوع قرار دیا اور آنخضرات کی سیرت طیبہ سے کچھ مختصر بیانات کو اخذ کیا اور اسی کے مطابق ان زمانوں کی مذہبی تحریکوں پر تبصرہ، تجزیہ و تحلیل کی ہے، ہر زمانے کی تحریک کے بارے میں اس زمانے کے امام کی نظر اور موقعیت کو بیان کیا ہے، تاکہ ان تحریکوں کے بارے میں وارد ہونے والے شبہات و اعتراضات کو دور اور ان کی شرعی حیثیت واضح ہو جائے اور قارئین محترم بصیرت کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کرسکیں۔

کتاب حاضر کو ایک تاریخی تحلیلی مطالب کی نظر سے دیکھا جائے؛ اس لیے کہ اس میں واقعات کی تاریخ درج نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی تاریخی شخصیتوں کا زندگی نامہ بیان کیا گیا ہے بلکہ ایسے مطالب کو بیان کیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

گیا ہے کہ جو تاریخی کتابوں میں دستیاب نہیں ہوتے یا پھر اس قدر کمیاب بلکہ نایاب ہیں کہ بہت دقت کے باوجود بھی تاریخی کتب کے صفحات سے بامشکل دسترسی حاصل کرکے شاید ان کو مرتب و منظّم کیا جائے۔ حضرت آیت اللہ العظمی سید محمد تقی مدرسی نے مختلف تحریکوں پر تبصرہ کرتے ہوئے جیسے توابین کا انقلاب، زیدیوں کی تحریک، فرقہ اسماعیہ وغیرہ کے متعلق کاملا اپنی بے طرفی کا اظہار کیا ہے اور ان فرقوں اور تحریکوں کے متعلق مختلف آراء و نظریات کی طرف توجہ کیے بغیر اپنے استدلال و استنباط کہ جو اپنے ذاتی مطالعہ سے ماخوذ تھے، بیان فرمائے ہیں۔

کتاب حاضر میں مؤلف محترم کی نظر کے مطابق یہ کوشش کی گئی ہے کہ تقریری اسلوب کو باقی رکھا جائے اور اس میں تھوڑی بہت بھی تغییر و تبدیلی نہ لائی جائے، جب کہ یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ یہ تقاریر کا مجموعہ ہے لیکن ایک تحلیلی تاریخ کی تالیف شدہ کتاب سے کچھ کم نہیں ہے۔

کتاب ''اسلامی تاریخ سے درس عبرت'' آئمہ معصومین علیہم السلام کے زمانوں میں سیاسی حالات کو صحیح تر سمجھنے اور آنحضرات کی سیرت طیبہ کو درک کرنے کے لیے بہترین قدم قرار دی جاسکتی ہے، اور چونکہ یہ تمام تحریکیں شیعہ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے زیر نظر تھیں لہٰذا عصر حاضر میں یہ کتاب تمام امت اسلامی کی فکری سطح کو بلند کرنے، با بصیرت اور سیاست کو درک کرنے کے لیے مفید و موثر ثابت ہو سکتی ہے۔

اختتام کلام میں یہ عرض کرنا وظیفہ سمجھتا ہوں کہ اسلامی تحقیقات فاؤنڈیشن آستان قدس رضوی نے اپنی تاسیس سے آج تک ہمیشہ حالات کے پیش نظر کتب کی تحقیق اور ان کو زیور طبع سے آراستہ کیا ہے، عصر حاضر میں اسلامی جمہوری ایران کے انقلاب کے بعد دنیا کے اکثر اسلامی ممالک میں اسلامی بیداری نظر آرہی ہے لہٰذا وقت کے حساس لمحات کو مد نظر رکھتے ہوئے کتاب حاضر بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے لہٰذا یہ کتاب عربی سے فارسی میں بنام ''امامان شیعہ و جنبشہای مکتبی'' جناب حمید رضا آژیر کے ذریعہ ترجمہ ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہوئی اور اب اردو زبان میں حقیر کی ناچیز سعی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حقیر نے اس ترجمہ میں عربی کتاب "التاریخ الاسلامی دروس و عبر" کے جدید ایڈیشن کو پیش نظر رکھا ہے کہ جس میں خود مؤلف کی جانب سے اصلاحات اور آپ کی تائیدات کے مطابق بعض محققین کے ہاتھوں تحقیق اور حاشیہ لگایا گیا ہے، اس عظیم ہدف میں ان تمام عزیزوں کا تہہ دل سے شکرگذار ہوں کہ جنھوں نے کسی بھی لحاظ سے تعاون کیا ہے اور امید ہے کہ وقت کی نزاکتوں کے پیش نظر کتاب حاضر بے بہاء اور انمول ہدیہ قرار پائے گی۔

سید سبط حیدر زیدی
مشہد الرضا علیہ آلاف التحیۃ والثناء
۲۰/ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مقدمہ مولف

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں کہ جو تمام کائنات کا خالق ہے اور خداوند عالم کا درود وسلام ابدی ہو پیغمبر اکرم اور آپ کی آل پاک، سچے اصحاب اور ان افراد پر کہ جو انہیں کی راہ پر گامزن ہیں۔

خداوند عالم کا ارشاد گرامی ہے: "لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ[1]" ونیز فرمایا: "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ[2]" یا پھر فرمایا: "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ[3]" انسانی زندگی ان سنتوں اور رسوم پر جاری ہے کہ جو پروردگار نے اس کی تقدیر میں رکھی ہیں کہ کچھ امت انہیں سنتوں اور رسوم پر عمل کرکے جاچکی ہے اور کچھ ان پر عمل پیرا ہے، تاریخ؛ ایسی کتاب ہے کہ جو ان سنتوں اور رسوم کو بیان کرتی ہے اور پھر انسان کے اختیار میں ایک فرصت دیتی ہے کہ وہ ان سے عبرت حاصل کرکے اپنی زندگی میں کامیابی حاصل کرے۔

لیکن پھر بھی ان تمام تاریخی عبرتوں کے باوجود بھی بہت سے انسان راہ حق سے منحرف ہیں، ایسا کیوں ہے؟

یہاں پر کچھ اسباب قابل ملاحظہ ہیں:

۱۔ سورہ یوسف، آیت ۱۱۱۔

۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۳۔

۳۔ سورہ حشر، آیت ۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اولا: اس لیے کہ وہ یقین نہیں رکھتے کہ جو کچھ گذرا ہے وہ آنے والے زمانے کے لیے عبرت ہو سکتا ہے، اور ان کا گمان یہ ہے کہ وہ گذشتہ امت تھی اور یہ آج کی نسل جدید ہے۔

جب کہ ایسا نہیں ہے، تم لوگ انہیں کی اولاد سے ہو، تمہارے اور ان کے درمیان بہت زیادہ ارتباط واتصال ہے اور وراثت و ثقافت وتربیت جیسی بہت سی شباہتیں پائی جاتی ہیں۔

ثانیا: عدم اعتبار کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سی تاریخیں جو تحریر کی جاتی ہیں وہ صاحبان قلم کی خیانت یا ان کی لاعلمی کی وجہ سے تحریف یا اصلا تبدیل ہو جاتی ہیں۔

پھر بھی گذشتہ امتوں کے تاریخی واقعات میں کچھ ایسے حقائق ہیں کہ جن سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی اور یہی ترقی و عبرت کے لیے کافی ہیں اسی وجہ سے خداوند عالم نے تاریخی عبرتوں کو اپنی مخلوق پر دلیل وحجۃ بالغہ قرار دیا ہے لہٰذا ارشاد ہوا: " أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ[1] "۔

آج ہمارے معاشرے میں گذشتہ امتوں کے بہت سے آثار قدیمہ موجود ہیں جن کی مناسبتوں پر ہم مختلف مکان و زمان میں محفلیں سجاتے ہیں، یہ عظیم ترین دلیلیں ہیں کہ تاریخ ہمارے لیے عبرت ہے کہ جو کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

ہم مسلمان کہ جن کے پاس ایک طولانی تاریخ موجود ہے اور اس وسیع و عریض سرزمین پر پھیلی ہوئی ہے کہ جس میں عظیم آثار تخلیق ہوئے ہیں اور پھر ان کے متعلق ہزاروں کتابیں تالیف ہوئی ہیں، ہم تک نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آ رہی ہیں کہ جن کی ہم بہت ہی تقدس و احترام کے ساتھ حفاظت بھی کرتے ہیں تو کیا پھر بھی کوئی بہانہ رہ جاتا ہے کہ ہم تاریخ سے عبرت لینے کے بجائے اس سے تجاہل اختیار کریں؟۔

ہرگز ایسا نہیں ہے۔ لیکن یہ تاریخ بھی دوسری امتوں کی تاریخ کی طرح تحریف ہو چکی ہے، اور اس کی تصاویر دھندلی ہو چکی ہیں چاہے وہ کسی بھی زمانے سے مربوط ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ یا وہ سب

۱۔ سورہ یوسف، آیت ۱۰۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

درباری قلم سے تحریر ہوئی ہیں یا مورخین نے اپنے زمانے کے بادشاہوں سے خوف کی وجہ سے حقائق کو ان کے فائدے میں تبدیل کردیا ہے۔

یہاں تک کہ ہماری تاریخ بھی بنی عباس کی بغداد میں حکومت گرجانے کے بعد مٹادی گئی لیکن پھر بھی ہمارے ثقافتی امور اور مذہبی رسومات اسی تاریخ پر موقوف تھے لہٰذا مجدد تاریخ کی تعلیم اور اس کی تنزیہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لہٰذا اسی سلسلے میں ہم نے ایک سال مومنین کے درمیان تقاریر کا عنوان ہی تاریخ سے سبق و عبرت قرار دیا اور اس میں ۶۱ھ سے ۲۵۰ھ تک کے واقعات پر تحلیلی گفتگو کی کہ جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور واقعہ کربلا کو تمام اسلامی تحریکوں کا سرچشمہ قرار دیا کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون نے اسلامی تحریک کی بنیاد رکھی ہے اگر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت پیش نہ کرتے تو اسلام منہدم ہو جاتا، بنی امیہ کے سلاطین پوری اسلامی تاریخ میں بلامعارض حاکم رہتے اور دین حنیف مٹ چکا ہوتا۔

تحریک عاشورا اسلامی تاریخ کی عظیم ترین تحریک ہے کہ جس سے اسلامی امت کی روح ایمان کو تقویت ملی اور ہمیشہ کے لیے پائدار و تابندہ ہو گئی۔

کتاب حاضر انہیں کیسٹوں سے تبدیل کی گئی ہے کہ جو برسوں برس پہلے، لوگوں کے ہاتھوں میں بہت زیادہ گھوم رہی تھیں اور لوگوں کا اس قدر شدت اور دل لگی کے ساتھ ان کیسٹوں کو سننے سے ہمیں بھی تشویق ہوئی کہ ان کیسٹوں میں موجودہ مطالب کو ایک کتاب کی صورت میں پیش کریں، گرچہ اس کام کی ابتداء میں کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور کام رک گیا، لیکن بعض دینی بھائیوں خصوصا برادر عزیز سید حیدر رضوی کی مسلسل کوشش اور چاہت سبب بنی کہ اس تاخیر کا جبران کیا جاسکے جتنی جلدی ہوسکے ان مطالب کو تحریر کیا جائے اور جو تاریخی واقعات کی تحقیق ان کیسٹوں میں موجود تھی ان کو دقت اور زیادہ سے زیادہ کوشش کے ساتھ صفحہ قرطاس پر منتقل کردیا جائے اور ہم نے خود بھی اس میں سے بعض مطالب کی اصلاحات انجام دیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ کتاب ، آج چھپنے کے لیے مطبع جارہی ہے ، لیکن چونکہ ہم بھی اسی طرف مائل تھے کہ اس کتاب کی روش انہیں تقاریر کے اسلوب پر رہے لہٰذا مجبوراً عناوین اصلی یا فرعی کو صرف محترم قارئین کے لیے مطالب کو بہتر سمجھنے کی خاطر اضافہ کر دیا گیا ہے۔

حرف آخر یہ کہ اگر ہم چاہیں کہ اس عظیم ذمہ داری کا حق کما حقہ ادا کریں تو عمر اس طرح کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے کفایت نہیں کر سکتی لہٰذا اسی وجہ سے ہم اہل قلم حضرات سے خواہشمند ہیں کہ اس کتاب کو اس عظیم و طولانی راہ میں صرف ایک قدم شمار کریں، وہ راستہ کہ جسے ہم سب کو طے کرنا ہے تاکہ ہم سب اپنے اس ہدف تک پہنچ سکیں کہ جو جہاد اور سعی و کوشش سے بھرپور تاریخ کا ادراک ہے۔

وعلی اللہ التکلان

محمد تقی مدرسی

Presented By: https://jafrilibrary.com

پہلا باب

مذہبی تاریخ کی تحقیق پر مقدمہ

- تاریخ کی کیوں تحقیق کی جاتی ہے؟
- تاریخ کی کس طرح تحقیق کرنی چاہیے؟
- مذہبی تحریک کی راہ وروش
- مذہبی تحریک انبیاء علیہم السلام کی تحریک کا تسلسل

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تاریخ کی کیوں تحقیق کی جاتی ہے؟

تاریخ کاادارک ، دین و شریعت کو درک کرنے کے لیے شرط ہے

اس لیے کہ ہم اسلامی تاریخ سے مربوط ہیں اور شرعی احکام پر تکیہ کیے ہوئے ہیں وہ احکام کہ جو ایک ہزار سال بھی سے زیادہ عرصہ قبل نازل ہوئے اور انہیں مرتب ومدون پائے ، لہٰذاہم کتابوں میں چھپے ہوئے احکام کو تلاش کرنے پر مجبور ہیں، اور جس وقت کسی شرعی وظیفہ کو انجام دینے کا قصد کرتے ہیں تو کبھی کبھی کچھ ایسی روایات سے روبرو ہوتے ہیں کہ جو آپس میں بہت زیادہ اختلاف سے دوچار ہیں لہٰذا اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اس تاریخ کے شرائط کو وقت کے ساتھ درک کریں کہ جس زمانے میں یہ احکام صادر ہوئے تھے۔

ان متغیر شرائط کو پہچانے بغیر، یہ امکان نہیں ہے کہ ان احکام کے اختلاف کی وجہ اور حضرات آئمہ طاہرین علیہم السلام کی فرمائشات کو صحیح طور پر درک کرسکیں،اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ رہیں کہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ایک خاص روش اور وہی سیرت کہ جو آپ کے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی ، رہی ہے۔تاریخ کے صفحات پر ایک سطحی نظر مذکورہ ذیل مسائل کو واضح کردیتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہر امام اپنی زندگی میں ایک مخصوص روش رکھتے تھے، مثلاً امام حسن علیہ السلام صلح پسند تھے[1] تو امام حسین علیہ السلام قیام پسند[2]، حضرت امام زین العابدین نے دعاؤں کا راستہ اختیار کیا تو امام محمد باقر علیہ علیہ السلام نے معرفت توحید اور علم و فقہ کے ابواب کھولے[3]، اور حضرت امام جعفر صادق[4] و امام

۱۔ حضرت امام حسن علیہ السلام (۳-۵۰ھ) نے معاویہ سے صلح کی، مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر، اس لیے کہ اگر معاویہ سے جنگ کو جاری رکھتے تو شیعوں کا قتل ہوتا رہتا خود حضرت ہی کا فرمان ہے: اگر ہم جنگ بند نہ کرتے تو روی زمین پر شیعہ باقی نہ رہتے یا دوسری جگہ ارشاد فرمایا: میں نے معاویہ سے صلح صرف اس لیے کی ہے تاکہ شیعوں کا خون بہنے سے بچ جائے۔ اگر آنحضرت جنگ کو جاری رکھتے تو بعض منافق افراد آپ سے منافقت و خیانت کرتے ہوئے آپ کو معاویہ کے ہاتھوں بیچ دیتے جیسا کہ آپ کے والد بزرگوار کے ساتھ بعض افراد نے خیانت کی لہٰذا خود حضرت نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم اگر میں معاویہ سے جنگ جاری رکھتا تو یہ لوگ مجھ کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیتے لہٰذا میرا صلح کرنا بہتر تھا اس سے کہ میں یا اس کے ہاتھوں قتل ہو جاتا یا اسیر ہوتا اور وہ مجھ پر احسان کرکے رہا کرتا کہ جو قیامت تک بنی ہاشم کے لیے ذلت کا مقام تھا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی معاویہ سے جنگ اور صلح کی حقیقت کو بہتر سمجھنے کے لیے شیخ رضی آل یاسین کی کتاب بنام "صلح الحسن" بہت مفید ہے۔ اور اسی طرح شیخ قرشی کی کتاب "حیاۃ الامام الحسن بن علی" یا خود مؤلف محترم کی کتاب "الامام الحسن، قدوۃ واسوۃ" کا مطالعہ کریں۔

۲۔ حضرت امام حسین علیہ السلام (۴ھ-۶۱ھ) نے اپنی تحریک سے اسلامی امت کے ضمیر کو بیدار کیا جب کہ وہ بنی امیہ کے ظلم و ستم اور فساد کے تحت پس رہی تھی آپ نے وہ راستہ دکھایا کہ جو آپ کے جد بزرگوار لائے تھے لہٰذا آپ نے اپنے قیام سے ہر دور کے ظلم و جور کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکا، لہٰذا آپ کی تحریک اور قیام ہر آزادی خواہ اور کرامت انسانی کے لیے ایک عظیم مشعل ہدایت ہے اور ہر ظلم و جور کی حکومت کے لیے ایک چیلنج، لہٰذا آپ نے اپنے قیام کے مقصد کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جو ہر زمانے کے یزید جیسے ظالم و جابر کے لیے اعلان جنگ ہے: انما خرجت لطلب الاصلاح فی امۃ جدی، ارید ان آمربالمعروف و انہی عن المنکر ، و اسیر بسیرۃ جدی و ابی۔۔۔" بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۹۔ اس سلسلے میں بہتر مطالعہ کے لیے مراجعہ کریں مؤلف محترم کی تالیفات "الامام الحسین، قدوۃ واسوۃ" اور "الامام الحسین قدوۃ الصدیقین"۔

۳۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام (۵۷ھ-۱۱۳ھ) نے اپنی مبارک زندگی اپنے جد امجد کے شہر مدینہ طیبہ میں بسر کی اور آپ نے اسلامی امت کو اپنے علم سے فیضیاب کیا، اور اس دوران بہت زیادہ علماء و فقہاء اور مفسرین کی تربیت کی اور بنی امیہ کے ظلم و جور سے اپنی شہادت تک مقابلہ کیا اس سلسلے میں ملاحظہ فرمائیں مؤلف کی کتاب "الامام الباقر قدوۃ واسوۃ"۔

۴۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام (۸۰ھ- ۱۴۸ھ) کی مجاہدانہ زندگی، سیاسی حالات سے دور رہتے ہوئے گذری اور آپ نے اسلامی امت میں علمی و عقائدی بنیاد رکھی اسی وجہ سے آج اسلام اپنے عقیدے پر باقی ہے آنحضرت نے اسلام میں وجود پانے والے متعدد منحرف فرقوں کی اصلاح کی اور بہت سے ملحد و دہریوں کی ہدایت فرمائی اور اسی طرح آپ نے متعدد علماء کی مختلف اسلامی علوم و فنون میں تربیت کی۔ لیکن جہادی میدان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے چچا زید کی حمایت فرمائی جس کے سلسلے میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

موسی کاظم علیہما السلام نے تحریکوں کی حمایتیں کیں اور اسی طرح باقی تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام نے ظاہرا جداگانہ اور علیحدہ علیحدہ روشوں کو اختیار فرمایا۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام کی روشوں میں اختلاف کیوں ہے؟

کیا یہ آپس میں متضاد و متناقض ہیں؟

کیا آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طبیعتوں میں اختلاف ہے؟

حقیقتاً تو ایسا نہیں ہے---

یہ سب امام ہیں اور ایک ہی منبع فیض سے نور علم و معرفت کسب کرتے ہیں اور ان کے افکار بھی ایک ہی مرکز سے مربوط اور الہام لیتے ہیں۔ لہٰذا اس ظاہری اختلاف کا منشاء اس زمانے کے احوال و اوضاع کو قرار دیا جائے کہ جس میں آپ حضرات زندگی بسر کر رہے تھے، لہٰذا اس بنیاد پر احکام شرعی کی معرفت کے لیے تاریخ کی معرفت اور شناخت ضروری نظر آتی ہے۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر فقہاء خصوصا فقہاء معاصر، آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تاریخ کی سیاسی و اجتماعی و اقتصادی اور آزادی کے لحاظ سے بطور دقیق تحقیق کریں تو بہت سی روایات کے اختلافات کے اسباب و علل کو سمجھ جائیں گے اور آخرکار آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت طیبہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ جس روش سے اسلامی علوم کی تعلیمات میں استفادہ کیا جاتا ہے وہ "جداگانہ روش" ہے، یعنی یہ روش خصوصا فقہ میں علوم کے تجزیہ کا سبب بنتی ہے۔ مثلامذکورہ روش، تاریخ کو بھی فقہ کی طرح تحقیق کے لیے ایک مستقل عنوان قرار دیتی ہے حالانکہ فقہ اور تاریخ کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات کے لیے مراجعہ فرمائیں مؤلف محترم کی کتاب "الامام الصادق، قدوۃ و اسوۃ" اور علامہ قرشی کی کتاب "موسوعۃ الامام الصادق علیہ السلام"۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہی روش، سبب ہوئی ہے کہ اسلامی فقہ کے مشکل نکات اور اسی طرح سیرت کے مبہم و پیچیدہ پہلو باقی رہ جائیں۔ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ جسے ہم نے آغاز بحث میں پیش کیا تھا کہ تاریخ کی کیوں تحقیق کی جائے؟

تاریخ، تہذیب و تمدن کا سرچشمہ

اس سوال کا دوسرا جواب بھی ممکن ہے۔ وہ یہ کہ:

زندگی کے تجزیہ کی شناخت بھی ضروری ہے اور انسان کی عمر اتنی طولانی نہیں ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام زاویوں کو درک کر سکے۔

پس، وہ انسان کہ جس کی عمر مثلاً ستر سال کی ہو چکی ہے اگر چاہے کہ اپنی ہر چیز کا تجزیہ کرے تو لاکھوں تجربوں کے حاصل کرنے کا محتاج ہوگا۔ اگر انسان اپنے بزرگوں کے تجربات اور ان کی تاریخ سے استفادہ نہ کرے تو اس کی قدرت و طاقت ایک کمزور بندر سے زیادہ نہیں رہ سکتی اس لیے کہ انسان اپنے جسمی لحاظ سے بندروں کے برابر بھی طاقت نہیں رکھتا، انسان اور بندر کے درمیان فرق یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اس خاص نقطہ سے شروع کرتا ہے کہ جہاں پر گذشتہ افراد نے اپنی زندگی کا خاتمہ کیا ہے جب کہ بندروں کی ہر نسل اپنے ہی تجربوں سے اپنی زندگی کو شروع کرتی ہے اور زندگی کی راہ میں صرف ان اعمال کو انجام دیتی ہے کہ جن کا اس نے خود تجربہ کیا ہو۔

یہ زبان کہ جس کے ذریعہ انسان گفتگو کرتا ہے، انسانی تاریخ کے اہم ترین دستآورد و محصولات اور پروڈیکسز میں سے ایک ہے اور یہ وہی چیز ہے کہ جو ایک ثقافت پر محیط ہے اور اس ثقافت کے حامل ظرف کو بھی وجود بخشتی ہے اور ثقافت اپنے مقام پر وہ عامل و سبب ہے کہ جو تہذیب و تمدن کی نوعیت کو مشخص کرتی ہے واضح ہے کہ زبان اور کسی حد تک اس کی چرخش، ہر امت کی تاریخ کی نوعیت کو معین و مشخص کرتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پس زبان، ایک تہذیب وتمدن بھی ہے اور تاریخ بھی، اگر لفظ " پانی " ایک بہنے والی چیز کا نام ہے اور اگر لفظ ''روٹی'' کھانے والی چیز کو کہا جاتا ہے اور اگر لفظ '' پھل'' کا کھائے جانے والی چیزوں پر اطلاق ہوتا ہے، تو یہ کہاجائے کہ ہزاروں سال گذرنے کے بعد ان لفظوں پر دسترسی حاصل کی گئی ہے، اگر ہر انسان یہ چاہے کہ اپنے لیے کچھ مخصوص علوم، عادات اور رسم ورواج ایجاد کرے تو اس کے اور تمام موجودات کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہ جائے گا، یہی وہ دوسرا جواب ہے۔ لہٰذا ہم کو چاہیے کہ تاریخ کی تحقیق کریں تاکہ ان مختلف مسائل میں کہ جن سے ہم روبرو ہیں اپنے آباء واجداد کے تجربہ سے استفادہ کرسکیں۔

تہذیب وتمدن کے قافلے سے ہم قدم ہونے کے لیے

تیسرا جواب:

ہم ایک ایسی امت کے افراد ہیں کہ جو انسانی تہذیب وتمدن کے قافلے سے کئی صدی پیچھے رہ گئے ہیں۔

ایسا کیوں ہوا؟

ہم کیوں اس قافلے سے آگے یا اس کے ساتھ نہیں ہیں یا اس سے کچھ ہی پیچھے کیوں نہیں ہیں؟

اور کب تک اس طرح رہیں گے؟

ان سوالات کے جوابات: ہماری زندگی کے متعلق ہمارے نامساعد و نامناسب اور جامد نظریات اور سطحی فکریں ہمارے پیچھے رہنے کا سبب بنیں ہیں۔

یہ فکر ہم کو دوسرے سوال کی طرف لے جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ: کس طرح ہم اس موقعیت تک پہنچے اور کس نے ہم کو اس حالت تک پہنچایا ہے؟

جواب یہ ہے کہ: ہم نے ان نظریات کو اس میراث سے حاصل کیا کہ جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لیے چھوڑی تھی اور ہماری ہر نسل ہماری زندگی کے لیے ایک خاص روش وفکر اور سنت کو بطور

Presented By: https://jafrilibrary.com

میراث چھوڑ گئی ہے حتی ہم اپنی زندگی میں کچھ بھی دخل و تصرف نہیں رکھتے اور اپنا مقام و منزلت کو اپنے ارادے اور اپنی فکر کے تحت مشخص و معین نہیں کرتے بلکہ ہم اپنا مقام و منزلت کی بنیاد صرف انہیں عادتوں اور سنتوں پر رکھتے ہیں۔

مثلا ہم آج ہاتھ سے کھانا کھانے کے لیے چمچہ کا استعمال کرتے ہیں یہ تمام عادتیں اپنے آباء واجداد سے سیکھی ہیں کہ جو ہمارے بچپنے میں ہمیں عملی طور پر بتاتے تھے، سونے کا طریقہ، پہننے کا طریقہ اس طرح کے اور دیگر امور کہ جو ظاہراً آسان نظر آتے ہیں سب اپنے بزرگوں سے سیکھے ہیں لیکن سخت اور دشوار معاملات جیسے اجتماعی رفتار و گفتار کا طریقہ اور یہ کہ ہماری آزادی کی حدود کہاں تک ہیں، کہاں سے شروع ہوتی ہیں، کہاں پر ختم ہوتی ہیں اور لوگوں کے حقوق کیا ہیں اور بطور دقیق ہمارے حقوق کیا ہیں اور اسی طرح تمام اجتماعی روابط کو بھی اپنے آباء واجداد اور ان کی تاریخ سے حاصل کریں۔

لیکن اگر انسان چاہے کہ اپنے بزرگوں سے علیحدہ ہو جائے تو یہ جدائی صرف سخت اور دشوار ہی نہیں بلکہ محال بھی ہے۔

کس طرح ممکن ہے کہ انسان اپنے معاشرے سے ایک مرتبہ اچانک علیحدہ ہو جائے؟

صرف انبیاء الٰہی علیہم السلام ہیں کہ جن کو خداوندعالم نے اپنی خصوصی لطف وعنایات کے بعد جدا کیا اور اپنی غیبی نصرت و مدد سے بشری آلودگیوں، معاشرے کے فساد سے علیحدہ اور پاک و پاکیزہ رکھا اور ان کو ایک نیا معاشرہ بنانے کی صلاحیت عطا کی۔

اسی وجہ سے خداوندعالم اپنے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں قرآن کریم میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

"الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا"[۱] (سوائے ان رسولوں کے کہ جن کو خود اس نے منتخب کیا ہے، ان کی حفاظت کے لیے آگے پیچھے فرشتوں کا گروہ ہے۔)

۱۔ سورہ جن، آیت ۲۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

" ولو لا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا"[۱] (اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان مشرکوں کی طرف کچھ مائل ہو جاتے۔)

''۔۔۔لو لا ان ر ء ا برھان ربہ۔۔۔''[۲] (اگر خدا کا لطف خاص اور روشن دلیل یوسف کی کی حفاظت کے لیے نہ ہوتی تو وہ بھی مائل ہو جاتے۔)

پس انبیاء الٰہی کا معاشرے میں پاک و پاکیزہ رہنا بھی غیبی طاقت کی بنیاد پر ہے، اس لیے کہ ایک خاص و معین حکمت، الٰہی سنتوں میں نظر آتی ہے کہ جس کا تقاضا یہ ہے کہ انبیاء الٰہی کی فطرت و سرشت ابتدائے خلقت سے ہی انسانی معاشرے سے ممتاز رہے۔ لیکن ہم ان آلودگیوں یا فطرت وجبلت سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔

لہٰذا یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم متمدن ہو جائیں اور تہذیب و تمدن کے قافلے سے مل جائیں؟

یہ مسئلہ، اپنی فکری خطاؤں کے سرچشمہ کو صاف وشفاف کرنے سے حل ہو سکتا ہے یعنی تاریخ کو پاک و صاف کرنے سے ممکن ہے اور گرانقدر میراث سے آزادی و چھٹکارا پانے کے لیے بھی کہ جو ہمیں میراث میں حاصل ہوئی ہے، اپنی تاریخ کی آراء کو تغییر دینا ضروری ہے۔اس سلسلے میں عصر حاضر کی نسل کے گذشتہ نسلوں سے متاثر ہونے کے لیے بہت سی سادہ مثالیں موجود ہیں خصوصا ہماری نسل کے لیے اس سے پہلی نسل سے بہت سی مثالیں قابل بیان ہیں۔

شہنشاہی حکومت سے انقلاب تک کی تاریخ

یہ واضح ہے کہ امت اسلامی میں ہمیشہ ہی سے دو قسم کی راہ وروش رہی ہیں ایک راہ وروش رسالت یعنی اصلاح طلب انقلابیوں کی روش کہ جو کبھی اسلحوں سے، کبھی خاموشی اور مخفیانہ طور پر معاشرے کی

۱۔ سورہ اسراء، آیت ۷۴۔

۲۔ سورہ یوسف، آیت ۲۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اصلاح اور تغییرات کے لیے اپنی سرگرمیاں انجام دیتے رہے ہیں اور دوسری راہ وروش ان لوگوں کی ہے کہ جو معاشرے میں موجود فساد کے ساتھ ہر دور میں منحرف ومفسد رہبروں کے سامنے سر تسلیم خم کیے رہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ حکومتی طبقہ کا اپنا ایک خاص طور طریقہ ہے جیسا کہ رعیت اور محکوم طبقہ میں انقلابی افراد کہ جو حکومت کے تسلط کے خلاف قیام کرتے ہیں ان کی بھی اپنی ایک خاص روش اور منطق ہے۔

ہر گروہ چاہے حاکم ہو یا محکوم، انقلابی ہو یا صلح پسند اپنی ایک فکری منطق و روش رکھتا ہے۔ان دونوں راہ وروش کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ہے تاریخی موقعیت؛ یعنی ایک راہ وروش مذہبی ہے دوسری راہ وروش ضد مذہبی۔ لہٰذا مذہبی راہ و روش وہی راہ وروش ہے کہ جو ہر دور میں اپنی ایک خاص منطق کی حامل رہی ہے اور ضد مذہبی راہ و روش نے بھی ایک خاص منطق کی پیروی کی ہے۔مذہبی راہ و روش کی منطق وہی انقلاب و مقابلہ کی منطق رہی ہے۔جب کہ ضد مذہبی راہ و روش موجودہ حالات کو قبول اور حکومت کے سامنے تسلیم و شکست کی طرف دعوت دیتی رہی ہے[۱]۔

۱۔ڈاکٹر فہمی جدعان، اپنی عظیم کتاب ''اسس التقدم عند مفکری لاسلام فی العالم العربی الحدیث'' ص ۲۴، دو متضاد راہ وروش کا نقشہ بیان کرتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہیں:

ان دو راہ وروش میں سے ایک عقب ماندہ و پیچھے رہ گیا ہے کہ جو منفی نظریات کی توجیہ کا طرفدار ہے، اور دوسری راہ وروش ترقی یافتہ ہے کہ جو امید اور کوشش کی روح پھونکتی ہے۔

ان کا کلام گرچہ ہماری گفتگو کا عین موضوع نہیں ہے لیکن تاریخی واقعیت و حقیقت پر تمرکز و دقت کی ایک فکر ہے کہ جو تہذیب و تمدن میں پیش کی جارہی ہے وہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

ابوبکر طرطوشی (۴۵۰ھ-۵۲۰ھ) کہ جو مغرب میں پیدا ہوئے اور مشرق میں زندگی بسر کی، ان کے افکار میں وہ مقابلے کی جڑیں کہ جو جاحظ معتزلی کی افکار میں نظر آتی ہیں دکھائی نہیں دیتیں، طرطوشی زمانے کے فساد و تمایل اور غیر قابل اصلاح لغزش کو درک کرنے میں جاحظ کی فکر سے عاری ہیں۔ جاحظ کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں سب سے پہلی حکومت خیانت کاروں نے برپا کی کہ جو بہت سخت و تلخ تھی وہ اپنی کتاب بنام سراج الملوک ص ۳۲ طبع قاہرہ میں اس طرح رقم طراز ہے:

۔۔۔لیکن آج دنیا سے اس کی صفائی ہو چکی ہے اور بغض و کدورت باقی رہ گئی ہے، آج ہر مسلمان کے لیے موت ایک تحفہ ہے گویا کہ بھلائی مر چکی ہے اور برائی حاضر ہے۔ نادان خوشحال اور عقلمند رو رہے ہیں۔ عدالت ختم اور ظلم غالب ہے۔ گویا کہ عقل جاچکی ہے اور جہالت کی حکومت ہے اور پستی کو عروج اور لطف و کرم مرجھا رہا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ضد مذہبی راہ و روش، تا کہ اپنی شکست اور واقعیت کے تغیرات کے مقابلے میں پیچھے رہنے کی توجیہ کر سکے، مذہبی راہ و روش پر مختلف قسم کی تہمتیں وارد کرتی رہی ہے۔

ان تہمتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہبی افراد کو معاشرے میں سرکش، قاتل اور غدار سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ کہ وہ افراد صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے ہیں اور دین سے منحرف ہوگئے ہیں اور اسی طرح کی دوسری تہمتیں۔اس طرح کی تہمتیں ضد مذہبی راہ و روش کی جانب سے وجود میں آئی ہیں اور انہیں کی طرف سے مذہبی راہ و روش پر وارد ہوئی ہیں۔یہ کام بہت واضح دلیلوں سے انجام پاتا ہے اس لیے کہ یہ راہ و روش (ضد مذہبی) حاکم وقت رہی ہے اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ حکومت و حاکم کی ایک خاص منطق رہتی ہے

ایسا لگ رہا ہے کہ دوستی ختم اور دشمنی ہی دشمنی ہے۔نیک بندوں سے کرامت سلب ہوکے برے لوگوں میں پہنچ چکی ہے۔ گویا کہ مکاری بیدار ہے اور وفاداری محو خواب ہے۔ جھوٹ کا فائدہ ہے اور سچ بے فائدہ ہے۔پست لوگ فخر و مباہات کر رہے ہیں اور اچھے افراد زمین میں گڑ گئے ہیں!

جدعان اپنے کلام کو اس طرح ادامہ دیتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عصر حاضر میں علماء اور اہل سنت کی عوام جن حالات سے دچار ہیں وہ معمولی طریقوں سے قابل حل نہیں ہیں۔خصوصا روز بروز حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں، کہ جن کو آسانی سے محدود یا ختم نہیں کیا جا سکتا۔اس لیے کہ یہ اتفاق معاشرے میں بہت زیادہ افراد خصوصا اہل سنت کے زیادہ تر افراد کو شامل ہے اور یہاں تک کہ اہل سنت کے صاحبان فکر بھی اسی حال میں باقی ہیں، جب کہ بعض اہل سنت کے متفکرین نے کوشش کی ہے کہ اس نظریہ کے اثر اور اہمیت کو کم کریں، لیکن ان کی روش اور جاحظ معتزلی کی روش میں بہت فرق تھا، اس لیے کہ جاحظ ایک امید کے ساتھ مقابلہ کرتا تھا کہ جو ان علماء کی افکار میں نظر نہیں آتا اور دوسری طرف جاحظ کی روش مؤمنین کے درمیان بہت زیادہ اطمینان بخش تھی۔

---ظلم و ستم اور مصیبتوں کے درد کا احساس شیعوں کو اہل سنت کی بہ نسبت زیادہ ہونا چاہیے اس لیے کہ شیعوں نے ہمیشہ سختیوں میں زندگی بسر کی اور شیعوں کے آئمہ ہمیشہ کنارہ کش رہے اور ان کا اجتماعی و سیاسی وجود ہمیشہ ایک غیر قانونی نظر سے دیکھا جاتا رہا ہے، اہل بیت علیہم السلام کے ہاتھوں سے خلافت کے نکل جانے اور حضرت علی علیہ السلام کے شہید ہونے اور تاریخ میں واقعہ کربلا کے رونما ہونے کے وقت سے یعنی بنی امیہ و بنی عباس کی حکومت کے دور میں انتہائی ظلم و ستم اور مصیبتیں ان پر پڑی ہیں۔

ان تمام مصیبتوں کے باوجود واقعہ کربلا نہ فقط یہ کہ ناامیدی کا سبب نہیں بنا بلکہ ایک ایسی امید کو اپنے ہمراہ لایا کہ جس میں حضرت امام مہدی(عج) کا ظہور یقینی بن چکا تھا، کہ حضرت امام مہدی(عج) حق کو اس کی حقیقت تک پہنچائیں گے اور دنیا کو ایسے عدل وانصاف سے بھر دیں گے کہ جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی، اس بات کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں تک پہنچ جائے گی، اور یہ دنیا سیاسی طغیانیوں اور فساد سے پاک وصاف ہو جائے گی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور مذہبی راہ و روش، انقلابی راہ و روش ہے اور انقلاب کے لیے لازم ہے کہ وہ خسارہ کو برداشت و تحمل کرے۔

وہ افراد کہ جو یہ پست تہمتیں انقلاب پر لگاتے ہیں ان کی فکر اور عقیدہ ایک اجتماعی واقعیت پر موقوف ہوتا ہے کہ جو اس زمانے کے شرائط سے مناسب ہو، جب کہ آج وہ اجتماعی واقعیت ختم ہو چکی ہے۔ یزید بن معاویہ[1] مر چکا ہے اور اسی طرح اس کا باپ معاویہ بن ابوسفیان ابدی نیند سو چکا ہے، آل مروان کہ جو یزید کے بعد بر سر اقتدار آئے تھے وہ بھی دنیا سے جا چکے ہیں، بنی عباس کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے اس زمانے کا پروپیگنڈا ایک فاسد و باطل پروپیگنڈا تھا کہ جو ان لوگوں کی جانب سے وجود میں آیا تھا مثلاً یزید بن معاویہ نے اپنی حکومت کو بچانے کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام کو دین سے خارج، گناہگار، دین سے منحرف اور تارک دین و مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے والے کے طور پر متعارف کرایا، وہ امام حسین علیہ السلام کو فتنہ گر (نعوذ باللہ) اور آپ سے جنگ کو لازم جانتا تھا لیکن آج وہ تمام نامناسب اور پست تہمتیں کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف تھیں، اپنا بستر بوریا باندھکر جا چکی ہیں۔

ہمارا سوال ہے کہ کیوں یہ تہمتیں اور منفی افکار، مذہبی راہ و روش کے خلاف باقی رہ گئے ہیں یہاں تک کہ ان کتابوں میں کہ جو عصر حاضر کی ترقی یافتہ کتابیں شمار ہوتی ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کتاب میں انقلابی مسلمانوں کے بارے میں لکھتا ہے اور نامناسب تہمتیں لگانے سے گریز نہیں کرتا۔

---

۱ - یزید ابن معاویہ (۲۵ھ - ۶۴ھ) نے اپنی عمر لہو و لعب اور بندروں سے کھیلنے اور قمار بازی و شراب خوری میں بسر کی، مسعودی کا بیان ہے: یزید کا نام ہی شراب خور پڑ گیا تھا۔ جیسا کہ وہ بد اخلاقی میں مشہور تھا۔ اس نے تین سال حکومت کی کہ جو اسلامی امت کے لیے بدترین سال تھے۔ قاضی نے اپنی کتاب مناقب و مثالب میں صفحہ ۲۹۳-۲۹۴ پر تحریر کیا ہے: یزید کے یہاں خلافت کی کوئی بھی صلاحیت نہیں تھی نہ عوام کے درمیان اور نہ خواص میں، اس نے تین سال حکومت کی کہ جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا کہ اتنا عظیم سانحہ تھا کہ جو اسلامی تاریخ میں زمین و آسمان کے درمیان ایسا واقعہ رونما نہیں کہ جس پر ایک مسلمان بھی راضی نہیں تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی شہر مدینہ میں توہین کی اور ان کا مال و ناموس و خون کو تین دن تک اپنی فوج کے لیے مباح قرار دیا وہاں اہل مدینہ کا خون بہتا رہا اور حرم نبی شریف کی ہتک حرمت ہوتی رہی۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی تھی کہ میری امت کا سلسلہ یونہی چلتا رہے گا یہاں تک کہ بنی امیہ میں سے ایک شخص تخت حکومت پر بیٹھے گا جس کا نام یزید ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں: البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۲۳۱۔ تاریخ الاسلام، ج۵، ص۲۷۳۔ امتناع الاسماع، ج۱۲، ص۲۳۳۔ عمدۃ عیون صحاح الاخبار، ص۴۵۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس طرح کی باتیں کیوں وجود میں آئیں؟

حسن ابراہیم، ایک مورخ و صاحب قلم ہے کہ جو بعض عربی ممالک اور امریکہ میں بحیثیت استاد معروف ہے۔

یہ شخص اپنی کتاب بنام: ''اسلام کی سیاسی تاریخ[۱]'' میں جب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی[۲] پر پہنچتا ہے ہے تو وہی تہمتیں لگاتا ہے کہ جو مختار کے دشمن آل زبیر اور بنی امیہ نے لگائی تھیں، جب کہ یہ شخص ایک محقق و متفکر سمجھا جاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ مختار آل زبیر کے خلاف ایک انقلابی شخص تھے اور مصعب بن زبیر[۳] کے ہاتھوں قتل ہوگئے اور کوئی بھی زبیری مورخ مختار کو اچھے صفات والقاب سے یاد نہیں کر سکتا۔اس لیے کہ مختار نے ان کے خلاف قیام کیا ہے اسی طرح خلفاء بنی امیہ میں سے مروان بن حکم[۴] یا

---

۱ - تاریخ الاسلامی السیاسی، ج۱، ص۳۲۸۔ نیز مطالعہ فرمائیں: ابوزہرہ کی کتاب "الامام الصادق" ص۱۸۸۔

۲ - ابواسحاق مختار بن ابوعبیدۃ الثقفی (۱ھ-۶۷ھ) بنی امیہ کے خلاف عظیم مجاہدوں وانقلابیوں میں سے تھے، ایک انتہائی بہادر و ہوشیار انسان تھے، قبیلہ بنی طائف سے اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے تھے۔ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیے گئے مختار ثقفی نے حضرت کے خون کے انتقام کے عنوان سے قیام کیا اور بہت سے قاتلوں کو ان کی سزا تک پہنچایا جیسے شمر بن ذی الجوشن کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا، خولی بن یزید کہ جو حضرت کا سر کوفہ تک نیزے پر لیکر آیا تھا، عمر بن سعد بن ابی وقاص قاتلوں کی فوج کا سردار، اور ابراہیم بن مالک اشتر کو عبیداللہ بن زیاد کو قتل کرنے کے لیے بھیجا کہ جس نے حضرت سے جنگ کے لیے لشکر تیار کیا تھا، ابراہیم نے ابن زیاد اور اس کے بہت سے لشکروالوں کو قتل کیا۔ مختار کی حکومت ۱۶ مہینے تک رہی۔ مختار ثقفی کی سیرت و زندگی سے بہتر آشنائی کے لیے مراجعہ فرمائیں: سید ابوطالب قائنی کی کتاب "اللولوۃ الغالیہ" کے لولو نمبر ۱۸ میں کہ جس کا عنوان ہے بیان احوال مختار، ص۲۸۸۔ نیز کتاب مورخ براقی سیرت مختار کے سلسلے میں بنام "تاریخ الکوفہ" ص۳۱۴۔ اور وسیع تحلیل و تبصرہ کے لیے مطالعہ کریں: المختار الثقفی، مؤلف علامہ اسدی قرشی اور تنزیہ المختار، مؤلف علامہ سید مقرم۔

۳- مصعب بن زبیر بن العوام بن خویلد اسدی قرشی (۲۶ھ - ۷۱ھ) نے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی زیر تربیت زندگی بسر کی وہ اپنے بھائی کی حجاز و عراق میں حکومت بنانے میں ایک مضبوط بازو کی حیثیت سے رہا، اس کو ۶۷ھ میں بصرہ کا گورنر بنایا اور مختار کے کفر کا حکم لگا کر مختار کو قتل کے لیے قیام کیا اور کوفہ میں ایک عظیم جنگ کے دوران مختار کو قتل کر دیا گیا۔ الاعلام، ج۷، ص۲۴۷۔

۴- مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ (۲۶ھ - ۷۱ھ) یہ بنی امیہ میں آل ابوسفیان کے بعد حکم کی اولاد میں سے پہلا حاکم تھا، وہ لمبے اور ٹھرے بدن کی وجہ سے "باطل دھاگہ" کے نام سے مشہور تھا، اس کا ایک لقب "مینڈک" بھی تھا، وہ حضرت رسول اکرم اور آپ کی آل پاک علیہم السلام کا انتہائی دشمن تھا خصوصا امیر المومنین سے بہت زیادہ بغض و حسد رکھتا تھا، اس کے متعلق ابن ابی الحدید معتزلی نے

Presented By: https://jafrilibrary.com

سلیمان بن عبد الملک بن مروان[1] یا ولید یا ان کے ماننے والے کبھی بھی مختار کو اچھے القاب و صفات سے یاد نہیں کر سکتے جب بھی ذکر کریں گے برائی ہی پیش کریں گے اس لیے کہ مختار نے ان کے خلاف قیام کیا ہے۔

لیکن کس طرح ایسا شخص کہ جو عربی و غیر عربی متعدد یونیورسٹیوں میں پروفیسر ہے اس طرح کی تہمتیں لگا رہا ہے کہ جو آل زبیر و بنی امیہ مختار پر لگاتے تھے ؟!۔

یہ بھی اضافہ کیا جائے کہ وہ جب کہ ایک اچھا مقام رکھتا ہے لیکن پھر بھی اس نے کچھ نادر نمونے پیش کیے ہیں۔

ایسا کیوں؟

ہمارے مورخین میں اس طرح کی فکر کیوں باقی ہے؟

اس مسئلہ کے تین سبب ہیں:

پہلا سبب:

شرح نہج البلاغہ کی ج۴، ص۳۱۲ میں اس طرح تحریر کیا ہے: "مروان بن حکم اس سے کہیں پست و حقیر ہے کہ اس کو صحابہ میں سے شمار کیا جائے حتی ان صحابہ میں سے بھی شمار نہیں کیا جاسکتا کہ جن کے بارے میں اچھی نظر نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ ظاہر الملحد تھا اور اس کا باپ حکم بن ابی العاص یہ دونوں ملعون و مطرود ہیں اس کا باپ رسول اکرم ﷺ سے دشمنی رکھتا تھا اور آپ کی نقل اتارتا تھا آپ پر آنکھیں چلاتا تھا زبان سے چڑاتا اور آپ کی مزاق و مسخرہ کرتا تھا۔" پھر کہتا ہے اور اس کا بیٹا مروان عقیدہ کے لحاظ سے فاسد ترین اور کفر و الحاد میں غلیظ ترین انسان تھا"۔ اس سلسلے میں بہتر آشنائی کے لیے مراجعہ فرمائیں: تتمۃ المنتہی، ج۳، ص۸۶-۹۱۔ الاعلام، ج۷، ص۲۰۱۔

۱ - سلیمان بن عبد الملک بن مروان (۵۴ھ-۹۹ھ) ۹۶ ہجری میں خلیفہ بنا۔ ابن سیرین کا بیان ہے: اس نے بنی امیہ کے خلفاء میں اول وقت نماز پڑھی ہے ورنہ سب نماز میں ٹال مٹول کیا کرتے تھے اس کے بعد عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنا۔ یہ کھانے میں بہت پرخوری کرتا تھا اور اس کی موت کا سبب بھی یہی ہوا کہ وہ کھانے پر کھانا کھائے جا رہا تھا۔ ملاحظہ کریں: تتمۃ المنتہی، ج۳، ص۱۱۸۔ تاریخ الاسلامی، ج۶، ص۳۷۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی افراد کو نظرانداز کرنا،اس طرح کہ قلم اور کتابیں تاریخی حقائق کو تحریف کرنے والوں کے ذریعہ مذہبی افراد کے قیام کو نظرانداز کرادیا جاتا ہے۔

دوسرا سبب:

مورخین کی غفلت،تاریخ کی تحقیق سے غفلت اور تاریخی حقائق کی صحیح تحقیق نہ کرنا سبب بنتا ہے کہ اس طرح کے کارناموں کا مرتکب ہوجائے اس لیے کہ تمام مورخین کو نادان و سودجو نہیں مانا جاسکتا بلکہ ان میں سے زیادہ تر حقیقت سے غافل ہیں۔

تیسرا سبب:

اس سبب کو سب سے اہم اور عظیم سمجھا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ پیچھے رہنا،تاریخ کا نامناسب ڈھانچہ بھی اسی کا ایک حصہ ہے، یہ عقب ماندگی اور پیچھے رہنا اپنے کچھ خاص شرائط کے ساتھ ہے،جو ابھی تک مسلسل جاری ہے،اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ایک سوال پیش کرتے ہیں:

یزید ابن معاویہ نے کیوں حضرت امام حسین علیہ السلام کو تمرد اور دین سے خارج ہونے کا الزام لگایا؟

اس لیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کے خلاف قیام کیا اور یزید نے اپنے غاصبانہ تسلط اور حکومت کو بچانے کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام کو تمرد اور دین سے خارج ہونے کا الزام لگایا۔

کیا ایسا نہیں ہے؟

اگر مسئلہ ایسا ہی ہے اور اگر آج بھی کوئی شخص یزید بن معاویہ کی طرح برسراقتدار آجائے اور کسی دوسرے شخص کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرح اپنے مقابلے میں دیکھے کہ وہ اس سے جنگ کے لیے کھڑا ہوگیا ہے تو وہ بھی اس کے لیے وہی باتیں کرے گا کہ جو یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے کہی تھیں۔

اگر سعودی عرب کا بادشاہ دیکھے کہ کوئی اس کا مخالف ہے اور اپنے صحیح عقیدے اور درست نظریے کے مطابق اس کے مقابلے میں کھڑا ہوگیا ہے،وہ کیا کرے گا؟ خصوصا جب اس مصلح شخص میں کوئی عیب و

Presented By: https://jafrilibrary.com

ضعف نظر نہ آئے ،ظاہرا اس کو قتل کرادے گا اور پھر تاریخ میں دیکھے گا کہ یزید بن معاویہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے کیا کہا ہے ، وہ اپنی تلاش کے مطابق پائے گا کہ یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو متمرد اور دین سے خارج ہونے کا الزام لگایا تھا۔

لہٰذا وہ شخص بھی اس کی منطق کے مطابق متمرد اور دین سے خارج ہے اور اگر اس نے اس کو قتل کرادیا ہے تو یہ اس کے تمرد اور دین سے خارج ہونے کی وجہ سے ہے۔

تو وہ یہ سوال کرے گا:

ہمارے فائدے میں کون سی بات ہے،یزید کی تعظیم و تکریم یا حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعظیم و تکریم؟

ہم اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کریں تو اس شخص کی بھی کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے نقش قدم پر چلا ہے تعظیم و تکریم کرنا پڑے گی، لیکن وہ یزید بن معاویہ کی تعظیم و تکریم کرے گا،اور وہ کتاب کہ جو یزید کے بارے میں لکھی گئی ہے اس کی تشویق کرے گا۔اس کتاب کا لکھنے والا اس طرح تحریر کرتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے جدبزرگوار کی تلوار سے قتل ہوئے ہیں۔ اس جملہ سے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر رسول خداﷺ باحیات ہوتے تو وہ سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرتے !!۔نعوذ باللہ

مذہبی مورخین کو دیکھیں، یہ مورخین بھی اسی دھوکے میں گرفتار ہوئے ہیں کہ جس میں ایک حکومتی مورخ گرفتار ہے۔بعض مذہبی مورخ جب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے متعلق تحریر کرتے ہیں انہیں باتوں کی تکرار کرتے ہیں کہ جو مصعب بن زبیر مختار کا قاتل کہتا تھا اور وہی تہمتیں لگاتے ہیں کہ جو بنی امیہ کی حکومت میں تبلیغاتی پروپیگنڈے کے ذریعہ اس شریف و پاک انسان پر لگائی گئی تھیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

دنیا کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ شخص معروف ''ابوالفرج اصفہانی'' مؤلف کتاب ''مقاتل الطالبین'' جب جناب زید بن علی علیہ السلام[۱] کے متعلق تحریر کرتا ہے، ایک روایت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتا ہے کہ آنحضرت نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا:

"یخرج رجل من صلبک یقال لہ زید یتخطی ھو واصحابہ یوم القیامة رقاب الناس غرا محجلین، یدخلون الجنة بغیر حساب''[۲]۔(آپ کی نسل میں ایک شخص ہوگا اس کا نام زید ہوگا وہ اور اس کے اصحاب قیامت کے روز اہل بہشت کے کاندھوں پر سوار ہوں گے ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔)

ایک دوسری حدیث بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتا ہے۔

"یقتل رجل من اھل بیتی فیصلب،لاتری الجنة عین رائت عورتہ"[۳] (میرے خاندان میں سے ایک شخص قتل ہوگا اور دار پر لٹکایا جائے گا جو آنکھ اس کی شرمگاہ کو دیکھے گی وہ جنت کو نہیں دیکھ سکتی۔)

۱۔ زید بن علی بن الحسین علیہم السلام (۷۹ھ-۱۲۲ھ) اپنے والد گرامی کی حیات میں تقریباً ۱۵ سال تربیت پائی اور پھر اپنے والد کی شہادت شہادت کے بعد اپنے بھائی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی کفالت میں آگئے اور آپ سے تعلیم حاصل کی، آپ نے فکری وسیاسی لحاظ سے اپنی تحریک کی بنیاد رکھی اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ جناب زید نے فرقہ معتزلہ کے رئیس واصل بن عطاء سے بہت سے علمی مناظرے کیے، جناب زید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت زیادہ ارادت وعقیدت رکھتے۔آپ نے بنی امیہ کے خلاف قیام کیا آپ کو شہید کرکے آپ کے جنازے کو کناسہ میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔آپ کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان آپ کے فخر وشرف کے لیے کافی ہے: چچا زید؛ عالم دین، نیک وانتہائی سچے، وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت نہیں دے رہے تھے بلکہ رضا آل محمد کی طرف دعوت دے رہے تھے۔وسائل الشیعہ، ج۱۵، ص۵۰۔ جب آپ کے قتل کی خبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچی آپ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور زید شہید کے بچوں اور اصحاب کے لیے ایک ہزار دینار ارسال کیے۔آپ بروز پیر محرم کی اٹھائیس تاریخ ۱۲۲ہجری میں شہید ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۴۲ سال تھی۔ معجم رجال الحدیث، ج۸، ص۳۵۸۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص۱۲۷۔

۳۔ مقاتل الطالبین، ص۱۲۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

وہ ایک روایت کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے اور آپ نے اپنے والد گرامی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"یخرج بظهر الکوفة رجل یقال لہ زید فی ابهة الملک لا یسبقہ الاولون و لایدرکہ الآخرون الا من عمل بمثل عملہ، یخرج یوم القیامة وهو و اصحابہ معهم طوامیر حتی یتخطوا اعناق الخلائق تتلقاهم الملائکة فیقولون هؤلاء خلف الخلف و دعاة الحق و یستقلبهم رسول الله ، فیقول : یا بنی قد علمتم ما امرتم بہ ، فادخلوا الجنة بغیر حساب"[1]۔ (ایک شخص بادشاہانہ عزت وجلال کے ساتھ کوفہ سے خروج کرے گا کہ جس کا نام زید ہوگا کوئی بھی گذشتہ یا آئندہ کے لوگوں میں سے ان کے مقام کو درک نہیں کر سکتا مگر صرف وہ افراد کہ جنہوں نے اس جیسا عمل کیا ہو، وہ اپنے اصحاب کے ساتھ قیامت کے میدان سے نکلیں گے ان کو دوسرے لوگ اپنے کاندھوں پر سوار کیے ہوئے ہوں گے، فرشتے ان سے ملاقات کر رہے ہوں گے اس لیے کہ یہ اچھے جانشین تھے اور حق کی طرف دعوت دیتے تھے، حضرت رسول اکرم ﷺ ان کے استقبال کو آگے بڑھیں گے اور کہیں گے: اے میرے بیٹو! آپ کو جیسا حکم دیا گیا تھا ادا کر دیا پس بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔)

ابوالفرج اصفہانی جب کہ مذہبی راہ وروش کا انسان نہیں ہے لیکن پھر بھی اس طرح کی روایات کو بار بار بیان کرتا ہے، حالانکہ وہ شخص کہ جو اپنے لیے مذہبی ہونے کا دعوی کرتا ہے جب زید بن علی کے بارے میں کچھ بیان کرتا ہے تو اس طرح بیان کرتا ہے:

"ہم نہیں جانتے کہ زید بن علی حق پر تھے یا باطل پر ان کا انقلاب صحیح تھا یا نہیں؟!"

وہ کیوں زید و یحی[2] اور مختار کے انقلابوں کے بارے میں شک کرتا ہے؟

۱۔ ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ص ۱۲۸۔

۲۔ یحی بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام (۱۰۷ھ-۱۲۵ھ) ایک عظیم بہادر وشجاع انسان تھے آپ نے اپنے والد جناب زید شہید کے ہمراہ بنی مروان کے خلاف جنگ کی اور اپنے والد کی شہادت کے بعد بلخ چلے گئے وہاں مخفیانہ طور پر لوگوں کو دعوت دیتے رہے پھر قیام کیا اور شہید کردیے گئے اور سولی پر لٹکادیے گئے۔ملاحظہ فرمائیں: الاعلام ،ج۸، ص۱۴۶۔منتہی الآمال، ج۲، ص۷۱۔زید

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ مورخین، تاریخ کے صحیح انقلابوں کے بارے میں کیوں شک کرتے ہیں؟

اور کیوں حق کو یزید بن معاویہ و مصعب بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر [۱] وغیرہ کے ساتھ جانتے ہیں جب کہ وہ لوگ مسلمانوں پر تسلط کے خواہشمند تھے؟۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ مورخین فکری اعتبار سے پیچھے رہ گئے ہیں اور اسی خطاء کے ساتھ کہ جو بغیر کسی تجربہ و تحقیق کے ان کو میراث میں ملا ہے تحریر کرتے ہیں۔

یہ گذشتہ مورخین کی فکری عقب ماندگی اور پست نظری، کہ جنہوں نے انقلابیوں پر تہمتیں لگائی ہیں، آج تک باقی ہے۔

مظلوموں کی طرف سے دفاع

جب کبھی بھی تاریخ کے متعلق گفتگو یا تحقیق کرتے ہیں تو حقیقتاً تاریخ کے مظلوموں جیسے زید و یحی اور مختار و سلیمان بن صرد [۱] وغیرہ کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ تاریخ کے یہ وہ مظلوم ہیں کہ ان کے خود دوستوں ہی نے ان پر تہمتیں لگائی ہیں۔

الشہید، ص ۱۷۹۔ الحدائق الوردیہ فی مناقب الائمۃ الزیدیہ، ج ۱، ص ۲۶۸۔ اور عنقریب اسی کتاب کے اگلے صفحات پر یحی بن زید کے بارے میں مطالعہ کریں۔

۱۔ عبداللہ بن زبیر بن العوام بن خویلد الاسدی القرشی (۱ھ ۷۳ھ) اپنے زمانے میں قریش کے اچھے گھڑ سوار تھے آپ ہجرت کے بعد مدینہ میں سب سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر یزید بن معاویہ کی موت کے بعد بطور خلیفہ بیعت ہوئی اور آپ نے حجاز و مصر و یمن و عراق و خراسان اور شام کے اکثر علاقہ پر حکومت کی۔ وہ ظاہر تقوی و زہد کو اپنا پیشا بنائے ہوئے تھے اور بیت اللہ الحرام میں پناہ لیے ہوئے تھے وہ منحرف اور امیر المؤمنین علیہ السلام سے بغض و حسد رکھتے تھے اور حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے تھے زبیر بن العوام ہم اہل بیت کے ساتھ تھے جب تک ان کے بیٹے عبداللہ بڑے اور پھر عبداللہ نے زبیر کو بھی فاسد و منحرف کردیا۔ عبداللہ بہت بدزبان اور گالیاں بکتے تھے بنی ہاشم سے بہت زیادہ بغض رکھتے امیر المؤمنین کو برا کہتے اور سب و شتم کرتے تھے بنی ہاشم کو بہت زیادہ اذیتیں دیں اور شہر مکہ میں تمام بنی ہاشم کو ایک شعب میں قید کردیا کہ جن میں محمد بن حنفیہؒ بھی تھے اور ان سب کو آگ میں جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کیں لیکن مختار ثقفی نے ایک لشکر کو بھیج کر ان کو سب آزاد کرا کے نجات دی۔ عبداللہ زبیر وہاں سے بھاگ نکلے اور خانہ کعبہ میں جا کر پناہ لی۔ عبداللہ بن زبیر اور بنی امیہ کے درمیان کافی جنگیں ہوئیں، یہاں تک کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے عبدالملک بن مروان کے خلافت کے زمانے میں جنگ کی اور ابن زبیر کو مکہ میں قتل کیا اس طرح ابن زبیر کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ ملاحظہ ہو: الاعلام، ج ۴، ص ۸۷۔ تتمۃ المنتہی، ج ۳، ص ۸۴۔ اور ص ۱۰۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی حجر بن عدی[۲] ہیں کہ جن کے دوستوں کو بھی ان کی حقیقی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے متہم وملزم قرار پائے ہیں۔

۱۔ سلیمان بن صرد خزاعی السلولی الخزاعی، (۲۸ قبل از ہجرت-۶۵ھ) اصحاب رسول واصحاب امیر المؤمنین امام حسن وامام حسین علیہم السلام میں سے تھے،ان کا نام زمانہ جاہلیت میں یسار تھارسول اکرم نے سلیمان نام رکھا۔ان کی کنیت ابوالمطرف تھی۔ شیخ طوسی نے ان کو جنگ جمل میں امیر المؤمنین سے منحرف قرار دیا ہے لیکن علامہ مامقانی نے کہا ہے: ہم نے اس مطلب کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا حتی کتاب جمل شیخ مفید میں بھی یہ بات نہیں ملی۔اور شیخ مفید نے لکھا ہے کہ سلیمان بن صرد ان افراد میں سے تھے کہ جنہوں نے قتل عثمان کے بعد امیر المؤمنین کو خلیفہ بنانے کے لیے اقدامات کیے، فضل بن شاذان نے ان کو تابعین کے سرداروں اور زاہدوں میں سے شمار کیا ہے۔ابن اثیر نے تحریر کیا ہے کہ وہ تمام جنگوں میں علی علیہ السلام کے ساتھ تھے اور جنگ صفین میں میمنہ کے سردار تھے۔ انہوں نے کوفہ والوں کے ساتھ مل کر مولا امام حسین علیہ السلام کے پاس خط لکھا اور یہ خط وکتابت سلیمان ہی کے گھر میں انجام پائی۔ پھر وہ مدد نہ کر پائے اور پھر توابین کے ساتھ خروج کیا اور توابین کے رئیس کہلائے۔ مستدرک علم رجال الحدیث، ج ۴، ص ۱۳۷۔

۲۔ حجر بن عدی الکندی (متوفی ۵۱ھ) جلیل القدر صحابی اور بہت بڑے عابد وزاہد تھے یہاں تک کہ راہب الصحابہ کے نام سے مشہور اور ابدال میں سے تھے، آپ امیر المؤمنین علیہ السلام کے صحابی بھی رہے۔ فضل بن شاذان نے روایت نقل کی ہے: ہم سے طاؤس نے اپنے والد سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: ہمارے لیے حجر بن عدی نے حدیث نقل کی ہے کہ مجھ سے امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری کیا حالت ہوگی کہ جب تم کو مجھ پر لعنت کرنے کو کہا جائے گا؟ میں نے عرض کی: میں اس وقت کیا کروں؟ آپ نے فرمایا مجھ پر لعنت کر لینا لیکن مجھ پر تبرا نہ کرنا، اس لیے کہ میں دین الٰہی پر ہوں۔ ان کا بیان ہے کہ ہم کو محمد بن یوسف نے امیر المؤمنین علیہ السلام پر لعنت کرنے کو کہا اور مارا پیٹا تب حجر بن عدی مسجد صنعاء کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور کہا: مجھ کو امیر نے حکم دیا ہے کہ میں علی علیہ السلام پر لعنت کروں، خدا اس پر لعنت کرے آپ سب بھی اس پر لعنت کریں! تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب لعنت کر رہے ہیں لیکن ایک شخص میرے مطلب کو سمجھ گیا۔ حضرت رسول اکرم نے حجر کے قتل کی خبر دی تھی کہ ان کو بہت مظلومیت کے ساتھ قتل کیا جائے گا جیسا کہ تاریخ دمشق، ج ۱۲، ص ۲۲۶ میں ہے۔ ابی الاسود کا بیان ہے: معاویہ عائشہ کے پاس آئے، عائشہ نے معاویہ سے کہا: تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو کیوں قتل کرایا ہے؟ معاویہ نے کہا: اے ام المومنین، میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے قتل میں امت کی صلاح ہے اور ان کے زندہ رہنے میں امت کے لیے فساد ہے!۔ تب عائشہ نے کہا: میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ مقام عذراء میں قتل کر دیے جائیں گے کہ خداوند عالم اور اہل آسمان کے قتل ہونے پر غضبناک ہوں گے۔ اور صفحہ ۲۳۱ پر ہے کہ معاویہ نے حجر بن عدی اور ان کے اصحاب قتل کا اعتراف کیا ہے۔ اور کہا ہے میں نے کسی کو بھی قتل نہیں کیا مگر یہ کہ اس سے اچھی طرح واقف اور قتل کی وجہ سے بھی واقف ہوں سوائے حجر بن عدی کے اس لیے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے ان لوگوں کو کیوں قتل کیا ہے۔ ابومخنف نے صقعب بن زہیر سے نقل کیا کہ اس نے حسن بصری سے کہ اس نے کہا: معاویہ میں چار خصلتیں تھیں، کہ ان میں سے ہر ایک معاویہ کی ہلاکت کے لیے کافی ہیں: اس کا مسلمانوں پر تلوار کے ذریعہ بغیر کسی مشورے کے مسلط ہونا اور بادشاہ بن جانا

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگر ہم ان کے غلط نظریات کی اصلاح کرنا چاہیں تو پہلے لوگوں کے ذہن میں موجودہ خرافات کو دور کریں اور اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کی رغبتوں کو تبدیل کریں پھر کہیں ان کی اصلاح کرکے ترقی دلا سکتے ہیں۔

ان تین نکات کی تحقیق سے ہم یہ دعوی کرسکتے ہیں کہ یہ نکات قانع و مطمئن کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ہم اپنی تاریخ کی تحقیق کی توجیہ کرنے پر قادر ہیں اور معتقد ہیں کہ ان مختصر مطالب کے مطالعہ کے دوران تاریخ کی تحقیق اور اس کی معرفت کی اہمیت کو درک کیا جاسکتا ہے۔

جب کہ اس سے زیادہ بافضیلت صحابہ موجود تھے۔ اپنے بیٹے یزید شراب خور اور بندروں سے کھیلنے اور ناچ گانے والے کو اپنا خلیفہ بنانا۔ زیاد بن ابیہ کو اپنا بھائی بنانا جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا "الولد للفراش و للعاھر الحجر" ہر عورت سے پیدا ہونے والا بچہ اس کے رسمی شوہر کا ہے اور زناکار کے نصیب میں پتھر ہیں" اور حجر بن عدی کا قتل کرنا اور پھر دو بار کہا: وائے ہو اس (معاویہ) پر حجر اور ان کے اصحاب کی وجہ سے۔ تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۹۷۔

خلاصه کلام

- تاریخ کی تحقیق اور تاریخی نشیب و فراز میں غور و فکر احکام شرعی کے استنباط کرنے کے لیے لازم ہے اور اسی طرح آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سوانح حیات کا مطالعہ کہ جن میں بعض اسلامی فقہ کے بہت سے پیچیدہ مسائل کا حل موجود ہے بلکہ آپ کی سیرت طیبہ پر تحقیق بھی ضروری ہے۔
- عقل انسانی کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ گذشتہ لوگوں کے تجربوں سے استفادہ کیا جائے، اسی طرح حیات بشری مرحلہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے۔
- زندگی میں چھوٹی اور جامد فکر امت کے پیچھے رہ جانے کا سبب بنی ہے، اور اسی طرح تہذیب و تمدن کے قافلے کے ہم قدم نہیں ہوا جاسکتا مگر یہ کہ ان چشموں کو صاف کرنا ہوگا کہ جو ہم کو صحیح افکار عطا کرتے ہیں اور وہ تاریخ کا مطالعہ ہے۔
- تاریخ کی تحقیق ہم کو بتاتی ہے کہ مسلمانوں میں دو نظریہ پائے جاتے تھے:

- پیشہ ور افراد کا نظریہ کہ جنہوں نے زور و زبر ستی مسلمانوں پر تسلط حاصل کیا۔

- مذہبی تحریک والے افراد کا نظریہ کہ جو ان پیشہ ور افراد کے مقابل قیام کرتے رہے۔

- تاریخ کی تحقیق ہمیشہ کی ضرورت ہے اور صرف گذشتہ لوگوں کے حالات پڑھنا کافی نہیں ہیں بلکہ ان کی حقیقت تک پہنچنا ضروری ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تاریخ کی کس طرح سے تحقیق کریں؟

بہت زیادہ مورخ ایسے ہیں کہ جو تاریخ کی فقط تاریخ کے لیے تحقیق کرتے ہیں اور ان کا ہدف صرف اپنی معلومات میں تھوڑا بہت اضافہ کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا، عصر حاضر میں بھی یہی تصور و نظریہ دنیا کے مورخین پر چھایا ہوا ہے۔

لیکن دوسرا تصور بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ تاریخ کی کسی خاص ہدف کے تحت تحقیق کی جائے کہ یہ ہدف وہی انسانی حیات کی تجدید بناء ہے۔

ہم اپنے دینی اور مذہبی مفاہیم کے الہام سے دوسرے نظریے کی تائید کرتے ہیں۔

کیوں؟

اس لیے کہ بصیرت و دور اندیشی مواقع کو مشخص کرتی ہے

اس لیے کہ انسان کے لیے مواقع اس کی زندگی کی بصیرت و دور اندیشی سے وجود میں آتے ہیں۔

کسی ہارنے والے لشکر کے افراد دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں:

پہلا حصہ:

شکست و ہار، ان لوگوں میں آئندہ کے مقابلے کی تقویت کا سبب بنتی ہے۔ یہ لوگ، مقابلہ کرتے ہیں، بعض وقت یہی شکست ان لوگوں کے حق میں کامیابی شمار کی جاتی ہے، اس لیے کہ یہ لوگ اس طرح کے مقامات میں ایک خاص موقعیت کے حامل ہیں اور موقعیت، مقابلہ کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

دوسرا حصہ:

لشکر کی شکست ان لوگوں کے لیے نفسیاتی انحطاط کو وجود بخشتی ہے اگر چہ لشکر کے زیادہ تر افراد اسی حصے میں ہوتے ہیں۔ ظاہری شکست ان کے نفسیات پر اثر انداز ہوتی ہے اور یہ اندونی طور پر بھی شکست خوردہ محسوس ہوتے ہیں اور بسا اوقات یہ احساس ان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہتا ہے۔

وہ جوان کہ جو کسی خاص موضوع و سبجیکٹ کی تحصیل کے لیے یورپ جاتا ہے، ممکن ہے وہ ان افراد میں سے ہو کہ جو ضعیف و کمزور شخصیت کا حامل رہا ہو، ایسا شخص جس وقت یورپ میں مغرب کی تہذیب وتمدن کو دیکھتا ہے اور اپنے وطن کے بارے میں سوچتا ہے تو نفسیاتی طور پر شکست کھاجاتا ہے اور یہ شکست اس کی زندگی کے تمام زاویوں میں چھاجاتی ہے، وہ اپنے تمام اجتماعی روابط میں مغربی روش کو استعمال کرتا ہے جب کہ اگر یہی جوان بہادر اور نفسیاتی اعتبار سے شجاع و حوصلہ مند ہوتا اور جو کچھ اس نے دیکھا ہے اس سے مقابلہ کرتا اور اپنے آپ کو اس سطح سے بلند تر دیکھتا تو ایسا شخص جس وقت اپنے وطن سے باہر جاتا تو وہ اپنی اصلیت اور اس کی حفاظت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے ایسا شخص اگر نماز بھی نہیں پڑھتا تو بھی وہاں پہنچ کر مغربی ثقافت کے مقابلے کی خاطر نماز پڑھنے لگتا اس کام پر اس کی دلیل یہ ہوتی کہ اب اس پر اپنی اصلیت کی بقاء وحفظ کے لیے یہ مقابلہ واجب ولازم ہو چکا ہے۔

ہم اس سادہ سی مثال میں دیکھتے ہیں کہ انسان کس طرح اپنی زندگی کے مواقع کو اپنی فکری بصیرت اور ذہنی دوراندیشی کے ذریعہ اپنے آپ کو ایک ممتاز شخصیت کی حیثیت سے مشخص کرتا ہے۔

تاریخی بصیرت، ہر قوم کے لیے شخصیت ساز ہے

اگر یہ مسئلہ صحیح ہو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر قوم کی موقعیت اس کی زندگی بسر کرنے میں اس کی بینش و بصیرت سے مربوط ہے، یہ بینش و بصیرت اس قوم کی تاریخی بینش و بصیرت سے وجود میں آتی ہے، اگر ہم کسی قوم کی تاریخ کو تبدیل کردیں تو اس قوم کی طرز زندگی بھی خود بخود تبدیل ہو جائے گی، اس لیے کہ اس قوم کی بینش و بصیرت تاریخی حوالے سے اس بینش و بصیرت کی موقعیت میں ہے کہ جو اس کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

زندگی میں تاثیر گزار ہے۔اور ہر قوم کی موقعیت اس کی زندگی میں اگر صحیح و مثبت ہو تو اس قوم کی تمام زندگی ایک مثبت زندگی میں تبدیل ہو جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی تاریخ کی تحقیق کریں تو یہ تحقیق اس واقعیت کے تحت ہونی چاہیے کہ جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں تب ہی فائدہ مند ثابت ہو گی۔ایک مورخ کے بیان کے مطابق : "ہر نسل اپنی تاریخ کو اپنے ہاتھوں سے تحریر کرتی ہے"۔

کیوں؟

اس لیے کہ ہر نسل اپنی شخصیت کے اعتبار سے کچھ نشیب و فراز، دور اندیشی اور کچھ خاص مشکلات رکھتی ہے اسی وجہ سے اس نسل کی بینش و بصیرت اپنی تاریخ کے اعتبار سے انہیں نشیب وفراز اور دور اندیشی کے تحت ہونی چاہیے تو طبیعتا اس نسل کی ظاہری زندگی دوسری نسلوں سے چاہے گذشتہ کی نسل ہو یا آئندہ کی، علیحدہ و جداگانہ ہو گی۔یہ مورخ اپنے کلام کے سلسلے کو اس طرح آگے بڑھاتا ہے :

ہر نسل اپنی خصوصی تاریخ پر نگاہ ڈالے اور وہ تاریخ کہ جو گذشتہ نسل نے تحریر کی ہے اس پر اعتماد نہ کرے۔

یہ حقیقت ہماری تاریخی موقعیت و مواضع میں منعکس ہوتی ہے، وہ حقیقت کہ جو تاریخ کو درک اور سمجھنے کے وقت مثبت ہو گی۔ہم اس موقعیت سے فائدہ اٹھائیں اور اس کو اپنی زندگی کی ترقی و تحریک کے لیے روشن چراغ میں تبدیل کر دیں۔

سوال : یہ کام کس طرح انجام دیں؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

تاریخ کی تحقیق ایک زندہ موجودہ شئ کی حیثیت سے

یہ کام، تاریخ کو ایک زندہ موجود شئ کہ جو زندگی کے آثار و حرکات رکھتی ہے، فرض کرنے کے بعد، ممکن ہے۔ جس وقت ہم حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں، توآپ کے متعلق صرف ایک حیثیت سے نگاہ نہ کریں بلکہ حضرت ہر اعتبار سے ایک کامل انسان کی حیثیت سے تحقیق کریں۔

جس وقت کوئی شخص حضرت علی علیہ السلام[۱] کو ایک عام آدمی کی حیثیت سے کہ جو ہمارے درمیان زندگی بسر کر رہے ہوں، تحقیق کرتا ہے تواس کی نظر کسی دوسرے محقق سے یقینا متفاوت ہوگی کہ جو حضرت کی زندگی کو چودہ سوسال قدیمی اعتبار سے تحقیق کررہاہے۔

ہماری تحقیق کی دوسری مثال، حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیرت و شہادت اور کربلا کے متعلق نمایاں ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام وارد کربلا ہوئے اور بہت زیادہ زخموں سے چور چور ہوگئے متعدد تیر آپ کے بدن ،دل اور پیشانی پر پیوست ہوئے اور آپ زمین پر تشریف لائے وغیرہ[۲] لیکن ہم اس واقعہ کی گہرائی کو درک نہیں کرپاتے اس لیے کہ آپ کے اس وقت کو صرف ایک

---

۱ - حضرت علی علیہ السلام بن ابی طالب بن عبدالمطلب الہاشمی (۲۳ سال قبل ہجرت- ۴۰ھ) خانہ کعبہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ کی کنیت ابوالحسن اور مشہورترین لقب امیرالمؤمنین ہے آپ رسول خداﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ بہت بہادر و شجاع اور رسول خداﷺ کے بعد کائنات میں سب سے بڑے عالم و خطیب ہیں آپ نے سب سے پہلے اظہار اسلام کیا اور رسول خداﷺ کی آغوش مبارک میں تربیت پائی اور کبھی بھی آنحضرت سے جدا نہیں ہوئے، اکثر جنگوں میں اسلام کا علم آپ ہی کے ہاتھوں میں رہا اور جب رسول خداﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد اخوت ورشتہ مواخات جاری کیا تب آنحضرت نے فرمایا: "انت اخی و وزیری، وصاحب لوائی فی الدنیا والآخرة وانت صاحب حوضی من احبک احبنی و من ابغضک ابغضنی" (آپ میرے بھائی اور وزیر ہیں اور دنیا وآخرت میں میرے علمبردار ہیں آپ میری حوض کے مالک ہیں جوآپ سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جوآپ سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے) آپ کو ۳۵ھ میں حکومت ظاہری ملی اور مسجد کوفہ کی محراب میں شہید کردیے گئے آپ کا قاتل شقی عبدالرحمٰن بن ملجم ہے ملاحظہ کریں: بحارالانوار، ج۳۵-۴۲۔ الاعلام، ج۳، ص۲۹۵۔ منتہی الاعمال، ج۱، شیخ عباس قمی۔

۲ - بحارالانوار، ج۴۴، اللھوف، ابن طاؤس۔ مقتل الامام الحسین، مقرم۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مرنے والے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور آپ کو ایک زندہ انسان کی حیثیت سے نگاہ نہیں کرتے، ہم ایسے انسان کے درد کا تصور نہیں کر سکتے کہ جس کے جسم نازنین میں تیر پیوست ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا جوان بیٹا اسی کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا جاچکا ہو اور اسی طرح اس کے درد کو درک نہیں کر سکتے کہ جس کو یہ معلوم ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اہل حرم کو اسیر کرلیا جائے گا۔ جس وقت حضرت کو ایک درد مند انسان کی حیثیت سے تصور کریں کہ جس کی ایک خاص وضعیت و حیثیت ہے تو پھر ہماری نظر حضرت کی عظیم شخصیت کے بارے میں مختلف ہوگی جس کے نتیجہ میں اس واقعہ سے ہمارے نتائج مختلف ہوں گے۔

حسینی انقلاب کی کس طرح تحقیق کرنی چاہیے

وہ انقلاب کہ جس کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں وجود بخشا، مختلف و متعدد لوگوں کی تحقیق کا موضوع رہا ہے، یہ انقلاب نام تھا حضرت کا مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ اور وہاں پر سات مہینہ تک توقف اور پھر کربلا کی جانب سفر اور وہاں پہنچ کر جام شہادت نوش فرمانے کا۔ اب یہ سوال سامنے آتا ہے: کیا وہ ساری تاریخ ان چند کلمات میں محدود ہو جاتی ہے؟ یقیناً نہیں۔

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ سے خارج ہوئے اس وقت مدینہ اقتصادی و اجتماعی نظام کے لحاظ سے متعدد تحریک و نظریات کا مرکز تھا۔

یہ کونسی تحریکیں تھیں؟ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نظر ان تحریکوں کے متعلق کیا تھی؟ اور حضرت امام حسین علیہ السلام ان تحریکوں کے بارے میں کس طرح اپنی نظر کی نسبت مثبت یا منفی رابطہ رکھے ہوئے تھے؟ اور کیوں؟

مذکورہ سوالات کے جوابات سے آشنائی، حضرت امام حسین علیہ السلام کے مدینے سے کوچ کے متعلق ہماری نظر کو مشخص کرتی ہے۔ اور اس طرح ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مکہ مکرمہ میں قیام اور پھر کربلا کے لیے سفر کے فلسفہ اور حکمت کو سمجھ سکتے ہیں اور اسی طرح عراق کی اقتصادی و اجتماعی حالت کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ورود کے ذریعہ سے درک کر سکتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ان سوالات کے جوابات سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح اہل کوفہ ایک صبح سے شام تک مختصر سے فاصلے میں حضرت مسلم بن عقیل[1] کی حمایت سے پھر گئے اور آپ کے مخالفین کے طرفدار ہوگئے[2]؟ کوفہ میں کون لوگ طاقتور اور صاحب حیثیت تھے اور ان کا اعتقادی رجحان کس طرف تھا اور ان کی اقتصادی واجتماعی حالت کیا تھی؟ ان کی روش اور مذہبی درک و فہم کس طرح اور کس حد تک تھی؟ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تمام اسلامی شہروں میں مادی ٹیکنیکلی امکانی راستے اور نظامی اعتبار سے کیا تھے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت اور آپ کی شہادت کے متعلق حقیقی نظریہ کو مشخص کرنے کے لیے ان تمام مسائل کو درک کرنے کی ضرورت ہے۔

یہاں پر ایک معروف نظریہ موجود ہے کہ جس کا دعوی یہ ہے کہ اس مذہبی تحریک نے کوفہ میں مقیم تمام موالی یعنی فارسی، قبطی، رومی وغیرہ کو اپنے لپیٹ میں لے لیا تھا، یہ لوگ کوفہ کے اہم ترین افراد تھے، اس زمانے میں کوفہ غیر رسمی طور پر حکومت اسلامی کا مرکز تھا یہ وہ لوگ تھے کہ جو رسالت پر ایمان لائے ہوئے تھے لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں؟

موالی[3] کون لوگ ہیں اور کس طرح زندگی بسر کر رہے تھے؟

وہ قوانین اور نظام کہ جو موالیوں کی زندگی پر حاکم تھا اور ان کے اور عربوں کے درمیان رابطے کا سبب تھا وہ کیا تھا؟

---

۱ - مسلم بن عقیل ابن ابی طالب بن ہاشم علیہم السلام (متوفی ۶۰ ھ) تابعی ہیں، اہل نظر و اہل علم اور بہادر ہیں، حضرت امام حسین علیہ السلام کے کوفہ کے لیے سفیر تھے تاکہ ان کوفیوں کے حالات سے حضرت کو باخبر کریں کہ جنہوں نے حضرت کو دعوت نامے تحریر کیے تھے، مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے اور کوفیوں میں سے ۱۸ ہزار افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی آپ نے یہ سارے حالات حضرت کو تحریر کردیے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے ان تمام حالات سے آگاہی حاصل کرکے لوگوں کو منع کیا، لوگ مسلم بن عقیل سے جدا ہوگئے آپ بنی کندہ کی ایک مومنہ بنام طوعہ کے گھر پہنچے اس نے آپ کو اپنے گھر میں چھپالیا۔ پھر آپ کے بارے میں ابن زیاد کو پتہ چل گیا اس نے ایک لشکر بھیج کر گرفتار کرایا اور قتل کردیا آپ کو کوفہ ہی میں دفن کردیا گیا وہیں پر آپ کا روضہ بنا دیا گیا کہ جو آج معروف و مشہور ہے۔ الاعلام، ج ۷، ص ۲۲۲۔ حضرت مسلم بن عقیل کی حیات و جہاد کے متعلق تحقیق کے لیے علامہ مقرم کی کتاب "الشہید مسلم بن عقیل" اور علامہ محقق شیخ قرشی کی کتاب "الشہید الخالد مسلم بن عقیل" کا مطالعہ کریں۔

۲ - انساب الاشراف، ج، ص ۷۷۔ مقاتل الطالبین، ص ۸۶۔

۳ - غیر عرب مسلمان کو موالی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جیسے فارس و ترک وغیرہ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ سوال پیش کیا جائے اور جس وقت اس سوال کو پیش کریں تو ایک بنیادی اور زندہ سوال کے طور پر بیان کریں۔ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے انقلاب بر پا کیا مختلف تحریکیں، نظام، حکومتیں، انجمنیں، اجتماعات سیاسی میدان میں وارد تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایسے حالات میں انقلاب بر پا کیا کہ اس زمانے میں یہ ممکن نہیں تھا کہ ایک زندگی ان امور کے بغیر استمرار پیدا کر سکے۔

لہٰذا اگر ہم تاریخ کی تحقیق کرنا چاہیں تو اس کو ایک ترقی یافتہ زندگی کی طرح مد نظر رکھیں اور اس سلسلے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وحی و رسالت کی تحریک کی تحقیق کی جائے یا آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت کی تحقیق یا عام انسانوں کی تحریکوں کی تحقیق کی جائے کہ کون سی زندگی کامل ہے اور کس چیز کی مقتضی ہے اور کیا مشخصات رکھتی ہے؟

ان تمام سوالات کو تاریخ میں منعکس کریں اور پھر نظریات کے دوران موجودہ واقعیتوں اور ان کی شناخت کو حاصل کریں اور پھر ان کی تحقیق میں قدم آگے بڑھائیں، تب اس روش کے ذریعہ ہم صحیح تاریخ کو پہچان سکتے ہیں۔

تاریخ، ہم کو الٰہی سنتوں کی تعلیم دیتی ہے

ہم جس وقت تاریخ سے آشنا ہو گئے تو ان قوانین کو بھی درک کر سکتے ہیں کہ جو انسانی زندگی کو آگے بڑھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر: جس وقت ہم توابین[1] اور مختار کی تحریکوں کی تحقیق کرتے ہیں تو جب کہ ان دونوں تحریکوں کے درمیان زیادہ کا فاصلہ نہیں ہے لیکن پھر بھی ان دونوں تحریکوں کے درمیان بہت زیادہ فرق نظر آتا ہے، اس لیے کہ توابین کی تحریک حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد شروع ہوئی

۱۔ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کوفہ کے بعض شیعوں نے حضرت کی مدد نہ کرنے پر احساس ندامت و شرمندگی کیا جب کہ وہ انہی لوگوں نے حضرت کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی اور حضرت کے سفیر کے ہاتھ پر بیعت بھی کر چکے تھے، انہوں نے اپنے کام سے توبہ کرنے کا ارادہ کیا کہ امام حسین علیہ السلام کی راہ میں اپنا خون بہائیں اور حضرت کے خون کا بدلہ لیں، ان لوگوں کے رئیس و سربراہ سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجبہ الفزاری و عبداللہ بن سعد الازدی اور عبداللہ بن وائل التمیمی یہ سب توابین کے نام سے مشہور ہوئے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور حضرت امام حسین علیہ السلام دس محرم ۶۱ ہجری میں شہید ہوئے یعنی ۶۱ ہجری کے پہلے مہینے میں اور توابین کی تحریک ۶۵ ہجری کے ماہ صفر میں شروع ہوئی جب کہ جناب مختار بن ابی عبید ثقفی کی تحریک ۶۶ ہجری سے ۶۷ ہجری تک انجام پائی، جیسا کہ واضح ہے کہ توابین اور جناب مختار کی تحریکوں میں فاصلہ بہت ہی کم ہے، لیکن توابین کی تحریک بہت ہی ناکام رہی اور آخر کار شکست سے روبرو ہوئی[۱] جب کہ جناب مختار کی تحریک کسی حد تک کامیاب رہی کہ جس کا تمام اسلامی شہروں میں اثر پایا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ:

توابین کی تحریک کہ جس کے رہبر سلیمان بن صرد خزاعی تھے کیوں شکست سے روبرو ہوئے؟اور جناب مختار اپنی تحریک میں کیوں کسی حد تک کامیاب رہے؟

اگر ان سوالوں کے جواب معلوم ہو جائیں، تو ہم یہ درک کر سکتے ہیں کہ اگر کسی انقلاب میں کامیاب ہونا چاہیں تو ہمارا انقلاب مختار کی طرح ہونا چاہیے اور کم سے کم سلیمان بن صرد کی تحریک کی طرح نہیں ہونا چاہیے اور پھر اس سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ تاریخ سے بہت کچھ حاصل کیا سکتا ہے،یعنی تاریخ سے حالات کی شناخت اور اس کی مسیر میں مؤثر اسباب و عوامل کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔

علویوں اور بنی عباس کا انقلاب

علویوں نے بہت زیادہ جانفشانی کی کہ جن میں سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام تھے، پھر زید ابن علی، یحی ابن زید، حجر بن عدی، مختار، سلیمان بن صرد، اور اولاد امام حسن علیہ السلام جیسے شہید فخ[۲]، شہید جوزجان وغیرہ۔

۱۔ اس کی تفصیل آئندہ کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

2 - "فخ" شہر مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہاں پر ہادی عباسی کے لشکر سے حسین بن علی فخی کے لشکر کی جنگ ہوئی کہ جس میں حسین بن علی فخی کے لشکر کو شکست ہوئی حسین بن علی فخی اور ان کے اصحاب شہید کر دیے گئے حضرت امام محمد تقی سے مروی ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد واقعہ فخ ہمارے لیے عظیم ترین مصیبت کا واقعہ ہے۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۱۶۵۔ اس واقعہ کی تفصیل آئندہ صفحات پر آنے والی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

شہید باخمرہ [۱] کہ انہوں نے اپنے امام کی پیروی و اتباع کی۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے بہت زیادہ ایثار و فداکاری پیش کی لیکن کیوں بنی عباس کامیاب ہوگئے؟۔

جانفشانی اور ایثار و فداکاری علویوں نے کی اور غنائم و منافع بنی عباس کے ہاتھوں لگا، یہ ایک عظیم سوال ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ یہ حادثہ بار بار تکرار ہو۔ ممکن ہے لبنان میں ۱۴۰۰ سال کے بعد کوئی مذہبی تحریک اٹھے اور جانفشانی کرے اور ان کا شہر نابود کر دیا جائے جیسے تل زعتر، نبعہ، شیاح اور دوسرے لبنان کے علاقے اور مسلمان ایثار و فداکاری کریں لیکن منافع و فوائد دوسرے غیر اسلامی سیاسی لیڈر اٹھا لے جائیں، یہ وہ کھیتی ہے کہ جو مسلمانوں نے لگائی ہے اور دوسرے غارتگر کاٹیں گے، جیسے زید ابن علی بن الحسین نے لگائی اور سفاح [۲] و منصور [۳] نے کاٹی۔

---

۱ - معجم البلدان، ج۱، ص۳۱۶ میں مذکور ہے: "باخمرا" کوفہ اور واسطے کے درمیان ایک مقام ہے کہ جو کوفہ سے قریب ہے کہا جاتا ہے کہ کوفہ اور باخمرا کے درمیان ۷ افرسخ کا فاصلہ ہے یہاں پر ابو جعفر منصور کے لشکر اور ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کے لشکر میں جنگ ہوئی یہاں پر ابراہیم قتل کر دیے گئے اور ان کا مزار آج بھی یہیں پر واقع ہے اسی کو شاعر اہل بیت جناب دعبل خزاعی نے اپنے شعر میں پیش کیا ہے: و قبر بارض الجوزجان محله و قبر بباخمرا لدی الغربات

۲- عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب (۱۰۴ھ - ۱۳۶ھ) (ابوالعباس سفاح) بنی عباس کے خلفاء میں پہلا خلیفہ تھا اور اپنے زمانے کا بدترین ظالم و جابر تھا، اس کے ہاتھ پر کوفہ میں خلافت کے عنوان سے ۱۳۲ھ میں بیعت ہوئی مروان بن محمد کے قتل ہونے کے بعد یہ بادشاہ بنا، یہ انتقام میں بہت شدید تھا اس نے بنی امیہ کے جو افراد بھی باقی بچے سب کو قتل، سولی اور زندہ جلایا بنی امیہ خاندان کے صرف وہ افراد باقی بچے کہ جو اندلس کو فرار کر گئے۔ اس کا لقب سفاح اسی لیے پڑا کہ اس نے خون بہانے میں بہت زیادہ تجاوز کیا۔ الاعلام، ج۴، ص۱۱۶۔

۳ - عبداللہ بن محمد بن علی عباسی (۹۵ھ-۱۵۸ھ) اس کے ہاتھ پر ۱۳۶ھ میں خلیفہ کے طور پر بیعت ہوئی اس کی ماں ایرانی تھی اور کہا جاتا ہے کہ بربری افغانی تھی، انساب الاشراف، ج۴، ص۱۰۲ پر مذکور ہے: "وہ زنازادہ کے طور پر مشہور تھا۔ اسی کے دوران حکومت بہت سے علوی سادات کو بغداد کی دیواروں کے درمیان چن دیا گیا جیساکہ عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ص۲، میں مذکور ہے اور صفحہ ۱۰۲ پر ہے: جب منصور نے بغداد میں دارالخلافہ تعمیر کیا علوی سادت کو طلب کیا ان کو قتل کرکے ان کے خون سے گارا بنایا گیا اور بعض کو زندہ دیواروں کے درمیان اینٹوں سے چن دیا گیا۔ بنی امیہ کو قتل کیا، مروان کے خلاف جنگ کی اور اس کو اپنا ولی عہد بنایا کہ جو اس کے ساتھ جنگ میں ہمرکاب رہا۔ ملاحظہ ہو: وفیات الاعیان، ج۲۔ اسی طرح اہل بیت کو قتل کیا یا زندان میں رکھا اور جس وقت کس کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ سے کہا: میں آپ کو اور آپ کی عزیز واقارت کو یقینا قتل کروں گا یہاں تک کہ آپ کے خاندان کا فرد بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسی نے حضرت امام جعفر صادق کو زہر دلوایا جیساکہ اکثر تاریخی منابع میں مذکور ہے مثلا مراجعہ کریں: دلائل الامامۃ، طبری۔ کتاب ارشاد، شیخ مفید۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور ہارون الرشید[۱] نے اس کا مزہ لیا۔

کیوں؟

اگر ہم وہیں پر ان سوالات کے جوابات سے آشنا ہو جاتے تو پھر یہاں یہ تکرار نہ ہوتی اور یہاں کے عوامل و اسباب سے بھی باخبر ہو جاتے بلکہ اس سے واقف ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ہم کو چاہیے کہ اس طرح کے واقعات کو پھر دوبارہ تکرار نہ ہونے دیں۔

تاریخ کا ایک نقطہ عطف

یہاں پر ایک اور مثال بھی بیان کی جاسکتی ہے علوی، بنی امیہ کی حکومت کے دوران ایک مخفی تحریک رکھتے تھے کہ جو تمام اسلامی شہروں میں بکھرے ہوئے تھے اس لیے کہ یہ تحریک ان مبلغوں کے ہاتھوں میں تھی کہ جن کی سرپرستی ان کے رہبر کر رہے تھے اور بہت ہی مخفیانہ طور پر عمل انجام دیتے تھے اور رہبر وہ شخص تھے کہ جو ان تمام سرگرمیوں سے واقف تھے ، تمام مبلغوں کو جانتے تھے اور ان مبلغوں کے مقامات سے باخبر اور ان سے رابطے میں رہتے تھے ان کی سرگرمیاں بنی امیہ کے زمانے میں اپنے تجربہ کے طور پر مخفیانہ طریقہ سے جاری رہیں اس لیے کہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ کامیابی کی راہ، اہداف کا حصول اسی مخفیانہ سرگرمیاں کرنے میں پوشیدہ ہے لہٰذا ان کی تحریک کاملا مخفیانہ تھی، سوائے مبلغ

---

۱ - ہارون بن محمد بن منصور عباسی (۱۴۹ھ - ۱۹۳ھ) یہ بنی عباس کا پانچواں خلیفہ تھا اس کے ہاتھ پر اس کے بھائی ہادی عباسی کے انتقال کے کے بعد ۱۷۰ھ میں بیعت ہوئی جبار بنی عباس کے نام سے مشہور ہوا اس نے برامکہ کو مسلط کیا کہ جو ایرانی الاصل تھے یہ لوگ حکومت پر مسلط ہو گئے اور اپنی جڑ مضبوط کرلی، وہ ان کے اس تسلط سے پریشان ہوا اور ایک ہی رات میں ان سب کو قتل کر دیا، اس نے علوی سادات اور ان کے شیعوں کے ساتھ اپنے دادا کی طرح برتاؤ کیا اور بہت ظلم و ستم ڈھائے ،اس نے تمام حرام الٰہی کو اپنے اوپر حلال کر لیا اور گناہ و برائیوں میں کوئی کمی نہ چھوڑی، اور سادات و شیعوں کے قتل پر قسم کھائی۔ اور بہت سے افراد کو قتل کیا اور بہت سوں کو زندہ دفن کر دیا اور بہت زیادہ افراد کو قید کر لیا، اسی طرح مسلمانوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زیارت سے منع کیا اور ابن ابی داؤد اپنے کمانڈر کو حکم دیا کہ حضرت کے روضہ منورہ کو منہدم کر دے اس کو پانی سے بہادے اور اس کے چاروں طرف کے گھروں کو بھی مسمار کر دے۔ اسی طرح اس نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو انتہائی مظلومیت کے ساتھ قید خانہ میں رکھا اور پھر زہر سے شہید کر دیا۔ الاعلام، ج ۸، ص ۶۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اعظم اور رہبر کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ علویوں کے رہبر ابوہاشم[۱] نے مدینہ منورہ کے راستے میں حمیمہ نامی گاؤں[۲] میں قیام کیا اور وہاں پر مریض ہوگئے، ان کا یہاں پر قیام، شام سے واپسی پر تھا کہ وہ اموی خلیفہ سلمان بن عبدالملک کی دعوت پر شام گئے ہوئے تھے[۳] اور ان کا اپنا ہدف وہاں پر اپنی تحریک کو کنٹرول کرنا بھی تھا، اب وہ اپنی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور یہ ڈر تھا کہ کہیں یہ امر تبلیغ ان کے انتقال کے بعد شکست سے روبرو نہ ہو جائے اس لیے کہ اس تحریک کے اسرار، ان کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا تھا۔

مبلغین ایک دوسرے سے دور رہنے کی وجہ سے ارتباط میں نہیں تھے کوئی خراسان میں تھا تو کوئی کوفہ میں کوئی مدینہ میں تھا تو کوئی مصر یا بصرہ یا شام میں اور آپس میں کوئی رابطہ نہیں تھا اور رہبر کے انتقال سے فوراہی تحریک اپنے مقصد سے ہٹ سکتی تھی اور یہ بھی امکان تھا کہ کہیں شکست سے روبرو نہ ہو جائے۔

رہبر کو کیا کرنا چاہیے تھا؟

ایسی صورت میں رہبر کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھے کہ اس امانت کو اس کے سپرد کردیں، وہ امانت کہ جس میں مبلغین کے نام و نشان، ان کے لیے برنامہ ریزی اور ان کے درمیان رمز کے کلمات وغیرہ تھے۔

رہبر اس گاؤں میں کسی معتبر شخص کی تلاش میں رہے لیکن کوئی علوی شخص نہ مل سکا کہ یہ تبلیغ کے اسرار اس کے سپرد کرسکیں۔ وہاں ایک بنی عباس کا شخص[۴] ملا اس کو انتخاب کیا اور تمام اسرار اس کے حوالے کردیے۔ رہبر کے لیے واضح تھا کہ اس اسرار سے آگاہی فقط علویوں کا حق ہے اور یہ اسرار صرف علویوں ہی تک محدود رہیں لیکن اس گاؤں میں اس عباسی شخص کے علاوہ کوئی اور معتبر شخص موجود نہیں تھا

۱۔ ابوالہاشم؛ عبداللہ بن محمد حنفیہؓ بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام (متوفی ۹۹ھ) عبداللہ ہاشمی کے نام سے معروف ہیں وہ علوی سادات کی بزرگ شخصیتوں میں سے ہیں انہی کو بنی عباس کے ہاتھ میں خلافت دینے کا بانی اور موسس کہا جاتا ہے۔ الاعلام، ج ۴، ص ۱۱۶۔

۲۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا سرزمین شراۃ میں شام و حجاز کے درمیان۔

۳ ۔ ابوالہاشم کو بنی امیہ کے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے طلب کیا تھا اس لیے کہ وہ ان سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ اپنی خلافت کے لیے قیام نہ کر بیٹھیں۔ لہٰذا اس نے بلاکر ان کو زہر دیدیا۔

۴۔ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس؛ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۳۱۶۔ انساب الاشراف، ج ۳ ص ۲۷۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی وجہ سے وہ مجبور ہوگئے کہ حکومت و تبلیغ کے اسرار اسی عباسی شخص کے حوالے کردیں، لہٰذا مجبوراً تمام خطوط اور مبلغین کے نام ونشان اس کے سپرد کردیے اور اس کے بعد کہ جب ابو ہاشم کا انتقال ہوا یہ عباسی شخص اس تحریک کا رہبر قرار پایا۔

جس وقت علوی تحریک کامیاب ہونے والی تھی بنی عباس آگئے اور اس کامیابی کے پھلوں کو چن لیا اور حکومت پر قبضہ کر بیٹھے۔ یہ تمام مسائل تاریخ کے مشکل حالات سے مربوط ہیں کہ جس نے بنی عباس کے لیے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ علویوں سے حکومت کو چھین لیں وہ بھی اس زمانے میں کہ جب ان دونوں تحریکوں میں اختلاف تھا لیکن علوی اپنے کاندھوں پر زیادہ ذمہ داری اٹھائے ہوئے تھے۔

متوجہ رہیں کہ تاریخ کی تکرار نہ ہو

اس تاریخی واقعہ کی حقیقت سمجھنا ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہم اپنی آئندہ کی زندگی میں اس بات کی طرف متوجہ رہیں اس لیے کہ اگر اسلامی تحریکیں ان تاریخی واقعات کو پہچانیں اور ان کی صحیح تحقیق کریں تو یقیناً کامیابی حاصل کرسکتی ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ تقریباً پچاس سال پہلے سے آج تک مذہبی تحریکیں جاری ہیں اور اس طرح کے واقعات کہ جیسے ابھی علویوں کی تحریک کا واقعہ بیان ہوا ہے بہت زیادہ پیش آتے رہیں ہیں۔

عراق میں، جب کہ ساری مشکلات عراقی مسلمانوں کے کاندھوں پر تھیں، استقلال و آزادی نصیب ہوئی لیکن جس نے اس آزادی کا فائدہ اٹھایا اور اس ملک پر حکومت کی وہ شاہ فیصل بن شریف حسین[1] تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ عراق کے لوگ تاریخی بصیرت نہیں رکھتے تھے، ان کو نہیں معلوم تھا کہ اپنے حق کو چھوڑنا ان کے لیے بعد میں کیا کیا اثرات مرتب کرسکتا ہے۔

یہ کنارہ کشی اور اپنے حق کو چھوڑنا، اس بات کا سبب بنا کہ عراقیوں کے حصہ میں ایک طولانی مدت تک قتل و غارت، آوارگی، ملک بدری اور غیروں کی غلامی آئی۔ یہ لوگ اس حقیقت سے آگاہ نہیں تھے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ تاریخی بصیرت نہیں رکھتے تھے۔

۱۔ شاہ فیصل اول (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۳۳ء) عراق کی آزادی کے بعد پہلا حاکم ہے وہ شریف حسین بن علی الہاشمی (۱۸۵۴ء۔ ۱۹۳۱ء) کا تیسرا بیٹا ہے کہ جس نے حجاز میں ہاشمی حکومت قائم کی۔ الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ، ج۵، ص ۲۵۰۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہاں سے ہماری روش تاریخ کی تحقیق کے متعلق یہ ہوگی کہ تاریخ کو ایک زندہ حقیقت فرض کریں گے کہ جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور ان واقعات کی دوربین، ذرہ بین اور میکروسکوپ کے ذریعہ تحقیق کریں گے۔

جب ہم تاریخی سنتوں اور ان کے قوانین سے آشنا ہو جائیں گے تو ہماری زندگی پر ان کی تطبیق بہت آسان ہو جائے گی اس وقت ہم تاریخی بصیرت وآگاہی کو حاصل کرلیں گے اس صورت میں ہم اپنی زندگی میں کامیابی، برتری اور ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- یہاں پر تاریخ کی تحقیق میں دو زاویے ہیں:

الف: تاریخ کی تحقیق صرف تاریخ کی خاطر اور ان کا ہدف صرف اپنی معلومات میں تھوڑا بہت اضافہ کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا، عصر حاضر میں بھی یہی تصور و نظریہ دنیا کے مورخین پر چھایا ہوا ہے۔

ب: تاریخ کی کسی خاص ہدف کے تحت تحقیق کی جائے کہ یہ ہدف وہی انسانی حیات کی تجدید بناء ہے کہ جس میں ماضی سے سبق حاصل کرکے حال کو سنوارا جائے اور مستقبل روشن کیا جائے، ہم اپنے دینی اور مذہبی مفاہیم کے الہام سے دوسرے نظریے کی تائید کرتے ہیں۔ اس لیے کہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہتی ہے یہی تہذیب و تمدن بناتی ہے۔

- کسی انقلابی شخصیت کی بنیاد و تربیت اور مخالفین و منافقین کے کردار کی شناخت اور تمام قوت و ضعف کے نکات کی معرفت صرف تاریخ کی تحقیق سے ہی ممکن ہے۔
- اگر ہم نے تاریخ کی تحقیق کی تو بصیرت حاصل ہو جائے گی تب حیات انسانی کے قوانین و اصول کو پہچان سکتے ہیں اس لیے کہ حیات کے تمام زمانوں میں ایک ہی سنت حاکم ہوتی ہے صرف اس واقعہ کے وقوع ہونے کے زمان و مکان میں اختلاف ہوتا ہے۔
- جب ہم تاریخ کی تحقیق سے سبق حاصل کرلیں گے تو گذشتہ زمانے میں شکست کے اسباب سے بھی واقف ہو جائیں گے اور ان سے تجربہ حاصل کریں گے کہ ہم آئندہ کسی میدان میں شکست سے روبرو نہ ہوں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریک کی راہ و روش

تاریخ اسلام میں حضرت پیغمبر اکرمﷺ کی ہجرت کے بعد سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ۶۱ ہجری کے کچھ ہی عرصہ بعد حکومت کے خلاف سیاسی تحول کی بنیاد پر ایک مذہبی تحریک کا آغاز ہوا۔اس تاریخ سے پہلے بھی اس طرح کی فکر موجود تھی یہ فکر حضرت امیر المؤمنین کی حکومت میں ہی ایک سیاسی صورت میں متجلی ہوچکی تھی لیکن اس فکر کے خدو خال مسلمانوں کے تمام اسلامی مملکت کے مختلف نقاط میں پراکندہ ہونے کی وجہ سے نسبتا محدود تھے۔

لیکن، حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد مذہبی افراد ایک مخالف تحریک کی صورت میں جمع ہوگئے کہ جس فکر نے تقریبا تمام مسلمانوں کو اپنی گرفت میں لے لیا اس لیے کہ تمام مسلمان اسلام کی حقیقت اور اس مذہبی تحریک کے ہدف سے آشنا ہوگئے تھے، یہ وہ فکر تھی کہ جو وجود میں آنے کے روز اول ہی سے کسی صالح اور غیر منحرف شخص کی حکومت کا شعار دیتی تھی۔

اس زمانے میں تمام دنیائے اسلام نے یہ درک کرلیا تھا کہ کسی منحرف حاکم کے وجود پر امت کا سکوت بہت بڑی غلطی ثابت ہوگا اس لیے کہ یہ غلطی کسی بہت بڑے حادثے کو وجود بخش سکتی ہے جیسے واقعہ کربلا۔ اسی وجہ سے ہم تاریخ کا ۶۱ ہجری سے آغاز کرتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دقیقا کیا حوادث پیش آئے ؟ اس سوال کے جواب کے لیے دو مقدموں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مقدمہ اول:

بنی امیہ کی حکومت جدید موازین کی بنیاد پر کس طرح تھی؟

یہ نظام ان الفاظ و کلمات کے اعتبار سے کہ جو لغت ناموں و ڈکشنریوں میں آئے ہیں، کس طرح بیان کے قابل ہے؟

مقدمہ دوم:

مذہبی تحریکوں کی طبیعت کیا تھی؟ اور وہ لوگ کہ جو ان تحریکوں میں شریک تھے کس طرح کے انسان تھے؟

ہم اپنی بات کا آغاز پہلے مقدمہ سے کرتے ہیں۔

اولا: اموی نظام کی طبیعت

اول: اموی نظام کی طبیعت وہی عربی قبائل کی طبیعت تھی کہ جو ہمیشہ خونریزی اور سراپا جنایت اور فتنہ و فساد میں غرق رہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے کلام میں وارد ہے۔

" ان کے اوپر کا لباس شمشیر اور اندر کا لباس خوف و ہراس تھا "[۱]۔ اموی خاندان اس سے پہلے کہ ظاہرا مسلمان ہوتا، ان لوگوں اور گروہوں کی رہبری کر رہا تھا کہ جو اسلام سے جنگ کر رہے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی عبدالدار وہ لوگ تھے کہ جو تمام جنگوں میں قبیلہ قریش کی رہبری و فرماندہی کیا کرتے تھے، اسی لیے یہ خاندان قریش کی حکومت کے دوران کہ جب زمانہ جاہلیت میں عربوں کی سرپرستی قریش کو ملی تو یہ خاندان قریش کا وزیر دفاع کی حیثیت رکھتا تھا۔

اموی گروہ خاندان عبدالدار کے نمائندے کی حیثیت رکھتا تھا کہ جن کی رہبری ابوسفیان کے کاندھوں پر تھی[۲]۔

---

۱ - نہج البلاغہ، خطبہ ۸۹۔

۲ - الطبقات الکبری، ج۱، ص ۶۳ - ۶۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اموی گروہ یا تمام اموی خاندان، یہ وہ لوگ تھے کہ جو جاہلیت کی جنگوں کی رہبری کرتے تھے اور جیسا کہ مشہور ہے کہ یہ گروہ اسلام سے جنگ کرنے پر بھی آمادہ ہوگیا[۱]، لیکن جب اسلام کامیاب ہوگیا، اس وقت اس گروہ نے اپنی روش تبدیل کی[۲] کہ ابتداء میں اس گروہ کی روش ظاہر بظاہر قدرت طلبی اور زور گوئی تھی[۳] لیکن جب اسلام کامیاب ہوگیا تو مخفیانہ اور منافقانہ طور پر اپنی روش پر چلتا رہا[۴]۔

بنی امیہ کا رشد وارتقاء

یہ گروہ آہستہ آہستہ حکومت اسلام میں نفوذ کرتا گیا اور اپنی جڑیں مضبوط کرلیں[۵]، سب سے پہلی شخصیت کہ جس نے اپنی حکومت کے دوران بنی امیہ پر اعتماد کیا وہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے بنی امیہ

---

۱ ۔ ابوسفیان نے رسول اسلام ﷺ سے جنگ احد میں مقابلہ کیا اور آپ کے مہاجرین وانصار میں سے تقریبا ۷۰ عظیم اصحاب کو قتل کیا کہ جن میں سید الشہداء امیر حمزہ بھی تھے، اسی طرح جنگ خندق میں بھی مقابلے میں رہا اور اس نے آنحضرت کو خط لکھا: مجھے لات وعزی اور نائلہ وہبل کی قسم میں آپ کے پاس اس نیت سے آیا تھا کہ فیصلہ کن جنگ کروں لیکن میں نے دیکھا کہ آپ نے خندق کھود کر اپنی حفاظت کرلی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس مرتبہ بھی جنگ احد کی طرح ادھوری جنگ رہ جائے۔ النزاع والتخاصم، ص ۵۲۔

۲ ۔ کتاب اسد الغابہ، ج۵، ص ۱۳۹ میں مذکور ہے کہ جس وقت ابوسفیان مسلمان ہوا اور مسلمانوں کی کثرت کو دیکھا تب جناب عباس سے کہا: آپ کے بھتیجے کی بادشاہت بہت عظیم ہوگئی ہے۔ جناب عباس نے جواب دیا: یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے! اس نے کہا: ہاں جو بھی ہے۔

۳ ۔ ابوسفیان نے بنی امیہ سے کہا: خلافت سے گیند کی طرح کھیلو اس کی قسم جس کو ابوسفیان مانتا ہے مجھے یقین ہے کہ یہ تمہارے تک بطور میراث پہنچ جائے گی۔ مروج الذہب، ج۲، ص ۳۴۳

۴ ۔ روایت میں ہے کہ ایک روز معاویہ نے موذن سے اذان میں یہ جملہ سنا "اشھدان محمدا رسول اللہ" تو اس نے کہا: اے عبداللہ کے بیٹے تیرے باپ کی قسم تیری ہمت اتنی بلند تھی کہ جو اس سے کم پر راضی نہ ہوا کہ اللہ کی وحدانیت کے اقرار کے بعد تیری رسالت کی گواہی دی جائے۔ شرح نہج البلاغہ، ج۱۰، ص ۳۲۱۔

۵۔ یہ مسئلہ سب پر آشکار تھا خصوصا تیسرے خلیفہ عثمان کے خلافت حاصل کرنے کے بعد اور بھی شفاف ہوگیا عثمان نے بنی امیہ کو اپنی خلافت کے بنیادی منصب عطا کیے جیسا کہ مقریزی نے اپنی کتاب النزاع والتخاصم میں تحریر کیا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے بہت سے افراد کو مختلف جنگوں میں سپہ سالار بنایا[۱] اور بعض لوگوں پر بہت زیادہ اعتماد کیا[۲]۔ گرچہ بنی امیہ کے بعض افراد نے خود پہلی خلافت ہی میں حکومت میں نفوذ کر لیا تھا[۳]۔

اموی گروہ خلیفہ دوم عمر بن الخطاب کو قتل کرانے میں کامیاب ہوگیا[۴]۔ یہ حقائق کہ جو ابھی جلدی ہی تاریخ میں درج ہوئے ہیں کہ بنی امیہ عمر بن خطاب کے قتل کی سازش میں شریک تھے[۵]۔

اموی گروہ اس سیاسی قتل میں شریک رہا اور یہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلا سیاسی قتل تھا کہ جس کی سازش میں بنی امیہ شریک تھے اور پھر اسی سیاست کے تحت انہوں نے خلیفہ سوم عثمان کو منصب خلافت پر بٹھانے کی پیشکش کی[۶]، اور پھر اس کے ذریعہ اپنے خاندان سے والی و گورنر مقرر کیے گئے[۷] اور قاضی و

---

۱ - مصر کو فتح کرنے میں بنی امیہ کے افراد کو لشکر کا سپہ سالار بنایا گیا کہ جس میں عمرو بن عاص کا سپہ سالار ہونا واضح ہے۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۴، ص ۱۰۴۔

۲ - خلیفہ ثانی کے زمانے میں یزید بن معاویہ کو شام کا گورنر بنایا گیا اور جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس کی جگہ پر اس کا بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو گورنر بنا دیا گیا، وہ شام پر اس طرح حاکم ہوا کہ شام سے لوگ خلیفہ کے پاس معاویہ کی شکایت لے کر آتے اور اس کی مذمت کیا کرتے تھے تو خلیفہ ان کے جواب میں کہتے: وہ قریش کا جوان ہے اور قریش کے سردار کا بیٹا ہے۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۰۹۔

۳ - خلیفہ اول نے شام کو فتح کرنے کے لیے چار لشکر بھیجے کہ جن میں سے ایک لشکر کا سردار یزید بن ابی سفیان تھا۔ تاریخ الرسل والملوک، ج ۳، ص ۳۸۷۔ اور اسی میں ہے کہ جب یزید کا انتقال ہوا تو معاویہ کو اس کی جگہ پر شام کا حاکم بنا دیا گیا۔

۴ - عمر بن الخطاب کو فیروز نامی غلام نے قتل کیا کہ جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا اور ابو لؤلؤ کے نام سے معروف تھا۔ تاریخ الرسل و الملوک، ج ۴، ص ۱۹۰۔ انساب الاشراف، ج ۱۰، ص ۴۲۴۔ ابو لؤلؤ اصالتاً ایران کے شہر نہاوند کا رہنے والا تھا وہ ایران سے رومیوں کے ہاتھوں اسیر ہوا اور اس کے بعد مسلمانوں نے رومیوں سے اسیری میں لے لیا۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۱۲۔

۵ - اس نظریہ کا معتقد علائی ہے کہ جس نے اپنی کتاب سمو المعنی فی سمو الذات، ص ۱۳۱، میں تحریر کیا ہے۔

۶ - موسوعۃ التاریخ الاسلامی، ج ۲، ص ۱۳۱۔ تقی الدین مقریزی نے کہا: "روایت میں ہے کہ جب خلافت عثمان پر پہنچی، ابو سفیان جناب امیر حمزہ کی قبر پر آیا اور ان کی قبر پر ٹھوکر مار کر بولا: اے حمزہ کل آپ ہم سے جس حکومت کے لیے جنگ کر رہے تھے وہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہم بنی تیم (ابوبکر) و بنی عدی (عمر) سے بہتر ہیں۔" النزاع والتاصم، ص ۸۴۔

۷ - شام کا حاکم معاویہ ابن ابی سفیان کو بنایا گیا۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۴، ص ۴۲۱۔ اور مروان بن حکم کہ جس کو رسول خدا ﷺ نے شہر بدر کیا تھا وہ مدینہ واپس آکر عثمان کے وزیر کی طرح مشغول ہوگیا اور کوفہ پر اس کا مادری بھائی ولید بن عقبہ کو گورنر بنا دیا گیا جب کہ وہ فسق و فجور اور شرب خمر میں مشہور تھا یہاں تک کہ وہ ایک روز حالت نشہ میں نماز صبح پڑھانے کے لیے مسجد کوفہ آیا اور اس نے نشہ کی حالت میں نماز صبح دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھائی اور پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہو تو اور پڑھا دوں! " اسد الغابہ،

Presented By: https://jafrilibrary.com

فوج کے کمانڈر معین ہوئے [1] اور اس طرح بیت المال سے خوب مال دولت اپنے لوگوں میں تقسیم کیا گیا [2] اسی گروہ نے قتل عثمان میں بھی سیاست کھیلی [3] اور اس واقعہ کے بعد اموی گروہ وسیع پیمانے پر شام

ج ۴، ص ۶۷۶۔ اس نے جنگ بدر میں کافروں کی طرف سے جنگ کی تھی اور صفین میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے خلاف۔ النزاع والتاصم، ص ۵۱۔

۱۔ معاویہ بن ابوسفیان، عثمان کی حکومت میں قبرس کی جنگ میں سپہ سالار رہا، اور ولید بن عقبہ عثمان کی حکومت میں کوفہ کا گورنر ہوتے ہوئے آذربائیجان اور ارومیہ سے جنگ میں سپہ سالار رہا، اور عمرو بن عاص نے اسکندریہ سے جنگ کی اور جب انہوں نے عہد و پیمان کو توڑ دیا تو سب کو قتل کرا دیا۔ تاریخ الامم، ج ۴، ص ۲۶۴، ۲۶۲، ۲۸۵۔

۲۔ عثمان نے بنی امیہ کے افراد کو بہت زیادہ مال و دولت عطا کیا، مورخین نے تحریر کیا ہے کہ ابوسفیان کو دو لاکھ دینار بیت المال سے دیے، شرح نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۱۹۷-۱۹۸۔ اور حارث بن حکم کو تین لاکھ درھم دیے اور مدینہ کے صدقات میں سے تمام اونٹ دیدیے اور مدینہ کے مشہور بازار بنام مھزور کے ایک حصہ اس کو دیدیا کہ جس کو رسول خدا ﷺ نے مسلمانوں کے لیے مخصوص کر رکھا تھا اور مروان بن حکم کو تحریر کیا کہ میرے پاس افریقہ کا خمس آیا ہے کہ جو پانچ لاکھ دینار کے قریب ہے، وہ سب اپنے عزیز و اقارب کو تقسیم کر دیں اور اس کی توجیہ یہ کی کہ یہ امر الٰہی کے تحت صلہ رحم ہے وہ اس طرح بیت المال سے اپنے خاندان والوں کو مال و دولت تقسیم کرتے رہے اور کہتے تھے: ابو بکر و عمر نے یہ مال چھوڑ دیا جب کہ یہ ان کا حق تھا اور میں یہ کام صلہ رحم کے طور پر کر رہا ہوں۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۵۱۲، ۵۴۱۔ اور روایت میں ہے کہ جب عمر بن خطاب نے عتبہ بن ابوسفیان کو کنانہ کا گورنر بنایا اور تو عتبہ نے اس کے پاس کچھ مال بھیجا۔ عمر نے کہا یہ کیسا مال ہے؟ عتبہ نے جواب دیا یہ خراج ہے کہ جو میں نے وصول کیا اور اس میں سے کچھ خرچ کر لیا ہے۔ عمر نے کہا تو نے اس طرح کیوں بیت المال سے خرچ کیا؟ تب اس نے بیت المال میں واپس کر دیا۔ لیکن جب عثمان حاکم ہوا تب اس نے ابوسفیان سے کہا: جو کچھ عمر نے عتبہ سے مال واپس لیا تھا اگر مجھ سے طلب کیا جائے تو میں سب کچھ عتبہ کو پلٹا دوں گا۔ انساب الاشراف، ج ۱۰، ص ۳۴۲۔ اسی طرح کچھ اختلاف کے ساتھ فخری نے بھی نقل کیا ہے۔

۳۔ مورخین نے تحریر کیا ہے کہ بنی امیہ اور آل ابی معیط نے عثمان کو آگے بڑھایا اور پھر اس کو گرا دیا اور جب عثمان کے گھر پر مخالفین نے چڑھائی کی، معاویہ نے ساتھ چھوڑ دیا چونکہ عثمان نے معاویہ کو خط لکھا کہ جس میں اس سے مدد چاہی و معاویہ عثمان کی جانب سے شام کا گورنر تھا، اپنے خط میں لکھا: اہل کوفہ و مصر اور اہل مدینہ کے جاہل باغیوں اور دشمنوں نے میرے گھر کا محاصرہ کر لیا ہے اور وہ میرے قتل سے کم پر راضی نہیں ہیں یا مجھے خلافت سے خلع کرنا چاہتے ہیں، میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں تم اپنی فوج اور بانفوذ شخصیتوں کے ذریعہ میری مدد کرو شاید خداوند عالم ان باغی و ظالموں کے خلاف میری مدد کرے۔ والسلام۔ یہ خط مسور بن مخرمہ کے ذریعہ معاویہ تک پہنچایا اس نے معاویہ کو خط دے کر کہا: اے معاویہ! سمجھو عثمان قتل ہو چکا ہے اب تم اس خط کا جواب کس طرح دینا چاہو گے! معاویہ نے کہا: یا مسور میرا عقیدہ یہ ہے کہ عثمان نے اچھے کارنامے کیے تو خداوند عالم نے ان کو اچھا صلہ دیا اور جب انہوں نے اپنے اعمال میں تبدیلی لائے تو خداوند عالم نے بھی جزاء کو تبدیل کر دیا کہ تو مجھ کو ایسے کام کو کہتا ہے کہ جس سے خداوند عالم راضی نہ ہو۔ الفتوح، ج ۲، ص ۴۱۷۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ معاویہ اس تلاش میں تھا کہ وہ عثمان کے خون کے ذریعہ حکومت کو حاصل کرے۔ حضرت علی علیہ السلام نے عثمان کے معاملے میں معاویہ کو خط لکھا "فانک انما نصرت عثمان حیث کان النصر

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے علاقے میں لشکر بنانے میں کامیاب ہوگیا، شام کا علاقہ عربی علاقہ تھا کہ جو اسلام سے پہلے روم کی حکومت کے تابع تھا۔ اسلامی حکومت میں بنی امیہ کے نفوذ اور وارد ہونے کے بعد خلیفہ پر بہت زیادہ حالات تنگ کیے گئے تاکہ وہ معاویہ کو شام کا گورنر قرار دیں کہ جس کے نتیجہ میں وہ کامیاب بھی ہوگئے۔

معاویہ بن ابی سفیان[۱] تنہا نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ اس گروہ کے بہت سے افراد جیسے مغیرہ، مروان وغیرہ بھی تھے کہ جو سب مل کر اس گروہ کو چلا رہے تھے۔ معاویہ بن ابی سفیان چونکہ زمانہ جاہلیت میں بنی امیہ کے رہبر تھے لہٰذا ان کو شام کے گورنر کے طور پر چنا گیا۔ یہ صورت اس طرح پیش آئی کہ یزید بن ابی سفیان کہ جو شام کے علاقے میں اسلامی لشکر کا سپہ سالار تھا اس نے معاویہ کے لیے یہ زمینہ فراہم کیا۔

شام کا علاقہ، دوسرے علاقوں سے کچھ ممتاز تھا، اس لیے کہ اس علاقہ کے لوگوں میں روم کی حکومت کے تابع زندگی بسر کرنے کی وجہ سے کچھ رہبری کی صلاحیت آگئی تھی[۲]۔

لک و خذلتہ حیث کان النصر لہ" اور مورخین کہتے ہیں عثمان کے خلاف تحریک کا سبب مروان تھا۔ جیسا کہ مسعودی نے اپنی تاریخ میں تحریر کہا ہے۔ ج ۲، ص ۳۴۴۔ ابن اثیر کا کہنا ہے: عمرو بن عاص فلسطین میں اپنے گھر سے نکلا اور کہتا تھا خدا کی قسم میں نے لوگوں کے عثمان کے خلاف بھڑکایا تھا۔ الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۵۵۔ بلاذری نے انساب الاشراف، ج ۲، ص ۲۸۷ میں عمرو بن عاص سے معاویہ کی گفتگو کو عثمان کے متعلق نقل کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: بہتر یہ ہے کہ لوگ عثمان کا تذکرہ نہ کریں اس لیے کہ میں اور تو دونوں مقصر ہیں میں مقصر ہوں کہ اس کو چھوڑ دیا اور فلسطین کو بھاگ گیا اور تو نے اس کی مدد نہیں کی جب کہ تیرے ساتھ شام کے لوگ تھے۔ اس سلسلے میں اور زیادہ وضاحت کے لیے سید جعفر مرتضی عاملی کی کتاب الصحیح من سیرۃ الامام علی، ج ۱۸ اور محقق امینی کے الغدیر ج ۹ کا مطالعہ کریں۔

۱۔ معاویہ (۲۰ سال قبل از ہجری ــ ۶۰ ھ) مکر و دھوکا اور فریب کاری میں اور ظلم و ستم کی سیاست کے طور پر مشہور تھا۔ اس نے اسلامی امت کی تقدیر اور کرامت کو بہت پست کیا، اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح کے بعد کہا: آگاہ ہو جاؤ میں نے جو کچھ بھی حسن بن علی سے صلح میں وعدہ کیا تھا وہ میرے پیروں کے نیچے ہے میں کچھ بھی وفا نہیں کروں گا۔ اسی کے متعلق حصین بن نمیر کا کہنا ہے: معاویہ نے حسن بن علی سے جو کچھ وعدے کیے تھے ان میں سے ایک پر بھی عمل نہیں کیا جیسے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا، اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا اور امام حسن کو زہر دیدیا۔ اور معاویہ کے اسلام کے متعلق ابن ابی الحدید معتزلی نے کہا: معاویہ کو ہمارے مذہب کے علماء کے نزدیک اپنے دین میں مطعون ہے اور اس کو زندیق کہتے ہیں۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۲۸۷۔

۲۔ سب سے پہلے شام کے خطہ پر قضاعہ بن مالک بن بن حمیر نے حکومت بنائی پھر یہ لوگ روم کی حکومت سے مل گئے اس طرح روم کی حکومت کے ساتھ شام کے پورے علاقے پر حکومت کرتے رہے۔۔۔ پھر روم کا بادشاہ غالب آگیا اور اس پورے علاقے پر روم کی مستقل حکومت بن گئی۔۔۔ پھر عربوں میں میں غسان کا غلبہ ہوا اور اس نے شام کا علاقہ روم سے واپس لیا اور اس پر اپنی حکومت بنائی۔ مروج الذہب، مسعودی، ج ۲، ص ۸۲ و ۸۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی وجہ سے اموی گروہ نے تمام اسلامی مناطق میں سے شام کے علاقے کو انتخاب کیا اور اس کو اپنے لیے ایک مرکز کے طور پر چنا، چونکہ یہ علاقہ روم کی حکومت کی جانب سے پشت پناہی بھی رکھتا تھا، اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں کے عربوں میں رہبری کی صلاحیت بھی تھی اس لیے کہ یہ لوگ قدیم زمانے ہی سے ربذہ کی تہذیب و تمدن کے تحت زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن جزیرہ عرب کے لوگ قریش کے علاوہ حکومت کے سلسلے میں اصلا ناکارہ تھے۔

بنی امیہ کے لشکر کی بنیاد

معاویہ بن ابی سفیان نے سب سے پہلا اقدام یہ کیا کہ شام کے عربوں کے اموال کو شرعی و غیر شرعی طریقے سے جمع کیا[1] اور بنی امیہ کے اموال میں اضافہ کیا، وہ اموال کہ جو تجارت کے ذریعہ انہوں نے حاصل کیا تھا۔ معاویہ نے مال و دولت کو حاصل کرنے کے بعد لوگوں کے ضمیر کو خریدنا شروع کیا اور اموی گروہ کے لشکر میں افراد کا اضافہ کیا یعنی وہی جاہلیت کی روش کو زندہ کیا، اور دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ جنگجو افراد اور مزدوروں کو جمع کرکے شام کے علاقے میں ایک عظیم لشکر مہیا کر لیا[2]۔ اس لشکر میں وہ عرب شامل تھے کہ جو ابتدائے اسلام میں اسلامی لشکر میں تھے یا پہلے اسلام کے خلاف مسلمانوں سے لڑے تھے۔ اور ان لوگوں کا مشغلہ فقط جنگ کرنا تھا چاہے کسی کے بھی خلاف جنگ کی جائے۔ ان کے علاوہ کچھ وہ لوگ اس لشکر میں شامل ہوئے کہ جن کے عزیز و اقارب مسلمانوں کے ہاتھوں کسی نہ کسی جنگ میں قتل ہو چکے تھے تو وہ اسلام و مسلمانوں سے بغض و حسد دلوں میں لیے ہوئے تھے، معاویہ نے خوارج تک کو اپنے لشکر میں خرید کے اضافہ کر لیا۔

۱- تاریخ التمدن الاسلامی، ج۲، ص۲۶۹۔ اور یعقوبی نے ج۲، ص ۲۳۲ پر تحریر کیا ہے کہ سب سے معاویہ نے لوگوں کا مال غصب کرکے اپنے مال میں اضافہ کیا ہے۔ الکامل فی التاریخ، ج۳، ص ۳۲۲۔

۲ - حیاۃ الامام الحسین علیہ السلام، قرشی، ج۲، ص۱۲۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حسان بن مالک[1]، کہ جو شام میں قبیلہ قحطان کا رئیس تھا اس نے جب مروان بن حکم کی بیعت کی تو وہی شرائط رکھیں کہ جو معاویہ، یزید اور اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لیے رکھی تھیں اور ان شرائط کے ساتھ وہ حاضر ہوا کہ اپنے قبیلہ کے دو ہزار آدمی مروان کے اختیار میں دے، اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا یا اس کا چچازاد بھائی اس کا جانشین ہوگا، اس کے علاوہ حسان اور بھی دوسرے امتیازات کا خواہاں تھا، وہ یہ کہ تمام امور کا انتظام اسی کے جانشین کے ہاتھ میں رہے گا، مروان نے اس کی یہ تمام شرائط قبول کرلیں۔

مالک بن ہبیرہ الیشکری[2] نے مروان سے مخاطب ہو کر اس طرح کہا: ہم نے تیری بیعت نہیں کی اور تیرے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوئے مگر صرف مال و دولت کی خاطر، اگر ہم معاویہ و یزید کے برابر مالدار ہو جائیں تب تیری مدد کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ ہو تو خدا کی قسم قریش کے لوگ برے انسان نہیں ہیں، مروان نے جو کچھ بھی مالک نے مطالبہ کیا قبول کرلیا[3]۔

رومی سفیر، فوجی کمانڈر

اس لشکر میں اجنبی مزدور بھی بہت زیادہ تھے جیسے سرجون اور اس کے ساتھی وغیرہ، کہ جن کو معاویہ نے مال و دولت کے ذریعہ خریدا تھا۔ معاویہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا سفیر بنا کر روم بھیجا کہ وہ معاویہ اور روم کی حکومت کے درمیان روابط کو بہتر بنائے رکھے۔

---

١ - حسان بن مالک ابن بحدل بن انیف، ابو سلیمان الکلبی (متوفی ٦٥ھ) شام کے ایک گاؤں کا رئیس تھا، یہ جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر کے ایک گروہ کا کمانڈر تھا، مورخین لکھتے ہیں مروان سے پہلے کچھ روز تک خلافت اس کے پاس رہی ہے پھر مروان نے خلافت کو سنبھالا ہے، اس کا شہر دمشق میں ایک عظیم قصر تھا کہ جو قصر بحادلہ کے نام سے مشہور تھا پھر وہ ابن ابی الحدید کے نام سے مشہور ہو گیا۔ الاعلام، ج ٢، ص ١٧٦۔

٢- مالک بن ھبیرہ الیشکری ابن خالد السکونی الکندی (متوفی ٦٥ھ) بنی امیہ کے زمانے میں کندہ کے رئیسوں میں سے تھا، اور شام کا مشہور خطیب تھا، جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ شریک تھا۔ الاعلام، ج ٥، ص ٢٦٧

٣ - تاریخ ابن خلدون، ج ٣، ص ١١۔ مروج الذھب، ج ٣، ص ٨٦۔ المنتظم، ج ٥، ص ٢٢٣۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

معاویہ نے "سرجون"[1] کو کہ جو اس کا طرفدار تھا اپنے لشکر کا کمانڈر اور اطلاعات کا سرپرست[2] مقرر کیا[3] اوراس کو تقریباً وزیر اعظم اور وزیر مالیات کی حیثیت عطا کی[4] اس کے بہت زیادہ ذمہ داریاں سپرد کیں[5]، یہ شخص عرب نہیں تھا اور روم کے لشکر کا سپہ سالار تھا معاویہ نے اس کو خرید کر اپنی طرف جذب کر لیا۔

سرجون لشکری نظام سے اچھی طرح واقف تھا[6]، اس نے یزید کو نصیحت کی کہ ابن زیاد کو کہ جو معاویہ کے انتقال کے بعد یزید کا رقیب تھا، اپنے آپ سے جدا نہ کرے[7]۔ اس نے یزید سے کہا: ابن زیاد

---

١ - سرجون ابن منصور الرومی (عیسائی)، ابوالقدیس یوحنا الدمشقی، کہ جو ابن سرجون کے نام سے معروف تھا، یا اپنے دادا ابن منصور کے نام سے، یا ایک قول کی بناء پر اس کو منصور کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ ابن سرجون معاویہ کا خصوصی کاتب اور مشاور و معاون تھا، اور معاویہ کے بعد یزید بن معاویہ کا ندیم و مشاور رہا۔ کتاب اغانی، ج ١٧، ص ٣٠١، میں مذکور ہے کہ ---یزید بن معاویہ نے شراب پی اور اس کا ندیم ابن سرجون عیسائی تھا۔

٢ - بنی امیہ کے زمانے میں کاتب کا مقام و منزلت وزیر اور مشاور کی حیثیت رکھتا تھا۔ مراجعہ کریں: تاریخ التمدن الاسلامی، ج ١، ص ١٥١۔ اور معاویہ نے ایک عیسائی بنام ابن آثال کو شہر حمص کے ٹیکس و مالیات کا خزانچی قرار دیا۔ تاریخ یعقوبی، ج ٢، ص ٢٣٢۔

٣ - تاریخ خلیفہ، ص ١٤١۔ الدعوة الی الاسلام، سیر ارنولد، ص ٦٠۔ فلسفة الفکر الدینی من السلام والمسحیة، ج ١، ص ٥٧۔ تاریخ الشعوب الاسلامیہ، بروکلمان، ص ١٢٤۔

٤ - الوزراء والکتاب، ص ٢٢۔ تاریخ دمشق، ج ٢٠، ص ١٦١۔ تاریخ خلیفہ، ص ١٤١۔ خطط الشام، ج ١، ص ١١١۔ الامام الصادق والمذاہب، ج ١، ص ٣٤٥۔

٥ - شام کے عیسائیوں کی بنی امیہ کی حکومت خصوصاً معاویہ کے زمانے میں بہت اچھی حیثیت تھی، معاویہ کی ایک بیوی عیسائی بھی تھی کہ جو یزید کی ماں تھی اس نے یزید کی مذہب یعاقبہ کی بنیاد پر تربیت کی۔ وہ قبیلہ کلب سے بنی بجدل کی ایک عربی عورت تھی اسی لیے یزید کے زمانے میں بھی عیسائی کافی حد تک اسلامی حکومت کی سیاست میں دخیل رہے۔ یہاں تک منقول ہے کہ اس کے زمانے میں عیسائی مساجد میں بھی آتے جاتے تھے اور کوئی بھی ان پر اعتراض نہیں کرتا تھا۔ ایک عیسائی شاعر بنام اخطل عبدالملک بن مروان کے پاس بغیر اجازت وارد ہوا وہ نشے میں تھا اور اس سینے پر صلیب رکھے ہوئے تھا لیکن کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا اور کسی نے بھی اس سے نفرت کا اظہار نہیں کیا اس لیے کہ وہ لوگ ان شعراء سے انصار و مہاجرین کی ہجو اور توہین کرنے میں مدد لیا کرتے تھے۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج ٤، ص ٣٨٩۔ اور اس سلسلے میں مطالعہ کریں: تاریخ مدینة دمشق، ج ٤٨، ص ١١٢۔ اور ملاحظہ کریں ملوحی کی کتاب بنام "الحب بین المسلمین والنصاری" اس میں بنی امیہ کے زمانے میں عیسائیوں اور بنی امیہ کی دوستی کا تذکرہ مفصل تحریر ہے۔

٦ - الاسلام والحضارة العربیة، محمد کرد علی، ج ٢، ص ١٥٨، اور ملاحظہ ہو: منتخاب التواریخ لدمشق، محمد ادیب آل تقی الحصینی۔

٧ - البدایہ والہایہ، ج ٨، ص ١٥٢۔ میں مذکور ہے کہ عبیداللہ بن زیادہ یزید سے بغض رکھتا تھا اور یزید اس کو بصرے کی گورنری سے معزول کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ معاویہ نے یزید کی بیعت کا اعلان کیا عبیداللہ بن زیادہ نے اعتراض کیا تھا۔ اور جب معاویہ کو یہ خبر ملی اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

تجھے فائدہ پہنچائے گا اور عملاً بھی ایسا ہی ہوا، سرجون یزید کی طرف سے تمام لشکر کے ان افراد کو کہ جو یزید سے دوری اختیار کر رہے تھے سمجھانے اور مطمئن کرنے میں مشغول رہا اور یہ کوشش کرتا رہا کہ وہ لشکر سے دور نہ ہوں[۱]۔

اموی گروہ نے اپنے لشکر میں مزدوروں کو جمع کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا اس لشکر کے افراد معمولاً قدیمی جنگجو اور ایسے افراد تھے کہ جن کے ضمیر مردہ تھے اور وہ فقط مال و دولت کے پیچھے تھے۔

اہل شام کی سیاسی بصیرت بہت سطحی تھی

شام میں اس صورت میں سیاسی لشکر تشکیل پایا کہ ان کے مدمقابل جزیرہ عرب کا لشکری نظام تھا اور روم کی حکومت اس کی پشت پناہ تھی۔ اس لشکری حکومت نے اہل شام کے افراد پر ان کی بے بصیرتی[۲] کی وجہ سے اپنا مرکز بنایا وہاں کے عقلاء اور دانشمندوں میں سے ایک سے سوال ہوا کہ ابوتراب کہ جن پر آئمہ

عبیداللہ بن زیادہ کا قاصد اس کا اعتراض بھرا خط لے کر معاویہ کے پاس پہنچا کہ جس میں لکھا تھا "لوگ کیا کہیں گے جب ہم ان کو یزید کی بیعت کی دعوت دیں گے کہ یزید کتوں اور بندروں سے کھیلتا ہے، حریر کے کپڑے پہنتا ہے، شراب پیتا ہے، ناچ و گانا میں مشغول رہتا ہے اور ان کے پاس حسین بن علی اور عبداللہ بن عباس وغیرہ موجود ہیں۔ تب معاویہ نے اس کے قاصد سے کہا: وائے ہو اس غلام زادہ پر مجھ کو خبر ملی ہے کہ وہ اپنی حد بھول گیا ہے اور ہمارے لیے حد معین کر رہا ہے وہ اگر اپنی حد سے تجاوز کرے گا تو ہم اس کو اس کی ماں سمیہ اور باپ کے پاس پہنچا دیں گے۔ تاریخ الیعقوبی، ج ۲، ص ۲۲۰۔

۱۔ الفتوح، ج ۵، ص ۳۶۔ تاریخ الرسل والملوک، ج ۵، ص ۳۵۶۔

۲۔ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذھب میں کچھ تاریخی حقائق کو تحریر کیا ہے کہ جس سے اہل شام کے سطح فکری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ کریں: مروج الذھب، ج ۳، ص ۳۲ اور کے بعد کے صفحات، کہ معاویہ اہل شام کو کسی دوسرے شہر والوں سے ملنے نہیں دیتا تھا، اور کسی غیر کو شام میں ٹھہرنے بھی نہیں دیتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کہیں ان لوگوں پر دوسرے اثرانداز نہ ہو جائیں، جیسا کہ اس کے بیٹے یزید کی روش سے واضح ہے۔ تاریخ الرسل والملوک، ج ۵، ص ۳۲۳۔ جیسا کہ منقول ہے کہ معاویہ نے کہا: اے میرے بیٹے یزید! اہل شام تیری خدمت میں اطاعت گذار رہیں گے جب تو اپنے دشمن سے ٹکرائے تو ان سے مدد لینا اور جب وقت نکل جائے تو ان کو شہر شام ہی میں واپس کر دینا اس لیے کہ یہ لوگ اگر دوسروں کے ساتھ مل گئے تو ان کے اخلاق لے لیں گے۔ اور انساب الاشراف میں تحریر ہے، ج ۵، ص ۱۴۵: میں اس کے خراب ہونے میں لوگوں سے مطمئن نہیں ہوں۔ اور مطاحظہ ہو: تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۲۴، کامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۶۔ المنتظم، ج ۵، ص ۳۲۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جماعات منبروں سے سب وشتم کرتے ہیں وہ کون ہیں؟ تو اس نے یہ جواب دیا: وہ ایک چور ہے کہ جس نے فرصت سے فائدہ اٹھا کر یہ مقام حاصل کیا ہے۔ نعوذ باللہ

امیر المومنین علیہ السلام اہل شام کے متعلق جنگ صفین میں فرماتے ہیں: میں نے ایک لاکھ ایسے لوگوں سے جنگ کی ہے کہ جن کو اونٹ اور اونٹنی میں بھی فرق نہیں معلوم تھا[۱]۔

جاحظ اس طرح نقل کرتا ہے:

ایک حاجی سے میں نے سنا کہ جو عوام میں سے تھا وہ خانہ کعبہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا: میں جب بھی اس گھر میں وارد ہوتا ہوں تو کون مجھ سے گفتگو کرتا ہے؟

جاحظ کا ایک دوست اس طرح نقل کرتا ہے:

اہل شام سے ایک شخص نے جب حضرت محمد ﷺ پر اس سے درود کو سنا تو یہ سن کر جاحظ کے دوست سے سوال کیا: آپ کی نظر محمد ﷺ کے بارے میں کیا ہے؟ کیا محمد ﷺ ہمارے خدا ہیں؟[۲]۔

کیا معاویہ نے نماز جمعہ صفین کی طرف جاتے ہوئے بدھ کے دن نہیں پڑھائی[۳]؟!۔

بنی امیہ کی حکومت کا مرکز، حقیقت میں یہی شام والوں کی کم بصیرتی تھی یہاں تک کہ بنی امیہ کے خلفاء کا کوئی مخالف اگر شام میں وارد ہوتا تھا تو وہ اس کو شام میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے تاکہ وہ ان کے حالات کو بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہشام بن عبدالملک کی حکومت کے دوران شام میں وارد ہوئے جس وقت ہشام نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بیت الشرف پر بہت زیادہ رفت وآمد میں مصروف ہیں اس نے امام سے چاہا کہ آپ فورا مدینہ تشریف لے جائیں، اور اصلا شام میں قیام نہ فرمائیں[۴]۔

۱۔ مروج الذھب، ج۳، ص۳۲۔

۲ ۔ مروج الذھب، ج۳، ۳۲۔

۳ ۔ مروج الذھب، ج۳، ۳۲۔ نیز دیکھیں: الغدیر، علامہ امینی، ج۱۰، ص۲۳۷۔

۴ ۔ بحار الانوار، ج۴۶، ص۳۰۶۔ دلائل الامامۃ، ص۹۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہشام بنی امیہ کا دسواں خلیفہ اپنی خلافت کے دوران بھی یہ خوف رکھتا تھا کہ کہیں شام والے بنی امیہ کی حقیقت سے واقف نہ ہو جائیں(۱)۔

شام والوں کی جہالت و بے بصیرتی پر بہت زیادہ دلائل و علتیں ہیں کہ جن میں سے مثلا راستوں کی سختیاں، روابط کی کمی، بنی امیہ کا گمراہ کرنا اور بھی بہت سی وجوہات کہ جن کو بیان کرنے کا ابھی وقت نہیں ہے(۲)۔

یہ حکومت کہ جس کی بنیاد معاویہ نے رکھی تھی، دوسرے خلیفہ کے زمانے اور تیسرے خلیفہ کے دوران، اسلامی حکومت کو نابود کرنے میں کوشاں رہی۔اور آخر کار حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام کے زمانے میں صحیح اسلامی و شرعی حکومت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئی(۳)۔

جزیرہ عرب کے لوگ خلیفہ کے وجود کے ضرورت مند تھے چونکہ ان لوگوں کی بیرونی طاقت کی طرف سے کوئی پشت پناہی نہیں تھی۔

شامی لشکر، بنی امیہ کا فوجی مرکز

جس کا تاریخ پر دقیق مطالعہ ہے وہ یہ جانتا ہے کہ جس لشکر کو معاویہ نے آمادہ کیا تھا وہ تقریبا ۸۳ سال تک یعنی بنی امیہ کی تمام حکومت کے دوران ان کی حکومت کے ستون وبنیاد کی حیثیت رکھتا تھا۔

اموی حکومت، ایک فوجی نظام پر مشتمل تھی کہ جو ایک رہبر کے تحت شام میں مستقر تھی یہ لشکر غارتگر کی حیثیت رکھتا تھا کہ جو عراق اور دیگر اسلامی شہروں کے تمام اسلامی انقلابات کو کچلتا رہا۔

بطور مثال، جب کبھی بھی اموی حکومت مصر یا عراق میں متزلزل ہوتی اور کسی انقلاب کے نتیجہ میں نابودی کے قریب پہنچتی تو فورا یہ لشکر آتا اور اس انقلاب کو کچل دیتا اور پھر سے اموی حکومت کو مستقر

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۹۶۔

۲ - تاریخ الامم والملوک، ج۶، ص۴۶۴۔

۳ - تاریخ الیعقوبی، ج۲، ص۲۱۳۔الارشاد، شیخ مفید، ج۲، ص۱۱۔مروج الذھب، ج۲، ص۴۲۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کر دیتا تھا[1]۔ مثلا خراسان میں انقلاب بر پا ہوتا حکومت علویوں یا زیدیوں یا خوارج کے ہاتھ میں آ جاتی، لیکن یہ لشکر دمشق سے چلتا اور فرسخوں کا راستہ طے کرکے خراسان پہنچتا اور اس انقلاب کو کچل ڈالتا۔

حقیقت یہ ہے کہ بنی امیہ کی حکومت کا اعتماد اور دار و مدار بطور کلی اسی آمادہ لشکر پر تھا کہ جو شام میں مستقر رہتا تھا۔

ثانیا: مذہبی تحریکوں کی طبیعت

حقیقت دوم وہی ہے کہ جو تاریخ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد مذہبی تحریک کی طبیعت کو ہمارے لیے واضح کرتی ہے۔

اس بحث میں چند سوالات بیان کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ ان تحریکوں میں کون سے عناصر موجود تھے؟۔

۲۔ اس زمانے میں ان عناصر کی جغرافیائی و اقتصادی حالت کیا تھی؟

۳۔ کیوں بہت سی تحریکیں شکست سے روبرو ہوئیں اور بعض کامیاب ہو گئیں۔

---

۱ - معاویہ شام سے اپنا لشکر لے کر مدائن آیا کہ امام حسن علیہ السلام سے جنگ کرے پھر ان کو صلح کرنے پر مجبور کیا۔ مقاتل الطالبین، ص ۶۹۔ تاریخ دمشق، ج ۱۳، ص ۲۶۴۔ تہذیب الکمال، ج ۶، ص ۲۴۵۔ اسی طرح معاویہ نے شام سے حجاز کا قصد کیا ایک ہزار گھڑسواروں کے ساتھ ان صحابہ کے مقابلے کہ جو یزید کی بیعت کے منکر تھے ان کو دھمکایا ڈرایا اور یزید کی بیعت پر مجبور کیا۔ نہایۃ الارب، ج ۲۰، ص ۲۲۲ میں مذکور ہے: جس وقت معاویہ نے ایک ہزار گھڑسواروں کا لشکر حجاز کی طرف روانہ کیا تو سب سے پہلے امام حسن علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، تب معاویہ نے کہا: کوئی اھلا و سھلا نہیں جو ہم سے ٹکرائے گا چورم چور ہو جائے گا۔ حضرت نے فرمایا: خوش آمدید میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جو زبان دے کر مکر جائیں پر اپنے وعدے سے تجاوز نہیں کرنے دیں گے۔ اسی طرح یزید نے مسلم بن عقبیہ کی نظر کے مطابق ایک لشکر شام سے مدینہ کی طرف روانہ کیا جیسا کہ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ یہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو نصیحت کی تھی کہ جب کبھی بھی اہل مدینہ تیرے خلاف قیام کریں تو ان کو شکست دینے کے لیے مسلم بن عقبہ کو لشکر دے کر بھیجنا اس لیے کہ یہ شخص ہمارا آزمایا ہوا ہے۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۳۴۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۸، ص ۲۲۱۔ تاریخ خلیفہ، ص ۱۴۸۔ الفتوح، ج ۵، ص ۱۵۸۔ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۱۱۲۔ اور عبدالملک بن مروان نے حجاج کو ابن زبیر سے جنگ کے لیے مکہ بھیجا بیس ہزار کا لشکر کے ساتھ اور حجاج بن یوسف آیا اور بہت شدید جنگ ہوئی۔ ملاحظہ ہو: تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۶۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اہل کوفہ کی اجتماعی حالت

شہر کوفہ اسلام کا غیر رسمی مرکز تھا۔ یہ شہر بصرہ سے طاقتور اور تاریخی اعتبار سے اس سے پرانا بھی تھا۔ کوفہ ان علاقوں اور سرزمینوں سے کہ جن کے مرز ہندوستان و روس تک پہنچتے تھے دو طریقوں کے اعتبار سے متصل تھا:

۱۔ کوفہ۔مدائن۔۔خراسان۔۔ سند۔۔ ماوراء النہر۔ان علاقوں کے جدید نام اس طرح سے ہیں : کوفہ۔۔ بغداد۔۔ تہران۔۔ خراسان۔۔ افغانستان و آذربایجان کے صوبے کہ جو اس وقت روس کے تحت ہیں۔

۲۔ کوفہ۔۔ واسط۔۔ بصرہ۔۔ ہجر۔۔ عمان۔۔ سرندیب۔۔ ہند۔ان علاقوں کے جدید نام اس طرح ہیں: کوفہ۔۔ کوت و دیوانیہ۔۔بصرہ خلیج۔۔ عمان۔۔ سریلنکا۔۔ ہندوستان کے صوبے (ساحلی علاقے) یہ تمام علاقے اس مرکز یعنی کوفہ کے تحت تھے۔

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کوفہ کی اہمیت کو سمجھتے تھے لہٰذا اسلامی دار الحکومت مدینہ سے کوفہ میں تبدیل کردی تھی[۱] اور یہی وجہ تھی کہ کوفہ اسلامی حکومتوں کا مرکز شمار کیا جاتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ انبار (مسیب) اس زمانے میں کوفہ کا دروازہ شمار کیا جاتا تھا۔ لفظ "کوفہ" ایک عربی لفظ ہے کہ جس کی اصل "کوفان" ہے کوفان اس علاقے کو کہا جاتا ہے کہ جس کی نگہبانی کی جائے کوفہ کو بعض مقامات پر کوفان الجند کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا[۲] یعنی لشکر کے ذریعہ نگہبانی و محافظت ہونے والا علاقہ، اس لیے کہ جب اسلامی لشکر نے عراق کو فتح کیا تو وہ لشکر وہیں پر قیام پذیر ہوگیا[۳] اور دوسری طرف

---

۱ - دراسات و بحوث فی التاریخ والاسلام، ج۱، ص ۹۳-۱۰۳۔

۲ - القاموس المحیط، فیروزآبادی، فصل قاف، اور دیکھیں: موسوعۃ النجف الاشرف، النجف قدیما، ج۱، ص ۱۴۱، اور اس کے بعد کے صفحات۔

۳ - اس شہر کی بنیاد ۱۷ ہجری میں شہر مدائن کو فتح کرنے کے بعد سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں رکھی گئی۔ تاریخ الکوفہ، ص ۹۰۔ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، اقلیم العراق، ص ۱۱۶۔ البلدان، یعقوبی، ص ۱۶۔ البلدان، ابن فقیہ، ص ۲۰۰۔ کامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۴۹۰۔ سعد بن ابی وقاص ابواسحاق (۲۳ھ - ۵۵ھ) ابی وقاص کا نام مالک بن اھیب بن عبد مناف القرشی الزہری تھا وہ ابتداء میں اسلام لے آئے پھر مدینہ کی سمت ہجرت کی، جنگ بدر میں شرکت کی، عراق، مدائن و کسری کو فتح کیا۔ یہ ان چھ لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو عمر

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے کچھ ایرانی کہ جو کافی عرصہ سے وہاں پر مقیم تھے اور کاشتکاری میں مشغول تھے فرات کے کنارے مختلف دیہاتوں میں زندگی بسر کر رہے تھے [۱]۔ جس وقت عربوں نے خراسان، ماوراء النہر، ہند وسند اور خلیج کو فتح کیا اس وقت ان علاقوں کے رہنے والے بھی کوفہ میں آکر بس گئے اور اس صورت میں کوفہ اصلی عرب اور دیگر اقوام کا مرکز ہوگیا۔

مورخین اس زمانے میں کوفہ کے ساکنین کی تعداد میں اختلاف نظر رکھتے ہیں [۲]، بعض معتقد ہیں کہ اس زمانے میں کوفے میں ۹۰ لاکھ افراد زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس تعداد میں مبالغہ آرائی واضح ہے مگر یہ کہ اس وقت کوفہ کو ایک صوبہ فرض کیا جائے کہ جس کے تحت متعدد شہر و گاؤں شامل ہوں [۳]۔

بہت سے مورخین کو دیکھتے ہیں کہ جب وہ اموی حکومت کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس کو ''عربی حکومت'' سے تعبیر کرتے ہیں اس لیے کہ بنی امیہ عربی تعصب پر تکیہ کیے ہوئے تھے [۴] اور جیساکہ ہم نے اپنے کلام کے آغاز میں کہاکہ وہ عربی فوج پر کہ جو شام میں مستقر تھی بہت زیادہ اعتماد و تکیہ کرتے تھے۔

اموی حکومت کے دوران، غیر عرب لوگ حکومت اور اسلام سے بہت دور تھے اور اگر چہ وہ مسلمان بھی ہوگئے ہوتے تب بھی ان کو پہلے درجے کی قوم فرض نہیں کیا جاتا تھا اور ہمیشہ دوسرے درجے کی قوم فرض کیا جاتا، یہ لوگ بنی امیہ کی حکومت کے دوران ہمیشہ ایک اجنبی کی حیثیت سے رہے [۵]۔

بن خطاب نے اپنے بعد خلافت کی اہلیت کے لیے شوریٰ بنائی تھی۔ یہ کوفہ میں آکر مقیم ہوگئے اور عرب قبیلوں کی راہنمائی کرنے لگے یہاں اپنا ایک عظیم گھر بنایا کہ جس کے متعدد دروازے تھے۔ عمر نے اپنی دوران خلافت کوفہ کا گورنر قرار دیا پھر عثمان نے کچھ مدت کے لیے اس گورنری پر باقی رکھا اور پھر معزول کر دیا۔ یہ مدینہ واپس آگئے وہیں پر رہے یہاں کہ آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی۔ الاعلام، ج۳، ص۸۷، طبقات الفقہاء، ج۱، ص۱۱۲۔

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج۴، ص۴۰۔ الکامل فی التاریخ، ج۲، ص۵۲۸۔

۲ - ملاحظہ ہو: معجم البلدان، ج۴، باب الکاف والواؤ۔ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعیۃ، ج۱۰، ص۳۵۔

۳ - دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعیۃ، ج۱۰، ص۳۷۔

۴ - تاریخ التمدن الاسلامی، ج۴، ص۳۳۶۔ اور ملاحظہ کریں: الدولۃ العربیۃ، سیاسی تاریخ اسلام سے پہلا حصہ، حسن ابراہیم حسن۔ اور تاریخ الدولۃ العربیۃ، لیولیوس فلہزون۔

۵ - العقد الفرید، ج۳، ص۳۶۰۔ تاریخ الدولۃ العربیۃ، فلہوزن، ص۴۷۱۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۴، ص۳۴۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ غیر عرب لوگ بعد میں ان کے خلاف کہ جو ان کے حق میں ظلم کرتے تھے احتجاج کرتے[1] یہ لوگ عربوں کے ساتھ مشترک زندگی بسر کر رہے تھے اور عربی زبان بھی اچھی طرح استعمال کرتے تھے اور ان کی اولادیں تو عملی طور سے عرب ہو چکی تھیں لہٰذا اس دور میں دو طرح کی تحریکوں کا احتمال تھا، کہ وجود میں آئیں۔

اول: کفر وارتداد کی تحریک

اس تحریک کا مطلب یہ تھا کہ ایرانی اپنے قدیمی دین پر پلٹ جائیں اور وہ اموی حکومت سے جنگ کرنے کے لیے ایک لشکر تشکیل دیں۔

دوم: اسلامی پرچم کے تحت اپنے حقوق کے دفاع میں اقدام۔

مذہبی تحریکوں کا اجتماعی مرکز

ایرانی اور غیر عرب تمام اقوام اگر اپنے قدیمی دین کی طرف پلٹ جاتے اگرچہ ابتداء میں وہ شکست کھاجاتے اور کچل دیے جاتے لیکن آخر میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے تھے اور ان کی کامیابی سے عربی واموی حکومت کا خاتمہ ہو جاتا اور پھر اسلام کا کوئی اثر بھی باقی نہ رہتا، لیکن جو کچھ پیش آیا وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی بدولت تھا کہ جس نے شریعت اسلام کی حفاظت میں ایک عظیم اقدام کیا اور مظلوموں کے حقوق کے دفاع میں بہت عظیم قدم اٹھایا یہ شہادت اور قیام سبب ہوا کہ وہ دونوں گروہ ایک ہو کر اس مذہبی تحریک کو اپنے لیے نمونہ بنائیں۔ وہ دو گروہ یہ تھے:

الف: فقہاء و دیندار اور اہل مسجد افراد، یہ وہ افراد تھے کہ جنھوں نے اپنی حمیت و غیرت کو بیدار کیا اس لیے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت دیکھی اور سنی جب کہ سب لوگ اس عظیم واقعہ پر خاموش اور بے حرکت بیٹھے رہے۔

ب: فوجی و سیاستمدار افراد کہ جن کا عقیدہ یہ تھا کہ اہل بیت علیہم السلام خلافت و حکومت کے سلسلے میں دوسروں سے زیادہ مستحق ہیں۔

۱۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۴، ص ۷۲ ۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

متقین اور فقہاء کی تحریک

سلیمان بن صرد نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور اس طرح کہا:

"ہم حضرت رسول خداؐ کی آل اطہار کی تشریف آوری کے منتظر تھے اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیے ہوئے تھے اور ان کو آنے پر تشویق کر رہے تھے، لیکن جیسے ہی وہ تشریف لائے ہم نے سستی اور عاجزی دکھائی اور ان کے دشمنوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لی اور آنے والے حوادث کے منتظر رہے یہاں تک کہ حضرت رسول خداؐ کا فرزند اور پارہ تن ہمارے درمیان قتل ہوگیا۔ہاں! کھڑے ہو جاؤ کہ تمہارا خدا تم سے ناراض ہوگیا ہے"[۱]۔

اس حادثہ کی ہیبت اور اوضاع کی اہمیت کے مدنظر سلیمان کی باتیں لوگوں کے دلوں پر اثر کر گئیں، اور کس طرح اثر نہ کرتیں--- یہ جانسوز واقعہ خود اس کے مرتکب کرنے والوں پر بھی اثرانداز ہو چکا تھا۔ لہٰذا منقول ہے کہ عمر بن سعد کہ جو انتہائی خبیث تھا جس وقت مسجد میں داخل ہوا، (اسی روز کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لایا گیا) اس کے ضمیر نے اس کو جھنجوڑا، اس نے ابن زیاد سے اس طرح کہا:

اوقر رکابی فضة او ذھبا   فقد قتلت الملک المحجبا

قتلت خیر الناس اما و ابا   و خیرھم اذ ینسبون نسبا[۲]

"میرے رکاب کو چاہے چاندی سے پر کر یا سونے سے اس لیے کہ میں نے بزرگواروں کے سید و مولا کو قتل کیا ہے میں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے کہ جس کی ماں بہترین ماں اور جس کا باپ بہترین باپ تھا اور وہ خود حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے"

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۵۵۴، الکامل فی التاریخ، ج۳، ص۴۸۷

۲ - مقاتل الطالبین، ص۱۱۹۔ مروج الذھب، ج۳، ص۶۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ کلام ایسے شخص کی زبان پر ہے کہ جو اپنے آپ کو جنگ کربلا کا فاتح سمجھ رہا ہو، عجیب ہے۔ جس وقت عمر بن سعد جیسے شخص کا ضمیر بھی بیدار ہو کر اس کو متنبہ کر سکتا ہے[۱] تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جو جو ایماندار و پرہیزگار ہوں اور حضرت کی دعوت پر آپ کی رکاب میں جنگ کرنے سے گریز کیا ہو[۲]۔

سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھی دوسو افراد کے ساتھ کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مخلص ترین دوست تھے[۳]۔

---

۱ - سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۲ میں نقل کیا ہے کہ عمر بن سعد شرمندگی کی حالت میں ابن زیاد کے دربار سے باہر آیا جب کہ اس نے اس کو دنیوی منصب دینے کے لیے بلایا تھا اور اس کی تمام خواہشات کو پورا کرنے کے لیے دعوت دی تھی لیکن جب عمر بن سعد نے دیکھا کہ اسے کچھ ملنے والا نہیں ہے تب وہ اپنے گھر کی جانب مایوسی کی حالت میں واپس ہوا اور اپنے اہل خانہ سے کہا: میں جس طرح آج مایوس واپس ہوا ہوں اس طرح شاید کوئی دنیا میں مایوس نہ ہوا ہو میں فاسق ابن زیاد ظالم بن فاجر کے پاس سے آرہا ہوں اور میں نے ایک عادل و شریف انسان کو قتل کرکے گناہ کیا اور اس سے اپنے قریبی رشتہ کو منقطع کرلیا۔ سبط ابن جوزی لکھتا ہے لوگوں نے عمر بن سعد کو چھوڑ دیا اور جہاں کہیں سے بھی عمر سعد نکلتا لوگ اس سے منھ پھیر لیا کرتے تھے اور جب وہ مسجد میں داخل ہوتا لوگ اس کو چھوڑ کر آجاتے تھے اور جو بھی اس کو دیکھتا گالیاں بکتا، لہٰذا اس نے اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کرلی یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔

۲ - مورخین اور کتب مقاتل میں مذکور ہے ان لوگوں کے نام کہ جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے آپ کے مکہ سے کربلا کے سفر کے دوران بعض مقامات پر ملاقاتیں کیں، ان میں بعض وہ بھی ہیں کہ جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کو جنگ نہ کرنے کے متعلق نصیحتیں کی ہیں تب امام حسین علیہ السلام نے وہی جواب دیا کہ جو آپ نے عبداللہ بن عباس وغیرہ کو دیا تھا۔ اور ان میں سے کچھ ایسے بھی افراد ہیں کہ جن کو امام حسین علیہ السلام نے اپنی مدد کے لیے بلایا اور انہوں نے دعوت کو قبول کرلیا۔ اور کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے مدد سے معذرت خواہی کرلی جیسا مورخین نے ان کے مدد کرنے پر پھر شرمندگی کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم یہاں از باب مثال صرف اشارہ کر رہے ہیں جیسے عمرو بن قیس المشرقی، شیخ صدوق نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت نقل کی ہے " عن ابی الجارود عن عمرو بن قیس المشرقی قال دخلت علی الحسین علیہ السلام انا و عم لی و ھو فی قصر بنی مقاتل۔ قرب القطقطانۃ و سلام ثم القرباتو وھو منسوب الی مقاتل بن حسان التمیمی – فسلمنا علیہ فقال لہ ابن عمی : یا اباعبداللہ، ھذا الذی اری خضاب او شعرک؟ فقال علیہ السلام: خضاب و الشیب الیتا بنی ھاشم یعجل. ثم اقبل الینا فقال علیہ السلام: جئتما لنصرتی؟ فقلت: انی رجل کبیر السن، کثیر الدین کثیر العیال، وفی یدی بضایع الناس، ولا ادری ما یکون، واکرہ ان اضیع امانتی. و قال لہ ابن عمی مثل ذالک. قال علیہ السلام لنا: فانطلقا فلا لی واعیۃ ولا تریا لی سواد فانہ من سمع واعیتنا او رای سوادنا فلم یجنا و لم یغثنا، کان حقا علی اللہ عزوجل ان یکبہ علی منخریہ فی النار " بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۲۰۴، اگر اس زیادہ وضاحت چاہتے ہیں تو ان کتابوں کا مطالعہ کریں کہ جو امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے مدینہ تک سفر کے سلسلے میں تحریر ہیں۔

۳ - الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۳۔ الفتوح، ج ۶، ص ۲۱۰۔ المنتظم، ج ۶، ص ۳۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور حضرت کے قیام کے دوران بنی امیہ کے زندانوں میں قید تھے[1] لیکن آزاد ہونے کے بعد ارادہ کیا کہ ایک ایثاری شکل میں یزید اور اس کے نمائندوں کے خلاف قیام کریں، ان کا ہدف اس قیام سے حکومت حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ صرف وہ یہ چاہتے تھے کہ عمر بن سعد وابن زیاد واشعث ودوسرے ظالموں کو قتل کرکے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لیں۔

ان افراد نے اپنی تحریک کا آغاز ۶۱ھ سے کیا اور ۶۵ھ میں ایک حادثہ کی صورت میں ختم ہوگئے[2] یہ تحریک بہت سی وجوہات کی بناء پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام سے مشابہت رکھتی تھی۔

اس گروہ نے "رقہ" میں شام کے نزدیک ابن زیاد سے جنگ کی اور حقیقی مذہبی صورت میں قتال کیا بہت سے بنی امیہ کے لشکر کے افراد کو واصل جہنم کیا اور بہت ہی دلیرانہ طریقہ پر لڑے، ثابت قدم رہے بہت سے زخمی ہوگئے اور بہت زیادہ قتل ہوگئے ان میں سے بہت کم کوفہ زندہ وسالم واپس آئے۔ ان لوگوں اور زخمی افراد نے اس جنگ سے ایک صحیح تحریک وقیام کو دنیا میں روشناس کرایا۔

تاریخ اسلام میں ہر تھوڑے عرصے کے بعد اسی طرح کے لوگ جمع ہوتے اور سلیمان بن صرد کے ساتھیوں اور فقہاء، متقین ودیندار اور اہل مساجد افراد کی طرح قیام کرتے اور ظالموں کے خلاف جنگ کرتے رہے ہیں۔

فوجیوں اور سیاستمداروں کی تحریک

یہاں پر ایک اور گروہ نظر آتا ہے کہ جن کے عناصر اس پہلے گروہ سے مختلف ہیں۔ یہ گروہ مذکورہ ذیل عناصر سے وجود میں آیا تھا۔

۱۔ وہ فوجی افراد کہ جنہوں نے اسلامی جنگوں میں شرکت کی تھی، اور سیاسی اہداف مد نظر رکھتے تھے اور معتقد تھے کہ اہل بیت علیہم السلام خلافت وحکومت کے سلسلے میں دوسروں سے زیادہ مستحق ہیں۔

---

۱ - امتاع الاسماع، ج ۱۲، ص ۲۵۱۔

۲ - تاریخ الرسل والملوک، ج ۵، ص ۵۹۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۲۔ غیر عرب اقوام، یہ وہ لوگ تھے کہ جو عدالت اجتماعی کے خواہاں اور اسی کے طلب گار تھے اور شیعہ ہو چکے تھے۔

۳۔ فوجی و سیاستمدار افراد کہ جو حکومت و سیاست میں مشغول تھے اور وہ خود امیر تھے یا وزیر یا گورنر۔ وہ لوگ بھی معتقد تھے کہ خلافت آئمہ آل رسول علیہم السلام کا حق ہے اور اسی وجہ سے اپنی تحریکوں کا آغاز کیے ہوئے تھے۔

ان لوگوں کی تحریک سیاسی حیثیت رکھتی تھی جب کہ دوسرے لوگوں کی تحریکیں صرف دینی و عاطفی تھیں۔ان تحریکوں کا مقصد امت میں انقلاب کی روح پھونکنا تھا ان تحریکوں کو آج کی اصطلاح میں انقلابی تحریکوں کو اغوا کرنے والی تحریکوں سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

اگر کوئی انقلابی گروہ، کسی ہوائی جہاز کو اغوا کرنا چاہے، خواہ کامیاب ہو یا ناکام، تو کہا جاسکتا ہے کہ حقیقت میں اس کو سیاسی یا فوجی حیثیت سے کوئی فائدہ نہیں پہونچا ہے بلکہ یہ عمل صرف ان کے پروپیگنڈے و تبلیغات کا سبب اور مقابلے کی روح میں ہیجان اور اس گروہ کے اہداف کو پہچنوانے کی خاطر تھا۔ بہت سے دینی فقہاء کی تحریکیں تقریباً اسی طرح کی تھیں۔

سیاسی تحریکوں کے اہداف

سیاسی تحریکوں کے اہداف دینی تحریکوں سے جدا اور مختلف ہیں اس لیے کہ ان تحریکوں کا ہدف حکومت حاصل کرنا ہے لہٰذا اس تحریک کے عناصر اپنے نقشوں کو اسی مقصد کے تحت آگے بڑھاتے ہیں اور یہ وہی کام تھا کہ جس کو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی[۱] نے انجام دیا۔

۱۔ جناب مختار کے والد گرامی جناب ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی (متوفی ۱۳ھ) قائدین میں سے تھے، بہادر، اسلام کے مطیع و مخلص، آپ کو عمر بن خطاب نے ایک عظیم لشکر کا سپہ سالار بنا کر عراق کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تاکہ ایرانیوں سے جنگ کر سکیں، یہ عمر کی جانب سے کوچ کرنے والا پہلا لشکر تھا۔ الاعلام، ج ۴، ص ۱۹۰، بحارالانوار، ج ۱۹، ص ۳۴۰۔ تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الاعلام، ج ۳، ص ۱۳۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے والد گرامی حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور اسلامی لشکر کے سپہ سالاروں میں شمار کیے جاتے تھے آپ اسلامی لشکر کے ساتھ عراق کی جانب عازم ہوئے اور عراق کے فتح کرنے میں آپ ہی سپہ سالار تھے۔

مختار کے والد ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی[۱] اور ان کے بھائی سعد بن مسعود ثقفی[۲] حضرت علی علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے اور آپ کو خلافت کے لیے مناسب ترین فرد سمجھتے تھے، مختار بھی ایک مذہبی انسان تھے[۳] جب کہ ان پر مختلف تہمتیں لگائی گئیں جیسے کہ وہ کیسانی فرقہ سے تھے[۴]، وہ ناحق تھے، بے

---

۱ - ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی نے عراق کو فتح کرنے میں فوج کی سپہ سالاری کی دوسرے خلیفہ کے زمانے میں آپ کا بڑے فاتحین میں سے شمار ہوتا ہے آپ دوسرے خلیفہ کی جانب سے عراق کے گورنر بنائے گئے اور وہیں سے آپ جنگ جسر میں بھی کہ جس میں شہید ہوئے، سپہ سالار تھے، آپ کی شہادت کے وقت جناب مختار آپ کے ساتھ تھے اور جنگ جسر کے وقت جناب مختار کی ۱۳سال کی عمر تھی آپ جنگ میں شرکت کرنا چاہتے تھے پر آپ کے چچا سعد بن مسعود نے ان کو منع کر دیا۔ فتوح البلدان، ص ۲۴۷، الاستیعاب، ج ۴، ص ۱۷۰۹۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۲۸۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۵۰۔

۲ - سعد بن مسعود ثقفی، مختار کے چچا، انہوں نے رسول اکرم اور آپ کے دیگر صحابہ سے روایات نقل کی ہیں، آپ حضرت علی علیہ السلام کے باوفا اصحاب میں سے تھے، حضرت کی جانب سے متعدد شہروں کے گورنر بھی رہے ہیں، امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے بعض خطوط میں آپ کی تعریف بھی کی ہے اور آپ کو متقی و پرہیزگار اور نجیب قرار دیا اور آپ کے لیے دعا کی: اما بعد فقد وفرت علی المسلمین فیاهم و اطعت ربک و نصحت امامک، فعل المنزه العفیف، فقد حمدت امرک، و رضیت هدیک، و ابیت رشدک، غفر الله لک. والسلام. اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے بھی جب ساباط میں آپ زخمی ہوئے اور آپ پر دشمنوں نے حملہ کیا تو سعد بن مسعود کے گھر ہی میں آرام کیا۔ مکاتیب الآئمہ، ج ۱، ص ۳۸۶، الاصابۃ، ج ۳، ص ۱۷۔

۳ - تاریخی کتابوں میں مذکور ہے کہ سعد بن مسعود ثقفی مدائن سے کوفے کے لیے نکلے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں تاکہ خوارج سے جنگ کر سکیں کہ جو مدائن میں محاذ بنائے ہوئے تھے۔ تب انہوں نے قسم کھائی کہ وہ اپنے بھتیجے مختار کو سیاسی فوجی بنائیں گے۔ ملاحظہ کریں: الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۳۳۷۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۷۶۔

۴ - اصبغ سے روایت ہے کہ "میں نے مختار کو دیکھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے زانو پر بیٹھا ہوا ہے اور حضرت ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: یا کیس یا کیس" بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۴۴۔ اور اسی وجہ سے اہل سنت کے اکثر مورخین واہل قلم نے مختار کے ماننے والوں کو یہی کیسانیہ فرقہ کی نسبت دی ہے۔ جیسے اشعری نے مقالات اسلامیین ج ۱، ص ۹۱ میں لکھا ہے: مختار کو کیسانیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام کے لیے قیام کیا تو جناب محمد حنفیّہ کی امامت کی طرف دعوت دی اور ان کو کیسان کہا جاتا تھا۔ اور اسی طرح بہت سے لوگوں نے یہی تہمت لگائی ہے اور ان کو ایک پکا مسلم رافضی مانا ہے جیسے ڈاکٹر نشار وغیرہ نے کہا ہے ملاحظہ کریں: نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام، ج ۲، ص ۴۷۔ لیکن شیعہ علماء نے پورے اتفاق

Presented By: https://jafrilibrary.com

مقصد تھے۔اس لیے کہ ان تہمتوں کا مقصد یہ ہے کہ مختار جناب محمد بن حنفیہؒ [۱] کی امامت کے معتقد تھے کہ جن کی ماں قبیلہ بنی حنفیہؒ سے تھیں [۲]۔

مختار، راوندیوں [۳] کے ساتھی نہیں تھے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مختار راوندیوں سے ماخوذ ان کے سیاسی افکار و قوم پرست فکر رکھتے تھے بلکہ آپ نے ایک صحابی رسول کے گھر میں تربیت پائی تھی اور اسلامی لشکر کے ایک عظیم مجاہد تھے کہ جو عراق میں فاتحانہ طور پر وارد ہوئے۔

کے ساتھ ان سے اس تہمت کو منزہ کیا اور اس تہمت کو رد کیا ہے جیسے حضرت آیت اللہ خوئی نے معجم رجال حدیث، ج۱۸، ص۱۰۲ میں اس نظریہ کو یقینی طور پر باطل کہا ہے اس لیے محمد بن حنفیہؒ نے خود اپنی امامت کا دعوی نہیں کیا تھا کہ مختار ان کی امامت کے لیے لوگوں کو دعوت دیتے، اور پھر مختار ثقفی جناب محمد حنفیہؒ ہی کی زندگی میں قتل کر دیے گئے۔اور فرقہ کیسانیہ محمد بن حنفیہؒ کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے۔ لیکن جناب مختار کے لقب کیسان ہونے کے متعلق تو اس کی وجہ وہی ہے کہ جس کو کشی نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مختار کو دو مرتبہ کیس کیس کہا۔ لہٰذا ان کا لقب کیس یا کیسان پڑ گیا۔

۱ - محمد بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہاشمی قرشی ابوالقاسم معروف بہ ابن حنفیہؒ، آپ کی والدہ گرامی خولہ بنت جعفر بن قیس تھیں، آپ کا یمامہ قبیلہ سے تعلق تھا، یہ قبلیہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کا معتقد تھا، حضرت نے اس قبیلہ کی بیٹی سے حضرت فاطمہ زہرا کی شہادت کے بعد شادی کی، حضرت رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "یا علی سیولد لک ولد قد نحلته اسمی و کنیتی" اے علی آپ کے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کا نام اور کنیت میرے نام و کنیت پر ہوگی۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں آپ کے بہت زیادہ فضائل بیان کیے ہیں اور تحریر کیا ہے کہ آپ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے معتقد تھے۔آپ صدر اسلام کے ایک عظیم بہادر و شجاع شخصیت ہیں اور فرماتے تھے حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام مجھ سے افضل ہیں۔ آپ کی شجاعت و فضائل کے سلسلے میں بہت زیادہ روایات موجود ہیں۔ مستدرکات، نمازی، ج۷، ص۷۷۔ الاعلام، ج۶، ص۲۷۰۔

۲ - خولہ بنت جعفر بن قیس الحنفیہ، انساب الاشراف، ج۲، ص۲۰۰ میں تحریر ہے: حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو تبلیغ دین کے لیے یمن بھیجا وہاں پر خاندان حنفیہؒ مرتد ہو چکا تھا اور مسیلمہ کذاب کی نبوت کے معتقد ہو گیا تھا آپ نے جنگ کی اور فتح پائی اس میں مال غنیمت کے ساتھ خولہ بنت بنی زبید اور عمر بن معدی کرب آپ کے حصہ میں آئے۔ تب حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی اس خاتون سے آپ کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کا نام اور کنیت میرے نام و کنیت پر ہوگی تب آپ کے یہاں حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوا کہ جس کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں: شرح نہج البلاغہ، ج۱، ص۲۱۲۔ قاموس الرجال، ج۹، ص۲۴۶۔

۳ - یہ فرقہ "راوند" سے منسوب ہے یہ علاقہ اصفہان کے قریب ہے۔ یا یہ کہ راوند ایک گروہ ہے کہ جو معتقد تھے کہ حضرت رسول خدا ﷺ کے بعد حکومت آپ کے چچا عباس کا حق ہے اور وہ لوگ معتقد تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت بھی اسی لیے صحیح ہے کہ آپ کے ہاتھوں پر جناب عباس نے بیعت کر لی تھی۔ مروج الذهب، ج۳، ص۲۳۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیکن چونکہ مختار حضرت علی علیہ السلام کی طرفدار تھے اور حضرت علی علیہ السلام ہمارے عقیدے کے مطابق ہمیشہ حضرت امام حسن و امام حسین کی امامت اور پھر ان کے بعد حضرت امام زین العابدین کی امامت کا تذکرتے رہتے تھے[۱] لہٰذا کسی اعتبار سے بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ مختار کیسانی ہوں۔

دوسری طرف مختار کے لشکر کے سپہ سالار جناب براہیم بن مالک اشتر تھے جن کے والد گرامی اس سے کہیں بلند و بالا ہیں کہ ان کے متعلق کچھ بیان کیا جائے جس طرح مالک اشتر ایک فوجی سپہ سالار تھے آپ کے بیٹے نے بھی والد گرامی کی طرح وہی ذمہ داری سنبھالی، اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ قدیم میں فوجی مقامات میراث میں تقسیم ہوتے تھے اگر باپ سپہ سالار ہوتا تھا تو اپنے بیٹے کی بھی اسی نہج پر تربیت کرتا تو وہ بھی سپہ سالار ہو جاتا تھا۔

ابراہیم بن مالک اشتر ایک فوجی انسان تھے کہ جنھوں نے سپہ سالاری کو اس زمانے کے طور و طریقہ پر اپنے والد گرامی سے میراث میں حاصل کیا تھا۔ مختار کے طرفدار اور حامی افراد غیر عرب موالی اور دوسری اقوام پر مشتمل تھے۔ مختار کی حکومت کی مدت بہت کم رہی، آپ کی حکومت حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے بہت عرصے کے بعد ایک مذہبی حکومت تھی۔ انہوں نے اپنی تحریک میں ابن زیاد[۲]، عمر

---

۱ - ملاحظہ کریں: تنزیہ المختار، ص۱۶۔ عقیدہ مختار کے ذیل میں اور محقق شرقی کی کتاب؛ المختار الثقفی۔

۲ - عبیداللہ بن زیادہ بن ابیہ (۲۸ھ - ۶۷ھ) ابن مرجانہ کے نام سے مشہور ہوا، کہ جو اس کی ماں تھی، وہ بصرہ میں پیدا ہوا یہ بصرہ میں پیدا ہونے والا پہلا مسلمان فرد ہے، معاویہ نے اس کو ۵۳ ہجری میں خراسان کا گورنر بنایا اور یزید نے اس کو ۶۰ ہجری میں کوفہ کی گورنری بھی سونپ دی، اور اس کے لیے خط لکھا: مجھ کو خبر ملی ہے کہ حسین بن علی عراق کی طرف روانہ ہوگئے ہیں ان کے تمام راستوں اور امکانات کو بند کردے اور جو کچھ بھی حوادث و واقعات گذریں مجھ کو خبردار کرتا رہے۔ اسی کے سلسلے میں واقعہ کربلا پیش آیا۔ اور جب یزید ۶۴ ہجری میں مرگیا تب اہل بصرہ نے عبیداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن وہاں پر غدر ہونے لگا لہٰذا وہ کچھ دن سے زیادہ نہ رہ سکا اور شام کی طرف فرار کرگیا وہاں پر بھی ایک مدت قیام کے بعد ایک عظیم لشکر لے کر عراق کی طرف واپس آیا اس وقت اس کا ابراہیم بن مالک اشتر کے لشکر سے مقابلہ ہوا کہ جو مختار کی جانب سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے انتقام کی خاطر نکلے ہوئے تھے ایک عظیم جنگ ہوئی جس میں عبیداللہ کے ساتھی شکست کھاگئے اور ابراہیم بن مالک اشتر نے عبیداللہ بن زیاد کو قتل کردیا۔ الاعلام، ج۴، ص ۱۹۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سعد[۱]، شمر بن ذی الجوشن[۲] اور کوفہ کے ان تمام بڑے بڑے افراد[۳] کو قتل کیا کہ جو حضرت امام حسین کے قتل میں شریک تھے۔

مختار نے تمام کوفہ اور اس کے زیر اثر علاقہ ہندو افغانستان کے علاقوں تک پر حکومت کی۔ بہت زیادہ لوگ ان کے قیام کے دوران قتل ہوئے۔ یہ انقلاب ان انقلابوں کی طرح تھا کہ جو اجتماعی اعتبار سے ریشہ دار ہوتے ہیں۔ مختار کی تحریک، سب کو شامل ہونے والی تحریک تھی اور جن لوگوں نے اس تحریک کی تائید و حمایت کی تھی وہ سب موالی اور مذہبی افراد تھے۔

مختار کی تحریک کا کیسے آغاز ہوا؟ یہ تحریک کس طرح ختم ہوئی؟ یہ تحریک کیوں ابتداء میں کامیاب ہوئی، لیکن آخر میں شکست سے روبرو ہوئی؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کے بارے میں انشاء اللہ آئندہ کے مباحث میں گفتگو کریں گے۔

---

۱ - عمر بن سعد بن ابی وقاص (متوفی ۶۶ھ) زھری مدنی، اس کو عبید اللہ بن زیاد نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ دیلم کو فتح کرنے کے لیے بھیجا لیکن جب اس کو خبر ملی کہ حضرت امام حسین مکہ سے کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو ابن زیاد نے اسے لکھا کہ اپنے سارے لشکر کے ساتھ کوفہ واپس آجاؤ، تب اس کو امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی سپہ سالاری شہر ری کے گورنری کے عوض لکھ کر دی۔ عمر بن سعد جناب مختار کی حکومت تک زندہ رہا اور جناب مختار نے تمام قاتلین امام حسین علیہ السلام سے انتقام لیا تب عمر بن سعد کو بھی قتل کر دیا گیا۔ الاعلام، ج۵، ص۴۷۔

۲ - شمر بن ذی الجوشن، ابن قرط ضبابی کلابی عامری، ابوسابغہ اللعین، اس کا اصلی نام شرحبیل تھے (متوفی ۶۶ھ) وہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اس نے حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی اور عمر سعد کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ پر ابھارا اور اسی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر قلم کیا اور ابن زیاد نے اس کو اسیروں کے ساتھ شام یزید کے دربار کی طرف بھیجا کہ جو شہداء کربلا کے سر اٹھائے ہوئے تھے۔ اس کو مختار کے لشکر سے سردار ابو عمرہ نے قتل کیا۔ الاعلام، ج۳، ص۱۷۵۔ مع رکب الحسینی، ج۳، الامام الحسین فی کربلا، ص۹۱۔

۳ - ملاحظہ کریں: تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۵۵۸

خلاصہ کلام

- ہم مذہبی تحریک کی تاریخ کو ۶۱ ہجری یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں شہادت کے بعد سے تحریر کررہے ہیں اس لیے کہ یہ عظیم واقعہ مذہبی اور آزاد افراد میں ایک سیاسی تحریک بنانے کا سبب بنا ہے کہ جو موجودہ سیاسی حکومت کے خلاف ہو۔ لہٰذا ہمارے لیے ابتداء میں ضروری ہے کہ اس وقت کی بنی امیہ کی حکومت کا کاملا تعارف کرایا جائے اور ان کے مقابل مذہبی تحریک کا تعارف پیش کیا جائے۔
- ابوسفیان نے بنی امیہ کی ہمراہی میں ابتداء رسالت سے ہی اس جدید دین کی مخالف کی یہاں تک کہ وہ لوگ اس دین کی تخریب میں ہر گام پر آگے آگے رہے۔
- بنی امیہ نے اسلامی حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے ہر طرح کی کوشش اور امکانات استعمال کیے اور اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی حربہ و حیلہ فروگذاشت نہیں کیا۔
- محروم افراد کا اپنا حق حاصل کرنے میں تمام مشکل قوانین کو توڑنا ان کی مجبوری تھی لہٰذا ان کے سامنے دو راستے تھے یا اپنے سابق دین کی طرف مرتد ہوجائیں۔ یا پھر اسلام کے پرچم تلے محرومین کے حق کے دفاع میں قیام کریں۔
- حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام کے بعد متعدد تحریکیں اسلامی تحریک کے نام سے اٹھیں، جیسے زاہدین و دیندار اور فقہاء کی تحریک، کہ جو اسلام سے اپنی غیرت کی بنیاد پر دفاع کررہے تھے۔ موالی و فوجی اور اہل سیاست افراد کی تحریک، کہ جو معتقد تھے کہ جب تک خلافت و حکومت آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے ہاتھوں میں نہ آئے اسلام گھاٹے میں رہے گا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریکیں انبیاء علیہم السلام کی تحریکوں کا تسلسل

سب سے پہلے ہمیں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے کردار کو سمجھنا چاہیے، آئمہ طاہرین علیہم السلام کا کردار وہی انبیاء علیہم السلام کا کردار ہے، اور ان کی مذہبی تحریک بھی حقیقت میں انہیں آسمانی پیغامات کا سلسلہ ہے کہ جو اسلام سے پہلے نازل ہوئے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک کے نتیجہ میں شمار ہوتے ہیں۔

اگر ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ذمہ داریوں کو پہچاننا چاہیں تو پہلے انبیاء علیہم السلام کی ذمہ داریاں، تکالیف، اعمال، اور ان کی زندگی کے عظیم اہداف اور کردار سے آشنا ہوں۔اور انبیاء علیہم السلام کے عظیم اہداف اور کردار سے آشنائی کے بعد تمام چیزیں ہمارے لیے واضح ہو جائیں گی۔ہم یہاں پر انہی جملوں کو اس طرح کے سوال میں تبدیل کر سکتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں ان کا کیا کردار رہا ہے؟

انبیاء علیہم السلام کی تحریک ایک خصوصیت کی حامل رہی ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ظالم وجابر حکمرانوں اور طاغوتوں کے مدمقابل رہے ہیں۔بطور مثال خداوندعالم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرماتا ہے: "واتل علیہم نبأابراہیم*اذقال لابیہ و قومہ ما تعبدون*قالوا نعبد اصناما فنظل لها عاکفین*قال هل یسمعونکم اذ تدعون*او ینفعونکم او یضرونکم* قالوا بل وجدنا آبائنا کذالک یفعلون*قال افرائیتم ما

Presented By: https://jafrilibrary.com

کنتم تعبدون* انتم و آبائکم الاقدمون*فانهم عدولی الا رب العالمین۔[1] "اے رسول حضرت ابراہیم کی داستان اپنی قوم کے لیے بیان فرمائیں: جس وقت انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا: تم کس معبود کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی عبادت پر تھے اور باقی ہیں۔ ابراہیم نے کہا: تم جب بھی ان بتوں کو بلاتے ہو وہ تمہاری بات کو سنتے ہیں؟ یا تم کو کوئی فائدہ یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی طرح کرتے پایا ہے ۔ابراہیم نے پھر ان سے کہا: کیا تم نے ان کو دیکھا ہے جن کی تم پرستش کرتے ہو اور تمہارے قدیم آباء و اجداد پرستش کرتے تھے وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے پروردگار عالم کے)

جملہ "فانهم عدولی" (بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں) یہ ایک فریاد اور اعتراض ہے اس قوی ترین سلط اور اعتقاد پر کہ جو ان لوگوں کے درمیان راسخ و رائج ہو چکا تھا۔

پروردگار عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: "اذهب الی فرعون انه طغی[2] "(فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہو چکا ہے)

تمام انبیاء علیہم السلام بھی اسی طرح تھے یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر اکرم ﷺ کو مکہ میں خطاب بھی اسی طرح تھا:" قل یا ایها الکافرون، لااعبد ماتعبدون[3] "(کہہ دو اے کافرو! میں اس کی نہیں کرتا کہ جس کی تم عبادت کرتے ہو) حضرت رسول اکرم ﷺ کا نعرہ و شعار بھی یہی تھا: قولوا لااله الا الله تفلحوا[4]۔ کہو خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور اس طرح حضرت رسول اکرم ﷺ ان مستکبرین و ظالمین کے تسلط کو ختم کرتے چلے گئے، حضرت کی جانب سے یہ رد کسی خاص باب میں نہیں تھی بلکہ تمام ابعاد میں تھی خواہ فکری ہو یا سیاسی، اجتماعی ہو یا اقتصادی، حضرت صرف نظام سیاسی و حکومتی ہی کو رد کرنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ حکومت توحید کامل کی بنیاد گذاری فرما رہے تھے۔ دوسرے لفظوں انبیاء علیہم السلام کے کردار واہداف کا دو جملوں میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔

---

۱ - سورہ شعراء، آیات ۶۹- ۸۷
۲ - سورہ نازعات، آیت ۱۷۔
۳ - سورہ کافرون، آیت ۱-۲۔
۴ - بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۲۰۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اول: انسان میں مذہبی رشد و ضمیر و وجدان کی ترویج

دوم: انسان کی دنیوی زندگی کی نظم و ترتیب

مذہبی ضمیر کی بیداری

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں: "فبعث فیھم رسلہ، و واتر الیھم انبیائہ،لیستادوھم میثاق فطرتہ،ویذکروھم منسی نعمتہ، و یحتجوا علیھم بالتبلیغ، و یثیروت لھم دفائن العقول، و یروھم آیات المقدرۃ"[۱] خداوند عالم نے انبیاء علیہم السلام کو ان لوگوں کے درمیان مبعوث فرمایا اور ان کو مسلسل بھیجتا رہا تاکہ خداوند عالم کا عہد وپیمان کہ جو فطری تھا اس کو زندہ رکھا جاسکے اور اس کا مطالبہ کیا جاسکے اور اس فراموش شدہ نعمت (توحید فطری) کو یاد دلایا جاسکے اور تبلیغ کے ذریعہ ان سے گفتگو کی جاسکے اور ان کے اندر چھپی ہوئی استعداد وصلاحیت کو ابھارا جاسکے اور قدرت کی نشانیوں کو دکھایا جاسکے۔

لہٰذا انبیاء علیہم السلام کا سب سے پہلا وظیفہ انسان کے مذہبی وجدان کا رشد و ارتقاء ہے اور اس ہدف تک پہنچنے کے لیے دو اسباب کا انجام دینا ضروری ہے:

انذار،ڈرانا

بشارت،خوشخبری دینا

انبیاء علیہم السلام آئے ہیں تاکہ انسانوں کو ڈرائیں اور دوسری طرف ان کو خوشخبری دیں۔لیکن کس چیز سے ڈرائیں اور کس چیز کی خوشخبری دیں؟لینذروا الناس بالنارویبشروھم بالجنۃ۔وہ لوگوں کو جہنم کی آگ سے ڈرائیں اور اور جنت کی خوشخبری دیں ۔"رسلا مبشرین و منذرین"[۲]"(رسول بشارت دینے اور ڈرانے والے ہیں)

---

۱ ۔ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ا کہ جس میں زمین وآسمان اور آدم کی خلقت کا تذکرہ ہے۔

۲ ۔ سورہ نساء، آیت ۱۶۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس جملہ کی قرآن کریم میں بار بار تکرار ہوئی ہے یہ انبیاء علیہم السلام کا اہم ترین وظیفہ تھا، اس وظیفہ کے آثار حسب ذیل تھے:

۱۔آخرت کی زندگی کی یادآوری۔

۲۔فراموشی وغفلت کی گرد کو جھاڑنا کہ جوانسانی عقل کے سنورنے کے لیے رکاوٹ ہے۔

۳۔ ضمیر کو ہوشیار و تیز کرنا اور اس کی استعداد وصلاحیت کو ابھارنا۔

۴۔انسان کا تزکیہ نفس اور اخلاقی پرورش۔

یہ تمام آثار انسان کے مذہبی ضمیر کی بیداری کے رشد سے وجود پاتے ہیں یہ اہم ترین کام تھا کہ جو انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں انجام دیتے تھے۔

انسان کی دنیوی زندگی کی نظم وترتیب

لیکن انبیاء علیہم السلام کا دوسرا وظیفہ یعنی انسانی زندگی کی نظم وترتیب ہے کہ جو مذکورہ ذیل امور سے وجود پاتا ہے:

۱۔کامل ومنظم پروگرام

۲۔مشکلات وموانع کو برطرف کرنا کہ جو اس پروگرام کے لیے رکاوٹ ومانع ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے کی دلیل ان پروگراموں کو عمل میں لانا ہے کہ جو اجتماعی عدالت واصلاح کو اقتصادی وسیاسی واخلاقی وتربیتی تمام ابعاد میں تامین واجراء کرسکے۔

انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ صرف پروگرام کا بنانا ہی نہیں تھا بلکہ ان کا اجراء کرنا اور ان کے مقابل ہر طرح کی رکاوٹوں کو دور کرنا بھی ان کی ذمہ داری تھی۔

جس وقت طاغوت ،اسلامی اور مذہبی روشوں کے مقابلے رکاوٹیں ایجاد کریں اس وقت انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ تھا کہ ہاتھ میں تلوار اٹھائیں اور ان سرکشوں کے مقابلے اعلان جنگ کریں۔پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

Presented By: https://jafrilibrary.com

"وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر،فما وھنولما اصابھم فی سبیل اللہ وما صنعوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین"[۱] (کس قدر یہ اتفاق ہوا ہے کہ نبی اپنے پیروکاروں کے ساتھ جنگ کی صورت میں قتل ہوگئے ہیں اور پھر بھی اہل ایمان ان تمام سختیوں پر کہ جو ان کے لیے راہ خدا میں آتی تھیں صبر و استقامت کرتے تھے اور کبھی بھی خوف زدہ اور پشیمان نہیں ہوئے اور دشمن کے سامنے ذلیل و خوار نہیں ہوئے اور صبر و استقامت کی راہ کو اپنایا اور خداوند عالم صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)

کلمہ "کاین" مبالغہ اور زیادتی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس آیت کے معنی اس طرح ہیں: کس قدر انبیاء الٰہی اور علماء و فقہاء راہ خدا میں خالص تھے کہ جو کافروں کے مدمقابل جنگ میں مشغول رہے۔

یہ تھا انبیاء علیہم السلام کا اپنی زندگی میں کردار۔ان کا پہلا وظیفہ،مذہبی ضمیر کی بیداری اور رشد تھا۔اور دوسرا وظیفہ،آسمانی قوانین کو زمین پر جاری کرنا تھی۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام کی بھی یہی ذمہ داری تھی،اس لیے کہ وہ حضرات،انبیاء علیہم السلام کے پیغامات کے نگہبان و محافظ ہیں۔

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک سیاستمدار شخصیت تھے،لیکن امام علیہ السلام کا ہم و غم اور کوشش صرف سیاسی امور کی دیکھ بھال نہیں تھی۔عبداللہ بن عباس روایت نقل کرتے ہیں: میں ذیقار نامی علاقے میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا،حضرت اپنے جوتوں میں پیوند لگارہے تھے،مجھ سے فرمایا: ان جوتوں کی کتنی قیمت ہوگی؟ میں نے کہا: کوئی قیمت نہیں ہے۔امام نے فرمایا: خدا کی قسم! تم لوگوں پر حکومت کرنے سے میرے نزدیک یہ ٹوٹے ہوئے جوتے زیادہ محبوب ہیں مگر صرف یہ کہ حق کو قائم کروں اور باطل کو سرنگوں اور مٹاسکوں[۲]۔

۱- سورہ آل عمران،آیت ۱۴۶۔

۲- نہج البلاغہ،خطبہ نمبر ۳۳۔آپ نے بصرہ کی جانب نکلتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "و لالفیتم دنیاکم هذه از هد عندی من عفطة عنز "[۱] (بیشک تم پہچان چکے ہو کہ میرے نزدیک دنیا کی حیثیت ایک بیمار بکری کی ناک کے پانی سے بھی کم اہمیت رکھتی ہے)۔

حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں سیاست وحکومت اصلی ہدف نہیں ہے، یہ کہ خود حضرت علی علیہ السلام مسند خلافت پر تکیہ کیے ہوئے ہوں، کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے بلکہ حق کا برپا کرنا باطل کا ختم کردینا اور مسلمانوں کے مذہبی ضمیر کی بیداری یہ وہ امور ہیں کہ جن کو امام علیہ السلام اہمیت دیتے تھے۔ اسی وجہ سے نہج البلاغہ کہ جو ایک حاکم وسپاہی اور فوج کے سپہ سالار کی تحریر کردہ ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ تقوی و توحید اور پروردگار کے صفات وآیات وجودی خداوند سے مملو و سرشار ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے مسند خلافت تک پہنچنے سے پہلے جو خطبات و احادیث ارشاد فرمائیں ہیں یا وہ تقاریر کہ جو خلافت سے پہلے فرمائی ہیں اور حضرت کی جنگ و صلح کے درمیان فرمائشات تمام ایک ہی روش و شیوہ پر ہیں اور وہ سب امت اسلامی کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور ہم حضرت علی علیہ السلام کو امام مانتے ہیں اس لیے کہ وہ ان امور کو انجام دیتے تھے اور یہ حضرت علی علیہ السلام کا وظیفہ اور شرعی تکلیف تھی۔ امام علیہ السلام صرف ایک حاکم عادل ہی نہیں تھے اگرچہ عادلانہ حکومت اہمیت کی حامل ہے لیکن صرف یہی کافی نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی بنیادی صفت کہ جس کی طرف ہمیں توجہ رکھنی چاہیے، حضرت کا تقوی و پائداری اور حضرت کی رفتار و گفتار میں اس تقوی و پائداری کا اظہار اور الہی شیوہ اور عظمتوں کو برقرار کرنا ہے، اور ان سب کے علاوہ حضرت کی جانب سے کچھ مخصوص افراد کی جیسے ہمام[۲]، کمیل بن زیاد[۳] وغیرہ

---

۱ - نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۳۔ یہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے معروف ہے۔

۲ - ہمام بن شریح بن یزید، حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں اور جانثاروں میں سے تھے وہ بہت زیادہ عابد و زاہد تھے۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۱۰، ص ۳۴۴۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۸، ص ۱۶۷۔ تکملۃ الرجال، ج ۲، ص ۵۹۵۔

۳ - کمیل بن زیاد نخعی کوفی، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے اصحاب اور قابل اعتماد شخصیتوں میں سے تھے، ان کے متعلق ابن کثیر نے تحریر کیا ہے: وہ سن رسیدہ ہونے کے باوجود بھی بہت بہادر و دلیر تھے، وہ حضرت کی جانب سے ہیت نامی شہر کے گورنر تھے، حضرت سے مروی ایک مشہور و معروف دعا انہیں کے نام سے مشہور ہے دعائے کمیل اس لیے کہ وہ اس دعا کے راوی ہیں۔ ابن عساکر نے

Presented By: https://jafrilibrary.com

کی ایک مذہبی رہبر اورامت کے درمیان انسانی اور بیدار ضمیر کی حیثیت سے تربیت فرمانا۔اس طرح کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب سے ان کے لیے عابد شب زندہ دار اور شیر ان روز کی تعریف کاملا منطبق آتی ہے[۱]۔

ہمام ایسی شخصیت تھے کہ جس کی تربیت امام علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی تھی اور انہوں نے حضرت کی راہنمائی اور درسوں سے استفادہ کیا تھا وہ اپنی راتوں کو یاد خدامیں گریہ وزاری کے ساتھ صبح کرتے تھے اور ہر شب ایک قرآن ختم کردیتے تھے ۔ ان کے بارے میں نقل ہے کہ انہوں نے دس سال تک نمازعشاء کی وضو سے نماز صبح کو انجام دیا ہے ،ہمام اسی صورت میں حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے خراسان کے گورنری کے عہدے پر فائز تھے، اس زمانے میں خراسان ،ایران وافغانستان اور روس کے بہت سے علاقوں کو شامل ہوتا تھا، ہمام نے دنیا سے کنارہ گیری اور رہبانیت اختیار نہیں کی تھی بلکہ وہ دن میں ایک حقیقی کاریگر اورز حمتکش تھے اور رات بھر عبادت خداکے لیے محراب میں گذارتے تھے ،ہمام نے حضرت علی علیہ السلام سے خواہش کی کہ آپ میرے لیے متقین کی ایسی توصیف فرمائیں کہ گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں حضرت نے متقین کے صفات بیان فرمائے تب وہ ان صفات کو سن کر "صعق همام صعقة، كانت نفسه فيها، فقال امير المومنين عليه السلام: اما والله لقد كنت اخافها عليه" بیہوش ہوکر گرے اور دنیا سے رخصت ہوگئے تب حضرت امیر المومنین نے فرمایا مجھ کو ان کے بارے اسی بات کا خوف تھا پھر آپ نے غسل وکفن کو حکم دیا اور نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: هكذ تصنع المواعظ البالغة باهلها[۲] (بالیاقت واہلیت افراد کے لیےاسی طرح موعظ و نصیحت کی جائے) اسی طرح کمیل بھی تھے کہ آپ نے حضرت کے ہاتھوں تربیت پائی آپ کے اخلاقی دروس سے استفادہ کیا، ان کی راتیں عبادت و گریہ وزاری میں گذرتی تھیں وہی دعائے کمیل کے راوی ہیں کہ جو شب

تاریخ دمشق میں ان کو کوفہ کے آٹھ مشہور عابدوں میں سے شمار کیا ہے، ان کی شہادت حجاج کے ہاتھوں ۸۲ھ میں واقع ہوئی۔ رجال طوسی، ص۹۵۔ رجال برقی، ص۶۔ تاریخ دمشق، ج۵۰، ص۲۵۰۔ البدایہ والنہایہ، ج۹، ص۴۲۔

۱۔ بحارالانوار، ج۶۵، ص۱۸۰۔

۲۔ بحارالانوار، ج۶۴۔ ص۳۴۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جمعہ پڑھی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی وہ حضرت کی جانب سے بغداد کے قریب ہیت[1] نامی شہر کے گورنر تھے یعنی آپ نے اس زہد و تقوی کے باوجود دنیا سے قطع تعلق نہیں کیا، کہ وہ دن بھر محنت و مزدوری کرتے اور راتوں کو عبادت الہی میں گذار دیتے تھے اور حضرت کے اصحاب میں ایسی صفات کے حامل صرف تنہا یہی نہیں تھے بلکہ دوسرے افراد بھی جیسے عمار یاسر[2]، میثم تمار[3]، قنبر[1]، حجر بن عدی۔

۱۔ بغداد کے قریب نہر فرات کے کنارے ایک شہر تھا شہر انبار کے اوپر، کہ جس میں کھجور کے بہت سے باغات ہوا کرتے تھے۔ معجم البلدان، ج۵، ص۴۲۱۔

۲۔ عمار بن یاسر بن عامر مذحجی (۵۷ قبل از ہجرت - ۳۷ھ)، ابو الیقظان، آپ ایمان و ہجرت میں سابقین میں سے تھے، عقیدہ میں بہت مضبوط، آپ نے اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے والدین کے ساتھ مشرکین کے ہاتھوں بہت سختیاں برداشت کیں، لیکن شک و تردید کو قریب نہیں آنے دیا۔ آپ عمر کی جانب سے کوفہ کے گورنر رہے ہیں، اور عثمان کے زمانے میں بہت سخت مقابلہ کرنے والوں میں شمار ہوتے تھے، حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مخلص شیعہ اصحاب میں سے تھے، آپ نے حضرت علی کی طرف سے جنگ صفین میں شرکت کی اور کوفہ کے بڑے بڑے بہادروں و قاریوں کی سرداری فرمائی اسی دوران شہید ہوگئے، آپ کے بارے میں حضرت رسول اکرم کا فرمان ہے: تقتلک الفئة الباغیة. عمار تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جب عمار یاسر کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا: "ذالک امرء خالط الله الایمان بلحمه و دمه و شعره و بشره حیث زال الایمان معه، ولا ینبغی للنار ان تاکل منه شئا" وہ ایسی شخصیت تھی کہ اللہ نے ان کے گوشت پوست اور بال و کھال میں ایمان مخلوط کر دیا تھا کہ ان کا ایمان انہیں کے ساتھ ختم ہو سکتا تھا ویسے نہیں، لہذا جہنم کی آگ ان کے بدن کا کوئی ذرا سا حصہ بھی نہیں جلا سکتی۔ طبقات الکبری، ج۳، ص۱۸۶۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج۶، ص۱۴۔

۳۔ میثم بن یحیی تمار اسدی (متوفی ۶۰ھ) ابو سالم، آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے، وہ ایک بنی اسد کی عورت کے غلام تھے، حضرت نے ان کو خرید کر آزاد کیا تھا، وہ حضرت کے چاہنے والے اور راہ حق پر گامزن افراد میں سے تھے، ولایت کے مدافع، علم و عمل میں بلند مقام رکھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا: القی الیه علم البلایا و المنایا" آپ کو آزمائشات و مصیبتوں کا علم غیب حاصل ہے۔ آپ ایک عظیم خطیب، مفسر قرآن، متکلم، آپ کی علم حدیث میں ایک کتاب ہے، آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے کچھ روز قبل ابن زیاد نے کوفہ میں قتل کر دیا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کی شہادت کی کیفیت اور جو کچھ اس راہ میں مصیبت و آلام آئیں گے خبر دی تھی، ابن زیاد نے آپ کو تین دن تک سولی پر لٹکائے رکھا اور آپ حضرت علی علیہ السلام کے تختہ دار ہی سے فضائل بیان کرتے رہے اور لوگوں کو آنے والے حوادث کی خبر دیتے رہے یہ حالات ابن زیاد پر بہت سخت گذرے تب اس نے آپ کی زبان کاٹنے کا حکم دیا، آپ اسلام میں پہلی شخصیت ہیں کہ جن کی زبان سولی دینے کے ساتھ ساتھ کاٹی گئی۔ اعیان الشیعہ، ج۱۰، ص۱۹۸۔ معجم رجال الحدیث، ج۱۹، ص۹۴۔ منتہی الآمال، ج۱، ص۲۹۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور ضرار(۲) وغیرہ بھی ایسی صفات حمیدہ کے حامل تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ میں جن افراد کی تربیت کی تھی کہ جو راتوں کو گریہ وزاری میں بسر کرتے اور نماز صبح کو نماز عشاء کی وضو سے انجام دیتے تھے اور دن میں لوگوں کی صلح و جنگ کی رہبری کرتے تھے وہ دوسرے افراد کی تربیت کریں کہ جو ان سے کچھ نیچے کے مرحلے میں ہوں اس طرح کہ اگر حضرت نے دسیوں انسانوں کی تربیت کی ہو تو وہ سیکڑوں ایسے انسانوں کی تربیت کریں کہ جو حداقل آدھی رات تک شب بیداری کریں اور وہ ہزاروں ایسے افراد کی تربیت کریں کہ جو حداقل نماز کو صحیح انجام دے سکیں اور قرآن کریم کی صحیح تلاوت کر سکیں۔اور پھر لاکھوں ایسے انسان ہوں کہ جو خداوند عالم پر صحیح عقیدہ و ایمان رکھتے ہوں اور راہ خدامیں ایثار کے لیے آمادہ ہوں اور اس کے نتیجہ میں امام علیہ السلام کے لیے امت اسلامی میں انسانوں کی کثیر تعداد ہو کہ ہر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

اسی طرح حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے اس زمانے میں زندگی بسر کی کہ اسلامی امت اس زمانے میں مادی اعتبار سے اپنے اوج و کمال تک پہنچ چکی تھی پوری دنیا سے ہر روز بہت زیادہ پیسہ دار السلطنت تک پہنچتا تھا اس حد تک کہ ہارون ایک روز سیدھا سویا ہوا تھا اور بادلوں کو دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: چاہے مشرق کو جا یا مغرب کی طرف بہر حال تیرا خراج میرا حصہ ہے(۳)۔

---

۱ - وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے غلام اور مخلص شیعہ تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو ابتداء ہی سے حضرت کے حق کی معرفت رکھتے تھے لہٰذا وہ ہر حال میں حضرت کے ساتھ رہے آپ کی مدد کی آپ کے حق سے دفاع کیا اور آپ کی ولایت پر باقی رہے۔ بلکہ آپ کو حضرت کا مخلص فرمانبردار مانا جاتا ہے۔آپ کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: "كان لعلى عليه السلام غلام اسمه قنبر، و كان يحب عليا حبا شديدا" حضرت علی علیہ السلام کا ایک غلام تھا بنام قنبر کہ جو حضرت سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔اہل سنت کی روایت میں ہے کہ قنبر سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ قنبر نے جواب دیا میں اس کا غلام ہوں کہ جو دو تلواروں سے لڑا، دو نیزوں سے لڑا، دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور دو مرتبہ حضور کی بیعت کی۔۔۔" قنبر ہمیشہ حضرت علی علیہ السلام کی مشیت و مرضی کے پابند تھے آپ کے اوامر کے مطیع، آپ حجاج کے باغی لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ الاختصاص، ص ۷۳۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۶، ص ۲۸۱۔ منتہی الآمال، ج ۱، ص ۲۹۲۔

۲ - ضرار بن ضمرہ ضبابی، حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مخلص اصحاب میں سے ہیں۔ فصیح لسان، گفتگو اور حجت کے اعتبار سے انتہائی مضبوط، آپ کی وہ تقریر معروف ہے کہ جب معاویہ نے حضرت علی کے صفات معلوم کیے تو آپ نے ایسی توصیف کی کہ معاویہ اس کے ساتھ رونے لگے۔ اعیان الشیعہ، ج ۳، ص ۴۰۳۔ مستدارکات علم رجال الحدیث، ج ۴، ص ۲۷۹۔

۳ - مآثر الانافہ فی معالم الخلافہ، ج ۱، ص ۱۹۴۔ صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء، ج ۳، ص ۲۸۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس زمانے کے حاکم اور مالدار لوگ اس قدر زمین اور مال و دولت و کنیز وغلام رکھتے تھے کہ ان کا حساب وکتاب ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ وہ اپنی زندگی میں بہت زیادہ امکانات کے حامل تھے اور بہت زیادہ اسراف وفضول خرچی کرتے تھے۔

ایسے عالم میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا وظیفہ کیا تھا؟

کیاآپ کا وظیفہ صرف یہ تھا کہ ہارون الرشید کہ جو اسلامی امت کے وجود میں ایک چرکین سے بھرا ہوا کینسر کا غدود تھا اس کو مسند خلافت سے اٹھا کر پھیکدیں؟ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا بنیادی وظیفہ امت میں مذہبی وجدان و ضمیر کا رشد و پروش تھی۔ اسی وجہ سے جس وقت امام علیہ السلام زندان میں جاتے ہیں تو زندانی افراد بھی مجبور تھے کہ حضرت کی زندگی سے متاثر ہوں اور وہ اصول و اخلاق کہ جو امام علیہ السلام کی خداوند عالم کے حضور مناجات و دعا اور رفتار و عبادت میں مجسم تھے، مستفیض ہوں۔ ہارون الرشید نے اپنے چچازاد بھائی کو ایک خط لکھا اور کہا: موسی بن جعفر کو قتل کردے۔ اس کا چچازاد بھائی عیسی بن جعفر بن ابی جعفر عباسی ہارون کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا اس نے اس طرح جواب دیا:

میں نے موسی بن جعفر سے سوائے رات میں عبادت اور دن میں روزہ و دعا کے کچھ اور نہیں دیکھا ہے وہ حتی اپنی دعاؤں میں بھی ہمارے لیے بددعا نہیں کرتے، میں نے اپنے جاسوسوں کو ان کے پیچھے لگایا، وہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں: پروردگارا! تو جانتا ہے میں نے ہمیشہ تجھ سے چاہا ہے کہ مجھ کو اپنی عبادت کے لیے خالص فرما، پروردگارا تونے بھی ایسا ہی کیا پس تیرا بہت بہت شکر ہے۔ لہٰذا یا ان کی ذمہ داری کو میرے اوپر سے اٹھالے یا پھر میں ان کو آزاد کردوں گا[1]۔ اس نے ان باتوں کے بعد امام علیہ السلام کو بغداد کی پلیس کے حوالے کردیا۔ اسی وقت وزیر فضل بن ربیع آگیا، فضل کا بیان ہے کہ: میں حضرت کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا اس لیے کہ وہ ایسی شخصیت ہیں کہ جو روی زمین پر سب سے بڑے عبادت گذار اور ان سے بڑا کوئی عقلمند واعلم نہیں ہے۔ اس نے اپنے ایک ماننے والے سے کہا: تو جانتا ہے کہ یہ وہ شخص ہیں کہ کوئی شخص بھی ان کو برا بھلا نہیں کہتا مگر یہ کہ اپنی زندگی میں الٰہی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ فضل کا یہ بھی کہنا ہے:

۱۔ الفصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ، ج۲، ص ۹۵۳-۹۵۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کئی بار مجھے حضرت کے قتل کا حکم دیا گیا لیکن میں نے ان حکموں کی اطاعت نہیں کی اور ان سے کہدیا کہ میں اس کام کو انجام نہیں دے سکتا چاہے مجھ کو قتل کردیا جائے جو مجھ سے چاہتے ہیں وہ میں انجام نہیں دے سکتا(۱)۔

یہاں سے واضح ہوجاتا ہے کہ امام علیہ السلام توحیدی روحیہ کو نماز و دعاومناجات اور شب بیداریوں کے ذریعہ منتشر فرماتے تھے اس طرح آپ نے کچھ لوگوں کی ایسی تربیت فرمائی کہ جو لوگ مذہبی تحریک کے رہبر وپیشوا کہلائے ہیں۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے جو خط ہشام بن حکم(۲) کو لکھا ہے اس کو پڑھیں، ایسا خط کہ جو جو انسان کی تربیت کے لیے تنہا ہی کافی ہے۔ لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس طرح نامہ لکھتا تو وہ کبھی بھی اتنا متاثر نہیں ہوتا۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے اس خط کے ذریعہ ہشام بن حکم کی روح کو اس قدر متاثر کیا کہ اس نے ایک کامل تربیت حاصل کرلی۔ اور اس خط کی معنوی و نفسیاتی تلقین اس خط کے متن و عبارت سے کہیں زیادہ تھی اس لیے کہ امام علیہ السلام نے اس سے پہلے کہ اس خط کی تعلیمات کو ہشام کے لیے سفارش تحریر کریں ان کو اپنے اندر تجسم کی صورت بخشی اور اس کے علاوہ وہ افراد کہ جو امام علیہ السلام کے ساتھ غیر عرب تھے اور امام علیہ السلام کے خادمین وفرزندان ہر ایک حضرت کے اعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے متدین و متقی ہوگئے تھے اور یہی آئمہ طاہرین علیہم السلام کا بنیادی وظیفہ ہے۔

شاید ہم میں سے کوئی یہ کہے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو مخفی ہوجانا چاہیے تھا اور اس تحریک کی مخفیانہ ہدایت فرماتے، اور سیاسی اقدامات کا آغاز فرماتے، حقیقت میں یہ کام اہم ہے لیکن امام علیہ السلام نے اس وظیفہ کو دوسروں کے سپرد کردیا تھا اور ہم اس سلسلے میں پہلے بیان کرچکے ہیں کہ امام علیہ السلام کے ذریعہ مذہبی تحریک منظم و مرتب ہوچکی تھی۔

آئمہ طاہرین کا سب سے بڑا نقشہ امت کی معنوی رہبری تھا اور اسی وجہ سے آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے اور پرائے حتی دشمنوں کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ مثال کے طور پر منصور دیوانقی نے خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو شہید کیا لیکن حضرت کی شہادت کے بعد بہت زیادہ گریہ کرتا ہے اور اپنے

---

۱ - عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج۱، ص۱۰۷-۱۰۸۔

۲ - آپ کا یہ خط عقل کے متعلق ہے۔ کافی، ج۱، ص۱۳۔ تحف العقول، ص۲۸۲-۲۸۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک طرفدار (ابوایوب خوزی) سے کہتا ہے : یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے کہ جس میں جعفر بن محمد کی شہادت کی خبر ہم کو دی گئی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون تین مرتبہ کہا۔اور ہم جعفر بن محمد جیسی شخصیت کہاں پیدا کر سکتے ہیں[۱]۔

تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام بنی نجار کے باغ کی طرف جاتے اور تمام رات گریہ و زاری میں گذارتے تھے[۲]، حضرت کا گریہ صرف گریہ نہیں تھا بلکہ حضرت کا گریہ خداوندعالم کے لیے صادقانہ اور عمیق تھا یہ وہی اسباب تھے کہ جو ایمان کے شعلوں کو ہماری جان میں بھڑکا دیتے ہیں۔ حضرت مدنیہ منورہ کی گلیوں میں پیدل چلتے تاکہ کسی فقیر یا نادار یا کسی بیمار سے ملاقات کریں اور اس کو تسلی دیں۔

روایت میں منقول ہے کہ ایک شخص اپنے باغ وکھیت میں آتا جاتا تھا ایک روز اس نے کسی کے رونے کی آواز سنی وہ سمجھ گیا کہ یہ آواز حضرت علی علیہ السلام کی آواز ہے کہ جو اپنے سر کو دیوار پر رکھے ہوئے ہیں[۳] وہ امام کے اندوہ اور درد کی وجہ سے حیرت زدہ اور غمگین ہوگیا۔ حضرت نے اپنے سر کو دیوار پر اس لیے رکھ رکھا تھا کہ امام علیہ السلام کی طاقت و قوت رات بھر کی عبادت اور شب بیداری کی وجہ سے تحلیل ہوچکی تھی۔

---

۱ - بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۳۔اعلام الوری، ص ۲۹۸۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۳۲۰۔

۲ - بحارالانوار، ج ۴۱، ص ۱۱۔

۳۔ بحارالانوار، ج ۴۱، ص ۲۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

● آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ذمہ داریاں انبیاء علیہم السلام کی ذمہ داریوں کی تکمیل ہے جیسا کہ ان کی مذہبی تحریک، آسمانی تحریک کا تسلسل ہے۔

● اہم ترین مسئلہ انبیاء علیہم السلام اور اسی طرح آئمہ علیہم السلام کی تحریک اور وظیفہ کو درک کرنا ہے کہ وہ کن کن چیزوں سے مقابلہ کرتے تھے۔

● جو چیزیں انبیاء علیہم السلام کی ذمہ داری و وظیفہ دو اہداف میں پیش کی جا سکتی ہیں:

الف: انسانی ضمیر کی بیداری و رشد۔

ب: انسانی دنیوی زندگی میں نظم و ترتیب۔

● انبیاء کی بعثت کا مقصد انسانی اجتماعی زندگی میں عدالت قائم کرنا اور ہر دور میں ان کی اصلاح کرنا تھا۔ اور یہی آئمہ طاہرین علیہم السلام کا وظیفہ اور مقصد تھا اس لیے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے مقاصد و اہداف کے محافظ ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دوسرا باب

بنی امیہ کے زمانے میں مذہبی تحریکوں کی روش

- پہلی فصل : حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا زندگی نامہ اور سیرت طیبہ
- دوسری فصل : امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک
- تیسری فصل : بنی امیہ کے حکومت کے دوران سیاسی تحریکیں
- چوتھی فصل : حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پہلی فصل

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا زندگی نامہ اور سیرت طیبہ

- ✓ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے کے سلسلے میں تحقیق و تحلیل
- ✓ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں اسلامی حکومت کی حالت

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے کے سلسلے میں تحقیق و تحلیل

مناسب ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کی بہت زیادہ گہرائی کے ساتھ تحقیق کریں۔ تاکہ آپ کے رخ انور کو درک کر سکیں کہ جو ہمارے لیے راستے کو منور کرتا ہے۔

آپ کے نورانی وجود کی عظیم و عمیق تاثیر مسلمانوں پر پوشیدہ ہے اور آپ کا کردار مسلمانوں کی راہنمائی میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ادوار میں سے مبہم ترین و پوشیدہ ترین دور سمجھا جاتا ہے[۱]۔

بہت سے لوگ، مسلمانوں کے حالات پر امام علیہ السلام کے وجود مقدس کی عظیم و حقیقی تاثیر سے بے خبر ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ، حضرت کو یا آپ کے بعض واضح صفات کو اور ان صفات کو کہ جو صحیفہ سجادیہ[۲] میں وارد ہوئے ہیں نہیں جانتے یا بطور کلی اپنے آپ کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے کردار کے متعلق تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں یا یہ کہ اصلا امام کے وجود مقدس کے اثر سے بے خبر ہیں۔

---

۱ - حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی سیرت طیبہ سے بہتر آشنائی کے لیے مراجعہ فرمائیں خود مولف محترم کی کتاب: الامام السجاد، السجاد، قدوۃ واسوۃ۔ یا محمد قرشی کی کتاب: حیاۃ الامام زین العابدین علیہ السلام، دراسۃ و تحلیل۔ نیز علامہ سید محمد کاظمی قزوینی کی کتاب: الامام زین العابدین من المھد الی اللحد۔

۲ - حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی عظیم دعاؤں کا مجموعہ ہے کہ جو صحیفہ سجادیہ کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ محقق جلالی کہتے ہیں: یہ صحیفہ، صحیفہ اولی کے نام سے مشہور ہے اس لیے کہ حضرت سے اور بھی دعاؤں کی کتابیں منسوب ہیں کہ جن میں سے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ علامہ بزرگ طہرانی نے الذریعہ میں تحریر کیا ہے شیعیان اہل بیت علیہم السلام اس صحیفہ پر بہت زیادہ توجہ رکھتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریک کے اہداف

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام [۱] کی شخصیت و تاثیر کو اچھی طرح درک کرنے کے لیے سب سے پہلے مذہب اور مذہبی ہونے کو سمجھا جائے۔ یہاں پر ہمارا مقصد وہ لوگ ہیں کہ جو یہ تصور کرتے ہیں یا اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ مذہبی تحریک، صرف ایک سیاسی تحریک تھی کہ جو فقط بنی امیہ اور ان کے بعد بنی عباس کی حکومت کو گرانے کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں رکھتی تھی۔ گرچہ یہ صحیح ہے کہ بہت سے زمانوں میں مذہبی تحریک میں سیاسی رنگ بھی نظر آیا ہے لیکن یہ تحریک فقط سیاسی نہیں تھی بلکہ سیاست اس تحریک کا ایک حصہ رہا ہے۔

یہ مذہبی تحریک، ایک عام تحریک تھی کہ جس کا ایک حصہ سیاسی بھی تھا۔

یہ تحریک اپنے اہداف کے پیش نظر انہی الٰہی رسالتوں اور ذمہ داریوں کو اٹھائے ہوئے تھی کہ جو انبیاء علیہم السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی تھیں۔

رسالت الٰہی کا ہدف، انسانوں کے لیے سیاسی، اخلاقی، اجتماعی و دینی ابعاد کی بنیانگذاری ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا ہدف صرف سیاسی سرگرمیاں نہیں تھیں اگرچہ سیاسی سرگرمیاں اپنی حیثیت سے انسانی زندگی کے تمام جوانب سے مربوط ہوتیں ہیں۔

علامہ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم العلماء میں متوکل بن عمیر کے زندگی نامہ میں زبور آل محمد سے تعبیر کیا ہے اور یحیٰ بن علی بن محمد حسنی عریضی کے زندگی نامہ میں انجیل اہل بیت علیہم السلام سے تعبیر کیا گیا ہے اور ہمارے علماء نے اپنے اجازات میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور زمانہ قدیم ہی سے اس کی روایات پر اہتمام کیا ہے اور یہ سلسلہ گذشتہ زمانے سے آج تک جاری ہے ان دعاؤں کا سلسلہ سند حضرت امام محمد باقر اور جناب زید شہید علیہما السلام تک پہنچتا ہے۔ الذریعہ، ج ۱۳۔ فہرس التراث، ج۱، ص۱۱۱۔

۱ - شذرات الذھب، ج۱، ص ۳۴۷ میں درج ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین کہا جاتا ہے اور آپ ہمیشہ پوری زندگی شبانہ روز ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کے زین العابدین لقب کی یہی وجہ ہے کہ آپ نماز شب میں پوری پوری رات محرب عبادت میں کھڑے رہتے تھے۔ مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ج ۲، ص ۸۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سیاسی تسلط، اجتماعی اوضاع کی پیداوار

علمی نقطہ نظر سے، ایک حاکم اپنی حکومت میں لوگوں کے لیے یا ایک طبیعی نمائندہ ہے یا الٰہی نمائندہ۔ یہ بات محترم قارئین کے لیے مبہم اور پیچیدہ ہے لہٰذا ہم اس کی وضاحت پیش کرتے ہیں۔

طبیعی نمائندہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جس کی نمائندگی امت کے لیے یا مثبت ہے یا منفی، لیکن الٰہی نمائندہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جو امت کے لیے صرف مثبت نمائندگی رکھتا ہے۔

مثال کے طور پر، حضرت علی علیہ السلام اپنی خلافت کے دوران امت کے لیے الٰہی و مثبت نمائندگی رکھتے ہیں لیکن یزید بن معاویہ اپنے زمانے میں طبیعی نمائندہ تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام امت اسلامی یزید کے ظالمانہ اور وحشیانہ اعمال کی ذمہ دار ہے جب کہ امت اسلامی میں سے کوئی ایک فرد بھی نہ شفاہی اور نہ کتبی یزید کے ان جنایات اور مظالم سے راضی تھا کہ جو اس کے زمانے میں یا اور بنی امیہ کی حکومت کے دوران امت پر انجام پائے ہیں۔ لیکن اسلامی امت، اخلاقی بحران کی وجہ سے کہ جو ان کے حق سے منحرف ہونے، کنارہ کشی اور سستی و ایک دوسرے کے کاندھوں پر ذمہ داریاں ڈالنے کی وجہ سے وجود میں آیا تھا، یزید جن وحشیانہ مظالم کا مرتکب ہوتا وہ سب اس میں شریک و سہیم تھے۔

اگر اسلامی امت حقیقی روح ایمان کی حامل ہوتی اور صحیح طریقے پر اپنے دین کی طرف متوجہ ہوتی اور دین کے لیے ایثار کا جذبہ رکھتی ہوتی تو یزید کے مظالم میں سے ایک بھی ظلم وجود میں نہیں آسکتا تھا، بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یزید بن معاویہ کہ جو اسلامی امت میں ایک بہت بڑا ظالم شمار کیا جاتا ہے اصلا بعنوان حاکم و خلیفہ اسلامی امت پر مسلط نہیں ہو پاتا۔ لہٰذا یزید بن معاویہ، اسلامی امت اور اس کے اوضاع و احوال میں اپنی حکومت کے درمیان ایک نمونہ تھا کہ وہ جس طرح کا بھی ہے اسی طرح کی حکومت کرے گا۔

اگر یہ مسئلہ صحیح ہے کہ جو تاریخ و علم الاجتماع اور سیاست کے لحاظ سے بھی صحیح ہے تو ہمیں متوجہ رہنا چاہیے کہ سیاست میں تبدیلی تنہا حاکم کی تبدیلی سے ممکن نہیں ہے، اگر چہ حاکم کی تبدیلی بھی، جب تک کہ امت میں سے کچھ لوگ اور گروہ تبدیل نہ ہوں تب تک متحقق نہیں ہو سکتی، خصوصا وہ گروہ کہ جو کیفیت و کمیت کے لحاظ سے دوسروں سے برتر ہیں۔ یہاں پر ایک سوال پیش آتا ہے کہ حاکم فاسد کا سقوط کس طرح ممکن ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

کس طرح ایک حاکم تبدیل ہو سکتا ہے؟اور کس طرح اس کو تبدیل کیا جاسکتا ہے؟

یہ کس طرح ممکن تھا کہ ہٹلر[۱] کو ہٹا کر اس کی جگہ کسی اور کو بٹھاتے؟ہٹلر کی تبدیلی جب ہی ممکن تھی کہ جب پہلے جرمنی کے لوگ اپنے آپ کو تبدیل کرتے یا لوگوں میں سے اکثریت اپنی اصلاح کرتی اور اس کو ہٹانے پر اقدام کرتے اور یا پھر جرمنی کے تھوڑے بہت لوگ بنیادی طور پر ہٹلر کی مخالفت میں کھڑے ہوتے اور اس کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوتے۔

لہٰذا سب سے پہلے قوم میں تبدیلی ضروری ہے اور اس تبدیلی کے بعد حاکم کی تبدیلی ممکن ہے ،یہی مطلب ، رعایا اور حاکم کے درمیان رابطہ اور اقتصاد و سیاست کے درمیان ارتباط کو ہمارے لیے مشخص و روشن کرتا ہے اور اسی کے نتیجہ میں قوم میں وحدت و اتحاد وجود میں آتا ہے اور معاشرے میں اجتماعی ، اقتصادی، دینی اور اخلاقی عوامل کے ذریعہ ایک کامل وحدت کا اثر و تاثیر وجود میں آتی ہے کہ جو ایک دوسرے کا لازم و ملزوم ہیں۔

لوگوں کے دلوں میں آزادی کا بیج بونا

آئمہ معصومین علیہم السلام بہت عظیم ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے کہ جس میں ایک جزئی و مختصر سی ذمہ داری حکومت کے نظام کی تبدیلی تھی لیکن اس ذمہ داری کے دوسرے اجزاء امت اسلامی کی فلاح و بہبودی اور تہذیب و تمدن کی اصلاح تھی کہ جو اس سے کسی حد تک بھی کم اہمیت کی حامل نہیں تھی۔ لہٰذا آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ذمہ داریوں میں اہم ترین ذمہ داری امت اسلامی کے اکثریت کی گردنوں سے غلامی کی زنجیر کو نکال پھینکنا اور ان پر آزادی کی مہر لگانا تھی۔

---

۱ - اڈولف الوئس ہٹلر (۱۸۸۹-۱۹۴۵ء) جرمنی کا نازی پارٹی کی سیاسی شخصیت، شہر نمساء میں پیدا ہوا، اور وہ جرمنی کی نازی پارٹی کا قومی صدر تھا، اڈولف الوئس ہٹلر نے ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۵ء تک جرمنی پر حکومت کی ہے اور اسی دوران اس کے تمام حریف اس کے مقابل کھڑے ہوگئے کہ جس کے نتیجہ میں دنیا میں عالمی دوسری جنگ وجود میں آئی یہاں تک کہ جرمنی کا دار الحکومت برلین سقوط کر گیا۔ ۱۹۴۵ء میں دوسری عالمی جنگ کے آخری ایام میں ہٹلر نے اپنی ایک معشوقہ بنام ایفا براؤن سے مدتوں عشق کے بعد شادی کی اور شادی کے دو دن کے اندر ہی دونوں نے خودکشی کر لی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

انسان، آزادی کو چاہتا ہے لیکن غلامی واستثمار کی زنجیریں انسان کی گردن میں پڑی ہوئی ہیں کہ جو اس بات سے مانع ہوتی ہیں کہ اس کا دل، آزادی کے عشق کا احساس کرسکے۔ بعض اوقات وہ انسان کہ جو آزادی کا فریفتہ ہے وہی غلامی و بردگی کا خواہشمند نظر آنے لگتا ہے۔ "ابراہام لینکلن [۱] " امریکہ کے غلاموں کو شمال و جنوب کی جنگ کے دوران آزاد کرتا ہے اور غلام گیری کو ملک کے بنیادی قوانین سے ختم کردیتا ہے لہٰذا وہ غلام کہ جو اپنے گورے آقائوں کے پاس ان کے کارخانوں، زمینوں وغیرہ میں کام کرتے تھے، ایک نئی اور آزاد زندگی میں پلٹ جاتے ہیں اور اس طرح غلاموں کے سروں سے آقائوں کا تسلط ختم ہوجاتا ہے، لیکن غلاموں کو چونکہ غلامی کی عادت ہوگئی تھی۔

لہٰذا ان غلاموں میں سے بہت زیادہ غلاموں نے اپنے آقائوں اور مالکوں سے رجوع کیا اور ان سے اس طرح اظہار کیا: ''ہم حقیقت میں اس غلام گیری کو ختم کرنے کے قانون کے مخالف ہیں، بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے مالک پھر سے غلام بنالیں''اس کی دلیل یہ تھی کہ غلامی نے ان کے یہاں اپنی جڑیں مضبوط کرلی تھیں۔ اگرچہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اور ان سے پہلے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان سے پہلے انبیاء الٰہی علیہم السلام نے لوگوں کو آزاد کرایا لیکن لوگ اپنے زمانے کی طاغوت حکومتوں کے ذریعہ پھر سے غلام بنالیے جاتے اور پھر کوئی انقلاب و تحریک وجود میں نہیں آتی تھی اور اس کے نتیجہ میں کوئی تمدنی پیشرفت بھی نہیں ہوتی تھی۔ انبیاء الٰہی وہ افراد تھے کہ جو آغاز تاریخ ہی سے آزادی کو انسانوں کے لیے تحفہ میں لائے تھے اور آزادی و ایثار کے بیج بوئے تاکہ انسانوں کو روح وجان عطا کرسکیں۔

اسی بنیاد پر آئمہ طاہرین علیہم السلام اچھے ونیک افراد کی تربیت کرسکے۔ وہ افراد کہ جو کربلا جیسے میدان میں حاضر ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمرکاب ہوکر جنگ میں شریک ہوئے وہ کون لوگ تھے؟ اگر وہ لوگ تمام اہل کوفہ کی طرح ہوتے تو وہ بھی یزید کے طرفدار ہوتے۔

۱۔ ابراہام لینکن (۱۸۰۹۔ ۱۸۶۵ء) یونائیٹڈ س آف امریکہ کا سولہواں صدر مملکت، کہ جس نے ۱۸۶۱ سے ۱۸۶۵ء تک امریکہ پر حکومت کی۔ اس کا امریکہ کے نامور اور اہم صدور مملکت میں شمار ہوتا ہے۔ چون کہ اس زمانے میں امریکہ کے شمال و جنوب حصہ میں داخلی جنگ چھڑ گئی اور بعض ریاستوں نے اپنے اپنے استقلال کا اعلان کردیا۔ اس نے اپنی حکومت کے دوران پھر سب کو متحد کیا اور یہ عظیم واقعہ ۱۸۶۳ء میں بہت ہی زحمتوں کے بعد پیش آیا جس کے نتیجہ میں خود اس کو ۱۸۶۵ء میں قتل کردیا گیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

آئمہ طاہرین علیہم السلام وہ افراد تھے کہ جنھوں نے اس طرح کے لوگوں کی تربیت کی اور ان کی عشق و رغبت کے ساتھ راہ خدا میں آزادی و جہاد اور آخرت پر ایمان وغیرہ کے لیے تربیت کرتے رہے۔

انبیاء و آئمہ علیہم السلام کا ہدف و مقصد، انسان سازی

انبیاء علیہم السلام، انسان سازی کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور اسی چیز کے لیے وہ ہمیشہ کوشاں رہے اور آخرکار بہت سے افراد کی تربیت کرنے میں کامیاب ہوگئے، یہ وہی افراد تھے کہ جو نمونہ قرار پائے اور تہذیب و تمدن کے انقلاب رونما کیے اور اوضاع کی تبدیلی میں ایثار و قربانیاں پیش کیں۔ یہ وہی بنیادی کام تھا کہ جو حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام نے انجام دیا۔امام علیہ السلام نے امت میں دینداری کی روح پھونکی کہ جو طاغوتوں سے نجات اور حکومت الہی کو برپا کرنے اور ظالم حاکموں اور غلامی سے انسانوں کو نجات دلانے کا سبب ثابت ہوئی۔

اگر آئمہ طاہرین علیہم السلام لوگوں کو چھوڑ دیتے اور صرف یونہی سیاست اور سیاسی حکومت بنانے میں مشغول ہوجاتے، تو ان کی تحریک بھی دوسری سیاسی تحریکوں کی طرح ہوتی کہ جیسے کہ لوگ اکثر دنیا کے گوش و کنار سے اپنے چھوٹے بڑے اہداف کے تحت تحریک چلاتے ہیں اور جیسے ہی حکومت ان کے ہاتھ میں آتی ہے تو ظلم و جور اور لوگوں پر تجاوز کرنا شروع کردیتے ہیں۔

بنی عباس اور علویوں کی تحریکوں کے درمیان بنیادی فرق

بنی عباس اور علویوں کی تحریکوں کے درمیان فرق یہ تھا کہ علوی حضرات مکتب اسلام کے خواستار تھے اور مکتب اسلام کا مقصد ہے کہ اجتماعی و اقتصادی و سیاسی نظام ایک کامل مقصد کے تحت تشکیل پائے۔ علوی ایک ایسی عادل حکومت چاہتے تھے کہ جو لوگوں کو آزادی فراہم کرسکے۔ایسی حکومت کہ جو حق و کمال کے تمام شرائط رکھتی ہو۔ جب کہ بنی عباس کا ارادہ تھا کہ بنی امیہ کی حکومت کو گرائیں اور کوئی دوسرا گروہ ان کی جگہ پر حکومت کرے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بنی عباس نے حکومت حاصل کرلی تو ایسے کارنامے انجام دیے کہ جیسے بنی امیہ نے بھی انجام نہیں دیے تھے۔ کہا جاتا ہے حتی بعض تواریخ میں وارد ہے کہ جس وقت

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنی عباس کا قیام خراسان میں شروع ہوا، ابو مسلم خراسانی[1] نے ہزاروں لوگوں کو زندان میں ڈالدیا اور پھر سب کو قتل کردیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ بات صحیح ہے یا نہیں، لیکن جیسا کہ تاریخی کتابوں میں مذکور ہے کہ ابو مسلم خراسانی ایک سفاک و خونخوار انسان تھا[2]۔

ابو مسلم ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا کہ جن کا وہ خود خدمت گذار تھا[3] اور بنی عباس نے ابو مسلم سے پہلے اس کے غلام ابوسلمہ کو قتل کرادیا[4]۔ بنی عباس نے ان علوی اور موالیوں کو بھی قتل

---

۱ - ابو مسلم خراسانی، عبدالرحمٰن بن مسلم (۱۰۰ھ-۱۳۷ھ) اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ امین آل محمد تھا، اور بنی عباس کی حکومت کے بنانے میں بہت معاون و مددگار تھا۔ اس کو عبدالرحمٰن بن شیرون بن اسفندیار ابو مسلم مروزی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ ایک ہوشیار صاحب رای اور عقل وتدبیر کا مالک تھا۔ اس نے کوفہ میں تربیت پائی، شیخ عباس قمی نے تتمہ منتھی میں تحریر کیا ہے ابو مسلم نے لوگوں کو ابراہیم بن محمد بن علی کہ جو امام کے نام سے مشہور تھا کی بیعت کے لیے دعوت دی اس لیے کہ وہ محمد بن حنفیہؓ کی امامت کا معتقد تھا اور خراسان کی طرف چلا گیا اور مسلسل لوگوں کو بنی عباس کی ہمراہی کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ لوگ اس کے ساتھ مل گئے اور اس کی کمر مضبوط ہوتی گئی اس نے خراسان میں لوگوں کو کالے لباس پہن نے کا حکم دیا اور کالے پرچم بلند کیے۔ کتاب حدیقۃ الشیعہ، ص۵۵۶، میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سند صحیح کے ساتھ روایت نقل ہوئی ہے کہ اس میں ابو مسلم خراسانی کا نام اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں میں سے ہے۔ اور امام علیہ السلام نے اس کے شیعہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ جیسا کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مراسلہ کیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تب امام علیہ السلام نے فرمایا تیرے خط کا کوئی جواب نہیں ہے تو ہمارے پاس سے چلا جا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آخری زمانے میں سرزمین مشرق سے ایک شخص خروج کرے گا کہ جس کے ذریعہ خداوند عالم اہل شام کو ہلاک کرے گا اور وہ بنی امیہ سے حکومت چھین لے گا۔ ابو مسلم کو منصور دیوانقی نے ۱۳۷ھ میں قتل کیا۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۶۷۔ تتمی منتھی الآمال، ص۱۵۰۔ مستدرکات النمازی، ج۲، ص۴۵۲۔ الاعلام، ج۳ ص۳۳۷۔

۲ - الکامل فی التاریخ، ج۵، ص۱۳۷۔

۳ - الفخری، ص۱۶۵۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۲، ۱۸۵۔ الاخبار الطوال، ص۳۸۳۔

۴ - ابو سلمہ خلال، حفص بن سلیمان الہمدانی (متوفی ۱۳۲ھ) وہ خلال کے نام سے مشہور تھا اس لیے کہ وہ کوفہ کے دروازہ خلالین میں رہتا تھا اس کو وزیر آل محمد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، وہ پہلا شخص ہے کہ جس کو اسلام میں وزیر کے لقب سے یاد کیا گیا۔ اس نے بنی عباس کی حکومت کی خاطر بہت مال و دولت لٹایا۔ جب بنی عباس کی حکومت بن گئی اور سفاح خلیفہ بن گیا تو اس کو بنی عباس کا پہلا وزیر منتخب کیا گیا، وہ شبانہ روز سفاح کی خدمت انجام دیتا رہا یہاں تک کہ سفاح بھی اس سے بہت مانوس ہوگیا اور اس کی اطاعت و ادب کے چرچے ہونے لگے چونکہ وہ علم و سیاست وتدبیر میں مشہور تھا۔ ایک روز وہ اپنے گھر سے باہر نکلا کچھ لوگوں نے اس کو گھیر لیا اور اس کے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو مسلم خراسانی نے اس کے قتل کی سازش کی تھی یا سفاح نے اس کو قتل کرایا اس لیے کہ وہ علویوں کی طرفداری کرتا تھا۔ الاعلام، ج۲، ص۲۶۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کہ جو ان کی حکومت بنانے میں بہت زیادہ موثر تھے[۱] لہذا بنی عباس کی حکومت ایک حقیقی معنی میں وراثتی اور ظلم واستبداد کی حکومت تھی۔

ان دونوں تحریکوں کے درمیان کیافرق تھا؟

اس فرق واختلاف کے ذمہ دار کون افراد تھے؟

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک ہزار غلام خریدے اور تقریباایک سال کی مدت میں ان کی تربیت کرنے کی کوشش کی اور پھر ان کو آزاد کردیا اور ان کو معاشرے میں آزاد چھوڑ دیا[۲] تاکہ وہ عدالت وآزادی کو درک کرسکیں اور اس کے لیے ایثار وقربانی پیش کرسکیں۔ امام علیہ السلام نے مذہبی تحریکی نسل کی پرورش میں کوشش کی اور وہ فقط ایک سیاسی انقلاب ہی کی تلاش میں نہیں رہتے تھے بلکہ امام علیہ السلام کی نظر میں ایساانقلاب قابل تائید تھاکہ جو تمام طبقات وسطوح کو شامل ہو۔

مذہبی تحریک، اسلام کی بقاء کی ضامن

اگر آئمہ طاہرین علیہم السلام خصوصا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وجود مبارک نہ ہوتا تو اسلام بہت بڑے خطرے سے دوچار ہوچکا ہوتا، اس لیے کہ امت اسلامی اس زمانے میں مختلف سیاسی گروہوں میں تبدیل ہوچکی تھی کہ جن میں سے ہر ایک گروہ چاہتا تھاکہ حکومت کواپنے ہاتھ میں لے لے اور اس سلسلے میں کوشش کرتے، اسی وجہ سے حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے جو ظلم وستم اور جنایت بھی ممکن تھی اس کے مرتکب ہوتے تھے۔

عبداللہ بن زبیر کو دیکھیں، وہ حکومت پر قابض ہونے کے لیے قتل وغارت اور فتنہ وفساد سے بھی باز نہیں آتے تھے[۳]، وہ حجاج کے ظلم وستم اور جنایتیں کہ جن کے نتائج بھی بہت برے نکلے، بنی امیہ نے قتل وغارت میں بہت عجیب وغریب اقدامات کیے۔ سفاح ومنصور دیوانقی نے بھی بنی امیہ کو قتل کرنے

---

۱ - عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج۱، ص۱۱۱۔ دلائل الامامۃ، طبری، ص۲۹۸۔ بحار الانوار، ج۴۷، ص۳۰۶۔ الاغانی، ج۵، ص۲۳۷۔

۲ - بحار الانوار، ج۴۶، ص۱۰۳-۱۰۵۔ ملاحظہ کریں مولف کی کتاب: الامام السجاد، قدوۃ واسوۃ، ص۵۰۔

۳ - تاریخ الخلفاء، سیوطی، ص۱۷۱میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے دشمنوں کو قتل کرنے میں کسی بھی مکروفریب کو نہیں چھوڑا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں بہت زیادہ وحشیانہ روش اختیار کی۔ وہ لوگ بنی امیہ کو قتل کرتے اور ان کے اوپر فرش بچھاتے پھر اس پر بیٹھ کر کھانا تناول کرتے تھے[۱]، جب کہ ابھی ان کے بدنوں میں جان ہوتی تھی اور ان کی سانسیں باقی تھیں اور یہ روش اس لیے انجام دیتے کہ حجاج[۲] نے بنی عباس وعلویوں[۳] کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔

ان لوگوں کے درمیان کینہ و حسد کس قدر بڑھ گیا تھا!!! کچھ باقی نہ رہ گیا تھا کہ اسلامی امت ایک حاسد وکینہ توز امت میں تبدیل ہو جائے، اور وہ بھی نہ فقط ایک سیاسی بغض و حسد بلکہ اس امت کے تمام اخلاقی ابعاد و جہات میں بغض و حسد پیوست ہو چکا تھا کہ جس سے امت اسلامی ایک وحشی جانوروں کی صورت میں تبدیل ہوتی جارہی تھی۔

ان اعمال کے نتیجے میں ایک سخت و قوی نظام حکومت کی ضرورت تھی کہ جو اسلامی حکومت کی تاریخ سے اس طرح کی چیزوں کو ختم کردے۔

ایک حکومت کا وظیفہ ہے کہ وہ صحیح افکار کے منتشر کرنے کی کوشش کرے، یہی وجہ تھی کہ اندلس[۴] کی حکومت سب سے پہلی اسلامی حکومت تھی کہ جو عیسائیوں کے ہاتھوں سقوط ہو گئی، اس لیے کہ مذہبی و مستحکم افکار کے ذریعہ اس کی بنیاد نہیں رکھی گئی تھی، ایسے افکار کہ جو حقیقی اسلامی تہذیب وتمدن سے وجود میں آئے ہوں۔

لازمی امور میں سے جو کچھ متحقق ہونی چاہیے تھی وہ یہ تھی کہ اسلامی افکار تمام جہات وجوانب میں وجود پاتے۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام اس سلسلے میں کوشش کرتے تھے اگر ان کی ذوات مقدسہ نہ ہوتیں تو امت اسلامی نابودی وخرابی میں تبدیل ہو جاتی۔

یہی ہے مذکورہ ذیل سوال کا جواب:

---

۱ - الفخری، ص۱۴۹۔ نہایۃ الارب فی فنون الادب، ج۲۲، ص۵۰۔

۲ - حجاج بن یوسف بن حکم ثقفی (۴۰ھ - ۹۵ھ) ایک درندہ صفت سردار، وہ تمام مورخین کے مطابق انتہائی سفاک وظالم تھا۔ عبد بن شوذب نے تحریر کیا ہے: حجاج کی طرح اطاعت ومعصیت میں کوئی انسان تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ وہ شہر واسط میں دنیا سے گیا، اور اس کی قبر پر نہر فاندرس کا پانی بہادیا گیا۔ الاعلام، ج۲، ص۱۶۸۔

۳ - انساب الاشراف، ج۷، ص۲۹۷۔

۴ - دیکھیں: خلاصۃ تاریخ الاندلس، امیر شکیب ارسلان۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کیوں غیر سیاسی کارنامے انجام دیتے تھے؟

صحیفہ سجادیہ کی تاثیر کی تحقیق ہی اسلامی تحریکوں کی بنیاد رکھنے کے لیے ہمارے لیے کافی ہے کہ جس سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے کی عظمت سمجھ میں آتی ہے۔

صحیفہ سجادیہ، مذہبی تحریک کی زبور

صحیفہ سجادیہ، انقلابی افکار کی بنیاد کو تشکیل دیتی ہے اور اسلامی امت کو بھی کسی کامل اور انقلابی تکیہ گاہ کی ضرورت ہے۔ اس زمانے میں امت کی ضرورت، کوئی فوری طور پر اشعار یا بغض و حسد سے بھری ہوئی تقریریں نہیں ہیں، بلکہ ایک کامل و انقلابی نظریے کی ضرورت ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس نظریہ کو فقط صحیفہ سجادیہ کی صورت میں پیش نہیں کیا۔ کہ جو امام علیہ السلام کی جانب سے اصول تربیت کا خلاصہ ہے۔ بلکہ خود وجود مقدس امام علیہ السلام امت کے لیے زبور ناطق ہے۔ ہم یہ دعوی کر سکتے ہیں کہ حضرت کے وجود مقدس نے اپنی زندگی کے دوران دسیوں ہزار انسانوں کی تربیت کر کے انہیں معاشرے کے حوالے کیا[1]۔ یہ کام انسانوں کی تربیت میں براہ راست امام علیہ السلام جیسے افراد کے ذریعہ انجام پایا کہ جس کا احصاء کرنا ناممکن ہے اور وہ بھی ایک کامل و اشرف انسان کے ماتحت انجام پاتا تھا۔

جو کچھ بھی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے انجام دیا ان کے بعد اسی کام کو بالترتیب حضرات باقر و صادق و کاظم و رضا و تقی و نقی و عسکری و حجت علیہم السلام نے بھی انجام دیا ہے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو بعض افراد کی طرف سے کیا جاتا ہے:

کیوں امام علیہ السلام نے اپنی پوری کوشش سیاست میں استعمال نہیں کی؟

اس سوال کے جواب میں کہا جائے کہ: مذہبی تحریک ایک ایسے قصر و قلعہ کی مانند ہے کہ جس کی سرپرستی امام علیہ السلام کرتے ہیں اور اس قصر و قلعہ کے ستون ایسے افراد پر مشتمل ہے کہ جو مختلف قسم کی سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں اور معاشرے کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ فقہ وعلوم، سیاست وانقلاب سب کچھ امت کی ضرورت میں سے ہے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ہر ایک رکن

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۰۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے لیے ایک مناسب گروہ آمادہ کیا کہ جو ان تمام وظائف کو کہ جو اس گروہ کی ذمہ داری ہے انجام دے سکے۔ یہ ایک رہبر کی انتہائی قوت وطاقت ہے اس لیے کہ اس طرح رہبر یہ کر سکتا ہے کہ ایک شخص کی مخفیانہ تو دوسرے کی علمی تحریک کے لیے اور تیسرے شخص کی زہد و تقویٰ وغیرہ کی بنیاد پر تربیت کر سکے۔

وہ امام کہ جو سعید بن جبیر و مسیب جیسوں کی تربیت کرتے ہیں اور وہ شخص کہ جو زید بن علی و محمد بن علی کی تربیت کرے وہ ہماری رہبریت کی لیاقت رکھتا ہے اور مناسب ہے اسی کو بغیر کسی نقص و عیب کے قانون الٰہی کا حقیقی نمائندہ تسلیم کیا جائے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام [1] کی تربیت فرمائی کہ جن کے زندگینامہ کو بھی بہت جلدی بیان کریں گے اور اسی امام نے اپنے دوسرے بیٹے حضرت زید شہید کی بھی تربیت کی کہ جو تاریخ میں مذہبی تحریکوں اور اسلامی انقلابوں کی بنیاد شمار کیے جاتے ہیں اور تاریخ میں اکثر انقلابوں کی بنیاد و بازگشت جناب زید ہی کی رہبری کی وجہ سے جانی جاتی ہے اور انہیں کے ساتھ سعید بن جبیر [2] وغیرہ کی بھی تربیت کی۔

۱۔ روی رجاء بن سلمہ عن عمرو بن شمر قال: سالت جابر الجعفی، فقلت لہ: و لم سمیت الباقر باقرا؟ قال : لانہ بقر العلم بقرا ای شقہ شقا اظہرہ اظہارا۔ (رجاء بن سلمہ نے عمرو بن شمر سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے جابر جعفی سے سوال کیا کہ امام محمد باقر کو باقر کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اس لیے کہ آپ نے علم کے باب کھولے اور علم کو پھیلایا اور اس کو ظاہر کیا) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۲۱۔

۲۔ سعید بن جبیر بن ہاشم اسدی (۴۵ھ - ۹۵ھ) کوفی، وہ ولایت میں مشہور تھے، تابعی اور علم اخلاق میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے حضرت امام زین العابدین کے خصوصی اصحاب میں سے تھے۔ مستدرکات النمازی، ج ۴، ص ۵۷۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ سعید بن جبیر حضرت امام زین العابدین سے درس حاصل کرتے اور حضرت ان کی تعریف کرتے تھے، حجاج بن یوسف ثقفی نے ان کو اسی وجہ سے قتل کیا مذکور ہے کہ وہ جب حجاج کے دربار میں لائے گئے، حجاج نے کہا: آپ شقی بن کسیر ہو؟ سعید نے جواب دیا میری ماں میرے نام کے بارے میں بہتر جانتی ہے، اس نے میرا نام سعید بن جبیر رکھا ہے۔ حجاج نے کہا: تم ابو بکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہو کیا وہ جنت میں ہیں یا جہنم میں؟ سعید نے کہا: اگر میں جنت میں گیا تو وہاں جا کر دیکھوں گا کہ وہاں کون کون ہے اور اگر جہنم میں گیا تو وہاں دیکھوں گا کہ کون کون ہے۔ حجاج نے کہا خلفاء کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟ سعید نے کہا: میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔ حجاج نے کہا تم خلفاء میں سے کس سے زیادہ محبت کرتے ہو؟ سعید نے کہا جو خداوند عالم کو زیادہ پسند ہے۔ حجاج نے کہا: خداوند عالم کے نزدیک کون زیادہ محبوب ہے؟ سعید نے کہا: اس بات کا علم اسی کے پاس ہے کہ جو ہر چیز کے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ حجاج نے کہا کیا میری بات کی تصدیق کروگے؟ سعید نے کہا میں نہیں چاہتا کہ تجھ کو جھٹلاؤں۔ رجال کشی، ص ۲۰۳۔ الاعلام، ج ۳، ص ۹۳۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ سعید بن جبیر کو اس عالم میں حجاج نے قتل کیا کہ پوری دنیا ان کے علم کی محتاج تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جیسے سعید بن مسیب [1] جیسے عظیم شخصیت کو پروان چڑھایا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایسی شخصیت تھے کہ جن کی جتنی ہو سکے مدح و ثناء اور اطاعت و پیروی کی جائے اور آپ کی تکریم و تجلیل انجام دی جائے اور یہ حقیقت واضح رہے کہ آپ امام برحق تھے اور اسلام نے آپ کے بارے میں اور آپ کی اطاعت و پیروی کے بارے میں توصیہ فرمایا ہے۔ لیکن پھر بھی اسلامی تفکر کی بنیاد پر حملے و ہجوم وارد ہوتے ہیں۔ ایک مذہبی نظریہ ممکن ہے حضرت امام علیہ السلام کے وجود مقدس کی وجہ سے معرض ہجوم میں واقع نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی شخصیت مخالفوں کی نظر میں محفوظ رہے، لیکن مذہب کے مخالف لوگ، اپنی حقیقت کو اپنے انقلاب کی بنیاد اور اعمال و افکار کے طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے مذہب بہت ہی سخت تہاجم و حملات سے روبرو ہوتا ہے اور اس طرح کے تہاجمات و حملات کوئی آج کی نئی بنیاد نہیں ہیں بلکہ ایک ہزار سال پہلے ہی سے ان کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔

مذہبی تفکر کیوں تہاجم و حملات سے روبرو ہوتے ہیں؟

جواب: اس لیے کہ اس طرح کے تفکرات، طاغوتوں کے لیے دیمک کی طرح خطرناک اور خاک میں ملا دینے والے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس طرح کے تفکرات کا بھرپور مقابلہ کیا جاتا ہے اور سرکش افراد ان تفکرات کو مخفی رکھنے و چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ افراد کہ جو اس فکر کا صحیح اور مناسب طریقہ سے دفاع کرتے ہیں ان کو جان لینا چاہیے کہ وہ ایک جنگ عظیم سے روبرو ہیں۔ مثلا احمد شلبی اپنی کتاب ''تاریخ الاسلام والحضارۃ الاسلامیہ'' میں اس طرح رقمطراز ہے:

جس وقت معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین قرار دیا حقیقت میں ایک بہت ہی عقلمندی کا کام انجام دیا، اس عقلمندی کے اہم ترین دلائل یہ ہیں:

۱۔ سعید بن مسیب بن حزن بن ابی وھب مخزومی قرشی (۱۳ھ - ۹۴ھ) ابو محمد، وہ محدث، فقیہ، زاہد و متقی تھے، وہ زیتوں کی تجارت کرتے تھے، ان کا حوارین میں سے شمار ہوتا تھا حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے ان کو امام زین العابدین علیہ السلام کے حواریوں میں شمار کیا ہے۔ کشی نے فضل ابن شاذان سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں پانچ انسان انتہائی متقی و پرہیزگار تھے، سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، ۔۔۔۔ وفیات الاعیان میں ہے کہ سعید بن مسیب تابعین کے سرداروں میں سے ہیں۔ کہ جو محدث، فقیہ، زاہد و متقی تھے۔ مستدرکات نمازی، ج ۴، ص ۸۱، الاعلام، ج ۳، ص ۱۰۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۔ وہ افراد کہ جو یزید کی حکومت کے مخالف تھے حقیقت میں وہ یزید سے زیادہ بہتر نہیں تھے، عبداللہ ابن عمر، یزید کی حکومت کے مخالف تھے وہ ایک متقی، زاہد و عابد انسان تھے لیکن یہی صرف ان کے صفات تھے اور حضرت امام حسن علیہ السلام میں کوئی فضیلت نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے نواسے تھے۔

۲۔ یہ مصنف جب حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق تحریر کرتا ہے، لکھتا ہے: حضرت علی علیہ السلام نے جس وقت حکومت کو اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کے حوالے کیا، حقیقت میں وہ ایک غلطی تھی، اس لیے کہ وہ ایک جوان بہت زیادہ بیویاں رکھنے والے[۱] اور بہت زیادہ طلاق دینے والے کہ جو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں سوچتے تھے وہ حکومت کو چلانے کے لیے کچھ بھی لیاقت نہیں رکھتے تھے[۲]۔اور اپنی گفتگو کو اس طرح آگے بڑھاتا ہے:

یزید، خلافت کے لیے شائستہ ترین و مناسب ترین فرد تھا اور یہ جانشینی اصل میں اسی کا حق تھا۔وہ اس کے بعد حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام کو تنبیہ کرتا ہے[۳] (نعوذ باللہ)

یہ ہیں، ایک مورخ کے نظریات، وہ اس علمی مقام کے باوجود بھی اس طرح کے نظریات رکھتا ہے لہٰذا ہم سوال کرتے ہیں کہ یہ جھوٹ و تہمتیں کس لیے ہیں؟

یہی وجہ ہے کہ اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور ان سے دفاع کریں تو گویا کسی مردہ نظریہ سے دفاع نہیں کر رہے ہیں اور صرف تاریخ میں گذرے ہوئے انسانوں کی داستانوں کو بیان نہیں کرتے بلکہ ہمارا مقصد ایک اسلامی و اخلاقی نظریہ سے دفاع کرنا ہے کہ جس نے امت میں ایک اسلامی تہذیب و تمدن کو ایجاد کیا ہے لیکن اس نظریہ کو ایک مذہبی گروہ کے ذریعہ دوبارہ زندہ کیا جائے اور اس کے احکام کو جاری کیا جائے اور اس کا ایک ایک کلمہ مجسم ہو کر سامنے آئے اور صحیح طریقہ پر متجلی ہو تو ایک جدید

۱۔ یہ ایک بہت بڑا جھوٹ، تہمت و بہتان ہے کہ جس کو منصور دوانقی نے رواج دیا اور مشہور کر دیا اس کے بعد مورخین نے اپنی اپنی تاریخوں میں تحریر کیا اور اس نظریہ کو شیخ محقق باقر شریف قرشی نے اپنی کتاب: حیاۃ الامام الحسن بن علی، ج۲، ص۴۴۱ میں رد کیا ہے۔

۲۔ موسوعۃ التاریخ الاسلامی، ج۲ ص۳۶۔

۳۔ موسوعۃ التاریخ الاسلامی، ج۲ ص۴۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تمدن وجود میں آسکتا ہے، لیکن یزید اور اس کے باپ معاویہ اور ہارون الرشید و مامون[1] اوران جیسے دوسرے خلفاء کے جھوٹ اور فراڈ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ایک نیا تمدن ایجاد کر سکیں۔

حقیقت میں آج بھی دنیا میں اس طرح کے بہت سے گروہ نظر آتے ہیں کہ جو کسی حد تک یزید و معاویہ کی طرح ہیں تو کیوں آج بہت سے افراد ان لوگوں کی حکومت کو ٹھکراتے ہیں اور ان کی سیاست پر اعتراض کرتے جب کہ وہی لوگ یزید و معاویہ کی حکومت کو قبول کرتے ہیں حالانکہ یزید کی حکومت آج ان لوگوں کی حکومتوں سے بھی زیادہ تاریک تھی۔

جو انسان بھی اسلام کی صحیح تاریخ سے واقف نہ ہو وہ یا احمق ہے یا فکری لحاظ سے سالم نہیں ہے اس لیے کہ معاویہ کی تقلید اور اسلامی تفکرات سے دوری اختیار کرنے کا کیا مطلب ہے؟

---

۱ - مامون الرشید، عبداللہ بن ہارون (۱۷۰ھ - ۲۱۸ھ) بن محمد المھدی بن ابی جعفر منصور، بنی عباس سے ساتواں خلیفہ تھا اور اپنی سیرت و علم و وسعت ملک کے لحاظ سے ایک عظیم بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت میں پورا افریقہ اور مغربی ایشیا سے سندھ تک تمام عربی ممالک و ایران و افغانستان و ترکیہ وغیرہ شامل تھا۔ الاعلام، ج ۴، ص ۱۴۲۔ علامہ محقق قرشی نے مامون کی خصوصیات میں سے کچھ صفات اس طرح بیان کیے ہیں کہ وہ کچھ خصوصی صفات کا حامل تھا جیسے مکر، فریب، قساوت قلبی، دھوکا، خواہشات نفسانی وغیرہ اور آخر میں کہتے ہیں کہ مامون الرشید کی حکومت کا طریقہ معاویہ کی حکومت کی طرح تھا، مورخین نقل کرتے ہیں کہ اس کے سامنے ابوبکر و عمر و عثمان و علی کی حکومت کے طریقے پیش کیے گئے اس نے سب کے طریقوں سے انکار کر دیا اور صرف معاویہ کے طریقہ کو اختیار کیا۔ حیاۃ الامام علی بن موسی الرضا علیہ السلام، دراسۃ و تحلیل، ج ۲، ص ۲۳۹-۲۸۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی حیات طیبہ سے آشنائی کے لیے آپ کی زندگی کو بہت گہرائی سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے لیے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔
- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اقدامات حضرت کی شخصیت کے تحت مکمل طور پر اسلامی اور دینی تھے۔
- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زیر نظر مذہبی تحریک کاملا اجتماعی تحریک تھی کہ جو الٰہی تحریک کے اہداف رکھتی تھی کہ جن میں اہم ترین ہدف یہ تھا کہ امت کی ربانی و الٰہی راہوں پر تربیت کی جا سکے۔
- اگر اسلامی امت کی روح ایمان سے سرشار ہوتی تو کبھی بھی بنی امیہ کے ظلم و ستم برداشت نہ کرنے پڑتے اور وہ لوگ کبھی بھی حکومت کو ہاتھ میں نہ لے پاتے۔
- آئمہ طاہرین کی ذمہ داری سب سے پہلے امت میں روحی و نفسیاتی انقلاب لانا ہے۔
- ان تمام حالات کے پیش نظر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زمانے کو اچھی طرح درک کیا جا سکتا ہے کہ جنہوں نے اس زمانے میں دین کو زندہ رکھنے اور طاغوت کو مٹانے میں عظیم کردار ادا کیا اور انسانیت کو ظلم کے پنجے سے آزاد کیا۔
- اگر آئمہ طاہرین علیہم السلام اور خصوصا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نہ ہوتے تو کبھی بھی اسلام ان خطرات سے محفوظ نہ رہ پاتا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں اسلامی حکومت کی حالت

ہمارے لیے یہ واضح ہوگیا کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگانی صرف ایک سیاسی ہی لحاظ نہیں تھی اس لیے کہ انسانی زندگی ایک ایسا کلیہ ہے کہ جس کا تجزیہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ سیاست معاشرے سے متصل ہے اور معاشرہ اقتصاد سے، اقتصاد اخلاق سے، اور اخلاق سماج وثقافت اور فکرو نظریات سے، اسی طرح ثقافت اور تفکرات ونظریات بھی انسان کی زندگی کے دوسری جہات سے متصل و مرتبط ہیں۔ اسی سلسلے میں ہم چاہتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر ایک اجمالی نظر ڈالیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں خصوصاً آپ کی امامت کے دوران اسلامی حکومت کی عمومی حالت معاشرے کے ایک سخت ترین بحران سے دوچار تھی، یہ بحران نہ صرف اسلامی امت کے مستقبل کے لیے چیلنج تھا بلکہ ممکن تھا کہ اسلامی حکومت کی نابودی کا سبب بھی بن جائے۔ ایسی صورت حال میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ذمہ داری تھی کہ اس بحران کے سلسلے میں اقدام فرمائیں، واضح ہے کہ یہ اقدام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی جانب سے ان کے اپنے ذاتی مفاد کے لیے نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ آپ اس امت کے رہبر اور مذہبی افراد کے امام ہیں خصوصاً وہ افراد کہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

جن میں سلیمان بن صرد، مختار، وزہری[1] وغیرہ شامل ہیں اور صحابہ میں سے جابر بن عبداللہ انصاری[2]، انصاری[2]، عامر بن وائلہ کنانی[3]، سعید بن مسیب بن حزن کہ جن کی امیر المومنین علیہ السلام نے تربیت تربیت کی تھی، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "سعید بن المسیب اعلم الناس

---

۱ - صفوان بن سلیم زھری مدنی (۶۰ھ- ۱۳۲ھ) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ معجم رجال الحدیث، ج ۱۰، ص ۱۳۱۔ اور سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۳۶۴ میں مذکور ہے: صفوان بن سلیم، ثقہ، حافظ، فقیہ، عظیم شخصیت کہ جن کی کنیت ابو عبداللہ تھی، اور کہا گیا ہے کہ ابوالحارث قرشی زھری مدنی، حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف کے غلام تھے، ان کے متعلق کتاب "الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ" میں نقل ہے کہ : صفوان بن سلیم زھری مدنی، عظیم شخصیت، کہ جن کے توسل سے طلب باران کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ چالیس سال تک سیدھے نہیں سوئے، اور کہا جاتا ہے کہ ان کی پیشانی پر سجدوں کی گانٹھ پڑ جاتی تھی، اور وہ اس قدر قانع اور خوددار تھے کہ حاکموں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، وہ بحث سند میں حجت اور ثقہ تھے۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۸، ص ۵۱۴۔

۲ - جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حزام خزرجی انصاری سلمی (۱۶سال قبل از ہجرت-۷۸ھ) صحابی رسول اکرم وامیر المومنین وامام حسن و امام حسین وامام زین العابدین وامام محمد باقر علیہم السلام، اور وہ امیر المومنین علیہ السلام کے پانچویں سپہ سالار تھے، انہوں نے رسول اکرم کے ساتھ اٹھارہ جنگوں میں شرکت کی، آنحضرت سے بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں، اور متعدد اصحاب نے آپ سے احادیث نبوی کو نقل کیا ہے، وہ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل، جنگ صفین میں شریک رہے، اور ان کا شمار بارہ نقیبوں میں سے ہوتا ہے، کہ جن کو آنحضرت نے جبریل کے دستور کے مطابق انتخاب کیا تھا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کو روایت اعمش میں ان شخصیتوں میں شمار کیا ہے کہ جنھوں نے دین و شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور حضور اکرم کے بعد اپنے نبی کی سنت پر باقی رہے اور اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کے تابع رہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے خصوصی اصحاب میں شمار کیا ہے وہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ جاتے اور لوگ ان کے چاروں طرف حلقہ بنالیا کرتے تھے اور ان سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ مستدرکات نمازی، ج ۲، ص ۹۹۔ الاعلام، ج ۲، ص ۱۰۴۔

۳ - عامر بن وائلہ (متوفی ۱۱۰ھ) کیسانی مذہب کہ جو جناب محمد بن حنفیہؒ کی زندگی میں ان کی امامت کے معتقد تھے، اور اس سلسلے میں انہوں نے اشعار بھی کہے ہیں، انہوں نے مختار ثقفی کے ساتھ قیام میں شرکت کی، وہ کہا کرتے تھے کہ میرے علاوہ مختار کے ساتھیوں میں کوئی شیعہ باقی نہیں رہا، وہ علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے، ان پر دنیا میں صحابہ کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ معروف بن خربوذ کا بیان ہے میں نے یہ بات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور پیش کی تو آپ نے فرمایا: ابوالفضل نے صحیح کہا ہے۔ اور گویا یہ ان کے اچھے ہونے پر دلیل ہے اور اگر وہ بالفرض کیسانی مذہب بھی رہے ہوں تو بھی عاقبت مذہب حقہ پر ہوئی ہے۔ اور شاید ان کو کیسانی مذہب اس لیے کہا گیا ہو کہ انہوں نے مختار کے ساتھ قیام میں شرکت کی تھی، جب کہ اس میں جو مشکل ہے، واضح ہے۔ منتھی المقال، فی احول الرجال، ج ۴، ص ۵۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بما تقدم من الآثار. ای فی زمانه[۱]" (اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے) اور سعید بن جبھان (جمھان) کنانی جناب ام ہانی کے غلام[۲]۔

اور تابعین میں سے: ابو محمد سعید بن جبیر، بنی اسد سے مقیم مکہ، اور ان کو جہید العلماء کہا جاتا تھا وہ در رکعت نماز میں پورا قرآن ختم کردیتے تھے، ان کے متعلق کہا گیا: اس روئے زمین پر کوئی نہیں ہے کہ جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو، اور محمد بن جبیر بن مطعم[۳]، ابو خالد کابلی[۴]، قاسم بن عوف[۵]، اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر[۶]، ابراہیم، حسن[۷]، دونوں محمد بن حنفیہّ کے فرزند۔

۱۔ رجال کشی، ص ۲۰۲ میں مذکور ہے کہ وہ فہم و فراست میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔

۲۔ سعید بن جبھان بن علاقہ کنانی جناب ام ہانی کے غلام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صحابی تھے، ان کی کنیت ابوفاختہ ہے، برقی نے ان کو امیر المومنین کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے۔ معجم رجال الحدیث، ج۹، ص ۱۲۰۔

۳۔ محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف، ان کے بارے میں فضل بن شاذان کا بیان ہے کہ: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں صرف پانچ شخصیتیں انتہائی عظیم تھیں؛ سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، محمد بن جبیر بن مطعم، یحیٰ بن ام طویل، ابو خالد کابلی، کہ جن کا نام وردان تھا اور لقب کنکر۔ مستدرکات نماز، ج۶، ص ۴۸۹۔

۴۔ وردان ابو خالد کابلی، حضرت امام زین العابدین امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کے اصحاب میں سے تھے، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان کو امام زین العابدین کے خصوصی اصحاب و حواریوں میں سے شمار کیا ہے۔ کشی نے ان کے بارے کچھ روایات نقل کی ہیں کہ جو ان کی مدح و ثناء اور عظمت و جلالت پر دلالت کرتی ہیں۔ مستدرکات نمازی، ج۸، ص ۱۰۰۔

۵۔ قاسم بن عوف شیبانی عامر، تابعین میں سے ہیں، وہ کبھی امام زین العابدین کی امامت کے معتقد ہوتے تو کبھی جناب محمد حنفیہّ کے۔ شیخ طوسی نے اپنی کتاب امالی، ج۲ میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو حمزہ ثمالی سے، انہوں نے ابو طفیل عامر بن واثلہ سے روایت نقل کی ہے کہ جو ان کے حسن و کمال اور ان کی معرفت و فضائل پر دلالت کرتی ہے۔ مستدرکات نمازی، ج۶، ص ۲۵۱۔

۶۔ اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابوطالب، تابعی، وہ حضرت امام زین العابدین امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کے اصحاب میں سے تھے، نقد الرجال، ج۱، ص ۲۲۲۔

۷۔ حسن بن محمد حنفیہّ، ابو محمد ہاشمی مدنی فقیہ، ان کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا جاتا ہے وہ بنی ہاشم کے علماء میں سے تھے۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے " جن لوگوں کے بارے میں اختلاف ہے ان میں سے میں حسن بن محمد حنفیہّ سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا"۔ طبقات الفقہاء، ج۱، ص ۳۲۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی طرح حبیب بن ابی ثابت ابو یحیی اسدی(۱)، ابو حازم اعرج سلمہ بن دینار مدنی اقرن قاص(۲)۔
اور حضرت کے صحابہ میں سے: ابو حمزہ ثمالی(۳)، کہ جو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے تک زندہ رہے، فرات بن احنف(۴)، کہ جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے تک زندہ رہے، جابر بن محمد بن ابی بکر(۵)، ایوب بن حسن(۶) وغیرہ۔

۱۔ حبیب بن ابو ثابت ابو یحیی اسدی، تابعی و فقیہ کوفی ہیں۔ان کو حضرت امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کے اصحاب میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معرفۃ الرجال، شہرستانی نے ملل و نحل میں ان کو شیعوں میں سے شمار کیا ہے۔ منتہی المقال، ج ۲، ص ۳۲۳۔ طبقات الفقہاء، ج ۱، ص ۳۲۰۔

۲۔ ابو حازم اعرج سلمہ بن دینار مدنی اقرن قاص، ان کو حضرت امام زین العابدین و امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں شمار کیا گیا ہے، وہ فقیہ اور عظیم محدث تھے۔ وہ قصے بیان کیا کرتے تھے، آپ کے موعظہ و نصیحت میں بہت سے کلمات قصار موجود ہیں۔ان کو امام جعفر صادق علیہ السلام کے خصوصی اصحاب میں سے بھی شمار کیا گیا ہے۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۸، ص ۳۵۵۔ طبقات الفقہاء، ج ۱، ص ۳۸۰۔

۳۔ ثابت بن ابو صفیہ دینار (متوفی ۱۵۰ھ) ان کی کنیت ابو حمزہ ثمالی تھی، کوفہ کے رہنے والے تھے، شیعہ مذہب کے ثقات میں سے ہیں اور محب اہل بیت علیہم السلام ہیں اور ثقہ اور جلیل القدر صحابی و محدث ہیں۔ ان سے بعض اہل سنت نے بھی روایات نقل کی ہیں، وہ حضرت امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق اور امام موسی کاظم علیہم السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ان کی کتاب النوادر، تفسیر قرآن بھی ہے۔ فضل بن شاذان کا بیان ہے کہ میں نے ایک ثقہ سے سنا کہ اس نے کہا: میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: "ابو حمزہ ثمالی اپنے زمانے کے لقمان حکیم تھے، انہوں نے ہم چار اماموں کی خدمت کا شرف پایا ہے حضرت امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق اور امام موسی کاظم علیہم السلام کے زمانے کا کچھ حصہ درک کیا ہے۔ اور یونس بن عبدالرحمن اپنے زمانے کے سلمان تھے۔ان کے تین بیٹے جناب زید شہید بن علی بن الحسین علیہم السلام کے ساتھ شہید ہوگئے۔ قاموس الرجال، ج ۲، ص ۴۴۴۔ اور ج ۱۱، ص ۲۹۵۔ مستدرکات نمازی، ج ۲، ص ۹۷۔ الاعلام، ج ۲، ص ۹۷۔

۴۔ فرات بن احنف عبدی، ابو محمد کوفی، ان کو زبانی لحاظ سے غلو و تفریط میں متہم کیا جاتا ہے، وہ حضرت امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ عقیقی نے کہا: وہ زاہد اور تارک دنیا تھے۔ نقد الرجال، ج ۴، ص ۱۴۔

۵۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے۔ معجم رجال الحدیث، ج ۴، ج ۴، ص ۳۳۶۔

۶۔ ایوب بن حسن بن علی بن رافع، رسول خدا کے غلام اور ابو رافع کا نام اسلم تھا، وہ حضرت امام زین العابدین کے صحابی تھے۔ برقی نے ان کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ شہر ابن آشوب کا بیان ہے کہ ایوب بن حسن نے ایک کتاب بھی تالیف کی ہے۔ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ امل الآمل، ج ۲، ص ۴۲۔ معجم رجال الحدیث، ج ۴، ص ۱۶۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی طرح علی بن رافع (۱)، ابو محمد قرشی سدی کوفی (۲)، ضحاک بن مزاحم خراسانی (۳) کہ جو اصل میں کوفی ہیں، طاؤس بن کیسان ابو عبدالرحمٰن (۴)، حمید بن موسی کوفی (۵)، ابان بن تغلب بن رباح (۶)۔

۱- علی بن رافع کو ابن شہر آشوب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ معجم رجال الحدیث، ج ۱۳، ص ۱۶۔

۲- ابو محمد اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ سدی کوفی، مفسر قرآن، حضرت امام زین العابدین، امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کے صحابی ہیں، میزان الاعتدال میں بھی ان کا ذکر ہے اور منقول ہے کہ: اسماعیل سدی شیعہ ہیں صدوق ہیں ان سے روایت نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ منتہی المقال، ج ۲، ص ۱۷۔

۳- ضحاک بن مزاحم تابعی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ ابن حجر نے لسان المیزان، ج ۷، ص ۲۴۹ میں کہا ہے: ضحاک بن مزاحم مفسر قرآن ہیں ہلالی ابوالقاسم یا ابو محمد خراسانی۔

۴- طاؤس بن کیسان حمیری جندی ابو عبدالرحمٰن یمنی، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ انہوں نے زید بن ثابت، زید بن ارقم اور ابن عباس سے روایات نقل کی ہیں اور ابن عباس کے یہاں مدتوں خادم رہے ہیں۔ وہ بزرگ اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ مخصوص عباد و زاہدین میں سے تھے، وہ ایک مدت تک مکہ میں مجاور و عابد بن کر رہے۔ ابن عتیبہ نے کہا ہے: تین افراد حاکموں سے اجتناب کرتے تھے اپنے زمانے میں ابوذر غفاری، طاؤس اپنے زمانے میں، ثوری اپنے زمانے میں، وہ بہت عظیم و جلیل القدر فقیہ تھے۔ خصیف نے کہا ہے: طاؤس اپنے زمانے میں حلال و حرام کے علم میں سب سے بڑے عالم تھے۔ ثقیان ثوری نے کہا ہے: طاؤس شیعہ تھے۔ ابو نعیم اصفہانی نے ان سے اپنے اسناد کے ساتھ بریدہ سے رسول اکرم سے حدیث نقل کی ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ابو معین و ابوزرعہ نے ان کو توثیق کی ہے۔ اور ابن حبان نے کہا ہے: وہ اہل یمن کے عبادت گذاروں میں سے تھے۔ اور تابعین کے بزرگواروں میں سے، مستجاب الدعوات انہوں نے چالیس حج انجام دیے اور مکہ ہی میں ۱۰۶ھ میں انتقال کر گئے۔ شیخ طوسی نے ان سے اپنی کتاب الخلاف میں چوالیس فتاوی نقل کیے ہیں۔ طبقاب الفقہاء، ج ۱، ص ۴۰۸۔

۵- حمید بن موسی کو ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب، ج ۴، ص ۱۷۷ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔

۶- ابان بن تغلب بن رباح بکری جریری (متوفی ۱۴۱ھ) ابوسعید اہل بیت علیہم السلام کے محب و شیعہ تھے وہ قاری و فقیہ، لغوی و ادیب تھے کوفہ کے رہنے والے ثقہ و جلیل القدر اور عظیم المنزلت تھے۔ وہ حضرت امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کی خدمت میں رہے اور ان کے نزدیک اچھا مقام رکھتے تھے۔ حضرت امام محمد باقر نے ان سے فرمایا: " اجلس فی مسجد المدینہ وافت الناس، فانی احب ان یری فی شیعتی مثلک" تم مسجد مدینہ میں بیٹھو اور لوگوں کو فتوی دو، میں چاہتا ہوں کہ ہمارے شیعوں میں تم جیسے افراد ہوں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی لاش کو دیکھ کر فرمایا: " خدا کی قسم ابان کی موت سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ منتہی المقال، ج ۱، ص ۱۳۲۔ ان کی تالیفات میں سے: غریب القرآن، اور شاید یہ اس موضوع پر لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے۔ اور قرائات، صفین، فضائل اور معانی القران ہیں۔ الاعلام، ج ۱، ص ۲۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی طرح ابوالفضل سدیر بن حکیم بن صیرفی[۱]، قیس بن رمانہ[۲]، عبداللہ برقی[۳]، فرزدق شاعر[۴] اور شعیب کاغلام[۵]۔

یہاں پر بحران سے مراد، ایسابحران ہے کہ جس نے اسلامی امت کی زندگی کے تمام ابعاد کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا، وہ بحران کہ جن سے اسلامی امت دچار تھی وہ یہ تھے:

۱۔ سیاسی بحران۔ ۲۔ اخلاقی بحران۔ ۳۔ فکری بحران۔ ۴۔ اجتماعی وسماجی بحران

۱۔ سدیر بن حکیم کوفی ان کی کنیت ابوالفضل اور وہ حنان کے والد تھے۔ حضرت امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کے صحابی ہیں۔ کشی نے زید شحام سے روایت نقل کی ہے: میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، میرا ہاتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا، اور حضرت کی آنکھوں سے آنسو رخساروں پر جاری تھے، حضرت نے فرمایا اے شحام؛ مجھے نہیں معلوم میرے رب نے میرے ساتھ کیا کیا ہے پھر آپ روئے اور دعا کی پھر مجھ سے فرمایا: اے شحام میں نے پروردگار سے سدیر و عبدالسلام بن عبدالرحمٰن کے حق میں دعا کی وہ دونوں زندان میں تھے تب وہ آزاد ہوگئے۔ اور کافی میں حسین بن علوان نے حضرت امام جعفر صادق سے روایت نقل کی ہے آپ نے فرمایا اور آپ کے پاس سدیر تھے: اللہ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو امتحان میں مبتلا کرتا ہے اور ہم اور تم صبح و شام مبتلا ہیں۔ منتہی المقال، ج۳، ص ۳۱۳ میں منقول ہے کہ کافی میں باب قلّت عدد المومنین میں روایت ہے کہ جس سے کسی حدتک ان کی اچھی حالت پر دلالت پائی جاتی ہے۔ اور اسی طرح باب درجات ایمان میں اور کہا: روایات سے کسی حدتک واضح ہے کہ وہ مذہب شیعہ کے بزرگوں میں سے تھے اگرچہ بہت سی روایات ہیں کہ جو بزرگی اور نقص پر دالالت کرتی ہیں۔

۲۔ قیس بن رمانہ ابن ابو مسلم اشعری کوفی، ان کی والدہ کا نام رمانہ تھا۔ اور ان کنیت ابوالفضل تھی، وہ حضرت امام زین العابدین و امام محمد باقر علیہاالسلام کے صحابی تھے۔ رجال ابن داؤد، ص ۲۷۹۔

۳۔ عبداللہ برقی سنی مذہب تھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صحابی تھے۔ نقدالرجال، ج ۳، ص ۸۸۔

۴۔ فرزدق ھمام بن غالب، تمیمی حنظلی، تمیمی شاعر، وہ ایک سخی و کریم اور باعزت و عظیم و جلیل القدر شخصیت تھے۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۱۹۶۔ مستدرکات نمازی، ج ۶، ص ۱۹۶ ان دونوں نے فرزدق کو حضرت امیرالمومنین، امام حسن، امام حسین اور امام زین العابدین علیہم السلام کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے انہوں نے ہشام بن عبدالملک کے سامنے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی شان میں ایک عظیم قصیدہ کہا کہ جس میں ان کی اہل بیت علیہم السلام سے حسن عقیدت و کمال واضح ہے۔

۵۔ کتب رجالی و تاریخ میں ان کا صرف نام درج ہے اور سیرت و نسب و حالات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ مراجعہ فرمائیں: نقدالرجال، ج ۲، ص ۳۹۸۔ منتہی المقال، ج ۳، ص ۴۴۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اول : سیاسی بحران

شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ سیاسی بحران ان تمام بحرانوں میں سب سے زیادہ واضح و روشن ہے ۔ اسلامی امت اس زمانے میں متزلزل و پریشان تھی۔ ایک تحریک عراق[۱] میں تھی اور دوسری تحریک حجاز[۲] میں ایک تحریک مصر میں تو ایک اور مغربی ممالک[۳] میں ایک تحریک مشرقی علاقہ[۴] میں تو دوسری خود مرکز و دار الحکومت میں برپا تھی۔

---

۱ - حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد عراق میں بہت ہی شدت سے بنی امیہ کے خلاف لوگ کھڑے ہوگئے جیسے توابین کی تحریک، مختار کی تحریک، کہ انشاء اللہ اسی کتاب میں ان تحریکوں کے متعلق آگاہی حاصل ہوگی۔

۲ - ابراہیم بیضون نے بنی امیہ کے خلاف سب سے پہلا قیام حجر بن عدی کندی کے ہاتھوں تحریر کیا ہے لیکن یہ قیام آگے نہ بڑھ سکا۔ پر ۶۴ھ ہجری میں اہل مدینہ نے یزید کے خلاف قیام کیا کہ جس میں اس کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان اور اس کے ساتھ تمام بنی امیہ کو جیسے مروان بن حکم وغیرہ کو مدینہ سے باہر نکال دیا اور یزید کی بیعت توڑ دی اس قیام کی قیادت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کے ہاتھ میں تھی یہ قیام بڑھتا گیا اور پھر واقعہ حرہ پر ختم ہوا کہ تاریخ میں مشہور ہے کہ جس میں یزید نے اہل مدینہ کو تین دن کے لیے اپنے لشکر پر حلال و مباح کر دیا جس کی قیادت مسلم بن عقبہ کے ہاتھ میں تھی اس واقعہ میں چار ہزار سے زیادہ اہل مدینہ قتل ہوئے۔ اور پھر ۸۱ھ میں ابن اشعث کے ہاتھوں بنی امیہ کے خلاف قیام ہوا کہ جس میں عبدالملک کے گورنر حجاج کو باہر نکال دیا اور یہ قیام ۸۳ھ تک جاری رہا پھر حجاج نے لشکر شام کے ذریعہ مدد حاصل کی۔ ملاحظہ کریں: ملامح التیارات السیاسیہ فی القرن الاول الہجری، ص ۱۹۲۔ الانتفاضات الشیعیہ عبر التاریخ، ص ۱۴۶۔ الامام الحسین فی المدینۃ المنورہ، ص ۱۷۸۔ کہ جو موسوعۃ مع الرکب الحسینی من المدینۃ الی المدینۃ کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

۳ - اس زمانے میں مغربی ممالک سے مراد مصر کی مغربی حصہ سے آخر تک تمام ساحلی علاقہ ہے کہ جن پر بزنطیوں کی حکومت تھی اور روم کے تحت حکومت تشکیل پاتی تھی۔ پھر یہ علاقہ دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب کے زمانے میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔ پھر وہاں پر بنی امیہ کے زمانے میں خوارج نے ان کے خلاف بہت سخت جنگ کی اس لیے کہ خوارج بنی امیہ کے کفر کے قائل تھے لہٰذا وہ ان کے خلاف بہت شدت سے لڑ رہے تھے۔ اس جنگ میں تمام وہ افراد بھی شریک ہوگئے کہ جو خوارج کی تعلیم سے متاثر ہو چکے تھے۔ دیکھیں: تاریخ الدولۃ الامویہ فی الاندلس، ص ۸۷۔

۴ - موالیوں کی تحریک کہ جس میں خراسان میں مقیم بعض عرب شیعہ قیادت کر رہے تھے۔ بلاذری نے فتوح البلدان، ص ۳۹۶ میں تحریر کیا ہے: زیاد بن ابی سفیان نے ربیع بن زیاد حارثی کو ۵۱ ہجری میں خراسان کا حاکم بنایا اور اس کے ساتھ ساتھ کوفہ و بصرہ کی بھی حکومت اس کو دی کہ جس سے وہ پچاس ہزار لشکر کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہاں کے لوگوں کی توہین ہو اور کسر شان کی جائے جس کا سبب یہ ہوا کہ اندرونی طور پر لوگ ان سے متنفر ہونے لگے اور شیعیت پروان چڑھنے لگی یہاں تک کہ بنی امیہ کے خلاف ایک عظیم معرکہ وجود میں آیا۔ ملاحظہ کریں: الامام الحسین بن علی، علامہ قرشی، ص ۱۷۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس زمانے میں سیاست کی کوئی ثابت حالت نہیں تھی ،اس کے ثابت و مستقر نہ ہونے کی سادہ ترین دلیل یہ تھی کہ خصوصا پہلی صدی کے اواخر میں جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ مختلف قسم کے حاکم تخت حکومت پر براجمان تھے اور آپس میں رقابت کررہے تھے اور یہ تمام حاکم بہت جلدی جلدی ہلاک ہوتے رہے[۱]۔

مثال کے طور پریزید بن معاویہ ، تین سال تخت حکومت پر بیٹھا[۲] اور اس کے بعد معاویہ بن یزید نے صرف چالیس دن حکومت کی[۳] اور مروان نے ۹ مہینے یا ۱۰ مہینے حکومت کی[۴] اور اس کا بیٹا عبدالملک ۱۳ سال[۵] اس طرح تمام حاکموں کی حکومت کا بہت کم عرصہ رہا ۔ یہ حاکم بنی امیہ سے متعلق تھے ،اور اسی طرح دیگر شہروں کے گورنر بھی عجیب وغریب طریقے پر اور سیاسی بحران کے پیش نظر تبدیل

---

۱ - بنی امیہ کی حکومت کا آغاز ۴۰ ہجری سے ہوا کہ جن کا پہلا حاکم معاویہ بن ابی سفیان تھا اور یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ان کا آخری حاکم مروان بن محمد ہلاک ہوا۔ کہ جس کی حکومت ۱۲۷ھ کو شروع ہوئی اور ۱۳۲ھ میں ختم ہوگئی اس کی حکومت جب سے اس کی بیعت ہوئی اور قتل ہونے تک صرف پانچ سال دس مہینے سولھا دن رہی ہے۔ تاریخ الامم والملوک، ج۷، ص ۴۴۲۔

۲ - اس کی حکومت ۶۱ ہجری سے شروع ہوئی اور ۶۴ ہجری میں ختم ہوگئی۔ اس کی حکومت تین سال وچھ مہینہ رہی۔ ایک قول ہے کہ تین سال وآٹھ مہینہ۔ تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص ۴۹۹۔

۳ - یہ معاویہ ثانی کے نام سے مشہور ہے یہ بنی امیہ کا تیسرا خلیفہ ہے کہ جس کے پاس خلافت اس کے باپ یزید کے بعد ۶۴ھ میں پہنچی، اس نے چالیس دن کے بعد منبر پر جاکر خلافت کو ترک کرنے کا اعلان کردیا۔ تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص ۵۰۳۔

۴ - اس کی حکومت کا آغاز ۶۴ ہجری سے ہوا اور ۶۵ ھجری میں اختتام پایا۔ یہ اپنی بیعت کے بعد سے صرف ۹ یا ۱۰ مہینے زندہ رہا۔ تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص ۶۱۱۔

۵ - عبدالملک کی حکومت ۷۳ھ سے ۸۶ھ تک ہے ۔ عبدالملک بن مروان کا بروز جمعرات ۱۵ شوال ۸۶ ہجری میں انتقال ہوا۔ اس کی حکومت جس روز سے اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور انتقال تک ۲۱ سال ڈیڑھ مہینہ رہی ہے پر اس میں ۹ سال تو وہ ہیں کہ جن میں عبداللہ بن زبیر سے جنگ رہی اور اس کی حکومت کا دائرہ صرف شام تک محدود رہا اور پھر مصعب زبیر کے قتل ہونے کے بعد عراق پر اس کی حکومت ہوگئی اور پھر عبداللہ بن زبیر کے قتل کے بعد مکمل اسلامی حکومت اس کے قبضہ میں آگئی لہذا تمام مسلمانوں پر اس کی حکومت کی مدت ۱۳ سال تین مہینے تئیس دن ہے۔ تاریخ الامم والملوک، ج۶، ص ۴۱۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوتے رہتے تھے[۱]۔ یہ بحران دوسرے بحرانوں پر بھی اثر انداز ہوتا تھا کہ جس کے نتیجے میں اخلاقی بحران وجود پاتا تھا۔

دوم: اخلاقی بحران

اخلاقی بحران سے مراد یہ ہے کہ وہ خوبیاں اور فضیلتیں کہ جو اسلام نے انسان کو عطا کی ہیں وہ نابود ہوتی جارہی تھیں اور بہت کم اچھائیوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اسلام کی اچھائیوں میں سے سب سے عظیم فضیلت مندرجہ ذیل موارد میں مساوات عطا کرنا تھی:

۱۔ عرب وعجم میں برابری۔

۲۔ انسانی طبقات میں برابری۔

۳۔ حاکم ورعیت میں برابری.

یہی ہیں اسلام کی اچھائیاں، لیکن کیا یہ اچھائیاں اس زمانے کی امت میں باقی رہ گئ تھیں ؟ حقیقتاً نہیں۔

موالی یعنی وہ لوگ جنہوں نے اسلامی حکومت کو قبول کرلیا تھا خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، لیکن وہ اچھی طرح احساس کررہے تھے کہ بنی امیہ کی حکومت میں ان کی زندگی جہنم میں تبدیل ہوچکی ہے[۲]، جب کہ مسلمانوں نے ان کو ایک سعادتمندانہ اور برابری کی خوشخبری سنائی تھی۔

مسلمانوں کے سپہ سالار نے ایران سے جنگ کے دوران اس کو فتح کرتے وقت ''رستم'' سے اس طرح کہا تھا: ہم آپ لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت اور حضرت رسول اکرم ﷺ پر ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔

۱۔ زیاد بن ابیہ کے انتقال کے بعد معاویہ نے سمرہ بن جندب فزاری کو بصرہ کا حاکم قرار دیا وہ ۸ مہینے گورنر رہا، پھر اہل بصرہ نے اس کی شکایت کی تو معاویہ نے اس کو عزل کردیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن عمرو بن غیلان ثقفی کو گورنر بنایا وہ وہاں پر چھ مہینے حاکم رہا، پھر اس کو معاویہ نے عزل کرکے اس کی جگہ عبداللہ بن خالد کو حاکم بنایا اسی طرح سلسلہ جاری رہا۔ ملاحظہ ہو: الفتوح، ج ۴، ص ۳۱۷۔

۲۔ مراجعہ کریں: تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۲، ص ۳۰۷۔ نیز: حیاۃ الامام الحسین بن علی علیہما السلام، ص ۱۳۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہم اس لیے آئے ہیں تاکہ تم لوگوں کو غلامی سے آزاد کرائیں اور خداوند عالم کی بندگی میں لے جائیں اور مختلف ادیان کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر اسلام کی عدالت کے پرچم تلے جمع کریں[۱]۔

یہی اسلامی خوبیاں تھیں، لیکن موالی اور معاشرے کے پست افراد (مزدور، کاریگر، چھوٹے تاجر) اپنی اس فتح ہونے والی سرزمین میں اپنے آپ کو دوسروں کا غلام محسوس کرنے لگے اور بسا اوقات اپنے آپ کو انہیں پرانے مالکوں کا غلام پاتے تھے اس لیے کہ بنی امیہ نے زمیں داروں کہ جو اس سرزمین میں مالدار اور باعظمت طبقے کے لوگ شمار ہوتے تھے ان سے روابط بڑھا لیے تھے اور اپنے مادی منافع کے تحت ان کو اپنے اہل وطن کو غلام بنانے اور ان سے سوء استفادہ کرنے کو چھوڑ دیا تھا، اس طبقے کے لوگ بھی، موالیوں اور محروم طبقات کے لوگوں پر مسلط ہوگئے تھے اور بغیر کسی قاعدہ و قانون کے بہت زیادہ مالیات و ٹیکس وصول کرتے تھے[۲]۔ اور حاکم طبقہ، محروم طبقات کے لوگوں کو قتل وغارت کرتا اور اس سلسلے میں ان کے ان اعمال پر وہ عربی فاتحین پشت پناہ تھے کہ جنھوں نے لوگوں کو نئے دین میں وارد ہونے پر انہیں امنیت کا وعدہ دیا تھا۔ جب کہ لوگ اس جدید دین میں ان اصول کے جاری نہ ہونے پر شاہد تھے[۳]۔

اس زمانے میں اخلاقی بحران پر دوسری دلیل یہ تھی کہ بنی امیہ (معاویہ اور اس کے بعد) اسلامی حکومت میں امنیت کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔

اس مسئلہ کی سادہ ترین دلیل، مورخین کی وہ بات ہے کہ جو انہوں نے زیاد بن ابیہ کے متعلق تحریر کی ہے (جس وقت وہ معاویہ کی جانب سے بصرہ کا گورنر بنا) وہ جس وقت بصرہ پہنچا اس کو معلوم ہوا کہ بصرہ میں جنگل کا قانون رائج ہے، جو شخص بھی رات کو اپنے گھر سے نکلتا تھا تو اس کے لیے کوئی امنیت نہیں تھی اور عورت بھی خواہ رات ہو یا دن کسی طرح کی کوئی امنیت نہیں رکھتی تھی[۴]۔ عورتوں کو اغوا کرنے

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج۷، ص۷۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۵۳۰۔ تاریخ الرسل والملوک، ج۳، ص۵۲۰۔ الکامل فی التاریخ، ج۲، ص۴۶۳۔ المنتظم، ج۴، ص۱۶۸۔

۲۔ الامامہ والسیاسہ، ج۲، ص۲۹۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۴۱۰۔ البدء والتاریخ، ج۶، ص۴۔ تاریخ الیعقوبی، ج۲، ص۲۱۸۔ تجارب الامم، ج۲، ص۹۹۔ الکامل فی التاریخ، ج۴، ص۱۴۰۔

۳۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۱، ص۲۷۳۔

۴۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۴، ص۳۶۵-۳۶۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

والے لوگ جس وقت کسی عورت کو اغوا کرنے آتے تو اس سے کہتے کہ : تین مرتبہ اپنی مدد کے لیے لوگوں کو بلاؤ اور دیکھو کون تمہاری مدد کے لیے آتا ہے تو تجھ کو چھوڑ دیں گے ورنہ ہم تجھ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ وہ عورت جس وقت تین مرتبہ آواز دیتی تو کوئی بھی جرئت نہیں کرتا تھا کہ اس عورت کو چوروں کے ہاتھوں سے چھڑانے پر کوئی اقدام کر سکے۔ صرف وہ عورت ان حالات سے امن و سکون میں تھی کہ جس کا خاندان و قبیلہ تھا اور معاشرے میں عزت و وقار رکھتی تھی۔ فقط اس طرح کی عورت چوروں کے چنگل سے آزاد ہو سکتی تھی۔ معاشرے میں احساس ذمہ داری کہ جس کا اہتمام کرنا مسلمانوں کا شعار و وظیفہ تھا اس کا کہیں تک بھی نام و نشان نہیں تھا وہ شعار کہ جو کہتا ہے: "من اصبح لا يهتم بامور المسلمين فليس بمسلم[1]" جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس نے مسلمانوں کے امور کے متعلق کوئی فکر نہ کی ہو، وہ مسلمان نہیں ہے۔

زیاد بن ابیہ ایسے حالات میں بصرہ میں وارد ہوا جس وقت لوگ ایک دوسرے کو قتل کرنے میں مشغول تھے اور کوئی انسان ایسا نہیں تھا کہ جو اپنے مال و ناموس اور گھر بار کے لحاظ سے امن و امان میں ہو۔ زیاد بن ابیہ نے اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ فوجی حکومت قائم کی[2]، اس نے اعلان کیا کہ جو شخص بھی رات میں اپنے گھر سے باہر نکلے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا اور وہ سپاہی کہ جو کسی قانون شکن کا سر لے کر دربار میں آئے گا اس کو پچاس درہم انعام دیا جائے گا، بصرہ کے لوگ اس زمانے میں فقر و تنگدستی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اکثر لوگ مشکلات کی زندگی گذار رہے تھے، زیاد بن ابیہ کے زیر پرچم جمع ہو گئے اور جو کوئی بھی کسی کو بھی رات میں گھر سے باہر دیکھتا تو اس کا سر قلم کر کے دربار میں لے جاتا یہاں تک کہ بعض لوگ ایک دوسرے کا سر قلم کرنے کو تیار ہو گئے تاکہ کٹے ہوئے سر کو دربار میں لے جائیں اور انعام حاصل کریں۔

---

۱ - الکافی، ج ۲، ص ۱۶۳۔

۲ - تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۱۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زیاد بن ابیہ کے دستور کے نتیجے میں پہلی ہی رات میں فوجی حکومت کا اثر یہ ہوا کہ دربار کے دروازے پر کٹے ہوئے سروں کا ایک ٹیلہ بن گیا دوسری رات میں کٹے ہوئے سروں کی تعداد پچاس تک پہنچی اور تیسری رات میں ایک سر بھی نظر نہیں آیا[۱]۔

اب ہم سوال کرتے ہیں:

اس طرح کی زور وزبردستی کی سیاست، وجدان وضمیر کی جگہ کوئی چیز چھوڑ سکتی ہے؟

حقیقتاً، نہیں۔

اس زمانے میں اخلاقی بحران کا ایک اور منظر بھی نظر آتا تھا اور وہ تھا صدق و صداقت، امانتداری اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا فقدان اور محرمات و شراب و قمار اور زنا وغیرہ کا ارتکاب یہ چیزیں تھی جس سے معاشرہ مملو تھا اور تمام ناجائز کام جائز کاموں کی جگہ جاگزین ہو چکے تھے۔

اذا کان رب البیت بالدف مولعا فشیمة اهل البیت کلهم الرقص

جب صاحب خانہ ڈھول بجانے لگے تو سب گھر والے ناچنے لگتے ہیں۔

لوگ اپنے باشاہوں کے آئین کی پیروی کرتے ہیں۔ مثلاً یزید کی طبیعت میں بندروں، کتوں وغیرہ سے کھیلنا تھا اور شراب وزنا کا ارتکاب اور اپنی پھوپی وغیرہ سے ہمبستر ہوا کرتا تھا اور اس طرح اس کی زندگی کے سارے امور خلاف قاعدہ و قانون تھے یقینا یہ امور دوسرے طبقات کی زندگی میں بھی اثر گذار ہونے تھے خصوصا اس زمانے میں کہ جب امت اسلامی کسی خاص اور ثابت نقش قدم پر نہیں تھی[۲]۔

سوم: فکری بحران

یہ بحران حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کے دوران بہت زیادہ واضح تھا۔ اسلامی امت اس زمانے میں اپنی راہ کو بھول چکی تھی۔ مسلمان، بہت زیادہ اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں چاروں طرف پھیل چکے تھے اور مختلف ومتعدد قوموں سے آشنا اور مخلوط ہو چکے تھے اور بیرون ممالک کے لوگ اپنی

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۲۲۲۔ الکامل فی التاریخ، ج۳، ص۳۰۷۔

۲ - مروج الذھب، ج۳، ص۶۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خاص فکری حالت کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ ہمنشین ہوگئے تھے،اور امت کو اس بات کی ضرورت تھی کہ ان کے افکار کی آزمائش کرے تاکہ غلط افکار کو صحیح افکار سے جدا کرسکے۔جب کہ یہ وہ دور تھا کہ مسلمان اپنے سیاسی مسائل میں گرفتار تھے۔

اگر کوئی فلسفی کہ جو اسلامی فتوحات کی بدولت اسلام قبول کرچکا تھا، افلاطون کے نظریات کو قبول کرنے کے بعد مذکورہ ذیل سوالات اٹھاتا تو اس کے جواب میں مسلمانوں کے پاس سوائے ندامت کے کچھ نہیں تھا:

تم مسلمانوں کی نظر جبر واختیار کے بارے میں کیا ہے؟

قدر کے بارے میں کیا نظر رکھتے ہیں؟

جوہر و عرض کی بارے میں تمہاری تحقیق کیا ہے؟

اس زمانے میں مسلمان، سیاسی واجتماعی و ثقافتی و اقتصادی طور پر صحیح بینش و فکر سے خالی تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان فلسفیوں کے نظریات مسلمانوں کے درمیان رائج ہوگئے تھے۔

اس زمانے میں کفرآلود و منحرف افکار و نظریات وزراء کے گھروں میں بھی وارد ہوچکے تھے۔

مہدی عباسی کے دربان ربیع بن یونس نے معاویہ بن یسار خلیفہ کے وزیر کے بیٹے پر بے دین ہونے کی تہمت لگائی، مہدی نے کسی کو معاویہ کے بیٹے کے پاس بھیجا اور اس سے چاہا کہ وہ قرآن کریم کے کچھ حصہ کو زبانی پڑھ کر سنائے، معاویہ کا بیٹا اس کام سے عاجز رہا، مہدی نے اس کے باپ سے کہ جو اس محفل میں موجود تھا اس طرح کہا: کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ تیرا بیٹا حافظ قرآن ہے؟ معاویہ نے جواب دیا: جی ہاں! اے امیر المؤمنین، لیکن وہ چند سال سے مجھ سے دور زندگی بسر کررہا ہے اسی وجہ سے اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ خلیفہ نے اس سے کہا: اٹھ اور اپنے بیٹے کا خون بہا کر بارگاہ خداوندی میں تقرب حاصل کر۔ ابوعبداللہ معاویہ بن یسار کھڑا ہوا لیکن چلتے ہوئے لرزنے لگا، اسی وقت مہدی کا چچازاد بھائی عباس آگیا اس نے کہا: اے امیر المؤمنین اگر آپ صلاح سمجھیں تو اس بوڑھے کو اس کے بیٹے کے قتل کرنے سے معاف

Presented By: https://jafrilibrary.com

کر دیں، اور اس کام کو کسی اور کے سپرد کر دیں۔ مہدی نے بھی حاضرین میں سے دوسرے انسان کو قتل کا حکم دیا اس طرح معاویہ کے بیٹے کی گردن ماردی گئی [۱]۔

یہی وجہ تھی کہ بہت سے افراد زندیق [۲] ہوگئے اور بہت سے مذہب قدریہ [۳] اور کچھ مفوضہ [۴] اور کچھ مجوسیت [۵] کی طرف مائل ہوگئے اور دوخدا کا عقیدہ ان کے درمیان رائج ہوگیا۔

عقیدہ مانویہ [۶] وثنویہ [۷]، اہریمن ویزدان [۸] کی پرستش یعنی وہ لوگ معتقد تھے کہ خیر کا خدا اور ہے وشر کا خدا اور، اور یہ دوخدا ہمیشہ آپس میں جنگ میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ اسلامی افکار کو ان نظریات پر تطبیق دیتے تھے۔اور دوسری طرف کچھ مسلمان ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے برہمن [۹] عقیدہ کو اپنا لیا تھا اور

---

۱ - فخری، ص ۱۶۳۔

۲ - زندیق فرقہ یا دوخداؤں کو مانتا ہے یا نور وظلمت کا قائل ہے یا وہ لوگ قیامت وخدائی پر کوئی عقیدہ نہیں رکھتے یا وہ لوگ ہیں کہ جو باطن میں کفر رکھتے ہیں اور ظاہر میں ایمان۔ جب کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ زندیق لوگ کسی شریعت پر عمل نہیں کرتے اور دنیا کے ہمیشہ ہمشہ رہنے کے قائل ہیں۔ اور عرب لوگ ان کو ملحد کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی جو کسی دین کا پیرو نہ ہو۔

۳- یہ لوگ قضاء وقدر کے منکر ہیں اور معتقد ہیں کہ خود انسان اپنے ہر فعل کا خالق ہے۔

۴ - یہ لوگ معتقد ہیں کہ تمام افعال انسان کے سپرد کر دیے گئے ہیں لہٰذا وہ اپنے افعال میں مستقل ہیں اور ان کا خالق کائنات سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔

۵ - وہ لوگ زرتشت کے پیروکار ہیں، وہ ایک خدائے واحد ازلی کے معتقد ہیں، کہ جس کا نام "اھورامزدا" ہے یعنی "خدائے حکیم" وہ تمام نیکیوں کا خالق ہے اس سے اصلا شر سرزد نہیں ہوتا۔

۶ - عقیدہ مانویہ کے متعلق ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست، ص ۳۹۱-۱۹۲ (نویں مقالہ کے پہلے فن) میں تحریر کیا ہے کہ یہ لوگ "مانی بن فتق بابک" کی طرف منسوب ہیں کہ جو بچپن سے ہی حکمت کی باتیں کیا کرتا تھا، اور کہا گیا ہے کہ اس پر بارہ سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی وہ خود حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت کا معتقد تھا۔ یہ لوگ مجوسیت وعیسائیت سے نکل کر اس کے پیروکار ہوگئے۔

۷ - یہ لوگ دو ازلی خدا کے معتقد ہیں۔ اور یہ گمان کرتے ہیں کہ نور وظلمت دونوں ازلی وقدیم ہیں۔

۸ -اہریمن : زرتشتی دین میں برائیوں کا خالق، اور یزدان نیکیوں کا خالق۔

۹ - براہمن ؛ ہندوستان کا سب سے بڑا دین ہے کہ جس کے متعلق علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ملل ونحل، ج ۲، ص ۶۰۲ میں تحریر کیا ہے کہ یہ دین "براہم" نامی شخص سے منسوب ہے کہ جو اصلا نبوت کا منکر تھا اسی نے اس عقیدہ کی بنیاد رکھی، وہ اس نبوت کے محال ہونے اس دلیل پر قائل تھا کہ رسول کی آمد دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ معقول ہے یا غیر معقول، اگر معقول ہے تو عقل کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے اور اگر غیر معقول ہے تو وہ انسانیت سے خارج اور حیوانیت میں داخل ہے۔ (یہ شہرستانی کی اپنی تحقیق ہے ورنہ دین برہمن کہ جس کو ہندوازم کہا جاتا ہے اہل ہند اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ مترجم)

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسلامی عقائد کو ان کے نظریات پر تطبیق دیتے تھے۔ بعض نے یونانی افکار[1] کو اپنا لیا تھا اور افلاطون کے آئین آئین میں اسلامی افکار کو ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان تاثیرات کے سبب اسلام تقریبا بیس سال تک تغییر و تحول کا شکار رہا اور مسلمانوں کے افکار متناقض و متضاد ہوگئے اور اسلامی امت اپنا وظیفہ اور ذمہ داری کو بھول گئی۔

چہارم: اجتماعی بحران

اجتماعی بحران، دوسرے بحرانوں کا نتیجہ تھا۔ یہ بحران بھی اسلامی فتوحات اور پھیلاؤ کے نتیجے میں وجود میں آیا تھا اس لیے کہ اسلامی سرزمین کے پھلاؤ کے سبب اسلامی خاندان ایک دوسرے سے جدا ہوگئے اور مختلف ممالک میں زندگی بسر کرنے لگے، ایک عرب خاندان کہ جو پہلے ایک گاؤں یا جنگل میں زندگی بسر کرتا تھا وہ اپنے قبیلہ کے آئین پر چلتا اور اس کے علاوہ خاندان میں رشتہ داریاں بھی ہوتیں جس کی وجہ سے عربوں میں رشتہ داری تقویت اور قدرت کا سبب بنتی تھی، لیکن جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھا تو ایک خاندان کا بیٹا عراق میں تھا تو اس کا باپ اسپین میں کشورکشائی میں مشغول تھا۔ اس زمانے میں ارتباط کے وسائل جیسے ٹیلیفون و ٹیلیگراف اور اس سے بھی جلدی باخبر کرنے والے ذریعہ موجود نہیں تھے۔ خاندانوں کا چاروں طرف پھیلنا، اجتماع کے عدم استحکام کا سبب بنا اور یہی مسلمانوں میں تشویش و پریشانی کا باعث بھی ہوا کہ جس سے مسلمان فساد و مشکلات میں گرفتار ہوگئے۔ جی ہاں، اجتماعی بحران کی خصوصیات اس زمانے میں اسی طرح تھیں۔

اسی دوران ایک اور سخت ترین بحران بنام بحران اقتصاد بھی نظر آتا ہے۔ شہر کے شہر ویران ہو چکے تھے، خراج کم ہوگئے تھے آبادی ختم ہوگئی تھی۔ یہ تمام بحران حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی چشم

۱۔ مؤلف محترم نے یونانی و یورپی افکار کو مفصل طور پر رد کیا ہے، ان کی کتاب "الفکر الاسلامی، مواجهة حضاریة" اور دوسری کتاب "العرفان الاسلامی بین بصائر الوحی و تصورات البشر میں مراجعہ کریں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مبارک کے سامنے تھے[۱]، وہ امام کہ جو اپنے آپ کو اسلامی امت کا ذمہ دار اور رہبر مانتے تھے آپ نے ارادہ کیا کہ ان بحرانوں کو ختم کردیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے امت میں روح ایمان کا بیج بویا

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کو دیکھیں، جس وقت حضرت کی عمر مبارک دس سال کی تھی عنفوان جوانی میں قدم رکھا تھا، ایک شخص نے آپ کو صحرا میں خوف خدا سے گریہ کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ استغاثہ اور راز و نیاز میں مشغول ہیں[۲]۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ امام علیہ السلام اپنی زندگی بھر کیا کرتے رہے؟ ہم یہاں پر حضرت کی زندگی کا ایک گوشہ بیان کررہے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن مبارک اس طرح نقل کرتا ہے:

میں نے ایک سال ارادہ کیا کہ حج سے مشرف ہو جاؤں، مکہ کی طرف عازم سفر تھا کہ میں نے ایک سات یا آٹھ سال کے لڑکے سے ملاقات کی یہ لڑکا بغیر کسی زادراہ کے قافلہ کے ایک طرف چل رہا تھا، میں اس کے قریب گیا اور سلام کیا پھر میں نے اس سے کہا: آپ کا ہمسفر کون ہے؟ اس نے جواب دیا: خداوند تبارک وتعالی۔ اس کلام سے میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی بزرگ شخصیت ہے میں نے سوال کیا: بیٹے آپ کا زادراہ اور سواری کہاں ہے؟ اس نے کہا: میرا زادراہ میرا تقوی ہے اور میری سواری میرے دو پیر ہیں اور میرا قصد و غرض خداوند عالم ہے۔ اس کلام میں میری نظر میں اور بھی عظمت بڑھ گئی۔ میں نے سوال کیا: بیٹے آپ کس خاندان کے چشم وچراغ ہیں؟ کہا: عبدالمطلب کے خاندان سے۔ میں نے کہا: اور واضح طور پر کہو۔ اس نے کہا: ہاشمی۔ میں نے کہا اور واضح تر کہیے، اس نے کہا: علوی فاطمی۔ میں نے کہا: اے عزیز! آپ نے کوئی شعر بھی کہا ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: اپنا کوئی شعر مجھ کو سناؤ۔ اس نے اپنے اشعار پڑھنے شروع کیے:

۱۔ حیاۃ الامام زین العابدین، علامہ قرشی، ج ۲، ص ۳۸۰-۳۸۹۔

۲۔ مراجعہ کریں: بحار الانوار، ج ۴۶، ۴۷، ۴۸۔

لَنَحنُ عَلَى الحَوضِ رُوَّادُهُ   نَذُودُ وَ نَسقِي وُرَّادُهُ
وَ مَا فَازَ مَن فَازَ اِلاَّ بِنَا   وَ مَا خَابَ مَن حُبُّنَا زَادُهُ
وَمَن سَرَّنَا نَالَ مِنَّا السُّرُورَ   وَ مَن سَائَنَا سَاءَ مِيلاَدُهُ
وَ مَن كَانَ غَاصِبَنَا حَقَّنَا   فَيَومُ القِيَامَةِ مِيعَادُهُ

ہم حوض کوثر پر وارد ہوں گے، اور اس پر وارد ہونے والوں کا خیر مقدم اوران کو سیراب کریں گے۔

جو ہماری خوشنودی کرے ہم اس کو خوشحال کریں گے اور جو ہم کو اذیت کرے وہ نامشروع اولاد ہے۔

جو کسی کے حق کو غصب کرے تو اس سے ہمارا وعدہ روز قیامت کا ہے۔

وہ ان اشعار کو پڑھنے کے بعد میری نظروں سے غائب ہوگئے یہاں تک میں مکہ پہنچا اور حج کے اعمال سے فارغ ہوا اور پلٹ آیا، مقام ابطح پہنچا اس وقت لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ جو ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے میں نے جیسے ہی ان کے درمیان غور سے دیکھا تو وہ فرزند نیک اختر کو ان کے درمیان موجود تھا، سوال کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں[۱]۔

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے والد گرامی کی پیشانی پر سجدہ کی وجہ سے ٹھیٹ پڑچکی تھی اور ہر سال دومرتبہ اس ٹھیٹ کو کاٹتے تھے اور ہر بار اس میں سے پانچ پانچ گانٹھ نکالتے تھے اسی وجہ سے آپ کو ذوالثفنات (گانٹھ والے) کہا جاتا تھا[۲]۔

۳۔ ابراہیم بن علی اپنے باپ سے اس طرح نقل کرتے ہیں:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پاپیادہ حج سے مشرف ہوئے اور آپ نے مدینہ سے مکہ تک کا سفر بیس روز میں طے کیا[۳]۔

حضرت لوگوں کو مشق کراتے تھے۔ آپ کا ایک باغ تھا کہ جس میں پانچ سو خرمے کے درخت تھے اور حضرت اس باغ میں شب و روز ہر درخت کے نیچے دو رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔

۱۔ بحارالانوار، ج۴۶، ص۹۱۔
۲۔ بحارالانوار، ج۴۶، ص۶۔
۳۔ بحارالانوار، ج۴۶، ص۷۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۴- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہر روز اپنے جدبزرگوار حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی طرح ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ آپ کے پانچ سوخرمے کے درخت تھے اور ہر درخت کے نیچے دو رکعت نماز ادا کرتے۔ آپ کا قیام کے وقت رنگ متغیر ہو جاتا تھا، آپ کا نماز کے وقت قیام مقام ربوبیت کے پیش نظر ایک عبد حقیر کی طرح تھا۔ نماز کی صورت میں آپ کے اعضاء و جوارح خوف خدا سے لرزتے تھے۔ جس وقت حضرت نماز کے لیے اقامت کہتے تو اس طرح کہتے کہ گویا یہ زندگی کی آخری نماز ہے اور پھر کبھی بھی زندگی میں فرصت نصیب نہیں ہوگی۔ امام علیہ السلام ایک روز نماز میں مشغول تھے کہ آپ کی عباء آپ کے دوش مبارک سے زمین پر گر گئی حضرت نے نماز کے آخر تک اپنی عباء کو صحیح نہیں کیا، اس وقت حضرت کے ایک صحابی نے آپ سے اس بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ میں کس کے روبرو کھڑا ہوں؟ بندہ کی نماز اس وقت تک قابل قبول نہیں ہے جب تک اس کا قلب حاضر نہ ہو[1]۔

۵- عبداللہ بن علی بن الحسین علیہم السلام اس طرح نقل کرتے ہیں: میرے والد گرامی رات میں اس قدر نماز پڑھتے تھے کہ تھک کر زمین پر گر جاتے تھے۔ یعنی حضرت اس قدر نماز پڑھتے تھے کہ عبادت کی خستگی کے سبب کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رہتی تھی[2]۔

۶- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جس وقت اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہوتے تو گریہ و زاری اور راز و نیاز میں مشغول ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے سوال کیا: پدر بزرگوار! آپ اس قدر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس طرح جواب دیا: خداوند عالم کی بارگاہ میں نماز ادا کرتا ہوں شاید وہ مجھ کو دوست رکھے۔ اگرچہ خداوند عالم امام کو دوست رکھتا ہے۔ جس زمانے میں مکہ میں قحط سالی ہوئی بارش برسنا بند ہوگئی ہر طرف تشنگی چھاگئی لوگ پریشان ہونے لگے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے شہر مکہ میں بارش کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی، پھر سجدہ میں

۱- بحار نوار، ج۴۶، ص۶۱۔

۲- بحار الانوار، ج۴۶، ص۹۹

Presented By: https://jafrilibrary.com

سر رکھااور اس طرح ارشاد فرمایا: پروردگارا! اگر تو علی بن الحسین کو دوست رکھتا ہے تو اس کی خاطر بارش برسادے، پروردگارا! تجھے اپنی دوستی کی قسم دیتا ہوں بارش نازل فرمادے۔ ابھی امام علیہ السلام کا کلام تمام نہیں ہوا تھا کہ موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو گئی[۱]۔

امام علیہ السلام نے اپنے اس عمل سے لوگوں پر اپنا مقام و منزلت واضح فرمادیا، اور ان کو روحانی و اعتقادی تقویت عطا فرمائی۔ اور وہ قدرت حاصل ہوئی کہ جس سے اخلاقی قوت و صحیح مفہوم کہ جس کے نتیجے میں امت کے درمیان وہ سازگار و سازندہ ماحول وجود میں آئے کہ جس کی وہ نیاز مند تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نماز اور تلاوت قرآن کریم امت کے درمیان لازم تھا، وہ امور کہ جو امام کی شان کے مناسب ہیں وہ امت کے درمیان موجود تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے کے لیے تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔ جس وقت حضرت لوگوں کی بھیڑ اور اژدہام میں خانہ خدا کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتے ہیں تو لوگ آپ کے احترام میں راستہ دیتے جاتے ہیں تاکہ آپ زیارت سے مشرف ہو جائیں اور حجر اسود کو بوسہ دے سکیں[۲]۔

یہ منزلت کس طرح حاصل ہوئی ہے؟

لوگوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مقام و منزلت کو درک کر لیا تھا اور حضرت کے وجود مقدس کی عظمت سے باخبر ہوگئے تھے اور حضرت کی محبت ان لوگوں کے دل و جان میں بیٹھ چکی تھی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اجتماعی بحران کی بھی اپنی تعلیمات کے مطابق اصلاح کی، جو شخص چاہتا ہے کہ اجتماعی امور میں امام علیہ السلام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرے اس کو چاہیے کہ حضرت کے رسالہ حقوق[۳] کا مطالعہ کرے۔ ممکن ہے کہ رسالہ حقوق کے کچھ مسائل بہت سادہ اور بدیہی

---

۱ - بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۵۰۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۲۵۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر، ج ۶، ص ۴۳۵۔

۳ - رسالہ حقوق؛ انسان اور اس کے پروردگار کے درمیان حقوق کا مجموعہ ہے کہ جو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں، یہ پچاس حقوق ہیں کہ جن کو عظیم محدث ابن شعبہ حرانی، ابو محمد بن حسن بن علی نے اپنی کتاب تحف العقول میں تحریر کیا ہے،

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوں اس لیے کہ ہم اپنی زندگی میں بہت سے مسائل سے ارثی طور پر میں جیسے محبت و دوستی اور صلہ رحم وغیرہ کے عادی ہیں لیکن رسالہ حقوق حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں اجتماعی بحران سے مقابلہ و مبارزہ کی صورت رکھتا تھا کہ جن مسائل میں مسلمان گرفتار تھے[1]۔

لیکن سیاسی بحران کے سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سیاسی تحریکوں پر اعتماد کرتے اور ان کی راہنمائی فرماتے تھے۔ ان تحریکوں میں عظیم ترین تحریک سلیمان بن صرد کی تھی کہ جو حضرت رسول اکرم ﷺ کے عظیم و بزرگ صحابی تھے۔

سلیمان بن صرد خزاعی، معصومین علیہم السلام کے تربیت یافتہ اور ایک مذہبی انسان تھے آپ نے اس وقت مقابلہ اور ایثار گرانہ تحریک کی بنیاد رکھی اور رہبری کی کہ جب آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس ضعیف العمر انسان کا ایثار اور اقدام عمر کے اس حصہ میں کہ جہاں موت یونہی آنے والی ہے فطری و طبیعی ہے کہ یہی بہتر ہے راہ خدا میں شہادت کو اختیار کرے۔ جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے اور یہ بات مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ انسان جتنا زیادہ عمر دراز ہوتا جاتا ہے انسانی طبیعت و فطرت کے مطابق اس کو زندگی سے وابستگی اور لگاؤ بڑھتا جاتا ہے۔

یشیب ابن آدم و تشب فیہ خصلتان : الحرص وطول الامل۔ (بنی آدم جتنا بوڑھا ہوتا جاتا ہے دو خصلتیں اس میں بڑھتی جاتی ہیں: ایک حرص، دوسری طولانی آرزو) لیکن سلیمان بن صرد جیسا کہ انشاء اللہ آئندہ کے مباحث میں بیان کریں گے ان کی حالت کچھ اور تھی اسی طرح مختار ثقفی کی تحریک۔

اس رسالہ کا آغاز اس طرح ہے: اعلم رحمک اللہ ان اللہ علیک حقوقا۔۔۔۔ اور اس اختتام اس طرح ہے: و ھذہ خمسون حقا محیطۃ بک لا تخرج منھا فی حال من الاحوال یجب علیک رعایتھا۔ شیخ صدوق نے ان کو الحقوق الخمسون کے نام سے تحریر کیا ہے۔ جیسے کہ خصال میں درج ہے، ج۲، ص ۵۶۴۔

۱۔ مراجعہ کریں: متن رسالہ حقوق، تحف العقول عن آل الرسول، ص ۲۵۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں اسلامی حکومت کی عمومی حالت مختلف اعتبار سے بہت ہی مشکلات و بحران سے دوچار تھی جیسے سیاسی، اخلاقی، فکری اور اجتماعی اور یہ بحران اسلامی امت کے لیے چیلنج بن چکے تھے وہ صرف امت کی راہ و مسیر ہی کو نہیں تبدیل کر رہے تھے بلکہ اس کو برباد کرتے جا رہے تھے۔
- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ذمہ داری تھی کہ آپ امت کو ان بحرانوں و مشکلات سے نجات دیں اس لیے کہ آپ مذہبی تحریک کے رہبر ہیں، کہ جن میں بہت سے اصحاب، تابعین اور آپ کے چاہنے والے ہیں۔
- سیاسی بحران سب سے خطرناک چیلنج کی شکل اختیار کر چکا تھا کہ جس کے مقابلے میں مذہبی تحریک تھی کہ جس سے اسلامی امت کمزور ہوتی جا رہی تھی اور بنی امیہ کے خلاف قیام اور ان کی حکومت کو ختم کرنے کا یہی سبب تھا۔
- اسلامی امت میں دوسری قوموں سے اختلاط کی وجہ سے فکری بحران وجود میں آیا تھا چونکہ اسلام کے دوسری قوموں تک پھیلنے کی وجہ سے ان کی جدید ثقافت مسلمانوں میں آ گئی تھی لہٰذا اسلامی امت کو اندرونی طور پر ایک مذہبی تحریک کی ثقافت کی رہبری کی ضرورت تھی۔
- اسلامی فتوحات پھیلتی چلی گئیں اور بہت زیادہ افراد مختلف اقوام و ممالک و ثقافت سے اسلام میں وارد ہو گئے اور خود مسلمان بھی اپنے قوم و قبیلوں کو چھوڑ کر مختلف ممالک میں زندگی بسر کرنے لگے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے خاندان والوں سے بچھڑ گئے اور اجتماعی بحران وجود میں آیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دوسری فصل

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں

مذہبی تحریک

- ✓ توابین کا انقلاب = تحریک شہادت
- ✓ مختار کے انقلاب کی کامیابی اور شکست

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

توابین کا انقلاب = تحریک شہادت

۶۵ ہجری[۱] میں سلیمان بن صرد نے لوگوں کو ''نخیلہ'' کے مقام پر جمع کیا اور یالثارات الحسین (اے حسین کے منتقموں) کا نعرہ لگایا۔ سلیمان بن صرد وہ پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے لوگوں کے درمیان اس نعرہ کا انتخاب کیا انہوں نے مدائن وبصرہ کے لوگوں سے خط وکتابت کی اور ان دو شہروں سے بہت زیادہ لوگ اپنے کوفے کے ساتھیوں کے ساتھ جمع کر لیے۔

وعدے کے مطابق تمام افراد نخیلہ کے مقام پر جمع ہوگئے۔ نخیلہ یہ وہی جگہ کہ جہاں جنگ صفین کے دوران معاویہ بن ابوسفیان کے لشکر نے قیام کیا تھا یہ جگہ جنگی حوالے سے بہت مناسب ہے اور کوفہ میں وارد ہونے کے لیے دروازے کی حیثیت رکھتی ہے۔

سلیمان بن صرد، نے اپنے قیام کو علنی کرنے کے بعد ان کے اور سپاہیوں کے درمیان اختلاف نظر پیدا ہوگیا سپاہیوں کی تعداد ۳۳۰۰ سے ۴۰۰۰ کے درمیان تھی کہ جن کے سپہ سالار سلیمان ہی تھے ان کا نظریہ تھا کہ اس تحریک کے اہداف مشخص ہوں کہ جو قاتلان امام حسین علیہ السلام کو ختم کرنے پر مشتمل تھے کہ جن میں سے سرفہرست عبیداللہ بن زیاد کا نام تھا لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ لشکر اس کام کو انجام دینے کے بعد کوفہ آئے گا اور پھر کوفہ میں موجود قاتلان امام حسین علیہ السلام سے انتقام لے گا۔ لیکن سپاہیوں کی

۱۔ ملاحظہ کریں حوادث ۶۵ ہجری: الکامل فی التاریخ، ج۴۔ تاریخ الامم والملوک، ج۵۔ موسوعۃ التاریخ الاسلامی، ج۶، شیخ یوسفی غروی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نظریہ تھی کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام شام میں نہیں بلکہ کوفہ میں ہیں اور اصل میں کوفہ والوں نے شام والوں کی پیروی کرتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔

بہر حال اس طرح سلیمان کا اپنے سپاہیوں سے الگ نظریہ تھا سلیمان کا بہت زیادہ اصرار تھا کہ شام کی طرف حرکت کریں اور آخر کار سلیمان شام کی طرف روانہ ہوگئے اور عبید اللہ بن زیاد کے لشکر سے روبرو ہوئے ان کا نظریہ تھا کہ اگر ہم پہلے کوفے میں جنگ چھیڑتے ہیں تو یہاں پر ان کے رشتہ دار ہمارے ساتھ ہیں جب کوفے کے قاتلین ہمارے ہاتھ سے مارے جائیں گے تو ہمارے لشکر میں بھی کمزوری نظر آئے گی اس لیے کہ یہ لوگ کوئی کسی کا بھائی ہے تو کوئی بیٹا یا رشتہ دار لہٰذا پھر ہم ابن زیاد کے لشکر کی طاقت نہیں رکھ سکتے[۱]۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر اجتماع

یہ سب لوگ سلیمان بن صرد کی سربراہی میں جمع ہو کر کوفے سے چلے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر جمع ہوئے وہاں پہنچ کر چیخ مار مار کر رونے لگے اور بہت زیادہ گریہ وبکا کیا اور اپنی بے وفائی پر شرمندہ ہوئے اور اسی طرح شب و روز روتے رہے ان کے روتے وقت یہ الفاظ تھے: پروردگارا! حسین شہید ابن شہید، مہدی ابن مہدی، صدیق ابن صدیق پر رحمت نازل فرما، پروردگارا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم ان کے دین اور ان کی راہ پر ہیں اور ان کے قاتلوں کے دشمن اور ان کے دوستوں کے دوست، پروردگارا ہم نے تیرے نبی کے نواسے کا ساتھ چھوڑ دیا ہم کو معاف کردے اور ہماری توبہ قبول فرما، حسین اور ان کے باوفا وصدیق اصحاب پر رحمت نازل فرما ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم ان کے دین پر ہیں اور اسی راہ پر

۱۔الکامل فی التاریخ، ج۴، ص ۳۔اور ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ، ج۸، ص ۲۵۲ میں تحریر کیا ہے کہ سلیمان بن صرد خزاعی خزاعی نے کہا: ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے مقابلے میں لشکر تیار کیا اور پھر حضرت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا لہٰذا جب ہم ابن زیاد کو قتل کرکے کوفے واپس آئیں گے تب یہاں کے دشمنوں کو قتل کریں گے جیسے عمر بن سعد وغیرہ کو اور اگر ہم ان کو پہلے قتل کردیں اور یہ تمہارے ہم وطن ہیں تو تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی، باپ اور رشتہ دار کو قتل ہوتے دیکھے گا تو یہ لشکر کمزور پڑ جائے گا لہٰذا پہلے اس فاسق بن فاسق ابن زیاد کو قتل کرتے ہیں کہ جس سے تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔ تب سب نے کہا کہ آپ نے صحیح کہا ہے۔ تب وہ لوگ نام خدا لے کر چل پڑے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

گامزن ہیں کہ جس پر وہ قتل ہوئے۔و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین[۱]۔پروردگارا! اگر تونے ہم کو معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو ہم گھاٹے اور نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

پھر یہ سب لوگ حضرت کی قبر مبارک کے پاس گئے اور قبر سے وداع و رخصت ہوئے وہاں پر لوگوں کا اس طرح جم غفیر ہو گیا جیسے حجر اسود کے قریب لوگ جمع ہوتے ہیں۔

اس کے بعد یہ سب لوگ قبر امام حسین علیہ السلام سے رخصت ہو کر آگے بڑھے[۲] اور قرقیسیا[۳] قرقیسیا[۳] پہنچے وہاں پر زفر بن حارث کلابی[۴] کی حکومت تھی، اس نے ان پر شہر کے دروازے کو بند کر دیا اور ان کی جانب نہیں آیا تب اس کے پاس مسیب بن نجبہ[۵] کو بھیجا گیا کہ صرف ان کو بازار میں آنے جانے کی اجازت مل جائے، مسیب قرقیسیا کے دروازے پر آئے اپنا تعارف کرایا اور زفر سے ملاقات کی اجازت طلب کی، ہذیل بن زفر اپنے باپ کے پاس آیا اور کہا وہ خوبصورت شخص مسیب بن نجبہ ہے آپ سے ملنا چاہتا ہے اس کے باپ نے کہا: اے میرے بیٹے تو اس کے بارے میں کتنا جانتا ہے یہ بہت بہادر و شجاع اور شریف انسان ہے بہت دیندار و متدین ہے، اس کو اجازت دیدو تب وہ دربار میں اس کے قریب آکر بیٹھ گئے، اور اپنے حالات اور اپنا ارادہ بیان کیا۔ زفر نے کہا ہم شہر کا دروازے اس وقت تک بند نہیں

۱۔ سورہ کہف، آیت ۲۰۔

۲۔ یہ لوگ کربلا سے قاریہ کی جانب نکلے کہ جو آج صوبہ نینوی کے شہر موصل کے دیہاتوں میں سے ایک بستی ہے۔ شہر موصل سے تقریبا ۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب کی طرف واقع ہے۔ پھر ہیت کی جانب چلے۔ ہیت شہر رمادی سے ۷۰ کلومیٹر کے فاصلے پر نہر فرات سے شمال مغرب میں واقع ہے پھر ہیت سے عانات کی جانب چلے اور اس طرح قرقیسیا پہنچ گئے۔

۳۔ قرقیسیا؛ شام میں نہر فرات کے کنارے ایک عظیم و قدیمی شہر ہے کہ جس کو انگلش میں کر کیسیوم کہا جاتا ہے۔

۴۔ زفر بن حارث بن عبد عمرو بن معاذ کلابی (متوفی ۷۵ھ) وہ جنگ صفین میں معاویہ کی طرف سے اہل قنسرین کا سپہ سالار تھا اور جنگ مرج راہط میں بھی شریک ہوا کہ جس کا سپہ سالار ضحاک بن قیس فہری تھا وہاں پر ضحاک قتل ہو گیا اور زفر قرقیسیا کی طرف فرار کر گیا اور پھر اپنی آخر عمر تک وہیں رہا۔ اس کی موت عبد الملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ الاعلام، ج ۳، ص ۴۵۔

۵۔ مسیب بن نجبہ بن ربیعہ بن ریاح فزاری (۶۵ھ۔) تابعی، وہ عبادت گذار اور شجاع و بہادر تھے، جب کبھی دس شریف لوگوں کا شمار ہوتا وہ ان میں سے ایک ہوتے تھے، وہ اپنے قبیلے کے سردار تھے انہوں نے جنگ قادسیہ میں شرکت کی اور عراق کی فتح میں شریک رہے اور ہر حال میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہے، کوفہ میں مقیم رہے، توابین کے ساتھ شہید ہو گئے۔ الاعلام، ج ۷، ص ۲۲۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کریں گے جب تک یہ نہ جان لیں کہ آپ کا ارادہ کس کے متعلق ہے ہم تم لوگوں سے جنگ کرنا نہیں چاہتے اس لیے کہ ہم تمہاری خوش اخلاقی سے واقف ہیں۔

تب زفر نے بازار میں رفت وآمد کی اجازت دی انہوں نے وہاں سے گھوڑے اور کچھ سامان خریدا اور زفر نے ان کو کافی کھانا اور دیگر سامان دیا یہاں تک کہ ہر شخص نے اپنے لیے لباس اور اسلحہ خریدا۔

وہ اگلے دن نکلے اور زفر نے بھی ان کا بدرقہ کیا اور سلیمان سے کہا: وہ لوگ پانچ سپہ سالار ہیں: حصین بن نمیر[۱]، شرجیل بن ذی الکلاع[۲]، ادھم بن محرز[۳]، جبلہ بن عبداللہ خثعمی[۴] اور عبیداللہ بن زیاد اور ان کے پاس بہت زیادہ لشکر ہے۔ اگر تم لوگ چاہو تو ہمارے ساتھ شہر میں رہو اور ہم سب مل کر یہیں پڑاوٴ ڈالیں اور جب وہ دشمن یہاں آئیں گے تب مل کر ان پر حملہ کریں گے۔

سلیمان نے کہا یہ بات ہم نے اپنے ہم وطن لوگوں سے کہا پر وہ راضی نہیں ہیں تب زفر نے کہا: تم لوگ عین الوردہ چلے جاوٴ اور ہمارا شہر تمہارے پیچھے رہے تاکہ تم تک کھانا پانی پہونچتا رہے۔

سلیمان بن صرد اپنے لشکر کے ساتھ عین الوردہ پہنچے اور سب کو جمع کر کے کچھ نصیحتیں کی کہ ہم اللہ کی قربت کی خاطر اور محمد وآل محمد کی خوشنودی کے لیے جنگ پر آئے ہیں لہٰذا کسی کو بھاگتے ہوئے قتل نہیں کرنا اور نہ ہی کسی اسیر کو قتل کرنا اور پھر کہا کہ اگر میں قتل ہو جاوٴں تو میرے بعد مسیب بن نجبہ تمہارے

۱۔ حصین بن نمیر بن بن نائل (۶۷ھ۔) ابو عبدالرحمٰن کندی سکونی وہ حمص کا رہنے والا تھا، بہت قسی القلب اور بنی امیہ کے دور میں بہت ظالم و جابر تھا، معاویہ کے مخلص لوگوں میں سے تھا، ابن زیادہ کے لشکر کے سالاروں میں سے تھا، اسی نے عبداللہ بن زبیر کا مکہ میں محاصرہ کیا اور شہر مکہ پر منجنیق کے ذریعہ آگ برسائی، اسی نے عبداللہ بن یقطر و قیس بن مسہر کو قتل کیا اور واقعہ کربلا میں بھی امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں بہت زیادہ کارنامے انجام دیے، اور اپنی اخری عمر میں ابراہیم بن مالک اشتر کے مقابلے میں عبیداللہ بن زیاد کے لشکر میں میمنہ کا سردار تھا وہ اسی جنگ میں موصل کے قریب ابن زیاد کے ساتھ قتل ہوا۔ الاعلام، ج۲، ص ۲۶۲۔ مع الرکب الحسینی، ج۴، الامام الحسین فی کربلا، ص۹۱۔

۲۔ شرجیل بن ذی الکلاع حمیری (۶۷ھ) وہ موصل میں عبیداللہ بن زیادہ کے ایک لشکر کا سردار تھا اور جب ابراہیم بن مالک اشتر سے جنگ ہوئی تب شرجیل سوارہ فوج کا سردار تھا اور اسی جنگ میں قتل ہوگیا۔ الاعلام، ج۳، ص۱۵۹۔

۳۔ ادھم بن محرز ابن اسید باہلی (۱۰۰ھ۔) وہ اہل حمص سے لشکر کا سردار، اہل شام میں بہادر اور اپنے زمانے میں ایک شخصیت تھا، وہ جنگ صفین میں معاویہ کی طرف سے شریک ہوا۔ الاعلام، ج۱، ص ۲۸۲۔

۴۔ جبلہ بن عبداللہ خثعمی کا بنی امیہ کے بزرگوں میں سے شمار ہوتا ہے۔ تجارب الامم، ج۲، ص۱۲۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

امیر ہیں اور ان کے بعد عبداللہ بن سعد بن نفیل اور اگر وہ لوگ بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن وال اور ان کے بعد رفاعہ بن شداد سپہ سالار ہوں گے۔

اس کے بعد سلیمان نے مسیب کو چار سو سواروں کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجا اور کہا جاؤ اور ان کے پہلے لشکر سے جنگ کرو مسیب نے بہت خطرناک حملہ کیا اور شرجیل کے لشکر کو پچھاڑ دیا دوسرا لشکر حصین کا تھا وہ ابھی ابن زیاد کے حکم کے منتظر تھے۔ مسیب اپنے اس حملہ میں دشمن کو پچھاڑ کر بہت کچھ مال غنیمت میں حاصل کر چکے تھے۔

جب یہ خبر ابن زیاد کو ملی تب اس نے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا اور اسی کے ساتھ ابن ذی الکلاع کو بھی آٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے ابن ادھم دس ہزار کا لشکر لے کر آیا اور بروز جمعہ بہت گھمسان کی جنگ ہوئی دوپہر تک گھمسان جنگ ہوتی رہی اور اہل شام کے زیادہ ہونے کی وجہ سے غالب آگئے انہوں نے سلیمان کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا، سلیمان اپنے لشکر کو ترغیب دلاتے رہے اور بہت دلاوری وجوانمردی کے ساتھ جنگ کرتے رہے حصین بن نمیر نے ان پر تیروں اور نیزوں کی بارش شروع کردی یہاں تک کہ سلیمان قتل ہوگئے پھر ان کے بعد یکے بعد دیگر علم کو ہاتھ میں لیتے رہے اور شہید ہوتے رہے یہاں تک کہ علم رفاعہ بن شداد کے ہاتھ میں آگیا، رفاعہ نے دیکھا کہ ہمارا لشکر ختم ہوتا جارہا ہے اور دشمن غالب آرہے ہیں تب رفاعہ نے شام تک جنگ کو جاری رکھا اور جب رات کی سیاہی پھیل گئی تو وہ اپنے زخمیوں کو لے کر کوفہ کی طرف واپس لوٹ آئے[1]۔

توابین کی تحریک کی شکست کے دلائل

یہ سوال پھر بھی اپنی جگہ باقی ہے۔

کیوں یہ تحریک تاریخ میں شکست سے روبرو ہوئی؟

کسی بھی بات سے پہلے ضروری ہے کہ اس تحریک کی ماہیت کو درک کریں۔ ہم پہلے بھی اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ مذہبی تاریخ میں دوطرح کی تحریکیں ہوا کرتی ہیں:

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۴ بہت ہی اختصار کے ساتھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اول: سپاہیوں اور سیاسی افراد وغیرہ کی تحریک، جیسے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کی تحریک۔
دوم: فقہا، قراء اور زاہدوں کی تحریک جیسے سلیمان بن صرد اور زید بن علی وغیرہ کی تحریک۔

آج بھی اسلامی امت کے یہاں روح ایثار و جہاد کو زندہ کرنے کے لیے اسی طرح کی تحریکوں کی بہت ضرورت ہے کہ جن کی سپہ سالاری فقہاء علماء و مراجع کے ہاتھوں میں ہو۔ یہ فطری ہے کہ اس زمانے میں بھی اکثر لوگوں کو یہ امید نہیں تھی کہ سلیمان بن صرد اپنے قیام میں کامیاب ہو جائیں گے اور حکومت پر قبضہ کرلیں گے۔ اس لیے کہ جیسے پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ ان کی ۸۸ سال کی عمر ہو چکی تھی۔ ان سب کا ہدف صرف اتنا تھا کہ اسلامی امت کے درمیان اور اسلامی حکومت جہاں تک بھی ارمنستان سے افریقہ تک ہے ایک بحران ایجاد کریں تا کہ امت بیدار ہو سکے۔

سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں کا ہدف مسلمانوں کے خوابیدہ ذہنوں کو بیدار کرنا تھا اور اس کے بعد بنی امیہ کی فاسد و طاغوتی حکومت کے خلاف قیام تھا۔

توابین کی تحریک، مختار کی تحریک کا مقدمہ و بنیاد قرار پائی۔ فقہاء و مراجع کی تحریک کا ہدف اسلامی امت میں بیداری کو پیدا کرنا تھا۔ اس زمانے میں یہ شخصیتیں وہی صاحبان فتویٰ اور قاریان قرآن تھے۔ قاریان قرآن اس زمانے کے مراجع شمار ہوتے تھے اور لوگوں کے درمیان صرف وہی مراجع تھے کہ جو مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال رکھتے تھے۔ قاریان قرآن، قرآن کریم کے مفسر بھی تھے اور وہ قرآن کریم کی تاویل اور تطبیق میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے بھی شمار کیے جاتے تھے۔ یہ قاری حضرات انقلاب کی کامیابی کی امید بہت کم رکھتے تھے لیکن توابین کی تحریک کا سب سے بڑا ہدف لوگوں میں مذہبی رجحان کو پیدا کرنا اور مذہبی تبلیغ تھی اور آخر کار وہ اپنے ہدف میں کامیاب ہوگئے۔ لہٰذا یہ مطالب مد نظر رکھتے ہوئے کوئی حرج نہیں ہے کہ سلیمان بن صرد کے انقلاب کی سیاسی شکست کی تحقیق کی جائے۔

توابین کی ناکامیابی کے دلائل

پہلی وجہ: سلیمان بن صرد کا کوفہ کے لوگوں پر اعتماد کہ جو تاریخی حوالے سے ہمیشہ مکر و فریب و خیانت کے عادی رہے ہیں۔ اور کبھی کبھی انسان اپنے آپ سے سوال کرتا ہے کہ کیا کوفہ کی مٹی ہی میں خیانت ہے؟ یا وہ خرمے کے باغات کہ جو نہر فرات کے اطراف میں ہیں وہ لوگوں میں حیلہ و مکر و خیانت کا سبب بنتے ہیں؟۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہ ہی وہاں کی مٹی اور نہ وہ خرمے کے درخت اور نہ کوفہ کی آب و ہوا، وہاں کے لوگوں میں فریب کاری و خیانت کا سبب ہوتی ہے بلکہ کوئی دوسرا مسئلہ ہے اور وہ کوفہ کے معاشرے میں اجتماعی ترکیب اور اس کے اطراف میں بسنے والے افراد ہیں کہ جو اس طرح کی خصلتوں کے سبب بنتے ہیں۔

کوفہ کے لوگ کون تھے؟

کوفہ فوجیوں کا مرکز یا جدید اصطلاح میں فوج کی چھاؤنی تھا۔ کہ جس میں مختلف قبیلوں کے جنگجو جمع ہو گئے تھے۔ وہ سب اپنے اپنے وطن یعنی تمام جزیرۃ العرب سے کوفہ میں آکر بس گئے تھے اور وہاں پر بھی ایک ایک مخصوص علاقے میں زندگی بسر کرتے تھے ہر قبیلہ کا ایک محلّہ تھا کہ جس کے چاروں طرف دیوار بنائی گئی تھی۔

بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی سپاہی و فوجی کسی اجرت کے بغیر جنگ کرے اور وہ سیاسی حوالے سے بھی ایک عقلمند انسان ہو لہٰذا اس طرح کے فوجی لوگ ہمیشہ اپنی مزدوری اور تنخواہوں کی فکر میں رہتے ہیں کہ جو بھی زیادہ پیسے دے گا اسی کی خدمت کریں گے۔ ان کے درمیان سیاسی رہبر وہ ہے کہ جو حوادث و حالات کو مد نظر رکھے اور امت کے داخلی حالات سے باخبر ہو، جب کہ فوجی اور سپاہی اپنے اسلحے و جنگ کے علاوہ کسی اور چیز کو درک نہیں کرتے۔ یہ سپاہی اپنی طبیعت کے مطابق ہر لحظہ ایک نیا رنگ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کوفہ کے لوگ بھی ہر لحہ ایک نئی صورت رکھتے تھے ہر وقت اپنے پہلے نظریہ سے بدل کر دوسرے نظریے کے پیرو ہو جاتے۔ وہ ایک روز مسلم بن عقیل کے پیرو ہیں تو دوسرے روز جب ابن زیاد آتا ہے اور ان کو مال و متاع کا لالچ دیتا ہے تو اس کی حمایت کرنے لگتے ہیں اور جب مختار ان کو وعدے دیتے ہیں تو فورا ان کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں اور جب مختار میدان سے کنارے نظر آتے ہیں اور مصعب بن زبیر میدان میں نظر آتا ہے تو کوفہ کے لوگ اس کو انتخاب کر لیتے ہیں اور پھر جب عبدالملک بن مروان میدان میں قدم رکھتا ہے تو کوفہ کے لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔۔۔اس عدم ثبات کا سبب یہ تھا کہ وہ سپاہی و فوجی مزدور مزاج تھے۔ مثلا جب عراق میں حکومت گرائی جاتی ہے (عراق نے اپنی تاریخ میں حکومت کے گرنے و سقوط کے بہت سے واقعات دیکھے ہیں) تو وہ فوج کہ جو نوری سعید کے لیے جنگ کر رہی تھی وہی عبدالکریم قاسم کی حمایت میں جنگ کرنا شروع کر دیتی ہے اور پھر وہی فوج کہ جو عبدالکریم قاسم کی حمایت میں جنگ کر رہی تھی وہ احمد حسن البکر کی پشت پناہی کرتی ہے۔ پھر یہی فوج

Presented By: https://jafrilibrary.com

عبدالسلام اور عبدالرحمٰن کی سپہ سالاری میں آجاتی ہے اور پھر دوبارہ احمد حسن البکر کے ساتھ مشغول ہو جاتی ہے اور آخرکار صدام حسین کی حمایت کرتی ہے۔ اس دوران سب سے قوی ترین شخص وہی ہے کہ جس کے ہاتھ میں فوج کی کمانڈ ہو۔

شہر کوفہ کی تبدیلیوں کی پہلی وجہ یہی تھی کہ یہ شہر فوجی چھاؤنی تھا اور اس زمانے میں اسلامی لشکر کے ذہن میں اسلامی سیاسی فکریں وارد نہیں ہو پائی تھیں اسی وجہ سے یہ فوج ہر اس کے ساتھ ہو جاتی تھی کہ جو حالات پر قابو کرلے اور اپنے کنٹرول میں لے لے۔

دوسری طرف اسلامی فوج غیر مسلم اور بیرونی حکومتوں سے جنگ کرنے پر رغبت رکھتی تھی۔ یہ فوج داخلی امور کی اصلاح اور ان کے اوپر کون ان پر حکومت کر رہا ہے اصلا توجہ نہیں کرتی تھی۔ اہم ترین مسئلہ اس فوج کے لیے یہ تھا کہ فرصت ملتے ہی بیرونی ممالک کو فتح کرلیا جائے، اسی لیے کوفہ میں فوج کی چھاؤنی خراسان کی سرحدوں کو فتح کرنے میں جلد بازی دکھاتی تھی اور ماوراء النھر کے علاقوں سے جنگ کرکے بہت زیادہ غنائم کو جمع کرنے میں مشغول رہتی تھی۔

پہلی علت کہ جو سلیمان بن صرد کے شکست کے سلسلے میں بیان کی جا سکتی ہے وہ یہی ہے انہوں نے اس علاقہ پر تکیہ کیا کہ جو فوجی چھاؤنی تھا اس کے ساتھ ساتھ شہر کوفہ کے لوگ کسی طرح کے عقیدے پر بھی ثابت قدم نہیں تھے، یہ وہی علت تھی کہ جس کی وجہ سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کوفہ میں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے تو کوفہ والوں کی باتوں کا جواب نہ دیا۔ حضرت نے کوفہ والوں کو ان کی بدرفتاری کی وجہ سے کہ جو انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ساتھ انجام دی تنبیہ فرمائی۔ کوفیوں نے امام علیہ السلام سے اس طرح کہا: اے فرزند رسول خدا! ہم سب آپ کے فرمان کے تابع ہیں اور آپ کی آبرو وحیثیت کے محافظ ہیں اور آپ سے منھ نہیں موڑیں گے اور آپ کو پیٹھ نہیں دکھائیں گے لہٰذا آپ ہم کو دستور دیں آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ جو بھی آپ سے جنگ کرے گا ہم اس سے جنگ کریں گے اور آپ جس سے صلح کریں گے ہم اس سے صلح کریں، یزید سے انتقام لیں گے اور جس نے بھی ہم پر اور آپ پر ظلم وستم کیے ہیں ان سے انتقام لیں گے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

هيهات، هيهات، ايها الغدرة المكرة، حيل بينكم و بين شهوات انفسكم ، ا تريدون ان تاتوا الى كما اتيتم الى آبائى من قبل؟! كلا رب الراقصات، فان الجرح لما يندمل---[۱]۔

''ھیھات ، اے دھوکے باز و مکار لوگو! خداوند عالم تمہارے اور تمہاری خواہشات کے درمیان مانع ورکاوٹ بن گیا ہے۔ کیا یہ چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی فریب کرو کہ جو مجھ سے پہلے میرے آباء واجداد کے ساتھ کیا ہے؟! آب و گیاہ کے پروردگار کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور ابھی ہمارے زخم بھرے نہیں ہیں---''۔

اور ہوا بھی ایسا ہی یہ فوج اپنی اس بات پر بھی ثابت نہ رہ سکی اور کچھ عرصہ کے بعد حجاج بن یوسف ثقفی کے ساتھ حضرت کے اہل بیت اور آپ کے شیعوں پر ظلم وستم کیے۔

دوسری وجہ: لوگوں کی بے توجہی اور ان میں امنیت کا موجود نہ ہونا ہے۔ اگر سلیمان بن صرد خزاعی کوفہ پر کاملا مسلط ہو جاتے تو ان کو بہتر اور مناسب تر فرصت مل جاتی ، لیکن سلیمان زیادہ تر عبیداللہ بن زیاد کے قتل کی فکر میں تھے اور اس کے قتل کو اپنے انقلاب کی بنیاد سمجھ رہے تھے جب کہ اس کو قتل کرنا کوئی زیادہ بڑی بات نہیں تھی ، اس لیے کہ ابن زیاد جیسے کہ ممکن تھا کہ جسمی لحاظ سے ختم ہو جائے اسی طرح ممکن تھا کہ معنوی لحاظ سے بھی نابود ہو جائے ،بنیادی مسئلہ اس نظام و مرکز کو ختم کرنا تھا کہ جس پر عبیداللہ بن زیاد تکیہ کیے ہوئے تھا اور سلیمان پر لازم تھا کہ شہر کوفہ کو عمر بن سعد و شبث بن ربعی[۲] کہ جو دونوں فوج کے سپہ سالار تھے اور حرملہ بن کاہل اسدی[۳] اور دیگر قاتلان امام حسین علیہ السلام کہ جو

---

۱ - بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۱۱۲۔

۲ - شبث بن ربعی تمیمی یربوعی، ابو عبدالقدوس، اس نے پیغمبر اکرم کے زمانے کو درک کیا ہے یہ اس زمانے میں سجاح کا موذن تھا کہ جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اور اس نے عثمان کے خلاف بھی قیام بھی کیا اور جب یزید خلیفہ بنا تو اس نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کے لیے خط لکھا۔ اور پھر حضرت کے خلاف عمر بن سعد کے ساتھ جنگ کے لیے کربلا پہنچ گیا، اس کو حضرت کے خون کے انتقام میں مختار ثقفی نے قتل کیا۔ الاعلام، ج ۳، ص ۱۵۴۔ مع الرکب الحسینی، ج ۴، الامام الحسین فی کربلا، ص ۹۲۔

۳۔ حرملہ بن کاہل اسدی حضرت امام حسین علیہ السلام کے شیر خوار بچے کا قاتل ہے کہ جس کو عبداللہ الرضیع کہا جاتا ہے یہ بچہ حضرت کے ہاتھوں میں تھا۔ منہال سے روایت ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد وہ مکہ سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا آپ

Presented By: https://jafrilibrary.com

کوفہ میں موجود تھے ان کے وجود سے کوفہ کو پاک کریں۔ جیسا کہ مورخین نے تحریر کیا ہے کہ قاتلین امام حسین علیہ السلام میں سے شام میں صرف حصین بن نمیر سکونی تھا(۱)۔

یہاں پر ضروری ہے کہ تذکر دیا جائے کہ جو لوگ سلیمان بن صرد کی تحریک پر غالب آئے وہی افراد تھے کہ جن کو سلیمان نے قتل نہیں کیا تھا۔ مختار اس حقیقت سے آگاہ تھے لہٰذا انہوں نے سب سے پہلے اسی گروہ کو قتل کرنے پر اقدام کیا اور پھر کوفہ کو صاف کرنے کے بعد باہر کی طرف متوجہ ہوئے۔

تیسری وجہ: انقلاب کے معانی و مفاہیم سے بے توجہی تھی، سلیمان نے مذہبی اجتماع کے مفاہیم کی طرف توجہ نہیں کی اور ان کی کوشش صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لینا تھا، وہ اس طرح کہتے تھے: ہم پر واجب ہے کہ جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے ان سے انتقام لیں(۲)۔ لیکن اے سلیمان کیا آپ نے اپنے آپ سے سوال نہیں کیا کہ حضرت امام حسین کیوں قتل ہوئے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام امت میں انحراف کی وجہ سے قتل ہوئے۔ وہ انحراف کہ جو اجتماع و اخلاق و سیاست میں تبدیلی کا سبب بنا تھا۔ بہتر یہ تھا کہ سلیمان سب سے پہلے ان اصول و اہداف کے دفاع میں قدم اٹھاتے کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیش نظر تھے اور آپ کے قیام کے اسباب قرار پائے تھے۔

اگر سلیمان اس طرح پیش آتے تو کس نتیجے پر پہنچتے؟

اگر ایسا کرتے تو کوفہ کے موالی، غلام اور انقلابی افراد آپ کی مدد کرتے اور یہ وہی افراد تھے کہ جن کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے خروج کیا تھا۔

نے حرملہ کے متعلق سوال کیا اس نے کہا: وہ کوفہ میں زندہ ہے۔ حضرت نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا: اللهم اذقه حر الحديد، اللهم اذقه حر الحديد، اللهم اذقه حر النار، منہال کوفہ پہنچ کر مختار کے پاس پہنچے تب اسی وقت حرملہ کو گرفتار کرکے لایا گیا مختار نے اس کے ہاتھ پیر کاٹنے کا حکم دیا اور پھر اس کو آگ میں ڈلوا دیا۔ تب منہال نے مختار کو حضرت امام زین العابدین کی حرملہ کی متعلق بد دعا کی خبر دی تب مختار فوراً سجدے میں چلے گئے اس لیے امام کی دعا مختار کے ہاتھوں عمل کو پہنچی۔
بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۴۶ و ص ۳۳۲۔

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۸۴۔

۲۔ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام حسین علیہ السلام نے خدا کے لیے اور کتاب خدا کو اجراء کرنے کے لیے خروج کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام فرمان الٰہی و قوانین الٰہی کے نظام کو برپا کرنے کے خواہاں تھے، ایسا نظام کہ جو اجتماعی عدالت و صلح و امنیت اور اخلاق عظیم جیسی بے بہا خوبیوں کا حامل ہوتا۔

کوفہ کے لوگ معتقد تھے کہ سلیمان بن صرد اجتماعی عدالت، برابری و امنیت کے لیے جنگ کر رہے ہیں لیکن ان کو چاہیے تھا کہ ان مفاہیم کو وسیع پیمانہ پر موالی و کوفیوں کے درمیان رائج کرتے، اس لیے کہ یہ گروہ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ کوفہ کی اکثریت محروم و مستضعف طبقات کے لوگ تھے، اگر سلیمان اس روش سے استفادہ کرتے تو بہت زیادہ قدرت و شجاعت کے حامل ہوتے۔ کوفہ سے خراسان تک لاکھوں افراد موجود تھے۔ جس وقت ابو مسلم خراسانی نے موالیوں کی حمایت میں جنگی پرچم لہرایا تو چند ہی ماہ میں تقریباً ایک لاکھ افراد موالی، ایرانی و افغانی وغیرہ ان کے ساتھ جمع ہوگئے[1]۔ وہ سب ابو مسلم کی رہبری میں شجاعت کے ساتھ لڑے۔ تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ مامون عباسی نے انہی موالیوں پر تکیہ کرتے ہوئے اپنے بھائی محمد امین[2] پر کامیابی حاصل کی۔

موالیوں کی فوج، یہ وہی فوج ہے کہ جس نے عربی فوج کو بغداد میں شکست دی اور ابو مسلم وہ شخص ہے کہ جو بنی امیہ کے لشکر پر غالب ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی تحریک کے شعار و نعروں کو اجتماعی مفاہیم میں تبدیل کرنا چاہیے۔ جو شخص بھی عرصہ سیاست میں قدم رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ روٹی، کپڑا اور مکان، امنیت و آسائش پر توجہ دے اور ان کی آئندہ کی نسلوں کے لیے یہی تمام چیزیں ان کے دین کا حصہ ہیں اور یہ واضح رہے کہ دین صرف ان امور کا نام نہیں ہے کہ جو انسان کے تنہائی میں کام آتے ہیں بلکہ دین انسانی زندگی میں انقلاب کا نام ہے۔

---

۱ - الاخبار الطوال، ص ۳۳۷-۳۳۸۔

۲ - محمد امین بن ہارون الرشید بن مہدی بن منصور (۱۷۰ھ - ۱۹۸ھ) عباسی خلیفہ، مال بہت زیادہ خرچ کرتا تھا، بہت بری افکار کا حامل تھا، لہو و لعب کی مجالس برپا کرتا اور دوست و ندیم رکھنے کا عادی تھا، اس کے باپ کے بعد ۱۹۳ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، اس نے اپنے بھائی مامون کو خراسان کے علاقے کا گورنر بنادیا، پھر ۱۹۳ھ میں امین نے اپنے بھائی مامون کو گورنری سے ہٹانے کا اعلان کیا تب مامون نے خراسان میں امین کو خلافت سے ہٹانے کا اعلان کر دیا، اور خود کو خلیفہ و امیر المومنین کہلانے لگا، امین نے اپنے وزیر ابن ماہان کو مامون سے جنگ کے لیے بھیجا اور مامون نے طاہر بن حسین کو بھیجا دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی ابن ماہان قتل ہوگیا اور امین کا لشکر شکست کھا گیا طاہر بن حسین نے بغداد کا محاصرہ کرکے چڑھائی کر دی اور امین کو قتل کر دیا۔ الاعلام، ج ۷، ص ۱۲۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس عظیم انسان (سلیمان بن صرد) کی شکست کے سلسلے میں یہی تین وجہیں نظر آتی ہیں اور اگر کچھ اور مزید وسیع نظر سے دیکھا جائے تو دوسری فرعی دلائل بھی نظر آتے ہیں جیسے سلیمان کا جنگ کے لیے جلد بازی، مخفی عملیات کی رعایت نہ کرنا، آئندہ نگری اور بینش سیاسی کا فقدان وغیرہ۔

ہم مذکورہ تین علتوں کو اس طرح بطور خلاصہ بیان کر سکتے ہیں کہ ان تحریکوں نے جس طرح مذہبی جذبات کو امت میں پروان چڑھایا اس قدر حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے فکر نہیں کی، جب کہ یہ خود ایک عظیم ہدف شمار ہوتا ہے لیکن انسان یہ نہیں کر سکتا کہ صرف راہ خدا میں قدم اٹھانے کے لیے اپنے حق سے چشم پوشی کرے، یعنی سلیمان کے لیے یہ ممکن تھا کہ ان دونوں اہداف کو ایک جگہ جمع کرتے لیکن اگر ممکن نہیں تھا تو ان کو معذور سمجھنا چاہیے اور ہمیں ہر حال میں ان کے اس عظیم کارنامے کی ستائش کرنی چاہیے۔

اگر سلیمان خاموشی اختیار کر لیتے تو مختار ثقفی کا انقلاب وجود میں نہیں آتا اور اگر مختار کا انقلاب نہ ہوتا تو زید بن علی اور ان کے بعد ان کے فرزند یحیٰ بن زید اور ان بزرگوں کے قیام کے بعد ابو مسلم خراسانی اور اس کے نتیجے میں بنی امیہ کی حکومت کا سقوط سامنے نہیں آتا۔

سلیمان، حجر بن عدی کے پیروکار

اصلی ہدف، نظریات وجذبات کی تبدیلی ہے۔انقلابیوں کے افکار آپس میں ملے جلے ہوتے ہیں، حجر بن عدی کا کردار بھی سلیمان بن صرد ہی کی طرح تھا، جس وقت مغیرہ بن شعبہ[1] کوفہ میں آیا اور منبر پر بیٹھا اور بدترین کلمات سے اسلام اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کی، حجر اٹھے، اس پر اور معاویہ وابوسفیان کے خاندان پر لعنت کی۔

مغیرہ نے کہا: اے حجر تم اپنے ہی ہاتھوں قتل کر دیے گئے! تم جانتے ہو میں تمہارا حاکم ہوں اور اے حجر اپنے حاکم سے ڈرو، اس کے غضب سے ڈرو اس کے اقتدار سے ڈرو، اس لیے کہ حاکم کا غضب تم جیسوں کو کھا سکتا ہے[2]۔

۱۔ مغیرہ بن شعبہ سات سال اور کچھ مہینے کوفہ میں معاویہ کا گورنر رہا ہے۔

۲۔ تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص ۲۵۴۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۱۳۔ المنتظم، ج۵، ص ۲۴۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پھر جب مغیرہ ہلاک ہوگیا توزیاد ابن ابیہ کوفہ کا گورنر بنا۔۔۔

حجر اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں جمع ہوتے اور حالات پر تبصرہ کرتے، معاویہ اور اس کے طرفداروں کو برا بھلا کہتے یہاں تک کہ یہ بات عام ہوگئی تب زیاد بن ابیہ مسجد کوفہ کے منبر پر بیٹھا اور بہت سخت الفاظ میں خطبہ دیا پھر حجر اور ان کے اصحاب کو گرفتار کرالیا۔۔۔[1]

حجر واقف تھے کہ زیاد ایک جلاد قسم کا انسان ہے اس کے لیے خون بہانا کوئی بڑی بات نہیں ہے، اس نے حجر کو قتل کرادیا لیکن حجر نے حضرت امیر المؤمنین سے دفاع میں پیچھے نہیں ہٹے۔ کیا ان کا خون رائگاں اور بے ہودہ زمین پر بہہ گیا؟

ہر گز! ایسا نہیں ہے۔۔۔

حجر کا خون آج تک مذہبی افراد اور ہماری و تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے، وہ خون کہ جو الٰہی انقلاب، جنگ اور صحیح زندگی کی کوشش میں جوش مار رہا تھا۔

یہ تھا سلیمان بن صرد کا انقلاب، اور یہ تھے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کے کچھ نمونے کہ جن میں سے سب کو شمار کرنا ہماری طاقت و استطاعت سے باہر ہے۔ یہاں پر اور بھی بہت سے نمونے ہیں کہ جن کی اہمیت کم نہیں ہے وہ بعد کے مباحث میں بیان کیے جائیں گے انشاء اللہ۔

۱۔ تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۲۵۶۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۲۴۶۔ الکامل فی التاریخ، ج۳، ص۴۷۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- ۶۵ ہجری میں سلیمان بن صرد خزاعی نے کچھ مخلص شیعوں کے ساتھ مل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے قیام کیا خصوصا عبید اللہ بن زیاد کے خلاف یا لثارات الحسین کے نعرے کے ذریعہ، ان کا یہ قیام واقعہ کربلا کے پیش آنے کے بعد تھا کہ جس کی وجہ سے وہ لوگ شرمندہ تھے کہ وہ حضرت کا ساتھ نہ دے پائے اسی وجہ سے ان کو توابین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
- لیکن توابین کی تحریک کہ جس میں زیادہ تر فقہاء وزاہدین و قراء تھے شامی لشکر سے ایک عظیم خونی جنگ کرکے شکست کھا گئے، کہ جو ان کا ہدف بھی تھا کہ قاتل حسین علیہ السلام سے انتقام لیں اور اسی راہ میں قتل ہو جائیں۔
- اس شکست کا اہم ترین سبب سلیمان بن صرد خزاعی کا کوفہ والوں پر اعتماد کرنا تھا کہ جو اپنی خواہشات کو حکومت سے کھیل کر پورا کرنا چاہتے تھے وہاں پر بنی امیہ کی جانب سے عبید اللہ ابن زیاد حاکم تھا کہ جو انتہائی ظالم و ستمگر تھا اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کے اصحاب کے ساتھ میدان کربلا میں شہید کرایا اور پھر اس واقعہ کے انتقام میں توابین کے لشکر کو بھی قتل کیا، توابین کے لشکر کی شکست کے اور بھی اسباب تھے جیسے سلیمان کا جلدی کرنا اپنے اہداف کو مخفی نہ رکھنا، اور حالات کو مد نظر نہ رکھنا وغیرہ۔
- لیکن توابین کی شکست مسلمانوں کے سیاسی ہدف میں نہ صرف شکست کا سبب نہیں بنی بلکہ مسلمانوں میں حوصلہ افزائی کا سبب بنی کہ جس سے وہ جمود سے نکل کر آزادی کی راہ میں کھڑے ہو گئے اور بنی امیہ کی حکومت کے خلاف قیام کیا اور اس کو سرنگوں کرنے میں جہاد کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مختار کی تحریک کی کامیابی اور شکست

تاریخ میں بہت سے انقلابات و تحریکیں وجود میں آئی ہیں خواہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی کہ جو بہت ہی معمولی اسباب کی وجہ سے ختم ہو گئیں۔ کہ جن میں سے قابل ذکر و اہم ترین دلیل، طبیعتوں کا پاک و بے شائبہ ہونا تھا کہ جن کے سادہ لوح ہونے کی وجہ اور دور اندیشی نہ ہونے خاطر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لیے کہ وہ تحریکیں یہ خیال کرتی تھیں کہ حق وعدالت کا اسلحہ تنہا وہ اسلحہ ہے کہ جو لوگوں کی تمام مشکلات کو دور کر سکتا ہے، اس سے غافل کہ کچھ مشکلات ایسی بھی ہیں کہ جو زور وزبردستی اور قاطعیت کے بغیر برطرف نہیں ہوتیں۔

مختار کا انقلاب بھی انہیں میں سے ایک ہے کہ جو اپنی ہی سادہ لوحی کی بنیاد پر سقوط اور شکست سے روبرو ہوا ہے کہ جس کی کیفیت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لیکن اور بھی اہم ترین اسباب و علل ہیں کہ جو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کی شکست میں نظر آتے ہیں۔ ہم اس سے پہلے کہ ان اسباب وعلل کو بیان کریں اس حقیقت کو واضح کر دیں کہ ہمارا تاریخ کی تحقیق سے مقصد، وہ کارنامہ ہے کہ جو آج ہمارے لیے مفید ثابت ہو، صرف ان بزرگوں کا زندگی نامہ بیان کرنا ہدف نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم ہر تاریخی مطلب کے بعد کلمہ ''کیوں'' کی بہت زیادہ تکرار کر رہے ہیں۔

مختار کی تحریک نے کیوں شکست کھائی؟

توابین کی تحریک کیوں ناکام رہی؟

اور زید بن علی کی تحریک کس وجہ سے شکست سے روبرو ہوئی؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس لیے کہ جو چیز ہمارے لیے اہمیت کا باعث ہے وہ ان حوادث کے دلائل کا ذکر اور ان اسباب کی شناخت ہے اس لیے کہ ان علل واسباب کی شناخت ہم کو یہ توانائی بخشتی ہے کہ اس طرح کے اسباب کہ جو مذکورہ تحریکوں کی شکست کا سبب بنیں، دوبارہ تکرار نہ ہوں۔

مختار کی تحریک اٹھارہ مہینے[1] حکومت کرنے کے بعد اور بہت ہی زیادہ یہاں تک کہ ارمنستان[2] کہ جو آج روس سے متحد جمہوریتوں میں سے ایک ہے پھیل چکا تھی، اتنی وسعت کے باوجود شکست سے روبرو ہوئی۔

مذہبی تحریک میں داخلی اختلافات

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ زمانہ گذشتہ اور عصر حاضر میں، بہت سی حکومتوں اور تحریکوں کے سقوط کا سب سے بڑا سبب آپسی اختلاف ہی ہے۔ مختار کے زمانے میں بھی مذہبی لوگوں کے درمیان اختلاف سبب بنا کہ ان کی حکومت سقوط کر جائے، اس لیے کہ تمام مذہبی افراد ایک مشخص ہدف کے تحت یعنی بنی امیہ کی حکومت کو گرانے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لینے میں شریک تھے، اور یہی ہدف تھا کہ جس کی وجہ سے وہ سب متحد ہوئے تھے اور جیسا کہ پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اسلامی معاشرے میں اکثر تحریکیں واقعہ کربلا کے بعد اسی ہدف کی بنیاد پر تشکیل پائیں۔

موالیوں سے لے کر عربوں تک اور عورتیں، بچے، جوان سے لے کر مذہبی و فوجی سب حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام میں شریک تھے لیکن یہ مفہوم بہت سے لوگوں کے یہاں مبہم تھا وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے اور معتقد تھے کہ امام علیہ السلام کا قتل ہونا بنی امیہ کی حکومت کو گرانے کے لیے کافی ہے اور یہ مطلب عام لوگوں کے لیے بھی واضح تھا لیکن پھر بھی

---

۱ - مختار کی تحریک ۱۴ ربیع الاول ۶۶ ہجری میں شروع ہوئی اور ان کی شہادت آخر ماہ رمضان المبارک ۶۷ ہجری میں ختم ہو گئی۔ جیسا کہ کہ الکامل فی التاری، ج ۴، ص ۲۱۲ اور ص ۱۷۸ میں مذکور ہے۔

۲ - الفتوح، ج ۶، ص ۲۴۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کچھ مفاہیم ہیں کہ جن کی توضیح دینا ضروری ہے۔ مذکورہ ذیل سوالات ان مبہم مفاہیم کی وضاحت کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔

اگر ہم حکومت پر حملہ ور ہوں، تو کون ہماری رہبری کی ذمہ داری لے گا؟

کامیاب ہونے کی صورت میں نئی حکومت کس قسم کی ہوگی؟

وہ لوگ یہاں تک کہ خود حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں بھی اختلاف نظر رکھتے تھے! اور آپس میں سوال کرتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کون ہیں؟ کیا صرف رسول خدا کے نواسے ہیں؟ یا صرف راہ خدامیں ہونے والے شہید؟ کیا وہ ایک معصوم شخصیت ہیں کہ جن کی اطاعت واجب ہے؟ اور اسلامی حکومت کی شکل وصورت کس طرح ہوگی؟ وغیرہ۔

یہ وہ مسائل تھے کہ جو اکثر مسلمانوں کے نزدیک مبہم اور غیر واضح تھے۔ اور شاید ان امور کی پیچیدگی ومشکلات سبب بنی کہ بہت سے افراد جیسے عبداللہ بن زبیر ومصعب بن زبیر کہ جو بدترین افراد اور دشمن اہل بیت تھے، امام حسین علیہ السلام کے نام پر مسلمانوں پر حکومت کریں[1]۔ اور حضرت امام حسین علیہ علیہ السلام کے انقلاب کو غصب کر کے لے جائیں۔ عبداللہ بن زبیر یہ وہی شخص ہے کہ جس کے بارے میں حضرت امیر المؤمنین نے اس طرح ارشاد فرمایا: زبیر ہم اہل بیت کے ساتھ رہے گا یہاں تک اس کا بیٹا عبداللہ بڑا نہ ہو جائے۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: زبیر ہمارے ساتھ رہے گا یہاں تک کے اس کے یہاں فرزند پیدا ہو۔

بن زبیر حضرت امام حسین کے خون کے انتقام کا خواہاں تھا اور بہت سے مسلمانوں نے بھی اس کی تائید کردی تھی اور اس کی پیروی کر رہے تھے لیکن جیسے ہی وہ حکومت پر فائز ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کے اصول کو تبدیل کردیا اور اسی نے مختار کی حکومت کو گرایا۔

۱۔ طبری نے نقل کیا ہے: جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کردیے گئے تو عبداللہ ابن زبیر نے اہل مکہ کے ساتھ ان کے خون کا انتقام لینے کے لیے قیام کیا اور اہل کوفہ کی بہت برائی کی، تمام ہی اہل عراق کی ملامت کی، اس نے حمد خدا اور درود وسلام کے بعد کہا: اکثر اہل عراق نے بغاوت کی کہ جن میں سے اہل کوفہ بدترین لوگ ہیں۔ اہل مکہ نے امام حسین علیہ السلام کے نام پر قیام کیا اور عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تاریخ الامم والملوک، ج۵، ۴۷۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی طرح اس کا بھائی مصعب بن زبیر کہ جس نے مختار کے لشکر کو شکست دی اور کوفہ کے سات ہزار شیعوں کو قتل کیا یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے مختار کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے جنگ کی تھی ان کو قتل کیا تھا اور امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لیا تھا لیکن مصعب نے کوفہ پر قبضہ کرکے سب کو قتل کر دیا اور ان کا نام خشبیہ رکھا[1] پھر وہ مختار کے اہل خانہ کے پاس آیا اور ان سے بھی مختار کے دین و مذہب چھوڑنے اور مختار پر تبراء کرنے کو کہا تو اس کی دو بیویوں نے تبراء نہیں کیا ایک سمرۃ بن جندب فنزاری کی بیٹی اور دوسری نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹی[2]۔

ان دونوں نے کہا: ہم کیسے ایسے شخص پر تبرا کریں کہ جو معتقد ہو کہ اللہ اس کا رب ہے اور دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات بھر نماز میں گذارتا ہو، اس کا خون فرزند رسول اللہ اور ان کے اہل بیت واصحاب کے خون کا انتقام لیتے ہوئے اللہ و رسول کی راہ میں بہہ گیا ہو، اللہ نے اس ہاتھوں اپنی مخترم مخلوق کو سکون بخشا ہو۔

مصعب نے ان خواتین کا جواب اپنے بھائی عبداللہ کو تحریر کیا اور نظر چاہی، عبداللہ نے جواب دیا ان دونوں کو ان کے مذہب کو چھوڑنے اور مختار پر تبرا کرنے کی دعوت دو اگر مان گئیں تو ٹھیک ورنہ قتل کردو۔ مصعب نے ان سے کہا اور قتل کی دھمکی دی تب سمرہ کی بیٹی نے کہا اگر تو مجھ کو تلوار کی دھمکی کے ساتھ کفر کی دعوت دیتا ہے تو میں کافر ہونے کے لیے بھی تیار ہوں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ مختار کافر تھے۔

نعمان کی بیٹی نے تبرا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: میں کبھی بھی مختار کے دین کو نہیں چھوڑوں گی چاہے قتل ہو جاؤں اس لیے کہ اسی میں جنت ہے رسول و اہل بیت رسول علیہم السلام کی قربت کا شرف

۱۔ مختار کے ساتھیوں کو خشبیہ کھا جاتا تھا، اس لیے کہ ان میں سے اکثر خشبہ (لکڑی، ڈنڈوں) سے لڑتے تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کو اس لیے خشبیہ کہا گیا چونکہ جب وہ لوگ جناب محمد بن حنفیہؒ کی مدد کے لیے مختار کے حکم سے مکہ پہنچے تو اپنے ہاتھوں میں لکڑی اور ڈنڈے لیے ہوئے تھے، ابن زبیر نے محمد بن حنفیہؒ اور ان کے ساتھ بنی ہاشم کا محاصرہ کرر کھا تھا تاکہ سب کو آگ میں جلا دے اور مختار نے ان کو حکم دیا کہ حرم الٰہی میں تلوار لے کر وارد نہ ہونا تو یہ لوگ ڈنڈے لے کر پہنچے اور بغیر تلوار چلائے جنگ کی آگ بجھائی۔ انساب الاشراف، ج۶، ص۳۹۷۔

۲۔ سمرہ کی بیٹی ام ثابت کے نام سے مشہور تھی اور نعمان کی بیٹی عمرہ کے نام سے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے۔ خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تو معاویہ بن ہند کی طرح مجھ کو علی بن ابی طالب کے دین کو چھوڑنے کا حکم دیتا ہے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں علی کی پیرو اور رسول واہل بیت رسول علیہم السلام کی شیعہ ہوں۔ وہ قتل کر دی گئی۔

یہ مسئلہ مذہبی افکار میں پیچیدگی اور امت کے درمیان اختلاف کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا اور یہ کسی خاص زمانے سے مخصوص بھی نہیں ہے، اس لیے کہ وہ لوگ کسی ایک فکر کے تحت اپنے دوستانہ روابط اور عواطف کے پیش نظر خاص اہداف کے پیچھے نہیں تھے۔ وہ لوگ اعتقادی اعتبار سے مذہبی تھے لیکن عملی میدان میں اس طرح کی خصوصیات کے حامل نہیں تھے۔

محمد بن حنفیہؒ اور حسن بن حسن[1] (امام حسن علیہ السلام کے پوتے) اور بنی عباس حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے امامت[2] کے مسئلے میں کشمکش رکھتے تھے جب کہ دوسری طرف معتقد تھے کہ امام زین العابدین علیہ السلام سب سے بالاتر اور حکومت کے لیے سب سے زیادہ لائق و توانمند ہیں۔

یہاں پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں کیوں اختلاف رکھتے تھے؟

یہ اختلافات، ان مذہبی افراد کے درمیان کشمکش کی حالت کو بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ لوگ اپنے زمانے کے امام کی معرفت رکھتے تو محمد بن حنفیہؒ یا حسن ابن حسن یا علی ابن عبداللہ بن عباس کہ جو سب ہاشمی تھے یہ جرئت نہیں کرتے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے مقابلے کھڑے ہوں لیکن وہ حضرت کی امامت کے مقابل کھڑے ہوگئے اور یہ خود انقلابیوں کے درمیان اختلاف کا بیانگر ہے۔ یہاں سے واضح ہو جاتا ہے کہ جنگجو افراد کے درمیان اختلاف، مختار کی حکومت کے سقوط کی بنیادی دلیلوں میں سے ایک ہے کہ جس کے نتیجہ میں ایک بہترین فرصت حقیقی اسلام کی واپسی کو ہاتھ سے کھو دیا۔ بعض سوال کرتے ہیں کہ یہ افراد کیوں اختلاف رکھتے تھے؟۔

---

۱ - عمدۃ الطالب، ص۱۱۶-۱۱۷ میں درج ہے کہ حسن مثنی بن امام حسن علیہ السلام نے امام زین العابدین علیہ السلام سے امام علی علیہ السلام کی میراث میں اختلاف ہوا پھر امام ہی کو پیش کر دیا جب کہ حکومت حسن مثنی کی طرفدار تھی۔

۲ - یہ اختلاف مسئلہ امامت میں تھا، دیکھیں: الکافی، ج۱، ص۳۴۸۔ الاحتجاج، ج۲، ص۳۱۶۔ بحارالانوار، ج۴۲، ص۷۷۔ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ یہ اختلاف میراث پیغمبر میں تھا، جیسا کہ مناقب، ج۴، ص۱۸۶ میں زہری سے نقل ہوا ہے کہ امام زین العابدین اور محمد بن حنفیہؒ میں اختلاف امام علی علیہ السلام کی میراث میں تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس امر کی علت یہ تھی کہ وہ لوگ علمی و فکری لحاظ سے آگاہی ودوراندیشی کے ضرورت مند تھے۔ لیکن نفسیاتی اعتبار سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا انقلاب احساسات کو جگانے میں کافی مددگار ثابت ہوا تھا۔

پھل پکنے سے پہلے ہی توڑلینا

اس انقلاب کے شکست کی دوسری دلیلیں یہ ہیں کہ مختار نے انقلاب کے پھل توڑنے میں جلدی کی۔ وہ پھل کہ جو ابھی پکا نہیں تھا،انہوں نے وہ اقدام کیا کہ جس کا ابھی وقت نہیں آیا تھا،اس لیے کہ ابھی بنی امیہ کی بدرفتاریوں کی وجہ سے تنگ آئی ہوئی اسلامی سرزمین اور جدید اسلامی حکومت کو بنے ہوئے کچھ وقت نہ گذرا تھا ابھی افراد کی اہلیت و قابلیت مشخص نہیں ہوئی تھی کہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری سنبھال سکیں، لیکن حالات و شرائط نے مختار کو جلد بازی پر مجبور کردیا۔

آئمہ معصومین علیہم السلام کا انقلابی تحریکوں سے رابطہ

مختار کے انقلاب کی شکست کی کیفیت کے بارے میں گفتگو کے بعد اہم ترین مطلب کی طرف پلٹتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کیاان تحریکوں اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تحریکوں کے درمیان کوئی رابطہ تھا؟ مثلا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور مختار کی انقلابی تحریک کے درمیان رابطہ کیسا تھا؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور زید بن علی کی تحریک کے درمیان کیسے روابط تھے؟

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور یحی کی تحریک کے درمیان کیسا رابطہ رہا؟

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور محمد ملقب بہ النفس الزکیہ کی تحریک کے درمیان کیسے روابط تھے؟

اور آخرکار حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور انقلاب فخ کے درمیان کس طریقہ کا رابطہ تھا؟

یہ سولات ہمیشہ پیش آتے ہیں۔۔۔اس لیے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کہ جن میں سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کافی عرصہ تک بہ قید حیات رہے لیکن پھر بھی امت اسلامی ہمیشہ انقلاب و تشویش اور ہرج و مرج اور امنیت و سکون نہ ہونے وحکومت

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے تغیر و تبدل کی خاطر پریشان تھی جب کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سیاسی میدان میں کوئی اقدام نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد ۳۴ سال تک عبادت و زہد و دعا اور گریہ وزاری میں مشغول تھے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بھی اپنی امامت کے دوران تبلیغ و دعوت میں مشغول تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اپنی امامت کے وقت کو فقہ اسلامی کی نشر و اشاعت میں صرف کیا اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اپنی امامت کے دوران اکثر اوقات زندان میں رہے[1] اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام بھی اسی طرح۔ پس جب حضرت علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر ابن محمد، موسی ابن جعفر علیہم السلام سب امامت کے منصب پر فائز تھے پر کیوں تلوار نہیں اٹھائی؟

آئمہ معصومین علیہم السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد کیوں تلوار نہیں اٹھائی؟

یہ سوال ہمیشہ ایک مذہبی انسان کے ذہن کو مشغول رکھتا ہے۔ کچھ لوگ اس طرح کہتے ہیں: آئمہ طاہرین علیہم السلام چونکہ امام حجت کے منتظر ہیں لہٰذا تلوار اٹھانے سے گریز کرتے رہے ہیں اور کوئی بھی حضرت حجت کے ظہور سے پہلے تلوار اٹھانے کا حق نہیں رکھتا۔ ہم ان افراد سے سوال کرتے ہیں کہ پھر کیوں حضرت امام حسین علیہ السلام نے قیام فرمایا؟ اور بہتر تھا کہ حضرت امام حسین بھی عافیت و صحت و

۱۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام (۱۲۸-۱۸۳ھ) مدینہ میں اپنے جد بزرگوار کی مسجد میں مشغول نماز تھے کہ ہارون الرشید کے سپاہیوں نے آپ کو نماز تمام کرنے کی بھی مہلت نہیں دی اور گرفتار کر لیا اور وہاں سے لے کر چل دیے، آپ نے اسی حالت میں نماز تمام کی اور پیغمبر اکرم کی قبر مطہر کی طرف رخ کرکے شکایت کی اور فرمایا اے جد بزرگوار میں آپ سے ہارون الرشید کی شکایت کرتا ہوں کہ اس کی جانب سے مجھ پر ظلم ہو رہے ہیں۔ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر لے جایا گیا اور پھر آپ کو بصرہ کے زندان میں رکھا گیا پھر عیسی بن ابی جعفر کے گھر منتقل کر دیا گیا اور وہیں زندانی رہے، وہاں پر اس طرح زندانی تھے کہ شبانہ روز آپ کو صرف دو مرتبہ باہر نکالا جاتا ایک مرتبہ تجدید وضو کے لیے اور ایک مرتبہ کھانا کھانے کے لیے۔ آپ وہاں پر ایک سال قید میں رہے یہ واقعہ ۱۷۹ ہجری کا ہے۔ پھر آپ کو بغداد منتقل کر دیا گیا کہ جہاں پر آپ سندی بن ساہک کے زندان میں رہے۔ وہاں پر امام علیہ السلام آخر عمر تک قید رہے لیکن حضرت وہاں بھی احیاء سنت رسول سے غافل نہ رہے۔ آپ کو ۱۸۳ ہجری میں شہادت کے بعد وہاں سے نکالا گیا۔ ملاحظہ کریں: مولف کی کتاب: الامام الکاظم۔۔ قدوۃ حسنہ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سلامتی کو انتخاب فرماتے اور حضرت حجت کے ظہور کا انتظار کرتے اور اپنے گھر مدینہ میں بیٹھے رہتے اور یزید کی بیعت کر لیتے۔

جیسا کہ ہم تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام کی وحدت پر یقین رکھتے ہیں اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ کوئی بھی اختلاف ان کے نظریات میں نہیں تھا لہٰذا حضرت امام حسین علیہ السلام کے زمانے کو اس فکر سے جدا کریں کہ حضرت حجت آخری زمانے میں ظہور فرمائیں گے۔ وہ امام کہ جو مؤمنین وانبیاء اور اولاد انبیاء وآئمہ طاہرین علیہم السلام کا انتقام لیں گے اس زمانے کے پہنچنے سے پہلے انقلاب کے لیے کوئی بھی مقصد موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے نتیجہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو نعوذ باللہ خطاکار سمجھیں یا پھر دوسرے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف نعوذ باللہ غلطی کی نسبت دیں، جب کہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

پھر کیا کہا جائے؟

اس سوال کا جواب بہت دقیق اور اہم ہے اور ممکن ہے اس سوال کے جواب پر ہماری آئمہ طاہرین علیہم السلام کے متعلق معرفت، موقوف ہو۔

ہم جانتے ہیں کہ زیادہ تر مذہبی افراد کسی نہ کسی اختلاف کی بناء پر آپس میں دست بہ گریبان رہے ہیں۔ ایک گروہ امام حسین علیہ السلام کو مقدس مانتا ہے اور ان کی تعظیم وتکریم کرتا ہے اور معتقد ہے کہ امام علیہ السلام کا اقدام صحیح تھا، جب کہ نعوذ باللہ وہ افراد دوسرے آئمہ کی روش پر مخفی طور سے مردد ہیں وہ لوگ مرتد ہونے کے خوف سے اپنے عقیدے کا اظہار نہیں کرتے لیکن دل میں مشکوک ہیں۔

دوسرا گروہ اس پہلے گروہ کے برعکس ہے، آئمہ طاہرین علیہم السلام کی روش پر ایمان رکھتے ہیں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کے اقدام کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس گروہ کے بعض افراد حضرت امام حسین علیہ السلام کے اقدام کی اس طرح توجیہ کرتے ہیں:

امام علیہ السلام نے انقلاب کے لیے خروج نہیں کیا تھا بلکہ آپ کو ظالمانہ قتل کر دیا گیا، جیسے کہ کوئی عابد انسان اپنے گھر میں مشغول نماز ہو اور اس پر حملہ کرکے قتل کر دیا جائے اس لیے کہ امام علیہ السلام نے جنگ کے لیے کوئی نقشہ نہیں بنایا تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ صورت حال ہے کہ ہم ان مذہبی افراد کے درمیان اس طرح کا اختلاف دیکھتے ہیں، اور دوسری طرف ہم بہت سے جوانوں کے یہاں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے کردار سے ناآگاہی کی وجہ سے ان حضرات کی عظمت کو درک نہیں کر پائے ہیں۔ مثلاً ان میں بعض اس طرح کہتے ہیں: حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اسلام کے لیے کیا کیا ہے[۱]؟ اور کیوں ان کی مدح وثناء کریں؟ بالفرض کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا کسی بھی وجہ سے احترام کریں لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی کیوں تعظیم و تکریم کریں[۲]؟ یہ ہمارے لیے کس طرح امام تھے؟

۱۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام (۱۵۳-۲۰۳ھ) کے زمانے میں بنی عباس کی حکومت کے ستون علویوں کے قیام سے ہل گئے تھے، اس دور میں حضرت ایک سورج کی طرح سیاسی میدان میں ابھرے، کہ کہیں علویوں کے قیام میں شیعیت کا خاتمہ نہ ہو جائے لہٰذا آپ مامون کی حکومت اور اسلامی امت کے درمیان حائل ہوگئے لہٰذا مامون نے پہلے تو حضرت کو خلافت دینی چاہی اور پھر زبردستی ولایت عہدی سپرد کردی، لیکن حضرت مامون کے جال میں نہ آئے اور مامون نے اپنی سنہری فرصت کو ہاتھ سے گنوادیا اور امام نے اس کی چال پر یہ فرما کر پانی پھیردیا: "علی الا آمر و لا انہی ولا اقضی والاغیرشیئا مما ھو قائم و تعفینی عن ذالک کلہ" میں اس شرط پر ولایت عہدی کو قبول کروں گا کہ نہ کسی کو نصب کروں گا اور نہ کسی کو عزل اور نہ ہی کوئی فیصلہ کروں گا اور نہ کوئی چیز تبدیل کروں گا گویا حکومتی معاملات میں کوئی دخل نہیں کروں گا اور تو مجھ کو ان سب چیزوں سے معاف رکھے گا کسی کام پر مجبور نہیں کرے گا۔ مامون نے یہ سب کچھ قبول کرلیا۔ اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اس سنہرے موقع سے دین اسلام کی نشر اور مذہب اہل بیت کو پھیلانے میں بہت فائدہ اٹھایا تمام منحرف راستوں کی اصلاح کی اور متعدد علماء کی تربیت کی اور اس طرح بنی عباس کے طغیانی دور میں اسلامی امت کی بہت مدد کی اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ اطلاع کے لیے مراجعہ کریں: مولف کی کتاب؛ الامام الرضا علیہ السلام۔۔ قدوۃ وحسنہ۔

۲۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام (۱۹۵-۲۲۰ھ) آپ سات سال کے تھے کہ منصب امامت سنبھالا، اور آپ کی شخصیت اسی بچپنے ہی میں اپنے آباء واجداد کی طرح دین وامامت کی ذمہ داریوں کی حامل تھی آپ سے بہت سے علماء ومحدثین نے کسب علم کیا اور دینی و اعتقادی وتفسیری مسائل میں بہت سی روایت نقل کی ہیں۔ اور مذہب شیعہ کی علمی وروحی تربیت کی۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں قرآن کریم کے قدیمی ومخلوق ہونے کا اختلاف سامنے آیا، کہ جو اس زمانے کا عظیم ترین سیاسی مسئلہ تھا کہ جس کی وجہ سے بہت فتنے وفسادات پیدا ہوئے، آپ کے ذریعہ مامون نے اپنے زمانے کے علماء کا امتحان لیا لہٰذا آپ سے مناظرے کرائے پس جو مامون کا ھم عقیدہ نہ ہوتا وہ اس کو یا زندان میں ڈالدیتا یا شہربدر کردیتا یا قتل کرادیتا تھا۔ لہٰذا اس نے تمام لوگوں کو اپنا ھم عقید بنالیا کہ جو مامون کے بعد معتصم عباسی کے زمانے میں آپ کے لیے خطرناک ثابت ہوا اور سب نے اپنے دلوں کا بغض آپ سے نکالا لہٰذا معتصم نے آپ کو زہر دیدیا اور آپ کو پچیس سال کی عمر میں شہید کردیا آپ کی کم سنی کے باوجود مختصر مدت عمر میں بھی آپ سے بہت زیادہ روایات موجود ہیں آپ کے متعلق بہتر استفادہ کے لیے مراجعہ فرمائیں، مولف کی کتاب؛ الامام الجواد علیہ السلام۔۔ قدوۃ واسوۃ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور اسی طرح امام علی نقی[۱] و امام حسن عسکری علیہما السلام[۲]۔

شاید ان جوانوں کے سوالات کی وجہ یہ ہے کہ یہ افراد اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ جس کی ہم بعد میں توضیح دیں گے وہ حقیقت کہ جو تاریخ کی تحقیق کے بعد واضح ہو جائے گی۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام معاشرے کی رہبری میں سرفہرست

آئمہ طاہرین علیہم السلام، واقعہ کربلا کے بعد ایک خاص روش کو اپنائے ہوئے تھے اس طرح کہ مومن و مخلص اور خالص مذہبی گروہ کی رہبری فرماتے تھے، آئمہ طاہرین علیہم السلام معاشرے کی رہبری میں سرفہرست تھے۔ کہ جو فقہاء، متقین، عبادت گذار، متکلمین، فلاسفہ، صاحبان علوم و فنون، سپہ سالار و سیاستدان وغیرہ کی رہبری فرماتے اور تمام معاشرے کی بنیادی طور پر قاطعیت کے ساتھ باگ ڈور کو اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ اور ان کا ارادہ بھی یہی تھا کہ معاشرے کی بنیاد اپنے ہاتھ میں رکھیں یہی وجہ تھی کہ اپنے آپ کو معاشرے میں محبوس اور گوشہ نشین نہیں کرتے تھے۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام کی خواہش یہ

---

۱ - حضرت امام علی نقی علیہ السلام (۲۱۴- ۲۵۴ھ) آپ آٹھ سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے، آپ کا دور زمانہ غیبت سے قریب ہو چکا تھا لہٰذا بنی عباس کی حکومت آپ پر بہت دقیق نظر رکھے ہوئے تھی آپ کو سامراء میں محصور کر دیا گیا اس وقت اسلامی امت میں بارہویں امام کی غیبت کا مسئلہ بہت زیادہ پھیلا ہوا تھا لہٰذا امام علی نقی علیہ السلام نے لوگوں کے ضمیر و عقیدہ کو اس سلسلے میں بہت مضبوط کیا اور شیعوں میں مسئلہ غیبت و انتظار کو بہت منتشر کیا اور اس جدید زمانے کے استقبال کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا اور جگہ جگہ اپنے وکیل بھیجے تاکہ شیعہ ایسے سخت زمانے میں اپنے دینی مسائل سے آگاہی حاصل کر سکیں اور ان میں غیبت کے زمانے میں زندگی گذارنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے اس زمانے میں غیبت سے متعلق بہت سی انحرافی افکار وجود پائیں کہ جن کی حضرت نے اصلاح کی اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ اطلاع کے لیے مراجعہ کریں: مولف کی کتاب؛ الامام الہادی علیہ السلام ۔۔ قدوۃ واسوۃ۔

۲ - حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام (۲۳۱- ۲۶۰ھ) اپنے والد گرامی کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے اور چھ سال کی مدت تک فرائض انجام دیے حضرت کے زمانے میں بہت بڑی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر تھی اور وہ تھی ماحول کو غیبت کے لیے ہموار بنانا تاکہ شیعہ اس عقیدہ میں مضبوط اور عادی ہو جائیں اور بنی عباس کی حکومت امام منتظر سے چھٹکارا پانے کی کوشش میں تھی لہٰذا ان کا ظلم و جور اور بھی بڑھ گیا اور انہوں نے حضرت کی زندگی کے دائرے کو اور بھی زیادہ تنگ کر دیا اور امام علیہ السلام کو طولانی مدت تک زندان میں رکھا گیا اور آخر کار آپ کو معتمد عباسی کے ذریعہ زہر سے شہید کر دیا گیا آپ کی سیرت طیبہ سے بہتر آگاہی کے لیے مراجعہ کریں: حیاۃ الامام العسکری علیہ السلام ۔۔ دراسۃ و تحلیل، علامہ قرشی، اور مولف کتاب؛ الامام الحسن العسکری علیہ السلام ۔۔ قدوۃ واسوۃ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہیں تھی کہ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیں بلکہ اس سے کہیں بالاتر ہدف تھا اور وہ امت کی تربیت و اصلاح اور ان کو اسلام کی بقاء کے لیے آمادہ کرنا تھا۔

یہ فطرتاً حکومت تک دسترسی یا کم از کم امین و مناسب افراد کو حکومت تک پہنچانا تھا تاکہ اس ضمن میں اپنے اہداف کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔اس کے علاوہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے دوسرے اہداف یہ تھے کہ اسلامی امت ایک ترقی یافتہ ، آگاہ اور مجاہد ہو اور صحیح نظام حکومت کہ جو اسلامی نظریات پر مشتمل ہو، وجود میں آئے اور اسی طرح اسلامی امت میں ہمیشہ یادخدا اور زاہد و بندگان صالح موجود ہوں تاکہ اس طرح یہ امت دوسری امتوں سے علم و صنعت میں مقدم رہے لہٰذا آپ حضرات امت اسلامی کی ان اہداف کے تحت رہبری فرماتے رہے ہیں۔

لہٰذا آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اہداف میں سیاست بھی شامل تھی لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ تمام ہدف سیاست ہی ہو۔

پس آئمہ طاہرین علیہم السلام آزادی خواہوں کے انقلاب کی اصلاح طلبانہ بنی امیہ و بنی عباس کی حکومتوں کے خلاف رہبری فرماتے رہے ہیں لیکن کسی بھی وقت ان انقلابوں میں مستقیماً دخالت نہیں کرتے تھے، اس لیے کہ آپ دوسرے انقلاب جیسے علمی ، ثقافتی اور دوسری قسم کے انقلابوں کی بھی رہبری فرمارہے تھے اور اسی حال میں سیاسی انقلاب کی بھی رہبری آپ ہی کے ذمہ تھی۔ اب ہم اس مسئلہ کو چند نمونے ذکر کرکے روشن کر سکتے ہیں۔

مختار کی دعوت ، رضائے آل محمد کے عنوان سے

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مختار کے انقلاب کے دوران باقید حیات تھے۔ بہت سے مورخین جیسے ابوالفرج اصفہانی[۱]،ڈاکٹر علی سامی النشار[۲] اور دوسرے مورخین[۳] بھی اس حقیقت کے معتقد

۱ - مقاتل الطالبین، ص ۱۲۳۔

۲ - نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام، ج ۲، ص ۴۶۔

۳ - جیسے علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج ۴۵۔علامہ مقرم، تنزیہ المختار۔علامہ قرشی، المختار الثقفی۔۔ دراسۃ و تحلیل۔ وغیرہ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تھے کہ: مختار ایک مذہبی، انقلابی، اور مخلص انسان تھے اور لوگوں کو رضائے آل محمد یعنی امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف دعوت دیتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی جانب سے مختار کو انقلاب کی اجازت ملی ہوئی تھی، امام علیہ السلام نے کچھ دلیلوں کی بنیاد پر مختار سے کہا تھا لوگوں کو محمد بن حنفیہؓ کی طرف دعوت دیں اور اسی وقت محمد بن حنفیہؓ نے لازم جانا کہ اس اسلامی انقلاب کی رہبری کو سنبھالیں، اس لیے امام علیہ السلام اس زمانے میں دوسرے انقلابوں کی رہبری میں مشغول تھے۔اس سلسلے میں بہت زیادہ دلائل و روایات موجود ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس امر کی ذمہ داری محمد بن حنفیہؓ کے سپرد کردی تھی جیسا کہ جعفر بن نما[۱] کی روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ کوفہ سے شیعہ کی ایک جماعت محمد بن حنفیہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ جن میں شیعہ کے فقہاء و قراء اور قبیلوں کے سردار تھے انہوں نے مختار کے سلسلے میں سوالات کیے کہ جو رضائے آل محمد کے عنوان سے بنی امیہ کے خلاف قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔

انہوں نے کہا: مختار کا بنی امیہ کے خلاف قیام کا ارادہ ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام کے عنوان سے اور ہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اور ہم کو نہیں معلوم کہ محمد بن حنفیہؓ نے ان کو اجازت دی ہے یا نہیں لہٰذا وہ سب محمد بن حنفیہؓ کے پاس آئے اور عبد الرحمٰن بن شریح نے حمد خدا اور درود و سلام کے بعد اس طرح گفتگو کو شروع کیا: الحمد للہ آپ اہل بیت علیہم السلام کو خداوند عالم نے فضل و شرف اور نبوت سے مخصوص کیا ہے اور اس امت پر آپ کی تعظیم و احترام واجب قرار دیا اور آپ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عظیم صدمہ پہنچا کہ جس میں تمام مسلمان غم میں شریک ہیں۔ مختار نے آپ کی جانب سے قیام کا ارادہ کیا ہے اور ہم کو کتاب خدا اور سنت رسول خدا پر دعوت دے رہے ہیں اور

۱۔ شیخ نجم الدین (۵۶۷-۶۴۵ھ) ابوابراہیم، جعفر بن نجیب الدین محمد بن جعفر بن نما، صاحب مثیر الاحزان۔ آپ کے آثار میں سے ہے کتاب ذوب النضار فی احوال المختار کہ جو آپ نے کچھ علماء کے مختار کے بارے میں سوالات کے جواب میں تحریر کی۔ اس کتاب کو علامہ مجلسی نے کاملا اپنی کتاب بحار الانوار، ج۴۵، ص۳۴۶-۳۸۷ تک نقل کیا ہے۔ بہتر آگاہی کے لیے مراجعہ کریں: الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، ج۱۳، ص۱۷۰۔ فہرس التراث، ج۱، ص۶۳۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اہل بیت علیہم السلام کے خون کے خواہاں ہیں ہم نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اگر آپ ہم کو حکم دیں تو ہم ان کی پیروی کریں گے اور اگر منع کرتے ہیں تو ہم کنارہ کشی کرلیں گے۔

جعفر بن نما نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ محمد بن حنفیہؒ نے ان سے کہا: تم سب میرے ساتھ اپنے اور میرے امام علی ابن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں چلو سب حضرت کی خدمت میں پہنچے محمد بن حنفیہؒ نے ان کے آنے کے بارے میں بتایا تب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اے چچا جان اگر کوئی سیاہ فام غلام بھی ہم اہل بیت کی محبت میں قیام کرے تو تمام لوگوں پر واجب ہے کہ اس کا ساتھ دیں اور میں اس مسئلہ میں آپ کو مکمل ذمہ داری دے چکا ہوں آپ جو چاہیں انجام دیں۔ سب نے یہ کلام سنا اور کہتے ہوئے اٹھے کہ ہم کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور محمد بن حنفیہؒ نے اجازت دیدی ہے۔

مختار کو ان لوگوں کے محمد حنفیہؒ کے پاس جانے کی خبر تھی اور وہ ان کے واپس آنے سے پہلے ہی قیام کرنا چاہتے تھے، جب وہ تیار ہوگئے تو اپنے ایک جلسے میں کہہ رہے تھے کہ کچھ لوگ ہمارے بارے میں شک وتردید میں ہیں اسی دوران وہ لوگ کوفہ واپس آگئے مختار نے کہا تم لوگ ہم پر شک کررہے ہو، انہوں نے کہا ہم کو آپ کا ساتھ دینے کا حکم ملا ہے تب مختار نے کہا: اے شیعوں اب آپ لوگوں کے سامنے حق واضح ہوگیا ہے یہ لوگ امام برحق فرزند مصطفیٰ دلبند مرتضیٰ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس سے آرہے ہیں کہ جن کو میری اتباع واطاعت کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا تم سب پر لازم ہے کہ یہ پیغام تمام لوگوں تک پہنچادو[۱]۔

پھر ہم کو تاریخ میں مختار اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے درمیان رابطے پر بہت زیادہ دلیلیں ملتی ہیں کہ جو دلالت کرتی ہیں کہ مختار امام کی زندگی کے تمام حالات سے واقف تھے اور ہر لمحہ کی خبر رکھتے تھے۔ روایت میں ہے کہ امام علیہ السلام ہمیشہ خداوند عالم سے دعا طلب فرماتے تھے کہ خداوند عالم ان کو اپنے والد کے قاتلوں کی سزا دکھادے: جس وقت مختار نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لیا اور عبیداللہ ابن زیادہ و عمر سعد کے سر اپنے ایلچی کے ساتھ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے ہیں اور اپنے ایلچی سے کہا: تم رات عبادت میں گذارنا اور صبح کی نماز پڑھ کر سفر

۱۔ بحار الانوار، ج۴۵، ص ۳۶۴-۳۶۵ کچھ اختصار کے ساتھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

شروع کرنا اور جس وقت حضرت کے گھر پہونچنا ان کے دروازے پر پہونچ کر معلوم کرنا جب ان کے گھر دوپہر کے کھانے کا دستر خوان لگا ہو تب ان سے اجازت لینا اور یہ دونوں سر ان کے سامنے دستر خوان پر رکھ دینا اور حضرت سے کہنا کہ مختار نے آپ کی خدمت میں سلام کہا ہے اور عرض کیا ہے: یا ابن رسول اللہ خداوند عالم نے آپ کی دعاؤں کو مستجاب فرمایا لیا اور آپ کے خون کا بدلہ لے لیا ہے۔ مختار کے ایلچی نے ایسا ہی کیا۔

جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان دونوں سروں کو اپنے دستر خوان پر دیکھا فوراً سجدے میں چلے گئے اور فرمایا: الحمد لله الذى اجاب دعوتى وبلغنى ثارى من قتلة ابى" خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری دعا کو قبول فرمایا اور میرے والد گرامی کے قاتلوں سے ہمارے خون کا بدلہ لیا۔ اور مختار کو دعائیں دیں، اور ان کے لیے نیک آرزو کی۔[1] کتاب دلائل حمیری میں منہال بن عمرو سے روایت ہے کہ میں حج سے فارغ ہو کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا: اے منہال، حرملہ بن کاہل اسدی کیا کر رہا ہے۔ میں نے عرض کی: وہ کوفہ میں زندہ ہے۔ امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا: اللهم اذقه حر الحديد اللهم اذقه حر النار "پروردگارا! اس کے لوہے کی گرمی اور آگ کی گرمی کا مزہ چکھادے۔

منہال کا بیان ہے کہ میں کوفہ واپس آیا اور مختار کی خدمت میں حاضر ہوا وہ میرے دوست تھے میں گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کی خدمت میں پہنچا دیکھا وہ گھوڑے پر سوار کہیں جانا چاہتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا یہاں تک کہ ہم کناسہ پہنچے وہاں کچھ دیر کسی چیز کے انتظار میں ٹھہرے وہ حرملہ بن کاہل اسدی کے انتظار میں تھے کچھ دیر کے بعد اس کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

مختار نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو تجھ پر مسلط کیا پھر جلاد کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے پھر کہا اس کے دونوں پیروں کو کاٹ دو وہ بھی کاٹ دیے گئے پھر کہا: اس کو اسی طرح آگ میں ڈال دو۔ اس کو زندہ ہی آگ میں ڈال دیا گیا میں نے کہا: سبحان اللہ سبحان اللہ۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۵۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مختار میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے: کس بات پر سبحان اللہ کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: میں اپنے سفر کے دوران حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے حرملہ کے بارے میں سوال کیا میں نے عرض کیا وہ کوفہ میں زندہ ہے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا: اللهم اذقه حر الحديد اللهم اذقه حر النار "پروردگارا! اس کے لوہے کی گرمی اور آگ کی گرمی کا مزہ چکھادے۔ مختار نے کہا: اللہ اللہ کیا تم نے ایسا ہی حضرت کی زبان سے سنا تھا میں نے کہا خدا کی قسم میں نے ایسا ہی سنا تھا۔ مختار فوراً نیچے اترے اور دو رکعت نماز پڑھی اور پھر ایک طولانی سجدہ انجام دیا اور پھر سر سجدے سے اٹھایا اور سوار ہوئے میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ ہم دونوں میرے گھر کے قریب پہنچے میں نے مختار سے کہا: مجھ کو افتخار دیں اس وقت کھانا میرے ساتھ تناول فرمائیں۔ مختار نے کہا: اے منہال تم نے مجھ کو خبر دی کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اللہ سے تین دعائیں مانگیں کہ جو اللہ نے میرے ہاتھوں سے مستجاب کی ہیں اور پھر تم مجھ کو کھانے کی دعوت دے رہے ہو میں شکرانے کا روزہ رکھے ہوئے ہوں کہ خداوند عالم نے مجھ کو اس کام کی توفیق عطا کی ہے۔[۱]

اور پھر مختار کے انقلاب کی حقانیت پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان دلالت کرتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

مختار کو برا نہ کہو اس نے ہمارے خاندان کے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور ہمارا انتقام لیا ہے اور ہماری بیواؤں کی شادیاں کرائی ہیں اور ہمارے تنگدستی کے حالات میں ہمارے درمیان مال تقسیم کیا ہے۔[۲]

بہر حال مختار ایک مذہبی انسان تھے اور لوگوں کو رضائے آل محمد کی طرف دعوت دیتے تھے تو پھر کیوں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کوفہ تشریف نہیں لے گئے اور تمام لوگوں کی رہبری و امامت کو نہیں سنبھالا اور مختار کی حکومت کی رہبری کہ جو کافی مدت تک کوفہ کی مسند حکومت پر بیٹھے رہے آپ نے قبول نہیں فرمائی اور صرف عبید اللہ بن زیاد کے سر کو دیکھ کر اور اپنے والد گرامی کے خون کے انتقام پر سجدہ شکر بجالائے۔ یہ سب امام کی مصلحت کے تابع ہے کہ جو مختار کے قیام سے واضح ہے۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۵۳۔

۲ ۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۴۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لہٰذا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے دوسری اہداف سامنے رکھے کہ جن میں سب سے پہلے زہد و پارسائی کو سنت میں تبدیل کیا[1] حضرت امام زین العابدین علیہ السلام آپ ہی اپنے زمانے کے تمام فقہاء کی رہبری فرمارہے تھے ، تمام مذاہب نے امام علیہ السلام کو مقدس جانا ہے اور حضرت کے علم و زہد اور آپ کے خداوند عالم سے رابطہ کو بہت ہی تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ کو اسلامی سرزمین میں سب سے زیادہ زاہد و متقی جانتے تھے[2]۔

جب کبھی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو بہت سی شخصیتیں جیسے سعید بن مسیب[3]، سعید بن جبیر[4]،

---

۱ - ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے زہد کے بارے میں سوال کیا ؟ آپ نے فرمایا: دس چیزیں ہیں : پس زہد کا اعلیٰ ترین مرحلہ ورع کا پست ترین مرحلہ ہے اور ورع اعلیٰ ترین مرحلہ یقین کا پست ترین مرحلہ ہے اور یقین کا اعلیٰ ترین مرحلہ رضا کا پست ترین درجہ ہے ،آگاہ ہو جاؤ بیشک کتاب خدا کی اس آیت میں "لكيلا تاسوا علی ما تكم و لا تفرحوا بما آتاكم" (تاکہ کسی چیز کے کھو جانے پر غم نہ کرو اور کچھ مل جانے پر خوشی نہ مناؤ) یہی مقصد ہے۔

۲ - ملاحظہ فرمائیں : مناقب آل ابی طالب ، ج ۴، ص۱۶۱۔ حیاۃ الامام زین العابدین ، ج ۱، ص ۹۱۔

۳ - ان کے حالات میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ مذکور ہے جیسا کہ مازندرانی نے مناقب آل ابی طالب ، ص میں نقل کیا ہے: لیث خزاعی نے سعید بن مسیب سے مدینہ کی تاراجی کے متعلق سوال کیا سعید بن مسیب نے جواب دیا : ہاں مسجد رسول میں گھوڑے باندھے گئے اور میں نے گھوڑوں کو قبر رسول کے اطراف میں دیکھا اور تین دن تک مدینہ کو لوٹا گیا اس وقت میں اور امام زین العابدین علیہ السلام قبر نبی کے پاس آتے اور حضرت کچھ دعا پڑھتے کہ جس کو میں بھی نہیں سمجھ پاتا تھا اور پھر ہمارے اور ظالموں کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جاتا کہ ہم وہاں نماز پڑھتے اور ہم کو کوئی نہیں دیکھتا تھا جب کہ ہم سب کو دیکھتے ہوتے تھے۔

۴ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا: بیشک سعید بن جبیر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کی معتقد تھے اور حضرت ان کی تعریف کرتے تھے اور حجاج کے ان کو قتل کرنے کا سبب بھی یہی تھا، وہ راہ حق پر تھے۔ اور جب وہ حجاج بن یوسف کے دربار میں لائے گئے حجاج نے کہا: آپ شقی بن کسیر ہیں؟ انہوں نے کہا میری ماں بہتر جانتی ہے کہ اس نے میرا نام سعید بن جبیر رکھا ہے۔ اس نے کہا آپ کی نظر ابوبکر و عمر کے بارے میں کیا ہے کیا وہ جنت میں ہیں یا جہنم میں ؟ سعید نے جواب دیا: اگر میں جنت میں گیا تو وہاں جاکر دیکھوں گا کہ وہاں کون کون ہے اور اگر جہنم میں گیا تب وہاں جاکر معلوم ہوگا کہ وہاں کون کون ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کی نظر خلفاء کے بارے میں کیا ہے ؟ جواب دیا میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔ اس نے کہا: تمہارے نزدیک کون محبوب ہے ؟ جواب دیا: جس سے میرا پروردگار زیادہ راضی ہے۔ کہا: پروردگار کس سے راضی ہے ؟ جواب دیا: اس کا علم اس کے پاس ہے کہ جو ہر راز و نیاز سے واقف ہے۔ اس نے کہا: تم میری تصدیق سے انکار کرتے ہو جواب دیا میں تجھ کو جھٹلانا نہیں چاہتا۔ بحار الانوار ، ج ۴۶، ص ۱۳۶۔ ذھبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء ، ج ۴، ص ۳۳۷ میں ان کے بارے میں بنی امیہ کے متعلق تحریر کیا ہے : ابی حصین نے کہا: میں نے سعید کو مکہ میں دیکھا ان سے کہا میں آپ کے بارے میں اس آنے والے شخص (خالد بن عبداللہ قسری) سے مطمئن نہیں ہوں۔ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم میں نے اسی سے فرار کیا ہے اور خانہ خدا کی پناہ میں آیا ہوں۔ ذھبی کا بیان ہے کہ ان کی خفیہ زندگی طولانی

Presented By: https://jafrilibrary.com

جبیر بن مطعم[1]، ابو خالد کابلی[2]، یحی بن ام الطویل[3] اور زہری نظر آتے ہیں کہ یہ سب امت اسلامی کے رہبر شمار ہوتے ہیں اور ایسے افراد تھے کہ جو امت کی تاریخ و سرنوشت کو رقم کرتے نظر آتے ہیں، سنی و

ہو گئی اس لیے کہ حجاج کے خلاف قراء کا قیام ۸۲ ہجری میں تھا جب کہ سعید ۹۵ ہجری تک زندہ رہے کہ جس سال اللہ نے حجاج کو فی النار کیا۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان، ج ۲، ص ۳۷۳ میں نقل کیا ہے اس روز میری خانہ خدا میں ایک چغلخور نے چغلی کی خدا اس کو سمجھے یعنی خالد بن عبد اللہ قسری۔

۱ - جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف قرشی (متوفی ۵۹) ابو محمد؛ ان کو اصحاب رسول میں سب سے زیادہ بوڑھا مانا گیا ہے وہ قریش کے علماء اور بزرگوں میں سے تھے۔ ان کا انتقال مدینہ میں ہوا ان سے ۶۰ احادیث نقل ہوئی ہیں ان کو حضرت امام زین العابدین کے حواریین میں سے شمار کیا گیا ہے جیسا کہ علی بن اسباط بن سالم کی روایت میں ہے کہ اس نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز نداء دی جائے گی کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے حواری کون ہیں تو جبیر بن مطعم، یحی بن ام الطویل، ابو خالد کابلی، سعید بن مسیب وغیرہ اٹھیں گے پھر تمام آئمہ کے شیعوں کو بلایا جائے گا تب سب لوگ اٹھیں گے تو وہ لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے وہ سابقین میں سے پہلے، مقربین اور محبورین میں سے اول ہیں۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۷۵۲۔ اعیان الشیعہ، ج ۴، ص ۶۷۔ الاعلام، ج ۲، ص ۱۱۲۔

۲ - ان کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ابو خالد کابلی محمد حنفیہ کے ایک مدت تک خادم رہے اور انہی کو اپنا امام وقت سمجھتے تھے یہاں تک کہ ایک روز انہوں نے محمد بن حنفیہ سے سوال کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھے آپ سے بہت محبت ہے میں آپ کا احترام و اطاعت کرتا ہوں آپ کو حرمت رسول خدا اور حرمت امیر المومنین علیہما السلام کی قسم آپ مجھے بتائیں کیا آپ ہی امام وقت ہیں کہ جس کی اللہ نے اپنی مخلوق پر اطاعت واجب کی ہے؟ محمد بن حنفیہ نے جواب دیا اے ابو خالد تو نے مجھ کو بہت عظیم چیز کی قسم دی ہے بیشک میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا امام، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ ابو خالد کابلی نے محمد بن حنفیہ سے جواب سن کر وہاں سے اٹھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے اجازت چاہی، حضرت کو خبر دی گئی کہ دروازے پر ابو خالد کابلی ہیں، ان کو اجازت ملی وہ اندر آئے۔ آپ نے فرمایا: اے کنکر خوش آمدید۔ آپ کو کیا ہوا آپ کیسے ہماری زیارت کو آئے۔ ابو خالد نے یہ سنا اور فوراً سجدے میں چلے گئے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا: شکر خدا کہ اس نے مجھے امام وقت کی معرفت سے پہلے موت نہ دی۔ حضرت نے ابو خالد سے سوال کیا کہ تم نے کیسے اپنے امام کو پہچانا؟ ابو خالد نے جواب دیا: آپ نے مجھے اس نام سے پکارا کہ جو میری ولادت کے وقت میری ماں نے رکھا تھا۔ میں معرفت امامت میں ناواقف تھا، میں آج تک محمد حنفیہ کو امام سمجھ کر خدمت کر رہا تھا آج مین نے ان سے ان کو حرمت خداوند و حرمت رسول خدا اور حرمت امیر المؤمنین کی قسم دے معلوم کیا تب انہوں نے کہا امام واقعی علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں، پھر میں ان سے اجازت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ نے میرا اصلی نام لیکر پکارا جو کوئی نہیں جانتا ہے تو مجھ کو یقین آگیا کہ آپ ہی وہ امام ہیں کہ جس کی اللہ نے تمام مخلوق پر اطاعت واجب کی ہے۔ بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۹۴۔

۳ - یحی بن ام الطویل کے بارے بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں کہ جن میں سے چند روایات کہ جو ان کے حالات پر دلالت کرتیں ہیں ہم یہاں بیاں کرتے ہیں:

Presented By: https://jafrilibrary.com

شیعہ ، خوارج و مرجئہ[1]، معتزلہ[2] و اشاعرہ سب اس حقیقت کے معترف ہیں کہ تمام افراد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے شاگرد تھے[3]۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے سیاسی رہبروں جیسے مختار اور فوجی سپہ سالاروں جیسے ابراہیم بن مالک اشتر و عبداللہ حر اور بہت سے سربراہوں کی تربیت فرمائی ۔ اور ان سب کو انقلاب کے ساتھ تعاون کی ترغیب فرماتے تھے۔

اولا: کتاب اختصاص میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سب لوگ مرتد ہوگئے سوائے تین افراد کے : ابوخاد کابلی، یحیٰ ابن ام الطویل اور جبیر بن مطعم۔ پھر لوگ راہ حق پر آئے اور زیادہ ہوتے چلے گئے ، یحیٰ ابن ام الطویل مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور کہتے تھے کہ ہم سب کافر ہوگئے تھے اور ہمارے درمیان بغض و عداوت پھیل گئی تھی۔

ثانیا: کلینی نے کافی، ج ۲، ص ۳۷۹ پر روایت نقل کی ہے حسن بن علی بن نعمان سے انہوں نے اپنے والد علی بن نعمان سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے یمان بن عبید اللہ سے انہوں نے کہا: میں نے یحیٰ ابن ام الطویل کو دیکھا کہ وہ کناسہ کوفہ میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے ندا دیتے تھے: اے اولیاء خدا! ہم ہر اس چیز سے بیزار ہیں جو تم سنتے ہو، جو امیر المومنین پر سب و شتم کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو، ہم آل مروان اور ہر اس سے کہ جس کی وہ اللہ کے علاوہ پرستش کرتے ہیں تبرا کرتے ہیں، پھر آہستہ آواز میں کہتے: جو کوئی امیر المومنین علیہ السلام پر سب شتم کرے اس کے پاس مت بیٹھو، اور جو ہمارے ایمان و عقیدہ پر شک کرے اس کے ساتھ رفت وآمد نہ کرو، اور جو تمہارا مومن بھائی تم سے دینی احتیاج رکھے اس کو پورا کرو پھر اس آیت کی تلاوت کرتے" انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا، و ان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب و ساءت مرتفقا"۔

۱ - فرقہ مرجئہ، فرقہ خوارج کی شاخ ہے خوارج معتقد تھے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب انسان کافر ہے اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور علی و عثمان دونوں نے کفر کیا اور تحکیم کے معتقد تھے جب کہ مرجئہ نے ان کے عقیدے کی مخالف کی اور وہ ارجاء یعنی تاخیر کے معتقد ہوگئے اور ان کا عقیدہ تھا کہ مرتکب کبیرہ پر ایمان ایسا ہے جیسے ملائکہ وانبیاء پر ایمان ہے چونکہ ایمان میں عمل کی کوئی دخالت نہیں ہے اور کہتے تھے کہ جو اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے اس کے کافر ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے اس لیے کہ اس کے بارے میں حکم اللہ کے اختیار میں ہے کہ وہ روز قیامت جس کو جو چاہے عطا فرمائے گا اور ان کا یہ عقیدہ اس آیت کی بنیاد پر تھا" وآخرون مرجون لامر اللہ اما یعذبھم واما یتوب علیھم"۔ مراجعہ کریں: بحوث فی الملل والنحل، ج ۱، ص ۸۶۔

۲ - فرقہ معتزلہ شہر بصرہ میں پروان چڑھا جس وقت وہ علم وادب کا مرکز تھا اور اسلام و مغربی افکار کا اختلاط ہو رہا تھا۔ جب کہ اس کی بنیاد واصل بن عطا نے رکھی ہے کہ جو حسن بصری کا شاگرد تھا اس فرقہ کے علم کلام میں کچھ معین اصول ہیں کہ جن پر سب متفق ہیں۔ ملاحظہ ہو: بحوث فی الملل والنحل، ج ۱۔ اور زہدی جار اللہ کی کتاب "المعتزلہ"۔

۳ - ملاحظہ ہو: تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۴۴ اور ص ۶۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور ثقافتی انقلاب

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مسیب و سعید و زہری کو دوسرے وظائف کے لیے انتخاب کیا اور سب کو اسلام کی نشر اور اسلامی فکر کے پھیلانے کی ان غلاموں میں ترغیب دی کہ جو بنی امیہ کی غیر معقول فتوحات کی وجہ سے اسلامی سرزمین میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان غلاموں نے بنی امیہ کی حکومت کے لیے بہت بڑے خطرات ایجاد کر دیے تھے، امام علیہ السلام نے ان لوگوں میں مذہبی روح پھونک دی تھی اور ان میں حقیقی مبلغ پیدا کر رہے تھے اور دوبارہ انقلاب کی تیاریاں ہو رہی تھیں[۱]۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اپنے چچا جناب زید بن علی کے انقلاب کی تائید فرمائی ہے[۲]۔ کوئی بھی مورخ اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا ہے کہ امام علیہ السلام کا کوئی بھائی یا چچازاد بھائی بھی یا کوئی اور کہ جو امام کا مخلص پیروکار ہو اور امام علیہ السلام کے خلاف اقدام کرے اور صرف ہوا و ہوس کی بنیاد پر انقلاب برپا کرے بلکہ اس کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی خاص نقشہ منظور نظر ہوتا تھا۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام ایک وقت میں متعدد عمل انجام دیتے تھے ان اعمال کے ذیل میں سیاسی انقلاب و آزادی کی تحریکوں کی بھی رہبری فرماتے تھے، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا رابطہ مختار سے بھی اسی سلسلے کا تھا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مختار کے انقلاب میں علنا و ظاہری طور پر شرکت نہیں فرمائی کیوں کہ امام علیہ السلام کی ظاہری شرکت درست نہ ہوتی کیونکہ ممکن تھا انقلاب شکست سے روبرو ہو اور انقلابیوں کی شکست کی وجہ سے امام علیہ السلام اور آپ کے چاہنے والے مذہبی افراد کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے اور یہ درست اقدام نہ ہوتا۔ اس لیے کہ امام علیہ السلام کا وہ مقام ہے کہ آپ کی ذات سے تمام طرح کے انقلابات فیضیاب ہوتے ہوں اور آپ غیر علنی طور پر سب پر نظارت فرماتے تھے۔

یہاں پر مختار کی شجاعت اور جانبازی کا حق و حقیقت کے طور پر اعتراف کیا جائے اس لیے کہ اس نے امام علیہ السلام کی ظاہری تائید نہ ہونے کی صورت میں، اپنے اور امام علیہ السلام کے درمیان راز کو فاش نہ کیا اور ایک عظیم انقلاب کی بنیاد رکھی۔

۱۔ جیسے سعید بن جبیر نے عبدالرحمٰن بن اشعث کے ساتھ حجاج کی حکومت کے خلاف قیام کیا۔

۲۔ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں جناب زید کی تحریک کے متعلق گفتگو کریں گے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہاں پر اور بھی بہت سے امور ہیں کہ جن میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اس طرح کے انقلابوں سے روابط موجود ہیں اور امت مسلمہ کی جتنی بھی جنگی، ثقافتی و مذہبی تحریکیں تھیں وہ سب آئمہ طاہرین علیہم السلام کے زیر نظر تھیں۔

ہم آئندہ کی فصلوں میں اس حقیقت کو ثابت کریں گے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام حق و حقیقت کے رہبر تھے اور مختلف انقلابوں کے باعث قرار پائے ان کی امامت صرف وصیت کی بنیاد پر نہیں تھی کہ جس کا مطلب یہ ہو کہ وہ کچھ بھی اقدام نہ کریں اور دنیا میں اپنا کوئی اثر باقی نہ چھوڑیں۔

اس بناء پر وہ تمام سوالات اور ابہام کہ جن کی طرف ابتداء گفتگو میں اشارہ کیا تھا وہ سب ختم ہو جاتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- سیاسی مذہبی تحریکوں کے شکست کا سبب سادہ لوح ہونا اور قیادت کا مکر و فریب سے کام نہ لینا تھا۔ ۔۔۔اور مختار کی تحریک بھی اسی طرح کی تھی۔
- تحریک کے اہداف کے متعلق داخلی اختلافات، کہ وہ صرف انتقام کے لیے ہے یا کوئی اور بھی مقصد ہے؟
- یہاں پر سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کا مذہبی تحریکوں سے کیسا رابطہ تھا اس لیے کہ وہی حقیقی رہبر اور سنت رسول کے مطابق شرعی قیادت کے وارث ہیں۔
- بعض کا نظریہ یہ ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تلوار سے اس لیے قیام نہیں کیا کہ وہ امام زمانہ کے منتظر ہیں اور معتقد تھے کہ حضرت کے ظہور سے پہلے کسی کو بھی قیام کا حق نہیں ہے جب کہ یہ نظریہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کی قدرت و اختیار کے خلاف ہے۔
- حقیقی نظریہ یہ ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام تمام تحریکوں کی قیادت فرماتے رہے ہیں اور اسی حال میں فقہا، عابد و زاہد لوگوں کی تربیت کرتے تھے اور اہل علم و فن کو مختلف علوم کی تعلیم بھی دیتے رہے ہیں اس لیے کہ تمام اجتماعی، ثقافتی و سیاسی اعتبار سے وہی حقیقی رہبر تھے اگرچہ وہ کسی بھی میدان میں مستقیم وارد نہیں ہوتے تھے خصوصا کسی بھی سیاسی و لشکری عمل میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔
- آئمہ طاہرین علیہم السلام بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومت کے خلاف تحریکوں کی قیادت کرتے رہے ہیں لیکن خود مستقیم کسی بھی تحریک کے ساتھ وارد جنگ نہیں ہوئے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسری فصل

بنی امیہ کی حکومت میں سیاسی تحریکیں

- ✓ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں سیاسی حالات
- ✓ سیاسی تحریکوں کی روش پر ایک نظر

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

عبدالملک بن مروان کے زمانے میں سیاسی حالات

عبدالملک بن مروان کی زندگی پر ایک نظر

عبدالملک بن مروان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک بہادر، فاضل و شریف انسان تھا[1]، اور چاپلوس و متملق مورخین نے یہاں تک دعوی کیا ہے کہ وہ بہت زیادہ معلومات اور علم و دانش رکھتا تھا[2]۔

خلیفہ اپنی حکومت کا آغاز تہدید و دھمکی سے کرتا ہے

عبدالملک اپنی خلافت کے پہلے خطبے میں منبر پر جاکر سیاسی نقشہ کو بیان کرتا ہے اور اس طرح گویا ہوتا ہے: اے لوگو! میں کوئی کمزور خلیفہ نہیں ہوں اور کوئی ساز شکار بھی نہیں ہوں کہ جس کے افکار بہت سست ہوں، جو کوئی بھی ہماری مخالفت کرے گا قتل کردیا جائے گا۔ اور پھر منبر سے نیچے اتر آیا[3]۔ جی ہاں! ایسا ہی ہے، مقریزی (چاپلوس مورخ) کے بقول عبدالملک بن مروان بنی امیہ میں سے بہترین خلیفہ تھا[4]۔

---

۱ - الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۲۳۹۔

۲ - دیکھیں: موسوعۃ التاریخ الاسلامی، ج ۲، ص ۵۹۔

۳ - انساب الاشراف، ج ۷، ص ۲۱۲۔ العقد الفرید، ج ۵، ص ۱۵۰۔ الرسائل السیاسیہ، ص ۴۳۵-۴۳۶۔

۴ - النزاع والتخاصم، ص ۳۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عبدالملک بن مروان نے اپنی زندگی میں کیا کیا؟

سب سے پہلے اس کی گفتگو کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔اس کا مقصد کمزور خلیفہ سے عثمان اور سازش کار خلیفہ سے معاویہ اور افکار کے سست خلیفہ سے مرادیزید بن معاویہ تھا[۱]۔ اس کا سب سے پہلا قدم اپنی جانب سے ایک ایسے شخص کو حاکم مقرر کرنا تھا کہ تاریخ میں کسی ماں نے اس سے زیادہ بدو پلید تر نہ جنا ہو، وہ جنایت کار، مفسد، سخت گیر، وحشی[۲] اور جلاد قسم کا آدمی ہو وہ حجاج بن یوسف ثقفی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ عبدالملک نے مکہ، مدینہ، حجاز، یمن ویمامہ کی حکومت کو اس کے حوالے کر دیا اور کوفہ و بصرہ اور مشرقی علاقہ بلکہ خرسان وغیرہ تک اسی کے سپرد کر دیا[۳] اور اس کو اسلامی حکومت کے شرق و غرب میں تباہکاری و ظلم و جور کے لیے آزاد چھوڑ دیا، حجاج کے ظلم و جور کی شمارش سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ان افراد کے علاوہ کہ جو جنگوں میں قتل ہوئے ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو ظالمانہ طور پر قتل کیا اور حجاج کے مرتے وقت پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں کہ جن میں سولھا ہزار افراد غیر شادی شدہ و کنوارے، اس کے زندان میں موجود تھے۔ حجاج، عورت و مرد کو ایک ہی زندان میں رکھتا تھا اور زندان میں چھت بھی نہیں ہوتی تھی کہ جس سے لوگ سورج کی تپش و دھوپ اور موسم سرما میں برف و بارش سے محفوظ رہتے وہ سزا دینے میں مختلف روش استعمال کرتا تھا[۴]۔

اس ستمگر کو ایسے خلیفہ نے گورنر بنایا کہ جس کو چاپلوس و متملق مورخ[۵] سلطان عادل اور حکیم و دانشمند خلیفہ کے طور پر یاد کرتے ہیں[۶] اسی بنیاد پر بنی امیہ کے تمام خلفاء کو پہچانا جا سکتا ہے۔ مثلا جیسے ولید

---

۱ - البدایۃ والنھایہ، ج۹، ص ۶۴۔ تاریخ الاسلام، ج۵، ص ۳۲۵۔ تاریخ خلیفہ، ص ۱۷۱۔

۲- جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء، ص ۱۷۷ پر تحریر کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان کی طرح کوئی نہیں تھا سوائے حجاج کے کہ اس نے حجاج کو اپنا گورنر بنایا اور حجاج صحابہ کو ذلیل کرتا قتل کرتا اور شب و شتم کرتا تھا اور اس نے لاتعداد صحابہ و تابعین کو قتل کیا اور مسلمانوں کو تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا ہے سب کو ذلیل کرتا اور قتل کرا دیتا تھا۔ خدا اس پر رحمت نازل نہ کرے اور اس کی بخشش نہ ہو۔

۳ - التاریخ الاسلامی، العہد الاموی، ج ۴، ص ۱۷۷۔

۴ - مروج الذھب، ج ۳، ص ۱۶۷-۱۶۸۔

۵ - دیکھیں: موسوعۃ التاریخ الاسلامی، ج ۲، ص ۵۹

۶ - ذھبی نے اپنی کتاب میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۶۶۴ پر تحریر کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان کہاں سے عادل تھا جب کہ اس نے اس قدر خون بہایا اور عجیب و غریب کارنامے انجام دیے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بن عبدالملک کہ جس نے اپنے دربار میں صرف ہیجڑوں وزنخوں کو جمع کر رکھا تھا۔ مورخین کے بقول یہ وہ برا عمل اور بری خصلت تھی کہ جو سب سے پہلے ولید بن عبدالملک کے گھر میں نظر آئی اور اس کے بعد تمام فوجیوں کے گھروں میں نظر آنے لگی۔

یہ مطلب، خلیفہ کے اغلام بازی کے علاوہ اور کس چیز پر دلالت کر سکتا ہے، یہ انحراف تمام اصحاب و فوج کے سپہ سالاروں میں بھی رائج ہو گیا تھا لیکن یزید بن ولید کے یہاں اس سے اور بھی زیادہ شفاف نظر آتا ہے۔

یہ تمام افراد خواہ یزید بن ولید ہو یا ولید بن عبدالملک و عبدالملک بن مروان و سلیمان بن عبدالملک سب اپنی زندگی میں اسراف کرنے والے اور اخلاقی اعتبار سے بہت زیادہ مفسد و ظالم و ستمگر تھے اور دوسری طرف مختلف دلائل کی وجہ سے بہت کم عمر کے حامل رہے ہیں۔ اس میں اہم ترین دلیل یہ تھی کہ خلفاء ناز و نعمت میں پرورش پاتے اور مال و دولت کی فراوانی کی وجہ سے اسراف میں مبتلا ہو جاتے تھے مثال کے طور پر یزید بن عبدالملک[۱] جوانی ہی میں مر گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک حسینہ بنام حبابہ کا عاشق ہو گیا اور جب اس کی معشوقہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اپنی معشوقہ کے انتقال سے کچھ روز تک اس کے جنازے کو اپنے پاس رکھے رہا اور دفن کرنے کی اجازت نہیں دی یہاں تک کہ اس کے بدن سے بدبو پھیلنے لگی۔ اس سے کہا گیا کہ لوگ آپ کی بے تابی پر باتیں بنا رہے ہیں جب کہ خلافت کا مقام اس سے کہیں بلند و بالا ہے تب اس نے اپنی معشوقہ کے دفن کی اجازت دی اور پھر ہمیشہ اس کی قبر پر جانے لگا اور وہاں جا کر بہت گریہ وزاری کرتا یہاں تک کہ کچھ روز کے بعد خود بھی مر گیا[۲]۔

مورخین اس طرح تحریر کرتے ہیں:

---

۱ - یزید بن عبدالملک بن مروان (۷۱-۱۰۵ھ) شام میں بنی امیہ کا خلیفہ تھا، دمشق میں پیدا ہوا ۱۰۱ ہجری میں خلیفہ بنا عمر ابن عبدالعزیز عبدالعزیز کی سیاست پر چلا، یہ روش بنی امیہ پر گراں گذری۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بیان ہے: جس وقت یزید بن عبدالملک خلیفہ بنا اس نے کہا: عمر ابن عبدالعزیز کی سیرت پر چلو، تب اس کے پاس چالیس بزرگوں کو لایا گیا کہ جنہوں نے گواہی دی کہ آخرت میں خلیفہ سے کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا، تب اس نے ظلم کرنا شروع کیا اور اسراف مال اور شراب خوری، گانا بجانا اور لڑکیوں کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔ شذورات الذھب، ج ۲، ص ۲۹۔ اس کی خلافت ۴ سال اور کچھ مہینے ہی چل پائی۔ الاعلام، ج ۸، ص ۱۸۵۔

۲ - مروج الذھب، ج ۳، ص ۱۹۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک روز یزید بن عبدالملک اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اور حبابہ و سلامہ اس کے لیے گانے گا رہی تھیں۔ یزید بہت زیادہ وجد میں آگیا اور کہنے لگا میرا دل چاہ رہا ہے کہ پرواز کروں، حبابہ نے اس سے کہا: اے ہمارے سرتاج ہم کو اور اس امت کو کس پر چھوڑ کے جاؤگے[۱]

ولید بن یزید بن عبدالملک[۲] نے ایک روز قرآن کریم کی یہ آیت سنی "وَاستَفتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ مِن وَرَائِهِ جَهَنَّم وَيسقَى مِن مَاءٍ صَدِيدٍ"[۳]۔ یقینا کامیابی ہمارے رسولوں کے نصیب میں ہے اور ہر ستمگر و جبار کے نصیب میں پشیمانی و شرمندگی ہے اور ہر سرکش و مغرور کے لیے جہنم ہے کہ جہاں پر گندہ پانی ہے) اس آیت کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے قرآن لایا جائے اس نے قرآن سامنے رکھ کر اس پر تیر برسائے اور اس طرح خطاب کیا:

تهددنی بجبار عنید فها انا ذاک جبار عنید
اذا ما جئت ربک یوم حشر فقل یارب مزقنی الولید[۴]

---

۱ - مروج الذهب، ج ۳، ص ۱۹۸۔

۲ - حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں ابوھریرہ سے نقل کیا ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میرے بھائی کے یہاں ام سلمہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا اس کا نام ولید رکھا گیا، یہ خبر حضرت رسول خدا کی پہنچی آپ نے فرمایا: تم نے اپنے بچے کا نام اپنے فرعونوں کے نام پر رکھا ہے، اس امت میں ایک شخص پیدا ہوگا اس کا نام ولید ہوگا، وہ اس امت میں موسی کی امت میں فرعون سے بھی زیادہ بدتر ہوگا۔ زھری کا بیان ہے اس حدیث کا مصداق یا تو ولید بن یزید ہے یا پھر ولید بن عبدالملک ہے۔ یہ حدیث شرط شیخین کی بنیاد پر صحیح ہے لیکن انھوں نے اپنی صحاح میں ذکر نہیں کیا ہے۔ حاکم کا بیان ہے وہ صرف بلاشک ولید بن یزید ہے۔ سیوطی نے اپنی کتاب الخلفاء، ص ۱۹۹ میں کہا ہے: وہ بہت فاسق و فاجر، شارب الخمر، حرمات الہی کی ہتک کرتا تھا، وہ حج کو گیا تاکہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب نوش کرے، تب لوگوں نے اس کو منع کیا اس کے خلاف قیام کیا وہ جمادی الآخر ۱۱۶ ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ سیوطی کا بیان ہے کہ جب اس کا محاصرہ کر لیا گیا تو اس نے کہا کہ کیا میں نے تم پر عطیات کو اضافہ نہیں کیا ہے، کیا میں نے تمہارے مشکلات برطرف نہیں کی ہیں؟ کیا میں نے تمہارے فقیروں کو مال و دولت نہیں دیا ہے؟ تو سب نے کہا: ہم اپنی وجہ سے تجھ سے نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ اس لیے جنگ کر رہے ہیں کہ تو نے حرمت الہی کو پامال کیا ہے، حرام الہی کو حلال کر دیا، شراب نوشی کی، تو نے اپنے باپ کی بیویوں سے نکاح کیا اور امر الہی کو ہلکا سمجھا۔ جب اس کا سر قلم کر لیا گیا تو اس سے یزید نے نیزہ پر چڑھایا تب اس کے بھائی سلیمان بن یزید نے دیکھا تو کہا: اس پر لعنت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ علنا شراب پیتا تھا بہت فاسق و فاجر تھا اور مجھ کو اپنے اوپر ورغلاتا تھا۔

۳ - سورہ ابراہیم، آیت ۱۵-۱۶۔

۴ - الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۲۹۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

(تو مجھ کو آیت جبار عنید کے ذریعہ دھمکی دیتا ہے پس جان لے کہ میں وہی جبار عنید ہوں، جب روز قیامت اپنے خدا کے سامنے محشور ہو تو کہدینا کہ ولید نے میرے ٹکڑے ٹکڑے کردیے تھے)

داخلی کشمکش، خلفاء کی عمر کی کوتاہی کا سبب

خلفاء ایک دوسرے کے خلاف حملہ ور رہتے تھے یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس کو تاریخ نے صرف چند مقامات کے علاوہ سب ہی کو ذکر کیا ہے[۱] کہ بعض خلفاء اپنے بستر پر قتل کیے گئے ہیں اور ان میں سے بعض اپنی ماؤں کے ذریعہ تو کچھ اپنی بیویوں یا بھائیوں کے ذریعہ قتل ہوئے ہیں۔ بھائی نے بھائی کو قتل کیا جیسا کہ سلیمان بن عبدالملک کے سلسلے میں ایسا ہی ہے، اس لیے کہ اس نے اپنے بھائی ولید کو قتل کیا اور یہ بھی احتمال دیا جاسکتا ہے کہ مخالفین افراد ان کے دربار میں وارد ہو جاتے ہوں اور قتل کے مرتکب ہوتے ہوں، مورخین نے اس طرح کے مطالب کو بیان کرنے میں زیادہ دقت سے کام نہیں لیا ہے۔

۱۔ ملاحظہ کریں: تاریخ الخلفاء، سیوطی۔ المناقب والمثالب، قاضی تمیمی مغربی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- بنی امیہ بنی مروان (عبدالملک بن مروان اور اس کی اولاد) نے عیش و عیاشی کی زندگی گذاری ہے وہ لوگ اسلام کے نام پر ظلم و جور کی حکومت کر رہے تھے، اور وہ فتنہ و فساد و اور لہو و لعب میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی عمر و حکومتیں بہت مختصر رہی ہیں اس طرح کا وہ ایک دوسرے کے خلاف قیام کرتے اور آپس میں لڑتے جنگ کرتے اور قتل کرتے رہے اگرچہ بہت سوں کے اس طرح کے حالات مورخین نے نقل نہیں کیے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سیاسی تحریکوں کی روشوں پر ایک نظر

ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان شامی لشکر کو لیکر منطقہ طنان میں وارد ہوا اور ابن زیاد کی جانب سے کسی خبر کا منتظر تھا[1]۔ رات کے وقت، ابن زیاد کے قتل ہونے اور اس کے لشکر کے شکست کھانے کی خبر موصول ہوئی، اسی رات میں مدینہ کے لشکر کے سپہ سالار ابن دجلہ کے قتل ہونے اور اس کے لشکر کہ جو ابن زبیر کے لشکر سے جنگ میں مشغول تھا شکست کھانے کی خبر موصول ہوئی۔ اور پھر ابن زبیر کی طرف سے فلسطین کے حاکم ناتل بن قیس اور مصعب بن زبیر کے لشکر کا مدینہ سے فلسطین کی طرف کوچ کرنے کی خبر دی گئی، اس کے بعد روم کے بادشاہ کا امری بن فلنط اور مصیصہ میں قیام اور پھر شام کی طرف اس کے اقدام کی خبر عبدالملک کو ملی، اس کے بعد عبدالملک کو دمشق کے حالات کی اطلاع دی گئی کہ وہاں کے آوارہ لوگ اور غلاموں نے شام کے لوگوں کے خلاف قیام کر لیا ہے اور پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے ہیں، اس کے بعد عبدالملک بن مروان کو خبردار کیا گیا کہ شام کے قیدیوں نے زندان کے دروازوں کو توڑ کر فرار اختیار کر لیا ہے اور دوسرے فوجی و بادیہ نشین افراد نے حمص و بعلبک و بقاع کے لوگوں پر حملہ کر دیا ہے[2]۔

اسی رات اور بھی متعدد مصیبت بار اخبار عبدالملک کو دی گئیں، اس طرح اسلامی حکومت کے حالات سے آگاہی حاصل کی جا سکتی ہے کہ کس طرح ایک ہی رات میں ایک حاکم کس کس طرح مختلف اخبار سے مختلف علاقوں سے باخبر ہوتا ہے۔ یہ مسائل امت اسلام میں اختلافات کی گسترش پر دلیل ہیں اور

---

۱ - اس نے ابن زیاد کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر مختار ثقفی سے جنگ کے لیے بھیجا تھا کہ جس لشکر کا سردار ابراہیم بن مالک اشتر تھے۔

۲ - مروج الذہب، ج ۳، ص ۹۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حکومت کی مشروعیت اور طاقت کا اندازہ ہوسکتا ہے جب کہ بہت سے مورخین کا گمان ہے کہ یہ عبدالملک خلفاء بنی امیہ میں سے قوی ترین خلیفہ ہے۔ بات یہاں تک پہنچی کہ مروان بن حکم بنی امیہ کی حکومت کے تنزلزل کے بارے میں فکر مند ہونے لگا اور ارادہ کیا کہ ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرلے لیکن اشدق نے اس کو نصیحت کی تب اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے طلب کیا[1]۔

ان حالات میں مذہبی تحریکوں کے علاوہ کہ جن کے بارے میں محو سخن ہیں اور بھی جدید تحریکیں وجود میں آگئی تھیں۔ یہاں پر ان تمام تحریکوں کا تذکرہ کرنا مناسب ہے کہ جو اس زمانے میں مذہبی تحریکوں کے ساتھ مشغول عمل تھیں۔ اس لیے کہ ان تحریکوں کی شناخت ہمارے لیے مذہبی تحریکوں کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگی۔ ان تحریکوں میں سے ایک خوارج کی تحریک ہے۔

اول: خوارج کی تحریک

خوارج وہ افراد تھے کہ جو حضرت علی علیہ السلام کی حکومت سے علیحدہ ہوگئے، معاصرین کی جدید کتابیں کہ جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں ان کو سیاسی واجتماعی میدان میں ''ریڈیکل پارٹی'' یا حزب اصلاح طلب سے تعبیر کرتے ہیں لہٰذا خوارج کو ریڈیکل پارٹی کے افراطی افراد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حزب خوارج کی کیوں اور کیسے بنیاد رکھی گئی؟

جیسا کہ معروف ہے کہ خوارج کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے حکمیت کو قبول کرنا خطا تھی اگرچہ یہی لوگ پہلے حکمیت کو قبول کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان سے جنگ کی اور ان سے اس طرح فرمایا: تم پر وائے ہو کہ معاویہ کے لشکر نے قرآن کو نیزے پر بلند نہیں کیا مگر صرف اس لیے کہ تم لوگ اس کی قدر و قیمت کو نہیں جانتے تھے اور وہ بھی اس کی اہمیت سے غافل تھے۔ ان لوگوں نے قرآن کو صرف اس لیے بلند کیا کہ تم پر مکر و حیلہ اور فریب سے کام لیں، میں نے ان سے جنگ کی تاکہ وہ کتاب خدا کو تسلیم کریں چونکہ ان لوگوں نے فرمان خدا سے معصیت کی تھی اور اس کی کتاب کو چھوڑ دیا تھا پس تم حق اور اپنے ہدف کے پابند رہو اور اپنی جنگ کو دشمنوں سے جاری

۱- مروج الذھب، ج ۳، ص ۸۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

رکھو۔ معاویہ و ابن عاص و ابن ابی معیط و حبیب بن سلمہ و ابن نابغہ وغیرہ اہل دین و قرآن نہیں ہیں، میں ان کو تم سے زیادہ بہتر جانتا ہوں میں ان کو بچپنے سے آج تک اچھی طرح پہچانتا ہوں وہ بچپنے میں بدترین بچے اور بڑے ہو کر بدترین انسان ہیں[1]۔

حضرت نے خوارج کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا: تم کیوں ہمارے خلاف خروج کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جنگ صفین میں حکمیت کو قبول کرنے کی وجہ ہے۔

حضرت نے فرمایا:

تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا میں نے تم کو حکمیت کے قبول کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ تم لوگوں نے میری بات نہیں مانی تھی! اور تم لوگ حکمیت کے علاوہ کچھ اور قبول کرنے کو تیار نہیں تھے تب ہم دو حکم کو قبول کرنے پر مجبور ہوئے تاکہ وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں اور کیا ہم نے نہیں کہا تھا کہ اگر وہ قرآن کریم کے مطابق فیصلہ کریں گے تو جو کچھ بھی قرآن کریم سے مطابقت رکھتا ہو ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے اور وہ فیصلہ کہ جو قرآن کریم کے مطابق نہ ہو ہم اس سے مبرہ و بیزار ہیں۔

خوارج نے کہا: ہمیں بتایئے کہ کیا دوسروں کی جان پر کچھ لوگوں کو حکم بنانا عدالت ہے؟

حضرت نے فرمایا: ہم نے کسی کو حکم نہیں بنایا بلکہ حکمیت کو قرآن کے سپرد کر دیا اور قرآن صرف دو جلدوں کے درمیان ایک تحریر کے علاوہ کچھ نہیں ہے یہ کتاب گفتگو نہیں کرتی بلکہ انسان اس کے مطالب کو بیان کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے جواب میں کہا: آپ نے کیوں حکمیت کے لیے اپنے اور ان کے درمیان وقت معین فرمایا؟ حضرت نے جواب دیا: تاکہ نادان حقیقت کو سمجھ لے اور عقلمند اپنے راستے پر مستحکم ہو جائے اور یہ کہ شاید خداوند عالم اس جنگ میں امت کی اصلاح کرے۔ تم لوگ اپنے شہر کو واپس آ جاؤ[2]۔

وہ لوگ امام علیہ السلام کی فرمائش کے تحت اپنے شہر میں وارد ہوگئے یہاں تک کہ دو حکموں نے اپنے کام کو پورا کیا، ان دو حکموں کے درمیان گفتگو کوفہ سے باہر ایک گاؤں بنام ''حرور'' میں انجام پائی۔ امام علیہ السلام نے عبداللہ بن عباس کو خوارج کے پاس بھیجا، عبداللہ ابن عباس نے ان سے گفتگو کی اور بہت سے افراد نے ان کی گفتگو کو قانع کرنے والی محسوس کی اور اپنے نظریے سے پلٹ آئے لیکن کچھ لوگ

۱۔ مروج الذھب، ج۲، ص۳۹۰۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۳۳، ص ۳۸۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پھر بھی اپنی بات پر اڑے رہے۔ حضرت جنگ نہروان کے بعد ان کے لاشوں کے قریب سے گذرے اور اس طرح فرمایا: تمہارا قاتل حقیقت میں وہی شخص ہے کہ جس نے تم کو بہکایا تھا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کس نے ان کو بہکایا؟ آپ نے فرمایا: شیطان اور ان کے پلید نفس نے[1]۔

حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک انسان کی آزادی

حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانے کے حالات کی طرح ممکن نہیں ہے کہ کسی زمانے کی حکومت میں ہوں کہ جو آزادی اور جمہوریت کے نعرے لگاتے ہیں۔ اس لیے کہ جس وقت حضرت کے اصحاب میں اختلاف ہوا اور مختلف حصوں میں تقسیم ہوگئے حضرت نے پھر بھی زور زبردستی سے کام نہیں لیا اور ان پر اپنی فکر و نظر کو تحمیل کرنے کے لیے کوئی زور و دھمکی اور دہشت گردی سے کام نہیں لیا، بلکہ ان کو ان کے اعمال میں کاملا آزادی دی اور ان کی ہی خواہش کے مطابق حکمیت کو قبول کرنے کا مسئلہ خود ان ہی پر چھوڑ دیا جب کہ حضرت حکمیت کے مسئلہ سے اصلا راضی نہیں تھے اور امام علیہ السلام کو یقینا معلوم تھا کہ یہ دھوکے کے علاوہ کچھ اور نہیں اور بہت ہی غیر انسانی فریب ہے۔

بہر حال، حضرت کے صحیح نظریے کے باوجود، خوارج حضرت کے لشکر سے علیحدہ ہوگئے اور نہروان میں حضرت کے خلاف صف آرا ہوئے۔ خوارج نے اس سے پہلے کہ جنگ مدائن سے باہر جائے حضرت کے نمائندے عبداللہ بن حباب کا بہت ہی بدترین طریقہ سے قتل کر دیا۔ اور اس کی حاملہ بیوی کے پیٹ کو چاک کر دیا اور اس کے بچے کو بھی قتل کر دیا[2]۔

یہ افراد بعد میں ایک گروہ اور حزب میں تبدیل ہوگئے اور اسلامی حکومت کے بہت سے مخالفین کو اپنی طرف جذب کر لیا۔ یہ حزب بھی ان احزاب میں سے ایک ہے کہ جو بنی امیہ کی حکومت کے بہت زیادہ مخالف تھے۔ حزب خوارج، مذہبی تحریک کے بعد قوی ترین تحریک تھی اور اس کے علاوہ یہ بھی کہ ان کے افراد بہت سنگ دل تھے کہ جو خون بہانے سے نہیں گھبراتے تھے۔

---

۱ - نہج البلاغہ، باب من غریب کلامہ، الکلمۃ ۳۲۳۔
۲ - تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۱، ص ۲۲۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جیسا کہ منقول ہے کہ شہر اہواز میں خوارج اور عبید اللہ بن زیاد کے درمیان جنگ ہوئی خوارج میں سے چالیس افراد نے ابن حصن التمیمی کی سپہ سالاری میں عبید اللہ ابن زیاد کے دوہزار جنگجوؤں کو شکست دی یہ جنگ تاریخ میں منفرد مانی جاتی ہے۔

اس حزب کی ایک مدت تک کوفہ میں حکومت رہی ہے اور کچھ دوسرے زمانوں میں بصرہ، خراسان ومدائن وبحرین ویمن وعمان میں بھی حکومت کی ہے۔ خوارج کی حکومت ان تمام ممالک میں ایک زمانے میں نہیں رہی بلکہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ فاصلے کے ساتھ انجام پائی ہے[۱]۔ یہاں تک کہ ایک زمانے میں اس حزب نے شری لنکا میں بھی حکومت کی ہے[۲]۔ خوارج نے افریقہ کے شمالی علاقہ میں بھی بہت مدد کی اور مراکش، تونس، الجزائر اور لیبیا میں بہت کچھ کارنامے انجام دیے ہیں۔

دوم: زبیریوں کی تحریک

یہاں پر ایک حقیقت نظر آتی ہے کہ جو زبیریوں کی تحریک کو بیان کرنے سے پہلے اس کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے۔ جب اسلامی حکومت اپنے شرعی اور صحیح راستے سے منحرف ہوگئی، تو سیاست بھی امت کی ہوا وہوس اور شخصی مصالح کی بنیاد پر فساد کی راہ پر گامزن ہوگئی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیش بہا آرزوئیں فراموشی کے سپرد کردی گئیں۔ ہر خلیفہ کے انتخاب کا ملاک و میزان زور ورشوت اور دھوکا دہی بن گیا[۳]، یہی وجہ تھی کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیش بہا آرزوؤں کو زندہ کرنے اور خلافت شرعی والٰہی کو اپنی اصلی حالت میں پلٹانے میں اہم کردار ادا کیا ہے، اس فکر وبینش کی بنیاد پر کہ جو ایک اصلی واساسی ترین فکر ہے، انسان مختلف ادوار اور تاریخی حوادث کو درک کرلیتا ہے۔ زبیر بن عوام، عبد اللہ بن زبیر کے باپ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہمراہی میں کفار سے جنگ کرچکے تھے اور پھر حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوگئے لیکن جیسے ہی ان کے یہاں بڑا بیٹا عبد اللہ پیدا ہوا وہ ان کی گمراہی کا

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج ۶، ص ۱۷۴۔

۲- یہ ہندوستان سے نیچے بحر ہند میں ایک جزیرہ ہے اسی جزیرہ کے ایک پہاڑ پر حضرت آدم زمین پر تشریف لائے تھے، عصر حاضر میں اس کو شری لنکا کہا جاتا ہے۔ معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۱۶۔

۳ - دیکھیں: تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۴، ص ۸۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سبب بن گیا، عبداللہ بن زبیر کا قصہ مشہور ہے کہ جس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے[1]۔ عبداللہ ایسا انسان تھا کہ جو عائشہ و طلحہ و زبیر کی تحریک میں اہم ترین کردار ادا کر رہا تھا، یہ وہ افراد تھے کہ جو جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے مقابل تھے۔

عبداللہ بن زبیر، منصب خلافت کے لالچ میں تھا اور شاید عائشہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زوجہ اور ابوبکر کی بیٹی نے اس کی اسی نیت سے تربیت کی تھی[2]۔ اور اس کی بلند پروازی کی تقویت کرتی تھیں، انہوں نے ابتداء ہی میں عبداللہ کو خلافت کے لیے انتخاب کیا، عبداللہ بھی مکر و فریب اور حیلہ گری میں کافی ماہر تھا۔

عبداللہ بن زبیر نے جیسے ہی اسلامی حکومت کو متزلزل دیکھا فوراً خلافت کا دعوی کر دیا اور مکہ و مدینہ پر قبضہ کر لیا اور کچھ علوی حضرات کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا اور بعض افراد کو شعب ابی طالب میں بند کر کے ان کا محاصرہ کر لیا[3]۔ اس نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو فلسطین اور پھر عراق بھیجا اور کسی حد تک ان علاقوں پر مسلط ہو گیا۔ اسلامی شخصیتیں بھی چونکہ بنی امیہ کی حکومت سے ناراض تھیں لہٰذا وہ بھی عبداللہ بن زبیر کی حکومت کی طرف مائل تھیں اس لیے کہ بنی امیہ نے اپنی حکومت میں طغیان و فساد اور ظلم و جور کو انتہائی اوج پر پہنچا دیا تھا۔ عبداللہ، مصر اور اس کے اطراف کے شہروں کو بھی فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا اس طرح اس نے بنی امیہ کی حکومت کا اس طرح محاصرہ کر لیا کہ جیسے کسی کا ہاتھ روک لیا جاتا ہے، عبداللہ کی حکومت عراق سے مصر اور دیگر ممالک پر قائم ہو گئی[4]۔

ابن زبیر کی حکومت کیوں اور کیسے ٹوٹ گئی؟

شام میں فوجی مراکز کہ جن کے بارے میں ہم پہلے بھی گفتگو کر چکے ہیں کہ شام کے لوگوں کی طبیعت اور وہاں کے فوجیوں کی تشکیل کس طرح ہوئی تھی۔ اسی طرح بنی امیہ نے ان سب کو جمع کیا اور

---

۱ - بحار الانوار، ج ۳۴، ص ۲۸۹۔

۲ - شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید معتزلی، ج ۲۰، ص ۴۵۱۔

۳ - تاریخ مدینۃ دمشق، ج ۵۴، ص ۳۴۱۔ نہایۃ الارب فی فنون الادب، ج ۲۱، ص ۴۰۔ اخبار الدولۃ العباسیہ، ص ۹۹۔ تتمۃ المنتہی، ج ۳، ص ۸۴-۸۵۔

۴ - الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۲۵۰-۲۵۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۳۶۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۶۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سب نے مل کر ایک مختصر مدت میں ابن زبیر کی حکومت پر غلبہ حاصل کر لیا۔ لیکن ابن زبیر کی شکست کی اصلی وجہ (نو سال، سن ۶۳ سے ۷۲ تک حکومت کرنے کے بعد)[1] یہ تھی کہ وہ اپنے اطرافیوں کے درمیان ایک خود سر اور مستبد انسان تھا اور اپنی فکر پر بھی باقی نہیں رہتا تھا اور کسی مشخص و معین سیاست پر نہیں چلتا تھا۔ عبداللہ کا خلافت کے لیے انتخاب، مذہبی تحریکوں اور دیگر تحریکوں کے مقابل آگیا تھا، اور دوسری طرف، وہ اپنی حکومت کے لیے کوئی فکر و تدبیر نہیں رکھتا تھا اور انتہائی بخیل اور سخت مزاج اور بہت سی دیگر برائیوں کا حامل تھا[2]، خدا کا شکر کہ مؤمنوں کو اس کے شر سے نجات ملی۔ اس لیے کہ خود بنی امیہ ہی مؤمنوں کے سروں پر ایک مصیبت تھے اور وہ دوسری مصیبت بن چکا تھا۔

سوم: اہل مدینہ کی تحریک

ہم پہلے بھی فقہاء کی تحریک کے سلسلے میں گفتگو کر چکے ہیں لیکن اسلامی ممالک میں اس زمانے میں اور دوسرے بھی گروہ و تحریکیں تھیں کہ جو اسلامی نظریات کے تحت گامزن تھیں۔

اس زمانے میں کچھ ایسے بھی افراد تھے کہ جو حسن نیت اور پاک فطرت رکھتے تھے اور اپنے زمانے کے فاسد حالات سے مقابلہ کیا کرتے تھے۔ شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مقابلے بغیر کسی ہدف اور پہلے سے معین شدہ مقاصد کے تحت انجام پاتے تھے۔ ایسے انقلاب کہ جو صرف معاشرے میں حالات کو تبدیل کرنے کے لیے انجام پاتے تھے فقہاء قیام کرتے لیکن جیسے ہی حالات و اوضاع تبدیل ہو جاتے تو وہ اپنی پرانی روش پر پلٹ جاتے تھے، ان تحریکوں میں سے ایک تحریک مدینہ کے لوگوں کی تھی۔

یزید اور اس کے کارندوں کے ظلم و ستم نے لوگوں کو اپنے جال میں پھانس لیا تھا اور اس کے فسق و فجور اور فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے قتل سے اس کی تمام مکاری و فریب کاری آشکار ہو چکی تھیں، کہ جو فرعون کی روش کو اپنائے ہوئے تھا، بلکہ یہ کہا جائے کہ فرعون نے بھی اپنی قوم پر ظلم و ستم کرنے میں یزید کے برابر تجاوز نہیں کیا تھا، مدینہ کے لوگوں نے یزید کے نمائندے (عثمان بن محمد بن

۱۔ تتمۃ المنتہی، ج ۳، ص ۱۰۳۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید معتزلی، ج ۲۰، ص ۴۶۰۔ الفخری، ص ۱۲۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابوسفیان) اور مروان بن حکم اور دیگر بنی امیہ کو شہر سے نکال دیا[1]، اس لیے کہ مدینہ کے لوگ یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم نہیں کرتے تھے اور اس کو اپنے درمیان ایک دیوانہ کے طور پر تعارف کراتے تھے اور وہ معتقد تھے کہ یزید کا کردار اسلامی خلافت وحکومت کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

مدینہ والوں کی تحریک کے شکست کے دلائل

اس تحریک میں بعض فقہاء اور صحابہ بھی نظر آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی تحریک خود بخود پہلے ہی سے شکست سے روبرو نظر آرہی تھی۔ کیوں؟

اس لیے کہ اسلامی حکومت بہت زیادہ وسیع ہوچکی تھی لہٰذا یا بہت وسیع پیانے پر تحریک چلائی جاتی یا پھر اصلا کوئی اقدام نہ کیا جاتا اس لیے کہ ان تحریکوں کی طاقت ختم ہوجاتی تھی چونکہ ہر ایک جزء کی دوسرے اجزاء پر کسی حد تک تاثیر ہوتی ہے۔ خصوصامدینہ ایک محدود شہر تھااور کوئی امتیاز بھی نہیں رکھتا تھا کوئی بھی لشکر آکر اس پر حملہ کرسکتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ عملا بھی ایسا ہی ہوا کہ مسلم بن عقبہ (معاصرین کے بقول مسرف بن عقبہ)[2] نے شہر مدینہ کا محاصرہ کیا اور ان لوگوں پر مسلط ہوگیا اور ان کے قتل و غارت میں پڑگیا اور ان میں سے بہت زیادہ افراد کو قتل کردیا یہاں تک کہ مسجد رسول میں وارد ہوا اور مدینہ کے بہترین افراد یعنی صحابہ رسول کو بھی قتل کردیا گیا۔

یہ واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے کہ جس مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو یزید کے حکم سے تین دن کے لیے اپنی فوج پر مباح کردیا تھا کہ جو جو چاہیں انجام دیں اس وقت دسیوں ہزار افراد قتل ہوئے اور ایک ہزار دوشیزائیں بغیر شوہر کے حاملہ ہوئیں، اور سات سو مہاجرین و انصار میں سے عظیم شخصیتیں قتل ہوئیں[3]۔

---

۱ - مروج الذھب، ج ۳، ص ۶۸-۶۹۔

۲ - دیکھیں: الرسائل السیاسیۃ، ص ۵۴۳۔

۳ - البدایۃ والنہایۃ، ج ۱، ص ۳۴۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور اہل مدینہ کی تحریک

مورخین نے یہاں پر ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جس کی صحت کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے، قصہ یہ ہے کہ مسلم بن عقبہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کچھ نہیں کہا[۱] اس لیے کہ یزید نے جس وقت مسلم بن عقبہ کو مدینہ کی طرف بھیجا تو اس سے اس طرح کہا: جب مدینہ پر مسلط ہو جاؤ تو تین روز تک وہاں کے لوگوں کے اموال اور جانور و اسلحہ کی لوٹ مار کرنا اور شہر کو غارت کرنے میں مشغول رہنا پس جیسے ہی تین روز تمام ہو جائیں تو لوگوں کو چھوڑ دینا اور علی بن الحسین کو زیر نظر رکھنا اور ان کو کوئی پریشانی نہیں ہونے دینا اور تمام افراد سے کہنا کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔

شاید یزید کا یہ خیال تھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام اسی امام کا بیٹا ہے کہ جس کے قتل سے اس کی حکومت کی جڑیں ہل گئی ہیں۔ تو کس طرح ممکن ہے کہ اس امام کو بھی کہ جو امت کا سردار ہے قتل کرے! اس لیے کہ یہ عمل گویا بنی امیہ کے حکومت کے خاتمہ کا اعلان تھا، خصوصاً یہ کہ یزید اپنی اس غلطی کو کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل سے سرزد ہوئی تھی اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنا چاہتا تھا۔

کیا عبدالملک اموی وہی شخص نہیں ہے کہ جس نے حجاج بن یوسف کو اس طرح کا خط لکھا کہ: مجھ کو خاندان عبدالمطلب کے خون بہانے سے معاف رکھو اس لیے کہ خاندان ابوسفیان کا ہاتھ جب سے ان لوگوں کے خون سے آلودہ ہوا ہے ان کے ہاتھ سے حکومت نکل گئی ہے والسلام۔ شاید عبدالملک کی طولانی حکومت کا یہی راز ہو۔

ابوایوب سے روایت نقل ہوئی ہے کہ اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس طرح سنا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: یزید بن معاویہ مسلم بن عقبہ کے ساتھ (جیسا کہ بحارالانوار میں مذکور ہے) حج کے قصد سے مدینہ سے گذرا، اس نے قبیلہ قریش کے کسی ایک مرد کو طلب کیا، قریشی شخص اس کے پاس آیا یزید نے اس سے کہا: کیا تو اعتراف کرتا ہے کہ تو میرا بندہ وغلام ہے، کہ اگر میں چاہوں تو تجھ کو فروخت کر دوں اور چاہوں تو تجھ کو آزاد کر دوں؟ اس قریشی شخص نے اس کے جواب میں کہا: اے یزید! خدا کی قسم تیرا حسب و نسب مجھ سے زیادہ شریف نہیں ہے اور تیرے آباء واجداد زمانہ جاہلیت و اسلام میں میرے

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۴۶۱۔ مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

آباء واجداد سے زیادہ بلند مرتبہ نہیں تھے اور تو بھی مجھ سے متدین تر اور بہتر نہیں ہے تو پھر میں کس طرح تیری بات کا اقرار کروں؟ ! یزید نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر تو نے اقرار نہیں کیا تو میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ قریشی شخص نے اس سے کہا: میرا قتل ہو جانا فرزند رسول خداﷺ حضرت امام حسین علیہ السلام سے زیادہ نہیں ہے۔ اس گفتگو کے بعد وہ قریشی شخص یزید کے حکم سے قتل کر دیا گیا[1]۔

تاریخ کامل ابن اثیر ج۱۲ میں اس طرح مذکور ہے کہ مسلم بن عقبہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو مدینہ کے لوگوں کی طرح یزید کی بیعت پر مجبور نہیں کیا تھا[2]۔

پھر مسلم بن عقبہ نے بہت زیادہ اہانت و توہین کے ساتھ یعنی تمام افراد سے یزید کی غلامی اور بندگی کے ساتھ بیعت لی لیکن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے تمام مدینہ والوں کی شفاعت کی تب مسلم بن عقبہ نے مدینہ والوں کو چھوڑا اور مکہ کی طرف عبداللہ بن زبیر سے جنگ کے لیے روانہ ہوا لیکن راستہ میں ہی مر گیا۔

مثالی سے اس طرح نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا: میں ہر سال حج کے موقع پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔ ایک سال میں حضرت کی خدمت میں تھا کہ آپ نے مجھ سے اس طرح فرمایا: مجھ سے کہا گیا کہ دروازے پر کوئی آپ کو بلا رہا ہے، میں دروازے کے قریب گیا وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے ساتھ ایک کنیز ہے اور اس نے کنیز کی آستین کو ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے کنیز کے چہرے پر نقاب ہے۔ میں نے اس شخص سے کہا: تم کو کس سے کام ہے؟ اس نے کہا علی بن الحسین علیہ السلام سے۔ آپ نے فرمایا: میں ہی علی بن الحسین ہوں۔ اس شخص نے کہا: میں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کا بھیجا ہوا ہوں، اس نے آپ کو سلام کہا ہے اور اس طرح پیغام دیا ہے کہ یہ کنیز ہمارے علاقے میں فروخت ہو رہی تھی میں نے اس کو چھ سو دینار میں خریدا ہے، آپ اس کو قبول فرمائیں اور جیسے چاہیں استفادہ کریں، اس شخص نے ایک خط مجھ کو دیا میں اس شخص اور کنیز کو اپنے گھر میں لے گیا اور مختار کے نامے کا جواب تحریر کیا میں نے اس مرد سے اس کے بارے سوالات کیے پھر اس کنیز سے معلوم کیا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: حوزاء ہے، پھر اس کو میرے لیے آمادہ کیا گیا ہے اور میں نے اس سے شادی کی، اس

---

۱ - بحار الانوار، ج۴۶، ص ۱۳۷۔

۲ - الکامل فی التاریخ، ج۳، ص ۴۶۱

Presented By: https://jafrilibrary.com

شادی سے ہونے والے بچے کا نام میں نے زید رکھا اور میں اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ زید یہی وہ جوان ہے کہ جس کو تم دیکھ رہے ہو عنقریب یہ بھی جان جاؤگے کہ میں کیوں اس سے اسقدر محبت کرتا ہوں۔

یہ تحریکیں اسلامی امت کے لیے کیا تحفہ رکھتی تھیں؟

اس بات سے غض نظر کہ یہ تحریکیں اصل میں مذہب کی حقیقی راہ پر گامزن تھیں یا نہیں؟ یہ سوال اپنی جگہ پر باقی ہے، کہ یہ مذکورہ تحریکیں امت اسلامی کے لیے کیا فائدہ رکھتی تھیں؟

ہزاروں افراد کی جانیں ان تحریکوں اور قیاموں میں گئی ہیں تو پھر اس کے نتیجہ میں امت کو کیا حاصل ہوا اس سوال کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے۔ بنی امیہ یہ چاہتے تھے کہ اسلامی امت کو اپنا غلام بنا کر رکھیں اور تمام کام صرف ان کے فرمان کے مطابق انجام پائے۔ مگر کیا مروان نے اپنی خلافت کے پہلے ہی روز یہ جملہ نہیں کہا تھا: خداوند عالم نے مجھ کو جو خلافت عطا فرمائی ہے تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جو لباس خداوند عالم نے مجھ کو عطا کیا ہے اس کو اتار دوں؟[1]۔

جی ہاں! اس کی فکر یہی تھی۔ اگر یہی طرز تفکر امت اسلامی میں رائج ہو جاتا کہ جو بنی امیہ چاہتے تھے اور مسلمان ان کی اطاعت و پیروی کرتے تو اسلامی امت کا وجود ہی ختم ہو جاتا اور حقیقی اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔

کیا یزید بن معاویہ وہ شخص نہیں ہے کہ جس نے ان اشعار کو کہا ہے:

لیت اشیاخی ببدر شہدوا   جزع الخزرج من وقع الاسل[2]
قد قتلنا القوم من اشیاخھم   و عدلناہ ببدر فاعتدل[3]

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج ۴، ص ۳۶۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۷۳۔

۲ - ابن سلام نے اپنی کتاب طبقات الشعراء، ص ۲۳۶-۲۳۸ میں نقل کیا ہے کہ یہ پہلا شعر عبداللہ بن زبعری کا ہے کہ اس نے جنگ احد کے موقع پر کہا تھا۔

۳- مقاتل الطالبین، ص ۱۱۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس کے بعد کہتا ہے:

لعبت بنو الهاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل[1]
لست من عتبہ ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل[2]

(اے کاش میرے اجداد کہ جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی اور خزرج کی بے تابیوں اور ان کے نیزوں کو دیکھا تھا وہ حاضر ہوتے، بنی ہاشم نے حکومت کرنے کے لیے کھیل کھیلا، نہ ہی کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی تھی، میں عتبہ سے نہیں ہوں اگر خاندان محمد سے ان کے کارناموں کا انتقام نہ لوں)

اسی طرح ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کے اشعار ہیں

تلعب بالخلافت ہاشمی بلا وحی اتاہ ولاکتاب
فقل للہ یمنعنی طعامی فقل للہ یمنعنی شراب

ان اشعار کو کہہ کر کچھ دن کے بعد وہ قتل ہو گیا[3]۔

(بنی ہاشم کے ایک فرد نے حکومت سے بازی کی اس کے بغیر کہ اس پر کوئی وحی آئی ہو اور کوئی کتاب نازل ہوئی ہو۔ پس خدا سے کہو کہ اگر وہ کر سکتا ہے تو میرے کھانے اور میرے شراب پینے کو روک دے) کیا مروان اور اس کا باپ حکم[4] وہ لوگ نہیں ہیں کہ جو ہمیشہ رسول خداؐ کو اذیت کرتے رہے اور آپ کی مذاق اڑاتے رہے اور کیا مروان وہ نہیں ہے کہ جو رسول خداؐ کو آپ کے ایک حجرے میں زیر نظر رکھے ہوئے تھا[5] آپ اس کے منصوبہ سے باخبر ہوئے تب بہت غضبناک ہوئے اور باہر تشریف لائے اور

۱۔ طبری نے اپنی کتاب تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص ۶۲۳، میں یزید کے ان اشعار کو تحریر کرکے کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یزید مرتد ہو چکا تھا نہ اس کا اللہ پر ایمان تھا نہ دین پر نہ کتاب پر نہ رسول پر۔

۲۔ تذکرۃ الخواص، ص۲۶۱۔ الفتوح، ج۵، ص۱۲۹۔

۳۔ مروج الذهب، ج۳، ص۲۶۱۔ شذورات الذهب، ج۲، ص۱۱۱۔

۴۔ حکم عثمان کی خلافت کے دوران مر گیا عثمان قتل ہونے سے کچھ مہینے پہلے۔

۵۔ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ، ج۶، ص۳۰۶ میں نقل کیا ہے کہ مروان حضرت رسول خدا کی جاسوسی کرتا اور جب آپ اپنی زوجات کے پاس ہوتے تو کان لگا کر چپکے چپکے باتیں سنا کرتا پھر یہ تمام باتیں اور حرکات کو منافقین سے جا کر بطور مذاق واستہزاء بیان کرتا تھا۔ مراجعہ کریں: الاستیعاب، ج۱، ص۳۵۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

فرمایا: اس چالباز کی مجھ سے شفاعت نہ کرنا۔ رسول خدا نے اس کو مدینہ سے نکال دیا اور فرمایا: کبھی بھی وہ اور میں ایک شہر میں زندگی بسر نہیں کریں گے[۱]۔ خداوند اس کے چہرے کو قبیح قرار دے۔

عجیب ہے ! امت اسلامی کی حالت کیا ہو چکی تھی کہ شرابخور اور میمون باز و عیاش وکافر افراد اس امت کی امارت و حکومت پر پہنچیں۔

کیا معاویہ بن ابو سفیان نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کیے ہوئے تمام وعدے نہیں توڑے اور کہا: آگاہ ہو جاؤ میں نے کچھ بھی حسن بن علی سے وعدہ اور عہد و پیمان باندھا ہے وہ میرے قدموں کے نیچے ہے کہ میں کسی کو بھی پورا نہیں کروں گا[۲]۔

معاویہ نے اہل عراق سے مخاطب ہو کر خطبہ دیا: میں نے تم سے اس لیے جنگ نہیں کی ہے کہ تم روزہ رکھو، نماز پڑھو حج کرو اور زکاۃ دو، یہ کام تو تم کرتے ہیں ہو۔ میں نے تم سے اس لیے جنگ کی تا کہ تم پر حکومت کروں پس تم میری اطاعت کرو چاہے دل سے کراہیت ہی کرتے ہو[۳]۔

پھر اس نے اپنے تمام گورنروں کے نام خط لکھے: علی کے کسی بھی شیعہ کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ اور لکھا: جس شخص کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ علی کا شیعہ ہے تو ان نام مٹا دو، اس کے حقوق ختم کر دو۔ اور تحریر کیا: جہاں بہاں بھی علی کے شیعہ اور چاہنے والے ہیں ان کو ختم کر دو اور ان کے گھروں کو مسمار کر دو۔[۴]

معاویہ ہی نے حضرت علی علیہ السلام کو منبروں سے سب و شتم شروع کیا اور اپنے تمام گورنروں کو لکھا کہ ہر جمعہ کے خطبہ میں علی پر سب و شتم کی جائے[۵]۔ اسی نے کوفہ کے شیعوں پر انتہائی ظلم و ستم ڈھائے اور کوفہ و بصرہ پر زیاد بن سمیہ کو حاکم بنایا تا کہ وہ جس قدر بھ ہو سکے شیعوں پر ظلم و ستم کرے۔

۱۔ انساب الاشراف، ج۶، ص۶۵۵۔ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ، ج۶، ص۳۰۶ میں نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا نے مروان کو مدینے سے شہر بدر کر دیا اور یہ طائف میں جا کر رہنے لگا اور وہاں پر عثمان کی خلافت تک رہا عثمان نے اس کو اپنی خلافت میں مدینہ بلایا اور اس کی اپنی بیٹی کی شادی اور حکومت کے تمام اختیارات دیدیے۔

۲۔ مقتال الطالبین، ص۷۷۔ الغدیر، ج۱۱، ص۱۵۔

۳۔ البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۱۳۱۔ المعرفۃ والتاریخ، ج۳، ص۳۱۸۔ الارشاد، ج۲، ص۱۴۔

۴۔ شرح نہج البلاغہ، ج۱۱، ص۳۴۔

۵۔ شرح نہج البلاغہ، ج۴، ص۳۰۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابن کثیر سے نقل ہے کہ جب زیادہ بن سمیہ نے سمرہ ابن جندب[۱] کو بصرہ کا حاکم بنایا تو اس نے بہت زیادہ قتل و غارت کی۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ سمرہ نے زیاد کی غیر موجودگی میں بصرے کے آٹھ ہزار افراد کو قتل کیا۔ اور زیاد سے کہا کہ کیا تو اس قدر قتل و غارت سے ڈر رہا ہے تو زیاد نے کہا اگر تو اس سے زیادہ بھی قتل کر دے تو مجھ کو کوئی ڈر نہیں ہے[۲]۔

سمرہ ابن جندب وہی شخص ہے کہ جس کو معاویہ نے ایک لاکھ درہم دیے کہ وہ اس آیت کو " ومن الناس يعجبک قوله فی الحياة الدنيا و يشهد الله علی ما فی قلبه وهو الد الخصام* واذا تولی سعی فی الارض ليفسدفيها و يهلک الحرث و النسل والله لا يحب الفساد"[۳]۔ علی کے بارے میں نازل ہونے کی روایت کرے۔

اور یہ آیت "ومن الناس من يشری نفسه ابتغاء مرضات الله[۴]" ابن ملجم کی شان میں نازل ہوئی ہے، لیکن سمرہ نے قبول نہیں کیا پھر معاویہ نے دو لاکھ درہم دیے لیکن سمرہ نے قبول نہیں کیے پھر تین لاکھ درہم دینے کا وعدہ کیا تب بھی قبول نہیں کیا لیکن جب چار لاکھ درہم دیے تب سمرہ نے قبول کیا اور ان آیتوں کے نزول کو معاویہ کی خواہش کے مطابق روایت بنائی[۵]۔ سمرہ کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کی پولیس داروغہ رہا اور اس نے لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ پر جانے کے لیے بہت ابھارا[۶]۔

میں اس بات کو خدا کی خاطر اور انسانیت کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں: اگر خداوند عالم کا ارادہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے انتخاب سے متعلق نہ ہوتا کہ وہ لوگوں کی ہدایت فرمائیں تو تمام مسلمان گمراہ ہو چکے ہوتے

۱۔ سمرۃ بن جندب بن ہلال فزاری (متوفی ۶۰ھ) اس حضرت رسول خدا کے خلاف بہت کچھ نقل کیا ہے یہ معاویہ کے ساتھ اس کے تمام جرائم میں شریک رہا، اور بہت سی بے بنیاد روایات جمع کی ہیں کہ جن کو اس کے بیٹے سلیمان نے نقل کیا ہے اور شاید یہ وہی نسخہ ہے کہ جس کو سمرہ نے اپنے بیٹے سلیمان کے لیے تحریر کیا تھا، کہ جس کے بارے میں ابن سیرین نے کہا ہے: سمرہ کے رسالہ میں کہ جو اس نے اپنے بیٹے کے لیے لکھا، بہت علم ہے۔ مکاتیب الرسول، ج۱، ص ۶۱۴۔

۲۔ الکامل فی التاریخ، ج۳، ص۳۱۸۔

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۰۴-۲۰۵۔

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۰۷۔

۵۔ شرح نہج البلاغہ، ج۴، ص ۳۱۳۔ النصائح الکافیہ، ص۹۵۔

۶۔ شرح نہج البلاغہ، ج۴، ص۳۱۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور کیا آئمہ طاہرین علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص ہے کہ جو اس امت کی ہمت افزائی کرتا اور فقہاء کی تربیت کرتا اور مختلف مذہبی تحریکوں کی راہنمائی کرتا اور غیروں کے مقابلے لوگوں کو ابھارتا اور تباہکاروں کے کفر کو باطل کرتا اور توحید کے پرچم کو بلند کرتا؟ آئمہ طاہرین علیہم السلام مسلمانوں کے فاتحین میں جہاد کی روح پھونکتے تھے وہ روح کہ جو فساد کی وجہ سے نابود ہو چکی تھی، وہ فساد کہ جو امت اسلامی میں پھیلتا چلا جارہا تھا اور عنقریب مسلمانوں کی رگوں میں جاری ہونے والا تھا۔

میں اپنی بات کی پھر دوبارہ تکرار کر رہا ہوں۔ یہ تحریکیں، سبب بنیں کہ امت کسی حد تک آزادی اور تہذیب و تمدن کو حفظ کر سکے۔ اور اگر یہ تحریکیں اور زیادہ بڑھتیں تو مسلمانوں میں اور بھی زیادہ تہذیب و تمدن وسیع ہو جاتا۔ لیکن آزادی کی یہی مقدار کہ جو مذہبی افراد کے ایثار کی وجہ سے موصول ہوئی ہے امت کے وجود اور ان کی بقاء کی ضامن ہے ورنہ وہ خوں ریزیاں اور قتل و غارتیں تمام مسلمانوں کے گھروں میں پہونچ چکی ہوتیں۔

کیا یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم نہیں دیا تھا کہ تین دن تک مدنیہ کو غارت کرے اور جو شخص بھی یزید کی غلامی اور بندگی کا اقرار نہ کرے اس کو قتل کر دے۔؟

کیا یزید نے اسی سال خانہ کعبہ کو منہدم نہیں کیا؟

آنے والے زمانے میں اور عصر حاضر میں جو امت بھی خاموشی اختیار کرے گی اور سیاست کو پس پشت ڈال دے گی تو وہ نہ صرف یہ کہ ذلت سے روبرو ہوگی بلکہ بدون شک نیست و نابود ہو جائے گی۔ امریکی افراد اس واقعیت کے بہترین نمونے ہیں اور دوسرے افراد بھی تاریخ میں اس طرح کے نمونوں کی شکل میں موجود ہیں کہ جس سے اس حقیقت کو تقویت ملتی ہے۔

یہیں پر ہم حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کی تحقیق کو ختم کرتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- عبدالملک بن مروان کے زمانے میں اندرونی حکومت میں اختلاف پیدا ہوا اور حکومت متزلزل ہونے لگی اور یہ تنزلزل پوری حکومت پر طاری ہوگیا، لہٰذا ہر طرف تحریکوں نے جنم لیا اور متعدد مقامات میں کامیاب بھی ہوگئیں:

الف: خوارج کی تحریک؛ یہ مذہبی تحریک کے بعد سب سے زیادہ طاقتور تحریک تھی اس نے بنی امیہ کے خلاف قیام کیا اور اسلامی مملکت میں بہت سی جگاہوں پر قبضہ جمالیا۔

ب: زبیریوں کی تحریک؛ یہ تحریک ۹ سال حکومت کرکے عبداللہ بن زبیر کے ڈکٹیر ہونے کی وجہ سے سقوط کر گئی، وہ اپنی نظر پر اٹل نہیں رہتا تھا، بہت کنجوس، بری فکر رکھنے والا، بہت جلدی بات بدل دینے والا، اس نے اسلامی حکومت کو بنی امیہ سے چھیننا چاہا پر اپنی صحیح افکار نہ ہونے کی وجہ سے بنی امیہ سے شکست کھاگیا۔

ج: اہل مدینہ کی تحریک؛ یا واقعہ حرہ، مدینہ میں فقہا، صحابہ اور تابعین نے یزید کے ظلم و جور کو دیکھتے ہوئے اور فرزند رسول خداﷺ کی شہادت کے بعد بنی امیہ کے خلاف قیام کیا، لیکن چونکہ بغیر سوچے سمجھے تحریک تھی کہ جو شام سے بنی مروان کی لشکر کشی کے سبب یزید کے حکم سے ختم ہوگئی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چوتھی فصل

حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

- ✓ زیدیہ تحریک کے پروگرام اور اہداف
- ✓ مذہبی تحریک، زید اور امامین صادقین علیہما السلام کے درمیان
- ✓ تاریخ میں زیدیہ تحریک کو ان کی اولاد نے آگے بڑھایا
- ✓ بنی امیہ کی حکومت کا سقوط اور بنی عباس کی حکومت کا قیام

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

زیدیہ تحریک کے پروگرام اور اہداف

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مدنیہ میں وفات پائی[1] اور آپ کی وفات کی خبر تمام بلاد اسلامی میں منتشر ہو گئی اور دنیائے اسلام کو آپ کے سوگ نے گھیر لیا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد گرامی کے بعد امت اسلامی کے شرعی رہبر قرار پائے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں زیدیہ تحریک کا آغاز ہوا۔ اگرچہ زید کی تحریک تاریخ میں بہت زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہے، لیکن پھر بھی مذہبی اعتبار سے ایک نئی تحریک بنام زیدیہ وجود میں آئی۔

زیدیہ تحریک، دوسری مذہبی تحریکوں کی طرح ہے کہ جنھوں نے حکومت کو قبول نہیں کیا اور ان کی سازشوں کے خلاف کمربستہ رہے، لیکن زیدیہ تحریک دوسری تحریکوں کے بنسبت زیادہ مرتب و منظّم تھی، یہی وجہ ہے کہ دوسری تحریکیں زیدیہ تحریک سے جلدی ختم ہو گئیں۔

---

۱ ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ولید بن عبدالملک بن مروان کے مدینہ کے گورنر کے ہاتھوں زہر دغا سے ۹۵ ہجری میں شہید ہو گئے۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ آپ کو ہشام بن عبدالملک نے زہر دیا اور وہ ولید بن عبدالملک کا گورنر تھا۔ مراجعہ کریں: بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۱۵۲۔ ۱۵۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زیدیہ تحریک نے بہت سے اسلامی ممالک میں اپنی حکومت قائم کی[۱]، زیدیہ تحریک کی آخری حکومت حکومت ملک یمن میں تھی اور آخری حاکم کہ جو زیدیہ تحریک کے نام سے یمن پر حکومت کر رہا تھا امام سیف الاسلام البدر تھا کہ جس نے حکومت سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد عبداللہ سلال کے فوجی قبضہ کے بعد لندن چلا گیا[۲]۔

پس زید نے کیا کیا؟ اور کس طرح ان کی تحریک ایک اجتماعی نظام میں تبدیل ہو گئی؟ ہم ایک مورخ کے اعتبار سے ان سوالات کو بیان کریں، لیکن یہاں دوسرا سوال بھی باقی ہے کہ جو خود اپنے آپ سے کریں کہ ہم خود بھی ایک مذہبی ہونے کے اعتبار سے معتقد ہیں: زید بن علی کی تحریک اور اصلی مذہبی تحریکوں کے درمیان کیا رابطہ ہے؟

کیا مذہبی افراد، زید بن علی کی تحریک کے ساتھ کشمکش رکھتے تھے یا نہیں؟

ان سوالات کے جواب اس طرح پیش کیے جا سکتے ہیں:

زید نے ایک مذہبی تحریک کی بنیاد رکھی

میری نظر میں جناب زید، یا مورخین کی اصطلاح میں امام زید بہت زیادہ طولانی مدت سے اپنی تحریک کے لیے نقشہ بنا رہے تھے، لیکن مورخین کا ایک گروہ یہ گمان کرتا ہے کہ زید نے بغیر کسی پروگرام کے اپنے شخصی نظریات کی بنیاد پر یونہی انقلاب برپا کیا[۳]۔ البتہ میں اس نظریہ کو قبول نہیں کرتا، اس لیے

---

۱ - زیدیہ تحریک کی دنیا پر حکومت کے متعلق مراجعہ کریں: بحوث فی الملل والنحل، ج۷، محقق سبحانی۔

۲ - محمد بدر بن حمید الدین، جناب بدر صاحب ۱۹۹۶ء میں لندن میں وفات پا گئے اور ان کو مدینہ میں دفن کیا گیا، وہ یمن میں زیدیہ تحریک کے آخری حاکم تھے کہ جو چودھویں صدی ہجری کے آغاز ۱۳۳۸ ہجری سے اس وقت تک رہی اس حکومت کے سب سے پہلے حاکم یحی حمید الدین تھے کہ جن کی حکومت میں اسلامی نظام زیدی مذہب کے مطابق چل رہا تھا، انہوں نے جنوب یمن میں انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور احمد یحی حمید الدین کے بعد ۱۹۷۱ سے ۱۹۹۴ء تک جناب بدر کی طرف سے عبداللہ سلال اس تحریک کے قائد رہے، اور انگریزوں سے آزادی حاصل کر کے یمن کی جمہوری حکومت میں ۱۹۶۲ سے ۱۹۶۷ء تک عبداللہ سلال ملک کے پہلے صدر مملکت قرار پائے۔ اس بارے میں زیادہ تحقیق کے لیے ویکی پیڈیا ویب سائٹ یا یمن کی سرکاری ویب سائٹ میں مراجعہ فرمائیں۔

۳ - ذھبی نے کہا ہے کہ انہوں اچانک قیام کیا اور شہید ہو گئے۔ تاریخ الاسلام، ج۸، ص۱۰۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کہ جب جناب زید کے نظریات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں تو درک کرتے ہیں کہ وہ تمام سیاسی احزاب کہ جو اس زمانے میں امت اسلامی میں موجود تھیں، رابطہ رکھتے تھے۔ اور وہ خوارج، معتزلہ، مرجئہ تک سے مرتبط تھے اور یہ ارتباط بے معنی نہیں ہے[۱]۔

مورخین کہتے ہیں کہ جناب زید نے بہت سے نظریات مرجئہ و معتزلہ یہاں تک کہ خوارج تک سے لیے ہیں، وہ ان کو اپنے آپ سے ملحق کرنے کے لیے ان کی آراء و نظریات تک کو لیتے تھے، لیکن ان کو کوئی نظر نہیں دیتے تھے اور ان سے اس رابطہ کا مطلب صرف یہ تھا کہ ان کے نظریات و آراء سے آگاہی حاصل کریں[۲]۔

لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند کہ جن کا بیت الشرف انقلابات کا مرکز تھا اور ان کے اہل خانہ ہمیشہ امت اسلامی کے معنوی رہبر رہے ہیں وہ اس طرح عمل کریں؟

ایک شخص امام ابو حنیفہ (اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک) کے پاس آیا اور کہا: میں نے نذر کی ہے کہ کچھ رقم کسی امام عادل کی خدمت میں تقدیم کروں آپ کی نظر میں کس کو دوں؟ امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر آپ کسی امام عادل کو پہنچانا چاہتے ہیں اور ان کی خدمت میں رقم دینا چاہتے ہیں تو حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقر علیہما السلام کی خدمت میں پیش کریں۔

اسلامی امت کے دل اس حد تک اہل بیت علیہم السلام سے وابستہ تھے، وہ اہل بیت علیہم السلام کہ جو اس امت کے حقیقی رہبر تھے تو کس طرح ممکن ہے کہ زید بن علی اپنے لیے افکار و نظریات کو دوسروں سے اخذ کریں؟

یہی وجہ ہے کہ ہم اس بات کے معتقد ہیں کہ زید کا دوسری احزاب و گروہوں سے تعلق و رابطہ فقط انقلاب کی روش کے حصول کے لیے نہیں تھا لیکن بعض مواقع پر انسان کے لیے دوسرے عوامل واسباب پیش آتے ہیں کہ وہ اپنے نقشہ کی طرف جلد بازی کرے اور حصول و شرائط سے پہلے ان کی جانب اقدام کرے۔

---

۱ - ملاحظہ ہو: الانتفاضات الشیعیہ، ص ۳۶۵۔

۲ - یہ مغالطہ شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں کیا ہے جب کہ شیخ جعفر سبحانی نے ایک مخصوص کتاب بنام زیدیہ لکھ کر تمام مغالطوں کا جواب دیا ہے کہ جو موسوعۃ بحوث فی الملل والنحل، ج ۷ کے ضمن میں طبع ہوئی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زید کو حالات نے جلدی کرنے پر مجبور کر دیا

یہ واقعہ کہ جس کو ہم ذکر کر رہے ہیں سبب بنا کہ زید اپنی تحریک میں جلد بازی سے کام لیں:

اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک [1] نے ایک ایسے شخص کو مدینہ کا حاکم بنایا کہ جو ابن زبیر کا طرفدار تھا [2]، یہ شخص بہت زیادہ متعصب اور سخت گیر تھا، وہ اہل بیت علیہم السلام خصوصا جناب زید ابن علی سے بہت زیادہ دشمنی رکھتا تھا۔ زید نے اس مشکل کی راہ حل، شام جا کر اس زمانے کے اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک سے اتمام حجت کرنے میں سمجھا۔

وہ شام پہنچے اور خلیفہ کے دربار سے نزدیک ہوئے، لیکن جیسے ہی دربار میں وارد ہونا چاہا، ہشام مسئلہ کو سمجھ گیا اور ان کو ذلیل و رسوا کرنے کی غرض سے آپ کے دربار میں آنے سے مانع ہوا [3]۔ زید دوبارہ دارالخلافہ تشریف لائے اور پھر بھی ان کو وارد ہونے سے منع کر دیا گیا۔ زید نے تیسری مرتبہ و ۔۔۔ [4] دارالخلافہ کی طرف مراجعہ کیا یہاں تک چالیس روز گزر گئے اور ان کو دارالخلافہ میں وارد ہونے کی اجازت نہیں ملی۔

یہ عمل ایک عظیم شخصیت جیسے زید بن علی کے لیے بہت بڑی اہانت تھی وہ اس زمانے میں علویوں کے درمیان بہت زیادہ عظمت کے حامل تھے آپ کی ۴۲ سال عمر تھی کہ جو تمام عمر زہد و عبادت

۱۔ ہشام بن عبدالملک بن مروان (۷۱-۱۲۵ھ) شام میں بنی امیہ کی حکومت میں خلیفہ تھا کہ جس کے بارے میں یعقوبی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ بنی امیہ کا خبیث ترین خلیفہ گذرا ہے وہ انتہائی کنجوس، حاسد، غلیظ، ظالم و جابر، قسی القلب، بے رحم، زبان دراز تھا۔ لہٰذا اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جس قدر اس نے مال جمع کیا اس قدر اس سے پہلے کسی بھی خلیفہ نے مال جمع نہیں کیا تھا، وہ علویوں سے بہت بغض رکھتا تھا اسی نے جناب زید کو شہید کیا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پر بہت ظلم و ستم ڈھائے۔ دیکھیں: مؤلف کی کتاب؛ حیاۃ الامام محمد الباقر۔۔۔ دراسۃ تحلیلیہ، ج۲، ص ۵۹۔

۲ - اس وقت مدینہ کا حاکم ابراہیم بن ہشام تھا، پھر ہشام بن عبدالملک نے اس کو عزل کر کے خالد بن عبدالملک بن حارث بن حکم کو بنا دیا۔ تاریخ الامم والملوک، ج۷، ص۹۰۔

۳ - جناب زید مدینہ کے حاکم کی اہل مدینہ کے ساتھ برتاؤ کی شکایات لے کر ہشام کے پاس پہنچے لیکن جیسے ہی ہشام جناب زید کے ارادے کو سمجھا اور آپ کو رسوا کرنے کے لیے آپ پر دروازوں کو بند کرا دیا اور کافی مدت تک ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ الکامل فی التاریخ، ج۵، ص ۲۳۲۔ زید الشہید، علامہ مقرم، ص ۱۰۳۔

۴ - تاریخ مدینۃ دمشق، ج۱۹، ص ۴۷۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں بسر کی تھی وہ جس وقت قرآن کریم کی تلاوت کرتے یا ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی تو گریہ فرماتے تھے ۔ وہ بہت بڑے سخی تھے اور کئی مرتبہ اپنا تمام مال و دولت راہ خدامیں انفاق کر چکے تھے۔ان کو صاحب قرآن[۱]، یار مسجد[۲] اور اسی طرح ذوالثغنات[۳] (ٹھیٹ والے) کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔وہ ایک عظیم فقیہ،عالم وصدوق تھے[۴]،اور متعدد کتابیں تالیف کر چکے تھے[۵]۔ عصر حاضر میں بھی بہت سی کتابوں کی نسبت زید کی طرف دی جاتی ہے کہ جن پر فرقہ زیدیہ تکیہ کیے ہوئے ہے[۶]۔ یہ کوئی عام انسان انسان نہیں تھے اور وہ توہین کہ جو آپ کے ساتھ کی گئی، کوئی معمولی نہیں تھی۔

اس شخصیت کو چالیس روز تک ہشام سے ملاقات کی اجازت نہیں ملی لیکن آخر کار بہت زیادہ اصرار کے بعد وہ کامیاب ہوگئے کہ اس سے ملاقات کریں۔ہشام حضرت علی ابن الحسین اور ان کے فرزندوں سے خصوصی طور پر بغض وحسد رکھتا تھا[۷]۔

---

۱ - بحار الانوار، ج۴۶، ص۱۸۶۔

۲ - کفایۃ الاثر، ص۳۰۶-۳۰۷۔

۳ - مقاتل الطالبین، ص۱۲۶۔

۴ - رجال کشی، ص۳۵۳۔

۵ - مستدرکات علم رجال الحدیث، ج۳، ص۴۸۰۔ فہرس التراث، ج۱، ص۱۲۹۔

۶ - بحوث فی الملل والنحل، ج۷، ص۱۱۹۔

۷ - بحار الانوار، ج۴۶، ص۱۲۵، میں منقول ہے کہ ہشام حج کی نیت سے ،مکہ مکرمہ میں وارد ہوااور لوگوں کے ایک عظیم اژدہام کو خانہ کعبہ کے اطراف میں پایااس نے طواف کرکے حجر اسود کا بوسہ لینا چاہا، وہ لمس بھی نہ کر سکا جب کہ اسی وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے کہ جو انتہائی خوبصورت، عجیب و غریب خوشبو، معنوی رعب و دبدبہ کے حامل تھے لوگ حضرت کو راستہ دتے چلے گئے اور آپ نے بہت ہی آرام کے ساتھ حجر اسود کا بوسہ لیا، ہشام کے اطراف شامیوں نے سوال کیااے امیر یہ کون شخص ہے، اس نے شامیوں سے ان کی عظمت کو چھپانے کے لیے کہا میں ان کو نہیں جانتا، اسی وقت فرزدق وارد ہوااور اس نے کہا میں حضرت کو پہچانتا ہوں شامیوں نے کہاوہ کون ہیں؟فرزدق نے حضرت کی شان میں ایک عظیم قصیدہ پڑھا:

یا سائلی این حل الجود و الکرم — عندی بیان اذا طلابہ قدموا
ھذا الذی تعرف البطحاء وطاتہ — والبیت یعرفہ والحل والحرم
ھذا ابن خیر عباداللہ کلھم — ھذا التقی النقی الطاھر العلم

ہشام کو غصہ آگیااور اس کے انعامات کو روک دیااور کہااس طرح اشعار ہماری شان میں بھی کہو۔فرزدق نے کہا: آپ ان کی طرح کوئی نانا لیکر آؤ، ان کے باپ کی طرح اپنا باپ لاؤکہ میں تمہارے شان میں بھی ایسا قصیدہ لکھوں، ہشام نے فرزدق کومکہ ومدینہ کے درمیان مقام عسفان میں قید کردیا۔ یہ خبر حضرت امام زین العابدین کو ملی آپ نے فرزدق کے لیے بارہ ہزار درھم ارسال کیے اور کہلوایا کہ ہم

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہی وجہ تھی کہ زید کو ملاقات کی اجازت نہیں دی، جس وقت زید دربار میں وارد ہوئے اور اپنے بیٹھنے کے لیے جگہ نہ پائی تو مجبورا مجلس کے آخر میں بیٹھ گئے، لیکن یہ عمل زید کی توہین و حقارت کا سبب نہ بن سکا بلکہ وہ ایسے شجاع انسان تھے کہ جن کو اپنے آباء واجداد سے شجاعت اور تجربے ورثے میں ملے تھے۔

زید نے ہشام سے مخاطب ہو کر اس طرح گفتگو کی: اے امیر المومنین! تقوی الٰہی کو اختیار کرو۔

ہشام نے کہا: تم جیسا انسان مجھے تقوی کی نصیحت کر رہا ہے۔

زید نے کہا: کوئی شخص بھی اتنا بڑا نہیں ہے کہ جس کو تقوی کی نصیحت نہ کی جاسکے اسی طرح کوئی شخص اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے کہ جو تقوی کی نصیحت نہ کر سکے۔

تقوی الٰہی میں کوئی چھوٹا یا بڑا نہیں ہے، تمام لوگ تقوی الٰہی کو اپنائیں۔ یہ وہ زید کا کلام حق تھا کہ جو انہوں نے ایک ستمگر بادشاہ ہشام کے سامنے بیان کیا۔

اس وقت ہشام نے اپنی گفتگو کے موضوع کو تبدیل کیا، اس لیے کہ وہ لاجواب ہو چکا تھا۔ زید کے کلام سے ہشام بہت غصہ میں تھا لہٰذا اس نے زید کی طرف رخ کیا اور کہا:

آپ وہی شخص ہیں کہ جس کا نفس آپ کو خلافت کے لیے وسوسہ کرتا ہے جب کہ آپ ایک کنیز کے فرزند ہیں۔

زید نے جواب دیا: مائیں اس بات کا سبب نہیں بنتی کہ اولادیں اپنے اہداف میں پیچھے رہ جائیں، حضرت اسماعیل کی ماں حضرت اسحاق کی ماں کی کنیز تھیں، لیکن یہ سبب نہیں بنا کہ خداوند عالم اسماعیل کو نبوت سے سرفراز نہ کرے۔ بلکہ ان کو عربوں کا باپ قرار دیا اور ان کی نسل سے کائنات کا بہترین فرد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کیا اور یہ بات تو مجھ سے کہہ رہا ہے جب کہ میں علی و فاطمہ علیہما السلام کا بیٹا ہوں[1]۔

جناب زید کا مقصد یہ تھا کہ میری ماں بھی جناب اسماعیل کی ماں کی طرح کنیز تھی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اپنے حق سے چشم پوشی کر لوں۔

معذرت چاہتے ہیں ہمارے پاس اس وقت اسی مقدار میں رقم تھی اگر زیادہ ہوتی تو ضرور اور زیادہ دیتے۔ فرزدق نے وہ مال واپس کر دیا اور کہلوایا مولا میں نے اس رقم کے لیے قصیدہ نہیں کہا تھا میں نے خدا و رسول کی خوشنودی کی خاطر کہا تھا اور وہی میرے لیے کافی ہے امام نے وہ رقم واپس فرزدق کو بھیج دی اور کہا خدا آپ کی نیت واقف ہے لیکن یہ رقم بھی رکھ لیں فرزدق نے قبول کر لیا۔

۱۔ مروج الذھب، ج۳، ص۲۰۷۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید معتزلی، ج۳، ص۲۱۰۔ مختصر سے فرق کے ساتھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس جواب سے ہشام کا غصہ اور بھی زیادہ ہو گیا، اس لیے کہ وہ اپنے سامنے بنی ہاشم کا ایک جوان دیکھ رہا تھا کہ جو شمشیر کی طرح غلاف سے باہر ہو کر اپنے وجود کا اثبات کر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ اس داستان کو ادامہ دیں ضروری ہے کہ ایک واقعیت کو واضح کر دیں۔

کیوں بعض آئمہ طاہرین علیہم السلام کی مائیں کنیز تھیں؟

جواب: آئمہ طاہرین علیہم السلام چاہتے تھے کہ وہ فرق کہ جو حکومت اسلامی اور موالی و تمام مسلمانوں کے درمیان ایجاد ہو چکا تھا اس کو ختم کر دیں، اور عدالت اسلامی اور مساوات و برابری کو مسلمانوں کے درمیان رائج کریں۔

دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کو عرب یا غیر عرب بہترین ماؤں کے رحم سے خلق فرمایا ہے اور جس طرح ممکن ہے کہ جیسے کوئی ایک عرب خاتون نیک کردار ہو اسی طرح ممکن ہے کہ غیر عرب خاتون بھی نیک کردار اور پاک و پاکیزہ ہو سکتی ہے۔ خداوند عالم انسان کی نسل پر توجہ نہیں کرتا بلکہ اس کی صلاحیت و استعداد کو ملحوظ رکھتا ہے، اسی وجہ سے پروردگار نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ماؤں کو ایسی خواتین میں سے انتخاب فرمایا کہ جو اپنے زمانے میں بہترین اور بلند ترین مرتبہ پر فائز تھیں اور مختلف نسلوں سے اس لیے انتخاب کیا تاکہ مسلمانوں کے درمیان اور آئمہ طاہرین علیہم السلام و موالیوں کے درمیان نسلی رابطہ برقرار ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ ایرانی افراد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے تابع تھے، اس لیے کہ وہ لوگ حضرت کو اپنے بادشاہ کا نواسہ مانتے تھے، یہ بات اگرچہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ان کا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی پیروی کرنا اس لیے نہیں تھا کہ آپ ان کے بادشاہ کے نواسے تھے بلکہ ایرانی اچھی طرح جانتے تھے کہ اسلامی معاشرے کی رہبری فقط عربوں سے مخصوص نہیں ہے، بلکہ ایرانی اور دیگر قومیں بھی اس ذمہ داری کو اچھی طرح نبھا سکتی ہیں اور سب اس رہبری میں حق رکھتے ہیں۔ یہ کلام عدالت اسلامی اور برادری و برابری کے سلسلے میں انتہائی معقول کلام ہے۔

ہشام نے اس کلام کی وجہ سے زید کی صرف توہین پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ زید کو مقروض ہونے پر متہم کیا اور کہا: ایک معزول گورنر کہ جو اس وقت قید میں ہے آپ اس کے مقروض ہیں لہٰذا آپ فوراً کوفہ جائیں اور وہاں کی عدالت میں حاضر ہوں۔ ہم آپ کو قاضی کے پاس بھیجتے ہیں تاکہ وہ آپ کے اور اس کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

درمیان فیصلہ کرے، ہشام کا مقصد اس جملہ سے یہ تھا کہ زید اور محمد بن عمر بن علی کو ایک معزول گورنر کے پاس بھیجے کہ اس کا قرض زید کے اوپر ہے۔[۱]

اس گورنر کو عزل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اموی خلفاء کی روش تھی کہ ہر ایک جدید خلیفہ پرانے گورنروں کو عزل کرتے اور ان کی جگہ پر اپنے عزیزوں اور دوستوں کو منصوب کرتے تھے، اور بعض مقامات پر ان میں سے کچھ گورنروں سے انتقام لیتے تھے۔ جیسا کہ سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے بیٹوں اور ان کے عزیز و رشتہ داروں سے انتقام لیا، اس لیے کہ حجاج سلیمان کے بھائی کی طرف سے گورنری کے عہدہ پر فائز ہوا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ اس گورنر[۲] کو بھی گرفتار کیا گیا اور زندان میں ڈالکر عجیب و غریب طریقے سے سزائیں دی گئیں تاکہ اس سے یہ اعتراف لے سکیں کہ وہ دعوی کرے کہ زید اور محمد بن عمر بن علی کے اوپر اس کا قرضہ ہے، اس سے زبردستی اعتراف کرایا جارہا تھا کہ وہ کہے کہ میری ایک امانت زید پر تھی اور زید نے اس امانت کو واپس نہیں دیا تاکہ اس جملہ کے ذریعہ زید کو بدنام کیا جاسکے۔

یہ گورنر بھی بہت زیادہ سزائیں پاکر اس بات کی موافقت پر راضی ہوگیا اور لوگوں کے درمیان یہ دعوی کردیا کہ زید اور محمد بن عمر پر میرا قرضہ ہے۔ لہٰذا خلیفہ نے زید سے چاہا کہ وہ کوفہ جائیں اور عدالت میں حاضر ہوں تاکہ واضح ہوجائے کہ اس گورنر کا قرضہ ان کے ذمہ ہے یا نہیں! زید نے جواب دیا کہ مجھ پر اس کا کوئی قرضہ نہیں ہے اور اس کا کوئی قرضہ ہے تو وہ آئے اور اپنے قرضے کو ثابت کرے۔ زید سے کہا گیا کہ وہ ابھی زندان میں ہے اور یہاں نہیں آسکتا لہٰذا آپ کوفہ جائیں۔

انہوں اس گورنر کو آمادہ کیا کہ وہ زید پر اپنے قرضہ کا دعوی کرے اور اس بات کو تمام انقلابیوں کے درمیان پیش کیا گیا تاکہ زید ان لوگوں کی نظر سے گرجائیں اور زید کو بھی مجبور کیا گیا کہ وہ کوفہ میں نئے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۱۶۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۱۳۰۔ المنتظم، ج ۷، ص ۲۰۸۔

۲۔ وہ گورنر خالد قسری تھا کہ جس کو ہشام نے معزول کیا اور اس کی جگہ پر یوسف بن عمر ثقفی کو منصوب کیا اور یوسف کی خالد سے دشمنی تھی لہٰذا اس نے خالد پر الزام لگا کر قید میں ڈال دیا اور بہت تشدد کیا اور اس سے یہ کہلوانا چاہا کہ وہ اعتراف کرے کہ میرے چھ لاکھ درھم زید پر قرضہ ہے۔ مراجعہ کریں: الشھید زید ابن علی، علاقہ قرشی، ص ۲۴۰۔ زید الشھید، علامہ مقرم، ص ۱۱۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

گورنر کے سامنے جائیں۔سابق گورنر کو لایا گیا جدید گورنر نے اس سے معلوم کیا: یہ دو شخص زید بن علی و محمد بن عمر بن علی ہیں یہ وہی شخص ہیں کہ جن کے بارے میں تو کہتا ہے کہ وہ تیرے مقروض ہیں۔

معزول گورنر نے اس طرح جواب دیا: میرا اصلاان لوگوں پر کوئی قرضہ نہیں ہے۔

اس بنیاد پر بنی امیہ کا نقشہ الٹا ہوگیا، کوفہ کے گورنر نے حکم دیا کہ زید کو کوفہ سے نکال دیا جائے۔ زید نے کہا میں تقریباً دس دن سے زیادہ کوفہ کے راستے میں تھا تو پھر کس طرح کہتے ہو کہ میں دوبارہ وہی راستہ طے کروں؟ گورنر نے کہا: میرا یہی حکم ہے اور بس۔کچھ سپاہیوں نے زید کو مجبوراً کوفہ سے باہر نکال دیا اور شام کے راستے پر چھوڑ کر واپس آگئے[1]۔

زید نے کوفہ کو اپنی تحریک کا مرکز قرار دیا

زید اپنی ہوشیاری اور ذکاوت کے ساتھ تمام نگہبانوں کے باوجود کوفہ میں واپس آجاتے ہیں، انہوں نے شام کے اصلی راستے پر جاکر دوروز قیام کیا اور پھر مخفی راستے سے کوفہ واپس آگئے اور اپنے ساتھیوں سے رابطہ برقرار کیا[2] اور اپنے بعض افراد کو مدائن و بصرہ و خراسان و مدینہ بھیجا اور ایک خط حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ارسال کیا[3]۔

زیدیہ تحریک کے اہداف کو اچھی طرح درک کرنے کے لیے جناب زید کا خطبہ کہ جو آپ کے اصحاب نے نقل کیا ہے اس کا ایک حصہ پیش کررہے ہیں، آپ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا: میں تمہارے درمیان اس رسول ﷺ کا ذکر کرتا ہوں کہ جس کی دعوت پر تم نے لبیک کہی، خداوند عالم نے اس کے ذکر کی برابر کسی کے ذکر کو عظیم قرار نہیں دیا جس وقت اس کا ذکر ہو دلوں پر رقت طاری ہوتی اور رونگٹے کھڑے

---

۱ - تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۳۲۶۔

۲ - جناب زید کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کی تعداد میں اختلاف ہے الفخری، ص۱۳۲ میں ہے کہ پندرہ ہزار اہل کوفہ نے بیعت کی اور اسی طرح ابن خلدون، ج۳، ص۱۲۳۔ لیکن بعض نے چالیس ہزار بیان کی ہے اور انساب الاشراف، ج۳، ص۲۳۷۔ میں بارہ ہزار اہل کوفہ قرار دیے اور اسی طرح مختلف مصادر میں مختلف تعداد آئی ہے بہتر تحقیق کے لیے مراجعہ کریں: الروض النضیر، ج۱، سیاغی۔ بحوث فی الملل والنحل، ج۷۔الشہید الخالد زید بن علی، قرشی۔

۳ - الفخری، ص۱۳۲۔ مقاتل الطالبین، ص۱۴۲۔انساب الاشراف، ج۳، ص۲۳۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہو جاتے ہیں، کیا ہم اسی رسول کی مظلوم اولاد نہیں ہیں۔ کہ ہمیں کوئی حق نہیں دیا، کوئی میراث نہیں ملی، ہمیشہ ہمارے گھر منہدم کیے جاتے رہے، ہماری ہتک حرمت اور توہین ہوتی رہی ہے، ہمارا ہر بچہ حالت خوف میں پیدا ہوتا ہے ظلم و ستم کے سایہ میں پروان چڑھتا ہے اور حقارت و اہانت کے ساتھ دنیا سے چلا جاتا ہے۔

تم پر وائے ہو؛ اللہ نے آپ پر اس امت کے ظالم و ستمگر کے حاکموں کے خلاف جہاد کو فرض کیا ہے اور ان اولیاء کی مدد کو واجب قرار دیا کہ جو اللہ کی کتاب کی طرف دعوت دیتے ہیں "ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز"

تم پر وائے ہو؛ ہم وہی لوگ ہیں کہ جو اللہ کے لیے غصہ و غضب کرتے ہیں اور اس امت کے ظالم و ستمگر حاکم سے انتقام لیتے ہیں اور اللہ نے ہمارے لیے امامت و خلافت قرار دی ہے۔ جب کہ دوسرے لوگ تمہارے اوپر اپنی خواہشات نفسانی کے تحت حکومت کر رہے ہیں اور عہد الٰہی کو توڑتے ہیں، غیر وقت نماز پڑھتے ہیں، غیر معقول زکاۃ لیتے ہیں اور نااہل کو دیدیتے ہیں، بغیر قربت خدا کے حج انجام دیتے ہیں، خمس و غنائم کو ختم کر دیا ہے فقراء و مساکین اور ابن سبیل کا حق ادا نہیں کیا جاتا، حدود الٰہی کی چھٹی ہو چکی ہے، اور حدود الٰہی پر انعامات لیے جاتے ہیں رشوتیں چل رہی ہیں، تعلقات و روابط پر مقام و منصب تقسیم ہوتے ہیں، فاسقین کو عہدہ دیا جاتا ہے صالحین کو نظر انداز کیا جاتا ہے، خائن افراد کو عزت کی جاتی ہے اور امین افراد کو خائن فرض کیا جاتا ہے، مجوسیوں کو مسلط کر دیا گیا ہے اور ان سے لشکر تیار کیے گئے ہیں اور ایمان کو زندان میں ڈال دیا گیا ہے اور ان پر کوڑے لگائے جا رہے ہیں، نیک افراد کو قتل کیا جا رہا ہے معروف کاموں سے روکا جا رہا ہے اور منکر کاموں کا حکم دیا جا رہا ہے، کہ جو کتاب الٰہی اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ہیں، اور پھر گمان یہ ہے کہ ان کو اللہ نے یہ مقام عطا کیا ہے کہ وہ اللہ کی مخالفت کریں اور اس کا راستہ روکیں اور محارم کی توہین کریں اور جو اللہ کی طرف دعوت دے اس کو قتل کر دیں، پس اللہ کے نزدیک اس سے برا کون ہے کہ جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ رہا ہو، یا اللہ کے راستہ سے روک رہا ہو، اور بغاوت و سرکشی کر رہا ہو اور اس سے زیادہ اجر و ثواب کا مستحق کون ہے کہ جو اطاعت الٰہی کرتا ہے اور اس کی راہ کی طرف دعوت دیتا ہے اس راہ میں جہاد کرتا ہے، جہاد میں سرعت کرتا ہے اور اس سے زیادہ اللہ کے نزدیک حقیر و ذلیل

Presented By: https://jafrilibrary.com

کون ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ نے غیروں پر احسان کیا ہے اور اللہ نے اس کی توہین کی ہے "و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین[۱]"[۲]۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جناب زید پہلے ہی سے سرزمین اسلامی کے مختلف مناطق میں رابطہ رکھے ہوئے تھے[۳] اور دوسری اسلامی تحریکوں کے ساتھ انقلاب کے لیے نقشہ بنانے میں مشغول تھے اور ہشام کی بات کہ "آپ وہی شخص ہیں کہ جن کا نفس آپ کو خلافت کے لیے وسوسہ کر رہا ہے"[۴] یہ سب باتیں اس پر دلالت اور ثابت کرتی ہیں کہ زید انقلاب کے لیے نقشہ بنانے میں مشغول تھے۔

حاکم وقت نے جو پروگرام زید کے خلاف بنایا تھا یہ اس بات کا اعلان تھا کہ زید کے انقلاب سے حاکم وقت بھی آگاہ ہو چکا تھا اور زید کافی وقت سے اس پروگرام میں مشغول تھے۔

تحریک کے بنیادی پروگرام

آپ نے اپنے قیام کا وقت اول ماہ صفر سن ۱۲۲ ہجری قرار دیا۔[۵] اس تحریک کے تمام افراد نے چاہا کہ تمام لوگوں کو ہر طرف سے کوفہ بلالیا جائے اس لیے زید ہی ایسے شخص تھے کہ جن پر تمام تحریکیں اور افراد جمع ہو سکتے تھے۔ وہ مدائن و بصرے کے افراد سے مرتبط تھے اور دوسرے گروہوں سے بھی ارتباط برقرار کیے ہوئے تھے۔ نقشہ کے مطابق سب مل کر ایک ساتھ کوفہ پہنچیں اور کوفہ پر مسلط ہونے کے بعد شام کی طرف عازم ہوں، لیکن ظاہرا کوفہ کے لوگ سست طبیعت ہیں، ہم عنقریب اس مذہبی انقلاب و تحریک کی

۱۔ سورہ فصلت، آیت ۳۳۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۰۶۔

۳ ۔ زید نے تمام اسلامی ممالک کی شخصیتوں کے نام خط لکھے کہ جن میں بنی امیہ کے ظلم و جور کا تذکرہ کیا اور ان کے خلاف جہاد کا پیغام دیا اور کہا یہ نہ کہیں کہ ہمیں تم پر غصہ ہے بلکہ کہنا کہ ہم اللہ و رسول کی ناراضگی کی وجہ سے غصہ میں ہیں۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۲۳۸۔

۴ ۔ مروج الذهب، ج ۳، ص ۲۰۷۔

۵ ۔ عیون اخبار الرضا، ص ۲۵۲، میں مذکور ہے کہ آپ کا قیام ماہ صفر کی چاند رات بروز بدھ تھا اور آپ نے بدھ جمعرات جنگ کی اور جمعہ کے روز قتل ہو گئے۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ۱۲۲ ہجری کے واقعات۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

شکست کے عوامل بیان کریں گے ، بہت سے دلائل جیسے لوگوں کا تنزلزل اور نا منظّم ہونا سبب ہوا کہ ان کا راز فاش ہو جائے اہل کوفہ جیسے ہی بنی امیہ کو دیکھتے تو خود ہی خود کہنے لگتے : عنقریب تم لوگوں پر ہم کامیاب ہو جائیں گے اور حکومت تمہارے ہاتھ سے نکال لیں گے ، بنی امیہ کے جاسوس ان کے تعقب میں تھے۔اگر چہ کوفہ والے عمل کے موقع پر عقب نشینی کرتے تھے۔

کوفہ کے حاکم نے فوج کو آمادہ کرلیا

بنی امیہ کا ایک فرد زید کی تحریک سے آگاہ ہوگیا اس نے ہشام کو خبر دی اور ہشام نے اس مضمون کے ساتھ کوفہ کے حاکم کو خط لکھا: تو کہاں ہے ؟زید نے اپنا مقام کوفہ میں مضبوط کرلیا ہے اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے طلب کررہا ہے جب کہ تو ابھی تک محو خواب ہے ، جلدی کر اور زید کا محاصرہ کرلے[1]۔حاکم کوفہ نے بھی فوج کو آمادہ کیا اور پیغام بھیجا کہ شام کی فوج بھی آمادہ ہو جائے اور اقدام کرنے کے لیے نقشہ بنایا، اس نے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کیا اور دروازوں کو بند کرادیا تاکہ زید کے ساتھی زید کے ساتھ ہمکاری نہ کرسکیں۔ظاہراًاُس زمانے میں مسجد کوفہ آج کی مسجد کوفہ سے بھی بڑی تھی۔

جس وقت مسجد کو تعمیر کررہے تھے کہ جس کی نقشہ کشی سلمان فارسی کے ہاتھ میں تھی۔ایک شخص کو ایک جگہ کھڑا کیا اور اس سے کہا کہ چاروں طرف کو تیر پھینکے اس لحاظ سے مسجد کوفہ کی وسعت ایک تیر کے طول کی برابر یعنی تقریباآدھا کلومیٹر تھی اس مسجد کی مساحت آدھا کلومیٹر بائی آدھا کلومیٹر تھی یہاں سے معلوم ہوا کہ مسجد کوفہ میں بہت زیادہ افراد جمع ہو سکتے تھے۔

حاکم کوفہ نے اعلان کیا کہ مسجد میں نماز منعقد ہوگی اس اعلان کا مطلب یہ تھا کہ تمام لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں اور اگر کوئی شخص اس اعلان کی مخالفت کرے گا مجرم سمجھا جائے گا۔لوگ بھی اس اعلان

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج۷، ص۱۸۸۔البدایہ والنہایہ، ج۹، ص۳۳۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کو سن کر مسجد میں جمع ہوگئے۔ زید سمجھ گئے کہ ان کے خلاف کوئی چال چلی جا رہی ہے[1]، لہٰذا انہوں نے اپنی مقررتاریخ سے ایک ہفتہ پہلے ہی اپنا کام شروع کر دیا۔

نقشہ کے مطابق، انقلاب کا آغاز ماہ صفر کی پہلی تاریخ تھی لیکن وقت سے پہلے ہی زید نے ۲۳ محرم کو خروج کر لیا۔ جناب زید کے خروج کے وقت ان کے ساتھی بصرہ ومدائن اور دوسرے مقامات پر منتظر تھے کہ کب انقلاب کا آغاز ہو کہ اچانک انہوں نے سنا کہ زید نے قیام کر لیا ہے وہ لوگ بھی قیام کے لیے نکلے لیکن کچھ نہ کر سکے چونکہ ان کو خبر ہی صحیح موقع پر موصول نہیں ہوئی تھی۔

زید بن علی نے کوفہ میں خروج کیا اور بہت وسیع پیمانے پر جنگ شروع کی۔ ایک طرف شام کی فوج اور وہ قبیلے کہ جو ان کے ساتھ تھے۔ دوسری طرف وہ قبیلے کہ جو مذہبی تحریکوں میں شامل تھے وہاں پر ایک مقام کہ جس کا نام کنانہ تھا وہاں پر جنگ شروع ہوئی، زید نے اپنی جنگ کا آغاز کیا لیکن ان کو خبر ملی کے ان کے ساتھی صرف پانچ سو افراد سے زیادہ نہیں ہیں جب کہ ان سے ہزاروں افراد نے ہمکاری کا وعدہ کیا تھا[2]۔

سب سے زیادہ اہم مسئلہ یہ تھا کہ حاکم کوفہ نے لوگوں کو مسجد میں بند کر رکھا تھا اور کچھ نگہبان مسجد کے دروازوں پر مامور تھے، زید نے بنی امیہ کی فوج کو شکست دیتے ہوئے کوفہ کے ان محلوں تک جنگ کو پھیلا دیا کہ جن میں شام کا لشکر مقیم تھا، اور زید کے کچھ ساتھی مسجد کے دروازوں تک پہنچ گئے، لیکن مسجد کے دروازے بند پائے تو مسجد کی دیواروں سے مسجد میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ بلند آواز سے اس طرح پکار رہے تھے: اے زید کے ساتھیوں کہاں ہو؟ یہ تمہارا بہانہ صحیح نہیں ہے مسجد کے دروازوں کو توڑو اور جلدی باہر نکلو[3]۔ لیکن وہ لوگ اسی طرح اپنی جگہ پر آرام سے بیٹھے رہے۔ جنگ زید کے ساتھیوں اور شامی

---

۱ - تاریخ الامم والملکوک، ج ۷، ص۱۸۱-۱۸۲۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۱۲۴۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۲۴۳۔ مقاتل الطالبین، الطالبین، ص ۱۳۲۔

۲ - بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ جناب کے ہاتھ پر کوفہ کے چار ہزار افراد نے بیعت کی تھی جب کہ جنگ کے وقت صرف تین سو یا اس سے بھی کم تھے۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۲۴۴، اور مقاتل الطالبین، ص۱۳۶ میں ہے کہ سعید بن خیثم کا بیان ہے کہ ہم جناب زید کے ساتھ تھے ہماری تعداد پانچ سو افراد پر مشتمل تھی جب کہ شامی لشکر میں بارہ ہزار افراد تھے۔

۳ - تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۱۸۳۔ مقاتل الطالبین، ص ۱۳۴۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۲۴۷۔ الفتوح، ج ۸، ص ۲۹۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۲۴۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

فوج کے درمیان بہت سخت ہو گئی اسی وقت شام کا ایک اور لشکر آگیا کہ جس سے زید کے ساتھیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور حالت متغیر ہو گئی۔

اگر حاکم کوفہ نے اپنی چال نہ چلی ہوتی تو جنگ کافی طولانی ہو جاتی، لیکن اس نے یہ سوچا کہ زید اور ان کے ساتھی اگرچہ تعداد کے اعتبار سے بہت کم ہیں لیکن بہت بہادر و شجاع ہیں اور اگر اسی طرح آمنے سامنے اور تلوار سے جنگ ہوتی رہی تو زید کے ساتھی یقینا شامی فوج کو کوفہ میں شکست دیدیں گے۔ لہٰذا اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ تیر اندازی سے جنگ کو آگے بڑھاؤ اس لیے کہ تیر انداز کچھ فاصلے سے تیر چلاتا ہے اور کم نقصان ہوتا ہے اور بہت مختصر وقت میں زیادہ تیر چلا سکتا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے: کثرت، شجاعت پر غالب آجاتی ہے[1]۔

اس کی یہ روش کامیاب رہی، ہر طرف سے تیروں کی بارش، چھتوں سے لیکر گھروں اور درختوں تک سے زید اور ان کے ساتھیوں پر تیر برسنے لگے کہ اچانک ایک تیر زید کی پیشانی میں پیوست ہو گیا کہ جو جناب زید کی شہادت کا سبب بن گیا[2]۔

جیسے ہی زید شہید ہوئے ان کے ساتھیوں نے شکست مان لی اور زید کے جنازے کو اٹھایا اور حیران و پریشان پھر رہے تھے کہ کہاں ان کو دفنائیں؟ تمام ساتھیوں کا یہ اتفاق ہوا کہ ان کو نہر میں پانی کے اندر دفن کر دیا جائے۔ تاکہ پانی کی وجہ سے ان کی قبر معلوم نہ ہو سکے[3]۔ ان کو ایک محلّہ میں دفن کیا کہ جو آج آرامگاہ زید کے نام سے معروف ہے[4]۔ یہ جگہ شہر کوفہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، لیکن حقیقت میں

۱۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۱۸۵۔ تجارب الامم، ج ۳، ص ۱۴۶۔

۲۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۱۸۶۔ الفتوح، ج ۸، ص ۲۹۲۔

۳۔ مقاتل الطالبین، ص ۱۳۸۔

۴۔ آج جناب زید کا مقبرہ کفل نامی گاؤں کے جنوب مشرقی علاقہ میں ہے کہ جو کربلا و نجف اور بابل کے درمیان واقع ہے عراق کے جنوبی علاقہ میں نہر فرات کے کنارے۔ یہیں پر ان کو دفن کیا گیا تھا۔ مراقد المعارف، ج ۱، ص ۳۲۱۔ جلالی نے اپنی کتاب مزارات اھل البیت علیہم السلام، ص ۸۷ میں ذکر کیا ہے: ان کی قبر آل حسن کے ساتھ ایک قبہ میں ہے کہ جہاں پر ساتھ دیگر سادات دفن ہیں جبکہ حموی نے اپنی معجم میں نقل کیا ہے کہ زید کا سر مصر میں دفن ہے اس لیے کہ زید کا سر قلم کرکے شام بھیج دیا گیا تھا اور پھر وہاں سے مصر لے جایا گیا اور وہیں دفن کر دیا گیا ایک قول یہ ہے کہ مصر کا حاکم حنظلہ بن صفوان تھا اس نے زید کے سر کو احترام سے دفن کرایا کہ جو آج مصر کے شہر قاھرہ میں زین العابدین نامی محلّہ میں زید کے سر کے مقام کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھیں: اھل بیت فی مصر۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زید کی کوئی آرامگاہ نہیں ہے، اس لیے کہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ان کے جسم کو قبر سے نکالا اور سولی پر لٹکا دیا گیا[۱] اور پھر کچھ مدت کے بعد جلا دیا گیا[۲]۔

اس طرح زید کی تحریک بہت شدت کے ساتھ کچل دی گئی، اس لیے کہ انہوں نے اپنے مقرر تاریخ سے قبل قیام کیا۔

حمزہ بن حمران سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے مجھ سے فرمایا: اے حمزہ کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا: کوفہ سے۔ حضرت یہ سن کر رونے لگے یہاں کہ حضرت کے آنسو ڈاڑھی پر بہنے لگے۔ میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا! آپ اس قدر کیوں رہے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: مجھ کو میرے چچا زید یاد آگئے اور ان کی مظلومیت نے مجھے رلا دیا۔

میں نے عرض کیا: آپ کو کیا چیز یاد آئی؟ حضرت نے فرمایا: مجھ کو ان کے قتل کا وقت یاد آگیا کہ جب ان کی پیشانی پر تیر لگا اور وہ زمین پر گرے تو ان کے اوپر ان کے بیٹے جناب یحی نے لیٹ کر کہا: اے بابا جان آپ کو جنت مبارک ہو آپ حضرت رسول خدا، امیر المؤمنین حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت امام حسن و امام حسین علیہم السلام کی خدمت میں مشرف ہو رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں میرے بیٹے! پھر لوہار کو بلایا گیا اس نے جناب زید کی پیشانی سے تیر کو نکالا پھر ان کو ایک باغ میں لے جایا گیا اور وہیں دفن کرکے ان کی قبر کے اوپر پانی چلا دیا گیا وہاں پر ایک سندھی غلام تھا وہ یوسف ابن عمر کے پاس گیا اس نے جناب زید کے دفن ہونے کے مقام کی خبر دی، یوسف ابن عمر نے زید کے جنازے کو قبر سے نکالا اور چار سال تک کناسہ میں سولی پر لٹکائے رکھا، پھر حکم دیا کہ ان کے جنازے کو جلا دیا جائے اور ان کی راکھ کو کر اڑا دیا گیا۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتلوں پر اور ان کے دشمنوں پر اور میں خداوند عالم کی بارگاہ میں اہل بیت علیہم السلام پر پڑنے والے مصائب کا شکوہ کرتا ہوں اور اسی سے اپنے دشمنوں کے مقابل پناہ مانگتا ہوں کہ وہ بہترین مددگار ہے[۳]۔

۱۔ صفدی نے وافی الوفیات، ج۱۵، ص۲۲، میں نقل کیا ہے کہ ان کے لاشے کو چار سال تک سولی پر لٹکائے رکھا۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص۱۳۹۔ الوافی الوفیات، ج۱۵۔ ص۲۲۔

۳۔ بحار الانوار، ج۴۶، ص۱۷۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت اما محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں جناب زید کی تحریک کی بنیاد رکھی گئی اور یہ تحریک ایک مذہبی تحریک کی صورت میں سامنے آئی۔
- زیدیہ تحریک دوسری اسلامی تحریکوں سے زیادہ منظّم و مرتب تھی۔
- جناب زید کی تحریک کوئی اتفاقی و حادثاتی اور شخصی تحریک نہیں تھی جیساکہ بعض مورخین نے گمان کیا ہے۔ بلکہ ان کی تحریک ایک منظّم اور باقاعدہ مرتب پروگراموں کے ساتھ آگے بڑھی اسی وجہ سے دوسری تحریکوں کی نسبت بہت زیادہ آگے بڑھی اور کافی لوگ اس تحریک کے تحت آگئے۔اس تحریک کا مقصد اہل کو اس کا حق دینا تھا اسی وجہ سے انہوں نے اہل مدائن، بصرہ، خراسان واہل مدینہ سب کو اپنی تحریک میں شریک ہونے کی دعوت دی۔
- لیکن بعض وجوہات کی بناء پر جناب زید نے قیام میں جلدی کی اور اپنے قیام کی تاریخ سے پہلے ہی کوفہ میں قیام کرلیااور جب معین تاریخ آئی اور اہل بصرہ ومدائن وغیرہ کو معلوم ہوا تو وقت نکل چکا تھازید قیام کرکے جنگ اور اس کے نتیجہ میں شہید بھی ہوچکے تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریک؛ زید اور امامین صادقین علیہما السلام کے درمیان

گذشتہ مباحث میں ہم زید بن علی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ وہ شام سے نکلے اور عراق تشریف لائے، اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور دشمنوں سے جنگ کی اور جنگ کے دوران ایک تیر ان کی پیشانی پر لگا اور شہید ہو گئے۔

اب اس حصہ میں کوشش کریں گے کہ زید کا آئمہ طاہرین علیہم السلام سے رابطہ کو بیان کیا جائے، اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی کے اس دوران کو پیش کریں کہ جو زید کے انقلاب کی آمادہ سازی سے معاصر ہے۔ ہمیں یہ امید ہے کہ تمام مذہبی افراد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی کو ایک مناسب اور قابل پیروی نمونہ کے طور پر دیکھیں۔ اس لیے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص بھی کسی انسان کی اصلی روش کو پہچانے بغیر اس کی پیروی کرے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کیا کیا؟

اس سوال کے جواب میں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ معاشرے میں اصلاح و تغییر کے لیے حد اقل تین رکن کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلا رکن: ایمانی و روحی مرکز (تقویت ایمان)

دوسرا رکن: ثقافتی مرکز (عقلی اعتبار سے ابھارنا)

تیسرا رکن: انقلابی طاقت (انسانوں کا اجتماع)

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ وہ ارکان ہیں کہ جو کسی بھی کامیابی سے پہلے ان کا ہونا ضروری ہے لیکن ان کے علاوہ بھی کچھ اور ارکان ہیں کہ جن کا وجود کامیابی کے لیے لازم ہے ان میں سے ایک مسئلہ کہ جو کامیابی کے لیے پیش کیا جاتا ہے وہ ہے اصلاح و تغییر کے لیے واضح وشفاف پروگرام۔

ثقافتی مرکز اور کسی انقلاب کی ضرورت کا احساس

کسی بھی عمل کے انجام دینے کے لیے پہلے اس کی ضرورت کا احساس ہونا چاہیے اور اگر یہ اندرونی ضرورت کا احساس نہ ہو تو انسان اپنی زندگی میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاانسان کو گھر کی ضرورت کا احساس اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے کسی گھر یا پناہ گاہ کی تلاش میں نکلے۔اسی طرح دوسرے وسائل جیسے نقل و انتقال کے وسائل کے لیے راہوں کا صاف ہونا وغیرہ اور بشری زندگی کی ضرورت کے تحت دیگر وسائل۔

ضرورت ،ہر کام کو انجام دینے کا باعث ہوتی ہے۔ اگر کسی قوم کی اصلاح و تغییر کے لیے ایک مدت تک اندرونی ضرورت کا احساس نہ ہو تو کبھی بھی اس قوم کو اصلاح اور ایثار کی طرف نہیں لایا جاسکتا، خصوصا اس وقت کہ جب کسی اصلاح کے لیے ایک عظیم ایثار اور خود گذشتگی کی بھی ضرورت ہو۔ واضح ہے کہ جو افراد اصلاح کے لیے اور اس کو متحقق کرنے کی خاطر کسی ضرورت کو محسوس نہ کریں تو قطعاً اس راہ میں کوئی قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔ لہٰذا یہ سوال اپنی جگہ پر پوری قوت کے ساتھ باقی ہے :

یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی قوم کو ابھارا جائے تاکہ وہ اصلاح و تحریک کے لیے آمادہ ہو جائے ؟

یہ آرزو کسی بھی قوم میں انقلابی روح پھونکنے سے ایجاد ہو سکتی ہے۔ ہمارا مقصد اس جملہ سے یہ ہے کہ کسی بھی قوم میں اصلاح کی اہمیت اور ضرورت کو ایجاد کیا جائے اور عزم وایمان کے ذریعہ لوگوں کو کسی تحریک پر عملی جامہ پہنانے کے لیے امیدوار کیا جائے اور یہ صرف عزم و ایمان اور ہمت کو تقویت دینے سے ممکن ہے۔ یہ ہے قوم کے عزم وایمان میں تقویت دینا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کبھی کبھی تاریخ میں ایسی قومیں بھی نظر آتی ہیں کہ جو تقریبا چار سو سال سے سامراج کے ہاتھوں اسیر رہیں، اس قوم کے بہت سے افراد قتل ہوئے اور ان کا مال و دولت غارت ہوا، اور وہ سب افراد غاصبوں کے سامنے ان کی غلامی و بندگی میں زندگی بسر کرتے رہے۔

پھر ان میں سے کوئی شخص سامنے آتا ہے اور ان کی روح و ایمان میں تقویت پیدا کرتا ہے اور صرف ایک کلمہ کے علاوہ کچھ اور زبان پر جاری نہیں کرتا:

''اے میری قوم والوں اٹھ کھڑے ہو، انقلاب برپا کرو، تختہ پلٹ دو اور کھڑے ہو جاؤ'' اس وقت قوم میں جوش پیدا ہوتا ہے اور اسی وقت سامراج اپنے بستر بوریے کو جمع کرلیتا ہے اور اس قوم کو اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ ہند[1] و چین[2] کی قومیں اسی طرح سامراج کے ہاتھوں سے رہا ہوئی ہیں۔ عرب قوم بھی حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں پابرہنہ اور سخت مزاج قوم تھی کہ جو ایک دوسرے کو کھانے پر تیار رہتی تھی، لیکن حضرت پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کو تقویت روح و ایمان بخشا، اور ان کی اصلاح فرمائی تاکہ وہ اپنی حالت کو سدھاریں اور پوری دنیا پر حکومت و سرداری کریں۔ اسی طرح اسلامی تربیت کے اثر سے ایک جوان کو دیکھتے ہیں کہ (طارق بن زیاد[3]) کہ دنیا کے عظیم اور خوبصورت ملک اسپین کو فتح کرلیتا ہے جب کہ اس زمانے میں اسلامی فوج کے پاس بہت معمولی اسلحہ تھا، اس لشکر کی کامیابی کا سبب صرف خدا سے رابطے کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا، اور یہی تقویت روح و ایمان سبب بنی کہ وہ لشکر تمام مراحل میں کامیاب نظر آیا۔ تمام اصلاحی انقلابات اسی تقویت روح و ایمان کی طالب ہیں اور اسی کے تسلسل میں لوگ ایک کامل انقلابی ثقافت کے حامل ہوں تاکہ انقلاب کی حمایت اور اس کی پشت پناہی کرسکیں۔

---

۱ - ہندوستان برطانیہ کی سامراجی سے مہاتما گاندھی کی رہبری میں آزاد ہوا،

۲ - چین ۱۹۱۱ء میں برطانیہ سے آزاد ہوا جب کہ تقریباً دو ہزار سال سے اپنی ایک مستقل بادشاہت کا حامل تھا،

۳ - طارق بن زیاد لیثی (۵۰-۱۰۱ھ) فوجی کمانڈر نے اسپین کو فتح کرنے میں اہم کردار ادا کیا یہ اس لشکر کا کمانڈر تھا کہ پہلی مرتبہ اسلامی لشکر کو لیکر یورپ میں وارد ہوا اور اس کا نام آج تک اس پہاڑ کی بلندی پر چمک رہا ہے کہ جس کو تاریخ میں (جبل طارق) طارق کا پہاڑ کا نام دیا گیا، جو اسپین کے جنوب میں واقع ہے۔ الاعلام، ج۳، ص۲۱۷۔ تاریخ الاسلام، ج۶، ص۳۹۳۔ الکامل فی التاریخ، ج۴، ص۵۴۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگر کوئی قوم اس طرح کے کامل انقلابی ثقافت سے خالی ہو اور سامراج کی غلامی کی ثقافت میں گرفتار ہو تو صرف ان میں تقویت روح و ایمان کافی نہیں ہوگی، مثال کے طور پر ایک عورت کہ جو ہمیشہ سے یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ وہ مرد سے کم مرتبہ ہے اور ہمیشہ سے اسی عقیدہ پر زندگی بسر کی ہے، تو اگر پوری دنیا بھی چاہے کہ کسی عورت میں مردانگی کی روح پھونکے کہ وہ اپنے شوہر کے مقابلے میں ایک مرد کی حیثیت سے زندگی بسر کرے ممکن ہے کچھ مختصر سی مدت کے لیے کامیاب ہو جائیں لیکن کچھ وقت نہیں گذرے گا کہ وہ عورت آہستہ آہستہ اپنی اسی طرز تفکر پر کہ جو اجتماعی طور پر اسے ملی ہے پلٹ آئے گی اور اپنے آپ سے کہے گی: میں ایک عورت ہوں ایک عورت کا اہم ترین وظیفہ یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے۔ یہ فکر صرف مردانگی کی روح کی تقویت کا ایک بنیادی ثقافت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس طرح کا تفکر عورت کو اپنے شوہر کے مقابلے میں انقلاب و تحریک کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کوئی قوم یہ اعتقاد رکھتی ہو کہ گورے لوگ کالے لوگوں سے افضل ہیں تو کیا ان کے لیڈر کی فریاد ان لوگوں کو تحریک پر آمادہ کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیوں؟

اس لیے کہ یہ عقیدہ ان لوگوں کے درمیان راسخ و پختہ ہو چکا ہے۔ جب کبھی بھی کسی قوم کے درمیان اصلاح یا تبدیلی لانا چاہیں تو پہلے مرحلے میں ایک کامل انقلابی ثقافت کی ضرورت ہے کہ جس سے ہمارے اصلاح طلب عقیدہ کی تقویت ہو اور اس کے بعد انسانی قوت کے مرحلہ اور انقلابی طاقت کے مرحلہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

اس مقدمہ کے بعد ہم درک کر لیتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا کردار مسلمانوں کے درمیان مذہبی تحریکوں میں انقلاب اور اصلاح طلب روح کی تقویت تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا کردار یہ تھا کہ مسلمانوں کے معاشرے کی اصلاح کے لیے ایک کام آئیڈیل اور نمونہ کے طور پر پیش فرمائیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جہاد کے لیے روح کی تقویت فرمائی جب کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام انقلاب میں جوش و جذبہ اور اس طرح کے مرحلہ پر فائز ہونے کے لیے معاشرے میں فکر و ثقافت کی بنیاد کی تقویت میں مشغول تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ۲۰ سالہ مدت امامت کے دوران کیا کیا؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا لقب باقر اس لیے ہے کہ آپ علم کو پھیلانے والے ہیں، جابر بن یزید جعفی[۱] نے پچاس ہزار روایات اور ایک جگہ ہے کہ نوے ہزار روایات نقل کی ہیں[۲]، محمد بن مسلم[۳] نے آپ سے تیس ہزار روایات نقل کی ہیں[۴]۔

کیا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی احادیث فقط احکام طہارت و نجاست سے مربوط ہیں؟ یہ مناسب نہیں ہے بیت نبوت اور وحی کے نازل ہونے والا گھرانہ اپنے آپ کو صرف طہارت و نجاست کے مسائل اور فقہ کے معمولی و فرعی مسائل میں سرگرم رکھے۔ جی ہاں! بعض آئمہ طاہرین علیہم السلام بعض فقہاء کی جانب سے اس طرح کے مسائل کے جوابات میں مبتلا رہتے تھے کہ جیسے: اگر کسی شخص کی انگلی زخمی ہو جائے اور اس کے اوپر وہ مرحم لگائے تو اس شخص کا وظیفہ کیا ہے، وضو کرے یا تیمّم کرے؟

حضرت اس طرح کے سوالات پر بہت زیادہ توجہ نہیں فرماتے تھے اور فرماتے کہ اس طرح کے مسائل قرآن کریم سے سمجھے جاسکتے ہیں، حضرت کا مقصد اس فرمائش سے یہ تھا کہ اس طرح کے مسائل کی زیادہ توضیح اور توجہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

۱۔ جابر بن یزید جعفی ایک تابعی ثقہ ہیں، برقی نے ان کو امامین صادقین علیہما السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ دیکھیں: معجم رجال الحدیث، ج ۴، ص ۱۹۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۲، ص ۶۹۔ باب ۱۲، النہی عن کتمان العلم۔

۳۔ محمد بن مسلم بن رباح (متوفی ۱۵۰ھ) نجاشی نے تحریر کیا ہے: محمد بن مسلم بن ریان ابو جعفر الاوقص الطحان، ہمارے کوفی شیعوں میں عظیم شخصیت ہیں، فقیہ و متقی ہیں حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے صحابی ہیں، دونوں سے احادیث نقل کی ہیں اور بہت ہی قابل اعتماد ہیں، ان کی ایک کتاب ہے کہ جس میں حلال و حرام سے متعلق چار سو مسائل درج ہیں۔ شیخ طوسی نے ان کو اپنی کتاب عدد یہ میں شیعہ فقہاء میں سے شمار کیا ہے۔ اور ان بزرگوں میں سے جانا ہے کہ جن سے حلال و حرام کا درس لیا جانا چاہیے وہ اہل فتوی و احکام ہیں کہ جن پر کوئی طعنہ نہیں دیا جاسکتا ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے حق میں فرمایا ہے: ہمارے ذکر اور احادیث کو سوائے زرارہ، ابوبصیر مرادی، محمد بن مسلم، برید بن معاویہ، کے کسی نے نہیں پھیلایا اور اگر یہ نہ ہوتے تو کوئی بھی ہدایت تک نہیں پہنچ سکتا تھا یہ دین کے حافظ، حلال و حرام پر میرے والد کے امین، اور یہی دین و دنیا میں ہماری طرف سبقت حاصل کرنے والے ہیں۔ معجم رجال الحدیث، ج ۱۸، ص ۲۶۱۔

۴۔ محمد بن مسلم نے بیان کیا ہے: میرے ذہن جو بات بھی آتی تھی وہ میں حضرت امام محمد باقر سے سوال کرتا تھا یہاں کہ میں نے تیس ہزار مسائل حضرت سے دریافت کیے۔ بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۲۹۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ مسائل زیادہ اہمیت کے حامل نہیں ہیں بلکہ اس امت کا مستقبل اور اس کی آزادی کسی ایک شخص کی انگلی کے زخمی ہونے سے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور عقیدہ امامت کی بنیاد

تمام مورخین متفق ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اسلامی امامت کے عقیدہ کو کامل شکل میں اس امت کے درمیان وجود بخشا ہے[1] یعنی یہ کہ آپ نے اسلامی رہبری کو اس امت کے درمیان واضح فرمایا اور مذکورہ ذیل سوالات کے جوابات اس امت کو عطا فرمائے: امام کون ہے؟ امام کی کیا ضرورت ہے؟ امام کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ وغیرہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا علم، بشری سعادت کی راہ میں

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جس علم کو پھیلایا ہے یہ وہی علم ہے کہ جس کی لوگوں کو ضرورت ہے، یہ وہی علم ہے کہ جس کی خاطر انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا علم وہی ہے کہ جو انسان کو اپنی اور اپنے معاشرے کی اصلاح کی تعلیم دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کیوں ایٹم یا میزائل یا فضا میں راکٹ بھیجنے کی کیفیت کی تعلیم نہیں دیتے تھے؟ بلکہ سب انسانوں کے حالات کی اصلاح اور ضعیف و کمزور لوگوں کو ستمگاروں کے خلاف آمادہ کرنے اور ان کی راہنمائی میں مشغول رہتے اور روئے زمین پر مفسدوں و ظالموں سے مقابلہ کرنے کی روش اور کیفیت کی تعلیم دینے میں مشغول رہتے تھے۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام بھی اسی طرح کے مسائل میں مشغول رہتے اس لیے کہ یہی وہ مسائل ہیں کہ جن کی انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے، ورنہ کیا فائدہ ہے کہ انسان فضاء میں بھیجنے کے لیے راکٹ بنائے اور آسمان کے دور دراز علاقوں سے باخبر ہو اور وہاں سے زمین والوں کے سروں پر ایٹمی بم و میزائل برسائے تاکہ یہ سب نیست و نابود ہو جائیں؟

۱۔ دیکھیں: کافی، ج۱، ص۲۸۹: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی اس آیت ولایت کے ذیل میں فرمائش۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام قابل توجیہ افکار کا مقابلہ کرتے ہیں

آئمہ طاہرین علیہم السلام خصوصاً حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مذہبی افکار کے بانی ہیں وہ افکار کہ جو اسلامی معاشرے کی بقاء کے ذمہ دار ہیں، اس لیے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں بہت سے قابل توجیہ افکار نظر آتے ہیں کہ جیسے عقیدہ مرجئہ[1]۔ یہ وہ فرقہ ہے کہ جس کا عقیدہ تھا کہ ہم کسی کو بھی محکوم نہ کریں، یعنی یہ لازم نہیں ہے کہ جو لوگ دنیا سے جا چکے ہیں ان کے بارے میں کوئی خاص عقیدہ رکھیں بلکہ ان کو روز قیامت پر چھوڑ دیں اور خود خداوند عالم ان کے اعمال کی جزاء یا سزا عطا فرمائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام و معاویہ نے آپس میں جنگ کی دونوں پروردگار کے حضور پہنچ چکے ہیں، خداوند عالم ان کے بارے میں فیصلہ کرے گا اور ہم کو حق نہیں ہے کہ ہم ان کے بارے میں کوئی خاص نظریہ رکھیں اور کسی ایک کو برا بھلا کہیں اور کسی خاص عقیدہ کے ساتھ پافشاری اور اکڑ میں رہیں۔ فرقہ مرجئہ اپنے عقیدے پر اس آیت سے دلیل پیش کرتے ہیں:

"وآخرون مرجون لامراللہ، اما یعذبھم واما یتوب علیھم واللہ علیم حکیم[2]"

اور دوسرے لوگ کہ جو اپنے کام کو خدا پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ چاہے ان پر عذاب کرے یا ان کی توبہ قبول کرلے بیشک خدا جاننے اور حکمت والا ہے۔

فرقہ مرجئہ کا کہنا تھا کہ بہت سے لوگ کافر ہیں کہ جن کا کام معلوم ہے لیکن ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم کسی ظالم یا برے یا قاتل کی اصلاح کریں، لہٰذا ہم کیوں کسی کے متعلق کسی خاص عقیدے کے حامل ہوں؟۔

۱۔ مرجئہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ گناہ کبیرہ کے بھی مرتکب ہونے والے کے لیے کسی طرح کے حکم میں قیامت تک کی تاخیر کے معتقد ہیں اور اس کے لیے دنیا میں کسی بھی حکم کے معتقد نہیں ہیں۔ کہ وہ اہل جنت ہے یا اہل جہنم۔ مراجعہ کریں: الملل والنحل، ج ۱، بحوث فی الملل والنحل، ج ۳۔

۲۔ سورہ توبہ، آیت ۱۰۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مرجئہ تحریک ایک قابل توجیہ تحریک تھی اسی زمانے میں ایک اور تحریک بنام قدریہ[۱] وجود میں میں آئی کہ جس کا بانی و مبلغ اعظم ''حسن بصری'' تھا اس فرقہ کا نظریہ تھا کہ معاویہ حکم الٰہی سے حکومت تک پہنچا ہے (جبر یعنی جو کرتا ہے اللہ تعالی کرتا ہے لہٰذا معاویہ کو بھی اللہ تعالی نے حاکم بنایا ہے) لہٰذا ہم خداوند عالم کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

یہ مسائل صرف سیاست ہی سے مربوط نہیں تھے۔ بلکہ معاشرے کے ہر فرد کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے اور خصوصا ایسے فاسد نظریات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں بہت زیادہ عروج پر تھے کہ جس میں معاشرے کا ہر فرد گھرا ہوا تھا۔ چونکہ اسلامی سرزمین کا ہر ایک علاقہ سیاسی حرج و مرج میں تھا اسی وجہ سے کسی معقول اور مشکل کشاء نظریے کی بہت شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی لہٰذا ہر شخص اپنا اپنا نظریہ پیش کر رہا تھا، اسی وجہ سے فقہی نظریات میں اختلاف اور ہر عالم کہ جو اس زمانے میں موجود تھا ایک نیا نظریہ دیتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

مذہبی تحریک کا نظریہ ہی حقیقی اسلام ہے

مسلمانوں میں فقہی اعتبار سے متعدد مذاہب وجود میں آ گئے کہ جن میں چار مذاہب زیادہ مشہور ہوئے[۲]۔ مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی اور مذہب حنبلی۔

---

۱ - فرقہ قدریہ کی ایک شاخ کا نام معتزلہ ہے، معتزلہ اس کو اپنا دشمن مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم نے فرمایا: قدریہ ہماری امت کے مجوسی ہیں۔ حسن بصری (۲۱-۱۱۰ھ) نے اس نظریہ کی بنیاد رکھی ہے حسن بصری کے تمام نظریات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مراجعہ فرمائیں: بحوث فی الملل والنحل، ج ۳، ص ۱۸۴۔ الملل والنحل، ج ۱، ص ۵۶۔

۲ - ان چاروں مذہب پر اہل سنت کا فقہی اعتبار سے اعتماد ہے۔ یہ مذاہب دوسری اور تیسری صدی ہجری میں پروان چڑھے، اور بہت وسیع پیمانے پر تبلیغ ہوئی اور رسمی صورت اختیار کر لی، اور ان ہی چار اماموں پر فقہ کے دروازے کو بند کر دیا گیا، اور باقی دوسرے مذاہب پر پابندی لگا دی گئی، تاریخی اعتبار سے ان کی ترتیب اس طرح ہے: مذہب حنفی؛ اس کی نسبت امام ابو حنیفہ نعمان کی طرف ہے (۸۰-۱۵۰ھ) مذہب مالکی؛ اس کی نسبت مالک بن انس کی طرف دی جاتی ہے (۹۳-۱۷۹ھ) مذہب شافعی؛ اس کی نسبت محمد بن ادریس شافعی کی طرف ہے (۱۵۰-۲۰۴ھ) کی طرف ہے۔ مذہب حنبلی؛ یہ امام احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱ھ) سے منسوب ہے۔ مراجعہ کریں: الامام الصادق علیہ السلام والمذاہب الاربعہ، ج ۱، ص ۱۶۰-۱۷۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ چار مذہب ان سیکڑوں مذاہب میں سے ہیں کہ جو اس زمانے میں وجود میں آئے۱ اس افراتفری افراتفری اور امت اسلامی کے نظریات و آراء کی پراکندگی کی وجہ سے عجیب و غریب آشوب وجود میں آچکا تھا۔ کہ جس کی وجہ سے امت میں احمقانہ امور نظر آنے لگے تھے اور بہت سے لوگ مایوسی کا شکار ہو رہے تھے لہٰذا اسلامی امت کو کسی ایک ایسے عظیم فقیہ کی ضرورت تھی کہ جو اپنے مسائل کو کسی پاک منابع سے پیش کرے اور وہ شخص سوائے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام صرف شیعوں کے ہی امام نہیں تھے بلکہ اہل سنت بھی ان کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں اور اہل سنت کے مذاہب بھی حضرت کے وجود مقدس سے متاثر تھے حتی کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے وجود مقدس کی تاثیر اہل سنت پر مذہب شیعہ سے بھی زیادہ تھی جیسا کہ شیعوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تاثیر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے زیادہ رہی ہے۔ جب کہ تمام اہل بیت علیہم السلام میں صرف حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہی ہیں کہ جنہوں نے تمام اسلامی فرقوں اور تحریکوں کو مذہبی فکر عطا فرمائی ہے ایسی فکر کہ جس میں تمام مذہبی مسائل و کلیات موجود ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اسلامی امت کے درمیان ایک مذہبی و انقلابی تحریک کی بنیاد رکھی۔ لیکن یہ امور کسی خاص طریقے سے ایک مرکز پر منحصر ہوتے ہیں لہٰذا جناب زید بن علی میدان میں وارد ہوئے تاکہ اس مرکزیت کو وجود بخشیں۔ اور جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ زید تمام اسلامی تحریکوں اعم از مرجئہ، خوارج، معتزلہ اور شیعہ سب سے رابطے میں تھے سب آپ سے متفق ہو چکے تھے کہ حکومت کو سرنگون کریں اور یہی سبب بنا کہ مذہبی رہبری کے نظریہ نے مخالفین کی قیادت کو بھی سنبھال لیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور زیدیہ تحریک

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جناب زید کو قیام کرنے کے لیے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب سے منع کیا گیا تھا؟

---

۱ - ملاحظہ ہو: الامام الصادق علیہ السلام والمذھب الاربعہ۔

۲ - ملاحظہ ہو: حیاۃ الامام الباقر علیہ السلام، دراسۃ و تحلیل، ج ۲، ص ۴۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس سوال کے مطابق مورخین دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں:

ا: جناب زید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب سے قیام نہیں کیا[1] بلکہ وہ حضرت کے منع کرنے کے باوجود بھی خروج کر بیٹھے۔ جب کہ حضرت نے فرمایا تھا: اے چچا جان! اگر آپ خود کو کناسہ میں مقتول و مصلوب دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی ہے[2]۔

۲: اکثر مورخین معتقد ہیں کہ جناب زید کا قیام اہل بیت طاہرین اور خصوصا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تعلیمات کے تحت تھا کہ جو مذہبی افراد کو اسی روش پر تربیت کر رہے تھے[3]۔

یہی نظریہ ہمارے لیے بھی بہت سی روایات و تاریخی دلیلوں سے ثابت ہے کہ جو جناب زید کی شخصیت کے بارے میں پائی جاتی ہیں اور جو جناب زید کے قیام کا مقصد تھا، خصوصا ان کے قیام کا نعرہ ہی رضائے آل محمد کے نام پر تھا کہ جس سے مراد ان کی یہ تھی کہ اگر کامیاب ہوگئے تو یہ خلافت و حکومت اس کے اہل کی طرف پلٹا دیں گے کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔

اس بات کی تائید خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا: خداوند عالم میرے چچا زید پر رحمت نازل کرے کہ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو اپنے وعدے کو پورا کرتے چونکہ انہوں نے لوگوں کو رضائے آل محمد کی طرف دعوت دی تھی اور وہ رضائے آل محمد میں ہوں[4]۔

اور پھر زید کی ایسے مدرسہ میں تربیت ہوئی تھی کہ جس کی بنیاد حضرت رسول اکرم ﷺ نے رکھی اور حضرت علی علیہ السلام نے اس کی حمایت کی تھی وہی مذہب کہ جس کی آئمہ طاہرین علیہم السلام ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ دعوی عجیب نہیں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے آخری دور تک لوگ مذہبی فکر کو درک نہیں کر پائے تھے جب کہ یہ مذہبی فکر ان سے پہلے کے آئمہ۔ حضرت علی، امام حسن، امام حسین علیہم السلام کے زمانے میں بھی

۱۔ دیکھیں: جہاد الشیعہ فی العصر العباسی الاول، ص ۶۱-۶۲۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۷۴۔

۳۔ مراجعہ کریں: الغدیر، ج ۳، ص ۶۹-۷۰۔ زید الشہید، مقرم۔ الشہید الخالد زید بن علی، قرشی۔

۴۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۹۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

موجود تھی، یہ تمام آئمہ اسی فکر و نظریے کے حامل تھے لیکن وہ حضرات صرف کچھ خاص افراد کے سامنے اس نظریہ کو پیش فرماتے تھے مثلا جناب سلمان فارسی بعض مخصوص مومنین کے سامنے آتے تو امیر المومنین ان کو تلقین فرماتے کہ وہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام حتی کہ امام زمان تک سے محبت فرمائیں یہ نظریہ حضرت علی علیہ السلام ہی کے زمانے میں مرحلہ کمال کو پہنچ چکا تھا یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام اسی نظریہ کے حامل و حامی تھے۔اسی وجہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور جناب زید کی اسی کامل مکتب کے تحت تربیت فرمارہے تھے۔

اب ہم یہاں پر چند روایات پیش کرتے ہیں کہ جو دلالت کرتی ہیں کہ جناب زید نے کاملا مکتب امامت کے تحت تربیت پا کر قیام کیا تھا۔

۱۔ محمد ابن مسلم کا بیان ہے کہ میں زید بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی: لوگوں کا گمان یہ ہے کہ آپ اس امر امامت کے عہدے دار ہیں آپ نے فرمایا: نہیں؛ لیکن میں عترت میں سے ہوں۔

میں نے عرض کی: اس امر کا عہدے دار کون ہے؟

فرمایا: میرے بھائی کے بعد سات بیٹے اور ہیں کہ جن میں بارہویں مہدی ہیں۔

ابن مسلم کا بیان ہے پھر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اس بات کی خبر دی، آپ نے فرمایا: میرے بھائی زید نے سچ کہا ہے۔ یہ امر میرے بعد سات اوصیا تک پہنچے گا کہ جن میں آخری مہدی ہے۔ پھر آپ رونے لگے اور فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ زید کو کناسہ میں سولی پر لٹکا دیا گیا ہے۔ اے ابن مسلم مجھ سے میرے والد نے اپنے والد حسین ابن علی سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خدا ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ حسین ابن علی کے کاندھے پر رکھے ہوئے فرمایا اے حسین تمہاری نسل سے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کا نام زید ہوگا وہ مظلومیت سے شہید ہوگا قیامت کے روز وہ اس کے ساتھی بغیر حساب وکتاب کے جنت میں وارد ہوں گے[۱]۔

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۲۳۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۲۔ عمرو بن خالد کا بیان ہے: جناب زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے فرمایا: ہر زمانے میں ہم اہل بیت میں سے ایک فرد اللہ کی جانب سے اس کی مخلوق پر حجت ہوتا ہے اور ہمارے زمانے میں میرے بھتیجے جعفر ابن محمد حجت الٰہی ہیں جو ان کی اتباع کرے گا وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا[1]۔

۳۔ عبداللہ بن علاء کا بیان ہے: میں نے زید ابن علی سے کہا: کیا آپ امام وقت ہیں؟ فرمایا: نہیں؛ لیکن میں عترت میں سے ہوں۔ میں نے عرض کی تو پھر آپ کی نظر میں کون امام وقت ہے؟ آپ نے فرمایا: آپ پر اس بال والے کی اطاعت واجب ہے اور اشارہ کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب[2]۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے جناب زید کی تعریف فرمائی ہے

زید، مومن انسان تھے کہ جو قرآن کے ساتھی کے طور پر جانے جاتے تھے، ان کی جوانی میں جب کبھی بھی خداوند عالم کا نام ان کے حضور لیا جاتا وہ گریہ کرنے لگتے اور بے ہوش ہو جاتے تھے، مذکورہ ذیل روایت کو ابن عبدون نے اپنے والد سے نقل کی ہے کہ:

جب زید بن موسیٰ بن جعفر کو بصرہ میں قیام کرنے اور بنی عباس کے گھروں میں آگ لگانے کے جرم میں مامون کے پاس گرفتار کرکے لایا گیا، مامون نے ان کو ان کے بھائی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے احترام میں بخش دیا اور حضرت سے اس طرح کہا: اے ابو الحسن آپ کے بھائی نے وہی کام کیا کہ جو زید ابن علی نے ان سے پہلے انجام دیا تھا اور اسی وجہ سے قتل کردیے گئے اگر آپ کا مقام و منزلت ہمارے نزدیک محترم نہ ہوتی تو میں ان کو بھی قتل کرادیتا اس لیے کہ ان کا عمل کوئی چھوٹا و معمولی عمل نہیں تھا۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا: اے امیر! میرے بھائی کو زید ابن علی سے تشبیہ نہ دو اس لیے کہ زید ابن علی علماء اہل بیت علیہم السلام میں سے تھے وہ خدا کے لیے غصہ کرتے اور اسی کی خاطر جنگ کی یہاں

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۷۳۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۰۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تک کہ راہ خدامیں شہید ہوگئے ۔ میرے والد محترم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے مجھ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی جعفر ابن محمد سے اس طرح سنا ہے کہ : خداوند عالم میرے چچا زید کو بخشے وہ آل محمد کی رضایت کی طرف دعوت دیتے تھے اور اگر کامیاب ہو جاتے تو اپنے عہد کی وفا کرتے انہوں نے اپنے قیام میں مجھ سے مشورہ کیا تھا میں نے بھی ان سے اس طرح کہا: اے میرے چچا اگر آپ قتل بھی ہو جائیں اور آپ کے جسم مبارک کو کناسہ میں سولی پر لٹکائیں تو بھی اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائیں ، جیسے ہی زید حضرت جعفر بن محمد کے حضور مبارک سے باہر گئے ، امام علیہ السلام نے اس طرح فرمایا: اس پر وائے ہو کہ جو زید کی آواز کو سنے اور اس کو جواب نہ دے۔مامون نے کہا: اے ابوالحسن کیا زید امامت کو اس شخص کے حق میں مطالبہ کرتے تھے کہ جو اس کا اہل تھا؟ امام علی رضا علیہ السلام نے جواب دیا: زید ابن علی امامت کا کسی نااہل کے لیے مطالبہ نہیں کر رہے تھے۔ان کا تقویٰ اس سے کہیں زیادہ تھا کہ ان کی طرف اس طرح کی باتوں کی نسبت دی جائے۔ زید کی فرمائش یہ تھی : میں آپ کو رضائے آل محمد کی طرف دعوت دیتا ہوں ، لیکن جو لوگ اس بات کے مدعی تھے کہ زید اپنی امامت کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ لوگوں کو دین خدا کے علاوہ دعوت دے رہے تھے۔ یہ لوگ ناخواستہ ''فرقہ زیدیہ'' گمراہی کی طرف چلے گئے ،خدا کی قسم زید کو اس آیت کا مخاطب قرار دیا جاسکتا ہے "وَجَاهَدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُم''[۱]۔ انہوں نے راہ خدامیں جہاد کیا جو جہاد کرنے کا حق ہے ،خداوند عالم نے تم کو اپنے دین کے لیے انتخاب فرمایا ہے[۲]۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب زید کی خبر شہادت سنی

عبداللہ بن سبابہ اس طرح روایت نقل کرتے ہیں : میں سات آدمیوں کے ساتھ مدینہ پہنچا، ہم لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ، حضرت نے فرمایا : کیا تم لوگوں کو میرے چچا زید کے بارے میں کوئی خبر ہے ؟ ہم نے کہا: انہوں نے قیام کرلیا ہے یا خروج کرنے والے

---

۱ - سورہ حج، آیت ۷۸۔

۲ - عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۴۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہیں۔ حضرت نے فرمایا: اگر آپ کو ان کے بارے میں کچھ خبر ملے تو مجھ کو بھی خبردار کرنا، ہم لوگ چند روز تک مدینہ میں رہے کہ ایک شخص بنام بسام صیرفی آیا اور ایک نامہ لیے ہوئے تھا کہ جس میں اس طرح تحریر تھا:

امابعد، زید نے بروز بدھ اول صفر قیام کیا اور بدھ و جمعرات کے دن مقابلہ کیا اور جمعہ کے روز شہید ہوگئے اور فلاں فلاں شخص ان کے ساتھ شہید ہوگئے۔ اس کے بعد ہم سب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس نامہ کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے نامہ کو پڑھا اور گریہ کیا اور اس طرح فرمایا:

انا للہ وانا الیہ راجعون میں اپنے عمو کو خداوند عالم کی حضور بہترین چچا جانتا ہوں ہمارے چچا ہماری دنیا و آخرت کے لیے شہید ہوگئے، خدا کی قسم میرے چچا ان شہداء کی مانند ہیں کہ جو رسول خدا ،امام علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے ساتھ شہید ہوئے[۱]۔

اس بنیاد پر کیا ممکن ہے کہ زید جیسی شخصیت، مذہبی آئین کے علاوہ کچھ اور انتخاب کر سکتے ہیں؟ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ زید ایک مومن انسان تھے کہ جن کی تربیت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی۔ دوسری طرف بہت سے مورخین نے ثابت کیا ہے کہ زید کا رابطہ واصل بن عطاء اور خوارج سے تھا اور اپنی جنگ میں ان سے مشورہ لیتے تھے بلکہ زید کا ارادہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو اپنے تجربے سے آشنا کرائیں۔

جناب زید کی تحریک کی بہت بڑے بڑے فقہاء نے تائید کی ہے

دوسری دلیل کہ جو زید کے قیام کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب سے تھا یہ ہے کہ بڑے بڑے فقہاء نے اس قیام کی تائید کی ہے اور آپ سے رابطے میں رہے، ابو حنیفہ مذہب حنفی کے رئیس وہ شخص ہیں کہ جنھوں نے جناب زید کے قیام کی تائید کی ہے اور ان کی مالی مدد بھی کی ہے[۲]۔ حضرت امام

---

۱ - عیون اخبار الرضا، ج۱، ص ۲۵۲۔

۲- مقاتل الطالبین، ص ۱۴۱۔ زید الشہید، ص ۱۲۷۔ الشہید الخالد زید بن علی، ص ۲۵۰۔ بحوث فی الملل والنحل، ج ۷، ص ۳۰۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ابو حنیفہ نے جناب زید کی تائید و حمایت کر کے ہم سے اپنی دوستی کا اظہار کیا ہے[1]۔

فرقہ زیدیہ آج بھی ابو حنیفہ کے مذہب کے پیروکار ہیں۔ لیکن جناب زید کے بہت سے معاصر فقہاء ان میں سب سے بزرگ چار مذہبوں کے رئیس سب زید کے تابع تھے۔ یہاں پر ان مذہبی اماموں کا زید کی تائید کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جناب زید کو آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تائید حاصل تھی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام جناب زید کی ہمراہی کی آرزو فرماتے ہیں

فضیل نے اس طرح روایت نقل کی ہے: ایک روز صبح سویرے زید ابن علی نے کوفہ میں قیام کیا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے سنا کہ وہ اس طرح فرمارہے ہیں: کون ہے کہ جو اہل شام کے مقابلے میں میری مدد کرے گا؟ اس خدا کی قسم کہ جس نے محمد کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا جو شخص بھی میری اس جنگ میں مدد کرے گا میں اس کا روز قیامت ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کروں گا۔ وہ اس روایت کے ادامے میں اس طرح کہتا ہے کہ جب زید شہید ہوگئے میں نے ایک سواری کرائے پر لی اور مدینہ کی جانب روانہ ہوا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوا اور اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ امام کو جناب زید کی شہادت کی خبر نہیں دوں گا، اس لیے کہ اس خبر سے حضرت کی دلشکنی ہوگی۔ میں جیسے ہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا: میرے چچا زید نے کیا کیا؟ اس وقت میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کو شہید کر دیا گیا، میں نے عرض کی جی ہاں! خدا کی قسم وہ شہید کر دیے گئے۔ امام نے فرمایا: اس کے بعد ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! خدا کی قسم ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ امام علیہ السلام نے رونا شروع کیا آپ کی چشم مبارک سے آنسو مروارید کے موتیوں کی طرح ٹپکنے لگے۔ امام علیہ السلام نے اس کے بعد فرمایا: اے فضیل! اہل شام کے مقابلے میں میرے چچا کے ساتھ جنگ میں شرکت کی؟ میں نے کہا: جی ہاں! امام نے فرمایا: کتنے لوگوں کو قتل کیا؟ میں نے کہا چھ آدمیوں کو۔ حضرت نے فرمایا: کیا ان کو قتل کر کے تمہارے دل میں

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۱۴۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کوئی شک وجود میں آیا؟ میں نے کہا: اگر میں شک کرتا تو ان کو قتل نہ کرتا۔ فضیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے: خداوندا! مجھ کو اس خون بہانے میں شریک قرار دے خدا کی قسم میرے چچا زید اور ان کے اصحاب شہید ہوگئے جیسے کہ علی ابن ابی طالب اور ان کے اصحاب شہید ہوئے[1]۔

یہی وجہ ہے کہ کسی بھی شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے کہ جس سے ثابت ہو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب زید کو جنگ کی اجازت نہ دی ہو۔ ممکن ہے زید کچھ مسائل میں خطا کے مرتکب ہوئے ہوں، اس لیے کہ وہ معصوم نہیں تھے۔ لہٰذا جناب زید کا قیام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نقشہ کے مطابق تھا۔

یحیٰ ابن زید سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی سے آئمہ طاہرین کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: امام بارہ ہیں کہ جن میں چار گذر گئے اور آٹھ باقی ہیں۔ میں نے عرض کی ان کے نام بیان فرمائیں، انہوں نے فرمایا: گذشتہ یہ ہیں: علی ابن ابی طالب، حسن ابن علی، حسین ابن علی و علی ابن الحسین علیہم السلام۔ اور باقی آئمہ یہ ہیں میرے بھائی محمد باقر ان کے بعد ان کے فرزند جعفر صادق، ان کے بعد ان کے فرزند موسیٰ، ان کے بعد ان کے بیٹے علی، ان کے بعد ان کے بیٹے محمد، ان کے بعد ان کے بیٹے علی، ان کے بعد ان کے بیٹے حسن اور ان کے بعد ان کے بیٹے مہدی علیہم السلام۔

میں نے عرض کی: اے میرے پدر بزرگوار کیا آپ ان میں سے نہیں ہو؟

فرمایا: نہیں، لیکن میں عترت میں سے ہوں۔

میں نے عرض کی: آپ ان کے اسماء کیسے جانتے ہو؟

آپ نے فرمایا: یہ عہد ہے کہ جو رسول خدا نے ہم سے لیا ہے[2]۔

علامہ مجلسی اس حدیث شریف کے ذیل میں تعلیقہ لگاتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ زید شہید نے اگر یہ احادیث سنی تھیں کہ جو معصومین علیہم السلام کی زبان مبارک پر جاری تھیں اور ان پر ایمان و اعتقاد بھی رکھتے تھے تو انہوں نے کیوں قیام کیا اور لوگوں کو اپنی امامت کی طرف دعوت دی اور اتنی

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۷۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۶۔ ص ۱۹۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عظمت و جلالت کے باوجود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مخالفت کی، جب کہ وہ عالم و زاہد اور ایک عظیم شخصیت کے حامل تھے، زید سے اس طرح کا اقدام بعید ہے؟

میں خداوند عالم کی توفیق سے عرض کرتا ہوں: جناب زید ابن علی نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی راہ پر قیام کیا، اپنے بھتیجے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مخالفت نہیں کی، یہ اختلاف صرف لوگوں کی نظر میں ہے، چونکہ جناب زید نے قیام کیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قیام نہیں کیا تو لوگ یہ سمجھے کہ حضرت کے منع کرنے کے باوجود بھی زید نے قیام کیا ہے جب کہ یہ خود امامت کی ایک تدبیر ہے۔

زیدیہ فرقے نے بعد میں یہ نظریہ قائم کر لیا کہ جو بھی تلوار کے ساتھ قیام کرے گا وہ امام برحق ہے اور وہ امام نہیں ہے کہ جو خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ جائے یہی نظریہ شیعوں میں جناب زید کے متعلق اختلاف کا سبب ہوا۔

جب کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور جناب زید کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا، ہمارے اس نظریہ پر دلیل خود زید بن علی کا قول ہے: جو جہاد کا ارادہ رکھتا ہے وہ میرے ساتھ آ جائے اور جو علم دین حاصل کرنا چاہتا ہے وہ میرے بھتیجے جعفر صادق کی خدمت میں پہنچے۔ اگر زید امامت کے مدعی ہوتے تو کبھی بھی علم کے لیے اپنے بھتیجے کے پاس نہ بھیجتے۔ چونکہ امام اپنی رعیت سے اعلم ہوتا ہے، اور اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان بھی ہے: خداوند عالم رحمت نازل کرے میرے چچا زید پر کہ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو اپنے وعدے کو پورا کرتے، اس لیے کہ وہ رضائے آل محمد کی طرف دعوت دے رہے تھے اور رضائے آل محمد میں ہوں۔

اسی بات کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جو علی بن الحسین نے عامر بن عیسی بن عامر السیرافی سے نقل ہوئی ہے اس نے تین سو اکیاسی ہجری (۳۸۱ھ) کے ماہ ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ میں نقل کیا ہے کہ مجھ سے ابو محمد حسن بن محمد بن یحی بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے بیان کیا ہے ان سے محمد بن مطہر نے اپنے والد سے اور انہوں نے عمیر بن متوکل بن ہارون بجلی سے اور اس نے اپنے والد متوکل بن ہارون سے انہوں نے کہا: میں نے یحی ابن زید

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے ملاقات کی ان کے والد کے قتل ہونے کے بعد وہ اس وقت خراسان کی طرف عازم سفر تھے۔ میں نے ان جیسا جوان عقل و فراست وفضیلت کے اعتبار سے نہیں دیکھا تھا میں نے ان کے والد کے متعلق سوال کیا۔

انہوں نے کہا: وہ قتل کر دیے گئے اور کناسہ میں سولی پر لٹکائے گئے۔ پھر رونے لگے، مجھے بھی رونا آگیا وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ان کو ہوش آیا میں نے ان سے کہا: اے فرزند رسول خدا! کیا وجہ تھی کہ آپ اہل کوفہ کی بے وفائی سے واقف ہوتے ہوئے بھی قیام کر بیٹھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے یہی سوال اپنے والد سے کیا تھا تب انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ انہوں نے اپنے والد حسین ابن علی سے نقل فرمایا: رسول خدا ﷺ نے میرے بچپنے میں میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے حسین تیری نسل سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کا نام زید ہوگا وہ شہید کر دیا جائے گا، روز قیامت وہ اور اس کے اصحاب لوگوں کی شفاعت کر کے جنت میں داخل کریں گے، میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہی بنوں جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا ہے، پھر کہا: خدا میرے والد زید پر رحمت نازل کرے، خدا کی قسم وہ ایسے عبادت گذار تھے کہ دن میں روزہ رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے، انہوں نے راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دیا۔

میں نے عرض کی: اے فرزند رسول خدا! اسی طرح امام اپنے فریضہ امامت کو ادا کرتا ہے؟

انہوں نے کہا: اے خدا کے بندے میرے والد امام نہیں تھے بلکہ وہ سادات کرام اور ان کے زاہدوں اور راہ خدا میں مجاہدین میں سے تھے۔

میں نے عرض کی: اے فرزند رسول خدا! کیا آپ کے والد نے امامت کا دعوی نہیں کیا اور راہ خدا میں جہاد کے لیے کھڑے ہوگئے جب کہ رسول خدا کا جھوٹے اماموں کے بارے میں فرمان ہے۔

انہوں نے کہا: خاموش ہو جاؤ اے عبداللہ، میرے والد اس سے کہیں ہوشیار تھے کہ ایسی بات کا دعوی کریں کہ جس کے وہ حقدار نہ ہوں، وہ کہتے تھے کہ تم کو دعوت دیتا ہوں رضائے آل محمد کی جانب اور اس سے ان کی مراد حضرت امام جعفر صادق تھے۔

میں نے کہا وہ اس وقت امام وقت ہیں۔ کہا: ہاں وہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ اعلم وافقہ ہیں۔

پھر کہا: میں تجھ کو اپنے والد کے زہد و عبادت کے متعلق بتاتا ہوں وہ ماشاء اللہ دن میں نماز کو کھڑے ہوتے اور رات چھا جاتی رات میں بہت کم سوتے پھر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور رات بھر حالت قیام میں رہتے روتے اور ان کے آنسو ٹپکتے رہتے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوتی اور جب وقت فجر

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوتا تو وہ سجدہ کرتے اور پھر نماز صبح بجالاتے اور نماز صبح سے فارغ ہو کر تعقیب نماز سورج طلوع ہونے تک مشغول رہتے پھر کچھ دیر کے لیے اپنی ضروریات کے لیے اٹھتے اور جب وقت زوال ہوتا تو پھر مصلے پر چلے جاتے اور نماز کے وقت تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے، اول وقت نماز ظہر بجالاتے پھر کچھ دیر بیٹھتے اور پھر نماز عصر پڑھتے اور پھر تعقیب نماز میں مشغول ہو جاتے پھر سجدہ کرتے اور پھر غروب کے بعد نماز مغرب و عشاء انجام دیتے۔

میں نے کہا: وہ تو دن میں روزے سے رہتے تھے؟

کہا: نہیں، وہ سال بھر میں تین مہینے روزہ رکھتے تھے اور پھر ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے۔ میں نے کہا: وہ لوگوں کے لیے ان کے مسائل میں فتوے بھی دیتے تھے؟

مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم، پھر انہوں نے میرے لیے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی صحیفہ کاملہ نکال کر دکھائی[1]۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶۔ ص ۱۹۸-۲۰۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصه کلام

- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک میں روح پھونکی گئی۔
- حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک کے لیے ثقافتی افکار اور جہاد کا ماحول بنایا گیا۔
- اسی مذہبی تحریک کی بنیاد پر جناب زید نے ایک انقلابی قیام کیا۔
- لیکن جناب زید کے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے نسبت کے متعلق ہم بعض افراد کے خلاف یہ نظر رکھتے ہیں کہ ان کا قیام اسی مدرسے کے تحت تھا کہ جس کی اہل بیت طاہرین خصوصا امام جعفر صادق علیہم السلام نے تربیت کی تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تاریخ میں زیدیہ تحریک کو ان کی اولاد نے آگے بڑھایا

جناب زید کی شہادت کے بعد آپ کے جسم مبارک کو کوفہ کے کناسہ علاقہ میں سولی پر لٹکا دیا گیا اور آپ کے فرزند یحی،[1] حسین ذی الدمعہ[2] اور عیسی موتم الاشبال[3] نے مختلف طریقے سے بنی امیہ کے خلاف جنگ کو ادامہ دیا۔

---

۱ ۔ یحی بن زید نے اپنے والد گرامی کے ساتھ جہاد میں شرکت کی اور ان کی شہادت کے بعد بھی اس تحریک کو آگے بڑھایا۔

۲۔ حسین بن زید بن علی بن الحسین (ان کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو عاتقہ تھی) کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد زید کی شہادت کے وقت آپ چار سال کے تھے، اور ایک قول ہے کہ سات سال عمر تھی، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کی تربیت کی، حسین نے امام وقت کی آغوش میں پرورش پائی اور ان کے علم سے کافی استفادہ کیا، حسین عالم، عابد، زاہد، تھے آپ کا لقب ذی الدمعہ تھا اس لیے کہ آپ نماز شب میں خوف خدا سے بہت گریہ کرتے تھے، اصفہانی سے یحی ابن حسین سے روایت نقل کی ہے کہ ان کا بیان ہے کہ میری ماں میرے باپ سے کہتی تھیں کہ آپ اس قدر کیوں گریہ کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: کیا دو تیر اور آگ نے مجھے خوش رہنے دیا ہے؟ یعنی دو تیر وہ کہ جو ایک ان کے والد زید کے لگا اور ایک ان کے بھائی یحی کے لگا۔ ان کی سیرت سے بہتر آشنائی کے لیے مراجعہ کریں: منتہی الآمال، ج۲، ص۷۵۔

۳ ۔ انہوں نے اپنے والد زید کی شہادت اور اپنے بھائی یحی کی ہجرت کے بعد کوفہ میں مخفیانہ زندگی بسر کی اور آخر عمر تک مخفی رہے یہ اس قدر بہادر تھے کہ اپنی جوانی میں شیر کو پچھاڑ دیا تھا اور اس کو قتل کر دیا لہٰذا ان کا لقب موتم الاشبال پڑ گیا یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا، یہ مترجم کے جداعلی ہیں۔ ان کی وفات ۱۹۹ ہجری میں واقع ہوئی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یحی بن زید کی تحریک

اس بحث میں جناب یحی بن زید کی کارکردگی کی تحقیق پیش کریں گے ۔ وہ اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد مدائن چلے گئے اور وہاں کے مذہبی لوگوں سے رابطہ کیا اور پھر خراسان کی جانب روانہ ہوگئے اور وہاں بھی مذہبی لوگوں سے رابطہ کیا وہاں پر چار سال تک لوگوں کو قیام کی دعوت دی،اس کے بعد اپنے مقرر تاریخ سے پہلے ہی بنی امیہ کے گورنر کے خلاف جنگ چھیڑ دی اور پہلے مرحلہ میں بنی امیہ کے لشکر کو شکست دیدی، لیکن دوسری مرتبہ یحی کے لشکر نے شکست کھائی اور ان کے تیر لگا اور شہید ہوگئے۔بنی امیہ کے گورنر نے ان کے جسم مبارک کو شہر گرگان کے دروازے پر سولی پر لٹکا دیا اور ان کے سر مبارک کو خلیفہ کے پاس شام بھیج دیا، خلیفہ نے جب آپ کے سر مبارک کو دیکھا اپنے گورنر کوایک خط لکھا، خط کا مضمون یہ تھا:

''کوفہ کے سامری کی گائے کے بچہ کو دیکھو، ان کے جسم کو جلادو اور اس کے بعد ان کے جسم کی راکھ کو دریامیں بہادو''۔[1]

جی ہاں جناب یحی کی زندگی اس طرح اختتام کو پہنچی، لیکن اس داستان میں بہت سے سوالات وجود میں آتے ہیں۔

کیامذہبی تحریکوں میں تناقض و تضاد پایا جاتا ہے؟

جناب زید کی شہادت ہوگئی آپ کا جسم مبارک ایک طویل مدت تک کوفہ میں سولی پر لٹکا رہا، پھر آپ کے فرزند ارجمند جناب یحی نے اپنے باپ کے انتقام میں قیام کیا اور وہ بھی شہید ہوگئے ان کا بدن مبارک بھی سولی پر لٹکایاگیا اور آپ کے سر مبارک کو مختلف شہروں میں گھمایا گیا۔یہ تمام واقعات اس وقت پیش آئے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مذہبی افکار کی نشرواشاعت میں مشغول تھے اور وسیع پیمانے پر فقہ و تفسیر و فلسفہ و معارف اور دیگر اسلامی علوم کی مدینہ منورہ میں تدریس فرمارہے تھے۔

حقیقت میں یہ ایک تعجب کا مقام ہے کہ جناب زید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے چچا اور یحی بن زید آپ کے چچازاد بھائی تھے لیکن حضرت نے ان سب شہادتوں کے بعد بھی کوئی اقدام نہیں

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج۷، ص ۲۳۰۔ انساب الاشراف، ج۳، ۲۵۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

فرمایا اور اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ جناب یحیٰ بھی اپنے والد گرامی کی طرح آئمہ طاہرین علیہم السلام کے پیروکار تھے اور یہ بھی واضح ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام امام معصوم ہیں تو پھر اس معمی اور تناقض کو کس طرح حل کیا جاسکتا ہے؟

مذہبی تحریک کے لیے لشکری سرگرمیاں

مذکورہ سوال کا جواب بہت آسان ہے، اس لیے کہ جناب زید کا جسم مبارک سولی پر لٹکا ہوا شہر کوفہ کے محلّہ کناسہ میں اور آپ کے فرزند جناب یحیٰ کا قیام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بقاء فقہ اسلامی کی نشر میں بہت زیادہ ضروری تھا اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی فقہ اسلامی کی نشر واشاعت جناب زید کی دعوت اور قیام کے لیے ضروری تھی۔

پس یہ دو اقدام گویا ایک پرندہ کے دو بازووں کی طرح ہیں کہ جو ان دو بازووں کے بغیر پرواز کی قدرت نہیں رکھتا اور اگر اس کا کوئی ایک بازو ٹوٹ جائے یا زخمی ہو جائے تو بھی وہ گر سکتا ہے اور آخر کار نیست و نابود ہو جائے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے مختصر کلام میں ان لوگوں کے لیے کہ جو ظاہراً ان حالات کو متناقض و متضاد محسوس کرتے تھے اور اس سلسلے میں حضرت سے سوال کرتے حضرت ان کے جواب میں فرماتے:

یہ لوگ - زیدیہ - تم لوگوں کے نگہبان و محافظ ہیں اور ان کے اہل و عیال کا خرچ ہماری ذمہ داری ہے[۱]۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا اس مختصر کلام سے مقصد یہ تھا کہ اگر زید کی تحریک موجود نہ ہوتی اور یہ تسلسل پیدا نہ کرتی تو آئمہ طاہرین علیہم السلام اس طرح کی تحریک کی ضرورت محسوس کرتے چونکہ وہ اس طرح کی سپر اور سایہ بان کی ضرورت محسوس کرتے تھے تاکہ اس کی حمایت میں اپنے الٰہی رسالت و وظیفہ کو انجام دے سکیں۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۷۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جی ہاں یہ صحیح ہے کہ زیدیہ بعد میں عقیدے و سیاست وغیرہ کے لحاظ سے مختلف نظریات میں بٹ گئے اور ایک روایت کے مطابق انہیں زیدیہ میں سے ایک شخص (یعقوب بن داؤد) سبب بنا کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ایک طولانی عمر قید میں زندگی بسر کریں۔ لیکن یہ مطلب بھی صحیح ہے کہ یہی زیدیہ تھے کہ جو محمد ذوالنفس الزکیہ[1] اور ان کے بھائی ابراہیم[2] کے لشکر کو وجود میں لائے اور یحی[3] بن عبداللہ بن الحسین بن امام حسن علیہ السلام کے انقلاب کی مرکزیت کو شہر دیلم میں ایجاد کیا۔ اور یہی لوگ مذہبی تحریکوں کے تسلسل و استمرار کی ڈھال بنے ہوئے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ باتیں بعض افراد کے لیے مبہم ہوں لیکن وہ استدلال کہ جو بعد میں بیان کریں گے اس مسئلہ کو واضح اور روشن کردے گا۔

دنیا میں ہر حکومت دو بازووں کی ضرور تمند ہے ایک لشکر، اور دوسرے سیاسی افراد، لشکر حقیقت میں سیاسی افراد کے محافظ ہیں اور اگر فوج و لشکر نہ ہو تو کبھی بھی ایک قاضی عدالت میں لوگوں کے مسائل کو آسانی کے ساتھ حل نہیں کرسکتا اور مختلف احکام ان کے درمیان رائج نہیں کرسکتا اور اگر حکومت و عدالت کی حمایت نہ ہو تو کیا ایک پلیس والا بارڈر سے ہزاروں گاڑیوں کو روک سکتا ہے؟ کبھی بھی نہیں۔

انتظامیہ، حکومت کی ہیبت کو لوگوں پر طاری کرتی ہے اور یہی ہیبت ملک کے اعلی مناصب افراد کے لیے ٹیکس و مالیات سے لے کر اعلی ترین منصب تک ایک مناسب فرصت ایجاد کرتی ہے تاکہ اپنے وظیفہ کو صحیح طریقہ سے انحام دے سکیں۔ تمام سیاسی شخصتیں اور تمام عہدہ دار افراد کو انتظامیہ کی شدید ضرورت ہے تاکہ ان کو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ کرسکیں۔

---

۱ - ان کی تحریک کے متعلق آئندہ کے صفحات میں گفتگو ہوگی۔

۲ - ابراہیم بن عبداللہ (۱۰۳-۱۳۵ھ) وہ متعدد علوم و فنون کے مالک تھے، وہ یحی ابن زید کے بعد زیدیہ تحریک کے قائد رہے ہیں۔ دیکھیں: الحدائق الوردیہ فی مناقب الائمۃ الزیدیہ، ج۱، ص۲۹۹۔

۳ - ان کی کنیت ابوالحسن ہے وہ بہت ہی متدین، متقی، اہل بیت میں بہت محترم، کم نظیر، چھوٹا قد، خوبصورت، چہرے سے واقعا اولاد انبیاء محسوس ہوتے تھے۔ اصفہانی کا بیان ہے "جب اصحاب فخ قتل ہوگئے تو یحی ایک مدت کے لیے شہر بہ شہر مخفی رہے، فضل ابن یحی نے اس کی مخفی گاہ کو تلاش کرلیا، تو وہاں سے بھی منتقل ہوگئے اور دیلم چلے گئے۔ مقاتل الطالبین۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جناب زید کی تحریک کا کردار بھی اسی طرح کا تھا،اس لیے کہ وہ مذہب کہ جس میں فقہ ، معارف، تبلیغ و فتوحات پائی جائیں اس کو ہمیشہ ایک ڈھال کی ضرورت ہے۔لیکن کس طرح اس مسلحانہ تحریک کو ایک ڈھال بنایا جائے؟

ہشام وہ شخص ہے کہ جو جناب زید کو ذلیل کرنے کی فکر میں تھا لیکن زید جیسا کہ پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اپنے قیام میں اس کے مقابلے کھڑے ہوگئے ۔ یہ خلیفہ وہی شخص ہے کہ جس نے اپنے نمائندے کو مدینہ بھیج کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو شام طلب کیا اور آپ کی توہین و تحقیر کرنا چاہتا تھا، لہٰذا حضرت امام محمد باقر اور آپ کے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام عازم دمشق ہوئے اور جب دمشق پہنچے ہشام کے دربار میں وارد ہوئے ہشام خود دربار میں بیٹھا رہا اور حضرت امام محمد باقر اور آپ کے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی ، حضرت ناراض ہوئے اور کچھ ناراضگی کے آثار آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہوئے ، اس وقت ہشام نے آپ کو بیٹھنے کی اجازت دی،اور احترام بجالایا،اس نے امام سے چاہاکہ آپ تیر اندازی کے مقابلے میں شرکت فرمائیں۔اس وقت امام علیہ السلام نے وہ کام انجام دیا کہ جس سے ثابت کر دیا کہ ہر چیز ہمارے ہاتھوں میں ہے آپ نے مسلسل سات تیر پھینکے کہ جن میں سے ہر ایک تیر اپنے سے پہلے والے تیر کو چیرتا ہوا ہدف پر لگتا رہا۔اس کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور ہشام بن عبدالملک کے درمیان گفتگو شروع ہوئی کہ جو تاریخ میں مشہور ہے۔یہ گفتگو کسی فقہی مسائل کے سلسلے میں نہیں تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم یعنی معاشرے کی رہبریت کے اختلاف کے سلسلے میں تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بحث کا اس طرح آغاز فرماتے ہیں:

''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلاما دینا''[۱]۔آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام سے راضی ہوگیا۔اور زمین ان لوگوں سے کہ جو ان امور کے کمال کا سبب ہیں، خالی نہیں رہ سکتی وہ امور کہ جن سے دوسرے لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔

---

۱ - سورہ مائدہ،آیت ۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس وقت ہشام کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے کہا: علی کا دعوی تھا کہ وہ علم غیب جانتے ہیں! جب کہ خداوند عالم نے علم غیب سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا ہے تو علی نے اس طرح کا دعوی کس بنیاد پر کیا؟ امام علیہ السلام نے اس طرح جواب دیا: خداوند عالم نے اپنے پیغمبر اکرم ﷺ پر کتاب نازل فرمائی کہ جس میں گذشتہ تاریخ اور آئندہ کے بارے میں روز قیامت تک کی پیش بینی کی گئی ہے اور ارشاد ہے: "وانزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء و هدی و رحمة و بشری للمسلمین[1]"۔ ہم نے آپ پر پر قرآن عظیم کو نازل کیا تاکہ ہر چیز کی حقیقت روشن ہو جائے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت و بشارت ہو۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: "وکل شیء احصیناه فی امام مبین[2]"۔ ہم نے ہر چیز کا علم امام مبین میں جمع کر دیا ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے: "ما فرطنا فی الکتاب من شیئ[3]"۔ ہم نے کتاب میں کسی چیز کا ذکر بھی ترک نہیں کیا۔

اور خداوند عالم نے اپنے پیغمبر پر وحی نازل فرمائی کہ کوئی چیز بھی اس کائنات میں غیب نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا علم علی کو عطا کر دیا گیا ہے[4]۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا مقصد اس کلام سے اپنے جد حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت اور خلافت کے لیے سب سے زیادہ اہلیت و شائستگی کو بیان کرنا تھا۔

یہ مباحث بہت زیادہ اہمیت کے حامل تھے اس لیے کہ جو آج رہبری کے متعلق مسائل در پیش ہیں اور اسی کے سلسلے میں ہر ایک اپنے کام کی توجیہ پیش کر رہا ہے اور اصل قضیہ کو فراموش کر دیتا ہے اصلا کوئی شباہت نہیں رکھتا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ہشام سے گفتگو کا مقصد یہ تھا کہ ہشام باطل پر ہے اور منصب خلافت کو ترک کر دے۔ اور امام علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ حکومت اسلامی کو متغیر ہونا چاہیے۔

۱- سورہ نحل، آیت ۸۹۔

۲- سورہ یاسین، آیت ۱۲۔

۳- سورہ انعام، آیت ۳۸۔

۴- امان الاخطار، ص ۶۷-۷۲۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۰۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ سخت و تند گفتگو کہاں انجام پائی؟ مرکز سلطنت و خلیفہ کے گھر اور بنی امیہ کے دربار میں جب کہ بہت سے فوج کے سردار، قبیلوں کے رئیس اور گورنر و قاضی اور فقہاء وہاں موجود تھے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ہشام نے جلاد کو حکم نہیں دیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو قتل کردے؟ اور کیوں اس کے بعد کے خلفاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ظاہراً قتل نہیں کرایا؟ اس لیے کہ یہ حکومتیں یہ تصور کرتی تھیں کہ اگر کسی ایک معتدل رہبر کو قتل کرائیں تو مسلمان ناراض و غصہ ہو جائیں گے اور سخت احزاب جیسے زیدیوں سے ملحق ہو جائیں گے اور اگر لوگ حزب زیدیہ سے مل گئے تو پھر خود اپنی ہی حکومت سبب ہوگی کہ زیدیوں کی طرف مسلمان مائل ہوں اور ان کی حمایت کریں اور اس کے نتیجہ میں ہم خود ہی اپنی حکومت کے متزلزل کرنے اور گرانے میں شریک ہوں گے۔اسی وجہ سے جب کبھی بھی کسی بھی طرف سے مسلحانہ قیام ہوتا تو وقت کی حکومتیں یہ کوشش کرتیں کہ معتدل افراد کو مناسب منصب عطا کرکے اپنے آپ سے نزدیک کرتے اور ان کے ذریعہ لوگوں کی دلجوئی کیا کرتے تھے اور اگر یہی معتدل افراد مذہبی تحریکوں کے افراد کی طرح ایک بلند مدت کے پروگرام کے حامل ہوتے اور اپنے مقام و موقعیت کے اثر سے کسی خاص مقام کے حامل ہو جاتے تو حکومت وقت کا خاتمہ ہو جاتا، اس لیے کہ حکومتیں اپنے آپ کو ان سخت گیر اور کٹھرپنتی اور ان معتدل افراد کے درمیان مقید پاتیں اور یہ موقعیت ان کے لیے اہم ترین ضربہ ہوتے کہ جن کی وجہ سے وہ ایسے گرداب میں پھنس جاتے کہ جس میں نہ ہی اپنی قدرت و طاقت دکھا سکتے تھے اور نہ ہی نرمی سے پیش آسکتے تھے فقط سکوت وخاموشی کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا۔مذہبی لوگوں کا تاریخ میں یہی کردار رہا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ اس زمانے میں سخت گیر تحریکیں بھی موجود تھیں کہ جن میں سب سے اہم زیدیہ تحریک مانی جاتی تھی کہ ان کے سربراہ زید اور ان کے فرزند یحی اور یحی کے فرزند علی اور عبداللہ[1] بن حسن

---

۱ - عبداللہ بن حسن (۷۰-۱۴۵ھ) ان کو عبداللہ محض کہا جاتا ہے اس لیے کہ آپ کے والد گرامی حسن ابن امام حسن تھے اور والدہ گرامی فاطمہ بنت الحسین علیہم السلام تھے۔آپ اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے بزرگ تھے، بہت بہادر قوی النفس، آپ منصور دیوانقی کے زندان میں انتقال فرماگئے۔ اس وقت آپ کی ۷۵ سال تھی۔ عمدۃ الطالب، ۱۱۹۔ منتھی الآمال، ج۱، ص۳۵۱۔ اور زیادہ اطلاع کے لیے مراجعہ کریں: تتمۃ المنتھی، ص۱۸۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بن حسن کے دو بیٹے محمد و ابراہیم اور یحی[1] بن حسین بن زید تھے یہی مذہبی تحریک کا سلسلہ اس دور کی تاریخ میں چلتا رہا۔

اس تحریک کے ذمہ دار افراد یا تو جناب زید کے فرزند اور ان کے بھائی تھے یا پھر حسن ابن امام حسن علیہ السلام کے فرزند، اس لیے کہ زیدیہ تحریک کو فرزندان زید یا فرزندان امام حسن آگے بڑھا رہے تھے لہٰذا کبھی فرزندان امام حسن علیہ السلام اس تحریک کی سرپرستی کرتے تو کبھی فرزندان زید۔

زیدیہ تحریک دوسری صدی کے آغاز سے دسویں اور گیارہویں صدی تک ایک مسلحانہ تنظیم کی صورت میں چلتی رہی اور یہ تحریک حقیقت میں مذہبی تحریک کی محافظ تھی[2]۔

یحی بن زید کی شہادت اور بنی امیہ کا خاتمہ

جناب یحی کی شہادت کے بعد زیدیہ تحریک کی تحقیق پیش کرنے سے پہلے لازم ہے وہ نتائج کہ جو جناب یحی کی شہادت کے بعد زیدیہ تحریک کے نصیب میں آئے ان کو واضح کیا جائے۔

یحی خراسان میں یعنی موالیوں اور غیر عرب سرزمین میں شہید ہوئے[3]، موالی وہ افراد تھے کہ جن کے بارے میں جناب زید اور ان کے فرزند یحی کا ارادہ تھا کہ بنی امیہ کے ہاتھوں سے ان کو نجات دلائیں[4]۔

---

۱ - یحی ابن حسین بن زید بن علی علیہم السلام کا شمار محدثین ثقات میں سے ہوتا ہے، ان کو شیخ طوسی نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے۔ اور ان کو واقفی مذہب جانا ہے، لیکن علامہ محقق شوستری نے قاموس، ج۱۱، ص۷۳ میں کہا ہے کہ شاید شیخ طوسی کی مراد ان کا زیدی مذہب ہونا ہے اس لیے کہ اکثر زید کی اولاد زیدی مذہب تھی اور امام موسی کاظم کی اولاد واقفی مذہب تھی۔ اور شیخ نمازی نے مستدرکات، ج۸، ص۱۹۸۔ میں کہا ہے وہ حضرت امام موسی کاظم کی وصیت میں گواہ کی حیثیت سے تھے اور شاید یہ گواہی اسی لیے تھی تاکہ وہ واقفی مذہب کو اختیار نہ کریں۔ ان کی وفات بغداد میں ۲۰۷ ہجری میں ہوئی ان کی نماز جنازہ مامون نے پڑھی۔ منتہی الآمال، ج۲، ص۶۷۔ الکامل فی التاریخ، ج۶، ص۴۳۹۔

۲ - دیکھیں: منتہی الآمال، ج۲، ص۵۹۔ مقالات الاسلامیین، ج۱، ص۱۳۶ یہاں پر اولاد امیر المؤمنین کے قیام کو امام حسین علیہ السلام کے بعد سے سب کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳ - مقاتل الطالبین، ص۱۴۵۔

۴ - تاریخ الامم والملوک، ج۸، ص۳۰۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زید اور ان کے بیٹے یحیٰ دونوں کے کلام کا مقصد یہ تھا: ہم آپ سے عہد و پیمان باندھتے اور بیعت کرتے ہیں تاکہ مظلوموں و محروموں کی مدد کریں اور مستضعفین کو نجات دلائیں اور کتاب خدا وسنت پیغمبر پر عمل کریں[۱]۔

اس کے نتیجہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید اور یحیٰ کا قیام مظلوموں و محروموں کے وجود کی گہرائیوں سے تشکیل پایا ہے، وہ محروم طبقہ کہ جو دیکھتا ہے کہ اس کے رہبر کو اس کے سامنے قتل کر دیا گیا اور سولی پر لٹکا دیا گیا تو وہ یقینا قیام کرے گا۔ جس سال جناب یحیٰ شہید ہوئے اس سال خراسان، افغانسان، آذر بائجان، ارمنستان، بادکوبہ، بخارا، سمرقند[۲] وغیرہ میں جو بیٹا پیدا ہوتا اس کا نام یا یحیٰ رکھا جاتا یا زید رکھتے تھے[۳]۔

یحیٰ اور زید شہید ہوگئے لیکن لاکھوں افراد زید و یحیٰ کی طرح دنیا میں پیدا ہوگئے۔ یہ ہے مذہبی تحریک کا نتیجہ کہ جس کا رہبر صرف حق اور خدا کی خاطر شہید ہوتا ہے لیکن یہ خود سبب بنتا ہے کہ یہ تحریک مسلسل ترقی حاصل کرے۔"کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة"[۴]۔ اس کی مثال کہ جو اپنے مال کو راہ خدا میں انفاق کرتا ہے ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ سے سات بالیں نکلتی ہیں اور ہر بال میں سو سو دانے ہوتے ہیں۔

وہ زنجیر کہ جس میں یحیٰ کو گرفتار کیا گیا تھا وہ چند برابر قیمت کی خرید و فروش ہوتی[۵] اور خراسان کے انقلاب میں تبرک کے طور پر ہر شخص اس کے ایک ایک کڑے کو انگھوٹی کے طور پر پہنے ہوئے تھا[۶]۔

ابو مسلم خراسانی[۷] جناب یحیٰ کی شہادت کے چار سال کے بعد میدان میں وارد ہوئے ان کے نعرے یہ تھے: ہم جناب یحیٰ کے خون کے طلب گار ہیں۔

---

۱ - تاریخ الرسل والملوک، ج ۷، ص ۱۷۲۔
۲ - معجم البلدان، ج ۲، ص ۳۵۱۔
۳ - شذرات الذھب، ج ۲، ص ۱۰۹۔ منتھی الآمال، ج ۲، ص ۷۳۔
۴ - سورہ بقرہ، آیت ۲۶۱۔
۵ - مقاتل الطالبین، ص ۱۴۷۔ منتھی الآمال، ج ۲، ص ۷۲۔
۶ - مقاتل الطالبین، ص ۱۴۵۔ تتمۃ المنتھی، ص ۱۴۲۔
۷ - الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۲۷۳۔ زید الشھید، ص ۱۸۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یحی شہید ہو گئے لیکن ابو مسلم خراسانی نے ان کے نام پر موالیوں سے ایک لشکر آمادہ کیا اور ان تمام افراد کو کہ جو یحی کے قتل اور ان کے لشکر کو شکست دینے میں شریک تھے، قتل کر دیا۔ ہزاروں افراد جناب یحی کے مخالف لشکر میں شریک ہونے کی وجہ سے قتل کر دیے گئے۔ یحی کو دفن کر دیا گیا ان کا مزار مذہبی لوگوں کی پہلی زیارت گاہ قرار پایا[1]۔ ابو مسلم خراسانی نے یحی کے قاتلوں کو قتل کرنا شروع کیا اور ان کے خون بہاء کے نام پر فوج کو جمع کیا اس طرح بنی امیہ پر کامیاب ہو گئے، اور اس حکومت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا وہ حکومت کہ جو کفر و فساد اور ظلم و جور کا مظہر تھی جناب یحی کی شہادت سے اختتام کو پہنچ گئی[2]۔

محمد حلبی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس طرح نقل کرتے ہیں: خاندان ابوسفیان نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا خداوند عالم نے ان سے حکومت کو چھین لیا اور ہشام نے جناب زید کو شہید کیا خداوند عالم نے اس سے حکومت کو چھین لیا اور ولید نے جناب یحی بن زید کو شہید کیا خداوند عالم نے اس کی حکومت کو بھی ختم کر دیا[3]۔

۱۔ یحی ابن زید کے مقام دفن کے متعلق دو قول ہیں:

اول: وہ ارعونہ نامی گاؤں میں دفن ہوئے، جیساکہ مروج الذھب، ج۳، ص ۲۱۲۔ میں درج ہے: یحی قتل کے بعد ارعونہ نامی گاؤں میں دفن کر دیے گئے۔ وہاں پر ان کی قبر ہے کہ جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اسی نظریہ کو شذرات الذھب، ج۲، ص۱۰۹، میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

دوم: وہ جوز جان نامی گاؤں میں دفن ہوئے، اصفہانی نے مقاتل الطالبین، ص۱۵۰ میں ذکر کیا ہے: یحی قتل کے بعد جوز جان نامی شہر کے دروازے پر سولی پر لٹکائے گئے اور پھر ان کو اتار کر غسل دیا گیا اور کفن پہنا کر وہیں دفن کر دیا گیا۔ اسی طرح مراقد المعارف، ج۲، ص۳۶۷۔ میں درج ہے۔

امین عاملی نے اپنے دائرۃ المعاوف الشیعہ، ج۱۰ میں مقام یحی ابن زید کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ درج کیا ہے کہ جس میں اس مقالہ کے مولف عبداللہ حبیبی نے اس طرح تحریر کیا ہے کہ یحی اپنے اصحاب کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے جوز جان پہنچے وہاں پر ارغوی نامی گاؤں میں مقابلے میں قتل ہو گئے کہ جس کو عصر حاضر میں قراغوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ گاؤں شہر جوز جان کا حصہ ہے۔ پھر لکھا ہے جس کو مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذھب میں ارغونہ کہا ہے اور ابن مہنا نے عمدۃ الطالب میں ارعوی کہا ہے اور دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں ارعو تحریر ہے یہ سب اسی نام ارغونہ کی تحریف ہے کہ جو درواقع شہر جوزجان میں واقع ہے اور مرقد شہید یحی بن زید کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ اس بنیاد پر یحی بن زید کا مزار اس وقت افغانستان ملک کے شمال میں شہر جوز جان کے قراغوی نامی گاؤں میں موجود ہے۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص۱۵۰۔

۳۔ بحار الانوار، ج۴۵، ص۳۰۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

داؤد برقی اس طرح نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت سے متعلق سوال کیا: "فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نادمین"[۱]۔ امید ہے کہ خداوند عالم مسلمانوں کو فتح نصیب کرے یا کوئی دوسرا امر اپنی جانب سے عطا فرمائے (مسلمانوں کی عزت یا قوت یا مال میں اضافہ فرمائے) تاکہ منافقین جو کچھ بھی اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں اس پر پشیمان ہوں۔

حضرت نے فرمایا: خداوند عالم نے جناب زید کو جلانے کے سات دن کے بعد ارادہ کیا کہ بنی امیہ کی حکومت کو برباد کردے[۲]۔

ہم بھی اس مطلب کو تفصیل سے ثابت کریں گے کہ بنی امیہ کا سقوط گویا فضیلت و عدالت کی کامیابی تھی۔ یحیی بن زید نے بنی امیہ کے نیم جان پیکر میں آخری ضربہ کاری لگا کر اس کا خاتمہ کردیا۔

تمام لوگ دنیا سے جاتے ہیں اور ان کی یادگار بھی ختم ہوجاتی ہیں لیکن یحیی کی شرافت سے شہادت ہوئی اور وہ اپنی شہادت سے ایک عظیم کارنامہ انجام دے گئے۔

اس پر خداوند عالم کا درود و سلام ہو اس روز کہ جب انہوں نے جہاد کیا اور اس روز کہ جب وہ شہید ہوئے اور اس روز کہ جب دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔

گذشتہ گفتگو میں جناب یحیی بن زید کی افسوناک زندگی کے بارے بیان کیا، لیکن آخر کار یہی حادثہ ایک کامیاب تحریک میں تبدیل ہوگیا اور بنی امیہ کی حکومت کے تنزلزل و اضمحلال کا سبب بن گیا۔

یہاں پر جو بات باقی رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ جناب زید کے فرزندوں کی تحریک اور وہ لوگ کہ جو ان کی جانب سے لشکر کے سپہ سالار تھے اور وہ افراد کہ جو جناب زید کی تحریک سے متصل ہوئے سب سے آشنا ہوا جائے اور ان کو پہنچانیں۔

ہم بہت جلد ان دو تاریخی حقیقت کے سلسلے میں کہ جو جناب زید کی اولاد میں سے دو شخصیتوں کے متعلق ہے گفتگو کریں گے اور اس کے بعد دوسری شخصیتوں کے بارے میں جیسے محمد و ابراہیم کہ جو جناب زید کی اولاد سے نہیں ہیں اور فقط ان کی جانب سے سپہ سالار وغیرہ کے عہدے پر فائز تھے گفتگو کی جائے گی۔

---

۱ - سورہ مائدہ، آیت ۵۲۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۹۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حسین بن زید بن علی علیہم السلام

جناب زید کے ایک بیٹے کا نام'' حسین ذی الدمعہ ''[1] تھا انہوں نے اپنے والد کی شہادت کے بعد حضرت امام زین العابدین کی روش اختیار کی کہ جیسے آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اختیار کیا تھا۔ جس طرح حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی غم واندوہ سے بھری ہوئی زندگی میں گریہ وزاری اور دعاؤں کے ذریعہ اسلامی معاشرے میں ایک مذہبی تحریک کی بنیاد رکھی، اور جناب زید جیسے فرزند کی تحریک و قیام کے لیے تربیت کی۔ کہ جو خود بعد کے انقلاباب کا سبب بنیں۔ اسی طرح حسین بن زید معروف بہ ذی الدمعہ نے بھی آئندہ کی نسل کو قرآن و انقلابی عناصر کے لحاظ سے مذہبی شخصیتوں کی تربیت کی جیسے جناب یحی[2] جو ان شخصیتوں میں سے ہیں کہ جن کی شہامت و جوانمردی اور بے جھجک و دلاوری نے ایک تحریک کی بنیاد رکھی ہے۔

جناب یحی نے دو انقلابوں کی رہبری فرمائی

جناب یحی نے پہلی مرتبہ متوکل عباسی کے زمانے میں قیام کیا اور اپنے قیام کے لیے مناسب علاقہ یعنی خراسان کو انتخاب کیا۔ جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کرچکے ہیں کہ خراسان ایسا علاقہ تھا کہ جو ظالم و ستمگاروں کے مقابلے میں قیام کرنے کی صلاحیت و آمادگی رکھتا تھا۔ ان تاریخی حقیقت کو ثابت کرنے میں ابو مسلم خراسانی کی کامیاب ایک مناسب دلیل ہے کہ ابو مسلم خراسانی نے اپنے انقلاب کا مرکز خراسان کو بنایا۔

---

۱ - ان کا دوسرا لقب ذی العبرہ بھی تھا، ان کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پرورش کی، ان کی عمر اپنے والد کی شہادت کے وقت ۴ سال تھی، انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت زیادہ علم حاصل کیا اور عظیم عابد و زاہد تھے ان کا لقب ذی الدمعہ اس لیے تھا کہ آپ نماز شب میں خوف خدا سے بہت زیادہ گریہ کرتے تھے، انہوں نے محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن علیہم السلام کے ساتھ جنگ میں شرکت کی پھر باقی زندگی مخفی طور پر گذاری۔ دیکھیں: بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۳۰۶۔ منتہی الآمال ج ۲، ص ۷۵۔

۲ - یحی بن عمر بن حسین بن زید بن امام علی بن امام حسین بن امام علی ابن ابی طالب علیہم السلام، ایک نظریہ بھی ہے کہ اس سے مراد خود حسین ذی الدمعہ کے بیٹے یحی ہیں۔ دیکھیں: منتہی الآمال، ج ۲، ص ۷۶۔ ہمارا مقصد یہ واقعہ بیان کرنا ہے چاہے یحی بن عمر بن حسین ذی الدمعہ ہوں یا یحی بن حسین ذی الدمعہ یعنی خواہ حسین ذی الدمعہ کے بیٹے ہوں یا پوتے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جناب یحی نے بھی اسی جگہ کو اپنے قیام کا مرکز قرار دیا اپنے اصحاب کو جمع کر کے قیام کا آغاز کیا اور بنی عباس کے خلاف جنگ شروع کی، لیکن آخر کار شکست سے روبرو ہوئے۔ان کی شکست کے بعد ان کو گرفتار کیا گیا اور خلیفہ عباسی متوکل کے پاس بھیج دیا گیا اور پھر متوکل اور ان کے درمیان بہت سے افراد کی مداخلت اور یہ تعہد لے کر کہ جناب یحی اب کسی قیام کی حمایت نہیں کریں گے ان کو آزاد کر دیا گیا[1]، جناب یحی نے بھی متوکل کے زمانے میں پھر کسی قیام و تحریک کی سربراہی نہیں کی[2]۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا روضہ انقلابی افراد کے اجتماع کا مرکز

متوکل کے قتل ہونے کے بعد جناب یحی کوفہ آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کے زائرین سے ارتباط کا آغاز کیا اس لیے کہ متوکل عباسی کے زمانے میں بلکہ تمام بنی عباس خلفاء کے دور میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا روضہ ہی زیادہ تر انقلابوں کا مرکز رہا ہے اور انقلابی افراد زیارت کے لیے آتے اور وہیں پر جمع ہوتے۔ان زائرین کا مقصد حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر پر صرف ایک مذہبی مراسم پر عمل کرنا نہیں تھا بلکہ ان کا کربلا میں حضور ایک انقلاب کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے ارتباط برقرار کرنا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ منورہ کی زیارت بنی عباس کی حکومت کے خلاف جنگ میں بہت زیادہ تاثیر رکھتی تھی، بنی عباس حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ سے دشمنی رکھتے تھے اس لیے کہ یہ روضہ ان کے مخالفوں کے اجتماع کا مرکز بن چکا تھا۔

یحی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ منورہ کے زائرین سے رابطہ برقرار کیا[3] اور بہت زیادہ افراد نے جناب یحی کی دعوت کا مثبت جواب دیا، اس وقت جناب یحی کوفہ تشریف لائے اور وہاں پر زیدیہ فرقہ کے معروف شعار و نعرے لگائے: اے خون حسین کے انتقام لینے والو! اور اے خدا کی جانب سے مدد یافتہ افراد اٹھو اور جنگ کرو[4]۔

۱۔ تاریخ ابن خلدون، ج۳، ص۳۵۶۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص۵۰۶۔الفخری، ص۲۳۷۔

۳۔ مقاتل الطالبین، ص۵۰۷۔ منتہی الآمال، ج۲، ص۷۶۔

۴۔ منتہی الآمال، ج۲، ص۷۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جناب یحیٰ نے کوفہ کی حکومت پر قبضہ کرلیا

جناب یحیٰ نے بہت زیادہ افراد کو اپنے اطراف میں جمع کرلیااور کوفہ پر قبضہ کرلیا[۱]،اور سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیاکہ بیت المال کو فقراء و مساکین کے درمیان تقسیم کردیا اور اس طریقے سے اسلامی امت کے بہت زیادہ افراد ان کے ہمراہ ہوگئے[۲]۔ انہوں نے اپنی حکومت میں عدالت کو ملحوظ خاطر رکھا اور ایک عظیم و سنگین ذمہ داری کو اٹھایا کہ جس سے اور بھی زیادہ افراد ان کے فدائی بن گئے ۔جناب یحیٰ ایک متدین، عابد، زاہداور شجاع انسان تھے۔ان کی شجاعت کے سلسلے میں یہی کافی ہے کہ جیساکہ مورخین نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کوفہ میں بنی عباس کے گورنر سے جنگ میں جب کہ اس نے بہت بڑا لشکر جمع کررکھا تھا پھر بھی آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کہ تم یہیں ٹھہرے رہو میں تنہا دشمن کے لشکر کو شکست دے کرآتا ہوں۔انہوں نے تلوار ہاتھ میں لی اور تنہا میدان جنگ میں وارد ہوگئے اور کوفہ کے گورنر کے لشکر کو کہ جس میں گورنر خود بھی موجود تھا، شکست دی۔ گورنر کو قتل کیااور جنگ کو ختم کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں و صحابہ کے پاس واپس تشریف لائے[۳]۔

بنی عباس کے لشکر نے جناب یحیٰ کو شکست دی

جناب یحیٰ کی بے نظیر طاقتوں میں سے ایک یہ تھی کہ ان کاغصہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ کسی کو قتل کریں بلکہ ان کے پاس کچھ آہنی سلاخین تھیں کہ جب بھی وہ کسی سے ناراض ہوتے تو ان سلاخوں کو اس کی گردن میں ڈال کر گھمادیتے اور چھوڑ دیتے تھے کوئی حداد وآہنگر اور کوئی طاقتور انسان بھی اس کو نہیں کھول سکتا تھاوہ شخص اس مدت کو پورا کرنے کے بعد کہ جو جناب یحیٰ معین کرتے تھے ان کی خدمت میں آتا آپ اس کی گردن سے ان آہنی سلاخوں کو کھولتے اور اس شخص کو آزاد کردیتے تھے ،یحیٰ

---

۱ - یہ واقعہ ۲۵۰ ہجری کا ہے جیساکہ تاریخ الامم الملوک، ج۹ ص ۲۶۶، فہرس التراث، ج۱، ص۱۹۹۔ پر مذکور پر لیکن الکامل فی التاریخ، التاریخ، ج۷، ص ۵۳، میں ۲۳۵ ہجری کے واقعات میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲ - منتہی الآمال، ج۲، ص۶۷۔

۳ - تاریخ ابن خلدون، ج۳، ص۳۵۶۔ مقاتل الطالبین، ص۵۰۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کئی سال تک مسند حکومت پر بیٹھے، مستعین باللہ کہ جو بنی عباس کا بارہواں خلیفہ تھا اس کے ساتھ ان کی متعدد جنگیں ہوئیں دونوں طرف لشکر برابر رہے لیکن یحی کی حکومت زیادہ دیر تک باقی نہ رہ سکی، بعض جنگوں میں جناب یحی کا لشکر شکست سے روبرو ہوا۔ اس لیے کہ ۔۔۔ جناب یحی کے لشکر کا سپہ سالار ایک ڈرپوک انسان تھا اور یہی سبب بنا کہ ان کا لشکر شکست سے روبرو ہو، اس طرح جناب یحی میدان جنگ میں تنہا رہ گئے اور آپ نے اس قدر جنگ کی کہ آخر کار شہید کر دیے گئے۔ ان کے سر پر اس قدر زخم تھے کہ ان کے سر کی دوسرے سروں کے درمیان شناخت مشکل ہو رہی تھی۔

جناب یحی کی شکست کے بعد ان کے عزیز واقارب اور ان کے اصحاب و دوستوں کو گرفتار کر کے پیدل بغداد لے گئے اور جو کوئی راستے میں پیدل چلنے سے عاجز ہوتا تو مظلومانہ قتل کر دیا جاتا، جس وقت اسیر بغداد پہنچے وہاں پر لوگوں نے بہت غصہ میں بنی عباس کے اس عمل پر اور خصوصا جناب یحی کے قتل پر مظاہرہ کیا۔

جناب یحی کا سر ایک مدت تک دار پر لٹکا رہا یہاں تک کہ اہل مدینہ ایک مظاہرے کے دوران بغداد کے گورنر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس پہنچے اور اس سے کہا: ہم نہیں جانتے کہ آپ کو پرسہ دیں یا مبارک باد پیش کریں، اس لیے کہ تو اپنے دشمن پر کامیاب ہو گیا لہٰذا تجھے مبارک باد دی جائے لیکن کیا تو جانتا ہے کہ اگر رسول خدا ﷺ زندہ ہوتے تو ان کو ہم پرسہ دیتے اس لیے کہ تو نے ان کے فرزند کو قتل کر دیا ہے؟[1] اس وقت محمد بن عبداللہ بن طاہر نے حکم دیا کہ اسیروں کو آزاد کر دیا جائے، اور اس کے نتیجہ میں اور بہت سے مسائل کھڑے ہو گئے کہ جو بنی عباس کی حکومت کے خلاف جدید آشوب و بلوے اور انقلابات کے باعث بنے کہ جن کے بارے میں بعد میں گفتگو کریں گے۔

یہ تاریخ کے اہم ترین واقعات میں سے ایک ہے کہ جو جناب حسین ذی الدمعہ کے فرزند جناب یحی کی رہبری میں واقع ہوا۔

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۵۱۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عیسی ابن زید بن علی علیہم السلام

جناب زید کے اور بھی فرزند تھے کہ جن میں سے ایک جناب عیسی ابن زید ہیں ان کی سوانح حیات بہت ہی تعجب خیز ہے جناب عیسی کی سوانح حیات بہت تشویش ناک ہے انہوں نے تمام مذہبی افراد کی طرح زندگی بسر کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلابی و مذہبی افراد کیسے بے مثال و بے نظیر شجاعت کے ساتھ ان سختیوں میں مقابلہ کرتے تھے۔

جناب عیسی نے محمد اور ابراہیم کے ساتھ منصور عباسی کی حکومت کے خلاف قیام کیا[1]، محمد و ابراہیم کے لشکر کو شکست ہوئی اور جناب عیسی کوفہ میں مخفی ہوگئے[2]۔ سب سے پہلے بہتر ہے کہ یہ جان لیں کہ جناب عیسی کا شہر کوفہ کو انتخاب کرنا مقابلے کے لیے بہت بہتر و مناسب تھا اس لیے کہ کوفہ ایسا علاقہ تھا کہ جو ہمیشہ سے بنی امیہ اور بنی عباس سے محو جنگ رہا ہے اور یہ وہ علاقہ ہے کہ جہاں اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے زیادہ موجود تھے، اسی وجہ سے عیسی کوفہ میں مخفی ہوگئے اور مکمل طریقے سے مخفی زندگی بسر کررہے تھے یہاں تک کہ ان کے بھتیجے جناب یحی نے اپنے والد جناب حسین ذی الدمعہ سے سوال کیا:

اے والد گرامی! میں چاہتا ہوں اپنے چچا عیسی بن زید سے ملاقات کروں اس لیے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ مجھ جیسا شخص ان جیسی شخصیت سے کہ جو ہمارے عزیز ہیں ملاقات نہ کرے۔

ان کے والد نے کچھ دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد کہا:

یہ مسئلہ ان کے لیے مشکل ساز ہو جائے گا اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ تم سے ملاقات سے بچنے کے لیے اپنی منزل کو تبدیل کردیں کہ جو ان کے لیے مزاحمت کا سبب ہوگا۔

یحی نے بہت زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ ان کے والد نے اس طرح کہا:

جب کبھی بھی آپ کوفہ پہونچو بنی حی کے محلّہ میں پہونچنا جب وہاں جاؤ تو فلاں راستے پر جانا اس کے درمیان ایک گھر نظر آئے گا کہ جس کا دروازہ اس طرح کا ہے اس کو اچھی طرح دیکھ لینا اور اس سے دور ہٹ

۱۔ دیکھیں: عمدۃ الطالب، ص ۶۳۔ اور مقاتل الطالبین، ص ۳۴۴ میں مذکور ہے جناب زید کے دو بیٹے عیسی اور حسین نے عبداللہ بن حسن بن امام حسن علیہم السلام کے بیٹے محمد اور ابراہیم کے ساتھ قیام میں شریک ہوئے اور بہت شدید جنگ کی۔

۲۔ آپ حسن بن صالح بن حی کہ جو زیدی شیعوں میں سے ایک عظیم شخصیت ہیں ان کی فقہ و علم کلام میں متعدد کتابیں ہیں، کے گھر میں مخفی ہوئے اور ان کی بیٹی ہی سے شادی کی۔ دیکھیں: عمدۃ الطالب، ص ۶۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کر راستے کی ابتداء میں بیٹھ جانا، مغرب کے وقت ایک درمیانی عمر اور قد بلند شخص کو دیکھو گے کہ جن کا چہرہ لمبا اور پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوگا، اون کی چادر اپنے اوپر ڈالے ہوئے ہوں گے، وہ اونٹ سے سقائی کرتے ہیں اور ہر قدم پر ذکر الٰہی ان کے لبوں پر جاری رہتا ہے، ان کے اشک جاری رہتے ہیں، تم ان کے احترام کے لیے اٹھنا اور ان کو سلام کرنا اور بغلگیر ہو جانا، اس وقت وہ ایک ڈرے ہوئے حیوان کی طرح تم سے خوف کھائیں گے، اپنے آپ کا تعارف کرانا اور ان سے اپنی رشتہ داری کو بیان کرنا اس وقت وہ تمہارے پاس بیٹھ جائیں گے اور ایک طولانی گفتگو کریں گے اور ہم سب کے حالات تم سے معلوم کریں گے اور اپنے حالات سے تم کو آگاہ کریں گے۔تم اس طرح رہنا کہ وہ تمہاری طولانی ملاقات سے خستہ و ملول نہ ہو جائیں، اپنی بات مختصر کرنا اور خدا حافظی کر کے ان سے جدا ہو جانا وہ تم سے چاہیں گے کہ دوبارہ ان سے ملاقات نہ کریں وہ جو کچھ بھی کہیں اس کو انجام دینا اس لیے کہ اگر ان سے دوبارہ ملنے کی کوشش کی تو وہ تم سے بھی مخفی ہو جائیں گے اور تم سے بھی خوف کھانے لگیں گے اور اپنی منزل کو تبدیل کر دیں گے کہ جو ان کے لیے مزاحمت کا باعث بنے گا۔

یحیٰ نے جواب دیا: جو کچھ آپ نے کہا ہے ایسا ہی کروں گا۔ یحیٰ نے جناب عیسی سے ملاقات کی اور اس کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے:

میں کوفہ میں وارد ہوا اپنے چچا جناب عیسی کو دیکھا وہ ایسے ہی تھے کہ جیسے میرے والد نے بیان کیا تھا ہر قدم پر ذکر الٰہی ان کے لبوں پر تھا اور آنکھوں میں اشک بھرے ہوئے تھے اور کبھی کبھی اشک ان کے رخساروں پر بہنے لگتے تھے میں اٹھا اور ان کو بغلگیر کیا، وہ مجھے دیکھ کر اس طرح کہ جیسے کوئی حیوان کسی انسان کو دیکھ کر ڈرتا ہے وحشت زدہ ہوگئے ، میں نے ان سے کہا: اے میرے چچا! میں یحیٰ بن حسین بن زید ہوں، میں آپ کا بھتیجا ہوں انہوں نے بھی مجھے گلے لگا لیا اور اس قدر گریہ کیا کہ مجھے ایسا لگنے لگا کہ بہت جلدی دنیا سے گذر جائیں گے پھر انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور میرے ساتھ بیٹھ گئے ہمارے خاندان کی احوال پرسی کی اور خاندان کے ایک ایک مرد و عورت بچے و جوان سب کے حالات معلوم کیے میں نے بھی ہر ایک کے حالات سے ان کو آگاہ کیا وہ مسلسل روتے رہے پھر کہا: میرے بیٹے میں اس اونٹ سے سقائی کرتا ہوں اور اس سے حاصل ہونے والی مزدوری کو اس اونٹ کے مالک کو دیدیتا ہوں اور اس میں سے بہت کم اپنے کھانے کے لیے رکھتا ہوں اور جب لوگ پانی سے منع کرتے ہیں تو میں شہر کوفہ سے باہر جا کر دوسروں کا بچا

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوا کھانا کہ جو وہ باہر پھینک دیتے ہیں اس میں سے خشک غذا کو اٹھا کر اپنا شکم سیر کرتا ہوں، میں نے اس اونٹ کے مالک کی لڑکی سے شادی کرلی ہے وہ ابھی تک میری حقیقت سے واقف نہیں ہے میری بیوی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، میری بیٹی جوان ہو گئی لیکن وہ بھی مجھے نہیں پہچانتی تھی اور نہیں جانتی تھی کہ میں کون ہوں، اس کی ماں نے مجھ سے کہا: اپنی بیٹی کی فلاں شخص سے شادی کردو وہ بھی سقا ہے اور ہمارا ہمسایہ بھی ہے وہ ہم سے مالی لحاظ سے بہتر ہے وہ ہماری لڑکی کا رشتہ لے کر آیا تھا، اس نے مسلسل اس رشتہ کے سلسلے میں اصرار کیا اور میں اس سے یہ نہیں بتا سکا کہ یہ میری شان کے خلاف ہے اس لیے کہ یہ کہنے سے میرا راز فاش ہو جاتا اس کا مسلسل اصرار رہا تب میں نے خدا سے چاہا کہ پروردگارا! میری اس سلسلے میں مدد فرما! اس کے بعد کچھ روز کے اندر میری لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ میری زندگی میں یہ سب سے بڑا افسوس ناک حادثہ تھا کہ میری بیٹی دنیا سے رخصت ہو گئی اور وہ اپنی نسبت کو رسول خداؐ سے نہ سمجھ سکی۔ انہوں نے اس کے بعد جناب یحیٰ کو قسم دی کہ وہ ان کے پاس سے جائیں اور کبھی بھی دوبارہ ان کے پاس نہ آئیں۔ اس کے بعد جناب یحیٰ نے ان سے خداحافظی کی۔ یحیٰ اپنی گفتگو کو اس طرح ادامہ دیتے ہیں: اس ملاقات کے بعد میں پھر دوبارہ اس جگہ گیا کہ جہاں جناب عیسیٰ سے پہلے ملاقات کی تھی تاکہ دوبارہ ان سے ملاقات کروں لیکن اس مرتبہ ملاقات سے مشرف نہ ہو کا وہ میری ان سے پہلی اور آخری ملاقات تھی[۱]۔

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جناب عیسیٰ اس زمانے میں ایک سقے سے زیادہ نہ تھے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ مشغلہ صرف حکومت سے اپنے آپ کو چھپانے کے لیے ایک بہانہ تھا۔

وہ اپنی کوفہ کی زندگی میں مذہبی افراد سے رابطے میں رہتے تھے اور ایسی حالت میں ان کی تربیت میں مشغول تھے۔ ایک راوی بنام منصور اس طرح نقل کرتا ہے:

میں اور کچھ مذہبی افراد جناب عیسیٰ سے آشنا تھے اور ان سے رابطے میں رہتے تھے وہ ہم سے جنگل میں ملاقات کرتے اور ہم سے کہتے کہ ہمارے ساتھ رابطے میں رہو اور ہم سے بہت سی باتیں کرتے وہ کہتے کہ تم لوگ میری حالت سے اچھی طرح واقف ہو اور جانتے ہو اگر حکومت کو میرے مخفی ہونے کی حقیقت معلوم ہو جائے تو یقیناً مجھ کو قتل کرادے گی۔

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۴۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جناب عیسی ان سخت حالات میں لوگوں سے رابطے میں تھے اور ان کی تربیت کر رہے تھے اور وہ لوگ کوفہ میں رہنے والے دوسرے لوگوں کی تربیت کرتے اور اس طرح یہ مشعل رسالت ایک دوسرے کے ہاتھوں ہوتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ لحظہ بھر کے لیے زمین پر گر جائے، اس لیے کہ اگر مشعل رسالت سقوط کر جاتی تو پوری دنیا میں تاریکی چھا جاتی اور پھر نور ہدایت کی روشنی نظر نہ آتی اور پھر ہم اور آپ جیسے افراد دنیا میں نظر نہ آتے، اگر چہ ہم لوگ ان قیمتی مقامات کے مظہر نہیں ہیں لیکن اس قدر بھی جو کچھ بھی ہیں ان کی بہادری کے مدیون و مرہون منت ہیں کہ جنہوں نے ہمارے اعتقادات کے لیے اپنی زندگی کو گمنامی کے سپرد کر دیا۔

عیسی ابن زید کی وفات

جناب عیسی کی وفات ہوگئی صرف ایک سقے کی حیثیت سے[1] (نہ کچھ زیادہ اور نہ کم) دفن کر دیے گئے ان کا مزار کوفہ کے قریب شنافیہ نامی گاؤں میں ہے[2] شہر کوفہ میں ان کی بیوی اور بچوں کے علاوہ کہ وہ بھی ان کے بارے میں صرف ایک سقے کے علاوہ کچھ نہیں جانتے تھے کوئی ان کے انتقال سے باخبر نہ ہو سکا۔ جناب عیسی کو کوفہ میں دفن کر دیا گیا لیکن بعض افراد کا عقیدہ ہے کہ حلہ و کوفہ کے درمیان ایک قبر ہے کہ جو جناب عیسی سے منسوب ہے۔

جناب عیسی کی تدفین کے بعد صباح زعفرانی نے مذہبی افراد کے ساتھ اپنی سرپرستی میں اپنے گروہ کے ساتھ رابطہ کیا اور ان سے اس طرح کہا: اب ہمارا وظیفہ کیا ہے؟ ہم سب کے لیے سزائے موت ہو چکی ہے۔ میری نظر میں صرف جناب عیسی تنہا مخفی زندگی بسر نہیں کر رہے تھے اور مخفیانہ طور پر اپنے وظیفہ کو انجام دے رہے تھے بلکہ جو لوگ ان سے رابطے میں تھے سب مخفی زندگی گذار رہے تھے کوئی نجاری و بڑھئی کے کام میں مشغول تھا تو کوئی کھیتی کسانی میں، جب کہ یہ تمام لوگ پہلے اپنے اپنے لشکر کے سپہ سالار تھے اور بہت اہم شخصیتوں میں شمار کیے جاتے تھے لیکن ان تمام مقامات و موقعیت سے چشم پوشی کی اس لیے کہ راہ

۱۔ عمدة الطالب، ص ۳۴۹۔ مراقد المعارف، ج ۲، ص ۱۴۴۔ الامامة والسیاسة، ج ۲، ص ۱۸۶۔

۲۔ مراقد المعارف، ج ۲، ص ۱۴۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خدامیں ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ صباح زعفرانی کے گروہ نے ان کے جواب میں کہا: ہم اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ صباح زعفرانی نے کہا مہدی عباسی کے پاس چلتے ہیں اور اس کو خبر دیتے ہیں کہ عیسیٰ کا انتقال ہو گیا ہے وہ ہم کو اس خوشخبری کے نتیجہ میں آزاد کر دے گا، ہم کب تک فراری رہیں؟ لیکن حسن بن صالح نے کہا: نہیں خدا کی قسم! ہم کبھی بھی خدا کے دشمن کو خدا کے دوست کے مرنے کی خبر سے خوشحال نہیں کر سکتے اور اس کو فرزند رسول خداﷺ کی وفات کی خوشخبری نہیں دیں گے اور اس کی خوشحالی کا سبب نہیں بنیں گے بلکہ اس کی سرزنش کریں گے۔ خدا کی قسم وہ رات کہ جس میں خوف خدا سے صبح ہوتی ہے اس کو ایک سال کی عبادت و جہاد سے بہتر جانتا ہوں[1]۔ حضرت رسول خداﷺ کا ارشاد گرامی ہے: میرے نزدیک بہترین رات وہ ہے کہ جو راہ خدامیں خوف سے بسر کی جائے اور اسی حالت میں صبح نمودار ہو۔ جناب عیسیٰ کی وفات سے دو مہینے کے بعد حسن بن صالح کا بھی انتقال ہو گیا صباح زعفرانی نے ان کے انتقال پر اس طرح کہا: میں نے ان کو بھی عالم غربت میں دفن کر دیا۔ اس لیے کہ ان کے بیوی بچے بھی ان کی وفات سے باخبر نہ ہوسکے۔

صباح زعفرانی نے فکر کی کہ اپنے نظریے کو عملی جامہ پہنائے لہٰذا انہوں نے جناب عیسیٰ کے بچوں[2] کو ہمراہ لیا اور اپنے چہرہ تبدیل کر کے سامرہ کی راہ پر گامزن ہو گئے چونکہ سامرہ کے لوگ ان کو پہچانتے پہچانتے تھے وہ جب مہدی عباسی کے دربار میں وارد ہوئے مہدی اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: اے دشمن خدا اپنے ہی پیروں سے چل کر میرے پاس آیا ہے اس کو میرے پاس لاؤ۔

مہدی عباسی پانچ سال یا اس سے بھی زیادہ مدت سے جناب عیسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی تلاش میں تھا کہ کسی طرح ان کو گرفتار کرلے لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا کہ اپنے اس ہدف کو حاصل کرلے

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص ۳۵۵۔

۲ - عیسیٰ بن زید کے چار بیٹے تھے: احمد، زید، محمد، حسین عضارہ، احمد مختفی کے لقب سے مشہور ہوئے وہ عالم و فقیہ اور عظیم زاہد تھے، ان کی علم فقہ میں کتاب بھی ہے، وہ مہدی عباسی کے دربار میں پروان چڑھے اور جب جوان ہو گئے تو بنی عباس کے خلاف قیام میں شریک ہوئے اس میں گرفتار ہو گئے اور زندان میں ڈال دیے گئے پھر زندان سے آزاد ہو کر مخفی زندگی بسر کی۔ اسی وجہ سے ان کا لقب احمد مختفی پڑ گیا ان کا بصرہ میں انتقال ہوا۔ حسین عضارہ وہی ہیں کہ جن کے پوتے علی بن زید بن حسین نے کوفہ میں مہتدی عباسی کے زمانے میں قیام کیا۔ منتہی الآمال، ج ۲، ص ۸۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور اب ایک شخص اس گروہ میں سے اپنے ہی پیروں سے چل کر مہدی عباسی کے دربار میں آگیا ہے یہ مہدی عباسی کے لیے بہترین شکار تھا۔ مہدی عباسی نے صباح زعفرانی سے اس طرح کہا: خدا کی قسم تجھ کو خوش آمدید نہیں کہوں گا۔ اے دشمن خدا تیرا وجود مجھ سے دور رہے. کیا تو میری حکومت کو نابود کرنے کی کوشش کرتا تھا اور میرے دشمن کو میری جگہ پر بٹھانا چاہتا تھا؟ صباح زعفرانی نے جواب دیا: خدا کی قسم ایسا ہی ہے کہ جیسا تو کہہ رہا ہے اور جو کچھ بھی کہا ہے وہ سب صحیح ہے۔ مہدی عباسی نے کہا: تو وہ خائن ہے کہ جو اپنے پیروں سے چل کر میرے پاس آیا ہے کیا جو کچھ میں تیرے بارے میں جانتا ہوں ان تمام باتوں کا اعتراف کرتا ہے؟ اور اب کس طرح تیری جرئت ہوئی ہے کہ تمام و کمال امنیت کے ساتھ میرے پاس آگیا ہے؟ صباح زعفرانی نے کہا: میں اس لیے آیا ہوں کہ تجھ کو بشارت دوں اور تسلیت پیش کروں۔ مہدی عباسی نے کہا: کس چیز کی بشارت اور کس چیز پر تسلیت؟ صباح زعفرانی نے جواب دیا: تجھ کو جناب عیسی بن زید کی وفات کی بشارت دیتا ہوں اور اسی بات پر تسلیت پیش کرتا ہوں چونکہ وہ تیرے چچازاد بھائی تھے تیرے خونی رشتہ دار تھے۔ صباح زعفرانی کی بات سن کر مہدی عباسی محراب میں گیا اور سجدہ شکر ادا کیا۔

اس واقعہ کا تعجب خیز نکتہ یہ ہے کہ مہدی عباس بنی عباس کا خلیفہ ایسی حکومت کا حاکم تھا کہ جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا لیکن جناب عیسی کہ جو کوفہ میں صرف ایک سقے کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے ان کی موت کی خبر سن کر سجدہ شکر کر رہا ہے تو کیا اس سجدہ کا مطلب یہ ہے کہ جناب عیسی کوفہ میں صرف سقائی کرتے تھے؟ یا وہ حکومت کے ظلم و ستم کے خلاف ایک بہت بڑا خطرہ تھے کہ جنہوں نے سقائی کو صرف اپنے لیے ایک مخفی رہنے اور اپنے اصلی کام کو انجام دینے کا بہانہ بنا رکھا تھا؟۔ مہدی عباسی نے اپنی بات کو ادامہ دیا: عیسی نے کس تاریخ میں انتقال کیا؟ صباح زعفرانی نے کہا: دو مہینے پہلے۔ مہدی عباسی نے کہا: تو پھر کیوں اب تک مجھے اطلاع نہیں دی؟ صباح زعفرانی نے جواب دیا: حسن بن صالح نے مجھ کو اس کام سے روکے رکھا۔ اور انہوں نے حسن بن صالح کے بارے میں بھی اس کو خبردار کیا مہدی عباسی نے کہا: حسن بن صالح کیا کر رہا ہے؟ صباح زعفرانی نے کہا: وہ بھی انتقال کر چکے ہیں۔ اگر ان کا انتقال نہ ہوتا تو کبھی بھی عیسی کی وفات کی خبر تجھ تک موصول نہ ہوتی۔ اس وقت مہدی عباسی نے دوسرا سجدہ شکر ادا کیا اور کہا: خدا کا شکر کہ اس نے ان کے شر سے مجھ کو رہا کر دیا اس لیے کہ وہ ایسا انسان تھا کہ جو سب سے زیادہ مجھ سے دشمنی رکھتا تھا اگر زندہ رہتا تو کسی دوسرے عیسی کو وجود میں لے آتا، اے

Presented By: https://jafrilibrary.com

صباح زعفرانی جو کچھ بھی چاہتے ہو کہو خدا کی قسم تجھ کو بے نیاز کردوں گا اور تیری درخواستوں کو رد نہیں کروں گا۔

کیا یہ عجیب نہیں ہے کہ ظاہرا حسن بن صالح بنی عباس کی حکومت کے لیے ایک خطرناک عنصر تھے اور بنی عباس کی حکومت کے لیے خطرناک عنصر ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے اس لیے کہ وہ حکومت آج تک دنیا کی سب سے بڑی حکومت تسلیم کی جاتی ہے، اسلامی دنیا میں اس سے بڑی کوئی حکومت وجود میں نہیں آئی ہے۔ یہ کس کی بات ہے؟ اور اس نے کس قدر راہ خدا میں کوشش کی ہے کہ خدا نے تاریخ کے جبار ترین شخص کو اس سے ڈرا کے رکھا ہے؟ یہ وہ مسائل ہیں کہ جن کا تاریخ میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہم تاریخ کے اوراق کے پس منظر سے اس طرح مسائل کو تلاش کریں اس لیے کہ ان سطور کے پیچھے ہم ایک حقیقت کو درک کر سکتے ہیں اور ہمارے لیے انہیں حقائق کو درک کرنا بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس کے بعد مہدی عباسی نے صباح زعفرانی سے کہا: آپ کی کیا ضرورت ہے؟ میں تیرے گناہوں سے چشم پوشی کرتا ہوں اب تجھے کیا ضرورت ہے؟ مجھ کو کوئی بشارت دے۔ صباح زعفرانی نے کہا: میرے پاس کوئی بشارت نہیں ہے، صرف ایک تقاضا ہے جناب عیسی کے یتیم بچوں کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ مہدی رونے لگا اور حکم دیا کہ بنی عباس کی حکومت عیسی کے یتیم بچوں کی کفالت کرے گی۔ جناب عیسی کی اولاد خلیفہ بنی عباس امین عباسی کی حکومت تک دربار میں پلے بڑھے یہاں تک کہ پھر وہ بھی انقلابیوں میں تبدیل ہوگئے[1]۔

یہ تمام مسائل تاریخ جہاد سے ہیں، مرد مجاہد جیسے یحی، عیسی، حسین ذی الدمعہ وغیرہ نے اپنی اپنی حیثیت سے قیام کیا اور شمع رسالت کی اپنے خون و جان اور اشک سے حفاظت کی یہاں تک کہ ان کے آنسو بھی کسی مصلحت کے تحت ہوا کرتے تھے اور کسی ہدف کے تحت انجام پاتے تاکہ لوگوں کی ہدایت اور مذہبی افراد کی راہنمائی کی جاسکے۔ یہ اشک کمزوری کی دلیل نہیں تھے، اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ کسی بھی قیام میں شرکت نہیں کرتے جب کہ وہ انقلاب میں بھی شریک رہتے اور گریہ کناں بھی۔ اور اپنے رونے سے لوگوں کو قیام کے لیے آمادہ کرنے پر ترغیب دلاتے تھے۔ مذہبی افراد تاریخ میں روتے ہوئے کام

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۵۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرتے نظر آئے ہیں لیکن وہ عام اور عادی انسان کی طرح نہیں ہوتے بلکہ ان کا گریہ لوگوں کو آگاہ کرنے اور قیام پر ابھارنے کے لیے ہوتا تھا اور ان کا پیغام صرف حیات بخشنے کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔

زیدیوں نے کیا کیا؟

ہم اپنی بات کو دوہرا رہے ہیں، زیدیہ تاریخ میں مذہبی افراد کی تحریکوں کے لیے سپر اور ڈھال کی حیثیت سے رہے ہیں اور یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور عنقریب دوسرے انقلابات جیسے ابراہیم و محمد کا انقلاب کہ جو زیدیوں کے انقلابات ہی کی شاخ ہے گفتگو کریں گے۔ اور اسی دوران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے کردار پر کہ جو ایک حقیقی مسلمان کی حیثیت سے تاریخ میں نظر آتے ہیں روشنی ڈالیں گے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- جناب زید بن علی کی شہادت کے بعد ان کے تینوں بیٹوں یحی بن زید، عیسی بن زید اور حسین بن زید نے ان کی راہ کو دنیا کے مختلف علاقوں میں انقلابیوں کی مختلف روشوں سے ادامہ دیا۔
- یحی ابن زید نے خراسان میں مذہبی تحریک کی خراسان میں قیادت کی اور بنی امیہ کے مقابلے قیام کیا اور پہلے مرحلے میں کامیاب ہوگئے لیکن پھر دوسرے مرحلے میں شکست کھائی اور اسی راہ میں شہید کردیے گئے، لیکن جناب یحی ابن زید کا خون رنگ لایا اور چند سال کے بعد بنی امیہ کے خلاف بہت وسیع پیمانے پر بغاوت ہوئی کہ جو بنی امیہ کی حکومت کے سقوط کا سبب بنی۔
- حسین بن زید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی روش کو اختیار کیا،اور پوری عمر گریہ و دعا میں گذار دی لیکن اس دوران بہت سے انقلابی افراد کی تربیت کی کہ جن میں ان کے فرزند یحی اور ان کے پوتے یحی بن عمر بن حسین قابل ذکر ہیں۔
- عیسی بن زید نے اپنے والد کی شہادت کے بعد کوفہ میں مخفی زندگی بسر کی اور مخفیانہ طور پر انقلابی افراد کی تربیت کرتے رہے تاکہ حق محمد آل محمد کے مطالبہ کے لیے فرصت فراہم ہوسکے۔
- اس طرح انقلابی افراد نے یکے بعد دیگرے شمع رسالت کو اٹھائے رکھا اور اس کو خاموش ہونے نہیں دیا اسی روش سے ظلم وجور کی تاریکیوں میں نور ہدایت راہوں کو منور کرتا رہا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ اور بنی عباس کی حکومت کا قیام

بنی امیہ کی حکومت کا گرنا اور اس کے بعد بنی عباس کی حکومت کا آجانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

سیاسی نقطہ نظر سے بنی امیہ کی حکومت کے خاتمہ کی سب سے بڑی دلیل ان کی رہبری میں طغیان و فساد اور حکومت کے ارکان میں اختلاف ہے۔

اس حکومت کے خاتمہ کی دوسری علت، عوامی انقلاب ہے وہ خواہ مذہبی ہوں یا معتزلہ ، مرجئہ ہوں خواہ خوارج یا دوسرے افراد کہ جو بنی امیہ کی حکومت سے نالاں تھے۔ یہ علتیں ایک دوسرے کی مددگار ثابت ہوئیں اور اس نتیجہ میں بنی امیہ کی حکومت ساقط ہو گئی۔ ایک شخص نے بنی امیہ کی حکومت کے سقوط کے بعد ان میں سے کسی سے اس طرح سوال کیا؟

تمہاری حکومت کے سقوط کی وجہ کیا تھی؟

بنی امیہ کے فرد نے جواب دیا: ہم ضرورتوں کو غض نظر کرتے ہوئے دنیوی لذتوں میں پڑ گئے تھے اور اپنی رعیت پر ظلم کرتے تھے لہٰذا لوگ ہمارے انصاف سے ناامید ہوگئے اور ارادہ کر بیٹھے کہ ہمارے شر سے چھٹکارا پائیں ، ان لوگوں کے حق میں بھی ظلم اور بے عدالتی ہوئی کہ جو ہم کو خراج دیتے تھے لہٰذا انہوں نے بھی ہم سے کنارہ کشی اختیار کرلی اس طرح ہماری آبادی خراب اور ہمارا خزانہ خالی ہوگیا ، دوسری طرف ہم نے اپنے وزراء پر اطمینان کیا لیکن انہوں نے اپنے منافع کو ہمارے منافع پر ترجیح دی اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

تمام مسائل میں ہمارے بغیر خرد برد کی اور اس کی کیفیت کو ہم سے مخفی رکھا، ہمارے لشکر و سپاہیوں کے حقوق تاخیر سے ادا کیے گئے لہٰذا وہ بھی ہماری اطاعت سے سرپیچی کر بیٹھے اور جس وقت ہمارے دشمنوں نے ان کو اپنی طرف دعوت دی وہ ان سے مل بیٹھے اور ہم سے جنگ پر اتر آئے، ہمارے دشمن ہم سے برسرپیکار تھے لیکن ہم یار و مددگار نہ رکھنے کی صورت میں ان کے مقابلے ناتواں ہو گئے[1]۔

اس شخص کا جواب ہماری زبان میں اس طرح بیان کیا جائے گا:

ہم نے افراد کو ان کے مناسب مقام میں نہیں رکھا، اور ہم نے باغبانوں اور کسانوں پر سختی کی، انہوں نے بھی اپنے باغ چھوڑ دیے اور شہر کی طرف آگئے لہٰذا باغ و کھیتیاں ویران ہو گئیں اور لوگ حکومت کی سیاست سے تنگ آگئے۔ سپہ سالاروں کے بے حد اسراف کی وجہ سے سپاہیوں کے حقوق میں کمی آئی لہٰذا ان کی صفوں میں ناراضگی بڑھنے لگی کہ جو اختلاف کا سبب بنی، اس لیے کہ جب سے معاویہ کے ہاتھوں یہ لشکر تیار ہوا تھا ہمیشہ معاویہ کی حمایت کرتا تھا کہ جس کی دلیل صرف حقوق کی فراوانی اور انعامات و جوائز کی بھرمار کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔

فوج، عطاء و بخشش سے وابستہ ہوتی ہے

معاویہ نے اپنے خط میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو تحریر کیا:

''اما بعد، اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ جنگ اس قدر طولانی ہو جائے گی اور ہمارے ختم ہونے کا سبب ہو گی تو کبھی بھی ہم ایک دوسرے سے جنگ نہ کرتے، اگر اب تک خطا کی ہے تو گذشتہ کی تحقیق اور آئندہ کی اصلاح کریں، میں آپ سے شام کی حکومت کو اس شرط پر چاہتا تھا کہ آپ کی اطاعت مجھ پر لازم نہ رہے''[2]۔

رہے''[2]۔

بنی امیہ کی حکومت کی بنیاد رکھنے والے کا مقصد شامی لذتیں اٹھانا اور مسلمانوں کے اموال کو غارت کرتا تھا۔

۱۔ مروج الذھب، ج۳، ص ۲۲۸۔

۲۔ مروج الذھب، ج۳، ص ۱۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک روز عمرو بن عاص جب بوڑھا ہوگیا اور اس کا بدن کمزور ہوگیا تو اپنے غلام وردان کے ساتھ معاویہ کے پاس آیا اور اپنی بات کا اس وقت آغاز کیا کہ جب معاویہ کے پاس سوائے وردان کے کوئی اور نہ تھا۔ عمرو نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی لذتوں کے لیے اور کیا چیز باقی رہ گئی ہے؟ معاویہ نے جواب دیا: عورتوں کی تو اب مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے، لباس، اس قدر نرم و گرم پہنا ہے کہ گویا وہ میرے بدن کی کھال میں تبدیل ہوگئے ہیں اور مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے کون سا نرم و لطیف ہے۔اور غذا میں نے اس قدر لذیذ و لطیف کھائی ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ کون سی غذا الذیز تر اور لطیف تر ہے۔اور عطر اس قدر استشمام کیے کہ اب میں تشخیص نہیں دے سکتا کہ کس میں خوشبو زیادہ ہے اور اب میری نظر میں گرمیوں میں سرد شراب سے بہتر کوئی چیز بھی نہیں ہے اور میں اپنے بیٹوں اور پوتوں کے دیکھنے سے زیادہ کسی چیز سے بھی لذت نہیں اٹھاتا ہوں۔ معاویہ نے کہا تو کس چیز سے لطف اندوز ہوتا ہے اور کون سی چیز کو لذیذ سمجھتا ہے اے عمرو؟ عمرو نے جواب دیا: میرا دل چاہتا ہے کہ درخت لگاؤں اور اس کے پھلوں کو چنوں۔ اس وقت معاویہ نے وردان کی طرف رخ کرکے کہا: اے وردان تجھے کس چیز میں لذت آتی ہے؟ وردان نے جواب دیا: گران قیمت و بیش بہا زمین کہ جس کو بغیر کسی عوض و بدلے کے فاضل وارجمند اولاد کے لیے میراث میں چھوڑ جاؤں یہاں تک خداوند عالم سے ملاقات کروں اور وہ زمین میری اولاد میں یکے بعد دیگرے میراث میں چلتی رہے۔ معاویہ نے عمرو سے مخاطب ہو کر کہا: اس روز کا باقی حصہ نابود ہو جائے یہ غلام مجھ پر اور تجھ پر غلبہ پا گیا[۱]۔

بنی امیہ کے شرکاء و ساتھی مزدور لوگ تھے

معاویہ اور عمرو بن عاص کی دوستی اور شراکت اس طرح شروع ہوئی کہ عمرو بن عاص شام میں وارد ہوا اور معاویہ کو دھمکانے کے لیے اس طرح تحریر کیا: اگر تو اپنے تمام اموال و مقام سے محروم ہوگیا تو کیا کرے گا؟ پس جتنی بھی طاقت ہے اس سے استفادہ کر۔ معاویہ نے اپنا نمائندہ اس کے پاس بھیجا کہ عمرو کو معاویہ کے پاس لاؤ، معاویہ نے عمرو سے کہا: میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ عمرو نے کہا: نہ خدا کی قسم میں اپنے

---

۱ - مروج الذھب، ج ۳، ص ۲۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

دین کو تیرے ہاتھوں فروخت نہیں کر سکتا مگر صرف اس صورت میں کہ تیری دنیا سے بہرہ مند ہو جاؤں۔ معاویہ نے کہا: میں مصر کی حکومت تجھے دیدوں گا۔ اس طرح عمرو بن عاص نے اس کو مثبت جواب دیا معاویہ نے بھی تحریری شکل میں اس کو یہ مقام دیدیا[۱]۔

معاویہ نے جنگ صفین میں دیکھا کہ شام کے لوگ گروہ گروہ قتل ہو رہے ہیں اس نے نعمان بن جبلة التنوخی کو طلب کیا، وہ تنوخ و بہراء میں اپنی قوم کا پرچم دار تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں تیری قوم کی سرپرستی ایسے شخص کے حوالے کروں کہ جو تجھ سے شجاع تر اور دیندار تر ہے۔ نعمان نے اس کے جواب میں کہا: اگر ہم اپنی قوم کو ایک فوج کی شکل میں تبدیل کر دیں تو بھی صرف مختصر سا مقابلہ و مقاومت کر سکتے ہیں چہ جائیکہ ان ننگی تلواروں کے مقابلے اور ہوشیار لوگوں کے سامنے ٹھہرنا، خدا کی قسم میں نے اپنے آپ پر تجھ کو ترجیح دی اور تیری حکومت کو اپنے دین پر انتخاب کیا، اپنی ہدایت کو تیری ہوا وہوس کے بدلے میں اس حال میں ترک کر دیا کہ میں جانتا تھا کہ راہ حق سے دوری کر رہا ہوں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور تیری حکومت کی وجہ سے حضرت رسول خدا ﷺ کے چچازاد بھائی اور اس شخص سے کہ جو سب سے پہلے ایمان لایا اور ہجرت کی، جنگ میں مشغول ہو گیا اور حقیقت میں حق و رشد و ہدایت سے دور ہو گیا اور ہم نے جتنی خدمت تیری کی ہے اگر علی علیہ السلام کی کرتے کہ وہ اپنی رعیت سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور بہترین بدلا و جزاء دیتے ہیں، لیکن ہم نے اپنی تمام طاقت کو تیرے اہداف ومقاصد کو حاصل کرنے میں خرچ کر دیا اور اب جو ہماری ذمہ داری ہے اس کو پورا کریں گے چاہے اس ذمہ داری کا نتیجہ ہدایت ہو یا گمراہی، اگرچہ بہت بعید ہے کہ یہ راہ، رشد و ہدایت کی راہ ہو۔ اب ہم جب کہ بہشتی میوہ و نہروں سے محروم ہو ہی گئے ہیں تو ''غوطا''[۲] کے باغات کے انجیر و زیتون سے استفادہ کریں۔ نعمان اس گفتگو کے بعد اپنی قوم کی طرف واپس ہو گیا اور جنگ کے آخر تک لڑتا رہا[۳]۔

جنگ کا مقصد اپنے منافع سے دفاع اور غنیمت کو حاصل کرنا تھا

۱۔ مروج الذھب، ج۲، ص ۳۵۴۔

۲۔ غوطا، دمشق میں سرسبز باغوں کا مجموعہ ہے کہ جو بردی نامی نہر سے سیراب ہوتا ہے پہلے زمانے میں قبیلہ غسان وہاں رہا کرتے تھے وہاں کی خوبانی مشہور ہیں۔

۳۔ مروج الذھب، ج۲، ص ۳۸۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نعمان نے اپنی گفتگو میں صاف صاف کہہ دیا کہ اس کی جنگ کا مقصد غوطا کے انجیر و زیتوں کو حاصل کرنا تھا۔کیا معقول ہے کہ ولید جیسا انسان کہ جو قرآن کریم پر تیر برساتا ہوا ان اشعار کو پڑھ رہا ہو:

اتوعد کل جبار عنید فھا انا ذاک جبار عنید

اذاما جئت ربک یوم حشر فقل یا رب مزقنی ولید[1]

کیا تو جبار عنید کو ڈراتا دھمکاتا ہے میں وہی جبار عنید ہوں جب روز قیامت اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو تو کہدینا اے میرے پروردگار مجھ کو ولید نے پھاڑ پھینکا تھا۔

یا یہ کہنا:

فقل للہ یمنعنی طعامی وقل للہ یمنعنی شرابی[2]

اپنے خدا سے کہدینا: اگر وہ کر سکتا ہے تو مجھ کو کھانا کھانے سے روک لے،اور اپنے خدا سے کہہ کہ اگر اس کے بس کی بات ہے تو مجھے موج و مستی سے روک لے۔

یا یزید بن معاویہ جیسے شخص کہ جو دوسرے بنی امیہ کے خلفاء کی طرح بندروں سے کھیلتا ہو اور موج و مستی میں روز و شب گذارتا ہو اور عورتوں و ناچ گانے والیوں کے ساتھ مشغول رہتا ہو[3]،ان لوگوں کا ہدف راہ خدا میں جہاد کے ساتھ اسلام کی ترقی ہے؟اگر ہم ان باتوں کی تائید کریں تو گویا ہم نے مضحکہ خیز باتوں کو تسلیم کرلیا ہے۔

ان خلفاء کا اول و آخری مقصد ناچنے گانے والی کنیزوں اور غنیمت و اموال کو حاصل کرنا تھا۔ان لوگوں کی جنگوں میں فتوحات کا مقصد بھی یہی تھا کہ جتنا زیادہ ہوسکے مال و دولت جمع کرسکیں۔اور وہ مال سپہ سالاروں کو دیا جاتا تا کہ وہ ان کی حکومت کے محافظ رہیں وگرنہ یہ مال و دولت کیسے حاصل ہوتا اور وہ مال و دولت کہ جو عیاشی اور موج و مستی میں خرچ ہوتا وہ کہاں سے آتا؟

۱۔ الکامل فی التاریخ،ج۵،ص۲۹۰۔

۲۔شذرات الذھب،ج۲،ص۱۱۱۔ مروج الذھب،ج۳،۲۱۶۔

۳۔ دیکھیں: تاریخ الخلفاء،ص۱۶۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس بحث کے نتیجہ کو اس طرح خلاصہ کیا جاسکتا ہے کہ جس وقت فوج کے حقوق کم ہوتے تو حکومت کے خلاف بغاوت شروع ہوجاتی تھی چونکہ جنگیں اور فوج کے سپہ سالاروں کا یکے بعد دیگرے قتل ہونا اس بغاوت کا دوسرا نتیجہ ہوا کرتا تھا۔

بنی امیہ کی حکومت کو اپنی فوج پر اعتماد تھا، لیکن جب فوج کے حقوق و تنخواہیں کم ہوجاتیں اور لوگوں کی نارضایتی و غصہ زیادہ ہوتا، اس فوج کی وفاداری بھی کم ہوتی نظر آنے لگتی اور فوج کی حکومت سے طرفداری میں کمی، حکام کے سرنگونی کا سبب بنتی تھی۔

بنی عباس بنی امیہ کی حکومت کے جانشین

بنی عباس کی حکومت کیسے برپا ہوئی؟

اجتماعی لحاظ سے بنی عباس کی حکومت کے برپا ہونے کی تفسیر اس طرح بیان کی جاسکتی ہے: یہ لوگ امت اسلامی میں ایک درمیانی حیثیت کے افراد سمجھے جاتے تھے اس طرح کہ ان کی حیثیت امت اسلامی میں اسلامی صحیح اصول کہ جس کی ذمہ داری مذہبی افراد پر تھی اور منحرف اصول کہ جو بنی امیہ کے ایجاد کردہ تھے ان کے درمیان کی تھی۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اسلامی امت تین گروہوں میں تقسیم ہوگئی:

پہلا گروہ: حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے طرفدار[1] یعنی وہ ثابت مذہبی افراد کہ جو راہ خدا میں کسی کی بھی سرزنش کی پرواہ نہیں کرتے۔

دوسرا گروہ: جاہل و سخت مزاج لوگوں کا تھا کہ جس کی سرپرستی بنی امیہ میں سے، ابوسفیان[2] و مغیرۃ بن شعبہ[1] و حکم بن العاص وغیرہ کے ہاتھ میں تھی۔

---

۱ - رسول خدا نے ان کے حق میں فرمایا: یا علی انت و شیعتک علی الحوض تسقون من احببتم و تمنعون من کرھتم و انتم الآمنون یوم الفزع الاکبر فی ظل العرش یفزع الناس ولا تفزعون، و یحزن الناس ولا تحزنون۔۔۔" بحار الانوار، ج۸، ص۲۸۔

۲ - ابوسفیان سخر بن حرب بن امیہ، اس کی ولادت عام الفیل سے دس سال پہلے ہوئی، وہ رسول خدا کی دشمنی پر کمربستہ تھا اس نے آنحضرت سے جنگوں کے لیے لشکر اکھٹے کیے اور چڑھائی کی۔ جب کبھی بھی قریش میں کوئی فتنہ کھڑا ہوا اس میں سب آگے ہوتا تھا، اس

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسرا گروہ: درمیانی حیثیت کا تھا کہ جو ابوعبیدہ بن جراح اور بہت سے مسلمان کہ جن میں سے بنی عباس وغیرہ شامل تھے کی سرپرستی میں تھا۔ بنی عباس وہ افراد تھے کہ جنھوں نے آخر میں اس گروہ کا کردار ادا کیا ہے۔

اصلی گروہ وہی ثابت افراد پر مشتمل تھا کہ جو اسلامی تفکر کو اپنا ہدف بنائے ہوئے تھا، یہ گروہ اسلامی اصول کی بہت عمیق ذمہ داریوں کے ساتھ حفاظت کرتا تھا۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے خطبہ میں اس مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے: خدا کی قسم ان لوگوں نے ابو الحسن سے اس لیے انتقام لیا ہے کہ ان کی تلوار میں سختی اور وہ سزا و جزا دینے میں سخت اور راہ خدا میں شجاعت ترین فرد ہیں [۲]۔

حضرت علی علیہ السلام کی حق بجانب استقامت و پائداری کے تمام مواضع بیان کرنے، باطل کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح مضبوطی سے کھڑے ہو جانے کی توصیف پر زبان میں طاقت و توانائی نہیں ہے۔ ایک مسئلہ حتمی و قطعی ہے اور وہ حضرت کا آخری لمحہ تک استقامت ہے، ایسی استقامت اور ایسے مقام پر کہ جہاں ہر انسان کے پاؤں لڑکھڑا جاتے ہیں اور بڑے بڑے پہلوان اس کو تحمل نہیں کر سکتے۔

بہر حال بنی عباس کا گروہ شرائط کی آمادگی کے پیش نظر حالات و اوضاع پر غالب آگیا، اس لیے کہ لوگوں کی اکثریت اس بات کو اہمیت نہیں دیتی تھی کہ کون حکومت کو حاصل کرے صرف اس مسئلہ پر سب متفق تھے کہ بنی امیہ کی حکومت ختم ہو جائے اور آل محمد علیہم السلام کے مقابل احساس گناہ نہ کر سکیں۔

بنی ہاشم اعم از بنی عباس و علوی اور فرزندان جعفر و عقیل سب نے اپنے آپ کو آل محمد علیہم السلام کی رضایت کے لیے آمادہ کرلیا تھا، رضائے آل محمد یعنی ایک ایسے فرد کی رہبری کہ جو مذہبی رہبری کی

نے فتح مکہ کے روز مجبوراً اسلام قبول کیا، اور پھر بھی منافقت کی زندگی بسر کی اور اسی منافقت سے مشہور رہا، اس کا قول مشہور ہے کہ اے بنی امیہ تم خلافت کو فٹبال کی گیند کی طرح کھیلو، ابوسفیان کے خدا کی قسم نہ کوئی حساب و کتاب ہے اور نہ کوئی عذاب، نہ جنت ہے نہ جہنم۔۔۔ "اس کے بارے میں رسول خدا کا فرمان ہے "اللعین ابن اللعین ، الطلیق ابن الطلیق "ملعون ابن ملعون، آزاد شدہ کے بیٹے آزاد شدہ، اس کا تیس ہجری کو انتقال ہوا اس وقت اس کی عمر بیاسی سال تھی۔ مراجع کریں: تتمۃ المنتہی، قمی، ج ۳، ص ۵۰۔

۱ - وہ اسلام لایا لیکن یقین و صحیح اعتقاد سے نہیں، تمام مسلموں کا اجماع ہے کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ ابن ابی الحدید معتزلی کا بیان ہے: ہمارے ہم مذہب افراد مغیرہ کے بارے میں خاموشی پر اتفاق نہیں ہے، بلکہ اکثر بغدادی علماء کا نظریہ ہے کہ وہ فاسق تھا، اور اس کے بارے میں وہی عقیدہ ہے کہ جو فاسق کے بارے میں ہوتا ہے۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۲۰، ص ۳۶۸۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۵۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

صلاحیت رکھتا ہو، اور یہ کلمہ بطور کلی تمام انقلابی گروہوں کو شامل تھا کہ جس کی وجہ سے تمام انقلابی افراد ایک دوسرے کے قریب آگئے۔

قیادت بنی عباس کی جانب منتقل ہوگئ

ان لوگوں کی دعوت کاملا مخفیانہ طور پر تھی اس سیاسی تحریک کی جڑیں لوگوں کے ضمیر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پھوٹنے لگی تھیں، اس لیے کہ مذہبی تفکرات کچھ خاص افراد سے زیادہ تجاوز نہیں کرتے تھے لیکن اب آہستہ آہستہ لوگوں کی اکثریت تک یہ تفکرات پہنچ چکے تھے اور وہ سب ان نظریات کی حمایت کرتے تھے یہ تحریک تمام اسلامی سرزمین تک پہنچ گئی اور اس کی رہبری جناب محمد حنفیہؒ کی اولاد میں سے ایک شخص (ابوہاشم عبداللہ) انجام دے رہے تھے کہ ظاہرا بنی امیہ کی حکومت اس کو درک کرچکی تھی اسی وجہ سے سلیمان بن عبدالملک نے ان کو شام آنے کی دعوت دی اور ظاہرا ان کا احترام کیا لیکن مخفیانہ طور پر ان کو زہر دیدیا، جس وقت وہ شام کو مدینہ کی غرض سے چھوڑ رہے تھے راستہ میں حمیمہ نامی علاقہ میں پہنچے اور وہاں ان پر زہر کے اثر نے غلبہ پیدا کیا وہ اس خوف سے کہ کہیں انتقال نہ کرجائیں اور ان کی دعوت ناقص و ناتمام نہ رہ جائے کسی راز دار کی تلاش میں نکلے لیکن کسی شخص کو بھی سوائے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پیدا نہ کرسکے کہ جس پر اطیمنان کیا جاسکے لہٰذا اپنی تحریک کے وظائف کو ان کے سپرد کردیا اور تحریک کے تمام رہبر کہ جو مراکش، مصر، خراسان، ری، کوفہ اور بصرہ وغیرہ میں تھے سب کا ان سے تعارف کرادیا اور دوسری معلومات مثلاکیسے اقدام کرنا ہے اور اس تحریک کی بڑی بڑی شخصیتوں کے حالات اور تمام طرفداروں کے متعلق بھی اس کو خبردار کردیا اور وہ خطوط بھی کہ جو ان کو موصول ہوئے تھے اس کے حوالے کردیے اور تحریک کے تمام راز اس کے سپرد کریے، طے یہ تھا کہ یہ بنی عباس کا فرد تمام حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس تحریک کو آگے بڑھائے کہ جو وہ علوی شخصیت اقدام کررہی تھی لیکن اس عباسی فرد نے خیانت کی اور اس تحریک کو بنی عباس کے حق میں تبدیل کردیا،

Presented By: https://jafrilibrary.com

انقلاب کا وقت آ پہنچا اور اب قیام کا وقت تھا تمام گروہ و احزاب قیام کے لیے آمادہ تھے لیکن ان حالات میں انقلاب علویوں سے بنی عباس تک منتقل ہو گیا[1]۔

یہاں یہ کہا جائے کہ یہ حکومت علویوں سے بنی عباس تک منتقل ہونے کی سب کچھ دلیل نہیں بلکہ اس مسئلہ کے عمدہ ترین دلیل یہ تھی کہ بنی عباس کا اصلی ہدف حکومت کو حاصل کرنا تھا، جب کہ علویوں کا مقصد حکومت کو حاصل کرنے کے نتیجہ میں اپنے اصلی اہداف کو عملی جامہ پہنانا تھا یعنی احکام الٰہی کا اجراء۔

بنی عباس، بنی امیہ کی حکومت کے سقوط کے منتظر تھے، تاکہ حکومت کو حاصل کر سکیں۔ یہ لوگ اس طرح دکھاوا کرتے تھے کہ احکام الٰہی کو جاری کریں گے اور رسالت الٰہی کے مظہر ہوں گے، وہ لوگ اپنے اہداف کے پیش نظر یعنی اوامر الٰہی کے اجرا کرنے کے بہانے لوگوں میں نفوذ کے معیار و ملاک کو مد نظر رکھتے تھے لہٰذا میدان کو اپنے مخالفین سے صاف کر دیا اور حکومت کو ہاتھ میں لے لیا۔

بہت زیادہ حقائق موجود ہیں کہ جو ثابت کر سکتے ہیں کہ بنی عباس آغاز ہی سے صحیح راستہ پر گامزن نہیں تھے، بطور مثال، ابو سلمہ بنی عباس کا ایک بہت بڑا مبلغ کہ جو ان کی حکومت کے بنیادی اصول و ضوابط کو تیار کر رہا تھا، بنی عباس کی تحریک کے آغاز میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط اس طرح تحریر کرتا ہے[2]:

اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آل محمد کی رضایت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور رضائے آل محمد آپ ہیں، ہم لوگوں کو آپ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور اب کامیابی نزدیک ہے ہم نے ابو مسلم اور دوسروں کو اس راہ پر گامزن کر دیا ہے۔

یہ نامہ محمد بن عبدالرحمٰن بن اسلم کے ذریعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تھا (اسلم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام تھا، نامہ بر محمد اس کا پوتا تھا اسی وجہ سے اس کو اس رسالت کے

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص ۱۲۴۔ المعارف، ابن قتیبہ، ص ۲۱۷۔ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۳۱۶۔

۲ - مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذھب، ج ۳، ص ۲۵۴، میں تحریر کیا ہے: ابو سلمہ خلال نے دو نامے تحریر کیے ایک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام دوسرا ابو محمد عبداللہ بن حسن کے نام، دونوں کو خلافت کے منصب کے لیے دعوت دی اور کہا کہ آپ کے لیے اہل خراسان سے بیعت لی جا رہی ہے۔ اور اپنے قاصد سے کہا: اس عہدے کے لیے جلدی کیجے تب وہ قاصد محمد بن عبدالرحمٰن مدینہ آیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے رات میں ملاقات کی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیے انتخاب کیا گیا تھا) اس کو حکم دیا گیا کہ اس خط کو حضرت کی خدمت میں لے جائے اور اگر حضرت نے اس خط کا جواب نہ دیا تو پھر اس خط کو عمر اشرف بن امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا۔

اس شخص نے اس خط کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے اس نامہ کو لیا اور اسی کے سامنے اس چراغ کی لو سے جلا دیا کہ جو آپ کے سامنے روشن تھا اور فرمایا: میں کہاں اور ابو سلمہ کہاں؟ ابو سلمہ دوسروں کا پیروکار ہے۔ نامہ کو لانے والا ابو سلمہ پر اطمینان کر چکا تھا اس نے اس منظر کو دیکھ کر تعجب کیا اور کہا: اے فرزند رسول خدا! اس خط کا جواب کیا ہوا؟ حضرت نے جواب دیا: جو کچھ تو نے دیکھا ہے وہ ابو سلمہ سے بتا دینا[1]۔

نامہ لانے والے نے تعجب کیا اور اپنے آپ سے اس طرح کہا: حضرت سے خلافت کی پیش نہاد کی جاتی ہے لیکن وہ قبول نہیں فرمارہے ہیں، ابو سلمہ کا بھیجا ہوا شخص عبداللہ بن حسن کی خدمت میں پہنچا لیکن انہوں نے بھی منفی جواب دیا، پھر وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے بھی قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد ابو محمد عبداللہ بن حسن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

اے ابو محمد ! ابو سلمہ کا بھیجا ہوا کہتا ہے کہ ابو سلمہ نے اس خط میں لکھا تھا کہ میں امر خلافت کو قبول کر لوں اور وہ مجھ کو قبول ہے اور ہمارے شیعہ خراسان میں اس کے پاس گئے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمد کب سے خراسان کے لوگ تمہارے شیعہ ہو گئے ہیں؟ کیا تم نے ابو مسلم کو خراسان بھیجا تھا؟ اور کیا تم نے حکم دیا ہے کہ وہ سیاہ لباس پہنیں؟ کیا تم ان کے عراق جانے کا سبب بنے ہو؟ یا تم نے ان کی راہنمائی کی ہے؟ کیا تم ان میں سے کسی ایک کو بھی جانتے ہو؟ اس گفتگو کے بعد عبداللہ بن حسن اور حضرت کے درمیان لفظی اختلاف ہوا اور بات اس قدر آگے بڑھی کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ کہا: لوگ میرے بیٹے محمد کو چاہتے ہیں اس لیے کہ وہی اس امت کا مہدی ہے، اس نے اپنی بات کے ادامہ میں کہا: خدا کی قسم حسد کے علاوہ کوئی چیز سبب نہیں ہے کہ آپ ہم کو اس کام سے روک رہے ہیں۔ اس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے کہا:

۱۔ الفخری، ص ۱۵۱۔ مروج الذهب، ج ۳، ص ۲۵۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خدا کی قسم اس کام کا مقصد تمہاری خیر خواہی کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے،ابو سلمہ نے تمہارے نامہ کے علاوہ میرے پاس بھی نامہ لکھا تھا لیکن اس کے بھیجے ہوئے شخص کو میرا جواب تمہارے جواب سے بر عکس ملا، میں نے اس سے پہلے کہ اس کے نامہ کو پڑھتا اس میں آگ لگا دی۔

اس گفتگو کے اختتام پر عبد اللہ غصہ کی حالت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت سے چلے گئے[۱]۔

بنی عباس ہر علوی شخص کے نام سے کہ جو تحریک میں آگے آگے ہوتے استفادہ کرتے تھے ، اس لیے کہ علوی، لوگوں کے دلوں میں جادو کی صورت میں جذب ہو جاتے تھے اور دوسری طرف بنی عباس اس تہمت سے بچنا چاہتے تھے کہ وہ علویوں سے ریاست و حکومت کو چرانا و چھیننا چاہتے ہیں۔

بنی عباس کے سامنے انقلابی سر گرمیوں کے مخفی ہونے سے ان کی حکومت کے آخر تک اہم ترین مسئلہ علویوں کا وجود تھا۔اس بات کی واضح ترین دلیل یہ ہے کہ تمام خلفاء بنی عباس اپنی حکومت کے دوران اس خوف میں زندگی بسر کرتے تھے کہ ان کے وزیر یا دوسرے لوگ علویوں کے حامی و طرفدار نہ ہو جائیں۔لیکن کوفہ کے لوگ بطور کلی علویوں کی طرف مائل تھے اور وہ علویوں اور بنی عباس کے درمیان واضح فرق سمجھتے تھے جب کہ خراسان کے لوگ اس اختلاف کی وضاحت کو نہیں سمجھ پائے تھے، وہ لوگ تمام علویوں اور بنی عباس کو ہاشمی مانتے تھے اور ان کے درمیان کسی فرق کے قائل نہیں تھے۔

ابو سلمہ خلال نے رضائے آل محمد کی جانب لوگوں کو دعوت دینے کا آغاز کیا، لوگوں کے درمیان اس طرح معروف ہو گیا کہ وہ خود علوی ہے اس لیے کہ اس نے لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ فلاں شخص کہ جو علوی ہے اس کو ان کا حاکم بنائے گا۔

ان حوادث میں اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ علویوں کی تحریک کہ جو تمام اسلامی سرزمین میں پھیل چکی تھی بنی عباس کی طرف منتقل ہونا صرف ایک اتفاقی امر نہیں تھا کہ جس کو حمیمہ کی سادہ داستان کا نتیجہ سمجھ لیا جائے بلکہ اس تغیر کی وجہ یہ تھی کہ بنی عباس کی روش ایک معتدل اور فرصت طلب تھی کہ جن کا عقیدہ تھا کہ ہدف ،وسیلہ کی توجیہ کرتا ہے یہ تحریک اس وقت تک انقلابی تھی جب تک واقعا اصلاح طلبی ان

۱۔ مروج الذھب، ج۳، ص ۲۵۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کا ہدف رہا، مثال کے طور پر منصور دیوانقی نے تین مرتبہ اپنی قسم کھا کر اس کو توڑا۔ پہلی مرتبہ اس وقت کہ جب ابن ہبیرہ کو امان دی[۱] اور دوسری مرتبہ اس وقت کہ جب اس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو امان دی[۲] اور تیسری مرتبہ اس وقت کہ جب ابو مسلم خراسانی کو امان دے کر اس عہد کو توڑ دیا[۳]، اس نے قسم کھا کر کہ اس کو کاملا امنیت میں رکھے گا پھر بہت ہوشیاری سے اس کو دھوکا دیدیا[۴]، ایسی صورت میں ایسی حکومت کے رئیس کے بارے میں کہ جس نے تین مرتبہ قسم کھا کر توڑ دی ہو عموی افکار کے متعلق کیا انتظار کیا جاسکتا ہے؟

بنی عباس نے اپنے اس طرز و شیوہ سے ابتداء میں مرجئہ اور خوارج کو اپنی طرف مائل کرلیا وہ ان کی تائید کرتے اور ان کو حق بجانب مانتے اور ان سے وعدہ کرتے کہ اپنی حکومت کو ان کے نام بر پا کریں گے، اس طرح خوارج بنی عباس کے ساتھ ہوگئے اس لیے کہ انہوں نے سنا تھا کہ بنی عباس بہت جلد حکومت کو حاصل کرلیں گے اور اپنی حکومت کو مسلمانوں کے درمیان شورا اور مشورت سے اجراء کریں گے اور گویا خود لوگ اپنے درمیان حکومت کریں۔

معتزلہ بھی بنی عباس سے مل گئے اس لیے کہ بنی عباس نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ واصل بن عطا[۵] کو حکومت میں منصب دیں گے[۶]۔

لیکن جب بنی عباس نے خلافت حاصل کرلی تو ابو مسلم خراسانی جیسے افراد کو ختم کرنے میں مشغول ہوگئے کہ جس نے ان تک حکومت پر پہنچنے میں مدد کی تھی اور بہت زیادہ ان کی خدمات انجام دی تھیں،

---

۱ - الکامل فی التاریخ، ج۵، ص ۸۲۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۲۲۱۔

۲ - الانباء، ص ۶۲۔ انساب الاشراف، ج ۴، ص ۱۸۳۔

۳ - البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۶۸۔

۴ - انہیں میں سے ایک عیسی بن موسی عباسی ہے کہ جس نے حکومت کے لیے بہت خدمات انجام دیں اس نے منصور کے بعد سفاح کو ولی عہدی بنایا لیکن سفاح نے اس کو دھوکا دیا اور حکومت مہدی عباسی کے حوالے کردی۔ اسی طرح یعقوب بن داوٗد، فضل بن سہل، جعفر برمکی، یحی حسینی وغیرہ ہیں کہ جنھوں نے بنی عباس کی حکومت کے لیے بہت خدمات انجام دیں لیکن بنی عباس کے خلفاء نے ان کے ساتھ دھوکا کیا۔

۵ - واصل بن عطاء ابوخذیفہ (۸۰-۱۳۱ھ) فرقہ معتزلہ کا بانی، حسن بصری کا شاگرد۔

۶ - البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۷۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنی عباس نے ابو سلمہ کو بھی کہ جو انقلاب لانے میں ابو مسلم خراسانی کا طرفدار تھا قتل کرادیا اس لیے کہ ابو سلمہ ابو مسلم خراسانی کے نظریات کے تابع تھا اور بہت سے امور میں ابو مسلم خراسانی سے مشورے لیا کرتا تھا۔

اس زمانے میں خراسان کوفہ کے تابع تھا، اسی وجہ سے کوفہ کا گورنر وہی شخص ہوتا کہ جس کے زیر نظر خراسان کا گورنر ہوتا تھا اسی وجہ سے ابو سلمہ کی سرگرمیوں کا مرکز کہ جو اس تحریک کا تام الاختیار نمائندہ تھا کوفہ میں تھا[۱]۔

بنی عباس نے ابو سلمہ خلال اور اس کے بعد ابو مسلم خراسانی کو قتل کرادیا، ابو مسلم خراسانی ان کے لشکر کا ایسا سپہ سالار تھا کہ جس نے ان تک حکومت پہنچنے میں بہت مدد کی ہے، اور اس کی لوگوں کے درمیان بہت شہرت وعزت تھی، اس طرح بنی عباس اپنے اس طرح کے سپہ سالاروں کے کسی بھی اتحاد وغدر کے بچنے کے لیے ایک کے بعد دوسرے کو قتل کراتے رہتے تھے، جیسا کہ منصور نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو قتل کرادیا کہ جس نے بنی امیہ سے حکومت چھیننے میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا اور اسی راہ میں قتل کردیا گیا[۲]۔ ان کی روش برامکہ خاندان کے ساتھ بھی یہی تھی، جیسا کہ ہارون الرشید نے جعفر بن یحی برمکی کو قتل کرادیا اور اس طرح تمام برامکی خاندان کو جڑ سے ختم کردیا۔

بنی عباس کی کامیابی کے اسباب

بنی عباس صرف اس وقت لوگوں کی حفاظت کرتے کہ جب تک ان کی ضرورت ہوتی لیکن جیسے ہی ان کی ضرورت ختم ہو جاتی ان کو اپنے راستے سے ہٹا دیتے، یہاں پر کچھ اسباب نظر آتے ہیں کہ جو مستقیما ان کی کامیابی میں دخیل ہیں۔

پہلا سبب: اس تحریک کی جنگ کی ابتداء سے جب تک یہ تحریک کامیاب ہوئی اور حکومت پر قابض ہوئی، ہم کو فکر نہیں کرنی چاہیے کہ بنی عباس کی تحریک ایک روز میں کامیاب نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ ۳۰

---

۱ - البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۵۴۔ انساب الاشراف، ج۴، ص۱۵۵۔

۲- البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۴۳۔ انساب الاشراف، ج۹، ص۳۱۵۔ تاریخ ابن خلدون، ج۳، ص۱۶۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے ۵۰ سال تک کے عرصہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جو آخر کار ان کے قابض ہونے اور حکومت کو ہاتھ میں لینے کا سبب بنا، دوسرے یہ کہ بنی عباس کی بعض شخصیتیں بنی امیہ کے زمانے میں قتل ہو گئیں اس طرح کہ لوگوں نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی اور جب انہوں نے اپنی دعوت کو علنی کیا تو بنی امیہ کے نمائندوں نے ان کو قتل کرادیا۔

دوسرا سبب: ان کی کامیابی کا یہ ہے کہ انہوں نے خراسان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا اس لیے کہ یہ علاقہ کچھ خصوصیتوں کا حامل تھا کہ جو ان کی جنگ اور مقابلے کی تقویت کا باعث تھا کہ جس کی وجہ وہ بنی امیہ کے خلاف ایک پختہ عزم وارادے کے ساتھ جنگ میں وارد ہوئے، مذکورہ ذیل امور کو خرسان کے خصوصیات میں شمار کیا جاسکتا ہے:

(الف) خراسان کا دار الخلافہ شام سے دور ہونا اس لیے کہ اس تحریک کا مرکز سے فاصلہ، سبب بنا کہ وہ لوگ اپنی سرگرمیوں کو بڑھاتے رہے اور ان کو تقویت دیتے رہے۔

(ب) غیر عرب شخصیتیں کہ جو بنی امیہ سے ان کے عربی تعصب کی وجہ سے مخالفت کرتی تھیں اس لیے کہ خراسان میں زیادہ تر موالی لوگ زندگی بسر کرتے تھے۔

(ج) خراسان میں بہت زیادہ شہر آباد تھے ایسے شہر کہ جن میں بہت زیادہ مذہبی اور انقلابی افراد رہتے تھے کہ جن کی کثرت سے انہوں نے فوج کو بنانے میں خوب استفادہ کیا۔

(د) اہل خراسان کی طبیعت سالم و پاک تھی اس طرح کہ خراسان کے لوگ خاندان بنی ہاشم سے مخلصانہ محبت کرتے تھے، لہٰذا خراسان کا انتخاب مناسب تھا اس طرح اہل خراسان نے پہلے اپنے اندر انقلاب لا کر عراق پر حملہ کیا اور پھر شام پر حملہ آور ہوئے اور پھر مروان حمار سے جنگ میں مشغول ہوگئے اور اس کو قتل کر دیا[1]۔

مروان بنی امیہ کے خلفاء میں سے ہوشیار اور چالاک ترین خلیفہ تھا وہ اپنے دشمنوں سے مسلسل جنگ میں قدرت تحمل کی وجہ سے حمار (گدھے) کے نام سے مشہور ہوگیا[2]، لیکن پھر بھی انقلاب کا طوفان اس قدر تیز اور قدرت کے ساتھ تھا کہ وہ مقابلہ نہ کرسکا اور قتل کر دیا گیا۔

---

۱ - البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۴۶۔ تاریخ الرسل والملوک، ج۷، ص۳۳۲۔

۲ - الفخری، ص۱۳۵۔ تاریخ الخلفاء، ص۲۰۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مروان نے اپنی حکومت کے دوران کہ جو پانچ سال و چند مہینے پر مشتمل تھی کسی بھی وقت میدان جنگ کو ترک نہیں کیا، یہ مسئلہ ہمارے لیے اس زمانے کی سیاسی و اجتماعی حالت کی نقشہ کشی کرتا ہے۔ اس کی مسلسل جنگ کی خبریں تمام اسلامی شہروں میں گونج رہی تھیں۔ اگر مروان حمار بن محمد بنی امیہ کا پہلا خلیفہ ہوتا تو اس کے بارے میں بھی معاویہ کی طرح تاریخ لکھی جاتی لیکن اس وقت بنی امیہ کی حکومت دم توڑ رہی تھی اور اس کی بقاء ممکن نظر نہیں آ رہی تھی اور کوئی چیز بھی اس کو سقوط سے نہیں بچا سکتی تھی بلکہ صرف وہی اس کے سقوط کا وقت تھا۔

حقیقت میں بنی امیہ کی حکومت ہشام بن عبدالملک کے زمانے سے سقوط کے مراحل میں وارد ہو چکی تھی اور اپنا کام تمام کر چکی تھی، اس لیے کہ اس کے بعد چار خلیفہ مسند خلافت پر بیٹھے کہ جن میں سے پہلا ایک سال اور کچھ مہینے حکومت کر سکا[۱] اور دوسرے نے صرف پانچ مہینے حکومت کی[۲] تیسرے نے دو مہینے[۳] اور چوتھے نے اپنی ساری حکومت کا وقت جنگ میں گذار دیا اور اصلا حکومت کرنے کا موقع نہ ملا لوگوں پر حکومتی رعب و دبدبہ ختم ہو چکا تھا بلکہ خلفاء اپنی خلافت کے دوران صرف لہو و لعب میں مشغول رہتے تھے[۴]، بہت سے بنی امیہ کے خلفاء جب مسند خلافت پر بیٹھتے تو دور دراز کے شہر والوں کو کوئی خبر بھی نہیں ہوتی تھی کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی امیہ کی حکومت ہشام کے بعد سے ختم ہو چکی تھی،

---

۱ - ولید بن یزید بن عبدالملک، اس کی بیعت ہشام کے قتل کے بعد ۱۲۵ ہجری کے جمادی الاولی میں ہوئی، اور اس کی حکومت ایک سال دو دو مہینے بیس دن رہی۔ الانباء، ص ۵۱۔ انساب الاشراف، ج ۹، ص ۱۲۷۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۵۔

۲ - یزید بن الولید بن عبدالملک، ولید کے قتل کے بعد اس کی بیعت ہوئی یہ جمادی الثانی کے مہینے کا آخری شب جمعہ تھی، ایک قول ہے: کہ اس کی موت طاعون کے آنے کی وجہ سے ہوئی۔ اس کی موت کی تاریخ میں اختلاف ہے، لیکن مشہور یہ ہے کہ اس کی موت ذی قعدہ کے مہینے میں ہوئی ہے۔ لہٰذا بناء بر مشہور کی اس کی حکومت چھ مہینے رہی ہے۔ اور ایک قوم یہ ہے کہ پانچ مہینے اور کچھ دن۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۱۷۔ تاریخ خلیفہ، ص ۲۴۰۔ الانساب، سمعانی، ج ۱۳، ص ۱۷۔

۳ - ابراہیم بن ولید بن عبدالملک، یہ یزید کے بعد خلیفہ بنا، اس کی حکومت دو مہینے گیارہ دن رہی، اس کو مروان نے حکومت سے اتار دیا۔ اور خود نے حکومت پر قبضہ کر لیا، پھر ابراہیم مخفی ہو گیا اور جب مروان نے اس کو امان دی تب ظاہر ہوا اور پھر وہ بھی بنی عباس کے ہاتھوں تمام بنی امیہ کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ نہر زاب میں غرق ہو گیا اس وقت ۱۲۶ ہجری تھی۔ مروج الذھب، ج ۴، ص ۲۹۴۔ الانباء، ص ۵۲۔ الفتوح، ج ۸، ص ۳۰۶۔ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۴۹۹۔

۴ - تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۱، ص ۸۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہشام کی حکومت کے کارنامے کہ جو انیس سال اور کچھ مہینے پر مشتمل تھے (۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ)[۱] اس موقعیت کو کو پہلے سے بھی زیادہ واضح کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ہمیشہ دوسرے اسلامی گروہ کے افراد کو مسلسل قتل کرانے میں مشغول تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں انقلابات

یہاں پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق جو بنی امیہ کی حکومت کے آخری اور بنی عباس کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں زندگی بسر کر رہے تھے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کیا کیا؟

آپ نے اسلامی امت کو کیا چیز پیش کی؟

میں نے ایک اسلامی مورخ و محقق سے سوال کیا: آئمہ طاہرین علیہم السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد کیا کیا؟ اس نے صریح جواب دیا: تمام آئمہ علیہم السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد سیاسی تمایلات نہیں رکھتے تھے اور ان میں سے کسی نے بھی سیاست میں مداخلت نہیں فرمائی، لیکن تاریخ پر غور وفکر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے لیکر حضرت حجت علیہ السلام تک تمام امور میں حتی سیاسی مسائل میں بھی مداخلت رکھتے تھے، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی افراد کی تحریک ایک جنگ و مقابلے کی تحریک تھی کہ جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے تک چلی اور بہت سے اسلامی شہروں پر اپنا تسلط بھی قائم کیا اور اسی طرح دوسرے آئمہ طاہرین کی زندگی میں بھی بہت زیادہ قدرت و توانائی کی تحریکیں رہیں۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد سے اسلامی سرزمین کے مختلف حصوں پر باطنی حکومت فرماتے رہے آپ نے ہر علاقہ میں اپنے نمائندے مقرر فرما رکھے تھے کہ جن کے

---

۱ - ہشام کی بیعت اس کے بھائی یزید کی موت کے بعد ۱۰۵ ہجری کے ماہ شعبان کے آخری شب جمعہ انجام پائی، اور اس کی موت ۱۲۵ ہجری ہجری کے ربیع الثانی کے آخر میں واقع ہوئی، اس کی حکومت پانچ مہینے کم بیس سال رہی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کی موت ۱۲۵ ہجری کے ربیع الاول کی تئیس تاریخ بدھ کی رات میں واقع ہوئی۔ اور اس کی خلافت انیس سال سات مہینے اکیس دن رہی۔ الانساب الاشراف، ج۸، ص۳۶۹۔ البدایہ والنہایہ، ج۹، ص۲۳۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ذریعہ سے عمل انجام دیتے تھے، وہ نمائندے کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام کی جانب سے مقرر تھے، مثلا اہواز کے گورنر[۱] کو حضرت کا نمائندہ فرض کیا جاسکتا ہے، وہ جس طرح بھی ہوا اپنے مذہب شیعہ کو مخفی رکھے رکھے رہا اور لوگوں کو جس طرح بھی ہوتا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف دعوت دیتا رہتا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرتا کہ جو امر حضرت کسی خط کی صورت میں اس کو ارسال فرماتے تو اس پر مکمل طریقے سے عمل پیرا ہوتا۔ جیسے کہ حضرت امام علی علیہ السلام مصر کے گورنر جناب مالک اشتر کو خطوط تحریر فرماتے تھے[۲] اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بنی عباس کے گورنر کے ساتھ کہ جو اہواز کا حاکم تھا انجام دیتے تھے، اگر چہ اس مسئلہ کو قبول کرنا دشوار ہے لیکن بنی عباس تنہا اپنی حکومت کو چلانے پر قادر نہیں تھے اس زمانے میں مذہبی و تحریک والے افراد بطور طبیعی حکومت کے امور میں مداخلت کرتے تھے، مثلا ربیع[۳] اپنے زمانے میں منصور کے وزیر یا اس دور کی اصطلاح میں حاجب تھے آئمہ طاہرین علیہم السلام کے شیعہ تھے۔ ایک روز منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو احضار کیا حضرت نے ربیع سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے ربیع! میں تمہاری اہل بیت سے محبت سے واقف ہوں، پس مجھے دو رکعت نماز پڑھنے اور دعا کرنے دو۔ ربیع نے کہا: آپ جو چاہیں انجام دیں۔ ربیع اس کے بعد رونے لگے اور حضرت نے بھی دو رکعت نماز انجام دی، اور پھر منصور کے پاس تشریف لائے، منصور نے تلوار کو اپنے لباس میں مخفی کر رکھا تھا جس وقت بھی اس کی گفتگو حضرت سے تیزی پکڑتی وہ فورا اپنا ہاتھ تلوار کے دستہ پر رکھتا، اس وقت ربیع نے اپنے آپ سے اس طرح کہا: اگر منصور مجھ کو حکم دے تو میں اس کے حکم سے انکار کر دوں گا چون کہ مجھے

---

۱ - عبداللہ نجاشی، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب اور متقی و پرہیزگار شیعہ تھے۔ شہید ثانی نے اپنی کتاب رسالہ غیبت میں ان کے امام علیہ السلام سے سوال و جواب نقل کیے ہیں۔ اور انہی سے وسائل الشیعہ، ج ۱۷، ص ۲۰۷۔ اور بحارالانوار، ج ۷۲، ص ۳۶۰۔ میں روایات نقل ہوئی ہیں۔

۲ - نہج البلاغہ، خط نمبر ۵۳، حضرت کا خط مالک اشتر کے نام، جب ان کو مصر کا گورنر بنایا گیا، دیکھیں مؤلف کی تالیف: اس خط کی مکمل شرح بنام "الحکم الاسلامی ۔۔ فی مدرسۃ الامام علی علیہ السلام" اور مؤلف کی دوسری کتاب "فقہ الدستور واحکام الدولۃ الاسلامیہ"۔

۳ - ربیع؛ منصور کے وزیر، شیعہ تھے۔ شیخ طوسی نے اپنی رجالی کتاب میں ان کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور ان سے روایات نقل کی ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

احساس ہے کہ شاید منصور مجھ کو حضرت کے قتل کرنے کا حکم دے گا۔ اگر مجھ کو اس طرح کا حکم دیا تو میں خود منصور کو قتل کردوں گا اگرچہ اس کے بدلے میں، میں اور میرے بچے بھی قتل کردیے جائیں[۱]۔

اس طرح کے افراد یا شخصیتیں جیسے ابراہیم بن جبلہ دربار میں وزیر تھے اور یہ مسئلہ ثابت کرتا ہے کہ مذہبی افراد حکومت میں اپنے نفوذ سے مقام و منصب پر فائز ہو جاتے تھے لیکن اس زمانے میں حکومت کے امور مرتب نہیں تھے اور مذہبی افراد حکومت میں کافی تعداد میں نظر آتے تھے، مثلاً ایک خلیفہ کا بیٹا اہل بیت کا شیعہ تھا یا بنی امیہ کے خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک کا بیٹا یزید معتزلی مذہب تھا، اس نے اپنے باپ ہی کے خلاف بغاوت کی اور پانچ مہینے تک اسلامی سرزمین پر حکومت کی، اور فرقہ معتزلہ کی جانب سے حکومت میں مشغول رہا لیکن بنی امیہ نے پھر یزید بن ولید کے خلاف قیام کیا اور اس کو قتل کردیا، فرقہ معتزلہ کسی کو بھی بنی امیہ میں اس کے برابر باعظمت نہیں مانتے تھے وہ معتقد تھے کہ یزید بن ولید کا مقام بنی امیہ میں عمر بن عبدالعزیز سے بالاتر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی کے دوران مذہبی افراد اور آپ کے بعد آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگی میں حکومت میں وارد ہو کر یہ امکان رکھتے تھے کہ اسلامی ممالک پر حکومت کر سکیں۔

بنی اشعث، فضل بن یحیٰی، خالد، فضل بن سہل اور یعقوب بن داؤد اور ان کے بعد ابوسلمہ، ربیع اور اس کا بیٹا فضل بن ربیع اور فضل بن ربیع کے بعد علی بن یقطین اور اس کے فرزند اور سلیمان بن جعفر وغیرہ کو اس طرح کے افراد میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام لوگ تقریباً وزارت کے مقام و منصبوں پر فائز تھے۔ بہت سے مختلف شہروں کے گورنر بھی اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے تھے جیسے زیاد بن عبداللہ، کہ جو منصور کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے، اسی طرح لشکر کے بہت سے سپہ سالار بھی جیسے طاہر بن حسین خزاعی، مامون کی فوج کے سپہ سالار تھے اور انہوں نے بغداد کو مامون کے لیے فتح کیا اور امین کی فوج کو شکست دی اور اس کو قتل کیا وہ اہل بیت کے چاہنے والوں میں سے تھے۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام کے چاہنے والے حضرت حجت (عج) کے زمانے تک حکومت میں نظر آتے ہیں اور یہ مسئلہ ثابت کرتا ہے کہ آئمہ طاہرین بطور کامل حکومتی امور اور سیاست میں مداخلت رکھتے تھے۔

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱۹۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- بنی امیہ کی حکومت کے سقوط کا سبب ان کے قائدین و حاکموں میں فساد و طغیان کا پھیل جانا اور ان میں اختلاف تھا اور دوسری طرف ان کے مخالفین کا قیام خصوصا مذہبی افراد کی تحریک۔
- بنی امیہ کی حکومت فوج پر تکیہ کیے ہوئے تھی، لہٰذا جب کبھی بھی فوج پر حکومت کی عطاء و بخشش کم ہوتیں عوام کی ناراضگی و خطرات بڑھ جاتے تھے، فوج کا دباؤ رعب و دبدبہ کم ہو جاتا اور جب فوج کا اثر اور رعب کم ہوتا حکومت گر جاتی تھی۔
- بنی عباس نے موقعیت سے فائدہ اٹھایا اس لیے کہ عوام بنی امیہ کے ظلم وجور سے تنگ آ چکے تھے اور آل محمد علیہم السلام کی نسبت گناہ کا احساس کر رہے تھے لہٰذا انہوں نے الرضا من آل محمد کے نام سے تحریک میں حصہ لیا، اور یہ گمان کیا کہ وہ ایک مذہبی تحریک کا حصہ ہیں کہ جب کامیاب ہو جائیں گے حکومت حقدار تک پہنچ جائے گی۔
- بنی عباس علویوں کے نام سے سوء استفادہ کرتے تھے اپنی تحریک کو ان کے نام چلاتے انہیں کو سامنے رکھتے جب کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کہ جو اس وقت علویوں کے رئیس تھے بنی عباس سے قطع تعلق کیے ہوئے تھے۔
- بنی عباس ایک طولانی جد و جہد کے بعد کہ جو تقریبا ۳۰ سے ۵۰ سال تک درمیان تھی کامیاب ہوگئے، اور ان کی کامیابی کا اہم ترین سبب یہ تھا کہ انہوں نے خراسان کو اپنی قیام کا مرکز قرار دیا، چونکہ وہاں متعدد زاویوں سے بنی امیہ کے خلاف قیام کرنے کے امکان موجود تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسرا باب

بنی عباس کی حکومت کے دوران مذہبی تحریک پر

تحقیقی مقدمہ

- ❖ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک
- ❖ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کس طرح امت کی راہنمائی فرماتے تھے

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

پہلی صدی ہجری میں مذہب کے عمومی اصول وہی تھے کہ جو لوگوں کے درمیان معمولاً اجتماعی واقتصادی و سیاسی حالات میں اپنی ترقی کی راہ پر گامزنی کی صورت میں ہوتے ہیں،اس دوران اسلامی حکومت خود کو مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں پھیلانے اور وسعت دینے کی فکر میں تھی۔اسی زمانے میں ایک اصلاح طلب لوگوں کی مخالف تحریک بھی نظر آتی ہے، یہ تحریک وہی مذہبی تحریک ہے کہ جس کی بنیاد حضرت علی علیہ السلام نے رکھی اور آپ کے فرزند اس کی رہبری وہدایت فرماتے رہے ہیں۔

دوسری صدی ہجری میں تمام امت کی عملی کوشش اپنے داخلی امور کی اصلاح کی طرف گئی اور بیرونی فتوحات ختم ہوگئیں اور پھر کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

مومن و مذہبی عناصر نے یہ فکر کی کہ بہتر یہ ہے کہ اپنے داخلی امور کی اصلاح یعنی اس امت کی دینی راہ کی اصلاح پر توجہ کی جائے، اسی وجہ سے دوسری صدی میں بنی امیہ کی حکومت کے دوران بہت زیادہ فکری وسیاسی تحریکیں رشد وترقی کرتی نظر آتی ہیں، یہ تحریکیں اگرچہ مختلف جہات کی حامل تھیں لیکن پھر بھی سب ایک ہدف و مقصد میں مشترک تھیں اور وہ تھی امت کے داخلی امور کی اصلاح۔ان تحریکوں میں معتزلہ، مرجئہ، خوارج اور زیدیہ وغیرہ کو شمار کیا جاسکتا ہے لیکن اصلی تحریک یعنی مذہبی لوگوں کی تحریک تھی کہ جو ان تمام تحریکوں سے زیادہ امت کی اصلاح میں بار سنگین اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسری صدی ہجری میں اسلامی تحریکیں اسلامی امت کے سیاسی توازن میں ایک قسم کی تبدیلی لانے میں کامیاب ہو گئی تھیں کہ اس کامیابی کے نتیجہ میں زبان وادبیات و تعمیرات و آبادی اور دوسرے میدانوں میں بہت زیادہ ترقی حاصل ہوئی ،اس طرح اسلامی تہذیب و تمدن بہت مقدس ، بیش بہا اور علمی حیثیت میں تبدیل ہو گئی کہ جس میں زیادہ تر مادی امور اور زبان وادبیات کی اصلاح نظر آتی ہے۔

یہ تبدیلیاں اور مراحل صرف اسلامی تاریخ ہی میں متحقق نہیں ہوئی ہیں بلکہ تمام گذشتہ ملتوں اور تہذیب وتمدنوں میں بھی متحقق ہوتی ہیں۔

یہ تھی تاریخ اسلام پر ایک کلی اور سرسری نگاہ، لیکن اگر اس نظر سے بنی عباس کے زمانے کو دیکھیں تو یہ دور اگرچہ فقط تعمیرات و آبادی سے مربوط نظر آتا ہے لیکن اپنی وسیع سیاسی اصلاحات کی وجہ سے دوسرے زمانوں سے ممتاز ہے۔جب کہ بنی عباس اپنی خلافت کے ابتدائی زمانے میں اس طرح کی اصلاحات کے حامل نہیں تھے بلکہ اس اصلاح کو مذہبی تحریک کی اصلاح طلب روش کا نتیجہ سمجھنا چاہیے کہ جو اسلامی امت میں وجود میں آئی۔اس زمانے میں اسلامی امت تحریک آزادی کے مفہوم سے اچھی طرح واقف ہو چکی تھی ،اس لیے کہ سیاسی مفاہیم و تفکر کہ جو حکام وقت عموما مسلمانوں کے سر پر ڈال دیتے تھے وہ عملا پہلی صدی ہجری میں ختم ہو چکے تھے۔لہذا بہت سے لوگ اس آیت کی غلط تاویل سے دھوکا کھا چکے تھے (اطیعوا اللہ و اطیعو االرسول واولی امرمنکم)[۱] لیکن بعد میں اکثر مسلمان سمجھ گئے کہ جو شخص بھی مسند خلافت پر بیٹھے اس کو یہ حق نہیں ہے کہ جو چاہے انجام دے بلکہ تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ایسے ظالم و ستمگر حاکم کے مقابلے اٹھ کھڑے ہوں،اور مسلمانوں پر مصیبتوں کے وارد ہونے کی ایک وجہ یہ بھی رہی ہے کہ وہ ظالم و ستمگر حاکموں کے مقابلے خاموشی اختیار کر لیتے تھے اور پھر لوگ ان احزاب و تحریکوں میں شامل ہونے لگے کہ جو حکومت سے مقابلے کے لیے تیار تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ آزادی خواہ تحریکیں بنی امیہ کی حکومت کو ساقط کرنے میں متحد ہو گئیں ،وہ حکومت کہ جس کا ساقط کرنا مشکل نظر آرہا تھا۔جیساکہ پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ بنی امیہ کی حکومت کا دارومدار مزدور سپاہیوں ،اپنی قوم وقبیلہ اور جاہلیت کے افکار کہ جو مادی اور خاندانی نظام اور قوم پرستی (قحطانی پر عدنانی

---

۱ - سورہ نساء، آیت ۵۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

وشامی برتری) یا اور دوسرے جاہلی ومادی مفاہیم پر مبنی تھا، بنی امیہ کی طاقت ایک فرضی اور دکھاوے کی تھی لہٰذا تمام تحریکیں متحد ہوئیں اور ان کی حکومت کو سرنگوں کر دیا لیکن اس حکومت کے سقوط کے بعد آزادی خواہ تحریکیں خود آپس میں اختلاف کر بیٹھیں، مثلاً زیدیہ تحریک بنی امیہ کی حکومت کو ساقط کرنے میں بنی عباس کے ساتھ تھی لیکن جیسے ہی بنی عباس کا دوسرا خلیفہ منصور دوانقی مسند خلافت پر بیٹھا، محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن علیہ السلام نے اس کی مخالفت میں ایک تحریک چلائی اور اس کے خلاف قیام کیا یہ بنی عباس کی حکومت کے خلاف سب سے پہلی تحریک تھی۔

محمد ذی النفس الزکیہ کی تحریک[۱]

یہ تحریک کیوں اور کس طرح برپا ہوئی؟

اس سوال کے جواب سے پہلے، یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلامی امت اس زمانے میں آزادی خواہ تحریکوں کے لیے مناسب موقعیت رکھتی تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بہت زیادہ کوشش کی تاکہ کچھ یار ومددگار اور اصحاب پیدا کریں تاکہ وہ ان کی جنگ میں مدد کر سکیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد مختار وزید نے بہت زیادہ کوششیں کیں لیکن جس وقت عبداللہ بن حسن کے بیٹوں محمد وابراہیم نے میدان میں قدم رکھا تو تحریک کے لیے آمادگی وپختگی کافی حد تک بڑھ چکی تھی، اس لیے کہ لوگوں کی بصیرت وبینش زیادہ ہو چکی تھی اسی وجہ سے محمد وابرہیم کے اطراف، لوگ زیادہ جمع ہو گئے تھے، اسی کے پیش نظر محمد وابراہیم کے لیے یکے بعد دیگرے شہر فتح ہوتے گئے یہ تمام تحولات اسی تغیر وتبدیلی کی وجہ سے تھے کہ جو وجود میں آچکا تھا۔ مورخین ایک بامعنی تحول کی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ یہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نظام حکومتی سے شرعی حیثیت کو سلب کر دیا اور اس مطلب سے امت اسلامی کی اکثریت کو آگاہ کر دیا یہی بنی امیہ کی مخالفت میں تحریکوں کے کام آیا۔ بصرہ وہ علاقہ تھا کہ جس میں لوگوں کی

---

۱ - ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن بن علی علیہم السلام (۱۰۰-۱۴۵ھ)۔ ان کا لقب مہدی تھا، اور نفس الزکیہ کے نام سے مشہور تھے، وہ ایک انتہائی بہادر گھڑسوار، متقی پرہیزگار، خطیب توانا، جس وقت تقریر کرتے گویا زبان سے پھول جھڑتے ہوں، عالم ودانشور، اپنے آباء وجداد سے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ منصور دوانقی کے زمانے میں قتل کر دیے گئے۔ دیکھیں: الحدائق الوردیہ فی مناقب الائمۃ الزیدیہ، ج۱، ص ۲۷۴۔ المجدی فی انساب الطالبین، ص ۲۲۳۔ مقاتل الطالبین، ص ۲۰۷۔ منتہی الآمال، ج۱، ص ۳۷۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اکثریت اہل بیت علیہم السلام کی دشمن تھی[۱]، لیکن بعد میں بنی عباس کی حکومت کے دوران یہ علاقہ زیدیہ تحریک کے اختیار میں آگیا کہ جس کے نتیجہ میں وہاں کے لوگوں کی افکار بھی اہل بیت علیہم السلام کی نسبت تبدیل ہوگئیں[۲]۔ مورخین اس مسئلہ کی اصل دلیل زیدیہ لوگوں کا نفوذ اور بصرے میں مختلف افکار کے انتشار کو قرار دیتے ہیں، اس بات کا مطلب یہ ہے کہ بصرہ میں انقلاب کا زمینہ فراہم تھا، اور وہاں کے لوگوں میں یہ طرز تفکر رائج تھا کہ ''قیام کریں اور اپنی آزادی سے دفاع کریں اور یہ صرف صحیح اسلامی قوانین کے اجراء ہی سے ممکن ہوسکتا ہے ورنہ ہم اپنے حقوق کو حاصل نہیں کرسکتے بلکہ ہمیشہ ظلم و ستم کے تحت زندگی بسر کرنا پڑے گی''۔

یہ صورت تھی کہ بنی عباس کے دوسرے خلیفہ منصور دیوانقی کے زمانے میں زیدیہ تحریک وجود میں آئی، اس لیے کہ اس سے پہلے کہ بنی عباس خلافت کا مزہ چکھیں اچانک ان کو خبر ملی کہ محمد بن عبداللہ نے ان کے خلاف انقلاب برپا کردیا ہے، محمد بن عبداللہ بہت زیادہ زہد و عبادت کی وجہ سے ''النفس الزکیہ'' کی نام سے مشہور و معروف ہوچکے تھے۔

ان کے والد عبداللہ نے ان کی اور ان کے بھائی ابراہیم کی تربیت انقلاب کے لیے کی تھی، اس طرح کی مثال تاریخ میں بہت کم نظر آتی ہے کہ کسی باپ نے حکومت کی سختیوں کو برداشت کیا ہو اور ان تمام حالات کے باوجود اپنے بیٹوں کو ان کے خلاف انقلاب کے لیے تربیت کرے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے اس طرح خطاب کیا: ''تو اس امت کا مہدی ہے''[۳]۔

زیدیہ فرقہ کے نزدیک مہدویت کے متعلق نظریات دوسرے اسلامی فرقوں سے مختلف ہیں، زیدیہ عقیدے میں مہدی وہ شخص ہے کہ جو آل محمد علیہم السلام میں سے تلوار کے ساتھ قیام

---

۱ - شہر بصرہ عثمانیوں سے مشہور تھا، بلکہ اس کے اکثر لوگ طلحہ و زبیر کے چاہنے والے تھے۔ اصمعی کے بقول: بصرہ عثمانیوں کا شہر ہے، جیسا کہ ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنے استاد ابو جعفر اسکافی سے نقل کیا ہے: تمام اہل بصرہ حضرت علی علیہ السلام سے بغض رکھتے تھے اور اس کی وجہ جنگ جمل تھی۔ دیکھیں: شرح نہج البلاغہ، ج ۴، ص ۱۰۲۔ العقد الفرید، ج ۷، ص ۲۷۵۔

۲ - ابراہیم کی تحریک کا آغاز بصرے میں ابوفروہ کے گھر سے ہوا، اور اس سے پہلے محمد نفس الزکیہ اسی شہر بصرے کو اپنے قیام کا مرکز قرار دے چکے تھے اور مشہور یہ ہے کہ ان کے لشکر میں ایک لاکھ بصری لوگ موجود تھے۔ الحدائق الوردیہ، ج ۱، ص ۲۹۳ و ۳۰۸۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۸۷۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۶۳۴۔ الطبقات الکبری، ج ۵، ص ۴۴۰۔

۳ - مروج الذہب، ج ۳، ص ۲۵۴۔ مقاتل الطالبین، ص ۲۰۷۔ اخبار الدولۃ العباسیہ، ص ۳۹۴۔ الفخری، ص ۱۶۳

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرے[1]۔ مہدویت کے متعلق افکار صرف اسی فرقے میں محدود نہیں ہیں بلکہ تمام اسلامی فرقے مہدویت کے معتقد ہیں۔

عبداللہ بنی امیہ ہی کے زمانے سے اپنے بیٹے سے اس طرح کہا کرتے تھے کہ: تو وہی شخص ہے کہ جو حکومت کو صحیح راستہ پر گامزن اور ہدایت کرے گا۔ محمد اپنی عمر کے تیس سال پورے ہونے پر لوگوں کی نظروں سے غایب ہوگئے۔

انقلابی تحریکوں کے درمیان غیبت کا فلسفہ

اہل بیت علیہم السلام میں سے اگر کوئی شخص غایب ہو جاتا تو اس کے یہ معنی تھے کہ کوئی نئی حرکت کا آغاز ہو چکا ہے، اور اس غیبت کا یہ مطلب ہر گز یہ نہیں تھا کہ اس شخص نے میدان چھوڑ دیا ہے بلکہ صرف اس نے اپنے آپ کو مخفی اور چھپا لیا ہے تاکہ دوسرے گروہوں سے رابطہ بر قرار کر سکے اور ضروری کارنامے وزمینہ فراہم کر سکے اور جس وقت عملیات اور قیام کا وقت پہنچے وہ ظاہر ہو اور انقلاب بر پا کرے۔

یہ مسئلہ جناب عیسی ابن زید کے دو بیٹوں (احمد و زید) کے متعلق بھی پیش آیا۔ صباح زعفرانی نے ان دونوں کو لیا اور مہدی عباسی کے پاس لے گئے، مہدی عباسی نے بھی ان دونوں کی سرپرستی کو اپنے ذمہ لے لیا اور اپنے آپ سے اس طرح کہا: یہ دونوں زید کے بیٹے ہیں ان کی میں بنی عباس کے افکار کے مطابق تربیت کروں گا، اس نے جناب زید کے فرزندوں کو ان اساتید کی خدمت میں بھیجا کہ جن کے پاس بنی عباس کی اولاد تعلیم حاصل کرتی تھی اس نے اساتید سے کہا: ان کی بنی عباس کے تفکرات کے مطابق تربیت کریں۔ یہ دونوں شاہی دربار میں اس طرح بڑے ہوئے کہ گویا بادشاہی گھرانے کے بچے ہوں، لیکن جب حکومت ہارون الرشید تک پہنچی تو ان دونوں میں سے ایک (احمد) نے دربار کو چھوڑ دیا اور مسجد میں زہد وعبادت میں مشغول ہوگئے، اس طرح کی روش، ان کے کارناموں کو چھپاتی تھی کہ جس کو تاریخ نے نقل نہیں کیا ہے۔ یہ مسئلہ خصوصاً تاریخی واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ تاریخ بہت سے بزرگ مجاہدین کی

۱۔ مراجعہ کریں: الزیدیہ، صاحب ابن عباد، تحقیق: ناجی حسن، ص ۱۶۰ طبع اول ۱۹۸۶ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زندگی کے عظیم کارناموں کا تذکرہ نہیں کرتی، لیکن بشریت ہمیشہ ان کی مرہون منت رہے گی۔ یہ عجیب نہیں ہے۔

زیدیوں نے جناب عیسی کے دوسرے بیٹے یعنی جناب زید بن عیسی کو اپنے درمیان لے لیا لیکن ہارون الرشید نے ان کو گرفتار کرکے زندان میں ڈالدیا، زید زندان سے نکل گئے اور لوگوں سے مخفی ہوگئے اور پھر زیدیہ تحریک سے متصل ہوگئے اور اپنی باقی عمر اسی راہ میں بسر کردی۔ محمد کی بھی اسی طرح کی زندگی ہے پہلے وہ خود اور پھر ان کے بھائی ابراہیم بھی مخفی ہوگئے ان کے ایک اور بھائی تھے کہ جن کا نام ادریس [1] بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھا، وہ بھی مخفی ہوگئے۔ محمد اور ان کے تمام بھائیوں اور بھتیجوں نے تمام شہروں میں پھیل کر سب کو محمد کی امامت کی طرف دعوت دی [2]، ان کے بیٹے علی ابن محمد [3] نے مصر کا سفر کیا اور ان کے دوسرے بیٹے عبداللہ [1] نے خراسان اور تیسرے بیٹے حسن [2] یمن کی

---

۱ - ادریس بن عبداللہ (متوفی ۱۷۷ھ) بن حسن مثنی بن امام حسن بن امام علی بن ابی طالب علیہم السلام، انہوں نے اپنے آباء واجداد کی طرح تربیت پائی اور جوان ہوکر حسین بن علی بن حسن مثلث کے ہمراہ مدینہ میں ہادی عباسی کے خلاف ۱۶۹ ہجری میں قیام کیا، اور حسین کے قتل ہونے کے بعد ادریس مصری کی جانب ہجرت کرگئے، مصر سے ۱۷۲ ہجری میں مراکش پہنچے وہاں ان کو کچھ اہل مراکش نے پہچان لیا کہ جن لوگوں نے مدینہ کے قیام والے سال حج کیا تھا توان سے واقف ہوچکے تھے، اس طرح ان کے اطراف میں بہت زیادہ لوگ جمع ہوگئے اور بنی عباس کے خلاف مراکش سے پہلے قیام کا آغاز ہوا اور پھر بہت سی جنگیں ہوئیں۔ صاحب اعلام کا بیان ہے: ادریس ایک شہر بنام ولیلیٰ میں پہنچے کہ جو اس وقت شہر قصر فرعون کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں کی سب سے بڑی شخصیت بنام اسحاق بن محمد تھی ادریس نے ان سے اپنا تعارف کرایا انہوں نے ادریس کا بہت احترام کیا، پھر وہاں سے ایک لشکر تیار کیا گیا جس کے سبب بنی عباس کی حکومت کو اس علاقے سے ساقط کردیا گیا اور ادریس کی حکومت شروع ہوگئی ادریس جنگ کرتے کرتے مغربی افریقا سے پورے براعظم افریقہ اور یمن وامارات کو ہوتے ہوئے فارس تک پہنچ گئے اور پھر واپس ولیلیٰ نامی شہر پہنچے اور پھر ایک حاکم کے طور پر اسی شہر میں رہے یہاں تک کہ ان کو مسموم کرکے شہید کردیا گیا، یہ وہ پہلے شخص ہیں کہ جو آل ابو طالب سے مراکش پہنچے ہیں اور مراکش میں ادریسیوں کی حکومت کی بنیاد رکھی ہے۔ ان کی اولاد میں پھر کافی افراد کے نام ادریس رکھے گئے اور آج تک یہی سلسلہ جاری ہے اور مراکش میں فاطمیوں کے نام سے آج تک سادات کا سلسلہ موجود ہے۔ دیکھیں: الحدائق الوردیہ، ج۱، ص۳۴۵۔ الاعلام، ج۱، ص۲۷۹۔ منتھی الآمال، ج۱، ص۳۵۷۔ تتمۃ المنتھی، ص۲۴۵۔ شذرات الذھب، ج۲، ص۴۸۳۔ مقاتل الطالبین، ص۴۰۶۔

۲ - مروج الذھب، ج۳، ص۲۹۶۔ اور دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، طبری، ج۷، حوادث ۱۴۵ ہجری۔

۳ - وہ مصر ہی میں محمد بن ابو جعفر مشہور بہ مہدی کے زندان میں انتقال کرگئے۔ الحدائق الوردیہ، ج۱، ص۲۹۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

طرف اور ان کے بھائی موسی [۳] شام کے شمالی علاقے کی طرف اور ان کے دوسرے بھائی یحی [۴] شہر ری کی جانب اور پھر وہاں سے طبرستان گئے ان لوگوں نے بنی امیہ کی حکومت کے دوران ایک انقلابی تحریک بنائی اور پھر بنی ہاشم کے کچھ افراد کے ساتھ مقام ابواء میں کہ جو مدینہ اور مکہ کے درمیان ہے جمع ہوگئے [۵]۔ ابراہیم [۶] بن محمد بن علی بن عبداللہ عباسی کہ جو بعد میں بنی عباس کی تبلیغات کی وجہ سے امام کے لقب سے

---

۱ - عبداللہ اشتر، ۱۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے، ان کا منصور کے لشکر نے پیچھا کیا وہ سندھ کی طرف فرار کرگئے۔ پھر وہاں سے شہر کابل کے ایک علج نامی پہاڑ پر شہید کردیے گئے اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی، ان کا سر منصور عباسی کے پاس بھیج دیا گیا۔ الحدائق الوردیہ، ج۱، ص ۲۹۳۔ اور سبط جوزی کے نقل کے مطابق ان کو کشمیر کے کسی شہر میں ہشام بن عمر نے قتل کیا۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۲۵۔

۲ - مسعودی نے مروج الذھب، ج۳، ص۲۹۶ میں نقل کیا ہے: کہ ان کو زندان میں ڈالدیا گیا اور زندان میں انتقال ہوا۔ لیکن دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ وہ جنگ فخ میں حسین بن علی کے ساتھ شہید ہوگئے۔ جیسے انساب الطالبین، مجدی، ص ۲۲۴۔ مجدی نے نقل کیا ہے کہ حسن ابن محمد بن عبداللہ کا لقب ابوزیت تھا انہوں نے حسین بن علی کے ساتھ جنگ فخ میں شرکت کی وہاں ان کے تیر لگا وہ دوڑ کر بنی عباس کے پاس آئے انہوں نے ان کی گردن کاٹ دی۔ نیز جمھرۃ انساب العرب، ص ۴۵۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۲۵۔ الکامل فی التاریخ، ج۶، ص ۹۰۔ تاریخ ابن خلدون، ج۳، ص ۲۰۷۔ تاریخ الامم والملوک، ج۸، ص ۱۹۲۔ الحدائق الوردیہ، ج۱، ص ۲۹۳۔

۳ - موسی ابن عبداللہ (متوفی ۱۸۰ھ) ابن حسن بن امام حسن ان امام علی ابن ابی طالب علیہم السلام، وہ شاعر تھے وہ مدینہ میں رہتے تھے منصور نے ان کو گرفتار کیا پھر آزاد کردیا، پھر بغداد میں رہنے لگے اور ہارون الرشید کے زمانے تک رہے آپ کی زندگی میں بہت سے واقعات رونما ہوئے کہ جن کو مورخین نے تاریخی کتب میں ذکر کیا ہے، ان کے کافی اولاد تھی۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۳۳۔ منتھی الآمال، ج۱، ص ۳۵۲۔ الاعلام، ج۷، ص ۳۲۴۔

۴ - یحی بن عبداللہ، صاحب الدیلم، انہوں نے حسین بن علی صاحب فخ کے ساتھ قیام میں شرکت کی۔

۵ - مقاتل الطالبین، ص ۱۸۵۔

۶ - ابراھیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب (۸۲-۱۳۱ھ) بہت ہوشیار اور فصیح وبلیغ تھے ان سے حدیث وادب میں بہت سے مطالب نقل ہوئے ہیں، وہ بنی عباس کی تبلیغ کی وجہ سے امام کے نام سے مشہور ہوگئے، خراسان میں ان کی جانب لوگوں کو دعوت دی گئی، ابو مسلم خراسانی نے ان ہی کے لیے لوگوں سے بیعت لی، اور انہی کی طرف سے بنی امیہ کی حکومت کے خلاف قیام کیا، اس بات کی خبر مروان کو موصول ہوئی اس نے ابراہیم کو گرفتار کرلیا اور حران کے کے زندان میں ڈال دیا، اور وہیں قتل کردیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کو شام کے زندان میں رکھا گیا اور وہ وہیں انتقال کرگئے۔ ایک قول ہے کہ ان پر گھر کو منہدم کردیا گیا۔ ایک قول ہے کہ ان کو دودھ پلایا گیا کہ جس سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ انہوں نے اڑتالیس سال کی عمر پائی۔ ان کے انتقال کے بعد خاموشی سے ان کے بھائی سفاح کے لیے بیعت ہونے لگی۔ الاعلام، ج۱، ص ۵۹۔ المنتظم، ج۷، ص ۲۹۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مشہور ہوا اور ابو جعفر منصور و صالح بن علی[1] و عبداللہ بن حسن بن حسن اور ان کے دونوں بیٹے محمد و ابراہیم اور محمد[2] بن عبداللہ بن عمر بن عثمان بھی اس اجتماع میں شریک تھے۔

صالح بن علی نے ان سے مخاطب ہو کر اس طرح کہا: تم لوگ جانتے ہو کہ تم لوگ ایسے افراد ہو کہ تمام لوگ تمہاری طرف متوجہ ہیں اور خدوندعالم نے تم لوگوں کو اس مقام پر جمع کیا ہے تاکہ تم اپنے درمیان ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرو اور اس بیعت سے آپس میں عہد و پیمان باندھو تاکہ خداوندعالم ہمارے کاموں میں وسعت وگشائش پیدا کرے اور وہ بہترین گشائش و وسعت دینے والا ہے۔

اس وقت عبداللہ بن حسن نے حمد و ثناء الٰہی کے بعد گفتگو کا آغاز کیا اور کہا: تم لوگ جانتے ہو کہ یہ میرا بیٹا وہی مہدی ہے پس ہم سب مل کر اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔اس وقت ابو جعفر منصور نے اس طرح کہا: تم لوگ کس چیز کی وجہ سے اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہو! خدا کی قسم تم اچھی طرح جانتے ہو کہ لوگ اس جوان (محمد بن عبداللہ) کے علاوہ کسی اور کی طرف اس کی برابر مائل نہیں ہیں اور کسی کو جلدی جواب نہیں دیں گے۔ سب نے کہا: خدا کی قسم سچ کہا ہے یہ وہی مطلب ہے کہ ہم سب اس سے واقف ہیں، لہٰذا سب نے محمد کے ہاتھ پر بیعت کی۔

عیسی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسن کا بھیجا ہوا شخص میرے والد (محمد بن عمر بن علی) کے پاس بھی آیا اور کہا کہ بہتر ہے کہ آپ بھی ہمارے پاس تشریف لائیے اس لیے کہ ہم ایک بہت ضروری امر کے سلسلے میں جمع ہوئے ہیں، عبداللہ بن حسن نے یہی پیغام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بھی پیش کیا۔

---

۱ - صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس (۹۶-۱۵۱ھ) سفاح و منصور کا چچا، سفاح نے اس کو مصر کا گورنر بنایا، اس نے وہاں پر سات مہینے کچھ کچھ دن حکومت کی، مصر میں بنی امیہ کے چاہنے والوں نے مروان حمار کی حمایت میں اس کے خلاف بغاوت کی اور اس کا محاصرہ کرکے قتل کر دیا، کچھ عرصے تک بغاوت رہی اور پھر اسی کا بیٹا فضل حاکم بنا۔ الاعلام، ج ۳، ص ۱۹۲۔ تاریخ الاسلام، ج ۹، ص ۴۳۷۔

۲ - محمد بن عبداللہ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے دیباج کے نام سے مشہور تھے، بہت زیادہ عالم تھے بہت احادیث نقل کی ہیں، منصور نے ان ان کو قید کرایا، اور کوڑے لگوائے۔ ایک قول ہے کہ ان کا بدن کوڑوں کی وجہ سے نیلا ہو گیا تھا اور کوڑوں کا اثر خون تک میں سرایت کر گیا تھا، ان کے چہرہ رنگین ہو گیا تھا۔ ایک کوڑا ان کی آنکھ پر بھی لگا۔ منصور نے ان کو اسی رات قتل کرایا کہ جس رات محمد بن عبداللہ بن حسن نے مدینے میں قیام کیا اور ان کے سر کو خراسان بھیج دیا۔ المنتظم، ج ۸، ص ۹۵۔ تتمۃ المنتہی، ج ۳، ص ۱۹۳-۱۹۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک شخص اس طرح نقل کرتا ہے کہ عبداللہ بن حسن نے اس اجتماع میں حاضر افراد سے کہا: ہم نہیں چاہتے کہ جعفر کے ہاتھ پر بیعت کریں تاکہ وہ آپ کے امور کو تباہی کی طرف نہ لے جائیں۔

عیسیٰ کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھ کو اس اجتماع میں بھیج دیا تاکہ میں دیکھوں کہ وہ لوگ کس لیے جمع ہوئے ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اپنی نمائندگی میں محمد بن عبداللہ الارقط بن علی بن الحسین علیہم السلام کو اس اجتماع میں بھیجا، میں اور امام کا نمائندہ اس اجتماع میں حاضر ہوئے اور محمد بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ ایک سمٹے ہوئے فرش پر نماز پڑھ رہا ہے میں نے وہاں ایک شخص سے کہا: مجھ کو میرے والد نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں دیکھوں کہ آپ لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہو۔اس نے جواب دیا ہم اس لیے جمع ہوئے ہیں تاکہ محمد کے ہاتھ پر کہ جو اس امت کا مہدی ہے بیعت کریں۔

راویوں کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی خود اس اجتماع میں تشریف لائے اور عبداللہ بن حسن نے آپ کو اپنے قریب بیٹھنے کے لیے جگہ دی اور جو کچھ آپ کی آمد سے پہلے بیان ہو چکا تھا آپ کے لیے اس کی تکرار کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ کام نہ کرو کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔حضرت نے عبداللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمہارا بیٹا اس امت کا مہدی ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ اگر تم چاہتے ہو اس کو خدا کی رضایت کے لیے میدان میں بھیجو تاکہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے، اس صورت میں ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے کہ تم اس خاندان میں سب سے بڑے ہو نہ کہ تمہارے بیٹے کے ہاتھ پر۔

عبداللہ غصہ میں آگیا اور کہا: تم بہتر جانتے ہو کہ جو کچھ کہہ رہے ہو ایسا ہر گز نہیں ہے۔ خداوند عالم نے تم کو اپنے غیب پر آگاہ نہیں کیا ہے لیکن تمہارا حسد میرے بیٹے سے اس کام کو روکے ہوئے ہے۔امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم مجھ کو کسی حسد نے اس کام سے نہیں روکا ہے لیکن یہ اور اس کے بھائی اور دیگر بیٹے تمہارے درمیان موجود ہیں اور پھر اپنے ہاتھ کو ابوالعباس کی کمر پر مارا اور پھر اپنا ایک ہاتھ عبداللہ بن حسن کے کاندھوں پر رکھا اور فرمایا: خلافت نہ تم کو ملے گی اور نہ تمہارے دونوں بیٹوں کو بلکہ خلافت بنی عباس تک پہنچے گی اور تمہارے دونوں بیٹے قتل کر دیے جائیں گے۔امام علیہ السلام اس کے بعد اس اجتماع سے اٹھ کھڑے ہوئے اور عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھ پر تکیہ دیتے ہوئے فرمایا: کیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

زرد رنگ کی عباوالے شخص یعنی ابو جعفر منصور کو دیکھا ہے ؟اس نے کہا: جی ہاں۔امام علیہ السلام نے فرمایا : خدا کی قسم میں ابو جعفر منصور کو دیکھ رہاہوں کہ وہ محمد بن عبداللہ کو قتل کر رہا ہے۔عبدالعزیز نے کہا: کیا محمد کو قتل کر دیا جائے گا؟امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔

عیسی کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے جیسے ہی یہ بات کہی تو تمام افراد اس اجتماع سے متفرق ہو گئے اور پھر کبھی اس طرح کا اجتماع نہیں ہوا[1]۔

یہ وہ واحد مقام تھا کہ جہاں بنی ہاشم کے تمام بزرگان جمع ہوئے اعم از بنی عباس و بنی الحسن و بنی الحسین اور جعفر و عقیل کی اولاد ،اور ان سب میں عباس و منصور دیوانقی جیسے لوگ بھی موجود تھے کہ جنھوں نے محمد کے ہاتھ پر بیعت کی ،اس لیے کہ بنی امیہ کی حکومت سقوط کرنے والی تھی اور محمد کو اس کے والد نے خلافت کے لیے آمادہ کیا تھا تو خلافت کے لیے سب نے بیعت کرلی۔ محمد میں رہبری کی صلاحیت تھی اور اس کے ساتھی کہ جو تمام اسلامی شہروں میں پھیلے ہوئے تھے اور اس کے قیام کے منتظر تھے سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی صرف حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیعت نہیں کی تھی۔امام علیہ السلام نے اس وقت اس طرح فرمایا: کوئی شخص بھی سوائے زرد رنگ کی عباء والے شخص یعنی منصور کے ،خلافت تک نہیں پہنچے گا۔

منصور کو اس زمانے میں لوگ کسی بھی عنوان سے نہیں پہچانتے تھے ،اس وقت منصور نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح محمد کے ہاتھ پر بیعت کی ، حقیقت میں منصور کہ جو قاتل محمد ہے اس پر محمد کی دو مرتبہ کی بیعت اس کے ذمہ تھی[2] جیساکہ واقعہ مشہور ہے کہ منصور اس سے پہلے کہ علویوں سے بنی عباس عباس کی طرف رہبری منتقل ہو دو بار محمد کے ہاتھ پر بیعت کر چکا تھا۔اور جب منصور تخت حکومت پر بیٹھا اور خلاف شریعت کام کرنے شروع کیے تب محمد اور اس کے بھائی ابراہیم نے منحرف حکومت کے خلاف انقلاب کا اعلان کیا اور مدینہ و بصرہ کو اپنے قیام کا مرکز بنایا، اس وقت مدینہ اسلامی علوم کا مقدس مرکز شمار ہوتا تھا اس سے پہلے وہ فوجی مرکز تھا اور دوسری طرف بصرہ بھی فوجی مرکز بن چکا تھا کہ جو اس سے پہلے مرکز قرار پایا تھا۔

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص۱۸۶-۱۸۷۔

۲ - مقاتل الطالبین، ص۱۸۸۔ منتہی الآمال، ج۱، ص۳۷۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ ایک ماہرانہ نقشہ تھا کہ محمد کا انقلاب مدینہ میں برپا ہوا اور مکہ اور اس کے اطراف کا علاقہ ان کے اختیار میں آگیا اسی وقت بصرہ بھی اس کے بھائی ابراہیم کے ہاتھوں فتح ہوگیا لیکن مشکل یہ تھی کہ محمد کا اپنے اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کہ جو مختلف علاقوں میں تھے جیسے مصر و خراسان و ری وغیرہ ان سے بہت جلد رابطہ نہ ہو سکا، یہ وہ مسائل تھے کہ جو اس تحریک کے سامنے تھے لیکن عباسی حکومت کے سامنے کہ جو ابو جعفر منصور کے ہاتھ میں تھی، اس کو ربیع کے ذریعہ فورا خبریں موصول ہوئیں وہ منصور کو محمد کے مدینہ میں قیام اور اس کے بھائی ابراہیم کا بصرہ میں انقلاب و فارس و اہواز اور واسط میں ہنگاموں کی خبریں پہونچا چکا تھا[۲]۔ اس کا پہلا قدم یہ تھا کہ اس نے عبداللہ کو کوفہ بھیجا، عبداللہ بن علی، منصور کا چچا کہ جو زندان میں تھا اس کو ان کاموں کے لیے حکم دیا کہ کوفہ کے راستوں کو بند کر دیا جائے اور بہت سے افراد کی گردنیں اڑادی جائیں اس طرح منصور کا خیال کوفہ کی طرف سے مطمئن ہوگیا چونکہ کوفہ اہل بیت کے چاہنے والوں کا مرکز تھا[۳]۔ منصور نے اسی وقت ایک پیغام شہر ری اپنے لشکر کے سپہ سالار بنام مسلم بن کو بھیجا کہ ایک مضبوط لشکر آمادہ کرکے محمد سے جنگ کرنے کے لیے مدینہ جاؤ[۵]۔

مورخین نقل کرتے ہیں کہ ابراہیم کے قیام سے مربوط افواہیں پھیلنے لگیں انہیں افواہوں کی بناء پر ابراہیم کے بھائی محمد نے مدینہ میں قیام کیا اور مکہ اور اس کے اطراف کے علاقہ پر قبضہ کرلیا لہٰذا ابراہیم نے بھی ارادہ کیا فورا قیام کرے جب کہ دستور یہ تھا کہ وہ اپنے بھائی محمد کے خط کا انتظار کرے گا اس لیے کہ محمد ان تمام انقلاب و تحریک کا رئیس تھا۔

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۵۵۲۔

۲ - تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۵۶۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۲۳۹۔

۳ - تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۵۶۴۔ تجارب الامم، ج ۳، ص ۳۹۳۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۵۳۴۔

۴ - مسلم بن قتیبہ (متوفی ۱۴۹ھ) بن مسلم باہلی خراسانی، بصرہ کا گورنر تھا، یہی مروان بن محمد کے زمانے میں یزید بن عمر بن ھبیرہ کی جانب سے یہاں کا گورنر رہا۔ پھر ابو جعفر منصور کی طرف سے گورنر بنا۔ بنی امیہ و بنی عباس دونوں حکومتوں کی نظر میں قابل اطمینان تھا، وہ ایک ہوشیار و عقلمند گورنر تھا، اس کا شہر ری میں انتقال ہوا۔ الاعلام، ج ۳، ص ۱۱۱۔

۵ - لشکر منصور کے بھتیجے عیسی بن موسی کی قیادت میں تھا، اور جب عیسی مدینہ پہنچ گیا تو منصور نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ کون کس کو قتل کرے اس لیے کہ منصور اپنے بھتیجے سے بھی نفرت کرتا تھا، اس لیے کہ سفاح نے منصور سے عہد لیا تھا کہ خلافت منصور کے بعد عیسی کو ملے گی۔ دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۵۷۷۔ تجارب الامم، ج ۳، ص ۴۰۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۵۴۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابراہیم کا محمد سے رابطہ کیے بغیر جلدی میں قیام کرنے سے تمام علاقے جیسے مصر و عراق وخراسان وغیرہ بنی عباس کے ہاتھوں کنٹرول ہو گیا اور وہاں سے ایک مضبوط لشکر بنا کر محمد سے جنگ کے لیے بھیج دیا گیا تاکہ ان کے انقلاب کا وہیں پر خاتمہ کر دیا جائے، منصور نے مخالفین سے جنگ کرنے میں کسی چیز سے بھی دریغ نہیں کیا اس نے محمد کے سر کو خراسان میں اپنے گورنر کے پاس بھیجا[1] تاکہ خراسان کے لوگوں کو بتا یا جائے کہ یہ سر محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن کا ہے تاکہ یہ عمل سبب بنے کہ پھر کوئی قیام کرنے کی کوشش نہ کرے[2]۔

محمد کی تحریک اس قدر وسیع وطاقتور تھی کہ کہا جارہا تھا کہ حکومت بہت جلدی علویوں کے ہاتھ میں آجائے گی اور منصور بھی بہت خوف وہراس میں زندگی بسر کر رہا تھا، وہ خطوط کہ جو اس نے محمد کو لکھے ہیں ان میں بہت نرم لہجہ کو استعمال کرنا اور اس کو صلح وآرام کی دعوت دینا اس حقیقت پر واضح دلیل ہے[3]۔ اور منصور محمد سے کیوں نہ خوف کھاتا محمد کا لشکر فقط مدینہ ہی میں دوسرے شہروں کے علاوہ ایک لاکھ سپاہیوں سے زیادہ تھا اور اس کے بھائی کا لشکر بصرے میں بھی اسی مقدار میں تھا[4]۔

عراق کے بہت سے فقہاء بھی محمد کی تائید اور حمایت کر رہے تھے ان میں سے ایک امام ابوحنیفہ بھی تھے کہ جو محمد کی تائید کرنے کی وجہ سے فرقہ مرجئہ کے اعتراض وانتقاد کے حامل ٹھہرے۔ امام ابوحنیفہ علناً لوگوں کو محمد کی طرف دعوت دیتے تھے اور محمد کے ساتھ خروج کے لیے فتوے صادر کرتے تھے[5]۔ امام ابوحنیفہ نے محمد کے بھائی ابراہیم کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

خداوند عالم اگر آپ کو کامیاب کرے تو آپ اپنے باپ کی جنگ جمل والی روش کو اختیار نہ کرنا اس لیے کہ انہوں نے شکست کھانے والوں کو قتل نہیں کیا اور ان کے اموال کو غنیمت میں شامل نہیں کیا ان

---

۱ - طبری۔ ج ۷، ص ۵۴۹۔ میں مذکور ہے کہ منصور نے محمد بن عبداللہ کا سر اپنے گورنر کے پاس خراسان بھیجا اور اسی شب محمد بن عبداللہ دیباج کو سر قلم کیا۔

۲ - الحدائق الوردیہ، ج ۱، ص ۲۸۵۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۵۲۶۔ تجارب الامم، ج ۳، ص ۳۸۷۔

۳ - تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۵۶۶۔ تتمۃ المنتہی، ج ۳، ص ۱۹۹۔

۴ - مقاتل الطالبین، ص ۳۲۷۔ تتمۃ المنتہی، ج ۳، ص ۲۰۱۔

۵ - مقاتل الطالبین، ص ۳۰۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کیا اس لیے کہ جمل والوں کا کوئی رہبر نہیں تھا۔ لیکن آپ جنگ صفین والی روش کو اپنائیں اس لیے کہ انہوں نے جنگ صفین میں خواتین و بچوں کو اسیر کیا اور زخمیوں کو قتل کر دیا اور مال غنیمت کو اپنے لشکریوں کے درمیان تقسیم کر لیا اس لیے کہ شام والوں کے پاس ان کا رہبر موجود تھا اور وہ اپنی سرزمین میں تھے۔

منصور عباسی کو یہ خط کسی طریقے سے موصول ہو گیا، اس نے کسی شخص کو ابو حنیفہ کی پاس بھیجا اور اس کو اپنے دربار میں طلب کیا پھر زہر آلود شربت سے اس کی مہمان نوازی کی کہ جس کے اثر سے امام ابو حنیفہ کا انتقال ہو گیا اور ان کو بغداد میں دفن کر دیا گیا[1]۔

دوسرے فقہاء نے بھی محمد کی تائید کی ہے جیسے مالک بن انس[2]، عباد بن عوام[3]، اسامہ بن زید[4]،

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص ۳۶۷۔

۲ - طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ امام مالک بن انس نے محمد کے ساتھ خروج کا فتویٰ دیا لوگوں نے کہا ہماری گردن پر منصور کی بیعت ہے تو انہوں نے کہا کہ منصور کی بیعت مجبوری میں کی گئی تھی اور مجبوری میں بیعت کوئی اثر نہیں رکھتی، تب لوگوں نے محمد کی حمایت کی اور امام مالک اپنے گھر میں بیٹھے رہے۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۷، ص ۵۶۰۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۵۳۲۔ مالک ابن انس (۹۳-۱۷۹ھ) وہ اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک امام ہیں، اور فرقہ مالکیہ انہیں سے منسوب ہے ان کی ولادت اور وفات مدینہ میں ہوئی۔ الاعلام، ج ۵، ص ۲۵۷۔

۳ - عباد بن عوام بن عمر بن عبداللہ کلابی واسطی (۱۱۸-۱۸۵ھ) ابو سہیل، وہ علم حدیث و فقہ میں عظیم مہارت رکھتے تھے، ہر معاملے میں ماہر اور شہر واسط کے رہنے والے تھے، طبقاب کبری میں ان کے متعلق ہے کہ وہ شیعیت کی طرف مائل تھے ہارون الرشید نے ان کو گرفتار کیا اور ایک مدت کے لیے زندان میں ڈال دیا پھر آزاد کیا انہوں نے بغداد میں قیام اور اہل بغداد نے ان کے علم سے استفادہ کیا وہ محلّہ کرخ میں رہا کرتے تھے۔ اصفہانی نے ان کے بارے میں بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابراہیم کی قیام میں حمایت کی تھی اور نقل کیا ہے کہ جب ابراہیم قتل ہو گئے تو عباد بن عوام نے فرار اختیار کیا۔ منصور نے ان کے گھر کو مسمار کرا دیا اور وہ جب تک منصور زندہ رہا وہ مخفی رہے۔ ۱۸۵ ہجری ہارون الرشید کے زمانے میں انتقال ہوا۔ الاعلام، ج ۳، ص ۲۵۷۔ الطبقات الکبری، ج ۷، ص ۲۳۸۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۱۱۔

۴ - اسامہ بن زید بجلی، ایک علمی شخصیت تھے اور ان سے بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں۔ الحدائق الوردیہ، ج ۱، ص ۳۰۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہارون بن سعد[۱] کہ جو سالم حذاء[۲] کے ساتھ آئے تھے اور حمزہ بن عطا[۳]، خلیفہ بن حسان[۴] اور سلام بن ابی واصل حذاء[۵] وغیرہ بھی محمد کے حامی تھے۔ یہ سب زید بن علی کے مخلص ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ لوگ کوفہ سے فرار کرکے بصرے میں ابراہیم کے ساتھ ملحق ہوگئے، یہاں تک کہا جاتا ہے کہ عراق میں کوئی فقیہ باقی نہیں تھا کہ جو ابراہیم سے ملحق نہ ہوا ہو اسی وجہ سے ابراہیم کی شکست کے بعد بہت سے فقہاء کو قتل کر دیا گیا اور بہت سے اپنی زندگی کے آخری لحات تک منصور سے مخفی اور فراری رہے[۶]۔

ابراہیم کی حکومت کے سلسلے میں قدرت پر دلیل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ شہروں کے گورنروں کو نصب و عزل کرتا تھا مثال کے طور پر ہارون بن سعد کو شہر واسط کا گورنر بنایا اور بیت المال کی ذمہ داری سالم بن ابی واصل کے سپرد کی اور لوگ بھی ابراہیم کی پیروری و اطاعت کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں رکھتے

---

۱ - ہارون بن سعد عجلی (متوفی ۱۴۵ھ) علم حدیث کے عالم، فقیہ اور زاہد تھے، فرقہ زیدیہ کے بزرگوں میں سے شمار ہوتا ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں، شعر بھی کہتے تھے، بڑھاپے میں ابراہیم بن عبداللہ کے ساتھ قیام کیا شہر واسط میں ابراہیم کے لشکر کے سپہ سالار رہے اور کافی تعداد میں زیدیوں کو اپنے ساتھ کرلیا، اور ابو جعفر منصور سے اس کے لوگوں پر ظلم و ستم اور آل رسول پر ظلم وجور کا بدلہ لیا کافی تعداد میں لوگوں نے ان کا ساتھ دیا۔ اصفہانی کے بقول ہیثم بن بشیر وغیرہ ان کے ساتھ تھے، یہاں تک کے شہر واسط کو منصور کے طرفداروں سے خالی کرادیا اور وہ سب فرار کرگئے، پھر وہاں ہر اہل علم ان کی پیروی کرتا تھا۔ ابراہیم کی منصور کے لشکر سے جنگ تک وہ شہر واسط پر حاکم رہے پھر منصور کے لشکر نے ابراہیم کو قتل کرکے بصرہ سے شہر واسط کی طرف رخ کیا۔ تب ان کا انتقال ہوگیا۔ ایک قول ہے کہ منصور کے لشکر پہنچنے سے پہلے ہی مرگئے اور ایک قول ہے کہ انہوں نے ابراہیم کے قتل کی خبر سن کر فرار اختیار کیا اور اسی عالم میں انتقال کرگئے۔ محمد بن سلیمان نے ان کا گھر منہدم کردیا۔ الاعلام، ج۸، ص۶۰۔ مقاتل الطالبین، ص۳۰۸-۳۱۱۔ تاریخ الامم والملوک، ج۷، ص۶۳۷-۶۳۸۔ رجال طوسی، ص۳۱۸۔

۲ - ان کو سالم اشجعی بھی کہا جاتا ہے، سالم بن ابی واصل اور سالم بن شریح حذاء کوفی، ثقہ ہیں۔ خلاصۃ الاقوال، ص۲۳۶۔ کہا جاتا ہے کہ یہ زیدی مذہب رکھتے تھے۔ معجم رجال الحدیث، ج۱۶، ص۱۰۴۔

۳ - حمزہ بن عطاء ترکی، ان کو برنی بھی کہا جاتا ہے، ان سے کافی آثار نقل ہوئے ہیں۔ ان کو شیعہ راویوں میں شمار کیا گیا ہے۔ الحدائق الوردیہ، ج۱، ص۳۰۷۔

۴ - خلیفہ بن حسان کیال، راویوں میں سے ہیں، زید بن علی کے مخلص ساتھی اور بہترین گھڑسوار تھے۔ مقاتل الطالبین، ص۳۰۶۔

۵ - وہ عالم اور راوی ہیں۔ جناب زید بن علی کے مخلص ساتھیوں سے تھے انہوں نے پہلے زید کے ساتھ کوفہ میں قیام کیا تھا، ان کے ساتھ عیسی بن ابی اسحاق سبیعی اور ابوخالد احمر وغیرہ تھے یہ سب ابراہیم کے ساتھ جنگ میں شریک رہے یہاں تک کہ ابراہیم قتل ہوگئے۔ مقاتل الطالبین، ص۳۰۵۔

۶ - مقاتل الطالبین، ص۳۱۱ کے بعد۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تھے۔ یہ تھی حکومت کے اعتبار سے اس کی قدرت و طاقت۔ لیکن سیاسی و فوجی اعتبار سے وہ کچھ غلطیوں کا مرتکب ہوا کہ جن میں سے بنی عباس کے سپہ سالار عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکر کے مقابلے میں اس کا لشکر نامنظّم تھا[1] اور وہ انتظام نہیں تھا کہ جس کی ایک لشکر میں رعایت ہونی چاہیے۔

مذہبی تحریک کے خلاف جاسوسی

تحریک کے سلسلے میں کچھ مطالب نقل کیے جاتے ہیں کہ جو نظم وارتباط کے حوالے سے غلطیوں پر مشتمل ہیں کہ جو سبب بنے کہ تحریک شکست سے روبرو ہو اور ختم ہو جائے۔

منقول ہے کہ ابو جعفر منصور نے عقبہ بن سالم کو طلب کیا اور اس سے اس کا نام معلوم کیا اس نے کہا: میں عقبہ بن سالم بن نافع بنی ہناء کے قبیلہ ازد سے ہوں[2]۔ منصور نے کہا: میں تجھ کو ایک زحمت کش انسان سمجھتا ہوں یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں اور اسی وجہ سے میں نے تجھ کو ایک خاص کام کے لیے طلب کیا ہے کہ جو تجھ سے مربوط ہے۔ عقبہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ منصور نے کہا: فلاں روز مخفیانہ میرے پاس آؤ۔ عقبہ اسی مقررہ روز منصور کے پاس پہنچا۔ منصور نے اس سے کہا: میرے چچازاد بھائی حکومت کے سلسلے میں میرے مخالف ہیں، ان کے خراسان کی فلاں بستی میں کچھ لوگ مرید و پیروکار ہیں کہ جو میرے چچازاد بھائیوں سے خط وکتابت سے سلسلہ رکھے ہوئے ہیں اور خمس و زکات اور ہدیوں کو بھی انہیں کے سپرد کرتے ہیں۔ تو کوئی مناسب کپڑے پہن کر ایک ناشناس شخص کی صورت میں اس بستی والوں کی جانب سے ایک خط لکھ کر میرے چچازاد بھائیوں کے پاس جا۔ اگر وہ اپنے ارادے سے پلٹ گئے ہوں تو

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص۲۹۶۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص ۹۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص۲۴۶۔

۲ - منصور نے عقبہ بن سلم کو بحرین اور بصرہ کا گورنر بنایا، اس نے بصرہ میں قبیلہ ربیعہ کے افراد کو بہت زیادہ قتل کیا کہ جس کی وجہ سے قبیلہ ازد اور قبیلہ ربیعہ کے درمیان اختلاف شدید ہوگیا۔ الکامل فی التاریخ، ج۵، ص ۶۰۴۔ وہ پھر بصرہ سے بحرین گیا وہاں پر اس نے سلیمان بن حکیم سے جنگ کی اور بہت سے لوگوں کو اسیر کرکے منصور کے پاس بھیج دیا، منصور نے بھی ان میں سے کچھ کو قتل کیا اور باقی کو مہدی عباسی کے حوالے کر دیا۔ مہدی عباسی نے ان میں سے بعض کو رہا کر دیا اور پھر عقبہ کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر دیا اس لیے کہ وہ بصرے میں رہتے ہوئے بحرین والوں پر حکومت نہیں کر پا رہا تھا۔ ان کو قبیلہ ربیعہ کے ایک شخص نے قتل کر دیا اور اس کا جنازہ بصرہ کی جامع مسجد میں رکھ دیا گیا۔ جمھرۃ انساب العرب، ص ۳۸۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خداوند عالم ان سے محبت کرتا ہے اور میرے مقرب ہو جائیں گے اور اگر وہ اب بھی اپنے ارادے پر مصمم و پائدار ہیں تو میں چاہتا ہوں کا ان کے ارادے کے بارے میں یقین حاصل کروں اور ان سے جدا ہو جاؤں، لہٰذا تو جا اور وہاں عبداللہ بن حسن سے ملاقات کر، وہ ممکن ہے پہلی ملاقات میں تجھ کو حقیر سمجھے۔ حتماً ایسا ہی کرے گا۔ تو صبر کرنا اور مسلسل اس کے پاس آتے جاتے رہنا یہاں تک کہ وہ تجھ سے مانوس ہو جائے اور تجھ کو اپنے قریب کر لے جیسے ہی وہ تجھ کو اپنے پاس بلائے فوراً مجھ کو خبر دیدینا۔ عقبہ نے ایسا ہی کیا، اور اس قدر عبداللہ کے پاس آتا جاتا رہا کہ عبداللہ اس سے مانوس ہو گیا[1]، عقبہ نے عبداللہ سے کہا کہ کیا اس خط کا جواب نہیں دوگے؟ عبداللہ نے کہا: میں کسی شخص کو بھی خط نہیں لکھتا ہوں، بلکہ تو خود میری طرف سے ان لوگوں کے لیے ایک خط کی طرح ہو ان کو سلام کہنا اور کہنا کہ میرا بیٹا فلاں وقت میں خروج کرے گا۔ عقبہ یہ خبر سن کر منصور کے پاس آیا اور یہ تمام اطلاعات و اخبار منصور کو دیدیں[2]۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور جو خود بنی امیہ کے زمانے میں اس تحریک کا ایک ممبر تھا وہ اس تحریک کی مفصل اطلاعات و اخبار اس حال میں دریافت کرتا ہے کہ جب وہ مسند خلافت پر بیٹھا ہے[3]۔ ابراہیم کے لشکر نے بنی عباس کے لشکر سے مقابلہ کیا کہ جس کو ابو جعفر منصور دوانقی نے بھیجا تھا لیکن ابراہیم کے لشکر نے شکست کھائی، اس کی شکست صرف دشمن کے فوجی غلبہ ہی کا سبب نہ بنی بلکہ ابراہیم کے لشکر کے غافل گیر ہونے اور امید و توقع کے خلاف اس لشکر کا آنا اور بھی زیادہ شکست کا سبب اور پریشان کن ثابت ہوا۔

اس جنگ کی عجیب بات یہ ہے کہ ابراہیم کی ہمراہی میں زیدیہ افراد زیادہ تر تیروں سے قتل ہوئے ہیں کہ جو اس بات کی دلیل ہے کہ زیدیہ سپہ سالار تمام لوگوں سے شجاعت میں ممتاز تھے وہ لوگ کبھی بھی لشکر کے پیچھے رہ کر لشکر کی راہنمائی نہیں کرتے تھے بلکہ لشکر سے آگے رہ کر دشمن سے لڑا کرتے تھے اسی

۱۔ طبری، ج۷، ص۵۱۲، میں ہے کہ عقبہ نے اہل خراسان کی جانب سے خط لکھ کر عبداللہ بن حسن کی خدمت میں گیا، اور ان سے جواب کا مطالبہ کیا، عبداللہ نے کہا: میں ان لوگوں کو نہیں جانتا، لیکن عقبہ مسلسل ان کے پاس آتا جاتا رہا یہاں تک کہ عبداللہ اس سے مانوس ہو گئے تب اس نے خط کے جواب کا مطالبہ کیا۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص۱۹۰۔ تجارب الامم، ج۳، ص۳۸۰۔ الکامل فی التاریخ، ج۵، ص۵۱۶۔

۳۔ منتہی الآمال، ج۱، ص۳۷۸۔

وجہ سے ان کے تیر لگے ،اور جنگ میں شکست کھانا ان کے لیے کسی اہمیت کا حامل نہیں تھا اس لیے کہ راہ خدامیں قتل ہو جانا ان کے لیے ایک امر طبیعی اور شہادت ایک الہی کرامت تھی ۔ زیدیوں میں سے کوئی بھی حکومت کی فکر میں نہیں تھا بلکہ ان کا ہدف صرف خداکے دشمنوں سے جنگ کرنا تھا اور وہ اس راہ میں اصلا موت سے نہیں ڈرتے تھے۔

تاریخی مدارک موجود ہیں کہ جن کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ محمد وابراہیم اور ان کے والد عبداللہ بن حسن بن حسن زیدیہ اعتقادات کے حامل نہیں تھے جب کہ ان کی تحریک میں بہت زیادہ زیدی افراد اور زیدی اصولوں پر تکیہ تھا۔

زیدی افراد جناب زید بن علی کی شہادت کے بعد سے ہمیشہ ہی قیام کے لیے آمادہ رہتے اور جو شخص بھی اہل بیت میں سے قیام کرتا اس کے ساتھ ہو جاتے تھے ،عیسی بن زید نے زیدیہ لشکر کو محمد بن عبداللہ کے اختیار میں دیا تھا۔

ہمارا خیال نہیں ہے کہ عبداللہ بن حسن اور ان کے بیٹے محمد وابراہیم کا یہ عقیدہ ہو کہ محمد واقعا اس امت کا مہدی ہے اگر چہ وہ لوگ یہی اظہار کرتے تھے اس مطلب پر بہترین دلیل یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے محمد بن عبداللہ کے قتل کے بعد عبداللہ کو خط لکھا کہ جب وہ زندان میں تھا اس خط کا مضمون یہ ہے:

خداوند رحیم و رحمٰن کے نام سے میرے چچازاد بھائی اور بھتیجوں کے نام کہ جو سب نیک و صالح اور پاک ذریت سے ہیں۔اما بعد: اگر چہ تم اور تمہارے خاندان و ساتھی جس مصیبت میں گرفتار ہوئے مجھ سے مشورہ نہیں لیا تھا کہ جس کے نتیجہ میں غم و اندوہ اور مصیبت و پراشانی میں تنہارہ گئے ہو، یہ جان لو کہ میں بھی تمہارے غم میں شریک اور تمہاری مصیبت کا احساس کر رہا ہوں لیکن آرام اور صبر کے ساتھ ہوں اس لیے کہ خداوند عالم نے اپنے نیک بندوں کو اسی کی نصیحت فرمائی ہے،اس لیے پرودگار نے اپنے رسول سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہے: (فاصبر لحکم ربک فانک باعیننا)[۱] حکم خدا کے مقابل صابر رہو اس لیے کہ تم ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہو[۲]۔

---

۱ - سورہ طور، آیت ۴۸۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۲۹۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

علامہ مجلسی اپنی کتاب بحار الانوار میں اس طرح نقل فرماتے ہیں:
یہ خط ایک واضح گواہ و دلیل ہے کہ فرزندان امام حسن علیہ السلام ایک شریف مقام اور سعادت و اکرام کے ساتھ راہ خدا میں قدم اٹھائے ہوئے تھے[1]۔

علامہ مجلسی نے اس سلسلے میں کچھ روایات نقل کی ہیں کہ جو ان لوگوں کے اعتقادات کے بارے میں وضاحت کرتی ہیں کہ وہ اہل بیت علیہم السلام کے متعلق صحیح عقیدہ رکھتے تھے ان روایات میں سے ایک روایت یحی بن عبداللہ سے ہے کہ جو حضرت امام حسن کے فرزندوں میں سے دراز مدت تک زندان میں رہے، ان کا بیان ہے کہ:

عبداللہ بن فاطمہ صغری نے اپنے باپ اور انہوں نے اپنے والد گرامی اور انہوں نے اپنی جدہ حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول خدا سلام اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میری اولاد میں سات فرزند نہر فرات کے کنارے دفن کیے جائیں گے کہ ان کی عظمت کے برابر گذشتہ اور آئندہ میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یحی بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم آٹھ آدمی تھے، عبداللہ بن فاطمہ نے کہا: میں نے ایسا سنا ہے کہ جب زندان کو کھولا گیا تب سب مر چکے تھے میں بھی زخمی تھا لیکن ابھی جان باقی تھی ان لوگوں نے مجھ کو پانی پلایا اور زندان سے باہر لائے کہ جس کے نتیجہ میں زندہ بچ گیا[2]۔ یحی ان لوگوں میں سے تھے کہ جو اپنے باپ عبداللہ بن حسن بن حسن کے ساتھ کوفہ کے زندان میں رہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد نے مقابلے کو آگے بڑھایا

محمد اور ان کے بھائی ابراہیم کی تحریک ختم ہو گئی لیکن کیا وہ مقابلہ بھی دفن ہو گیا؟
تاریخ اس طرح جواب دیتی ہے: ایسا نہیں ہوا۔

---

۱ - بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۰۲۔ یہی نظریہ شیخ عباس قمی کا بھی ہے۔ دیکھیں: منتہی الآمال، ج۱، ص ۳۷۳۔
۲ - بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۰۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عبداللہ بن محمد خراسان گئے اور جب ان کا وہاں بھی پیچھا کیا گیا تو وہ سند کی طرف چلے گئے اور یحی بن عبداللہ کہ جن کا پہلے بھی تذکرہ کر چکے ہیں یعنی محمد بن عبداللہ کے بھائی زندان سے نکل کر دیلم[1] چلے گئے اور وہاں سے مسلسل لوگوں سے رابطے میں رہے[2]۔

ہارون الرشید محمد بن عبداللہ کے بھائی کی تعقیب سے عاجز آ گیا۔ عبداللہ بن حسن کا پوتا کہ جو محمد بن جعفر[3] بن عبداللہ کے نام سے مشہور ہوا وہ مصر گیا اور وہاں سے مراکش اور وہاں کے بہت سے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی[4]۔

لیکن ادریس بن عبداللہ، محمد بن عبداللہ کا بھائی مراکش کی طرف گیا اور بہت سے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن اس کے بعد عباسی خلیفہ نے کسی کو اس کی تلاش میں بھیجا تاکہ اس کو مسموم کر سکے۔ جیسے ہی وہ قتل ہوا تو اس کے بیٹے ادریس بن ادریس بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن علیہ السلام نے اپنے باپ کی تحریک کو ادامہ دیا اور ادریسیوں کی حکومت کی بنیاد رکھی[5]. یہ سب لوگ مختلف شہروں میں پھیل گئے یہ جو آئندہ کے انقلابات میں ہر ایک نے الگ الگ کردار ادا کیا یہاں تک کہ عبداللہ کے دو فرزند یحی اور ادریس نے فخ کے کارناموں میں بھی شرکت کی[6]۔

منصور دیوانقی تحریک زیدیہ کو ابراہیم کے قتل اور عیسی کے مخفی ہونے کی وجہ سے کہ جن کے بارے میں پہلے گفتگو کر چکے ہیں۔ ختم کر کے اپنے اہداف میں کامیاب رہا۔

---

۱ - شہر دیلم، دریائے خزر سے مغربی جنوب میں واقع ہے۔ معجم البلدان، ج۱، ص ۳۴۲۔

۲ - مقاتل الطالبین، ص ۳۹۰۔

۳- محمد بن جعفر بن یحی بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن بن امام علی ابن ابی طالب علیہم السلام، مراکش میں لوگوں نے ان کی اتباع کی اور ان کے فرمان پر عمل کیا انہوں نے بھی ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ پھر ان کو زہر دیدیا گیا۔ منتھی الآمال، ج۱، ص ۳۵۶۔

۴ - مروج الذھب، ج۳، ص ۳۴۳۔ المنتظم، ج۷، ص ۲۰۷۔

۵ - دیکھیں: تاریخ الشیعہ السیاسی الثقافی الدینی، ج۱، ص ۴۷۔ بحوث فی الملل والنحل، ج۷، ص ۳۸۲۔

۶ - مقاتل الطالبین، ص ۳۸۲۔ منتھی الآمال، ج۱، ص ۳۶۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زیدیہ تحریک؛ بنی عباس کو ذلیل کرتی ہے

یہ تحریک بہت زیادہ اہمیت کی حامل تھی اور دوام و اثراندازی کے اعتبار سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی تحریک سے کم نہیں تھی البتہ عظمت میں اس سے قابل قیاس نہیں ہے۔اس لیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی تحریک ایسی تھی کہ جو مستقیما بدعت گذاروں و منحرفوں کے مقابل یعنی اسلامی حکومت کو میراث میں تبدیل کرنے والوں کو محکوم کر رہی تھی یعنی یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے جدامجد حضرت رسول خداﷺ کی طرح باطل کے مقابل میں یعنی احقاق حق کے سلسلے میں قیام کیے ہوئے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی تحریک ایسی تحریک تھی کہ جس کی وجہ سے دنیا کی دوسری تحریکیں وجود میں آئیں، حضرت امام حسین علیہ السلام کی تحریک باطل کے مقابلے کے لیے وجود میں آئی اور میری نظر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی تحریک اسلامی امت کا سب سے پہلا قیام ہے۔

اس طرح بنی عباس نے شرعی خلافت کے نام سے حکومت کو حاصل کرلیا،اور شاید یہ دھوکا و فریب لوگوں کے لیے حقیقت کی حیثیت رکھتا تھا اور انتظار تھا کہ کچھ خاص لوگ تلوار کے ساتھ قیام کریں اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کریں اور بنی عباس کے خلاف ایک نئی تحریک کی بنیاد ڈالیں، محمد و ابراہیم کی تحریک اسی حساس ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حسین[۱] صاحب فخ کی تحریک

فخ کی تحریک محمد وابراہیم کی تحریک کے نتیجہ میں وجود میں آئی، یہ تحریک محمد وابراہیم کی تحریک کی طرح سیاسی و فوجی حیثیت کی حامل نہیں تھی اور محمد وابراہیم کی طرح مختلف اسلامی سرزمین کے رہبروں اور احزاب سے رابطے میں بھی نہیں تھی کہ ایک مدت کے لیے کسی کو اپنا رہبر بنا سکے اور محمد کے قیام کی طرح بنی عباس کی حکومت کے لیے دھمکی و چیلنج بھی نہیں تھی۔

لیکن صاحب فخ حسین بن علی اور ان کے ساتھیوں کا قیام فقہاء وزہاد وعباد و مفکرین واندیشمندوں کا قیام تھا کہ جن میں: علی بن ہشام[۲] بن برید[۳]، یحی بن علی[۴]، سعید بن خثیم[۵]، اور اولاد امام حسن[۶] کہ جن کا پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ یہ قیام بغیر کسی نقشہ اور اہداف کے تھا۔اس زمانے میں شہر مدینہ آج کے ایک

---

۱ - حسین بن علی بن حسن بن حسن مثنی بن امام حسن بن امام علی بن ابی طالب علیہم السلام (متوفی ۱۶۹ھ) بہت شجاع و بہادر، سخی و کریم، عالم با عمل، صاحب فضل وجلالت، ان کی شہادت سے اکثر لوگ متاثر ہوئے۔ ان کی فضیلت میں اصفہانی نے اپنے اسناد کے ساتھ زید بن علی سے نقل کیا ہے: حضرت رسول خدا اپنی زندگی میں مقام فخ پر پہنچے، وہاں پر اپنے اصحاب سے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور پھر فرمایا: یہاں میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کچھ مومنین کے ساتھ قتل ہوگا ان کے لیے کفن اور حنوط جنت سے آئے گا، ان کی روحیں ان کے بدنوں سے پہلے جنت میں چلی جائیں گی۔ اور دوسری روایت میں ہے: ان کے ساتھ ہر شہید کا اجر و ثواب دو شہیدوں کی برابر ہے۔ الحدائق الوردیہ، ج۱، ص ۳۱۷۔ منتہی الآمال، ج۱، ص ۳۶۳۔

۲ - مقاتل الطالبین میں ہشام ہی ذکر ہوا ہے کہ جبکہ اکثر مورخین نے ہاشم تحریر کیا ہے۔

۳ - ابوالحسن الخزاز، اہل کوفہ ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ معجم رجال الحدیث، ج۱۲، ص ۲۲۰۔

۴ - یحی بن علی تیمی ربعی کوفی، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایتیں نقل کی ہیں، ان سے کامل الزیارات میں بھی روایات مروی ہیں۔ معجم رجال الحدیث، ج۲۰، ص ۶۷۔

۵ - سعید بن خثیم ابو معمر ہلالی، یہ اور اس کا بھائی دونوں زید ابن علی کے مبلغین میں سے تھے، انہوں نے حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایات نقل کی ہیں۔ نجاشی نے اس کو ضعیف جانا ہے۔ اور ابن داؤد کی علم رجال کی کتاب، ص ۴۵۸، میں ہے کہ حمدویہ کا بیان ہے کہ یہ ناؤوسی مذہب تھا یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو آخری امام مانتا تھا، اور پھر کہا ہے کہ اس سے مروی روایات قابل اعتماد نہیں ہیں۔ اس نے اصبغ ابن نباتہ سے روایات نقل کی ہیں۔ ابن عضائری کے رجال، ص ۶۵ میں ہے کہ وہ بہت ضعیف ہے کہ اس کی روایت اصلا قابل اعتماد نہیں ہے۔

۶ - حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد کی تعداد اس قیام میں چھبیس افراد پر مشتمل تھی اور ان کے ساتھ بہت سے ان کے شیعہ بھی تھے۔ منتہی الآمال، ج۱، ص ۳۶۵۔ حدائق الوردیہ، ج۱، ص ۳۲۲، میں ان تمام افراد کے نام بھی ذکر ہوئے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حوزہ علمیہ کی صورت اختیار کر چکا تھا تمام فقہاء و علماء حسین بن علی صاحب فخ کی تحریک کی تائید کرتے تھے۔ ابراہیم بن اسحاق قطان سے روایت ہے کہ: میں نے حسین بن علی اور یحی بن عبداللہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے اہل بیت علیہم السلام سے مشورہ کیے بغیر قیام نہیں کیا ہے اور اس سلسلے میں ہم نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے بھی مشورہ لیا ہے اور حضرت نے ہم کو خروج کے لیے حکم دیا ہے[1]۔

حاکم مدینہ[2] ہمیشہ ان فقہاء و علماء پر کسی بھی طریقے سے سختی کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا اور ہر روز ان سے سوال و جواب کرتا رہتا تھا اور ان کو حکم دے رکھا تھا کہ ہر روز اس کے دربار میں حاضری دیں، فقہاء بھی اس کی غیبت سے خوف میں رہتے تھے اس لیے کہ اگر کوئی ایک بھی کسی دن حاضر نہ ہو تو حاکم مدنیہ تمام شخصیتوں کو اعم از علماء و تجار کو گرفتار کر لیتا تھا[3]۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ فقہاء نے ایک خط اس زمانے کے خلیفہ یعنی ہادی عباسی[4] کے نام تحریر کیا لیکن اس نے ان کے خط کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، اسی وجہ سے حسین بن علی بن حسن بن امام حسن علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے مل کر ارادہ کیا کہ مدینہ کے حاکم پر چڑھائی کر دیں۔

اس زمانے میں ان لوگوں کا نعرہ اور شعار (احد احد) تھا انہوں نے حاکم مدینہ کے خلاف قیام کیا کہ جس کے نتیجہ میں مدینہ کا حاکم وہاں سے فرار کر گیا اور وہ لوگ شہر مدینہ پر قابض ہو گئے پھر وہ لوگ مکہ کی جانب عازم ہوئے اور وہاں پر بھی قبضہ کر لیا اور پھر دوسرے شہروں پر بھی مسلط ہوتے چلے گئے[5]۔

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص ۳۸۳۔

۲ - مدینہ کا حاکم موسی ہادی عباسی کی جانب سے اسحاق بن عیسی بن علی تھا اور اسحاق کے بعد عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر خطاب بنا کہ جس نے علویوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم کیے۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۷۲۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۸، ص ۱۹۲۔

۳ - مقاتل الطالبین، ص ۳۷۲ - ۳۷۳۔ منتہی الآمال، ج ۱، ص ۳۶۴-۳۶۵۔

۴ - موسی بن محمد بن ابو جعفر منصور (۱۴۴-۱۷۰ھ) بغداد میں عباسی خلیفہ، یہ شہر ری میں پیدا ہوا، اپنے باپ کے انتقال کے بعد ۱۶۹ ہجری میں خلیفہ بنا پھر شہر گرگان میں غائب ہو گیا اس دوران اس کے بھائی ہارون الرشید نے خلافت سنبھالی، پھر یہ واپس آیا اور اپنے بھائی ہارون کو ولایت عہدی سے ہٹانا چاہا اور اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا لیکن کسی نے موافقت نہیں کی، تب اس کا انتقال ہو گیا اور اس کو عیسی آباد کے باغ میں بغداد کے ایک محلّہ میں کہ جو عیسی بن مہدی سے منسوب ہے دفن کر دیا گیا۔ اس کی خلافت کی مدت ایک سال تین مہینے کی ہے۔ الاعلام، ج ۷، ص ۳۲۷۔

۵ - مقاتل الطالبین، ص ۳۷۵-۳۷۷۔ الحدائق الوردیہ، ج ۱، ص ۳۲۲-۳۲۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تحریک فخ کی غلطیاں

مدنیہ ومکہ کے علاقے دینی ومعنوی اعتبار سے بہت حساس تھے اس لیے وہاں پر بہت فقہاء علماء زاہد وعابد اور حجاج موجود تھے ان کے علاوہ وہاں پر حرمین شریفین بھی تھے۔

لیکن یہ دو شہر فوجی اور سیاسی لحاظ سے کسی اہمیت کے حامل نہیں تھے[1] بلکہ کوفہ و بصرہ اور بغداد سیاسی و حکومتی لحاظ سے اہمیت کے حامل تھے اور اس کے علاوہ جیسا کہ پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ حجاز کا علاقہ غیر محفوظ علاقہ تھا کہ جس کو جو بھی چاہتا جہاں سے بھی چاہتا فتح کر لیا کرتا تھا۔

اور دوسری طرف کوفہ و بصرہ اور بغداد اسلامی حکومت کے مرکز تھے تو پھر کس لیے صاحب فخ نے اپنے قیام کا آغاز مدینہ اور مکہ سے کیا اس نے اس سے پہلے انقلابات جیسے واقعہ حرہ، یا عبداللہ بن زبیر کے قیام یا محمد بن عبداللہ کے قیام سے کہ جو ابھی تازہ ہی تھا اور یہ سب اسی غلطی کے مرتکب ہوئے تھے کہ جو سبب بنا تھا کہ آرام سے شکست سے روبرو ہوں، عبرت نہیں لی تھی۔ حسین بن علی بن حسن کو محمد بن عبداللہ کے تجربہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے تھی اور قیام سے کچھ وقت پہلے ہوشیاری سے کام لیتے اور اپنے مبلغین کو مختلف علاقوں میں بھیجتے اور اطلاعات و راز کے سلسلے میں ایک مضبوط سلسلہ قائم کرتے کہ جو حکومت کے لیے ضروری تھا اس لیے کہ یہ عبرتیں اور نصیحتیں تھیں کہ جو ضروری تھیں کہ جو محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن کے تجربے سے حاصل کرتے۔

دونوں لشکر ایک مقام بنام فخ پر جمع ہوگئے اور جنگ شروع ہوئی حسین بن علی کے لشکر نے بہت اچھا امتحان دیا اور پہاڑ کی طرح اپنے دشمنوں سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ موسی بن عیسی نے کہ جو بنی عباس کے لشکر کا ایک سپہ سالار تھا حسین بن علی سے تقاضا کیا کہ جنگ کو روک لو اور دھوکے و فریب سے حسین بن علی سے کہا کہ: تم امان میں ہو۔ لیکن حسین نے سازش سے خودداری کی لیکن محمد بن سلیمان[2] نے اس حیلہ حیلہ کی پھر تکرار کی اور اس طرح کہا: اے میرے ماموں کے فرزند خدا سے ڈرو اور تم امان میں ہو۔ حسن

۱۔ مروج الذهب، ج ۳، ص ۲۹۵۔

۲۔ اصفہانی نے نقل کیا ہے کہ محمد بن سلیمان کے ساتھیوں نے ہمیں خبر دی کہ جب محمد بن سلیمان کی موت کا وقت قریب آیا لوگ اس اس کو کلمہ شہادت پڑھا رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ کاش میری ماں نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا کہ میں فخ کے روز حسین و حسن سے جنگ نہ کرتا۔ وہ اسی کی تکرار کرتا مر گیا۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۸۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بن محمد[1] کہ جب اس کی آنکھ میں تیر لگ چکا تھا، جواب دیا: خدا کی قسم تمہارے لیے امان نہیں ہے۔اور وہ بہت شدت کے ساتھ جنگ کرتے رہے[2]۔

حسین نے حسن بن محمد کو حکم دیا کہ بنی عباس کے لشکر سے سختی کے ساتھ جنگ کرے، لیکن پھر بھی حسین بن علی کا لشکر جب کہ بہت ہمت وجوانمردی کے ساتھ لڑرہا تھا شکست سے دوچار ہوگیا[3]۔

ادریس تحریک فخ کا وارث

حسین کے ساتھیوں میں سے عبداللہ بن حسن بن امام حسن علیہ السلام کے دو بیٹے بنام ادریس اور یحی زندہ باقی رہ گئے تھے، کہ جو اپنے بھائی محمد وابراہیم کے ساتھ انقلاب کے لیے زمینہ فراہم کرنے میں مشغول تھے۔یہ تین شخص (محمد، ابراہیم ویحی) بنی امیہ کے زمانے اور بنی عباس کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں اس تحریک کی رہبری کے ذمہ دار تھے، اور ادریس اس زمانے میں مخفی تھا اور اپنی تحریک کے کارناموں میں مشغول تھا،اس نے فخ کی جنگ کو دیکھا کہ ان کی شکست سے روبرو ہوئی کہ جس میں وہ خود بھی شریک تھا۔وہ خود زخمی ہوگیا تھا مخفی طریقے سے جنگ سے باہر نکل گیا اور وہاں سے مصر اور پھر مصر سے مراکش کے قبیلہ بربر میں داخل ہوگیا اور لوگوں کو قیام کی طرف دعوت دینے لگا لوگوں کو رسول خدا ﷺ سے اپنی نسبت کی خبر دیتا اس طرح اس قبیلہ کے رہبر اس کے گرد جمع ہوگئے اور اس کی بیعت کی[4]، پھر وہیں اس کی حکومت قائم ہوگئی اور وہ علاقہ اس کی حکومت میں شمار ہونے لگا۔یہ موقعیت ادریس کے لیے ایک عظیم فرصت تھی وہ اس فرصت سے اپنی حکومت کے آگے بڑھنے اور ترقی کے لیے کوشش کرتا اور حکومت پر باقی

---

۱ - یہ ابوالزفت کی کنیت سے معروف تھے، ابوزفت حسن بن محمد نفس الزکیہ بن عبداللہ محض بن حسن مثنی بن امام حسن علیہ السلام۔ السلام۔

۲- مقاتل الطالبین، ص۳۷۱-۳۷۹۔ الحدائق الوردیہ، ج۱، ص۳۲۵۔

۳ - معجم البلدان، ج۴، ص۲۳۸ میں ہے کہ حسین کے ساتھ بہت سے لوگ قتل ہوئے اور ان کے جنازے تین دن تک بے گور وکفن پڑے رہے۔اسی طرح مروج الذھب، ج۳، ص۳۲۷ میں ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد یہ اہل بیت کے لیے عظیم ترین مصیبت تھی۔

۴ - مقاتل الطالبین، ص۴۰۷۔ شذرات الذھب، ج۲، ص۳۱۱۔ الطبقات الکبری، ج۵، ص۴۴۲۔ الکامل فی التاریخ، ج۶، ص۹۳۔ الحدائق الوردیہ، ج۱، ص۳۵۷۔ میں ان کے قیام کی تفصیل، مراکش میں تبلیغ اور بعض خطبے بھی نقل ہوئے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

رہا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا اس کے بعد اس کے بیٹے یکے بعد دیگرے مسند حکومت پر بیٹھے اور کسی حد تک اپنی حکومت کو آگے بڑھانے میں کامیاب ہو گئے[1]۔

ادریس کی حکومت کافی کوششوں کے نتیجہ میں قائم ہوئی، وہ زخمی شخص کہ جو جنگ فخ سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوا اور بنی عباس کے لشکر کی تلواروں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوا مراکش پہنچ کر ایک عظیم حکومت کی بنیاد ڈالی اور یہ ایک عظیم کارنامہ تھا اس لیے کہ وہ زخم کہ جو اس کے لگا تھا اس کی وجہ سے اس کا تنہائی کی حالت میں مراکش پہنچنا ہی مشکل تھا چہ جائے کہ تحریک چلائے اور سرزمین اسلامی کے دورترین علاقے میں حکومت کی بنیاد ڈالے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اس کام کو احترام واجلال کی نظر سے دیکھتا خصوصا یہ کام اس شخص سے انجام پایا کہ جس کا کوئی یارومددگار نہیں تھا اور ایسی جنگ میں زخمی ہو گیا تھا کہ جس میں وہ لوگ شکست کھا چکے تھے۔

اس کا عمل حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے اس فرمان کے مطابق تھا: جان لو کہ جنگ سے زندہ باقی بچ جانے والوں کا حق بہت سے لوگوں سے زیادہ ہے[2]۔

ادریس کی حکومت مذہبی افراد کی جانب سے پہلی حکومت ہے کہ جو تاریخ کے اس دور میں قائم ہوئی کہ جس کو جنگ فخ کے ادامہ کے طور پر یاد کیا جاسکتا ہے۔

یحی بن عبداللہ نے اپنے بھائیوں کی راہ کو آگے بڑھایا

یحی[1] بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن علیہ السلام محمد و ابراہیم اور ادریس کا بھائی ہے وہ محمد و ابراہیم کی تحریک کا ایک ممبر تھا اور ان کے بعد حسین بن علی صاحب فخ کے ساتھ شریک رہا، وہ ایک فقیہ

---

۱ - ادریس کی شہادت کے بعد ان کا بیٹا ادریس تخت حکومت پر بیٹھا اور ادریس ابن ادریس کے بعد ان کا بیٹا محمد ابن ادریس نے شہر فاس کو کو دارالحکومت بنایا اور اپنے بھائی قاسم کو شہر بصرہ کا گورنر بنا کر بھیجا، اور اپنے دوسرے بھائیوں کے مختلف شہروں کا گورنر بنایا۔ الکامل فی التاریخ، ج۶، ص ۴۱۵۔ عمدۃ الطالب، ص ۱۹۵ میں ہے ادریس ابن ادریس کے آٹھ بیٹے تھے: محمد، قاسم، عیسی، عمر، داؤد، یحی، عبداللہ اور حمزہ۔ سب کسی نہ کسی شہر کے گورنر رہے ہیں۔

۲ - نہج البلاغہ، کلمہ قصار، ۸۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

شخص تھا کہ جس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے محضر میں تربیت حاصل کی تھی اور حضرت سے بہت سی روایات بھی نقل کی ہیں۔یحی بن عبداللہ بن حسن جب بھی حضرت سے کسی روایت کو نقل کرتا تو کہتا: میرے عزیز جعفر بن محمد نے اس طرح فرمایا ہے[۲]۔یحی اصحاب فخ کے قتل ہونے کے وقت ان کے سپہ سالاروں میں سے تھا وہ ایک مدت تک مخفی طور سے اسلامی شہروں میں رفت وآمد میں مشغول رہا اور اپنے مخفی ہونے کے لیے کسی مناسب اور مخفی جگہ کی تلاش میں رہا۔ فضل بن یحی برمکی[۳] کہ جو اہل بیت کا محب اور عاشق تھا (جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں) اس کے مخفی ہونے کی جگہ سے آشنا ہوگیا اور اس سے چاہا کہ وہ وہاں سے منتقل ہوجائے اور دیلم چلا جائے اس نے ایک خط لکھا کہ کوئی شخص بھی اس کو پریشان اور اس کا مقابلہ نہ کرے، وہ بھی مخفی طور پر دیلم میں وارد ہوا ہارون الرشید کو اس کے بارے میں علم ہوگیا لہٰذا فضل بن یحی کو حکم دیا کہ یحی کے گرفتار کرنے کے لیے اس کے پاس جائے[۴]۔

اس طرح کے واقعات تاریخ میں بہت کم نظر آتے ہیں، ایسے افراد کہ جنھوں نے علم و معرفت کے معدن و گنج میں تربیت پائی ہو اور دو انقلابوں میں شرکت کی ہو اور اپنی عمر کا زیادہ تر حصہ زندان میں گذارا ہو اور پھر بھی اگر فرصت ملے تو پوری عمر شہروں میں مخفی طور پر رفت وآمد میں بسر کریں اور پھر ان تمام مشکلات کے باوجود بھی اپنے انقلابی اصول سے کسی طرح بھی منھ نہ موڑا ہو۔یحی کہ جو اصل میں مدینہ کا رہنے والا تھا کبھی شام میں نظر آتا تو کبھی دیلم میں کبھی سند میں نظر آتا تو کبھی کوفہ میں، لیکن ہم کس طرح

---

۱ - یحی بن عبداللہ (متوفی ۱۸۰ھ) ابوالحسن بن حسن مثنی بن امام حسن بن امام علی بن ابی طالب علیہم السلام، وہ عالم و فقیہ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد خاص ہیں، مسلمانوں کے درمیان بہت عظمت و جلالت اور مقام و منزلت رکھتے ہیں، بہت بہادر و دلیر، دیلم و مکہ و مدینہ اور یمن و مصر کے کافی لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ الحدائق الوردیہ، ج۱، ص۳۲۹۔ مقاتل الطالبین، ص۳۸۸۔ الاعلام، ج۸، ص۱۵۴۔

۲ - مقاتل الطالبین، ص۳۸۹۔ حیاۃ الامام موسی کاظم علیہ السلام، ج۲، ص۹۰۔

۳ - فضل بن یحی بن خالد برمکی (۱۴۷-۱۹۳ھ) ہارون الرشید کا وزیر، ہارون نے اس کو کچھ مختصر مدت کے لیے اپنا وزیر بنایا اور پھر ۱۷۸ہجری میں خراسان کا گورنر بنادیا، وہاں اس کی اچھی حکومت رہی۔ ہارون نے ۱۸۷ہجری میں قبیلہ برامکہ کا قتل عام کیا کہ جب کہ فضل بن یحی بغداد میں ہارون کے پاس موجود تھا، ہارون نے فضل اور اس کے باپ یحی کو بھی گرفتار کردیا اور شہر رقہ میں زندان میں ڈالدیا اور برامکہ کا تمام مال و دولت لوٹ لیا، فضل کا شہر رقہ کے زندان میں انتقال ہوگیا۔ الاعلام، ج۵، ص۱۵۱۔

۴ - مقاتل الطالبین، ص۳۹۰۔ تاریخ الیعقوبی، ج۲، ص۴۰۸۔ شذرات الذھب، ج۲، ص۴۳۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایسے شخص کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں شمار کریں؟ تعجب خیز اور شگفت آور ہے!

لیکن یحیٰ بن عبداللہ کے مخفی ہونے کا راز اور اس سے ہارون الرشید کے باخبر ہونے کی داستان اس طرح خلاصہ ہوتی ہے: ایک شخص ہارون کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے پاس ایک خبر ہے۔ ہرثمہ کہ جو ہارون کا ایک خاص آدمی تھا اس نے کہا: اس شخص کی باتوں کو غور سے سنو۔ اس شخص نے کہا: یہ خبر خلافت کے اسرار میں سے ہے۔ ہارون الرشید نے اس شخص کو حکم دیا کہ اس جگہ کو ترک نہ کرے جب وقت ظہر ہوا تو اس کو طلب کیا۔ اس شخص نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تنہائی میں گفتگو کروں۔ ہارون الرشید نے اپنے دونوں بیٹوں کی طرف دیکھا اور کہا: ہم کو تنہا چھوڑ دو، پھر ہارون الرشید نے اس شخص سے کہا: جو خبر لے کر آئے ہو کہو، اس شخص نے کہا: اس شرط پر کہ مجھ کو لوگوں کی اذیت و آزار سے محفوظ رکھوگے۔ ہارون نے کہا: بہت خوب، بلکہ تجھ کو انعام بھی دوں گا۔ اس شخص نے کہا: میں حلوان کے ایک کاروان سرا میں تھا کہ میں نے اچانک یحیٰ بن عبداللہ کو دیکھا اس نے کھال سے بنا ہوا ضخیم و موٹا لباس پہن رکھا تھا اور لال رنگ کے بالوں کا لباس اس کے اوپر تھا کچھ لوگ اس کے ساتھ تھے کہ جہاں بھی یحیٰ وارد ہوتا اور جہاں سے نکلتا وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ رہتے تھے وہ اسی طرف چلتے کہ جس طرف یحیٰ کا ارادہ ہوتا تھا، جو شخص بھی ان کو دیکھتا یحیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا اور یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ یحیٰ کے ساتھی ہیں یہ تمام افراد اپنے اپنے ہاتھوں ایک ایک سفید رنگ کا خط لیے ہوئے تھے کہ جب وہ یحیٰ کو دیکھاتے تب یحیٰ ان سے مطمئن ہو جاتا اور اس کو اپنے ساتھیوں میں سے شمار کرتا۔ ہارون الرشید نے کہا: کیا تو یحیٰ کو پہچانتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ میں بہت پہلے سے یحیٰ کو جانتا ہوں وہ وہی شخص تھا کہ جس کو میں نے کل دیکھا ہے۔ ہارون نے کہا: مجھ سے یحیٰ کے اوصاف و حالات بیان کر۔ اس شخص نے کہا: یحیٰ ایک درمیانی قد کا انسان، اس کے چہرے کا رنگ کسی حد تک گندمی اور سانولا، نمکین آنکھیں بہت خوبصورت اور شکم بڑا ہے۔ ہارون نے کہا: وہی ہے۔ کیا کوئی بات اس سے سنی ہے؟ اس شخص نے کہا: میں نے سنا کہ ہے وہ کچھ کہہ رہا تھا میں نے اس کو ایک غلام کے ساتھ دیکھا ہے کہ جس کو میں جانتا ہوں، جیسے ہی نماز کا وقت ہوا وہ غلام ایک دھلا ہوا لباس اس کے لیے لے کر آیا یحیٰ نے بھی اس لباس کو پہنا اور باہر آیا تاکہ اس کو دھوئے اور جب ظہر کا وقت گذر گیا تو اس نے وہی لباس پہن کر نماز ادا کی ظاہرا نماز عصر تھی پہلی دو رکعت بہت

Presented By: https://jafrilibrary.com

طولانی اور آخر کی دو رکعت کو ختم کر دیا۔ ہارون نے کہا: خدا تیرے باپ کو بخشے، تو نے اچھی طرح ذہن میں رکھا، وہ نماز عصر ہی تھی اور فقہاء کے نزدیک اس کے فضیلت کا وقت وہی ہے، خداوند عالم تجھ کو نیک جزا اور اچھا بدلا عطا کرے تو خود کون ہے؟ اور کس قبیلہ سے تیرا تعلق ہے؟ ہارون نے اس شخص کو بہت کچھ انعامات سے نواز، لیکن اس کے بدلے میں کہ وہ پہلے یحی کے ساتھ تھا دستور دیا کہ اس کے ایک طمانچہ مارا جائے[۱]۔

اس کے بعد ہارون الرشید نے یحی کے قتل کا پروگرام بنایا[۲] اور اس کے بعد یحی جہاد سے بھرپور زندگی کے خاتمہ پر خداوند عالم کے جوار میں پہنچ گیا۔

یہاں پر ایک مطلب کی وضاحت دینا ضروری ہے کہ وہ ایک فقیہ شخص تھا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے احادیث نقل کرتا ہے۔ کیا یحی کے قتل ہونے کے بعد اس کا شجرہ طیبہ بھی ختم ہو گیا؟ اصلا ایسا نہیں ہے! بلکہ یہ شجرہ طیبہ ہمیشہ بہترین ثمر دیتا رہا ہے، یحی کا پوتا محمد بن جعفر بن عبداللہ مصر سے مغرب کی طرف عازم ہوا اور الجزائر پہنچا، بہت سے لوگ اس کے اطراف جمع ہو گئے، محمد نے بھی اس کو صبر کی وصیت و تلقین کی لیکن آخرکار وہ بھی مسموم کر دیا گیا[۳]۔ یہ ہے راہ انقلاب، کوئی شخص بھی شہید نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کی جگہ پر دوسرا آ جاتا ہے اور اس کی راہ کو ادامہ دیتا ہے۔

زیدیہ گروہ کی دوسری حکومتیں بھی تاریخ میں وجود پائی ہیں مثلا دیلم میں امام ناصر[۴] کی حکومت انہیں حکومتوں میں سے ایک تھی۔ امام ناصر کی داستان بھی معروف ہے:

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص۳۹۱- ۳۹۲۔

۲ - مقاتل الطالبین، ص۴۰۱-۴۰۲۔

۳ - مروج الذھب، ج۳، ص ۳۴۳۔

۴ - امام ناصر حق یا امام ناصر علوی، ابو محمد حسن بن علی بن حسن بن علی بن عمر اشرف بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام، (۲۲۵-۳۰۴ھ) مدینہ میں پیدا ہوئے، وہ شاعر و عالم دین و فقیہ تھے، آل ابی طالب میں ان کا اعتبار تھا، محمد بن زید کی شہادت کے بعد ۲۸۷ ہجری میں طبرستان میں ان کی حکومت قائم ہوئی، وہ علویوں میں سے زیدیہ فرقے کے تیسرے حاکم ہیں، پھر طبرستان کی حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی، اور وہ دیلم کی طرف چلے گئے، وہاں پر تیرہ سال تک رہے، اس وقت تک دیلم کی اکثریت کافر تھی، ان کی تبلیغ کے اثر سے اکثریت مسلمان ہو گئی، انہوں نے وہاں حکومت قائم کی اور ان لوگوں کے لیے مسجدوں کی تعمیر کی، اور پھر وہاں ایک عظیم لشکر تیار کیا اور طبرستان پر چڑھائی کی، اس میں کامیاب ہو گئے اور ۳۰۱ ہجری میں طبرستان پر دوبارہ حکومت

Presented By: https://jafrilibrary.com

وہ خراسان میں زندگی بسر کرتا تھا لیکن جب اس نے وہاں پر حکومت کے خلاف انقلاب برپا کیا تو گرفتار ہوگیا اور زندان میں ڈالدیا گیا، جب کہ اس کی عمر بہت زیادہ ہوچکی تھی تب بھی زندان سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا، اس زمانے میں مذہبی افراد بہت سے نقشہ بناتے تھے تاکہ بنی عباس کے جہنمی زندان سے آزاد ہوجائیں اس لیے کہ زندان میں باقی رہنا گویا اپنی طاقت کو ختم کرنا اور مردوں کے دامن پر ایک ننگ و عار کا دھبہ ہے خصوصا اس شخص کے لیے کہ جو فرار کرنے کی ہمت اور حوصلہ رکھتا ہو۔

وہ کہ جو فقیہ بھی تھا اور شاعر بھی، وہ زندان سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا اور پھر دیلم گیا اور وہاں پر انقلاب برپا کیا اور حکومت کی بنیاد ڈالی، یہ مذہبی لوگوں کی تاریخ میں دوسری حکومت شمار کی جاتی ہے۔ مذہبی لوگوں کی دونوں حکومتیں آئمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی میں برپا ہوئی ہیں۔

یہاں پر زیدیہ تحریک کے سلسلے میں ہماری گفتگو ختم ہوتی ہے۔ اور اب اسماعیلیہ تحریک کے سلسلے میں گفتگو کو شروع کرتے ہیں اور پھر ان دو تحریک زیدیہ اور اسماعیلیہ کو درک کرنے اور سمجھنے کے بعد مذہبی تحریک کے مفہوم کو درک کرنے میں آسانی ہوجائے گی اور اس واقعیت کو سمجھ پائیں گے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کسی بھی وقت ان تحریکوں سے جدا نہیں تھے بلکہ دور سے ان کی راہنمائی فرماتے تھے اور ایک وقت میں متعدد و مختلف تحریکوں کی رہبری و راہنمائی فرماتے تھے۔ اس لیے کہ اسلامی حکومت بہت وسیع تھی اور اس کو تبدیل کرنا بہت مشکل کام تھا کہ جس میں بہت زیادہ کوششوں کی ضرورت تھی۔

قائم ہوئی۔ ان کو وہاں سے ناصر کا لقب ملا، ان کو اطروش بھی کہا جاتا تھا اس لیے کہ ان ایک جنگ میں تلوار لگ چکی تھی۔ طبری نے ان کے بارے میں تحریر کیا ہے: اطروش کی طرح عادل، حسن سیرت اور حق کو قائم کرنے والا انسان کسی نے نہیں دیکھا۔ ان کی دو جلدوں میں تفسیر قرآن بھی ہے، اور بھی کتابوں کی نسبت ان کی طرف دی جاتی ہے، ان کا انتقال طبرستان ہی میں ہوا۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۱۰، ص ۱۴۹۔ الاعلام، ج ۲، ص ۲۰۰۔ الحدائق الوردیہ، ج ۲، ص ۵۵۔ ۵۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- دوسری صدی ہجری میں مذہبی تحریک کی کوشش کی خاطر اسلامی امت میں عملی طور پر بہت سے اندرونی اصلاحات رونما ہوئے، بیرونی فتوحات کا سلسلہ ختم ہوا کہ جو پہلی صدی ہجری میں بہت زیادہ آگے بڑھ چکا تھا۔
- آزادی خواہ اور اصلاح طلب افراد بنی امیہ کے حکومت کو گرانے میں متحد ہوگئے، اور اس طرح زیدیہ تحریک وغیرہ بھی بنی عباس کے ساتھ مل کر اپنے ہدف میں کامیاب ہوگئیں، لیکن بنی امیہ کے سقوط کے بعد ان تحریکوں میں آپسی اخلافات پھوٹ پڑے اور یہ تحریکیں بنی عباس کے خلاف بھی منصور کے زمانے ہی سے قیام کرنے پر مجبور ہوگئیں۔
- بنی عباس کے خلاف سب سے پہلی تحریک محمد نفس زکیہ کی تھی کہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کی مدد اور بعض عراقی فقہاء کی تائید میں قیام کیا، پھر ان کے بعد حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام کی اولاد کی تحریکیں جیسے یحی بن عبداللہ، ادریس بن عبداللہ، حسین صاحب فخ کا قیام۔ یہ تحریکیں اپنی شجاعت و کرم اور بہادری کی وجہ سے ہمیشہ حکومت وقت کے لیے چیلنج بنی رہی ہیں۔
- بنی عباس نے ان تحریکوں کا اپنی پوری اسلامی حکومت اور تمام اسلامی شہروں میں اپنی تمام سیاست و مکاری اور فریب وحیلہ سے مقابلہ کیا۔ پر مذہبی تحریک کے لوگ قتل ہوتے رہے لیکن اس کی روح ہمیشہ زندہ رہی اور پھر یہی پرچم یکے بعد دیگرے دوسرے مومن افراد کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کس طرح امت کی راہنمائی فرماتے تھے

آئمہ طاہرین علیہم السلام کی راہنمائی کو حاصل کرنا

سب سے پہلے اپنی گذشتہ گفتگو کے بارے میں کہ جو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے سلسلے میں ہوئی تھی، دوبارہ تذکر دیں، وہاں پر ہم نے بیان کیا تھا: حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام اسلامی امت میں تمام تحریکوں کی بنیاد رکھنے والے ہیں۔ اس طرح کہ حضرت نے ایسے لوگوں کی تربیت فرمائی کہ جو رہبریت کی صلاحیت رکھتے تھے تاکہ ایسے کارنامے انجام دیں کہ جن کی اسلام نے تاکید و سفارش کی ہے اور یہ کام ایسی صورت میں انجام پاتے کہ حضرت مدینہ میں اپنے بیت الشرف میں تشریف فرمارہتے تھے۔

ہم نے اس گذشتہ بحث میں بیان کیا کہ حضرت فقط ایک انقلابی یا ایک مصلح یا ایک عابد یا زاہد یا فقیہ نہیں تھے بلکہ یہ تمام صفات بلکہ ان سے بھی زیادہ صفات کے حامل تھے اور یہ تمام انبیاء اور آئمہ بلکہ تاریخ کے تمام مصلحین کا وظیفہ ہے۔آپ نے اپنے آپ کو صرف ایک سماجی انقلاب یا ثقافتی تبدیلی یا

Presented By: https://jafrilibrary.com

اجتماعی اصلاح میں محدود نہیں کر رکھا تھا بلکہ ان تمام امور کو ایک ساتھ لے کر چلتے اور کاملا تاریخ کی راہنمائی فرمارہے تھے۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام کا میدان میں حاضر ہونا تمام حالات اور زمینوں کو شامل ہوتا تھا اور وہ امت اسلامی کے سفینہ کے ناخدا شمار ہوتے تھے کہ جو ہمیشہ کشتی کی مسیر پر توجہ رکھتے ہیں۔آئمہ طاہرین علیہم السلام کے آثار دلالت کرتے ہیں کہ آپ علیہم السلام تمام فقہ و عقائد و فلسفہ بلکہ تمام اسلامی علوم سے کماحقہ واقف ہی نہیں بلکہ بانی ہیں۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام کا سیاست و اجتماع کے میدان میں ہونا، تمام معاشرے کی مشکلات کو درک کرنا اور مختلف زاویوں سے سرگرمیاں انجام دینا امت اسلامی کا ایک سنہرا باب ہے۔

اس مطلب کو ہم اس وقت بہتر سمجھیں گے کہ جب یہ جان لیں کہ کس طرح آئمہ طاہرین کی سرگرمیاں اور کوششیں تمام میدانوں کو شامل تھیں اور آپ تمام تحریکوں کی رہبری فرماتے تھے اور امت کو ایمان سے سرشار فرماتے تھے تاکہ اسلام کو حیات بخش سکیں۔آپ ہزاروں لوگوں کی اسلامی موازین کے مطابق تربیت فرماتے اور ان کو مختلف علوم کی تعلیم دیتے تھے۔

حادثات کے مقابل آئمہ طاہرین علیہم السلام کا کردار

آئمہ طاہرین علیہم السلام ہر واقعہ و حادثہ کے مقابل چاہے وہ کتنا چھوٹا ہی ہو ایک خاص کردار رکھتے تھے اور اس حقیقت کی تاریخ گواہ ہے۔معاشرے میں کوئی تبدیلی یا واقعہ رونما نہیں ہوتا تھا مگر یہ کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اس کے بارے میں ایک خاص نظریہ رکھتے اور کوئی خاص عمل انجام دیتے تھے۔آپ ایک بار، اپنی نظر کو اپنے خاص اصحاب سے بیان فرماتے تو کبھی عوام کے سامنے اظہار خیال فرماتے تھے اس مطلب پر واضح دلیل یہ ہے کہ تمام خلفاء بنی امیہ و بنی عباس آئمہ طاہرین علیہم السلام کی جانب سے اخبار حاصل کرنے کے بعد ان کی آنکھوں سے نیندیں اڑ جاتی تھیں اور ہم دیکھتے ہیں خلفاء، آئمہ طاہرین علیہم السلام کو اس بات کی تہمت لگاتے تھے کہ وہ حضرات لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہے ہیں اور اسی سبب ان کو اپنے دربار میں طلب کیا جاتا اور یہی وجہ ہے کہ بعض آئمہ طاہرین علیہم السلام نے زندانوں میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

زندگی بسر کی ہے[۱] اوران میں سے بعض آئمہ کو اس شہر میں کہ جو خلیفہ کا دارالسلطنت (سامرہ) تھا زندان میں رکھا گیا[۲] تاکہ خلیفہ کو ان کی جانب سے کوئی خطرہ محسوس نہ ہوسکے بلکہ اطمینان رہے کہ امام علیہ السلام مستقیما اس کی زیر نظر ہیں، اورایک دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے اپنی تمام عمر زندان میں بسر کردی ہے تو دوسرے دور میں نظر آتا ہے خلفاء نے تمام اسلامی شہروں میں اعلان کرادیا ہے کہ علماء آئیں اور آئمہ علیہم السلام سے علمی گفتگو اور مناظرہ کریں[۳] تاکہ شاید ان کی کسی خطاء یا علمی نظریہ پر کوئی کوتاہی حاصل کرسکیں۔ یہ گفتگوئیں اور مناظرات بالکل الیکشن میں کھڑے ہونے والے دو کنڈیڈیٹ کی طرح واقع ہوتے تھے۔ یہ تمام مدارک و منابع دلالت کرتے ہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام ہر واقعہ و حادثہ چاہے چھوٹا سا بھی ہو اور اسلامی معاشرے میں رونما ہو اس کے مقابل اپنی خاص نظر رکھتے تھے اور آپ کا یہ فرمان: ہم معصومین میں ہر شخص یا قتل ہوا ہے یا مسموم ہوا ہے[۴]۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سیاسی راہنمائیوں میں امت اسلامی کے محور اور مرکز رہتے تھے۔

مثال کے طور پر منصور دیوانقی کہ جو بنی عباس کا ایک خلیفہ تھا علویوں کے ساتھ بنی امیہ کی حکومت کو ساقط کرنے میں شریک رہا اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی انقلابی تحریکوں کی راہنمائی کرنے کی بعض روشوں سے واقف ہوچکا تھا یہی وجہ ہے کہ جب منصور ربذہ (ابوذر کے دفن کی جگہ) میں تھا یہ سوال کیا:

محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن کو کس چیز نے آمادہ کیا کہ وہ ہمارے خلاف قیام کرے؟

---

۱ - جیسے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام۔

۲ - حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی زندگی کا اکثر حصہ سامرہ میں گذرا ہے اور متوکل عباسی نے آپ کو سامرہ میں زندان کی طرح رکھ رکھا تھا چونکہ حکومت کے کچھ کارندے حضرت کے گھر کا محاصرہ کیے رہتے تھے۔ اور جو کوئی بھی حضرت سے ملنے آتا اس پر نظر رکھتے، اور یہی طریقہ متوکل کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ زندان میں باقی خلفاء بنی عباس کا رہا ہے۔

۳ - یہ اقدام مامون عباسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ انجام دیا اس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے کسی بھی دین کے عالم کے سوال کے جواب میں کبھی تو لاعلمی اور اپنی عاجزی کا اظہار کریں کہ جو اس کے لیے مذہب شیعہ کے خلاف ایک عظیم دلیل ہوگی کہ شیعہ معتقد ہیں کہ امام وقت اپنے زمانے میں سب سے زیادہ علم رکھتا، اور ہر چیز سے واقف ہوتا ہے۔ اس نے دنیا کے تمام ادیان کے علماء کو بلایا اور حضرت سے مناظرہ کرایا حضرت ہر ایک کو اس کے سوال کا بہت ہی اطمینان کے ساتھ جواب دیتے رہے۔ دیکھیں: حضرت کے مناظرات: التوحید، صدوق، ص ۴۱۷، الاحتجاج، ج ۲، ص ۴۱۵۔ بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۲۹۹۔

۴ - بحارالانوار، ج ۲۷، ص ۲۱۶۔ کفایۃ الاثر، ص ۱۶۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کیااس کے انقلاب کاسبب امام جعفر صادق علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور ہے؟

منصور نے خود ہی یہ احساس کیا۔ لہٰذا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کہ جو اس وقت منصور ہی کے ساتھ ربذہ میں تشریف فرماتھے، احضار کیا اور منصور نے حضرت کے تشریف لانے سے پہلے اپنے چاہنے والوں سے یہ کہا: کون شخص مجھ کو اس جعفر کے ہاتھ سے نجات دلائے گا؟ وہ ایک قدم آگے بڑھاتا اور ایک قدم پیچھے ہٹاتا ہے، اور اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہے کہ میں محمد بن عبداللہ بن حسن سے کنارہ گیری کرلوں گا اس لیے کہ اگر وہ کامیاب ہوگیا تو میرے حق میں قضیہ تمام ہوگا اور اگر وہ کامیاب نہیں ہوا تو میں اپنی جان بچانے میں کامیاب رہوں گا۔ آگاہ ہو جاؤ خدا کی قسم میں اس (جعفر بن محمد) کو قتل کروں گا۔[1]

منصور کی اس بات کی علامہ مجلسی صاحب بحارالانوار اس طرح تفسیر بیان کرتے ہیں:

اس بات کا مطلب کہ وہ ایک قدم آگے بڑھاتا اور ایک قدم پیچھے رکھتا ہے، یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کبھی محمد بن عبداللہ سے موافقت فرماتے ہیں اور اس کو خروج کے لیے تشویق کرتے ہیں اور ظاہرا لوگوں کی طرح اس سے کنارہ گیری بھی کیے ہوئے ہیں اور اس کے خروج کے موافق بھی نہیں ہیں۔ وہ یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام اس خیال میں ہیں کہ میں محمد بن عبداللہ بن حسن یعنی ذوالنفس الزکیہ سے کنارہ گیری کرلوں گا، اگر وہ کامیاب ہوگیا تو قضیہ میرے نفع میں جائے گا اس لیے کہ میرے پیروکار اور شیعہ بہت زیادہ ہیں اور لوگ یہ جان چکے ہیں کہ میں اس سے زیادہ عقلمند اور خلافت کا زیادہ مستحق ہوں اور اگر وہ شکست سے روبرو ہوگیا تو منصور میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں رکھتا[2]۔ منصور نے امام علیہ السلام سے اس طرح کہا: آپ اے جعفر! حسد و سرکشی اور بنی عباس کو تباہ کرنے سے باز نہیں آؤگے؟ اور خدا بھی آپ کے یہاں حسد و پستی کے علاوہ کچھ اضافہ نہیں کرے گا اور یہ جان لو کہ جو آپ کا ارادہ ہے اس کو حاصل نہیں کرسکتے[3]۔ لیکن امام علیہ السلام اپنی خاص روش کے ذریعہ منصور کے ہاتھ سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔

---

۱ - بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱۹۲۔

۲ - بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱۹۲۔

۳ - بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱۹۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

منصور کو یقین تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اسلامی معاشرے کے تمام حرکات و سکنات کے متعلق ایک خاص نظریہ رکھتے ہیں اسی وجہ سے محمد بن عبداللہ بن حسن کا قیام بنی عباس کی حکومت کے خلاف صرف ایک اتفاق نہیں ہے۔

تقیہ؛آئمہ طاہرین علیہم السلام کی رہبری کی ثابت بنیاد

آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگی اور کارناموں میں تقیہ بہت زیادہ نظرآتا تھا یعنی آپ کا ہر کام مخفی طور پر انجام پاتا تھا اور ایک مدت تک آشکار نہیں ہوتا تھا لہٰذا ان کے اصحاب اور شیعوں پر لازم ہوتا تھا کہ اس راز سے کہ جو آئمہ طاہرین کا نقشہ ہے جلدی پردہ نہ اٹھائیں۔

عبدالاعلی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس طرح نقل کرتا ہے: ہماری ولایت کو قبول کرنا صرف اس کا تسلیم کر لینا نہیں ہے بلکہ صرف وہ شخص ہماری ولایت کا حامل ہے کہ جو ہمارے رازوں کو مخفی رکھے اور ان کو غیروں سے محفوظ رکھے، ہمارے ایسے دوستوں کو سلام کہو اور ان سے کہو کہ خداوند عالم ایسے افراد کو دوست رکھتا ہے کہ جو لوگوں سے دوستی رکھیں اور لوگوں سے اس چیز کے بارے میں گفتگو کریں کہ جو وہ جانتے ہوں اور جس چیز کے تحمل اور برداشت کے قابل نہیں ہیں اس کو ان سے مخفی رکھیں۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم جو شخص ہمارے خلاف جنگ بھڑکائے وہ اس سے زیادہ ہم کو رنج و غم میں مبتلاء نہیں کرتا کہ جو ہماری طرف سے ایسی باتوں کو نقل کرے کہ جو ہماری پسند نہ ہوں۔ پس جب کبھی بھی ایسے شخص کو دیکھو کہ جو ہمارے اسرار کو فاش کر رہا ہے اس کے پاس جاؤ اور اس کو اس کام سے روکو اگر اس نے قبول کر لیا تو بہتر ہے ورنہ کسی ایسے شخص کو اس کے پاس بھیجو کہ جس کی بات وہ قبول کرتا ہو۔ تم میں سے جس شخص کو بھی کوئی ضرورت ہوتی ہے تو اس ضرورت کی وجہ سے اس قدر نرمی سے پیش آتے ہو تاکہ وہ ضرورت پوری ہو جائے پس ہماری ضرورت کے سلسلے میں بھی اسی نرمی کا استعمال کرو جس طرح اپنی ضرورت میں نرمی استعمال کرتے ہو، اگر اس شخص نے تمہاری بات مان لی تو بہتر ہے ورنہ اس کی بات کو وہیں دفن کردو اور لوگوں سے بیان نہ کرو کہ فلاں شخص ایسے ویسے کہتا ہے اس لیے کہ اس مسئلہ کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

نقصان مجھے بھی اور تمہیں بھی ہوگا۔آگاہ ہو جاؤ خدا کی قسم اگر تم بھی وہی کہو کہ جو میں کہہ رہا ہوں تو میں قبول کرلوں گا کہ تم میرے اصحاب میں سے ہو[1]۔

یہ تمام باتیں بہت سادہ طریقے سے انجام پاتی تھیں اس لیے کہ اگر حاکم وقت ، آئمہ طاہرین علیہم السلام کی روش سے آگاہ ہو جاتا کہ جو آپ امت کی راہنمائی میں استعمال فرماتے تھے تو آپ کے خلاف کوئی چال چلتا اور کوئی اقدام کرتا اور آپ کو اس روش سے روکنے کی کوشش کرتا۔ اگر منصور دیوانقی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے معاشرے کی راہنمائی کے سلسلے میں آگاہی حاصل کرلیتا حتی اگر ان مطالب سے حضرت کی شہادت کے بعد بھی واقف ہو جاتا تو ان اطلاعات و معلومات کی بناء پر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے خلاف کہ جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وارث تھے، استفادہ کرتا۔ اور اگر ہارون الرشید حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد بھی آپ کے راز و اسرار سے واقف ہو جاتا تو وہ خود یا مامون حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو سرنگوں کرنے کے لیے استفادہ کرتے۔ اسی وجہ سے ہمیں آئمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی ایسی بہت سی روایات نظر آتی ہیں کہ جن میں یہ معانی موجود ہیں :
ہمارے راز کو مخفی رکھنا جہاد ہے[2]۔

لیکن آئمہ طاہرین علیہم السلام کا راز مخفی رکھنے سے مراد کیا ہے ؟ کیا آپ کے فضائل کو مخفی رکھنا مراد ہے اور ان کا اظہار نہ کرنا جہاد ہے ؟

---

۱ - کافی، ج۲، ص ۲۲۲۔
۲ - بحارالانوار، ج ۷۲، ص ۷۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس کے برعکس، آئمہ طاہرین علیہم السلام دعبل خزاعی[1]، سید حمیری[2]، کمیت[3] اور فرزدق کو اپنے فضائل بیان کرنے کے سبب تشویق فرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام کو خبر موصول ہوئی کہ فرزدق کو بنی امیہ کے سرکش خلیفہ کے سامنے حضرت کی شان

---

۱ - دعبل بن علی خزاعی (۱۴۸-۲۴۶ھ) ان کا نام محمد اور لقب دعبل ہے، شاعر و ادیب اور علوم و فنون کے ماہر ہیں فن شاعری میں مدح و ہجو دونوں انجام دی ہیں، وہ ہجو میں بھی بہت ماہر تھے کہ جس کی تائید خود ان کے معاصر شعراء نے کی ہے۔ دعبل اپنے زمانے کے حاکموں کی ہجو کرتے رہتے کہ جس کی وجہ سے تمام خلفاء بنی عباس ان سے ناراض رہتے تھے، اغانی کا بیان ہے کہ دعبل ہجو کرنے کی وجہ سے خلفاء کی نظر میں بہت گرے ہوئے تھے لہٰذا ان کو کوئی خلیفہ یا وزیر یا ان کی اولاد میں سے کوئی بھی سلام نہیں کرتا تھا۔ جب کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے بہت بلند درجہ و بافضیلت تھے اہل بیت علیہم السلام کے شیعوں میں بہت عزت رکھتے تھے، ان کا شمار حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں ہوتا ہے، ان کا ایک قصیدہ اہل بیت طاہرین کی شان میں شیعہ و اہل سنت کے درمیان مشہور ہے کہ جس کو آٹھویں امام کی تائید حاصل ہے اس لیے کہ کوئی بھی مورخ یا رجالی ایسا نہیں ہے کہ جس نے دعبل کا تذکرہ کیا ہو اور اس قصیدہ کا ذکر نہ کیا ہو، یہاں تک کہ شعراء نے اپنے اشعار میں بھی اس کا ذکر کیا ہے، اغانی میں مذکور ہے کہ دعبل کا وہ قصیدہ بہت سے مدارس میں ابتدائی نظم کے طور پر پڑھا جاتا ہے اور بہت سے لوگ اس کو مختلف طرز و ترنم میں پڑھتے ہیں۔ معجم الادباء میں ہے: دعبل کا مدح اہل بیت میں قصیدہ بہترین شعر اور بہترین مدح ہے۔ محسن عاملی نے اعیان الشیعہ میں کہا ہے: دعبل کا وہ قصیدہ اس قدر مشہور ہے کہ لوگ اس کو چوروں سے محفوظ رہنے کے لیے حفظ کرتے ہیں۔ دعبل کی ایک کتاب بھی ہے بنام طبقات الشعراء۔ اعیان الشیعہ، ج۶، ۴۰۰۔ فہرس التراث، ج۱، ص۲۶۰۔

۲ - سید حمیری کا نام اسماعیل بن محمد حمیری ہے اور سید لقب ہے (۱۰۵-۱۷۳ھ) کنیت ابو عامر، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شعراء میں سے ہیں، حضرت نے ان کے لیے فرمایا: تمہاری ماں نے تمہارا نام سید رکھا اور تم نے بھی اس نام کا حق ادا کیا تم یقیناً سید الشعراء ہو۔ وہ شعراء اہل بیت میں سے ہیں اور ولایت و محبت اہل بیت میں مشہور ہیں، انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے تمام مشہور فضائل و کمالات کو اپنے اشعار میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، انہوں نے اکثر احادیث و اسلامی واقعات کو بھی نظم کیا ہے، ان سے کثیر گو، طویل الکلام شاعر شاید ہی کوئی ہو، ان کے اشعار میں احتجاج و مناظرے بھی موجود ہیں۔ اعیان الشیعہ، ج۱، ص۱۸۵۔ الاعلام، ج۱، ص۳۲۲۔

۳ - کمیت بن زید اسدی (۶۰-۱۲۶ھ) ابو مستھل، شاعر اہل بیت علیہم السلام، کوفہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے مشہور خطیب، شیعہ فقیہ، عالم دین و ادب و اخبار و نسب، اپنے علم میں قابل اعتماد، بہادر شجاع، سخی، تیر انداز، اہل بیت علیہم السلام کی شان میں سب سے عظیم شاعر، ان کے مشہور ترین قصائد بنام ہاشمیات ہیں کہ جن کا جرمنی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے کہا جاتا ہے کہ ان کے اشعار کی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ ہے۔ سید مرتضیٰ کا بیان ہے حاجظ نے اپنی بعض کتاب میں تحریر کیا ہے: کمیت نے سب سے پہلے مذہب شیعہ کی طرف سے مناظرہ کیا اور اس کی حقانیت پر دلائل پیش کیں، اگر کمیت نہ ہوتے تو مذہب شیعہ معروف نہ ہوتا اور آل محمد کی افضلیت کو ثابت کیا ہے۔ اعیان الشیعہ، ج۱، ص۱۳۳۔ الاعلام، ج۵، ص۲۳۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں قصیدہ پڑھنے کے جرم میں زندان میں ڈال دیا گیا ہے، آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا اور آپ غصہ بھی نہیں ہوئے بلکہ فرزدق کی تشویق کی خاطر آپ نے کئی ہزار درہم اس کے لیے ارسال فرمائے[۱]۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سید حمیری[۲] اور اشجع سلمی[۳] کی تشویق فرمائی اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے دعبل خزاعی کی مادی و معنوی تشویق و ترغیب فرمائی اس طرح کہ ایک مرتبہ ایک ہزار دینار اور ایک عدد لباس اس کے لیے ارسال فرمایا اور اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنا مخصوص لباس اس کو بخشدیا اور فرمایا: میں نے اس لباس میں اس قدر نمازیں انجام دیں ہیں اور ایک ہزار مرتبہ قرآن کو ختم کیا ہے کہ یہ ایک عظیم تشویق معنوی ہے[۴]۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے اصحاب و شیعوں کو کس چیز کے مخفی رکھنے کا حکم دیتے تھے؟

یہ وہ مسئلہ ہے کہ جوان نقشوں اور روشوں سے مربوط ہے کہ جن کو آج کی اصطلاح میں ''ٹاک ٹیک'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنی ٹاک ٹیک سے اس ظلم و ستم کے دور میں مذہب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور اس کی حفاظت میں استفادہ فرماتے تھے۔ اگر طاغوتی نظام و حکومت،

---

۱ - اختصاص، ص ۱۹۳۔ بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۱۲۷۔

۲ - روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سید حمیری کو دیکھا تو فرمایا: تمہاری ماں نے تمہارا نام سید رکھا اور تم نے بھی اس نام کا حق ادا کیا یقینا تم سید الشعراء ہو۔ تب سید محمد حمیری نے ایک عظیم قصیدہ کہا۔ بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۳۲۸۔

۳ - اشجع بن عمرو سلمی (متوفی ۱۹۵ھ) ابو ولید، بنی سلیم قبینہ سے تعلق ہے، ایک عظیم شاعر ہیں، ان کا شمار ابونواس و عتاہیہ و بشار کی سطح کے شاعروں میں ہوتا ہے، اس زمانے میں صرف تنہا قیس کی شاعری کا چرچا تھا لیکن جب اشجع کی شاعری چمکی تو ان پر قیس نے بھی افتخار کیا، انہوں نے مدح اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ تمام خلفاء وزراء اور گورنروں کی بھی مدح و ثناء کی ہے اور سب نے ان کو انعامات سے نوازا ہے، ہارون الرشید نے کلام سنا تو انعام دیا برامکہ نے سنا تو انعامات سے نوازا، وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے حضور قصیدہ پڑھا حضرت نے تعریف کی اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حضور مرثیہ پڑھا۔ اصفہانی نے مقاتل الطالبین، ص ۴۵۸ میں تحریر کیا ہے کہ اشجع سلمی نے جو مرثیہ کہا تھا جب مامون کو خبر ہوئی تو اس نے انہیں اشعار کے الفاظ تبدیل کر دیے۔ بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۳۱۰-۳۱۹۔ اعیان الشیعہ، ج ۳، ص ۴۴۷۔ الاعلام، ج ۱، ص ۳۳۱۔

۴ - عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۲، ص ۲۶۴۔ بحارالانوار، ج ۴۹، ص ۲۳۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

انقلابی تحریک سے باخبر ہو جاتی تو پھر کہ ان تحریکوں کے خلاف کوئی نقشہ بنانا اور ان کو وہیں پر ختم کرنا اور اس کے اعضاء و ممبران کو قتل کرنا بہت آسان ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اسماعیل کی تحریک

یہ کوئی اتفاقی مسئلہ نہیں تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرزند اسماعیل[1] ایک مرتبہ میدان میں حاضر ہو اور خود بنی عباس کی حکومت کے خلاف ایک عظیم تحریک کی ذمہ داری سنبھالے اور حکومت اسلامی کی تاریخ کی عظیم ترین مسلحانہ جنگ کی رہبری کرے۔ اس عمل کی تمام فضیلت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حمایت و راہنمائی اور پرورش اور حضرت کی جانب سے اس اسلامی امت کے امور کی مراقبت و حفاظت کا نتیجہ ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند کو تجارت کے لیے منتخب کیا اور جیسا کہ تاریخ اسلام میں معروف ہے کہ حاکموں کے تسلط کے باوجود آئمہ طاہرین علیہم السلام کے پاس بہت زیادہ مال جمع ہو جاتا تھا۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے چاہنے والوں اور شیعوں کو خمس و زکات ادا کرنے پر ترغیب دلاتے اور کچھ لوگوں کو اپنی جانب سے ان کے پاس بھیجتے تاکہ وہ ان اموال کو جمع کریں اور امام کی خدمت میں پیش کریں

۱۔ اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام (متوفی ۱۳۳ھ) ابو محمد اپنے تقوی کی وجہ سے معروف تھے آپ نے علوم و معارف اپنے والد گرامی سے حاصل کیے انہی کی طرف فرقہ اسماعیلیہ منسوب ہے، اس فرقے کے لوگ معتقد ہیں کہ اسماعیل اپنے والد گرامی کے بعد امام وقت ہیں، اس لیے کہ وہ سب سے بڑے بیٹے ہیں، اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی ان سے بہت زیادہ محبت کرتے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے اور ان پر شفیق و مہربان تھے، حضرت کے اسی احترام و تمایل سے لوگوں یہ گمان ہوا اسماعیل ہی حضرت کے بعد امام اور خلیفہ الہی ہیں، جب کہ اسماعیل کا انتقال حضرت کی زندگی ہی میں ہوگیا اور ان کو سب کے سامنے مدینہ کے قبرستان بقیع میں لے جا کر دفن کر دیا گیا بقیع تک لے جاتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بار بار جنازے کو نیچے رکھوایا اور چہرا کھول کھول کر لوگوں کو دکھایا کہ دیکھو یہ اسماعیل ہیں کہ جو دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں، تاکہ لوگوں کا وہ گمان ختم ہو جائے کہ جو اسماعیل کی امامت کے بارے میں تھا، ان کے انتقال کا امام کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے بہت زیادہ گریہ کیا۔ لیکن فرقہ اسماعیلیہ کا عقیدہ ہے کہ یہ کام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تقیہ کے طور پر کیا تھا تاکہ اسماعیل کی جان بنی عباس کے ظالم حکمرانوں سے بچا سکیں۔ اعیان الشیعہ، ج ۳، ص ۳۱۶-۳۱۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چونکہ اس زمانے میں کافی مقدار میں شیعہ اور اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے موجود تھے[۱]۔اس بات میں اہم ترین قضیہ یہ ہے کہ یہ افراد بہت زیادہ تعداد میں تھے اور تجارت بھی ان لوگوں کے درمیان رائج تھی اور اس طرح بہت زیادہ مال و دولت کے مالک تھے اور دوسری طرف حکومت اپنی عظمت کے آخری نقطہ پر پہنچی ہوئی تھی اور وہ خمس کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام کو لوگوں کی جانب سے دریافت ہوتا بہت زیادہ مال و دولت ہوتا تھا اسی وجہ سے آئمہ طاہرین علیہم السلام اصلا پیسوں اور مال و دولت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔تو پھر کیا سبب تھا کہ اسماعیل تجارت میں مشغول ہو جائیں؟۔

یہ وہ سوال ہے کہ جو ہم تاریخ سے معلوم کرتے ہیں: تاریخ ہم کو اس طرح جواب دیتی ہے کہ اسماعیل ایک تاجر تھے[۲] کہ اچانک تاریخ کی ایک عظیم تحریک کے رہبر بن اٹھے اور یہ دوسری تحریک تھی کہ جو اپنے زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی حکومت یعنی بنی عباس پر غالب آگئے، حقیقت میں وہ تجارت میں مشغول نہیں تھے بلکہ تجارت کو اپنے کارنامے انجام دینے کے لیے ایک بہانہ اور ذریعہ بنا رکھا تھا۔ بہر حال ہم اس قدر جانتے ہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اسلامی معاشرے میں متعدد تحریکوں کی راہنمائی فرماتے رہے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے چار ہزار افراد کو تعلیم دی[۳] اور ان کے ذریعہ ایک یونیورسٹی قائم کی کہ جس میں متعدد کالج اور مختلف سبجیکٹ کے شعبہ ایجاد کیے جیسے فقہ، اصول،تاریخ،

---

۱ - شیخ طوسی نے اپنی کتاب الغیبۃ، ص۳۴۷-۳۵۰ میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے متعدد وکیل شمار کیے ہیں، جن میں سے نصر بن قابوس لخمی ہیں کہ جو بیس سال تک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وکیل رہے پر کسی کو نہیں معلوم تھا، وہ بہت نیک انسان اور عالم و فاضل تھے،اسی طرح عبدالرحمٰن بھی آپ کے وکیل تھے کہ جن کا انتقال حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں ہوا۔اسی طرح عبداللہ بن جندب بجلی کہ جو حضرت امام موسی کاظم اور حضرت امام علی رضا علیہما السلام کے وکیل تھے وہ بھی بہت بڑے عابد و بلند مقام رکھتے تھے۔لیکن شیخ طوسی کا یہ قول کہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ وکیل ہیں یعنی لوگوں میں مشہور نہیں تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی یہ روش تقیہ کے مطابق تھی کہ آپ کے وکیلوں کے بارے میں صرف قابل اعتماد شیعہ ہی واقف تھے۔

۲ - بحار الانوار، ج۴۷، ص۲۶۷۔

۳ - محقق حلی نے کتاب معتبر، ج۱، ص۲۶ میں تحریر کیا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مختلف علوم معقول و منقول تعلیم دیے آپ کے شاگردوں کی تعداد تقریبا چار ہزار سے زیادہ ہے۔مراجعہ فرمائیں: الامام الصادق والمذاھب الاربعہ، ج۱، ص۶۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

فلسفہ، اور معارف وغیرہ[۱]۔ یہاں تک کہ حضرت کی خدمت میں شام سے ایک شخص آیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس طرح کہا: میں آیا ہوں تاکہ آپ سے مناظرہ ومباحثہ کروں، امام علیہ السلام نے فرمایا: کس موضوع میں مناظرہ و مباحثہ کروگے؟ اس نے کہا: علوم قرآن میں، تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تم حمران[۲] کے پاس جاؤ، اس نے کہا میں آپ سے مناظرے کے لیے آیا ہوں حمران سے نہیں، حضرت نے فرمایا: اگر تو نے حمران کو شکست دیدی تو مجھ کو بھی شکست دے سکتا ہے۔ اس شامی نے حمران سے مناظرہ شروع کیا اور ہر طرح کا سوال کیا، حمران جواب دیتے رہے۔ حضرت نے اس شامی سے معلوم کیا کہ حمران کو کیسا پایا اس نے کہا کہ میں نے جو بھی سوال کیا انھوں نے جواب دیا، پھر حضرت نے حمران سے فرمایا تم بھی اس شامی سے کچھ سوال کرو حمران نے چند ہی سوال کیے تھے کہ شامی نے شکست قبول کرلی، پھر شامی نے حضرت سے عرض کی کہ میں آپ سے ادبیات عرب میں مناظرہ کرنا چاہتا ہوں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ابان بن تغلب[۳] سے مباحثہ کرو، اور وہ ان سے بھی مغلوب ہوگیا پھر اس نے فقہ میں مباحثہ کا ارادہ کیا تو امام نے اس کو زرارہ[۴] کے پاس بھیج دیا، ان سے بھی مغلوب ہوکر علم کلام میں مناظرے کی خواہش کی تو حضرت نے مومن طاق[۵] سے فرمایا کہ اس سے مناظرہ کرو ان دونوں کے درمیان مناظرہ ہوا یہاں تک کہ شامی مغلوب ہوگیا تب شامی نے کہا: آپ مجھ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کے شیعوں میں ایسی ایسی ہستیاں موجود ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہی ہے---[۶]۔

---

۱ - الامام الصادق کما عرفہ علماء الغرب، ص ۴۵-۷۰۔

۲- حمران بن اعین شیبانی، کوفی، تابعی۔ خلاصۃ الاقوال، ص ۱۳۴۔

۳ - ابان بن تغلب جریری، ثقہ جلیل القدر اور عظیم المنزلت ہیں۔ خلاصۃ الاقوال، ص ۲۷۔

۴- زرارہ بن اعین شیبانی، اپنے زمانے میں شیعہ مذہب کی عظیم شخصیت تھے، وہ فقیہ، متکلم، قاری، ادیب تھے اور ان میں تمام کمالات جمع تھے۔ رجال نجاشی، ص ۱۷۵۔

۵ - محمد بن علی بن نعمان، کوفی ثقہ ہیں شیعہ ان کو مومن طاق کہتے ہیں اور اہل سنت شیطان طاق کہتے ہیں، وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ رجال نجاشی، ص ۳۲۵۔

۶- اس روایت کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں: بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۳۰۷، باب مناظرات اصحاب۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ بات صحیح ہے کہ ہم نے علم فقہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حاصل کیا ہے لیکن مسلمانوں نے اصول تفکرات کو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور عبادت و تقوی اور مذہبی جذبہ کو حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام سے اور انقلاب امام حسین علیہ السلام اور صلح و ایثار حضرت امام حسن علیہ السلام سے، قضاوت و شجاعت اور عدالت کو حضرت علی علیہ السلام سے اخذ کیا ہے۔

مذہبی تحریک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مخصوص نہیں تھی لیکن چونکہ اس تحریک کے مشخصات و قوانین کہ جو فقہ سے تشکیل پاتے ہیں اور وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وجود مقدس کے ذریعہ وجود پائے اور اجتماعی و سیاسی حالات و شرائط بھی اسی مناسبت سے منتشر ہوئے ہیں لہٰذا ہم نے اپنے مذہب کا نام بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام مقدس سے منسوب کر دیا ہے۔

یہاں سے ہم درک کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تمام تحریکوں کو زیر نظر رکھتے اور ان کے تمام امور پر کاملا آگاہی رکھتے تھے۔ بہت زیادہ عجیب و غریب مسائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہمارا گمان ہے کہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام کا بنیادی وظیفہ فقہ کے عمومی مسائل کو بیان کرنا ہے اور اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کی معرفت صرف اسی بنیاد کے تحت ہے اور اسی مناسبت سے ہمارے مذہب کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منسوب کیا ہے اور اس کو مذہب جعفری کہا جاتا ہے۔

آج کی ہماری فقہ کا بنیادی ڈھانچہ، اصل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی فقہ سے مربوط ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عمومی طور پر تمام اسلامی مذاہب کے اصول فقہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے علوم کے سرچشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔

ابو حنیفہ[1]، مالک[2] وغیرہ نے براہ راست حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے زانوئے ادب ادب طے کیے ہیں۔

---

۱ - یہ حنفی مذہب کے سربراہ ہیں، انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مسلسل دو سال تک تعلیم حاصل کی اور ان کا یہ قول قول ہے کہ اگر یہ دو سال نہ ہوتے میں ہلاک ہو جاتا۔ احقاق الحق، ج ۲۸، ص ۴۴۳۔ الامام الصادق والمذاهب الاربعہ، ج ۱، ص ۶۹۔

۲ - یہ مالکی مذہب کے سربراہ ہیں، یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت قریب تھے اور ان کی قربت و شاگردی کے متعلق عبدالرحمٰن شرقاوی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ امام مالک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں رہے اور آپ سے بہت

Presented By: https://jafrilibrary.com

محمد بن ادریس شافعی[1] اور احمد بن حنبل[2] سب نے اپنی اپنی فقہ کے اکثر مباحث کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اخذ کیا کہ جن کی داستانیں معروف ہیں[3]۔

کیا وہ امام کہ جن کی فقہ اس قدر عظیم درجہ پر فائز ہو وہ اجتماعی امور کی اصلاح میں سکوت و خاموشی اختیار کر سکتے ہیں؟ کیا امام علیہ السلام نے اہواز میں منصور کے گورنر کے نام خط تحریر نہیں کیا اور حکومت چلانے کی راہ وروش اور قضاوت کی کیفیت کی اس کو تعلیم نہیں دی؟ اور کیا اجتماعی حقوق[4] سے متعلق کتاب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حقوق کی طرح مفضل کے لیے تحریر نہیں فرمائی؟

علم حاصل کیا اور بہت استنباط حکم اور نظروفتوے دینے کے طریقے سیکھے ہیں، اور معاملات میں بھی کافی علم حاصل کیا ہے۔ اور خود امام مالک کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ بہت ہی مزاح فرماتے اور ہمیشہ مسکراتے رہتے، جب ان کے سامنے رسولخدا کا ذکر ہوتا تو ان کا چہرہ زرد پڑ جاتا تھا۔ آئمۃ الفقہ التسعہ، ص ۸۷۔ الامام الصادق المذاہب الاربعہ، ج ۱، ص ۷۰۔

۱ - یہ مذہب شافعی کے سربراہ ہیں، ان کے مدینہ میں چھ استاد تھے کہ جن میں مالک ابن انس اور ابراہیم بن محمد ابواسحاق مدنی (متوفی ۲۰۸ھ) سب سے بڑے استاد تھے کہ جو دونوں ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد ہیں ان میں سے خصوصا ابراہیم شیعہ ثقہ اور امامین صادقین کے خصوصی اصحاب میں سے ہیں، اسی وجہ سے اہل سنت علماء نے امام شافعی کو ابراہیم کے شاگرد ہونے کی وجہ سے طعنہ دیا اور ان کی روایات کو ضعیف شمار کیا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ نجاشی نے اپنی کتاب رجال، ص ۱۵ میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ اہل سنت اس پر تنقید کرتے ہیں جب کہ امام شافعی ان کو ثقہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ کوئی ابراہیم پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگائے، جب کہ وہ حدیث میں ثقہ ہیں۔ ان سے عسقلانی نے کتاب تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۳۸ میں روایات نقل کی ہیں۔ اور شافعی نے ابراہیم پر اپنی کتابوں اور روایات میں اعتماد کیا ہے اور وہ کبھی اپنی کتابوں میں ابراہیم کا نام صراحتاً لیتے ہیں اور کبھی اشارۃً اور کہتے ہیں کہ مجھ سے ثقہ نے بیان کیا ہے یا مجھ سے اس نے بیان کیا کہ جس پر میں جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکتا۔ الامام الصادق والمذہب الاربعہ، ج ۲، ص ۱۹۲-۱۹۳۔

۲ - یہ حنبلی مذہب کے سربراہ ہیں، انہوں نے طلب علم میں مختلف شہروں جیسے بغداد، کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ وغیرہ کا سفر کیا اور بہت سے علماء سے علم حاصل کیا، اور اس سب سے عظیم استاد ھیثم سلمی متوفی ۱۸۳ھ ہیں۔ اور ھیثم سلمی کے انتقال کے بعد امام احمد بن حنبل نے امام شافعی سے بغداد میں علم اصول و فقہ حاصل کیا۔ ان دونوں کے درمیان کافی قرابت و محبت تھی۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ، ج ۲، ص ۴۷۳۔

۳ - اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے مراجعہ کریں: الامام الصادق والمذاہب الاربعہ۔

۴ - آپ کی اجتماعی اخلاق کے سلسلے میں عظیم کتاب ہے کہ جس میں زندگی بسر کرنے کے طریقے اور اخلاقیات و صفات کریمہ کا تذکرہ ہے اور اپنے وغیروں کے ساتھ معاشرت اور ان کے خون و ناموس کی حفاظت پر تاکید اور اسی طرح فقراء کے ساتھ احسان وغیرہ کا تذکرہ ہے اس کتاب کو کلینی نے روضہ کافی میں مفصل بیان کیا ہے اور اسماعیل بن جابر سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے یہ رسالہ اپنے اصحاب و شیعوں کو تحریر فرمایا اور حکم دیا کہ اس کی اپنے بچوں کو تعلیم دیں اور ہر نماز کے بعد اس کا مطالعہ کریں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کیا امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک شاگرد جابر بن حیان[1] کو سائنس و کیمیا اور الجبرہ کی تعلیم نہیں دی؟ یہاں تک کہ آج تمام مغربی ممالک کو یہ اعتراف ہے کہ علم کیمیا کی بنیاد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رکھی ہے اور کیا جابر بن حیان نے چار ہزار کتابیں علم کیمیا اور ریاضیات میں تالیف نہیں کی ہیں[2]؟ کہ جن کی وجہ سے اس علم میں گسترش اور وسعت پیدا ہوئی ہے[3]۔

کیا آپ یقین کرتے ہیں کہ ایسے زمانے میں کہ جب اسلامی حکومت مختلف اجتماعی و سیاسی و اقتصادی وفکری مشکلات سے روبرو ہو اور امام علیہ السلام ان تمام حوادث کو نظر انداز فرما کر خاموش ہو کر بیٹھ جائیں؟

حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کہ امام علیہ السلام کا اصل مقصد و وظیفہ معاشرے کی راہنمائی فرمانا ہے لیکن سیاسی نقشہ اور ان کی راہ وروش کہ جن کو امام علیہ السلام نے روشن فرمایا ہے ہمارے پاس صرف چند قضایا کے علاوہ کامل اطلاع نہیں ہے اور تمام فرمائشات امام علیہ السلام ان مختلف میدان میں ہم تک موصول نہیں ہوئی ہیں۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام کی امت میں سیاسی تحریک کی راہنمائی

دوسرا نکتہ کہ جس کے متعلق ہم چاہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بلکہ تمام آئمہ طاہرین کے متعلق اشارہ کریں وہ سیاسی مقابلوں کو ادارہ کرنے کی کیفیت ہے۔ یہ قصہ کہ جس کو ہم بیان کرنے جا رہے ہیں اس مطلب کی وضاحت کرتا ہے۔

---

۱ - جابر بن حیان بن عبداللہ طرسوسی کوفی (متوفی ۲۰۰ھ) ابوعبداللہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور وہ اصل میں خراسانی ہیں، وہ حکیم و فلسفی و سائنس دان ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی اور علم کے دروازے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اعیان الشیعہ، ج ۴، ص ۳۰۔ الاعلام، ج ۲، ص ۱۰۳۔

۲ - محسن امین عاملی نے کتاب اعیان الشیعہ، ج ۴، ص ۳۰ میں تحریر کیا ہے: جابر بن حیان نے ۳۹۰۰ کتابیں صرف عقلی علوم میں تحریر کی ہیں جب کہ سیکڑوں دوسرے علوم میں تحریر کیں جیسے تجربیات واخلاقیات وغیرہ میں۔

۳ - اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے مراجعہ کریں: الامام الصادق ملھم الکیمیاء۔ اور الامام الصادق کما عرفہ علماء الغرب۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کوفہ کے چند مذہبی اور معروف افراد مدینہ آئے اور محمد بن حنفیہّ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے کہا: اے فرزند رسول خدا! کیا مختار آپ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں یا نہیں؟ یہاں پر دوروایت نقل ہوئی ہیں:

ایک روایت علامہ مجلسی نے اپنی کتاب بحارالانوار میں اس طرح نقل فرمائی ہے:

مختار نے ان لوگوں سے کہا کہ اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ اپنے امام علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں، جب یہ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے امام کو خبر دی گئی کہ یہ لوگ کس لیے آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اے چچا! اگر کوئی کالا سیاہ غلام بھی ہم اہل بیت کی محبت میں سرشار قیام کرے تو تمام لوگوں پر واجب ہے کہ اس کی مدد کریں اور میں اس امر کی ذمہ داری آپ کے سپرد کرتا ہوں، آپ جو مناسب سمجھیں انجام دیں۔ تمام حاضر افراد نے جب امام علیہ السلام کا یہ فرمان سنا تو باہر نکل گئے اور آپس میں کہنے لگے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور جناب محمد بن حنفیہّ نے ہم کو اجازت دیدی ہے کہ مختار کی پیروی کریں[1]۔

لیکن دوسری روایت اس طرح ہے:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جناب محمد بن حنفیہّ سے فرمایا: ان کے سوالات کا جواب دیں اور ان کی چاہت و خواہش کی فکر میں رہیں۔ محمد بن حنفیہّ نے بھی اس طرح جواب دیا: جی ہاں مختار ثقفی ہماری جانب سے ہے اور تم سب پر لازم ہے کہ اس کی بیعت کرو۔ یہ مطلب خواہ خود حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی جانب سے ہو یا نہیں، آپ کے عمل کرنے کی روش پر دلالت کرتا ہے۔

اس جواب کا مطلب کیا ہے؟

اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ معیار وملاک، افراد نہیں ہیں بلکہ وہ راہ و روش اور اہداف ووسائل کہ جو مقصد تک پہنچنے میں کام آئیں، ہونا چاہییں، اس طرح کہ کیا حضرت علی علیہ السلام کا خلافت کو حاصل کرنا اہم ہے یا اسلامی حکومت کا اپنے صحیح طریقے پر گامزن رہنا اہم ہے؟ اور کیا حضرت امام حسن علیہ السلام

۱۔ بحارالانوار، ج۴۵، ص۳۶۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے لیے خلافت اہمیت رکھتی ہے یا آپ کی خلافت کی وجہ سے اسلامی حکومت کا ختم ہو جانا اہمیت رکھتا ہے کہ جو اسلامی حکومت روم کے مقابلے میں ختم ہونے کا خطرہ تھا؟

تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ کیا چیز ان کے سامنے اہمیت کی حامل ہے؟ اور ان کی زندگی کا بنیادی ہدف کیا تھا؟

واضح ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کا اصل مقصد ان کی اپنی ذات نہیں تھی لیکن چون کہ آپ کی ذات مقدسہ مذہب کے صحیح اصول و روشوں کا مظہر تھی اور ہم صرف شخصیتوں کے علاوہ کچھ نہیں جانتے کہ جو ان اصول کے مظہر ہیں لہٰذا مفہوم عدالت حضرت علی علیہ السلام سے اور صلح حضرت امام حسن علیہ السلام سے شجاعت و بے باکی حضرت امام حسین علیہ السلام سے اور زہد کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے حاصل کریں اور یہی وجہ ہے کہ ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام کو اچھائیوں کے متبادل اور ہم پلہ سمجھتے ہیں۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام اسلامی شیوہ وطریقوں کو تبیین و وضاحت فرماتے تھے اور خود کو ان اچھائیوں کا مظہر ظاہر کرتے اور اپنے آپ کو کبھی بھی اسلامی شیوہ وروش کا ملاک و معیار قرار نہیں دیتے تھے۔ اگر یہ مطالب صحیح ہوں کہ جو عملا بھی صحیح تھے پس ہم کو چاہیے کہ جان لیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اسلامی امت کی رہبری اوران تحریکوں کے نتائج کہ جو اس امت کے لیے تھیں صحیح و سالم ووجود میں لاتے تھے۔ یہ مطلب اس بات کی تائید کرتا ہے کہ وہ کبھی بھی اپنے آپ کو مد نظر نہیں رکھتے تھے۔

آئمہ معصومین علیہم السلام اپنے آپ کو غض نظر کرتے ہوئے اپنی کوششوں کو امت کی راہ میں استفادہ کرتے تاکہ اسلامی امت، اسلامی روش و شیوہ سے نزدیک تر ہوسکے اور باطل روشیں مسلط نہ ہوسکیں۔

مذہبی افراد کا مد نظر اس زمانے میں صرف یہی نہیں تھا اور حقیقی مذہبی افراد فقط امام علیہ السلام ہی کو مد نظر نہیں رکھتے تھے بلکہ امام علیہ السلام کی پیروی کرتے اور ان کے فرمان پر عمل کرتے تھے اس لیے کہ جانتے تھے خداوند عالم نے امامت کو ان کے سپرد کیا ہے۔ اور خداوند عالم نے امامت ان کو اس لیے سپرد کی ہے تاکہ حکومت الٰہی واقعی کو اجراء کرنے اور امت کی صحیح راہنمائی کرنے میں اس عظیم لطف الٰہی سے استفادہ کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے محمد کی تحریک کی تائید فرمائی

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام علیہ السلام کے لیے یہ اہمیت نہیں رکھتا کہ وہ محمد بن عبداللہ ہے اور آپ جعفر بن محمد ہیں وہ آپ کے علاوہ ایک دوسرا شخص ہے بلکہ امام علیہ السلام کی نظر میں آپ کا نظریہ اور آئیڈیا اہمیت کا حامل ہے اور امام علیہ السلام حقیقی اہداف کی بنیاد پر اپنے عزائم پر گامزن ہیں۔

یہاں پر ہم تاریخ کی ایک نئے زاویہ سے تحقیق کر سکتے ہیں، اور اہل بیت علیہم السلام کے بعض شیعوں اور دوستوں کے نظریات کو باطل کیا جاسکتا ہے کہ جو جناب اسماعیل کو برا بھلا کہتے اور ان کو نامناسب القاب و الفاظ سے نوازتے ہیں[1]۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جناب اسماعیل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے اور فرقہ اسماعیلیہ ان افراد پر مشتمل تھا کہ جو ان کی زندگی میں اسماعیل کی پیروی و اتباع کرتے تھے۔

علامہ مجلسی سے منقول روایت ہے کہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب اسماعیل کے انتقال پر بہت زیادہ گریہ فرمایا اور بہت زیادہ غم آپ کے دل پر اثر انداز ہوا، امام علیہ السلام پابرہنہ اور بدون ردا جناب اسماعیل کے جنازے کے آگے آگے چل رہے تھے اور کئی مرتبہ حکم دیا کہ تابوت کو زمین پر رکھو اور امام اپنے دست مبارک سے اسماعیل کے چہرے سے کفن کو ہٹاتے اور ان پر گریہ فرماتے۔ حضرت کا مقصد اس کام سے یہ تھا کہ ان لوگوں کے لیے کہ جو اسماعیل کو جانشین امام سمجھتے ہیں ان کی موت ثابت ہو جائے اور ان کے زندہ رہنے کے بارے میں کسی کو بھی شک و شبہ باقی نہ رہے[2]۔

علامہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد دوسری روایات کو بھی نقل کیا ہے کہ جو حضرت کا اپنے بیٹے اسماعیل سے شدت محبت کو ثابت کرتی ہیں[3]۔

۱۔ جناب اسماعیل کو متہم کرنے والے افراد ان روایات پر اعتماد کیے ہوئے ہیں کہ جن کو کلینی نے کتاب کافی، ج۵، ص۲۹۹ میں نقل کیا ہے جب کہ علماء نے ان روایات کو سند و دلالت کے اعتبار سے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایات ہمارے مذہب میں دوسروں کی طرف سے وارد ہو گئی ہیں۔ دیکھیں: معجم رجال الحدیث، ج۳، نمبر ۱۳۰۸۔

۲۔ بحار الانوار، ج۴۷، ص۲۴۲۔

۳۔ بحار الانوار، ج۴۷، ص۲۴۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ان لوگوں کا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مخالفت کرنا ایک دوسرا مسئلہ ہے کہ جو جناب اسماعیل سے مربوط نہیں ہے[1]۔

لیکن پھر کیوں مذہبی لوگ جناب اسماعیل کو برا بھلا کہتے ہیں؟

اس مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ اس فرقہ کے لوگ ان افراد کی پیروی کرتے ہیں کہ جو جناب اسماعیل کی وجہ سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مخالفت رکھتے تھے، انہوں نے ان تمام مسائل کو صرف ایک شخصی مسئلہ میں تبدیل کر دیا ہے اور اسی وجہ سے غلطیوں اور اشتباہات کا شکار ہوگئے ہیں۔

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تعجب ہے کہ آپ کیوں جناب زید بن علی اور ان کے فرزند جناب یحیٰ کے لیے رحمت کی دعائیں فرماتے ہیں، یہ لوگ اپنے آپ سے کہتے ہیں کہ یحیٰ نے اپنے زمانے کے امام کی اجازت سے قیام نہیں کیا ہے اور اسی حالت میں قتل ہوگئے ہیں اسی وجہ سے وہ جہنم میں جائیں گے۔ پھر کس طرح امام علیہ السلام ان کے لیے دعا فرماتے ہیں؟ یہ گروہ ان کے سلسلے میں ایک ضد و نقیض کے طور پر روبرو ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی ضد و نقیض نہیں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہر اس شخص کی کہ جو اپنے زمانے کی ظالم و جابر حکومت کے خلاف قیام و خروج کا قصد رکھتا اور صحیح روش پر عمل کرتا تھا حمایت فرماتے تھے۔

اس تحقیق کے بعد ہم تاریخ کے بہت سے مخفی نکات کو درک کر سکتے اور ان سے پردہ ہٹا سکتے ہیں۔

ہم آئندہ کے مباحث میں اس حقیقت تک پہنچ جائیں گے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام خصوصا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بعض تحریکوں اور بعض افراد کی تائید فرماتے تھے۔ جب کہ ایک سطحی محقق اس اقدام کو آئمہ طاہرین علیہم السلام کی مذہبی روش میں تناقض شمار کرتا ہے۔

۱۔ اس لیے کہ فرقہ اسماعیلیہ نے جناب اسماعیل کی وفات کے بعد ان کے بیٹے محمد کی پیروی کی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہیں کیا۔ لہٰذا اختلاف وجود میں آیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- امام علیہ السلام کی شخصیت صرف ایک فقیہ و عابد و زاہد تک محدود نہیں ہے، بلکہ وہ ایک مذہبی تحریک کے بانی اور امت کی اصلاح کے ذمہ دار ہیں اور یہی تمام انبیاء و آئمہ علیہم السلام اور تمام مصلحین کا تاریخ بشریت میں وظیفہ رہا ہے۔
- تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام اسلامی امت میں تاریخ کے ہر چھوٹے بڑے حادثے پر نظر رکھتے تھے اسی لیے خلفاء کو جب ان کی جانب سے خبریں موصول ہوتیں تو ان کی نیندیں اڑ جاتی تھیں، اسی وجہ سے خلفاء آئمہ طاہرین کو اپنے دربار میں احضار کرتے اور ان کو زندان میں قید رکھتے اور آخرکار زہر دیدیا کرتے تھے۔
- لیکن آئمہ طاہرین کی روش مخفی اور تقیہ کی بنیاد پر تھی اور وہ تمام تحریکوں کی حمایت ظالم حکومتوں کے خلاف انجام دیتے اور یہ سلسلہ جاری رہتا جب تک کہ مسئلہ آشکار نہ ہو جاتا اسی وجہ سے آئمہ طاہرین علیہم السلام کا اپنے شیعوں کو حکم رہا ہے کہ ہمارے راز کو مخفی رکھو۔
- اسی منطق کی بنیاد پر جناب اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظاہرا تجارت شروع کی تاکہ وہ مخفی طور پر بنی عباس جیسے ظالموں کے خلاف ایک مذہبی تحریک کی قیادت کر سکیں۔
- آئمہ طاہرین علیہم السلام کی یہ روش اس لیے تھی تاکہ اسلامی امت اسلامی طور طریقوں سے غافل نہ ہو جائے اور کہیں باطل روش ان کا مقدر نہ بن جائے لہٰذا ان کی نظر میں اہم اسلامی اصول و قوانین تھے نہ کہ افراد۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

چوتھا باب

بنی عباس کے زمانے میں مذہبی تحریک کی روش

- **پہلی فصل** : حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک
- **دوسری فصل** : حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک
- **تیسری فصل** : حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک
- **چوتھی فصل** : حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک
- **پانچویں فصل** : حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پہلی فصل

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

- ✓ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی زندگی
- ✓ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا مذہبی تحریک میں کردار
- ✓ اسماعیلیہ تحریک کا تکامل

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی زندگی و سیرت طیبہ

جس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی آپ نے پانچ افراد کا اپنے جانشین کے طور پر تعارف کرایا وہ پانچ افراد یہ تھے: آپ کے فرزند ارجمند عبداللہ، معروف بہ "افطح [1]"، آپ "، آپ کے دوسرے فرزند حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام، اور محمد بن سلیمان [2] بنی عباس کی جانب سے سے مدینہ کا گورنر، آپ کی زوجہ محترمہ جناب حمیدہ خاتون [3] اور پانچواں فرد خود عباسی خلیفہ منصور

---

۱ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے بعد بہت سے شیعہ آپ کی امامت کے معتقد ہوگئے اور جب ان سے حلال و حرام کے مسئلے معلوم کیے اور وہ صحیح جواب نہ دے پائے اور کچھ ایسے افعال سرزد ہوئے کہ جو امام کی شان نہیں ہے تو ان کی امامت سے پلٹ گئے اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت پر ایمان لے آئے اور بہت کم لوگ ان کی امامت پر باقی رہے، وہ اپنے والد گرامی کے بعد صرف ستر دن تک زندہ رہے۔ رجال کشی، ص ۳۲۸۔

۲ - محمد بن سلیمان بن علی عباسی (۱۲۲-۱۷۳ھ) ابو عبداللہ، منصور کے زمانے میں مدینہ کا گورنر اور مہدی عباسی کے زمانے میں بصرہ کا گورنر رہا ہے اور ۱۶۴ ہجری میں معزول کیا گیا اور پھر ہارون الرشید نے دوبارہ گورنر بنایا اور پھر وہ مرتے وقت تک بصرہ کا گورنر رہا۔ الاعلام، ج ۶، ص ۱۴۸۔

۳ - حمیدہ بربریہ، ان کو حمیدہ مصفاۃ بنت صاعد بربری بھی کہا جاتا ہے، اسپین کی رہنے والی تھیں، آپ ام ولد، اور لقب لولوہ تھا، حضرت امام جعفر صادق ان کو ام فروہ کے ساتھ اہل مدینہ کی مشکلات حل کرنے کے لیے بھیجتے تھے، وہ ثقہ تھیں اور آپ ہی کے فرزند حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ہیں۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۸، ص ۵۶۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ ترکیب عجیب تھی، لیکن بعد میں وہ اسباب کہ جو سبب بنے تھے کہ امام علیہ السلام نے ان پانچ افراد کا جانشین کی حیثیت سے تعارف کرایا، واضح ہوگئے۔

جس وقت منصور کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کی خبر موصول ہوئی بہت شدت کے ساتھ رویا اور کہا: اب ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مانند علم و عبادت و زہد و پاکدامنی میں کہاں تلاش کریں گے۔ لیکن اسی وقت ایک مخصوص خط مدینہ کے گورنر محمد بن سلیمان کو لکھا، اس خط کا مضمون اس طرح تھا: اگر امام علیہ السلام نے کسی خاص فرد کو اپنا جانشین مشخص فرمایا ہے تو اس کو طلب کراور فورا اس کی گردن قلم کردے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا جانشین قتل کردیا جائے۔ محمد بن سلیمان نے اس خط کو حاصل کرنے کے بعد اس طرح جواب دیا: امام علیہ السلام نے پانچ افراد کو جانشین بنایا ہے ان میں سے کس شخص کو قتل کروں۔ منصور نے جس وقت محمد بن سلیمان کا جواب پڑھا تو کہا: میں ان سب کو قتل نہیں کرسکتا[1]۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس عقلمندانہ وصیت کے ذریعہ اپنے حقیقی و شرعی وصی کی جان منصور کی جانب سے محفوظ کرلی، لیکن مذہبی افراد اس راز کی حقیقت تک پہنچ گئے۔ بطور مثال کوفہ میں مذہبی رہبروں میں سے ایک جناب ابوحمزہ ثمالی نے کوفہ سے باہر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی قبر کے کنارے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کی خبر کچھ لوگوں کے درمیان سنی، انہوں نے اس خبر کے پاتے ہی ایک عمیق آہ بھری اور بے ہوش ہوگئے، جیسے ہی ہوش میں آئے کہا: کیا امام علیہ السلام نے کسی کو اپنا جانشین بنایا ہے؟ وہ شخص کہ جو امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر لایا تھا اس نے کہا: جی ہاں آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور دوسرے بیٹے موسیٰ اور ابو جعفر منصور کو اپنا جانشین بنایا ہے۔ ابوحمزہ مسکرائے اور کہا: خدا کا شکر کہ اس نے ہماری راہ ہدایت کی طرف راہنمائی فرمائی اور حضرت کے بڑے بیٹے کی معرفت ہم کو عطا کی[2] اور حضرت کے چھوٹے بیٹے کی طرف راہنمائی فرمائی اور ایک عظیم امر کو مخفی رکھا۔ ابوحمزہ ثمالی سے ان کے کلام کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ کا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے کہا:

---

۱ - بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۳۔

۲ - دوسری روایت میں ہے کہ ابوحمزہ ثمالی نے کہا: بڑا بیٹا عیب دار ہے۔ بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۲۵۱۔ الخرائج والجرائح، ج ۱، ص ۳۲۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خداوند عالم نے حضرت کے بڑے بیٹے کے عیوب کو ہم پر آشکار فرمادیا اور بڑے بیٹے کے ساتھ چھوٹے بیٹے کے تعارف سے ہماری ان کی جانب راہنمائی فرمائی۔اور امام علیہ السلام نے اپنی وصیت کو منصور سے مخفی رکھا اس لیے کہ اگر منصور حضرت کے وصی کے بارے میں سوال کرتا تو لوگ کہتے کہ تو خود بھی حضرت کا وصی ہے[1]۔

داستان اس طرح سے ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا مقصد یہ کہ آپ کا بڑا فرزند عبداللہ کہ جو اسماعیل کے انتقال کے بعد سب سے بڑا بیٹا تھا اور اس کے ساتھ آپ کے چھوٹے فرزند یعنی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا نام لیا۔مقصد یہ ہے کہ بڑا بیٹا عیوب سے خالی نہیں تھا اور جانشینی اور امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا بلکہ امام علیہ السلام کا مقصد اس عمل سے یہ تھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے جانشین کے طور پر معرفی فرمائیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اس عمل سے منصور سے حقیقی جانشین کو پوشیدہ رکھا اس لیے کہ خود منصور کو بھی اپنے جانشینوں میں سے قرار دیا تھا۔اگر یہ فرض کیا جائے کہ امامت بڑے بیٹے کی طرف منتقل ہوتی ہے تو عبداللہ کا امام بننے کا حق ہے اور پھر کسی کو جانشین بنانے کی ضرورت نہیں ہے اور دوسری طرف دو بیٹے عبداللہ اور موسیٰ کاظم علیہ السلام دونوں بھی ایک ساتھ امام اور جانشین نہیں ہو سکتے پس یہ وصیت دلالت کرتی ہے کہ حقیقی جانشین حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں۔

ابوحمزہ ثمالی اپنے کلام کے ادامہ میں کہتے ہیں: خداوند عالم نے ایک عظیم امر کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اس عظیم امر کے پوشیدہ رکھنے کے کیا معنی ہیں؟

اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وصیت میں ایک راز پوشیدہ تھا اس لیے کہ امام علیہ السلام نے امامت کو پانچ افراد میں تقسیم کردیا تھا، دوسرا مطلب وہی راز ہے کہ منصور دیوانقی نے حکم دیا کہ اگر حضرت نے کسی خاص فرد کو جانشین معین فرمایا ہو تو اس کو قتل کردیا جائے۔اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ دینی و مذہبی لحاظ سے امامت، اسلامی نقطہ نظر سے سن و سال کی محتاج نہیں ہے، مذہبی افراد آئمہ طاہرین علیہ السلام سے صرف اس لیے وابستہ نہیں تھے کہ آپ رسول خداﷺ کے فرزند تھے

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۴، مناقب آل ابی طالب، ج ۳، ص ۳۲۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بلکہ ان کی عظیم ترین دلیل یہ تھی کہ آپ اپنے زمانے کے عالمترین ، فاضل ترین اور خوش اخلاق ترین انسان تھے۔اور تمام صفات وکمالات کے حامل تھے لہٰذا مسلمانوں کے درمیان امامت کے لیے شائستہ ترین و لائق ترین انسان تھے[1]۔اور شاید ابوحمزہ ثمالی کا مقصد بھی یہی تھا کہ خداوندعالم نے ایک عظیم امر کو پوشیدہ رکھا یعنی اس زمانے میں مذہبی افراد ظہور قائم آل محمد کے انتظار میں تھے۔ کس طرح؟اس سوال کا جواب اس طرح ہے کہ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے فرزندار جمند حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو ایک انقلاب کے لیے آمادہ فرمایا کہ جس کے ذریعہ مسلمانوں کے امور کا ادارہ اور تغییر نظام انجام دینا تھا۔

چھوڑیں اس مسئلے کی کچھ اور تحقیق بیان کی جائے۔

ہم نے پہلے بیان کیا تھا کہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام سیاسی ، اقتصادی، دینی اور اعتقادی اصلاحات کی راہنمائی کرنے والے تھے۔

اسی طرح حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ایک ممتاز نمونہ تھے بعض آئمہ طاہرین علیہم السلام کے حالات و شرائط کچھ مخصوص تھے اور ان کے لیے دوسرے آئمہ کی بہ نسبت امت کے سیاسی حالات میں تبدیلی آسان تر تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام انہیں آئمہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا شمار بھی انہیں آئمہ میں سے کیا جاتا ہے۔اس لیے کہ اس طرح تصور کیا جاتا تھا کہ آپ ہی قائم آل محمد علیہم السلام ہیں کہ جن کی ذمہ داری مؤمنین کی ہدایت کرنا ہے ، یہاں تک کہ آپ کے قتل ہونے اور تشیع جنازہ تک میں بنی عباس اس طرح کے نعرے لگا رہے تھے کہ : یہ اسی موسی بن جعفر کا جنازہ ہے کہ جس کے بارے میں رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ہرگز انتقال نہیں کریں گے ،آؤاس جنازہ کو آکر دیکھو[2]۔

یہ کلام اس مطلب پر دلالت کرتا ہے کہ اس زمانے میں عام لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام قائم آل محمد ﷺ ہیں اور اس سے پہلے کہ زمین کو عدل وانصاف سے نہ بھردیں دنیا سے

---

۱ - حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ جو آپ نے عبدالعزیز بن مسلم کو مسئلہ امامت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جس میں امامت کے متعلق کامل وضاحت اور تشفی بھر تفصیل ہے۔ الکافی، ج۱، ص۱۹۸۔ بحارالانوار، ج۲۵، ص۱۲۰۔ الاحتجاج، ج۲، ص۴۳۳۔ عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۲۱۶۔

۲ - مقاتل الطالبین، ص۴۱۷۔ بحار الانوار، ج۴۸، ص۲۳۳۔ اعلام الوری، ص۳۱۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

انتقال نہیں فرما سکتے[1]۔ لیکن خداوند عالم نے اس امر میں تاخیر ڈال دی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بھی قائم آل محمد ﷺ قرار نہیں دیا بلکہ آپ بھی باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرح تھے کہ جو شہید ہوگئے۔ حضرت کا شہید ہو جانا بہت زیادہ غم انگیز تھا اس طرح کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی امام اس طرح شہید نہیں ہوا ہے۔ حضرت کی شہادت کی کیفیت اور آپ کی زندگی کے دقیق حادثات اس زمانے کے حالات پر مفصل دلیل ہیں۔ اگرچہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام سیاسی میدان میں موجود رہے ہیں مثلاً اگر ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگی پر اجمالی نظر ڈالیں تو حضرت علی علیہ السلام نے اگرچہ پچیس سال تک خانہ نشینی کی زندگی بسر کی ہے[2] لیکن اس زمانے میں بھی اسلامی حکومت کے اہم ترین مسائل اور ان کے حل کرنے میں مشورے دیتے اور مدد فرماتے رہے ہیں[3] یہاں تک عربوں میں ایک ضرب المثل بھی مشہور و معروف ہو گئی تھی :

''یہ ایسی مشکل ہے کہ جس کو ابوالحسن بھی حل نہیں کر سکتے''

عرب اس ضرب المثل کو اس وقت استعمال کرتے تھے کہ جس کے حل کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا، اور دوسرا یہ کہ خلیفہ عمر کا جملہ ''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا'' کہ جس کو ۱۲۵ مرتبہ زبان پر دوہرایا ہے[4]۔ حضرت علی علیہ السلام اور دیگر آئمہ طاہرین علیہم السلام بہت دقت کے ساتھ سیاسی حوادث پر نظر رکھتے تھے، لیکن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی غم انگیز شہادت باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی شہادت سے مختلف ہے مثال کے طور پر حضرت امام حسن علیہ السلام ایک مرتبہ بھی زندان میں نہیں گئے

---

۱ - بحارالانوار، ج۳۶، ص۲۲۶۔

۲ - یہ پچیس سال پہلی تین خلافتوں کے ایام میں آپ خاموشی اختیار کرے رہے لیکن دوسری خلافت کے کچھ دنوں تو آپ بالکل خاموش خاموش رہے ہیں تاکہ دینا پہچان لے کہ علی کے بغیر ہدایت ناممکن ہے۔ ان ایام کے بارے میں تاریخ میں کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ دیکھیں: شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی، ج۹، ص۲۷۔

۳ - دوسرے خلیفہ امیر المومنین علیہ السلام سے سیاسی و جنگی مسائل میں بہت زیادہ مشورے لیا کرتے تھے جیسے کہ روم و فارس کی میں مشورے لیے۔ ملاحظہ ہو: بحارالانوار، ج۳۱، ص۱۳۷۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی، ج۹، ص۹۵۔ اور اسی طرح قضاوت و عدالت میں میں مشورہ لیتے اور امیر المومنین علیہ السلام دوسرے خلیفہ کو جب بھی خلاف عدالت کوئی کام انجام پاتا تو نصیحتیں فرماتے تھے۔ دیکھیں: بحارالانوار، ج۲۷، ص۳۴۹۔ مناقب آل ابی طالب، ج۲، ص۱۴۷۔

۴ - الاستیعاب، ج۳، ص۱۱۰۳۔ بحارالانوار، ج۴۰، ص۱۴۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیکن مکر وفریب کے ساتھ آپ کو زہر دیدیا گیا اور اس طرح حضرت کو شہید کر دیا گیا[1]، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بھی مکرانہ روش سے مسموم ہوئے، امام جعفر صادق امام علی رضا اور دیگر آئمہ طاہرین علیہم السلام بھی اس طرح شہید ہوئے، لیکن ان آئمہ کی شہادت اور ان کا دفن ہونا احترام کے ساتھ رہا ہے لیکن کسی کی بھی حضرت امام حسین اور امام موسی کاظم کی طرح اہانت خصوصا جنازوں کی بے حرمتی نہیں کی گئی۔

کیوں ان دو اماموں کی شہادت مختلف طریقے پر واقع ہوئی اور غموں سے بھری ہوئی وطولانی زندان اور شہادت کے بعد اہانت؟ خلفاء بنی امیہ و بنی عباس آئمہ طاہرین علیہم السلام سے خوف میں رہتے تھے اور جب بھی کوئی خلیفہ یہ چاہتا کہ کسی امام کو شہید کرے تو وہ اپنے کسی خاص آدمی کو دستور دیتا کہ امام کو شہید کرنے کا نقشہ تیار کیا جائے۔ یہ نقشہ خلیفہ کے تمام اطرافیوں حتی وزراء سے بھی مخفی رکھا جاتا تھا اس لیے کہ ان لوگوں میں بہت سے مذہبی افراد بھی ہوتے تھے۔

زیارت شریفہ کے متن میں تذکرہ ہے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے جنازہ کے ساتھ توہین ہوئی کہ جو ایک امام کے لیے بہت بڑی بے حرمتی شمار ہوتی ہے[2]، اس کے بعد سلیمان نے آپ کے جنازے کو اپنے قبضے میں لیا اور کہا: یہ امام موسی کاظم علیہ السلام کا جنازہ ہے اس کو دیکھو تو لوگوں نے آپ کی زیارت کی[3]۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت کا جنازہ نگہبانوں کے درمیان لایا گیا چار نگہبان اٹھے اور نعرہ لگایا کہ: اے لوگو! جو شخص چاہتا ہے کہ ---فرزند--- موسی کاظم کو دیکھے باہر نکل کر آئے[4]۔

---

۱ - تقریبا تمام ہی مورخین کا اتفاق ہے کہ معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ زہر دلوایا اس نے مروان بن حکم کے ذریعہ اس کو چڑھایا تاکہ وہ زہر دینے میں کامیاب ہو جائے۔ البدایہ والنہایہ، ج۸، ص ۴۳۔ تاریخ الاسلام، ذہبی، ج ۴، ص ۴۰۔ تذکرۃ الخواص، ص۱۹۱-۱۹۲۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص۵۵-۵۶۔

۲ - بحار الانوار، ج۹۹، ص۱۶۔

۳ - مقاتل الطالبین، ص ۵۴۔

۴ - بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۲۷۔ عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۹۹۔ کمال الدین، ج۱، ص ۳۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جی ہاں ! یہ لوگ اسی طرح نعرے لگا رہے تھے کہ جن کو زبان پر لانے سے بھی خوف خدا محسوس کرتے ہیں یہاں تک کہا جاتا ہے حضرت کا جنازہ تین دن تک راستے میں رکھا رہا اور جو کوئی بھی وہاں سے گذرتا جنازہ کو دیکھتا تھا اور اس رجسٹر میں کہ جو وہاں رکھا گیا تھا اپنے دستخط کرتا تھا[1]۔

یہاں پر خود بخود ایک سوال پیدا ہوتا ہے:

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شخصیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرح ان خصوصیات کی حامل کیوں تھی؟ اس لیے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے ایسے اقدامات انجام دیے تھے کہ جن سے امت کے سیاسی حالات تبدیل ہو جائیں، ان اقدامات سے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت کا مخفی ہونا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی سے شروع ہوا اور آپ کی زندگی کے تمام مراحل خصوصاً آپ کی شہادت پر ختم ہوا۔

یہ تمام امور ہم کو ان حالات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ جو اس زمانے میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ ایک انقلابی زندگی میں گذر رہے تھے۔

روایت میں آیا ہے کہ جب محمد بن اسماعیل ہارون الرشید کے دربار میں پہنچا اور اس سے کہا: اے امیر المؤمنین! دو خلیفہ اس زمین پر حکومت کرتے ہیں، موسی بن جعفر مدینہ میں کہ ان کے لیے بھی لوگوں سے خراج لیا جاتا ہے اور آپ بغداد میں کہ آپ کے لیے بھی لوگوں سے خراج جمع کیا جاتا ہے۔ ہارون نے کہا: تجھے خدا کی قسم کیا سچ کہتا ہے؟ محمد نے جواب دیا: خدا کی قسم ایسا ہی ہے[2]۔ اور امام معصوم سے بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اموال کو جمع نہیں فرماتے تھے لیکن ہارون الرشید کے زمانے میں حضرت کے دشمن بہت زیادہ ہوگئے اور حضرت اموال کو تقسیم کرنے کے لیے بھی مناسب حالات محسوس نہیں کرتے تھے سوائے رات کی تاریکی اور وہ بھی بہت مخصوص افراد کے درمیان کہ جو آپ کے لیے قابل اطمینان تھے، لہٰذا اموال بہت زیادہ جمع ہوگیا اس لیے کہ حضرت نہیں چاہتے تھے کہ سخن چین افراد ہارون کے پاس جائیں، ان اموال کو دیکھیں اور کہیں امام موسی کاظم علیہ

---

۱ - عمدۃ الطالب، ص ۲۴۰۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۳۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

السلام اموال کو جمع فرمار ہے ہیں اور ان کی امامت مسلم الثبوت ہے[۱] اس طرح وہ لوگ ہارون کو مجبور کریں کریں تاکہ موسی بن جعفر پر حملہ کیا جاسکے اگر ایسے حالات نہ ہوتے امام علیہ السلام یقینا اموال کو جمع فرماتے اور ان کو غریبوں میں تقسیم کر دیتے[۲]۔

روایت میں آیا ہے کہ نیشاپور کے شیعوں نے آپس میں اجتماع کیا اور محمد بن علی نیشاپوری کو اپنا نمائندہ بنا کر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا، نیشاپور کے لوگوں نے تیس ہزار دینار پچاس ہزار درہم اور کچھ مقدار میں لباس اس کو دیا کہ وہ امام کی خدمت میں پیش کرے۔ اس زمانے میں ایک عورت نیشاپور میں رہتی تھی کہ جس کا نام تھا ''بی بی شطیطہ'' اس نے ایک درہم اور ایک ہاتھوں سے بنا ہوا کپڑا حضرت کے لیے بھیجا کہ جس کی قیمت چار درہم تھی۔ اور کہا: خدا کے لیے حق میں کوئی شرم نہیں ہے۔ پھر ایک ظرف کو لایا گیا کہ جس میں نیشاپور کے لوگوں کے حالات تھے اس ظرف میں ستر خطوط تھے کہ جن میں ہر خط میں کچھ سوالات تحریر کیے گئے تھے لکھنے والوں نے انہیں خطوں میں جگہ خالی چھوڑ دی تھی کہ حضرت ان کے سوالات کا جواب اسی خالی جگہ پر تحریر فرمادیں ان میں سے دو دو خطوں کو تین تین بندوں سے باندھ دیا گیا تھا اور ان پر تین تین مہریں لگادی گئی تھیں اور پھر ہر ایک بند پر جداگانہ مہر لگی تھی۔ لوگوں نے محمد بن علی سے کہا: ان خطوط کو رات میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا اور اگلے روز جاکر سوالوں کے جواب حاصل کر لینا[۳]۔

حکومت کے اندر مذہبی تحریک کی حکومت

ان روایات کے مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی تحریک حکومت وقت کے مقابلے ایک مستقل حکومت تھی کہ جس کی رہبری حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام فرمارہے تھے، یہ تحریک کی حکومت سرکاری حکومت کے اندر تھی۔ مذہبی تحریک انتہائی مخفیانہ طور پر اپنے نظام کو چلا رہی تھی۔

---

۱ - بحارالانوار، ج۴۸، ص۲۵۳۔

۲ - عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۱۴۔

۳ - بحارالانوار، ج۴۸، ص۷۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

علی بن یقطین[۱] کہ جو ہارون الرشید کے وزیر تھے ان سے روایت ہے کہ میں ہارون الرشید کے دربار میں کھڑا ہوا تھا کہ بادشاہ روم کے ہدایا و تحایف لائے گئے ،ان ہدایا میں سے ایک کھال کا بنا ہوا لباس بھی تھا کہ جو کالے رنگ کا کپڑا اور سنہرے رنگ سے بنا ہوا تھا، میں نے کبھی بھی اس سے زیادہ خوبصورت کپڑا نہیں دیکھا تھا ہارون نے محسوس کیا کہ میں اسی کپڑے کے دیکھنے میں مشغول ہوں لہٰذا اس نے وہ کپڑا مجھ کو بخش دیا، میں نے بھی اس کپڑے کو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے لیے بھیج دیا ،اس واقعہ کو نو مہینے گذر گئے ، میں ہارون کے پاس سے واپس آیا اور اس کے دربار سے باہر نکلا ،اور جیسے ہی اپنے گھر پہنچا، ایک خادم میرے پاس آیا اور اس کے پاس ایک صندوق میں وہی کپڑا اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت خط اس پر نئی مہر لگی ہوئی اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھا،اس نے کہا: یہ ابھی ابھی ایک آدمی لایا تھا اور کہا تھا: اس کو جب تیرا آقا آئے اس کو دیدینا، میں نے بھی اس خط کو کھولا اچانک دیکھا کہ خط میرے آقا و مولا امام موسی کاظم علیہ السلام کی جانب سے ہے۔اس خط میں اس طرح تحریر تھا: اے علی ! ابھی تجھ کو اس کپڑے کی ضرورت ہے، میں بھی یہ تیرے پاس بھیج رہا ہوں میں نے صندوق کھولا کپڑے کو دیکھا اور اس کو پہچان لیا ،اسی وقت ہارون الرشید کا خادم بغیر اجازت کے میرے پاس آیا اور کہا: امیر المؤمنین کے سوالات کے جواب دو۔ میں نے کہا: کیا ہو گیا ہے ؟اس نے کہا: امیر المؤمنین نے کہا ہے کہ وہ کپڑا کہ جو آپ کو بخشا تھا وہ کہاں ہے ؟میں نے کہا: امیر المؤمنین نے مجھ کو بہت زیادہ ہدایا دیے ہیں کون سا ہدیہ ؟اس نے کہا: وہ

---

۱ - علی ابن یقطین ایک عظیم شیعہ تھے آپ کا حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے نزدیک بہت اچھا مقام تھا، آپ کے والد یقطین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی اور وکیل تھے، علی بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلے۔ الوزاء والکتاب، جھشیاری، ص۱۰۶۔ ہارون الرشید نے آپ کو اپنا وزیر بنایا، آپ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے اس مقام و منصب کو چھوڑنے کی اجازت چاہی حضرت نے منع کیا اور فرمایا: نہیں تم اسی منصب پر فائز رہو اس لیے کہ تمہارے دل میں ہماری محبت ہے اور اس سے تمہارے دینی بھائیوں کی عزت اور خداوند عالم تم کو تمہارے دشمنوں پر کامیاب اور ان کو ذلیل کردے گا۔ لیکن اے علی ابن یقطین اپنے اس مقام و منصب کا کفارہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد کے ذریعہ دیتے رہنا۔ بحار الانوار، ج۷۲، ص۳۷۹۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک روز علی ابن یقطین حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے جیسے ہی علی بن یقطین آگے آئے حضرت نے فرمایا کہ جو بھی اصحاب رسول خدا ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہے وہ علی ابن یقطین کو دیکھ لیے ایک صحابی نے عرض کی کہ مولا تو پھر وہ اہل بہشت ہیں حضرت نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہل بہشت ہیں۔ رجال کشی، ص۴۹۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کالے رنگ کا اونی کپڑا کہ جو سنہرے رنگ سے بنا ہوا تھا۔ میں نے کہا: میں اس کا کیا کر سکتا ہوں، اسے اپنے کاندھوں پر ڈال کر چند رکعت نماز پڑھتا ہوں میں نے ابھی ابھی امیر المؤمنین کے پاس سے واپسی پر اس کو طلب کیا ہے تاکہ اس کو پہن کر نماز پڑھوں۔ ہم لوگ ہارون کے پاس آئے اس نے عمر بن بزیغ کی جانب دیکھا اور کہا: اس سے کہو کہ اس کپڑے کو لے کر آؤ میں نے بھی ایک خادم کو اپنے گھر بھیجا اور اس کپڑے کو منگوالیا، ہارون نے جیسے ہی اس کو دیکھا تو کہا: اے عمر آج کے بعد سے علی کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہنا۔ اس وقت ہارون نے دستور دیا کہ پچاس ہزار درہم کے ساتھ اس کپڑے کو علی بن یقطین کے گھر واپس کردو۔ اس قضیہ کا سخن چین میرا چچازاد بھائی ہی تھا کہ خداوند عالم کا شکر ہے کہ اس نے اس کے کام کی نفی اور اس کو روسیاہ کردیا ہے[1]۔

بنی عباس کی حکومت مذہبی تحریک کے راز فاش کرنے کی کوشش میں

ان مسائل کو بیان کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ مذہبی تحریک مخفی طور سے اپنے کام کو ادامہ دے رہی تھی اور بہت وسیع پیمانے پر پھیل چکی تھی اور یہ بات بھی اس مطلب کی تائید کرتی ہے کہ حکومت بنی عباس کے اندر مذہبی تحریک کی حکومت تھی اور مذہبی افراد اس میں موجود تھے یہاں تک کہ بنی عباس کے افراد اس کی جاسوسی میں مشغول رہتے اور وزراء کی مخفیانہ دیکھ بھال کرتے تھے۔

روایت میں آیا ہے کہ یحیی بن خالد نے یحیی بن ابی مریم سے کہا: کیا آپ کی نظر میں خاندان ابوطالب کا کوئی فرد ہے کہ جو دنیا کی طرف مائل ہو تاکہ میں اس کی دنیاوی خواہشات کو پورا کرسکوں؟ اس نے کہا: اچھا میں آپ کو اس طرح کی خصوصیات کے فرد کا تعاوف کراتا ہوں۔ وہ علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمد ہے[2]۔ یحیی نے ایک پیغام اس کے پاس بھیجا اور کہا: مجھ کو اپنے چچا اور ان کے شیعوں کے بارے میں

---

۱ - بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۵۹۔

۲ - علی ابن اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام، وہ اپنے چچا حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی دربار حکومت میں چغل خوری اور اور سخن چینی کرتا تھا۔ علی ابن جعفر سے روایت ہے کہ میں نے اپنے بھائی موسی کاظم علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے اپنے بھائی عبداللہ افطح سے فرمایا تمہارے پارے تمہارے دو بھتیجے ہیں کہ جن کے دل تم نے میرے بغض سے بھر دیے ہیں۔ ان کے ساتھ شیطان شریک ہے یعنی محمد بن اسماعیل و علی ابن اسماعیل۔ رجال کشی، ص ۲۶۵۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۵، ص ۳۰۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور اس اموال کے متعلق خبر دو کہ جو ان کے پاس آتا ہے۔ علی بن اسماعیل نے کہا: میرے پاس ان تمام امور کی خبر ہے[1]۔ پھر اس کے بعد اس نے اپنے چچا کی سخن چینی یحیٰ سے کی۔اس کی سخن چینی اس طرح تھی کہ: امام موسی کاظم علیہ السلام کے پاس اس قدر مال و دولت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ بشریہ نامی زمین کو تیس ہزار دینار میں خریدا جب اس کی قیمت لائی گئی تو بیچنے والے نے کہا کہ مجھ کو یہ سکے نہیں چاہییں بلکہ فلاں سکے مجھ کو دو،امام نے بھی اسی طرح کے سکے لانے کو کہا۔اس طرح یہ تیس ہزار دینار امام کے بیت المال میں واپس کر دیے گئے اور دوسرے تیس ہزار دینا کہ جو اس شخص کی خواہش کے مطابق تھے اس زمین کی قیمت کے طور پر اس کو دیدیے گئے۔

یہ واقعہ ہم کو اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہے کہ بنی عباس کی حکومت مذہبی تحریک سے مقابلہ کرنے میں جنون کی حد تک پہنچ چکی تھی اور یہ وہی چیز تھی کہ جس کی وجہ سے بنی عباس اس تحریک کے رہبر یعنی حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو شہید کردے۔حضرت کی شہادت حکومت کے ذریعہ اس طریقے سے ہوئی کہ امام علیہ السلام نے اپنی عمر کا زیادہ تر حصہ زندان میں گذارا اسی وجہ سے امام علیہ السلام نے اپنے ایک شیعہ کو اس کے سوال کے جواب میں اس طرح فرمایا یہ روایت علی بن سوید السائی سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے:

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے ایک خط میں میرے لیے تحریر فرمایا: سب سے پہلے تجھ کو میری موت کی خبر دینے والا شخص میں خود ہوں،اس خبر کو میں اس حال میں تجھے دے رہا ہوں کہ کوئی غم و غصہ اور آہ و فریاد نہیں کرتا اور اپنے کیے ہوئے سے پشیمان نہیں ہوں اور خداوند عالم کی جانب سے ہر قضاو تقدیر محتوم پر کسی بھی طرح کا شک و تردید دل میں نہیں رکھتا،پس آل محمد علیہم السلام کے دین اور ان کے جانشین کے دامن سے ایک کے بعد دوسرے سے متمسک رہو اور جو کچھ بھی وہ کہیں اس کو آرام سے قبول کر لو اور خوشحال رہو۔

روایت میں وارد ہے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی شہادت سے تین دن پہلے مسیب کو کہ جو ہارون الرشید کا بہت زیادہ طرفدار تھا طلب فرمایا،وہ امام علیہ السلام کا زندان بان تھا امام علیہ السلام نے

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۰۹۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۱۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس سے فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے جد رسول خداؐ کے شہر مدینہ میں جاؤں تاکہ اپنے بیٹے علی سے کچھ عہد و پیمان باندھوں کہ جو میرے والد نے مجھ سے باندھے تھے۔ مسیب نے کہا: آقا مجھ کو کیسے حکم دے رہے ہیں کہ آپ کے لیے زندان کے دروازے کھول دوں اور پھر ان میں تالا لگادوں جب کہ نگہبان دروازوں کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مسیب اپنے یقین کو خداوند عالم اور ہمارے اوپر ثابت رکھو۔ مسیب نے کہا: میرے آقا و مولا! آپ نے فرمایا: بس خاموش رہو۔ مسیب نے کہا: آقا و مولا میرے بارے میں خداوندعالم سے دعا کرو کہ میرے عزم و ارادے کو مضبوط کردے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوندا! اس کے عزم وارادے کو مضبوط کردے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی تحریک ہمیشہ رشد وانتشار کی حالت میں رہی ہے اور یہ ہر روز بنی عباس کی حکومت کے لیے تہدید و چیلنج بنتی جارہی تھی تو کس طرح بنی عباس کے خلفاء میں تنزلزل و خلفشار وجود میں نہ آتا جب کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ مذہبی تحریک وہی رسالت محمدی کا تسلسل ہے اور اسی مذہب و مکتب کا استمرار ہے کہ جس کو رسول خداؐ لے کر آئے تھے خصوصا اس صورت میں کہ وہ درک کرچکے تھے کہ یہ تحریک مالی حیثیت سے کوئی کمی نہیں رکھتی، مذہبی افراد اپنا خمس و زکات اپنے زمانے کے امام کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور اس کی اطاعت امر الٰہی کے سبب واجب جانتے تھے۔

لیکن فوج و لشکر کے اعتبار سے وہ لوگ اس حقیقت کو درک کرچکے تھے کہ جب کبھی بھی مذہبی لوگوں کا امام ان کو خروج کا حکم دیگا وہ لوگ اس کی بے جھجک اطاعت کریں گے۔ یونس بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ اس نے کہا:

یحی بن خالد برمکی نے ہارون الرشید سے کہا: اے امیرالمؤمنین! مجھ کو ایسا احساس ہے کہ ہشام بن حکم کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم کی جانب سے آپ کے علاوہ اس روی زمین پر کوئی اور امام ہے کہ جس کی اطاعت واجب ہے۔ ہارون نے کہا: سبحان اللہ! یحی بن خالد نے کہا: جی ہاں! اس کا عقیدہ یہ ہے کہ جب بھی اس کا وہ امام خروج کے لیے حکم دے گا وہ حتما خروج کرے گا۔ لیکن ہمارا یہ خیال تھا کہ ہشام ایک بے طرف انسان ہے۔ ہارون نے یحی سے کہا: تم تمام متکلمین کو جمع کرو اور میں بھی پردہ کے پیچھے سے نظارہ کروں گا تاکہ وہ میرے بارے میں متوجہ نہ ہوسکیں اور میری ہیبت سبب نہ بنے کہ وہ اپنے اعتقادات کا اظہار نہ کریں۔ راوی کا بیان ہے کہ یحی نے ایک شخص کو بلایا کہ جو متکلمین کے درمیان مناظرہ منعقد کرے

Presented By: https://jafrilibrary.com

متکلمین جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کے ساتھ مناظرے و مباحثے اور ایک دوسرے کے کلام کو رد کرنے لگے یہاں تک کہ گفتگو کبھی کبھی بحث اور برا بھلا کہنے تک پہنچنے لگی۔

بعض حاضرین کا کہنا تھا کہ ان کو مخاطبین جواب نہیں دے سکے اور بعض وقت اعتراف کرتے کہ ان کو معقول جواب مل گیا ہے یہ تمام ایک بہانہ تھا کہ جو یحی نے ہشام بن حکم کے لیے بنایا تھا۔ہشام کو اس جلسہ کی خبر نہیں تھی اور اس روز بیماری کی وجہ سے دربار میں حاضر نہیں ہو پائے تھے جب متکلمین اس حد تک مناظرے میں پہنچ گئے تو یحی نے کہا کہ کیا تم لوگ راضی ہو کہ ہشام تمہارے درمیان فیصلہ کرے؟ سب نے کہا: ہم راضی ہیں اے وزیر۔ سب نے چاہا کہ ہشام کو بیماری ہی کی حالت میں ہمارے درمیان لایا جائے۔یحی نے کہا: میں کسی کو ہشام کے پاس بھیجتا ہوں اور اس سے چاہوں کہ وہ یہاں آنے کی زحمت گوارا کرے،اسی طرح کسی کو ہشام کے پاس بھیجا اور متکلمین کے اجتماع کی ہشام کو خبر دی گئی اور کہا گیا کہ بیماری کی وجہ سے ان کو اس اجتماع سے مطلع نہیں کیا گیا تھا اور یہ کہا گیا کہ متکلمین کچھ سوال و جواب کے سلسلے میں آپس میں اختلاف کر بیٹھے ہیں کہ جن کے فیصلہ کے لیے آپ کو بلایا جارہا ہے وہ سب آپ کے فیصلے پر راضی ہیں اگر آپ یہاں آسکتے ہوں تو آجایئے،جب یحی کا بھیجا ہوا شخص ہشام کے پاس پہنچا۔ہشام نے مجھ سے کہا: اے یونس میرا دل اس بات کو قبول نہیں کررہا ہے میرا گمان ہے کہ وہاں اس بات کے علاوہ کچھ اور مسئلہ ہے،ایسا مسئلہ کہ جس کی مجھ کو خبر نہیں ہے،اس لیے کہ یہ معلون۔یحی بن خالد۔کچھ اسباب کی بناء پر مجھ سے رابطہ منقطع کیے ہوئے ہے (یحی بن خالد ابتداء میں اہل بیت کے چاہنے والوں میں سے تھا) میرا ارادہ تھا کہ اگر خداوند عالم نے مجھے اس بیماری سے شفاء عطا فرمائی تو کوفہ جاؤں اور علم کلام کو اصلا ترک کردوں اور ہمیشہ مسجد میں عبادت کی حالت میں زندگی بسر کروں تاکہ اس ملعون۔یحی بن خالد۔کو نہ دیکھوں،یحی کے بھیجے ہوئے شخص نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں اس جلسے میں آپ کو بلانے کا مقصد اس خبر کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے لیکن آپ اپنی حفاظت کرنا۔

ہشام نے مجھ سے کہا: اے یونس! کیا تمہارا گمان ہے کہ کیا اس امر سے حفاظت کی جاسکتی کہ جس کو خداوند عالم چاہتا ہو کہ میری زبان سے آشکار ہو۔ایسا نہ ہو لیکن پھر بھی بہر حال اٹھو اور خداوند عالم کی مدد و قوت کے ساتھ وہاں چلتے ہیں،ہشام اس سواری پر سوار ہوئے کہ جو یحی کا بھیجا ہوا شخص لایا تھا اور میں ہشام کے خچر پر سوار ہوا۔یونس کا بیان ہے کہ ہم جلسے میں وارد ہوئے اور وہاں پر متکلمین کا ایک عظیم اجتماع

Presented By: https://jafrilibrary.com

پایا۔یونس کا کہنا ہے کہ ہشام یحیٰ کی جانب گئے اور اس کو اور دوسروں کو سلام کیا اور یحیٰ کے قریب جا کر بیٹھ گئے میں بھی جلسے کے آخر میں جا کر بیٹھ گیا، ہشام نے ان کے درمیان فیصلہ کیا۔ پھر یحیٰ بن خالد نے ہشام بن حکم سے کہا: ہم نے ایک مدت سے مناظرہ مجادلہ کو ترک کر دیا ہے لیکن اگر موافق ہو تو ہمارے لیے ان لوگوں کے عقیدہ کو بیان کرو کہ جو اہل بیت رسول خدا ﷺ کی امامت کے معتقد ہیں اور دوسروں کی امامت کو قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ہشام نے جواب دیا: اے وزیر! میری بیماری اس بات کے جواب دینے سے مانع ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی اعتراض کرے اور پھر یہ بحث طول پکڑ جائے۔یحیٰ نے کہا اگر آپ کی بات تمام ہونے سے پہلے کوئی اعتراض کرے گا تو اس کے اعتراض پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی بلکہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہوگا تو وہ اپنے اعتراض کو اپنے ذہن میں رکھے گا اور جب آپ کی دلیل ختم ہو جائے گی تب اس کو اعتراض کرنے کا حق ہوگا اور کسی کو بھی حق نہیں ہوگا کہ آپ کی بات کو کاٹ سکے۔ہشام نے جواب دینا شروع کیا (اس نے بہت سی گفتگو کی لیکن ہم ان کی گفتگو کو اختصار کے ساتھ بیان کر رہے ہیں) جس وقت ہشام یحیٰ کے سوال کے جواب کو تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے۔ یحیٰ نے سلیمان بن جریر کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے ابو محمد اس سلسلے میں آپ بھی کچھ سوال کرو۔ سلیمان نے ہشام سے کہا: کیا آپ کی نظر میں علی بن ابی طالب کی اطاعت واجب ہے ؟ ہشام نے کہا: جی ہاں۔ سلیمان نے سوال کیا اگر علی بن ابی طالب کے بعد کا امام آپ کو دستور دے کہ آپ تلوار کے ساتھ خروج کرو تو آپ خروج کریں گے اور ان کی اطاعت کروگے ؟ہشام نے کہا وہ مجھ کو اس طرح کا حکم نہیں دیں گے۔ سلیمان نے کہا: ان کی اطاعت آپ پر کیوں واجب ہے اور آپ کیوں ان کی اطاعت کروگے؟ ہشام نے جواب دیا: اس بات سے اجتناب کرو اس لیے کہ اس کا جواب واضح ہو چکا ہے۔ سلیمان نے کہا: جب وہ امام آپ کو حکم دیتا ہے آپ کیو ں اس کی اطاعت کرتے ہو اور جب وہ آپ کو حکم نہیں دیتا آپ ان کی اطاعت نہیں کرتے؟ ہشام نے کہا: اس کا بخار کب ختم ہوگا تیرے سوالات ایک بوجھ بنتے جا رہے ہیں مجھ کو چھوڑنے والے نہیں ہو یہاں تک کہ مجھ سے یہ کہلوا نہ لو کہ اگر وہ امام مجھ کو حکم دے تو میں تلوار سے قیام کروں گا اور اس کی اطاعت سے منھ نہیں موڑوں گا اسی صورت میں تمہارے سوالات ختم ہوں گے اپنی بات کو ختم کرو اس لیے کہ تم اس سے زیادہ کچھ اور نہیں چاہتے اور میں جانتا ہوں کہ کیا جواب دوں اور پھر میرے جواب کا کیا نتیجہ ہوگا۔راوی کہتا ہے کہ یہاں پر ہارون کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس نے کہا: واضح

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہو گیا[1] اس وقت تمام حاضرین کھڑے ہوگئے اور ہشام نے جلسے کی بھیڑ سے استفادہ کیا اور وہاں سے مستقیم مدائن کی طرف عازم سفر ہوگئے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم کو خبر ملی کہ ہارون نے یحیی سے کہا: اس مرد اور اس کے ساتھیوں پر سختی کرو اور ایک شخص کو ابوالحسن موسی بن جعفر کی خدمت میں بھیجا اور ان کو زندان میں بھیج دیا[2]۔ یہ واقعہ حضرت کے زندان میں جانے کا ایک سبب تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یحیی نے خود ہشام کو راہ فرار دکھائی تھی تاکہ جب ہارون الرشید مسند خلافت پر بیٹھا ہے وہ مخفی طور پر زندگی بسر کرے اور اسی حالت میں دنیا سے چلا جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت ہشام کے پیچھے حکومت کے آدمی تھے وہ کوفہ گئے اور کوفہ میں ابن شرف کے گھر میں انتقال کر گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ بہت واضح تھا کہ ہشام اپنے راز سے پردہ نہ ہٹائیں اور اپنے آپ کو مخفی رکھیں۔ لیکن پھر بھی ہارون کو مذہبی تحریک کی تلاش تھی کہ ہشام بن حکم کو رسوا کرنے کے لیے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام تک کو زندان میں بھیج دیا حکومت جنون کی حد تک پہنچ چکی تھی اور بہت زیادہ حیران وپریشان تھی کہ کیا کرے، ایک طرف امام علیہ السلام کا زندانی ہونے کی وجہ سے کسی انقلاب وقیام کا خوف تھا اور دوسری طرف اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا۔

روایت میں ہے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا جسد مبارک سپاہیوں کے حوالے کر دیا گیا اور وہ بہت برے برے الفاظ سے امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر کا اعلان کرنے لگے، سلیمان بن ابی جعفر کہ اس وقت قصر سے نکل کر نہر کے کنارے جانے کا ارادہ رکھتا تھا اچانک شور وغل کی آواز اس کے کانوں تک پہنچی، اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے کہا: یہ کیسی آواز ہے؟ انہوں نے کہا: یہ سندی بن شاہک ہے کہ جو امام موسی بن جعفر کے جنازے کے کنارے آواز دے رہا ہے، اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے کہا: ممکن ہے کہ یہی کام شہر کے مغربی علاقہ میں بھی انجام دے پس جب بھی وہ اس علاقے سے عبور کرے تم سب اس پر حملہ ور ہو جانا اور امام کا جسد ان سے لے لینا اور وہ مخالفت کریں تو ان کو مارنا اور ان کے کپڑے پھاڑ دینا۔ جب وہ لوگ اس علاقے سے گذرے یہ لوگ ان پر حملہ آور ہوئے اور امام کا جسد مبارک ان سے لے لیا اور ان کو مارا پیٹا اور ان کے کپڑے پھاڑ دیے اور حضرت کے جنازے کو راستے میں رکھ کر آواز دی

---

۱ - روایت میں ہے کہ ہارون نے کہا: بات واضح ہو گئی ہے اور ہارون غصے میں اپنے ہونٹ چبا رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اس جیسے اگر میری حکومت میں زندہ رہے تو اس طرح کے لوگوں کی ایک زبان ایک ہزار تلواروں سے زیادہ خطرناک ہے۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۰۲۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۱۸۹-۱۹۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کہ جو بھی آل پاک میں سے موسی بن جعفر کے جنازے کو دیکھنا چاہتا ہو وہ باہر نکل کر آئے۔لوگ بہت زیادہ نکل کر آئے آپ کو غسل وکفن دیا اور آپ کو کافور سے معطر اور حنوط کیا اور حضرت کے کفن میں سے صرف بردیمانی کی قیمت ڈھائی سو دینار تھی آپ کے تمام کفن پر قرآن تحریر تھا، سلیمان بن ابی جعفر پابرہنہ جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اس نے بہت غم واندوہ کی حالت میں گریبان چاک آپ کے جنازے کی تشیع میں شرکت کی اور آپ کے جنازے کو قریش کے مقبرے میں لے آئے کہ جو آج حضرت کا روضہ ہے اس نے اس تمام قصہ کو ہارون الرشید کے نام تحریری شکل میں پیغام بھیجا،اس نے سلیمان بن ابو جعفر کو جواب دیا اے چچا جان آپ نے صلہ رحم کیا ہے خداوند عالم آپ کو جزاء خیر عطا کرے اور خدا کی قسم سندی بن شاہک نے یہ کام ہمارے دستور سے انجام نہیں دیا تھا[1]۔

حکومت کا اس حد تک خوف وہراس بتا رہا ہے کہ کیوں اس نے اس واقعہ کی مخالفت میں کوئی اقدام انجام نہیں دیا۔

روایت میں ہے کہ ہارون نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو اس حال میں گرفتار کیا کہ آپ حضرت رسول خدا ﷺ کے مزار پر نماز میں مشغول تھے۔جس وقت امام علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا حضرت نے فرمایا: یا رسول اللہ جو کچھ مجھ پر گذر رہا ہے میں اس کی آپ سے شکایت کرتا ہوں۔چاروں طرف سے لوگ جمع ہوگئے اور گریہ ونالہ کرنے لگے۔جب امام علیہ السلام ہارون کے دربار میں وارد ہوئے ہارون نے حضرت کی سرزنش کی اور آپ سے بیزاری کا اظہار کیا۔اور جب رات ہو گئی تو حکم دیا کہ ہودج آمادہ کی جائے جب وہ آمادہ ہو گئی تو حضرت کو مخفیانہ ایک ہودج میں بٹھایا گیا اور حسان سروی کے پاس بھیج دیا گیا اور اس کو حکم دیا گیا کہ وہ امام کو اسی ہودج میں بصرہ لے جائے اور وہاں جاکر عیسی بن جعفر بن ابی جعفر کے حوالے کر دیا جائے،وہ شخص بصرے کا گورنر تھا۔ہارون نے ایک ہودج کو دن میں علنا کچھ لوگوں کے ہمراہ کوفہ کے لیے روانہ کیا تاکہ لوگوں کو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے متعلق گمراہ کرسکے۔عیسی بن جعفر نے بھی امام علیہ السلام کو ایک زندان میں محبوس کر دیا امام علیہ السلام کے زندان

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۲۷۔

کے دروازے پر تالا لگا دیا اور آپ سے ہر طرح کی ملاقات کو منع کر دیا، صرف ضروریات کے علاوہ امام علیہ السلام کے دروازے کو نہیں کھولا جاتا تھا[۱]۔

یہ مطلب اس بات پر گواہ ہے کہ بنی عباس کی حکومت ہر طرح کے حوادث کے خوف و ہراس میں رہتی تھی لیکن کیا حکومت نے ان مخالفانہ و معاودانہ اعمال پر اکتفاء کیا ہے؟ ہر گز نہیں۔

محمد بن صدقہ العنبری سے روایت ہے کہ: جب حضرت ابوابراہیم موسی بن جعفر علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی۔ ہارون الرشید نے ابوطالب اور عباس کے خاندانوں سے بزرگوں اور مملکت کے صاحبان مقام شخصیتوں کو جمع کیا اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے جنازے کو طلب کر کے سب کو دکھا کر کہا:

یہ موسی بن جعفر ہیں کہ جنہوں نے اپنی طبیعی موت سے انتقال کیا ہے، میرے اور ان کے درمیان کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے میں کسی معذرت کا طلب گار ہوں (یعنی میں نے ان کو قتل نہیں کیا ہے) پس تم سب ان کو دیکھو ان میں ستر آدمی حضرت کے جنازے کے قریب آئے اور حضرت کے جنازے کو دیکھا اور کوئی بھی علامت آپ کے بدن پر کہ جو کسی زخم یا قتل یا گلا گھونٹنے کا نشان ہو نہیں دیکھی بلکہ صرف آپ کے پیر پر ایک خراش کا نشان تھا کہ کثرت عبادت کی وجہ سے آ چکا تھا[۲]۔

ہارون الرشید کی حکومت اس قدر وسیع تھی کہ جس میں سورج نہیں ڈوبتا تھا وہ معاشرے کے تمام سرداروں اور فوج کے تمام سپہ سالاروں کو اپنے دربار میں حاضر کر کے اپنے آپ کو مقام تہمت سے اپنا تبرئہ کرنا چاہتا ہے، یہ کام وہ کیوں انجام دے رہا ہے؟ جب کہ وہ ایسا شخص تھا کہ جس کی پوری پوری راتیں شراب خواری میں گذر جاتی تھیں اور اپنا وقت مجاہدین کے خون بہانے میں گذارتا تھا! لیکن امام کی معرفت حاصل ہونے کے بعد۔ آپ پر خدا کا درود و سلام ہو۔ کوئی جگہ باقی نہیں رہتی کہ دوست یا دشمن جس وقت حضرت کی ہیبت اور شان و شوکت پر نظر کرتا تو بدن کے رونگٹے کھڑے نہ ہو جاتے ہوں۔

---

۱ ۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۲۱۔

۲ ۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۲۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ہارون کے زندان میں

عبداللہ اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ: میں فضل بن ربیع کے پاس پہنچا وہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے مجھ سے کہا: اس گھر کو دیکھو اور بتاؤ کہ کیا نظر آ رہا ہے؟ میں نے کہا: ایک کپڑا پڑا ہوا ہے۔اس نے کہا اچھی طرح دیکھو، میں نے بھی اچھی طرح دیکھا اور کہا: کوئی مرد سجدے کی حالت میں ہے، اس نے مجھ سے کہا: کیا ان کو جانتے ہو؟ وہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ہیں۔ میں رات و دن ان کو دیکھتا ہوں میں نے کبھی بھی ان کو اس حالت کے علاوہ نہیں دیکھا، وہ صبح کی نماز انجام دیتے ہیں اور سورج کے طلوع ہونے تک تعقیبات میں مشغول رہتے ہیں پھر سجدہ میں جاتے ہیں نماز ظہر تک اسی حالت میں باقی رہتے ہیں، آپ نے ایک شخص کو حکم دے رکھا ہے کہ نماز کے اول وقت کا خیال رکھے پس جیسے ہی نماز کا وقت ہوتا ہے وہ شخص آپ کو اطلاع دیتا ہے وہ بلا فصل بغیر تجدید وضو کے نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں، آپ ہمیشہ روزے سے رہتے ہیں اور بہت تاخیر سے روزہ کو افطار کرتے ہیں پھر تجدید وضو فرماتے ہیں اور پھر سجدے میں چلے جاتے ہیں اور پھر تمام شب نماز صبح تک اسی حالت میں رہتے ہیں۔ امام علیہ السلام پر جاسوسی کرنے والا شخص کہتا ہے: میں نے بہت سنا تھا کہ امام علیہ السلام اپنی دعا میں یہ پڑھتے تھے: پروردگارا تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے یہی چاہتا ہوں کہ مجھ کو عبادت کی فرصت عطا فرما: خداوندا تو نے بھی یہی لطف مجھ پر فرمایا، پس حمد و ثناء تجھ ہی سے مخصوص ہے[1]۔

یہ ہے امام علیہ السلام کی عبادت و شجاعت اور اس واقعہ کے ذکر کرنے سے امام علیہ السلام کا عزم قاطع بھی معلوم ہو جاتا ہے: فضل بن ربیع امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے ابوابراہیم خدا آپ پر رحمت نازل کرے، آپ اپنی سزا کے لیے آمادہ ہو جائیں، امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: کیا دنیا و آخرت کا مالک میرے ساتھ نہیں ہے؟ خدا نے چاہا تو آج کوئی بھی مجھ کو نقصان نہیں پہنچ سکتا[2]۔ اور یہ وہی امام ہیں کہ جو تحریک کے اسرار فاش ہو جانے پر اور جس وقت آپ کو ہارون کے دربار میں لے جایا گیا۔ہارون نے امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا: یہ گھر کیسا لگا؟ امام نے فرمایا: یہ برباد اور تباہکار

---

۱ - بحار الانوار، ج۴۸، ص۱۰۷۔

۲ - بحار الانوار، ج۴۸، ص۲۱۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لوگوں کا گھر ہے ۔ خداوندعالم کا ارشاد گرامی ہے :ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا کل آیة لایومنوا بھا وان یروا سبیل الرشد لایتخذو ہ سبیلا ان یرو سبیل الغیی یتخذوہ سبیلا[۱]۔ (میں ان لوگوں کو کہ جو روی زمین پر بغیر کسی حق کے تکبر کی حالت میں اپنی بزرگی جتاتے ہیں اپنی رحمتوں کی نشانیوں سے پلٹالوں گا کہ وہ جو نشانی بھی دیکھیں گے ایمان نہیں لائیں گے اور اگر ان کی راہ رشد وہدایت کی طرف راہنمائی ہوئی تو وہ اس پر نہیں چل سکتے اور اگر ان کی راہ ضلالت وگمراہی کی طرف راہنمائی ہوئی تو اس پر چلیں گے) ہارون نے کہا: یہ کس کا گھر ہے ؟امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ گھر حق ہمارے ماننے والوں تک کے لیے بھی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے اور دوسروں کے لیے فتنہ وآشوب کا سبب ہے۔ہارون نے کہا: کیوں صاحب خانہ اس کو حاصل نہیں کرتا؟امام علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت یہ گھر ہم سے چھینا گیا آباد تھا اور پھر جب واپس آئے گا تو آباد ہوگا۔

ہارون نے کہا: آپ کے پیروی کرنے والے کہاں ہیں؟ امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی :لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین حتی تاتیھم البینة[۲].اہل کتاب ومشرکین کفر وعصیان سے جدا نہیں ہیں اور راہ حق کی طرف ہدایت نہیں پا سکتے یہاں تک کہ ان پر برہان وحجت خدا آجائے)اس وقت ہارون بہت زیادہ غصہ ہوا اور امام علیہ السلام سے بہت سخت لہجہ میں گفتگو کی[۳] ۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام ایسے امام تھے کہ جو خود امت اسلامی میں تحولات اور امور اجرائی پر نظارت رکھتے تھے یہاں تک کہ جعفر بن محمد بن اشعث[۴] کہ جو ہارون کا وزیر اور حضرت کے چاہنے والوں میں سے تھا۔روایت میں آیا ہے کہ ایک روز یحی بن خالد برمکی نے ہارون الرشید سے کہا:اے

---

۱ ۔ سورہ اعراف، آیت ۱۴۶۔

۲۔ سورہ بینہ، آیت ۱۔

۳ ۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۱۵۶۔

۴ ۔ جعفر بن محمد اشعث کوفی ہے یہ پہلے سنی مذہب تھا بعد میں شیعہ ہوگیا۔ مقدسی نے کہا: وہ خراسان کا گورنر رہا ہے وہاں آل ابی طالب کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آتا اور ان کو خمس دیتا تھا۔ شیخ طوسی نے اس کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا صحابی قرار دیا ہے۔ معجم رجال الحدیث، ج ۴، ص ۱۰۵۔ البدء والتاریخ، ج ۳، ص ۱۰۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

امیر المؤمنین ! میں نے آپ کو جعفر اور اس کے مذہب کے بارے میں خبر دی تھی لیکن آپ نے ان کو قبول نہیں کیا لیکن اب ایک راستہ ہے کہ جس کے ذریعہ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہارون نے کہا: وہ کیا راستہ ہے ؟ یحیٰ نے کہا: جو مال بھی جعفر کو موصول ہوتا ہے وہ اس میں سے خمس نکال کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیتا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ بیس ہزار درہم کہ جو آپ نے حکم دیا تھا کہ اسے دیے جائیں اس نے ان میں بھی یہی کام کیا ہے۔ ہارون نے کہا: ہاں یہ مطلب قضیہ کو واضح کردے گا۔ اس نے رات میں ایک شخص کو جعفر کے پاس بھیجا، جب ہارون کے بھیجے ہوئے شخص نے جعفر کا دروازہ کھٹکھٹایا، جعفر ڈر گیا کہ کہیں ہارون نے یحیٰ کی بات قبول کر لی ہو اور اب اس کو طلب کیا ہے تاکہ اس کا قتل کرے۔ لہٰذا اس نے تھوڑا سا پانی اپنے اوپر ڈال لیا اور حکم دیا کہ مشک و کافور لایا جائے اور اس نے مشک و کافور سے خود کو حنوط کیا اور اپنے لباس کے اوپر بردیمانی کو ڈالا (اس لیے کہ مستحب ہے موت کے وقت بردیمانی انسان کے بدن پر ہو) اور اس حالت میں ہارون کے پاس آیا جیسے ہی ہارون کی نگاہ اس پر پڑی اس کو کافور کی خوشبو محسوس ہوئی اور بردیمانی کو اس کے اوپر دیکھا اس نے ماجرا دریافت کیا۔ جعفر نے کہا: امیر المؤمنین ! میں یہ سمجھا کہ یحیٰ نے آپ سے میری چغلی کی ہے اور یہ آپ کا بھیجا ہوا شخص رات کے اس وقت میرے پاس پہنچا، میں نے محسوس کیا کہ اب میری خیر نہیں ہے اور یحیٰ کے کہنے سے امیر کا دل مجھ سے رنجیدہ ہو گیا ہے اور اس شخص کو مجھے طلب کرنے کے لیے بھیجا ہے تاکہ مجھ کو قتل کریں۔ ہارون نے کہا: اصلا ایسا نہیں ہے لیکن مجھ کو خبر ملی ہے کہ تو اپنے تمام مال و دولت کا خمس نکال کر موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو ارسال کرتا ہے اور تو نے ان بیس ہزار دینار کا بھی یہی کیا ہے میں نے چاہا کہ حقیقت سے باخبر ہو جاؤں۔ جعفر نے کہا: اللہ اکبر اے امیر المؤمنین ! آپ ابھی اپنے کسی خادم کو میرے گھر بھیج دیجیے اور فلاں صندوق میں سے وہ پیسوں کا تھیلا مہر لگا ہوا ایسے ہی لے آئے۔ ہارون نے اپنے ایک خادم سے کہا: جعفر کی انگوٹھی لے لو اور مال کو لانے کے لیے یہ انگوٹھی اپنے پاس رکھو۔ جعفر نے بھی اپنی کنیز کو کہ جس کے پاس یہ مال رکھا ہوا تھا دستور دیا کہ وہ دینار کی تھیلی کہ جس پر مہر اور تالا لگا ہوا ہے ہارون کے بھیجے ہوئے شخص کے حوالے کردے، اس کنیز نے بھی ہارون کے بھیجے ہوئے شخص کو وہ تھیلی دیدی وہ اس تھیلی کو ہارون کے پاس لایا، جعفر نے اس سے کہا: یہ اس شخص کا پہلا جھوٹ ہے کہ جس نے آپ سے میری

Presented By: https://jafrilibrary.com

چغلیاں کی ہیں۔ ہارون نے کہا: اے جعفر تم نے سچ کہا ہے جاؤ آرام سے رہو۔ میں تمہارے بارے میں اب کسی کی بات کو بھی قبول نہیں کروں گا[1]۔

ہارون اس طرح کے امام کے خون بہانے سے خوف کیوں نہ کھائے کہ جو اس قدر ممتاز مقام اور کامیاب فعالیتیں رکھتا ہے، ہارون کہ جو امام علیہ السلام کے خلاف کسی حربے کو استعمال کرنے میں گریز نہیں کرتا تھا۔

روایت میں ہے کہ ہارون نے ایک بہت ہی حسین و جمیل کنیز حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں زندان میں بھیجی، امام علیہ السلام نے اس کنیز کے لانے والے سے فرمایا: (بل انتم بهديتكم تفرحون)[2] (ہاں! تم لوگ اپنے دنیا کے تحفے پر خوشحال رہو) مجھ کو اس جیسی کنیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہارون نے جب یہ بات سنی وہ غصہ سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: اس کنیز کو دوبارہ ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم نے آپ کو آپ کی مرضی سے گرفتار اور زندان میں نہیں رکھا ہے۔ اور کنیز کو ان کے پاس چھوڑ دو اور آ جاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ ہارون کے خادم نے کنیز کو امام علیہ السلام کے پاس چھوڑ دیا اور آ گیا، پھر ہارون اپنی جگہ سے اٹھا اور خادم کو زندان کی طرف بھیجا تا کہ اس کنیز کو مد نظر رکھے، اس نے بھی کنیز کو دیکھا کہ وہ بھی خداوند عالم کے حضور سجدہ میں چلی گئی ہے اور سجدہ سے سر نہیں اٹھاتی اور کہتی ہے: پروردگارا تو ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے، میں تیری پاکی کی حمد و ثناء کرتی ہوں اور اپنے خدا سے طلب مغفرت کرتی ہوں۔ ہارون نے کہا: خدا کی قسم موسی بن جعفر نے اپنے سحر وجادو کی طاقت سے اس کنیز پر جادو کر دیا ہے[3]۔

ہارون حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے خلاف حیلے و فریب کے مختلف طریقے استعمال کرنے کے باوجود بھی اپنے حسد کی آگ نہ بجھا سکا یہاں تک کہ خود چھت کے اوپر چڑھتا اور امام علیہ السلام کو سجدہ کی حالت میں دیکھا کرتا۔ ہارون نے ایک روز ربیع سے کہا: وہ لباس کیا ہے کہ جس کو میں روز یہاں پڑا ہوا دیکھتا ہوں؟ ربیع نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین! وہ کوئی لباس نہیں ہے بلکہ موسی بن جعفر ہیں کہ جو ہر

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۰۷-۲۰۹۔

۲۔ سورہ نمل، آیت ۳۶۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۳۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

روز سورج کے طلوع ہونے کے وقت سے ظہر تک سجدہ میں رہتے ہیں۔ ربیع کا بیان ہے کہ ہارون نے کہا: جان لو کہ وہ بنی ہاشم کی مقدس ترین شخصیت ہے۔ میں نے کہا: تو پھر کیوں آپ زندان میں ان پر اتنی سختیاں کرتے ہیں؟اس نے جواب دیا: اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے[1]۔

کس طرح ممکن ہے کہ یہ سرکش انسان اس قدر سخت دل و بے رحم اور حیوانی قلب رکھتا ہو؟اس سوال کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ سلطنت کی ناز و نعمت نے اس کو گمراہی و ضلالت کی اس کھائی میں ڈال دیا تھا،ان تمام شرارتوں کے باوجود بھی بنی عباس کی تمام حکومت خوف وہراس کی حالت میں تھی۔

یونس بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ : حسین بن علی الرواسی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جنازے پر حاضر ہوا،جب جنازہ قبر کے قریب رکھا گیا اس وقت شاہک سندی کے نمائندے ابوالمضاء کے پاس اس کا بھیجا ہوا شخص آیا، ابوالمضا جنازے کے ساتھ ساتھ تھا،اس کو حکم دیا گیا کہ امام علیہ السلام کے چہرے کو کھول کر سب کو دکھایا جائے اور تب تک دفن نہ کیا جائے جب تک تمام افراد امام علیہ السلام کا سالم بدن نہ دیکھ لیں اور سب جان لیں کہ کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔یونس کہتا ہے: اس نے حضرت کے چہرے کو کھولا یہاں تک کہ ہم نے حضرت کو دیکھا اور پہچان لیا اور پھر آپ کے چہرے کو بند کرکے جنازے کو قبر میں اتار دیا گیا[2]۔

یحی بن خالد نے ایک روز ہارون سے کہا: اے امیرالمؤمنین! میری نظریہ ہے کہ آپ امام علیہ السلام پر کوئی احسان کریں اور ان کے ساتھ صلہ رحم کریں، اس لیے کہ خدا کی قسم اس روش نے تو ہماری پیروکاروں کو تباہ و برباد کردیا ہے۔ یحی حضرت کے چاہنے والوں میں سے تھا لیکن ہارون کو اس بات کی کوئی خبر نہیں تھی۔ہارون نے کہا: تم ان کے پاس جاؤ اور طوق و زنجیر کو کھول دو اور ان کی خدمت میں میرا سلام پیش کرو اور کہو کہ آپ کے چچازاد بھائی نے کہا ہے کہ میں نے آپ کو اس لیے زندان میں رکھا تھا کہ پہلے میں قسم کھا چکا تھا کہ آپ کو اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک آپ اعتراف نہ کرلیں کہ آپ نے میرے ساتھ بدسلوکی کی ہے اور آپ مجھ سے چاہیں کہ میں آپ کو معاف کردوں۔اور جان لو کہ اس طرح آپ پر کوئی عیب و نقص نہیں آئے گا اور آپ کا معافی طلب کرنے میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ یہ یحی

۱۔ بحارالانوار، ج۴۸، ص۲۲۰۔

۲۔ بحارالانوار، ج۴۸، ص۲۲۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بن خالد ہمارا وزیر اور بہت سے کاموں میں ہمارے لیے قابل اعتماد ہے ،اس سے چاہو کہ وہ آپ کو آزاد کردے اس لیے کہ اس کو اختیار ہے کہ وہ میری قسم اور آپ کی رہائی کا سبب قرار پائے اس صورت میں آپ زندان سے آزاد ہو جاؤ گے اور ایک عاقلانہ راہ کو اختیار کرو گے[۱]۔

حکومت نے حضرت کے خلاف حیلے و فریب ، سخت سے سخت سزاؤں سے لے کر ہر طرح سازش و تشویق اور جو کچھ بھی کر سکتے تھے انجام دیے لیکن کیا یہ امید کی جا سکتی ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دے ؟

ہر گز نہیں ۔۔۔

قلم حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی زندگی کی حقیقت اور مسلسل پراسرار حوادث سے بھری ہوئی زندگی کو تحریر کرنے سے عاجز ہے لیکن ایک جملہ کہہ سکتے ہیں اور وہ جملہ معروف ہے کہ : خداوند عالم بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے[۲]۔

سندی بن شاہک کے غلام بشار سے منقول ہے کہ : میں خاندان علی بن ابی طالب کا سب سے بڑا دشمن تھا ،ایک روز سندی بن شاہک نے مجھے طلب کیا اور کہا: اے بشار ! میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو اس چیز کے بارے میں امین سمجھوں کہ ہارون جس چیز میں مجھے امین سمجھتا ہے۔میں نے کہا: میں آپ کی خواہش کو پورا کروں گا۔سندی نے کہا: یہ موسی ابن جعفر ہے کہ ہارون نے ان کو میرے حوالے کیا میں تجھ کو ان کی حفاظت کے لیے انتخاب کرتا ہوں۔ میں نے بھی اس گھر کے دروازے پر کئی تالے لگا دیے کہ جس میں امام علیہ السلام قید تھے۔جب کبھی بھی مجھے کوئی کام پیش آتا تو اپنی بیوی کو وہاں بٹھا کر جاتا وہ بھی میرے واپس آنے تک ایک لمحہ کے لیے زندان کو تنہا نہیں چھوڑتی تھی۔بشار کہتا ہے: خداوند عالم نے ان کی طرف سے میرے دل میں حسد و کینہ کو محبت میں تبدیل کر دیا[۳]۔

یہ تھی حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خداوند عالم کی راہ میں جہاد و کوشش سے تلاطم مختصر زندگی۔

---

۱ - بحارالانوار، ج ۴۸، ص ۲۳۰۔

۲- سورہ بینہ، آیت ۶۷۔

۳ - بحارالانوار، ج ۴۸، ص ۲۴۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے میں انقلابی افراد

مذہبی تحریک کا تقیہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے میں اپنے مرحلہ اوج و کمال تک پہنچ چکا تھا اور صرف حضرت امام حسن کی شہادت کے بعد اور معاویہ کی ظاہری حکومت کے علاوہ یہ سختیاں اور حالات شیعوں اور مذہبی تحریک پر کبھی نہیں گذرے تھے وہ حالات کہ جہاں تقیہ اوج و کمال کی منزل تک پہنچ چکا ہو۔

مذہبی افراد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے میں حضرت کا نام بھی صراحت سے نہیں لے سکتے تھے[۱] اور بطور مثال اس طرح کہتے تھے: عبد صالح نے اس طرح فرمایا ہے۔ عبد صالح حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا ایک لقب ہے اسی وجہ سے حضرت سے زیادہ تر روایات آپ کے القاب سے[۲] منقول ہیں مثلاً عبد صالح اور عالم آل محمد وغیرہ۔ مذہبی افراد جب کبھی امام علیہ السلام سے کوئی روایت نقل کرتے تو کہتے کہ: صابر نے فرمایا ہے۔ امین نے کہا ہے۔ زاہد کا فرمان ہے۔ ابوابراہیم کی فرمائش ہے۔ رجل کا قول ہے۔ راحل نے فرمایا ہے۔ ماضی کا بیان ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد اور مذہبی افراد کے تقیہ میں رہنے کی وجہ سے حضرت کو ماضی یا راحل کہا جاتا رہا ہے کہ جو حضرت کے زمانے میں سیاسی حالات کی تنگی اور وحشت و اضطراب پر دلالت کرتا ہے۔

عبداللہ بزاز نیشاپوری سے روایت ہے کہ: میں حمید بن قحطبہ طائی طوسی کے ساتھ کاروبار میں مشغول تھا، ایک روز اس کے شہر گیا اس کو میرے آنے کی خبر ہوئی اس نے فوراً مجھ کو اپنے گھر پر آنے کی دعوت دی۔ میں ابھی سفر کا لباس ہی پہنے ہوئے تھا اور اس کو تبدیل کرنے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی۔ ماہ رمضان المبارک تھا میں تقریباً نماز ظہر کے وقت اس کے گھر پہنچا جیسے ہی گھر میں وارد ہوا تو دیکھا کہ اس گھر میں پانی کا ایک نالہ جاری ہے، میں نے اس کو سلام کیا اور بیٹھ گیا، ایک پانی کا برتن لایا گیا اس نے اپنے ہاتھوں کو دھویا اور مجھے بھی دستور دیا کہ میں بھی اپنے ہاتھوں کو دھولوں، میں نے اپنے ہاتھ دھولیے، دسترخوان بچھایا گیا اور میں بھول گیا کہ میں روزہ سے ہوں اور ماہ رمضان المبارک ہے، لیکن

۱۔ بہجۃ الآمال فی شرح زبدۃ المقال، ج۷، ص۵۹۳۔ تاریخ الشیعہ، ص۵۵۔

۲۔ دیکھیں: الفصول المہمہ فی معرفۃ الآئمہ، ج۲، ص۹۳۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جیسے ہی مجھے یاد آیا میں نے اپنا ہاتھ کھانے سے روک لیا، حمید نے مجھ سے کہا: تم کیوں کھانا نہیں کھا رہے ہو؟ میں نے کہا: اے امیر! یہ رمضان کا مہینہ چل رہا ہے اور میں مریض بھی نہیں ہوں کہ جس مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھوں شاید امیر کو کوئی مرض ہے کہ جس کی وجہ سے آپ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس نے کہا: ابھی کوئی ایسا مرض تو نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھا جائے بلکہ میں کاملا سالم ہوں، ان باتوں کے دوران اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ رونے لگا۔ جب وہ کھانا کھانے سے فارغ ہوا، میں نے اس سے کہا: امیر! آپ کیوں رو رہے تھے؟ اس نے کہا: کہ جس وقت ہارون الرشید طوس میں رہتا تھا، ایک رات ایک شخص کو میرے پاس بھیجا اور مجھ کو طلب کیا، جب میں اس کے دربار میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک چراغ روشن ہے اور ننگی تلوار ہاتھ میں لیے بیٹھا ہے جب کہ ایک خادم بھی اس کے پاس کھڑا ہے۔ میں جیسے ہی اس کے پاس پہنچا اس نے اپنے سر کو بلند کیا اور کہا: امیر المؤمنین کی جانب سے تیرا اس علاقہ کا گورنر ہونا کیسا ہے؟ میں نے کہا: میری جان و مال امیر کی راہ میں کوئی قیمت نہیں رکھتے، اس نے اپنے سر کو نیچے کیا اور مجھ کو واپس جانے کی اجازت دی، میں جیسے ہی اپنے گھر پہنچا تو پھر ایک پیغام آیا کہ: امیر المؤمنین نے تجھ کو طلب کیا ہے، میں نے کلمہ استرجاع زبان پر جاری کیا اور ڈر گیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے، اور جب پہلی مرتبہ اس نے مجھ کو دیکھا تھا تو شرم آ گئی تھی، میں پھر دوبارہ اس کے پاس آیا، اس نے سر کو اٹھایا اور کہا: امیر المؤمنین کی جانب سے تیرا اس علاقہ کا گورنر ہونا کیسا ہے؟ میں نے کہا: میری جان و مال اور اولاد امیر کی راہ میں کوئی قیمت نہیں رکھتے، اس نے اپنے سر کو نیچے کیا اور مسکرایا پھر مجھ کو واپس جانے کی اجازت دی، مجھے گھر پہنچے ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ پھر ایک پیغام آیا کہ: امیر المؤمنین نے تجھ کو طلب کیا ہے، میں پھر اس کے پاس آیا، اس نے سر کو اٹھایا اور کہا: امیر المؤمنین کی جانب سے تیرا اس علاقہ کا گورنر ہونا کیسا ہے؟ میں نے کہا: میری جان و مال اور اولاد اور میرا دین امیر کی راہ میں کوئی قیمت نہیں رکھتے، اس نے اپنے سر کو نیچے کیا اور ہنسا پھر کہا: اس تلوار کو لے اور جو یہ خادم کہے اس کو انجام دینا۔ حمید بن قحطبہ طائی نے اپنی باتوں کو ادامہ دیتے ہوئے کہا: خادم نے تلوار لے کر مجھ کو دی اور مجھ کو ایک گھر کی طرف لے گیا کہ جس کا دروازہ بند تھا اس نے دروازے کو کھولا اس گھر کے اندر ایک کنواں تھا کہ جس کے اطراف میں تین کمرے بنے ہوئے تھے کہ سب کے دروازے بند تھے اس نے ان میں ایک کمرہ کا دروازہ کھولا اس میں بیس آدمی جوان و بوڑھے کہ جن

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے بال بڑھ چکے تھے زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، خادم نے مجھ سے کہا کہ امیر المؤمنین کا دستور ہے کہ تم ان سب کو قتل کردو۔ وہ سب علوی اور علی و فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد تھے۔ وہ ایک ایک کرکے میرے پاس لایا اور میں نے بھی سب کی گردن کاٹ دی۔ خادم نے ان سب کے بدنوں اور سروں کو کنوے میں ڈال دیا پھر اس نے دوسرے کمرے کو کھولا وہاں پر بھی بیس آدمی کہ جو سب علی و فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد تھے، خادم نے مجھ سے کہا امیر المؤمنین تجھ کو حکم دیتے ہیں کہ ان کے سروں کو بھی قلم کردو۔ پھر وہ میرے سامنے ایک ایک شخص کو لاتا رہا اور میں بھی ایک ایک کا سر قلم کرتا رہا اور وہ سب کو کنویں میں ڈالتا رہا، پھر ہم تیسرے کمرے میں پہنچے وہاں پر بھی بیس آدمی تھے وہ بھی سب علی و فاطمہ علیہاالسلام کی اولاد تھے ان کے بال بھی ان کے چہروں پر بکھرے ہوئے تھے اس نے مجھ سے کہا: امیر المؤمنین نے تجھ کو حکم دیا ہے کہ ان کو بھی قتل کردو۔ وہ ان میں سے بھی ایک ایک کرکے میرے پاس لاتا رہا یہاں تک کہ میں نے ان میں سے انیس افراد کے سر قلم کردیے اور اس نے سب کے سر اور بدنوں کو کنویں میں ڈال دیا صرف ایک بوڑھا شخص باقی بچا کہ جس کے بال بھی بکھرے ہوئے تھے اس بوڑھے انسان نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: اے تباہکار انسان تجھ کو موت آجائے جب تو روز قیامت ہمارے جد رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پہنچے گا تو ان کو کیا منھ دکھائے گا جب کہ تو فرزندان علی و فاطمہ علیہاالسلام میں سے ساٹھ افراد کو قتل کر رہا ہے؟ اس وقت میرے ہاتھ اور بدن لرزنے لگے خادم نے غصے بھری نگاہیں مجھ پر ڈالیں اور مجھ کو اس سے بات کرنے سے روکا اس طرح میں نے اس کو بھی قتل کر دیا اور خادم نے اس کے بدن کو کنویں میں ڈال دیا، اب میرا یہ کردار ہے کہ میں اولاد رسول ﷺ میں سے ساٹھ افراد کو قتل کرچکا ہوں تو پھر مجھے نماز و روزہ کیا فائدہ پہنچائے گا اور اب مجھ کو یقین ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میرا ٹھکانہ بن چکا ہے[1]۔

یہی وجہ ہے کہ جب فقہاء حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایات کو نقل کرتے ہیں اور ان میں آپس میں تعارض دیکھتے ہیں تو ان کو تقیہ پر حمل کرتے ہیں اس لیے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی روایات کو تقیہ پر حمل کرنا ان آئمہ طاہرین علیہم السلام کی روایات کی بنسبت آسان ہے کہ جن کے زمانے میں اس قدر سخت حالات نہیں تھے۔

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۰۸۔ بحار الانوار، ۴۸، ص۱۷۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

صالح بن واقد طبری سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، امام علیہ السلام نے فرمایا: اے صالح، یہ سرکش۔ہارون الرشید۔ تجھ کو طلب کرے گا اور تجھ کو زندان میں ڈال دے گا اور میرے بارے میں تجھ سے کچھ سوالات کرے گا، تو تو کہدینا کہ میں ان کو نہیں جانتا اور جب تم زندان میں چلے جاؤ تو اس جملہ کو زبان پر جاری کرنا '' جس کو بھی چاہتا ہے خدا کے اذن سے زندان سے نکال دیتا ہے مجھے بھی زندان سے نکال دے '' صالح کا بیان ہے کہ ہارون نے مجھ کو طبرستان سے اپنے پاس طلب کیا اور کہا: کہ موسی ابن جعفر کیا کر رہے ہیں اس لیے کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ وہ تمہارے پاس ہیں ؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ موسی بن جعفر کون ہیں؟ اور اے امیر المؤمنین آپ ان کے بارے میں بہتر جانتے ہو ان کی مخفی ہونے کی جگہ سے بھی بہتر واقف ہو۔ ہارون نے کہا: اس کو زندان میں ڈال دو[1]۔ خدا کی قسم میں ایک رات بیٹھا ہوا تھا اور تمام قیدی افراد سو رہے تھے تو اچانک میں نے امام موسی کاظم علیہ السلام کو اپنے پاس پایا، امام علیہ السلام نے فرمایا: اے صالح، میں نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: آخرکار زندان میں پہنچ گئے ؟ میں نے عرض کی۔ جی ہاں میرے آقا و مولا۔ آپ نے فرمایا: اٹھو اور میرے پیچھے پیچھے آجاؤ، میں بھی اٹھا اور حضرت کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے زندان سے باہر نکل آیا، ہم جب ایک راستے سے گذرے تب امام علیہ السلام نے فرمایا: اے صالح! اصل میں حکومت ہماری ہے۔ خداوند عالم نے اپنے لطف و کرم سے ہم کو عطا فرمائی ہے۔ میں نے عرض کی: اے میرے مولا میں کہاں اس سرکش کے ظلم و ستم سے امان میں رہ سکتا ہوں ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: تو اپنے وطن واپس ہو جا اس لیے کہ اب اس کا ہاتھ تجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ صالح کا کہنا ہے کہ میں طبرستان واپس پہنچ گیا اور خدا کی قسم کوئی شخص بھی میری تلاش میں نہیں آیا اور میں ایسا احساس کرتا تھا کہ گویا میں زندان میں گیا ہی نہیں ہوں۔

یہ تمام مسائل حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی حیات طیبہ کی عادی و طبیعی ہونے پر دلیل ہیں کہ جیسے آپ نے زندگی بسر کی ہے۔

---

۱ ۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۶۶۔

اس روایت سے بھی اہم تر وہ روایت ہے کہ جس کو بحارالانوار میں باب بداء میں نقل کیا گیا ہے۔ ابو حمزہ ثمالی نقل کرتے ہیں کہ :

میں نے ابو جعفر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : ستر سال کے بعد امت اسلام کی بلائیں آسائش میں تبدیل ہو جائیں گی۔اوراب ستر سال سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا ہے لیکن ہمیں کوئی آسائش نظر نہیں آرہی ہے۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جواب دیا : اے ثابت ! خداوندعالم نے اس امت کی مدت کو ستر سال قرار دیا تھا لیکن چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا ، خداوند عالم اہل زمین پر غضب ناک ہو گیا ہے اور اس کو اب ایک سو چالیس سال میں تبدیل کر دیا ہے اور اب چونکہ تم لوگوں نے ہمارے راز کو فاش کر دیا ہے اور ہمارے اسرار کے چہرے سے نقاب ہٹادی ہے تو خدوندعالم نے اس مدت کو بھی ختم کر دیا اور ہمارے قیام کے لیے اب کوئی مدت مشخص نہیں ہے ،"خداوندعالم جس کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم کر دیتا ہے اور لوح محفوظ اسی کے پاس ہے"[۱]۔ابو حمزہ کہتے ہیں : میں نے یہی بات ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی آپ نے فرمایا: ایسا ہی ہے[۲]۔

اس مقام پر ایک روایت داؤد برقی سے بھی منقول ہے وہ کہتا ہے: میں نے ابوالحسن حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: میں آپ پر قربان ہو جاؤں خدا کی قسم کبھی بھی میرے دل میں آپ کی امامت کا اطمینان حاصل نہیں ہوا مگر یہ کہ ایک حدیث میں نے ذریح سے سنی ہے کہ اس نے ابو جعفر سے نقل کی ہے کہ جو مجھے یاد ہے۔امام علیہ السلام نے فرمایا: کون سی حدیث؟ ذریح کا کہنا ہے کہ امام علیہ السلام سے سنا ہے: (ہمارا ساتواں انشاء اللہ قائم آل محمد ہوگا) حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ذریح اور امام ابو جعفر دونوں نے سچ کہا اور تو بھی سچ کہتا ہے۔اس مقام پر میرا شک وتردید اور بھی زیادہ بڑھ گیا، پھر امام علیہ السلام نے فرمایا : اے داؤد بن ابی کلدہ ! خدا کی قسم آگاہ ہو جاؤ جناب موسیٰ نے جناب خضر سے کوئی سوال نہیں کیا مگر یہ کہ ہر جملہ کے ساتھ کہتے تھے کہ "ان شاء اللہ آپ مجھے صابرین

---

۱ - سورہ رعد، آیت ۳۹۔

۲ - بحارالانوار، ج ۵۲، ص ۱۰۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں سے پاؤگے"[1]۔ ابو جعفر بھی اگر جملہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو ہمارا بھی ساتواں ہی قائم آل محمد ہوتا۔ حضرت ہوتا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی اس فرمائش پر مجھے حضرت کی امامت کا یقین حاصل ہوگیا[2]۔

مذہبی افراد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی فرمائشات کو ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے، مسئلہ یہاں تک پہنچا کہ مذہبی تحریک کے راز فاش ہوگئے اور حکومت تک خبر پہنچ گئی، حکومت نے بھی بہت سے مذہبی افراد اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو زندان میں قید کردیا اور آخرکار حضرت شہید کردیے گئے۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں ایک اور روایت نقل ہوئی ہے:

خداوند سبحان نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو دو امر کے درمیان اختیار دیا تھا: ایک یہ کہ مذہبی افراد کی خطاؤں کو تحمل کریں اور خود زندان میں جائیں۔ اور دوسری یہ کہ مذہبی افراد خود اپنی غلطیوں کی سزا برداشت کریں اور اس صورت میں ستر ہزار شیعہ ایک مختصر سی مدت میں قتل کردیے جائیں گے۔

یہ ستر ہزار افراد مذہبی تحریک کے خصوصی ممبر تھے کہ جو بنی عباس کی تلوار سے قتل کردیے جاتے اور یہ بہت ناگوار و خطرناک حادثہ ہوتا۔ لیکن امام علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں پر اپنے آپ کو قربان کردیا اور ہم اس عمل سے حضرت کا اپنے چاہنے والوں سے محبت کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور حضرت کا راہ خدامیں ایثار اور اپنے چاہنے والوں کی خاطر اپنے آپ کو قربان کرنا رسالت کے تسلسل سے تلقی کرتے ہیں۔

تحریک کے رہبر افراد اپنے چاہنے والوں سے بعض اوقات کنارہ کشی کرتے ہیں اور ان کو موت کے منھ میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے لیے نجات کا راستہ نکال لیتے ہیں اپنے چاہنے والوں سے جدائی و تبریٰ اختیار کرلیتے ہیں لیکن امام موسی کاظم علیہ السلام اس قدر اپنے چاہنے والوں کے ساتھ رہے کہ شہید کردیے گئے۔

ہم جب ان روایات کے پیش نظر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی زندگانی پر نظر ڈالتے ہیں تو حضرت کی تعظیم و تکریم قہرا ہمارے وجود کا احاطہ کرلیتی ہے، لیکن اس داستان کے مدنظر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی زندگی کو دوسرے زاویہ سے بھی دیکھا جاسکتا ہے اور یہ سمجھا جائے کہ حضرت کی زندگی

---

۱ - سورہ کہف، آیت ۶۹۔

۲ - بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۲۶۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سیاسی تھی اور مذہبی افراد کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ تلوار کے ساتھ قیام کریں، لیکن انہوں نے اسی وجہ سے اس کام کو عملی جامہ نہیں پہنایا اور اپنی تعلیمات کو اجراء نہیں کیا اس لیے کہ حالات، حکومت کو ہاتھ میں لینے کے حق میں نہیں تھے، اور وہ مجبور تھے کہ تحریک کے اسرار فاش ہونے کے نتائج کو برداشت و تحمل کریں۔

یہ تھا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک گوشہ، کہ جو اپنے والد گرامی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے جانشین تھے۔

اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام کا قیام

اور دوسری طرف جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں، اسماعیل کی زندگی ابتداء ہی سے ایک خاص رنگ رکھتی تھی اس سلسلے میں ہم کچھ تاریخی نمونوں سے استشہاد کرتے ہیں۔ صرف وہ مسئلہ کہ جو باقی رہ گیا یہ ہے کہ جس فرقہ[1] کو اسماعیل بن جعفر نے ایجاد کیا تھا اور وہ جنگجو افراد کہ جو ان کے ہمراہ تھے اور تمام اسلامی سرزمین پر ان کی جانب سے نصب ہونے والے مبلغین کون لوگ تھے؟

عمار بن حیان سے منقول ہے اس نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل کی اپنے ساتھ نیکیوں کو منتشر کرتے اور فرماتے: میں اس سے بہت محبت کرتا تھا اور روز بروز میری اس سے محبت بڑھتی جارہی تھی۔ امام علیہ السلام نے ان کے انتقال پر بھی بہت زیادہ گریہ کیا کہ اس حقیقت پر ایک دلیل ہے کہ اسماعیل کا اقدام صراط مستقیم پر تھا[2]۔

---

۱ - فرقہ اسماعیلیہ نے بہت ہی مخفی طریقے سے زندگی بسر کی ہے اور یہ مخفیانہ طریقہ ان کے مذہب کا حصہ بن گیا ہے، یہی مخفیانہ روش سے وہ فرقہ مشہور ہے اسی وجہ سے مورخین کو بھی ان کے بارے میں کچھ لکھنے کی ہمت نہیں ہوتی، اس لیے کہ اسماعیلی فرقہ کے بارے میں کیا لکھیں کہ ان کی ہر چیز مخفی ہے۔ ان کے بارے میں حقیقت سے بہت کم ہی لوگ آشنائی رکھتے ہیں کہ اس فرقہ کے قائدین اپنے عقیدے کی بنیاد پر مخفی رہے ہیں یا بنی عباس سے فرار اختیار کرنے کی صورت میں یا پھر تجارتی مشغلے کی بنیاد پر۔ اس حقیقت سے بہتر آشنائی کے لیے مراجعہ کریں فرقہ اسماعیلیہ کے محقق ڈاکٹر مصطفیٰ غالب کی کتاب؛ تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ۔ اور ڈاکٹر حسن ابراہیم کی کتاب؛ عبید اللہ مہدی، امام الشیعۃ الاسماعیلیہ، ج ۳، ص ۱۲۷۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۲۶۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی مورخین کے درمیان یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ اسماعیل کا اقدام صراط مستقیم پر تھا یا نہیں؟ لیکن قوی ترین نظریہ یہی ہے کہ اسماعیل ایک مومن، صادق اور صالح انسان تھے[1]۔ اس لیے کہ امام علیہ السلام خدا کی راہ میں کسی بھی شخص کی سرزنش کو دل پر نہیں لیتے تھے اور جب آپ کے اس فرزند کا انتقال ہوتا ہے امام بہت زیادہ گریہ وبکا فرماتے ہیں اور اپنے بیٹے کے غم میں بہت زیادہ رنجیدہ ہوتے ہیں اور اپنے بیٹے کی پیشانی، ٹھوڈی اور گلے پر بوسے لیتے ہیں اور ان کے جنازے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور جب جنازہ تھوڑی ہی دور تک جاتا تو تشیع کرنے والوں کو ٹھہرنے کا حکم دیتے اور جنازے کو زمین پر رکھوا کر دستور فرماتے کہ کفن کو کھولا جائے اس طرح اسماعیل کے جنازے کے کفن کو گلے تک کھولا جاتا امام علیہ السلام ان کے چہرے کو دیکھتے اور گریہ فرماتے تھے اور لوگوں کو بھی حکم دیتے کہ سب اسماعیل کو دیکھیں اور پھر حکم دیتے کہ کفن کو بند کر دیا جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیت الشرف سے قبرستان بقیع تک یہ عمل کئی مرتبہ تکرار ہوا۔

زرارہ ابن اعین سے ایک روایت میں مذکور ہے کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے داؤد بن کثیر رقی اور حمران بن اعین اور ابو بصیر کو طلب فرمایا اور مفضل بن عمر ایک جماعت کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا یہاں تک کہ امام علیہ السلام کے حضور میں جمع ہونے والوں کی تعداد تیس افراد تک پہنچ گئی اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے داؤد! اس کے چہرے سے کفن کو اٹھاؤ اور پھر فرمایا: اور دقت کے ساتھ اس کو دیکھو کہ وہ زندہ ہیں کہ مردہ؟ داؤد نے جواب دیا: مردہ ہیں۔ امام علیہ السلام نے پھر دوسرے شخص کو آواز دی اور اسی طرح آخری فرد تک اسی عمل کو دوہرایا اور فرمایا: پروردگارا تو خود گواہ رہنا اور پھر اسماعیل کے لیے غسل وکفن کا حکم دیا اور فرمایا: اے مفضل! اسماعیل کے چہرے سے کفن کو ہٹاؤ اس نے کفن کو ہٹایا پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ زندہ ہیں یا مردہ؟ سب نے ان کی طرف دیکھا مفضل نے جواب دیا: اے آقا وہ مردہ ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تم سب ان کی موت کی گواہی دیتے ہو؟ اور ان کا انتقال تمہارے لیے ثابت

۱۔ منتہی المقال فی احوال الرجال، ج ۲، ص ۵۳۔ معجم رجال الحدیث، ج ۳، ص ۱۲۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہو چکا ہے؟ سب نے کہا: جی ہاں! سب امام علیہ السلام کے اس عمل سے تعجب کر رہے تھے۔امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوندا! تو بھی اس امر پر شاہد رہ۔اس کے بعد جنازے کو قبرستان لے جایا گیا اور جب جنازہ قبر میں رکھا گیا امام نے فرمایا: اے مفضل! ان کے چہرے سے کفن ہٹاؤ مفضل نے بھی اسی طرح کیا امام علیہ السلام نے تمام تشیع کرنے والوں کو مخاطب کرکے فرمایا: پروردگار تو گواہ رہنا کہ عنقریب کچھ افراد منحرف ہوں گے اور اسماعیل کی وفات میں شک وتردید میں مبتلا ہوں گے اور چاہیں گے کہ اس کام سے نور خدا کو خاموش کریں اور پھر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "لیکن خداوند عالم اپنے نور کو کامل کرکے رہے گا اگرچہ کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے"[۱]۔پھر قبر کو بند کردیا گیا اور امام علیہ السلام نے بھی اپنے دست مبارک سے مٹی دی،اور پھر امام علیہ السلام نے ہم سے مخاطب ہو کر دوبارہ ارشاد فرمایا: اس جنازہ کو غسل وکفن ہو چکا اور حنوط کرنے کے بعد قبر میں لٹایا جاچکا ہے یہ کس کا جنازہ ہے؟ سب نے کہا: آپ کے فرزند اسماعیل کا۔امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوندا گواہ رہنا۔پھر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے دست مبارک کو پکڑا اور فرمایا: یہ حق ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے اور ان کی جانب سے ہے یہاں تک کہ خداوند عالم زمین اور اہل زمین کو ان کے حوالے کردے[۲]۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس عمل کا مطلب ان لوگوں کے لیے اسماعیل کی وفات کو ثابت کرنا تھا کہ جو حضرت کی شہادت کے بعد ان کو خلیفہ سمجھیں گے اور امام علیہ السلام کا مقصد اسماعیل کے زندہ رہنے کے شک وشبہ کو دور کرنا تھا۔

اسماعیل اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے،اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے ان کے ساتھ بہت زیادہ اچھا برتاؤ کرتے اور مہربانی سے پیش آتے یہاں تک کہ بہت سے مذہبی افراد یہ گمان کرنے لگے کہ حضرت کے بعد اسماعیل ہی قائم آل محمد ہے اور وہ حضرت کے جانشین ہوں گے،اس لیے کہ وہ عمر کے لحاظ سے بھی اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں اور ان کے والد گرامی بھی ان کو بہت زیادہ چاہتے ہیں اور بہت احترام کرتے ہیں۔اسماعیل نے اپنے والد گرامی ہی کی حیات طیبہ میں انتقال فرمایا اور جیسا منقول ہے کہ حضرت نے اپنے فرزند کی موت پر بہت گریہ کیا اور بہت زیادہ

۱۔ سورہ صف، آیت ۸۔

۲ بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۲۵۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

غمگیں و رنجیدہ خاطر ہوئے اور پا برہنہ اور بغیر ردا کے جنازے کے ہمراہ چلے اور کئی مرتبہ دستور دیا کہ تابوت کو زمین پر رکھا جائے اور ان کے چہرے سے کفن کو ہٹایا جائے اور پھر آپ ان کے چہرے کو دیکھتے اور گریہ فرماتے تھے جیسا کہ گذر چکا ہے امام علیہ السلام کا مقصد اس عمل سے یہ تھا کہ ان لوگوں کے لیے کہ جو حضرت کے بعد خلافت کو اسماعیل کا حق جانتے تھے ان کی موت ثابت ہو جائے اور ان کے زندہ رہنے کا شک و شبہ ختم ہو جائے۔ جس وقت اسماعیل کا انتقال ہوا اس وقت تک حضرت کے کچھ اصحاب اسماعیل کو حضرت کا جانشین سمجھتے تھے وہ اپنے اس عقیدہ سے پلٹ گئے اور صرف وہ لوگ اسماعیل کے زندہ رہنے کے معتقد رہے کہ جو نہ امام علیہ السلام کے اصحاب خاص میں سے تھے اور نہ ہی راویوں میں سے بلکہ ایسے افراد تھے کہ جو امام علیہ السلام سے کاملا دور زندگی بسر کرتے تھے۔ جیسے ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تو بہت سے شیعوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کا اعتراف واقرار کیا اور کچھ لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے: ایک گروہ نے اسماعیل کے زندہ ہونے کا اعتقاد رکھا اور وہ کہتے تھے: امامت اسماعیل کے بیٹے یعنی محمد بن اسماعیل کی طرف منتقل ہو گی اس لیے کہ ان کے گمان میں امامت اسماعیل کا حق ہے وہ ان کے بیٹے محمد کو ملے گی اور امامت کا حق دار بھائی سے زیادہ بیٹا ہوتا ہے۔ دوسرا گروہ بھی اسماعیل کے زندہ رہنے کا معتقد تھا کہ وہ آج کل بہت تھوڑے ہیں کہ جن میں سے کوئی مشہور شخصیت موجود نہیں ہے کہ جس کے متعلق کوئی گفتگو کی جائے۔ یہ دونوں گروہ کو فرقہ اسماعیلیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن جو فرقہ آج معروف ہے اسماعیلیہ اس فرقہ کو کہا جاتا ہے کہ جن کا گمان یہ ہے کہ امامت اسماعیل کے بعد قیامت تک ان کے فرزندوں میں منتقل ہوتی رہے گی[۱]۔

اسماعیل کا اس طرح انتقال ہو گیا لیکن فرقہ اسماعیلیہ کے کچھ لوگوں نے اس انتقال پر یقین نہیں کیا اور ان کے غائب ہونے کا عقیدہ بنالیا۔ اس اعتقاد کے بطلان کے بعد مذکورہ ذیل تحریر کہ جو اسماعیلی مذہب کے ایک معاصر مؤلف (مصطفیٰ غالب) کی ہے، پر غور فرمائیں، وہ کہتے ہیں:

میری نظر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان خطرات کے پیش نظر کہ جو ان کے فرزند ارجمند جناب اسماعیل کی زندگی کو تہدید کرتے تھے متوجہ ہو گئے، آپ نے مبلغین محترم میں سے

۱۔ الارشاد، ج ۲، ص ۲۰۹-۲۱۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چار افراد اور اپنے بیٹے اسماعیل کو طلب فرمایا اور مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ اس مسئلہ کو مخفی رکھنے کے لیے ان کے کچھ مستعار نام رکھے جائیں اور جیسا کہ مہدی کے خط سے واضح ہے کہ امام علیہ السلام نے ان کے نام (مبارک، میمون، سعید اور خیر) رکھے، اور دوسرے ناموں کا بھی ان پر اطلاق ہوتا ہے کہ سب اس بات پر دلیل ہیں کہ یہ صاحبان نام قابل احترام و بزرگوار تھے۔ یہ مبلغین اسماعیل کے ہمراہ مدینے سے کوفہ کی جانب نکلے اور احتمالاً حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ نقشہ خلیفہ کے گورنر کوفہ کے حاکم سے مل کر بنایا تھا کہ جو اپنے آپ کو امام علیہ السلام کا شیعہ مانتا تھا۔ اور امام علیہ السلام کے دستور کے مطابق خلیفہ کے گورنر نے ایک خط لکھا اور اس میں اسماعیل بن جعفر کے انتقال کا اعلان کر دیا، مذہب اسماعیلیہ کی تحریروں سے کہ جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل فوراً ''سلیمہ'' چلے گئے اور وہاں سے دمشق کی طرف عازم سفر ہوئے منصور خلیفہ وقت کو ان کے بارے میں اطلاع ملی اس نے اپنے گورنر کو خط لکھا کہ اسماعیل کو گرفتار کرلیا جائے لیکن اسماعیل اس بات سے باخبر ہوگئے اور دمشق سے عراق تشریف لے آئے، اور سن ۱۵۱ ہجری میں بصرہ میں لوگوں کو نظر آئے۔ نقل کیا جاتا ہے کہ وہ ایک پیر سے معذور شخص کے قریب سے گذرے اور اس کو خدا کے اذن سے شفا دیدی۔ اسماعیل کئی سال تک اپنے ماننے والوں کے درمیان آتے جاتے رہے یہاں تک کہ ۱۵۸ ہجری میں ان کی وفات کا اعلان کر دیا گیا [1]

سیاسی غیبت

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیاسی غیبت کا مطلب کہ جس پر تمام مذہبی تحریکوں کا عقیدہ ہے، کیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جو بعض اوقات سیاسی ہے اور بطور کلی اس غیبت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلی سیاسی غیبت کو جو آئمہ طاہرین علیہم السلام کی حیات طیبہ میں نظر آتی ہے اور دوسری غیر سیاسی۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کی دس سال کی غیبت کہ جو ان کے منصب پیغمبری پر فائز ہونے کے بعد وجود میں آئی اسے سیاسی غیبت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور دوسری سیاسی غیبتیں جیسے جناب عیسیٰ ابن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام کی غیبت ہے کہ جن کے بارے میں پہلے ان کی غیبت کے دلائل بیان کیے جاچکے ہیں۔ محمد و احمد بن عیسیٰ یعنی جناب عیسیٰ کے وہ دو فرزند کہ مہدی و ہادی عباسی کے درباروں

۱۔ تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص ۱۲۸-۱۲۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں پروان چڑھے ان کی بھی غیبت کی یہی حالت ہے دوسرے احمد ابن عیسی ہیں کہ جو تاریخ میں احمد مختفی کے نام سے معروف ہیں یہ وہی شخص ہیں کہ جو زندان سے نکلے اور لوگوں کی آنکھوں سے غایب ہوگئے اور زیدیہ تحریک کو اپنی غیبت کے زمانے یعنی متوکل کی خلافت کے دوران ایجاد کیا[1]۔

لوگ ابتداء میں یہ تصور کرتے تھے کہ اسماعیل بھی سیاسی غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ابھی ان کا انتقال نہیں ہوا ہے، ہمارے عقیدے کے مطابق ایک اور غیبت ہے کہ جو خداوند عالم کے اذن سے وجود میں آئی اور وہ غیبت مابعد الطبیعت سے مربوط ہے، اس غیبت کا مطلب ہمارے عقیدے کے مطابق حضرت حجت علیہ السلام کا وجود مبارک ہے، اس غیبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امام علیہ السلام صرف غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کے کچھ وکلاء ہیں کہ جو مذہبی تحریک کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں بلکہ یہ وہی غیبت ہے کہ جو خداوند عالم کے اذن سے وجود میں آئی ہے اور جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا ایک فرزند غائب ہوگا اور اس کے بعد ظہور کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا[2]۔ لہٰذا بعض افراد نے اس حدیث سے سوء استفادہ کیا ہے اس کو اس کے صحیح مصداق پر تطبیق نہیں کیا ہے اور نہ صرف مذہبی افراد بلکہ سنی افراد کی تعداد کہ جنہوں نے اس حدیث سے سوء استفادہ کرتے ہوئے مہدویت کا دعوی کیا ہے وہ شیعوں سے بھی بہت زیادہ ہے۔ محمد علی باب[3] اور مرزا غلام احمد قادیانی[4] وغیرہ یہ اس باب کے آخری افراد تھے کہ جنہوں نے ابھی مہدویت کا دعوی کیا ہے۔ لیکن سنی افراد کا مجموعہ کہ جنہوں نے مہدویت کا دعوی کیا ہے اس سے کہیں زیادہ ہے کہ جس کو ہم بیان کریں بطور مثال سوڈان میں جو مہدی انگریزوں کے خلاف لڑ رہا ہے[5] یا سنوسی کہ جس نے لیبیا میں مہدویت کا دعوی کیا ہے نام لیا جا سکتا ہے، لیکن اسماعیل کی غیبت خداوند عالم کی اجازت سے وجود میں نہیں آئی تھی بلکہ ان کے ماننے

---

۱ - مراجعہ کریں: مقاتل الطالبین، ص ۴۹۲-۴۹۸۔

۲ - بحار الانوار، ج ۲۸، ص ۵۲۔

۳ - فرقہ بہائیت کے بانی؛ یہ روسی حکومت کا جاسوس تھا۔ دیکھیں: الامام المھدی من المہد الی الظھور، ص ۳۷۴۔

۴ - فرقہ احمدیہ کا بانی۔ مراجعہ کریں: الامام المہدی من المہد الی الظھور، ۳۷۹۔

۵ - حقیقت اور دعوی مہدویت سے بہتر آگاہی حاصل کرنے کے لیے مراجعہ کریں ابراہیم فواد پاشا کی کتاب؛ السودان بین یدی غردون و کتشنز۔ اور الامام المہدی من المہد الی الظھور، ص ۴۶۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

والوں کے عقیدے کے مطابق صرف ایک سیاسی غیبت تھی[۱]۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسماعیل کی تربیت کی اور ان کے لیے کوئی پروگرام نظر میں رکھے ہوئے ہیں اور وہ ظہور کریں گے جب کہ یہ صرف ایک خاص گروہ کے منحرف ہونے کا آغاز تھا کہ جو اپنے آپ کو اسماعیل بن جعفر سے نسبت دیتے تھے، اس لیے کہ ان لوگوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت سے انکار کیا اور اس طرح استدلال کرتے تھے کہ امام علیہ السلام کا جانشین حتماً آپ کا بڑا بیٹا ہونا چاہیے یعنی اسماعیل، اور امامت کو ان کا حق جانتے تھے اور رہبری و امامت کو میراث کی طرح سمجھتے تھے۔ وہ لوگ اسماعیل کی وفات اور حضرت امام جعفر صادق اور آپ کے اصحاب کے ہاتھوں اسماعیل کی تجہیز و تکفین اور تدفین سے بے خبر تھے، اس لیے کہ امام کو معلوم تھا کہ بہت سے لوگ قلباً اسماعیل کی وفات کے سلسلے میں شک و تردید میں مبتلا ہوں گے بہر حال اگر وہ اس مشہور خبر سے انکار کرتے ہیں تو حتماً ان کے متعلق کچھ دوسری خبریں بھی وجود میں آئی ہوں گی کہ جن کا کوئی وجود نہیں ہے۔

اسماعیلیہ تحریک کی قوت

خلاصہ یہ کہ فرقہ اسماعیلیہ کے عقیدے میں انحراف وجود میں آیا، ایسا انحراف کہ جو فرقہ زیدیہ سے زیادہ تھا لیکن سیاسی اعتبار سے انحراف کم تھا۔ زیدیہ نے کئی مرتبہ بنی عباس کی حکومت کے تختہ کو متزلزل کیا ہے اور ایک ایسی طاقت سمجھی جاتی تھی کہ جو مذہبی تحریک کی محافظ و نگہبان تھی۔

اسماعیلیہ فرقے سے بہت کم لوگ باقی رہ گئے تھے لیکن پھر وہ اکھٹے ہوئے اور ایک وسیع پیمانے پر مذہبی تحریک کہ جو تاریخ میں اس فرقے کی قوی ترین تحریک تھی ایجاد کی۔

یہ لوگ مراکش[۲] اور پھر مصر میں حکومت بنانے میں کامیاب ہوگئے اور اس حکومت کا بانی ۲۹۶ ہجری میں عبید اللہ مہدی[۳] تھا۔

---

۱ - دیکھیں: تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص ۱۲۵۔

۲ - دیکھیں: اتعاظ الحنفاء باخبار الائمۃ الفاطمیین الخلفاء، ج ۱، ص ۳۵۔ تاریخ الاسماعیلیہ، ج ۱، ص ۲۰۵-۲۲۳۔

۳ - عبید اللہ بن محمد الحبیب بن جعفر المصدق بن محمد المکتوم (۲۵۹-۳۲۲ھ) اس شجرہ نسب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچتا ہے، وہ مہدی فاطمی کے نام سے مشہور ہوا، اس نے مراکش میں فاطمی حکومت کی بنیاد ڈالی، مصر کے فاطمی خلفاء اسی کی نسل سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ وہی حکومت تھی کہ جو فاطمی حکومت کے نام سے مشہور ہوئی[۱]۔
اس فرقہ نے حسن بن صباح[۲] نامی شخص کے ہاتھوں ۴۸۳ ہجری میں ایران میں حکومت قائم کی[۳]۔
فرقہ اسماعیلیہ نے پھر دوبارہ مصر میں اسماعیلی رہبر بنام جوہر صقلی[۴] کے ہاتھوں سن ۳۵۸ ہجری میں حکومت قائم کی۔

ہیں۔ اس والد نے اپنے مبلغین کو مختلف شہروں میں بھیجا اور عبیداللہ کے لیے بیعت کی راہ ہموار کی، کہ جن میں حسین بن احمد عبداللہ شیعی نے مراکش میں اس کی حکومت کا زینہ فراہم کیا۔ پھر اس نے ۲۹۶ ہجری میں قیام کیا اور ۲۹۷ ہجری میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور اس کی حکومت قائم ہو گئی۔ اس نے اپنے مبلغین کو طرابلس وصقلیہ اور برقہ کی طرف بھیجا۔ یہاں تک کے اس کی حکومت تاہرت تک پھیل گئی۔ اس نے شہر مھدیہ کی بنیاد ڈالی اسی شہر کو دارالحکومت بنایا اور وہیں پر ۲۴ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ الاعلام، ج ۴، ص ۱۹۷۔ دیکھیں: اتعاظ الحنفاء باخبار الائمۃ الفاطمیین الخلفاء، ج ۱۔ تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ والامامۃ فی الاسلام۔

۱ - تاریخ الاسماعیلیہ، ج ۱، ص ۲۷۵۔

۲ - حسن بن صباح بن علی اسماعیلی (متوفی ۵۳۴ھ) ریاضیات وہندسہ کا عالم تھا، بہادر و دلیر تھا حمیر کا رہنے والا اور اصل میں یمنی تھا، وہ مصر آیا اور اس کا مستنصر فاطمی نے بہت اکرام کیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ مستنصر فاطمی کی امامت کے لیے لوگوں کو دعوت دے اس نے بھی شام، الجزائر، دیار بکر اور روم میں تبلیغ کی، اور پھر خراسان چلا گیا اور کاشغر وماوراء النہر میں مستنصر کا مبلغ رہا۔ اس نے شہر قزوین کے شمال مغرب میں الموت نام بستی میں فاطمی حکومت کی بنیاد ڈالی اور وہاں پر ۴۸۳ھ میں ایک فاطمی کو حاکم بنا کر خود دوسرے شہروں کو فتح کرنے میں مشغول رہا وہ مرتے دم تک اسی طرح مشغول رہا۔ یہیں پر اسماعیلیوں کی ایک فدائی جوج تیار ہوئی یہ پہلی فدائی فوج تھی کہ جو الموت میں رہی اور اس کا تسلط پورے عالم اسلام پر رہا جیسے بغداد، شام اور قاہرہ، پھر یہ اسماعیلی حکومت ایک طویل مدت تک چلتی رہی یہاں تک کہ مغلوں نے آکر ۶۵۵ ہجری میں ان کی حکومت کو گرایا۔ اس فاطمی حکومت کا پہلا حاکم نزار بن مستنصر ہے (متوفی ۴۸۳ھ) اور آخری رکن الدین خورشاہ ہے کہ جس کو ہلاکو خان نے ۶۵۳ ہجری میں قتل کیا۔ دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج ۴، ص ۱۱۔ الاعلام، ج ۲، ص ۱۹۴۔ فہرس التراث، ج ۱، ص ۴۴۹۔ طائفۃ الاسماعیلیہ، ص ۶۴۔

۳ - ایران میں شہر قزوین کے شمال مغرب میں البرز پہاڑیوں پر الموت نام بستی میں فاطمی حکومت قائم ہوئی کہ جس کو عربی میں "الہ الموت" اور فارسی میں "عش عقاب" کہتے ہیں۔ دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج ۴، ص ۹۲۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ الشیعیہ، ج ۳، ص ۳۷۔ بعنوان "الاسماعیلیون ــ الی الموت"

۴ - ابوالحسین، جوہر بن عبداللہ الصقلی (متوفی تقریبا ۳۸۱ھ) جزیرہ صقلیہ کا مسلمان تھا، عظیم رہبر، شجاع و بہادر اور بہت احسان کرنے والا تھا، ۳۵۸ ہجری میں معزلدین اللہ فاطمی نے اس کو ایک عظیم لشکر کا قائد بنایا تاکہ مصر کو فتح کر سکے، اس نے فتح کیا اور شہر قاہرہ کی بنام منصوریہ بنیاد ڈالی اور وہیں پر ۳۶۱ ہجری میں الزہرا یونیورسٹی بنائی کہ جو آج الازہر کے نام سے مشہور ہے، اس طرح وہاں شیعیت پھیلنے لگی، اس طرح اکثر علمی و ثقافتی مراکز شیعوں کے ہاتھ میں آ گئے، اور بنی فاطمہ کی حکومت مضبوط ہوتی چلی گئی، اور شیعہ شخصیتیں پروان چڑھتی رہیں۔ پھر اس صقلی نے شامی علاقوں کو فتح کرنے کے لیے ایک عظیم لشکر کی قیادت کی اور ان کو بھی مصر کی حکومت کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک حکومت یمن میں ابن حوشب[۱] کے ہاتھوں ۲۷۰ ہجری میں اور دوسری حکومت اسی سال یعنی ۲۷۰ ہجری میں بحرین[۲] میں اسماعیلی حکومت حسین اہوازی[۳]، حمدان بن اشعث[۴]، ابو سعید جنابی[۵] اور زکرویہ بن مہرویہ[۶] کے ہاتھوں وجود میں آئی، یہ فرقہ ایک مستقل طاقت کے طور پر ایک سربلند قلعہ کی حیثیت سے شام میں زندگی بسر کرتا رہا ہے[۷]۔ اور اسی طرح ایران میں باعزت زندگی بسر کی ہے[۸]۔

زیدیہ تحریک ایک سیاسی تحریک کی حیثیت سے تاریخی اعتبار سے تیسری صدی ہجری کے بعد ختم ہو گئی، لیکن ایک انقلابی اور فوجی حیثیت سے تسلیم کی جاتی رہی اسی کے باقی افراد اسماعیلیہ تحریک میں شامل

تابع کر لیا کہ جو ۳۶۲ ہجری میں معزلدین اللہ فاطمی کی عظیم ترین حکومت کہلائی، صقلی اس دوران حکومت اور اس کے بعد بھی عظیم قائدین میں شمار ہوتا رہا ہے اور قاہرہ میں انتقال کیا، تمام ہی مصری شعراء نے اس پر مرثیہ لکھا۔ مراجعہ کریں: مستدرکات اعیان الشیعہ، ج۵، ص ۱۰۷۔ الاعلام، ج۲، ص ۱۴۸۔

۱ - ابوالقاسم (رستم بن) حسین بن فرح بن حوشب کوفی (متوفی ۲۶۸ھ) اسماعیلی مبلغ تھا اور یمن میں فاطمی حکومت کا بانی، یہ یمن میں فاطمی سب سے پہلا مبلغ ہے کہ جس کو عبیداللہ مہدی فاطمی نے یمن بھیجا اور اسی کے ذریعہ اسماعیلی فرقہ کی یمن میں بنیاد پڑی اور تبلیغ میں بہت مہارت رکھتا تھا اس کو مذہب اسماعیلی کی مدد کرنے کی وجہ سے منصور کا لقب دیا گیا۔ اتعاظ الحنفاء ج۱، ص ۵۵۔ فہرس التراث، ج۱، ص ۲۰۳۔

۲ - بحرین میں اسماعیلیوں کی حکومت، قرامطہ کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھیں: الکامل فی التاریخ، ج۷، ص ۴۹۳۔ تجارب الامم، ج۵، ص ۹۔ شذرات الذھب، ج۳، ص ۳۵۸۔ مروج الذھب، ج۴، ۱۷۵۔ نہایۃ الارب، ج۲۵، ص ۱۸۷۔

۳ - حسین بن احمد ابن عبداللہ، ملقب بہ رضی الدین عبداللہ اور لوگوں میں حسین اہوازی کے نام سے مشہور ہے، وہ کہتا تھا کہ میں نسل اسماعیل میں سے ایک مخفی امام کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ جس کا نام حسین بن احمد ہے۔ وہ ۱۹۸ھ میں پیدا ہوا کچھ مدت تک اسماعیلی فرقہ کے مبلغ کے طور پر مشغول رہا اور اس نے اپنی حقیقی شخصیت کے تعارف کے بغیر فاطمی حکومت اور بنی عباس کی حکومت کے درمیان رابطہ قائم کیا۔ دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص ۱۳۲-۱۳۳۔

۴ - دیکھیں: نہایۃ الارب، ج۲۵، ص ۱۸۷۔

۵ - حسن بن بہرام جنابی (ابوسعید) (متوفی ۳۰۱ھ) بحرین کی حکومت میں قرامطہ کی سب سے بڑی شخصیت، اس نے احساء وقطیف کی طرف ہجرت کی، وہ بہت بہادر و دلیر تھا ہجرت کے عالم میں اپنے غلام صقلبی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ دیکھیں: الاعلام، ج۲، ص ۱۸۵۔ تاریخ الاسلام، ج۲۳، ص ۱۰۔

۶ - زکرویہ بن مہرویہ قرمطی (متوفی ۲۹۴ھ) قرامطہ کے بزرگوں میں سے ہے۔ دیکھیں: الاعلام، ج۳، ص ۴۵۔ تاریخ الامم والملوک، ج۱۰، ص ۱۳۰۔ تجارب الامم، ج۵، ص ۲۹۔

۷ - دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص ۱۹۴-۲۰۲۔

۸ - دیکھیں: دائرۃ المعارف الاسلامیہ الشیعیہ، ج۳، ص ۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوگئے گویا اسماعیلیہ تحریک اسی زیدیہ تحریک کا تسلسل ہے،اس تحریک کا کردار زیدیہ تحریک کی طرح آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگی میں یکساں رہا ہے۔ معروف ہے کہ عبیداللہ مہدی کہ جو فرقہ اسماعیلیہ سے تھا اور فاطمی حکومت کا بانی تھا وہ فرقہ اسماعیلیہ کے بہت عظیم مبلغین میں شمار کیا جاتا تھا وہ کئی مرتبہ زندان میں بھی رہا اور پھر زندان سے نکل کر اپنی تحریک کو چلاتا رہا اس کے بیٹے بھی ایسے ہی تھے کہ جنہوں نے یکے بعد دیگرے فاطمی حکومت کو ادامہ دیا ہے[۱]۔

مذہبی تحریک زیدیہ تحریک سے مدد لیتی رہی ہے گویا کہ زیدیہ تحریک مذہبی تحریک کے لیے فوج کا کام کرتی تھی، تیسری صدی ہجری تک ایسا ہی رہا لیکن تیسری صدی ہجری کے بعد اسماعیلیہ تحریک نے اس ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھالیا۔ مثال کے طور پر یہ فرقہ ایران میں ایک طاقت بن کر ابھرا اور اپنا ایک مضبوط قلعہ بنالیا ان کا یہ حضور سبب بنا کہ مذہبی تبلیغ اور وسعت بنی عباس کی حکومت کے غصے سے محفوظ رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسماعیلیہ تحریک ہی ایران کے لوگوں کے شیعہ ہونے کا اہم ترین سبب ہے تاریخی کتابوں میں اس طرح کی داستانیں بھری پڑی ہیں کہ جو اس حقیقت کی تائید کرتی ہیں[۲]۔ ابتداء میں اس تحریک کی پیدائش سے لے کر ایک مدت تک تحریک کے تمام اعضاء یہ سمجھتے تھے کہ وہ صرف مذہبی تحریک کے فوجی اور سیاسی حصہ ہیں اور وہ اختلافات کہ جو آج موجود ہیں ان کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں دیتا تھا۔

---

۱ - دیکھیں: اتعاظ الحنفاء باخبار الآئمۃ الفاطمیین الخلفاء، ج۱، ص ۶۲۔

۲ - طائفۃ الاسماعیلیہ، ص ۶۲-۹۰۔ الشیعۃ فی ایران، ص ۲۹۷-۲۵۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی تدبیر سے اسلامی امت میں ایک سیاسی تبدیلی پیدا کی جب کہ یہ کام کاملا مخفیانہ طور پر انجام پایا، لیکن جو کچھ بھی روایات سے استفادہ ہوتا ہے اس سے حضرت کی زندگی کی تصویر آپ کے اہداف کے ساتھ ہمارے لیے واضح ہے۔
- حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک ایک عظیم قدرت پر فائز ہو گئی تھی، اس طرح کہ حکومت کے اندر ایک اور حکومت تھی، یہاں تک کہ ہارون کے وزیر اور گورنر بھی مذہبی تحریک کے ممبر تھے اور یہ سلسلہ کاملا مخفیانہ طور پر جاری تھا، اور حضرت کی جانب سے مذہبی تحریک کے افراد حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوتے تھے۔
- جس وقت بنی عباس حکومت کو مذہبی تحریک کے اہداف کا علم ہوا اور اس کے خطرات کا یقین ہو گیا تو اس نے اس کو مٹانے کے لیے اقدامات کیے اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو زندان میں ڈال دیا اور آخر کار آپ کو زہر دغا سے شہید کر دیا۔
- اسی دوران اسماعیلی تحریک نے سیاست سے اعتقادی انحراف پیدا کیا جب کہ یہ انحراف جناب اسماعیل سے مربوط نہیں تھا اس لیے کہ جناب اسماعیل نے اپنے والد محترم کی آغوش میں تربیت پائی اور نیک و صالح و مومن انسان تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریک میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا کردار

بنی عباس کی خلافت کے دوران زیادہ روی

ابراہیم بن محمد بن علی، معروف بہ امام بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا کہ جس کی لوگوں نے بیعت کی تھی لیکن وہ مسند خلافت پر بیٹھنے سے پہلے ہی بنی امیہ کے ہاتھوں مسموم ہو کر قتل کر دیا گیا[1] اور جیسا کہ بعض تاریخی کتابوں میں درج ہے کہ اس کے بدن کو بھی آگ لگادی گئی تھی[2]۔

اس کا بیٹا محمد اگرچہ بنی عباس کی حکومت میں بہت زیادہ احترام کا حامل تھا لیکن وہ اس وجہ سے مسند خلافت پر نہ بیٹھ سکا کہ اس کا چچا ابو العباس سفاح اور منصور اس مسند پر قابض ہو گئے۔ ابراہیم معروف بہ امام، ابو العباس سفاح اور ابو جعفر منصور، تینوں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے فرزند تھے۔

ایک روز محمد بن ابراہیم جواہرات کی ایک ٹوکری لیے ہوئے فضل بن یحیی کے پاس آیا اور کہا:
میرے پاس مال و دولت میری ضرورت سے کم ہے میں دس لاکھ درہم کا مقروض ہوں مجھ کو شرم آتی ہے کہ کسی کو اس بات کی خبر دوں اور میرے لیے سخت ہے کہ اتنی مقدار میں کسی تاجر سے قرض لوں

---

۱ - البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۳۹۔ تاریخ الامم والملوک، ج۷، ص۴۳۶۔
۲ - انساب الاشراف، ج۴، ص۱۲۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگرچہ اتنی مقدار میں کسی کے پاس وثیقہ و امانت رکھ سکتا ہوں اور تو۔خدا تیری حفاظت کرے۔تاجروں سے رابطہ میں ہے میں تجھ سے چاہتا ہوں کہ تو کسی تاجر سے میرے لیے اس مقدار میں قرض لے لے اور یہ جواہرات کی ٹوکری اس کے اختیار میں دیدے۔

فضل نے اس کو جواب دیا: آپ کی بات کی اطاعت ہوگی اور اس لیے کہ آپ کی ضرورت جلدی پوری ہو جائے آج کی رات آپ ہمارے پاس قیام کریں وہ بھی اس کے پاس رک گیا، فضل نے وہ ٹوکری لی اور اپنے گھر آگیا اور محمد کے وکیل سے ایک رسید لی، محمد ابتدائے شب تک وہاں رہا اور پھر اپنے گھر واپس آگیا گھر آکر دس لاکھ درہم اس نے اپنی ٹوکری میں پائے بہت خوش ہوا، جب اگلا دن نمودار ہوا، صبح سویرے محمد ، فضل کے اس کارنامے پر شکر کے قصد سے اس کے گھر کی طرف چلا، لیکن متوجہ ہوا کہ فضل صبح سویرے ہارون الرشید کی پاس گیا ہے۔محمد بھی وہیں چلا گیا فضل کو محمد کے آنے کی خبر ملی وہ دوسرے دروازے سے نکل گیا اور اپنے باپ کے گھر کی طرف چلا گیا، محمد بھی اس کے باپ کے گھر کی طرف روانہ ہوا، فضل کو جب محمد کے آنے کی خبر ملی وہ وہاں سے بھی دوسرے دروازے سے باہر نکلا اور اپنے گھر چلا گیا، محمد بھی اس کے گھر آگیا اور اس سے ملاقات کی اور اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا: میں صبح سویرے تیرے گھر آیا تاکہ تیرے اس نیک کام پر شکریہ ادا کروں۔

فضل نے کہا: میں نے تیرے بارے میں فکر کی اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ دس لاکھ درہم آپ کے لیے کافی نہیں ہیں آپ کو کچھ دن کے بعد پھر دس لاکھ درہموں کی ضرورت پڑے گی اور آپ پھر قرض لیں گے اور مقروض ہو جائیں گے لہٰذا میں صبح سویرے اس سے پہلے کہ آپ آئیں امیر المؤمنین کی خدمت میں گیا اور ان سے آپ کے حالات بیان کرکے دس لاکھ درہم لیے پھر وہاں سے اپنے باپ کی گھر گیا اور وہاں سے بھی آپ کے لیے دس لاکھ درہم لیے میں چاہتا تھا کہ یہ تمام درہم آپ کے گھر پہنچنے سے پہلے آپ سے ملاقات نہ کروں۔اس طرح ایک روز کے اندر اندر تیس لاکھ درہم محمد بن ابراہیم کے گھر پہنچ گئے[1]۔

اس داستان کا مطلب کیا ہے کہ جو مورخین نے نقل کی ہے؟

یہ داستان چند مفاہیم رکھتی ہے۔

۱۔ الفخری، ص ۲۰۲۔

اول: ہارون الرشید کی خلافت کے دوران مسلمانوں کی حالت، مالی اعتبار سے دوسرے زمانوں سے بہتر اور ممتاز تھی۔ اس دور کی خصوصیات یہ تھیں کہ مال و دولت کا انبار کچھ مخصوص افراد کے پاس لگا ہوا تھا کہ جو ہارون الرشید کے خاص لوگ تھے جیسے برامکہ[1] اور بنی عباس کے فوجی افراد۔

دوم: یہ افراد لوگوں کے مال و دولت سے بچوں کی گیند کی طرح کھیلتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی امت کی تقدیر سے کھیل رہے تھے وہ امت کہ جو اتنی وسیع تھی کہ سورج ان کی مملکت میں غروب نہیں ہوتا تھا اور یہ افراد اس ملت کے رزق و روزی سے خوب مزہ اڑا رہے تھے، مسلمان، کافروں اور ظالم و سرکشوں سے نجات کی خاطر اسلام لائے تھے، ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ مسلمان حاکم بھی دوسرے ادیان کے حاکموں سے بہتر نہیں ہیں۔

اس دوران ایک شخص بنام ولید بن طریف الشاری الشیبانی[2] نے سن ۱۸۷ ہجری میں نصیبین کے علاقہ میں اس کے بعد ارمنستان اور پھر آذر بائجان سے قیام کیا، یہ علاقے بنی عباس کی حکومت میں مانے جاتے تھے، اس نے نصیبین کے حاکم کا قتل کیا، اس وقت نصیبین اس علاقہ کا مرکز تھا اور اس شخص نے اس علاقہ کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، ہارون الرشید نے اپنی فوج کے ایک عظیم سپہ سالار یزید بن مزید کو بہت بڑی فوج کے ساتھ بھیجا اور یزید نے ولید سے جنگ کی[3]، ولید بن طریف دوران جنگ ان اشعار کو پڑھ رہا تھا:

انا الولید بن طریف الشاری قسورۃ لایصطلی بناری
جورکم اخرجنی من داری[4]

---

۱ - ہارون الرشید کے وزراء کے خاندان کا نام ہے کہ جو آل برمک سے تھے۔ بر وزن مہابلہ؛ بغداد کے ایک محلّہ کا نام، مرازبہ ایک گاؤں نام۔ معجم البلدان، ج۱، ص ۳۶۷۔

۲ - ابن صلت تغلبی شیبانی، ایک بہادر اور نامور انسان تھا۔ الاعلام، ج۸، ص ۱۲۰۔

۳- البدء والتاریخ، ج۶، ص ۱۰۱۔ شذرات الذھب، ج۲، ص ۳۴۹۔

۴ - الاغانی، ج۱۲، ص ۳۳۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ رجز خوانی اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے ظلم و ستم اور محرومیت سے عاجز ہو کر قیام کیا تھا کہ جس میں مسلمان گرفتار تھے۔اور زیادہ تر علویوں کا ہدف بھی کہ جو بنی عباس کی خلافت میں قیام کرتے تھے یہی محرومیت ہی تھی کہ وہ اس کو ختم کرنا چاہتے تھے۔

ایک عورت کوفہ کے ایک کوچہ میں بھیک مانگ رہی تھی اور راستہ میں پڑے ہوئے خرموں کو اپنے پھٹے ہوئے کرتے کے دامن میں جمع کر رہی تھی،اس وقت محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم یعنی طباطبا بن حسن بن امام حسن علیہ السلام کا بیٹا کہ جو ابوالسرایا کی جنگ میں جنگجوؤں کا ساتھی تھا اس عورت کے قریب سے گذرا اور اس نے اس عورت کے دامن میں بھرے ہوئے خرموں کے متعلق سوال کیا،اور عورت نے اپنا حسب و نسب بیان کیا معلوم ہوا کہ وہ ایک شریف خاندان کی عورت ہے اور مہاجرین و انصار کی اولاد میں سے شمار ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے سب سے پہلی اسلامی حکومت بنانے میں قربانیاں دی تھیں اور ان کی کوششوں کے نتیجے میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

اس عورت نے اپنی بات کو اس طرح بیان کیا: میں ایک بے سرپرست عورت ہوں اور میرے پاس کوئی مرد نہیں ہے کہ جو ہمارا خرچ اٹھائے میرے یہاں چند لڑکیاں ہیں کہ جو اس طرح کا کام نہیں کر سکتیں، میں اس راستے میں آکر ان کے اور اپنے پیٹ بھرنے کے لیے کچھ غذا کا بندوبست کرتی ہوں۔اس وقت محمد نے بہت گریہ کیا اور کہا: خدا کی قسم تجھ جیسی عورتوں نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں کل ہی خروج کروں اور اپنا خون بہاؤں[1]۔

کیوں علوی حضرات اپنے خون بہانے کی حد تک اقدام کرتے تھے؟

علویوں کے بہت سے قیام کہ جو بنی عباس کی حکومت کے دوران رونما ہوئے خود کشی اور اپنا خون بہانے کی حد تک مانے جاتے ہیں وہ کاملا جانتے تھے کہ یہ قیام کل کو شکست سے روبرو ہوگا لیکن وہ حضرات دنیا سے بیزار ہو چکے تھے اور صبر و تحمل کی طاقت نہیں رکھتے تھے تاکہ اپنے قیام کے لیے کسی مناسب

۱۔ مقاتل الطالبین، ص۴۲۶۔۴۲۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

فرصت کو تلاش کریں۔ یہ لوگ قیام کرتے اور محروم لوگوں سے دفاع کی خاطر اپنے آپ کو موت کی گھاٹ اتار دیتے تھے۔

بنی عباس کا خاندان اور ان کے اطراف کے لوگ و فوج کے سپہ سالاراور موالیوں میں سے زمیندارافراد یعنی وہ قبائل کہ جو غیر عرب قوم سے تعلق رکھتے تھے اوراسلام لے آئے تھے اور اسلامی عدالت و قوانین کے پابند تھے ہارون الرشید کے زمانے میں حکومت کے افراد شمار کیے جاتے تھے ،ان قبائل کے رؤسا اپنی اسی حالت پر باقی تھے کہ وہ اپنے دوران جاہلیت کی طرح نیچے کے طبقات پر ظلم و ستم اور کسانوں ،تاجروں اور دوسرے پیشہ ور و صاحب مشاغل طبقات کا استثمار کرتے اور معاشرے کی بڑی بڑی شخصیتوں جیسے بڑے بڑے تاجر فوج کے سپہ سالار اور خلفاء بنی عباس کے خصوصی افراد سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں کے ساتھ لین دین تھا، یہ تمام کارنامے محروم لوگوں کے خون چوسنے اور اس طبقہ کو غلام بنانے کے لیے انجام پاتے تھے یہ اس صورت میں تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت اسی محروم طبقات پر مشتمل تھی[۱]۔

مسلمانوں کی ایسی حالت میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو کس طرح کا کردار نبھانا چاہیے تھا اور آپ کا عملی نقشہ کیا تھا؟

امام موسی کاظم علیہ السلام امت میں انقلابی روح پھونکتے ہیں

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا عملی نقشہ یہ تھا کہ پہلے مرحلہ میں عام لوگوں کے درمیان سیاسی اور مذہبی آگاہی پیدا کریں یعنی کسانوں ، چھوٹے تاجروں اور موالیوں اور باصلاحیت واستعداد افراد میں رشد پیدا کریں اور پھر اس طرح کی تربیت سے ان میں رہبروں کی پرورش کریں کہ جو اپنے آپ کو دنیوی لذتوں اور زود گذر جذباتوں کے عوض فروخت نہ کرسکیں۔

ایسے حالات میں بہت مشکل تھا کہ حکومت نے مال و دولت کے بل بوتے اور آسائش وثروت کے زور پر قبیلوں کے رئیسوں کو نہ خرید لیا ہو مثال کے طور پر علویوں کو دیکھتے ہیں کہ کل تک انقلابی حیثیت رکھتے تھے وہ افراد بھی کہ جن کے باپ دادا، بھائی اور عزیز و اقارب بنی عباس کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے

۱۔ دیکھیں: حیاۃالامام موسی بن جعفر، دراسۃ و تحلیل، ج۲، ص۱۹-۲۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیکن وہ بھی دنیوی مادیت کا شکار ہوگئے ،اس لیے کہ حکومت کی ہمیشہ کوشش رہتی تھی کہ ان لوگوں کو پیسوں سے خرید لے ،حکومت کے پاس اس زمانے میں بہت زیادہ مال و دولت تھی اور لوگوں کو خریدنے میں بہت زیادہ ثروت خرچ کرتی تھی۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بہت نزدیکی شخص نے بھی ایک لاکھ درہم کے عوض حضرت کے اسرار کو ہارون الرشید کے سامنے فاش کردیا اور وہی حضرت کی شہادت کا سبب بنا۔

اس مقدار میں پیسے اس زمانے میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے تھے مثلا ایک گھر بنانے میں سو پچاس درہم سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا تھا۔

ایک لاکھ درہم کی اہمیت

وہ شخص اور اس کے بیٹے اپنی ساری محنت ومشقت اور رنج و تحمل کے باوجود بھی اس مقدار میں درہم حاصل نہیں کر سکتے تھے اور اس کے علاوہ ایسے افراد کے لیے دوسری اور بھی فرصتیں نصیب ہو سکتی تھیں مثلا ایسے افراد کو حکومت کے ساتھ ہونے کی صورت میں مصر و مراکش یا سرزمین فارس وغیرہ کی گورنری بھی ملنے کا امکان تھا۔

حکومت کے ذریعہ مذہبی افراد کا منحرف ہونا بہت وسیع پیمانے پر انجام پاتا تھا، یہ شخص اپنے لیے اس فکر میں تھا کہ کیا حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ رہے وہ امام کہ جس پر حکومت بہت سختی کے ساتھ برتاؤ کررہی ہے ؟اس شخص کے سینتیس بچے تھے کہ جن میں انیس لڑکے اور باقی لڑکیاں تھیں اس کی تمام لڑکیوں کے پاس نماز کے لیے صرف ایک چادر تھی کہ جو نماز کے وقت جب ایک نماز سے فارغ ہوجاتی تو دوسری اس کو پہن کر نماز انجام دیتی یہاں تک کہ آخری لڑکی اسی چادر میں نماز پڑھتی۔ان لڑکیوں کے لیے موسم سرما میں صرف سورج کی تپش ان کے گرم ہونے کا سامان تھی[1]۔

کیا یہ شخص اس حالت میں امام علیہ السلام کے ساتھ زندگی بسر کرے یا پھر ظالم و جابر سرکش حاکم کے ساتھ ہوجائے؟ یہ شخص (محمد) ہارون کے دربار میں وارد ہوا اور کہا: اے ہارون تجھ پر سلام ہو۔ہارون

---

۱ - یہ بات اس زمانے کی ہے کہ جب مکہ اور مدینہ پر خلیفہ کی جانب سے ایک شقی وظالم عمر بن رخجی حاکم تھا،اس نے علویوں کے ساتھ تمام لوگوں کو حسن سلوک کرنے کو منع کر رکھا تھا اور اگر کوئی نیک سلوک کرتا تو وہ اس کو بہت سخت سزا دیتا تھا، وہ اسی مظلومیت کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے یہاں تک کہ اس خلیفہ دور ختم ہوا۔ دیکھیں: مقاتل الطالبین، ص ۴۷۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نے کہا: تو نے مجھے خلیفہ کی حیثیت سے سلام کیوں نہیں کیا؟ محمد نے کہا: اے امیر المؤمنین! دو خلیفہ اس زمین پر ہیں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مدینہ میں ان کے لیے بھی خراج وصول کیا جاتا ہے اور ایک آپ بغداد میں کہ لوگوں سے خراج وصول کرتے ہیں ہارون نے کہا: تجھ کو خدا کی قسم کیا سچ کہہ رہے ہو؟ پھر اس نے حکم دیا کہ محمد کو ایک لاکھ درہم دیے جائیں[1]۔

ہارون اس خبر سے مطلع تھا بلکہ تمام ہی خلفاء بنی عباس دوسرے ڈیکٹاٹور حاکموں کی طرح مختلف تحرکات کے ذریعہ کچھ احمقانہ کارنامے انجام دیتے تھے اور اس حقیقت پر بہت سے تاریخی شواہد بھی موجود ہیں اسی طرح ہارون الرشید نے بھی محمد کی بات سن کر اس کو ایک لاکھ درہم ہدیہ کے طور پر دیے جیسا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت بھی اسی غیر عقلی حرکت کی بنیاد پر تھی۔

ایک مرتبہ سفاح دربار خلافت میں بیٹھا ہوا تھا اور سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اور بنی امیہ کے دوسرے ستر افراد بھی وہاں موجود تھے اور سفاح، سلیمان کا بہت احترام کرتا تھا، پھر سدیف شاعر دربار میں وارد ہوا اور یہ اشعار پڑھے:

لا یغرنک ما تری من رجال ان تحت الضلوع داء دویا
فضع السیف و ارفع السوط حتی لا تری فوق ظهر ها امویا

یہ افراد آپ کو دھوکے میں نہ ڈالدیں اس لیے کہ ان کے دلوں میں کینہ و حسد ہے۔
اپنی تلواریں ان کے گردنوں پر وارد کردو اور اپنے تازیانوں کو اٹھالو
یہاں تک کہ روی زمین پر بنی امیہ کا ایک فرد بھی باقی نہ رہے۔

سلیمان نے سدیف کی طرف رخ کرکے کہا: اے بوڑھے آدمی تو نے مجھ کو قتل کردیا۔ پھر سفاح نے آگے بڑھ کر سلیمان کو پکڑا اور قتل کردیا[2]۔

پھر دوسرا شاعر ابوالعباس وارد ہوا کھانا لایا گیا اور ستر آدمی بنی امیہ کے وہاں پر موجود تھے اس شاعر نے اس طرح اشعار پڑھے۔

اصبح الملک ثابت الاساس بالبهالیل[3] من بنی عباس

---

۱ - بحارالانوار، ج۴۸، ص۲۳۹۔
۲ - الفخری، ص۱۴۸۔ الکامل فی التاریخ، ج۵، ص۴۲۹۔
۳ - جمع بہلول، بہلول تمام خوبیوں کا مرصع و جامع فرد تھے۔ لسان العرب، مادہ بہل۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

طلبوا وتر ہاشم فشفوا ھا — بعد میل من الزمان و یاس
لاتقبلن لعبد شمس عشار — واقطعن کل رقلة و غراس
ذلھا اظھر التوددمنھا — وبھا منکم کخر المواسی
ولقد غاظنی وغاظ سوائی — قربھم من نمارق و کراسی
انزلوھا حیث انزلھا اللہ — بدار الھون والاتعاس
واذکروا مصرغ الحسین و زید — وقتیلا بجانب المھراس
والقتیل الذی بحراس اضحی — ثاویا بین غربة و تناسی[1]

(حکومت بنی عباس کی ہوشیاری سے ایک پائدار و مضبوط حکومت میں تبدیل ہو چکی ہے۔ بنی عباس بنی ہاشم کے خون کے انتقام کے طلب گار ہیں اور آخر کار ایک طولانی مدت اور یاس و ناامیدی کے بعد ان کے خون کا انتقام لے لیا۔ بنی امیہ کا جنین اور شکم مادر میں بچہ بھی زندہ نہ چھوڑنا۔ اور ان کے چھوٹے بڑے ہر ایک کو قتل کر دو۔ وہ اس سے کہیں پست و ذلیل ہیں کہ تم سے دوستی کریں۔ لیکن وہ ایک تیغ کی طرح تمہاری گردن پر ہیں۔ ان کا دربار و سلطنت میں موجود ہونا مجھے اور دوسروں کو غصہ دلاتا ہے۔ ان کو ذلیل کر دو جیسا کہ خداوند عالم نے ان کو ذلیل کیا ہے اور ان کو ذلت و خواری کے گھڑے میں ڈال دو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور جناب زید کی شہادت کو یاد کرو کہ جو اپنے خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ وائے وہ مقتول کہ جو سرزمین مہراس میں قتل ہوا۔ اور وہ مقتول کہ جو حراس میں عالم غربت میں قتل ہوا اور بے یار و مددگار فراموش کر دیا گیا۔)

مہراس وہ سرزمین ہے کہ جو احد کے پہاڑ کے کنارے ہے[2] کہ جہاں سید الشداء حمزہ بن[3] شہید ہوئے اور وہیں پر دفن کر دیے گئے اور شہید حراس ابراہیم معروف بہ امام ہے۔ ابو العباس کے ان اشعار کے بعد ان تمام بنی امیہ کے ستر آدمیوں کی گردنیں اڑا دی گئیں۔

---

۱ - الفخری، ص۱۴۹۔

۲ - دیکھیں: الامامة والسیاسة، ج۲، ص۱۶۹۔

۳ - حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم (۵۴ قبل از ہجرت - ۳ھ) ابو عمارہ، رسول خدا کے چچا، قریش کی بزرگ شخصیت، اور جاہلیت و اسلام میں قریس میں معزز فرد، انہوں نے اسلام کی جانب سے جنگ احد میں شرکت کی کہ جس میں ان کو ایک حبشی غلام بنام وحشی نے قتل کیا، اس کو معاویہ کی ماں ہند لالچ دے کے بلا کر لائی تھی، وحشی ان کو قتل کرکے کہتا تھا میں نے جاہلیت کے بہترین فرد اور اسلام کے بدترین فرد کو قتل کیا ہے۔ مراجعہ کریں: الاعلام، ج۲، ص۲۷۸۔ انساب الاشراف، ج۱، ص۹۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنی عباس کے خلفاء اس طرح بھڑکانے میں آجاتے تھے۔ جس وقت محمد نے ہارون سے آکر کہا وہ بھی بھڑک اٹھا۔ ہارون خود حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے مدینہ گیا اس لیے کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام معنوی رعب و جلال کے حامل تھے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کسی بھی سپہ سالار کو امام علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے بھیجے تو وہ خیانت کر سکتا ہے اور ہارون کے دستورات پر عمل نہیں ہوگا۔

ہارون نے امام علیہ السلام کو گرفتار کیا

یہاں پر ہارون خود حج کے لیے آمادہ ہوتا ہے اور بہت بڑا لشکر اپنے ساتھ حج کے لیے لے کر چلتا ہے اور لوگوں کو بہت زیادہ مال و دولت سے نوازتا ہے تاکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کر سکے اور دستور دیتا ہے کہ ہودج آمادہ کی جائیں ایک ہودج کو کوفہ کی طرح بھیج دیا گیا دوسری ہودج بصرہ کی طرف تاکہ جو لوگ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو آزاد کرانے کی فکر میں ہوں وہ گمراہ ہو جائیں۔ اس نے دو ہودج شب میں اور مخفیانہ آمادہ کیں تاکہ لوگ حیران و پریشان نہ ہوں اور کوئی قیام و غدر کی شکل اختیار نہ کرلیں[1]۔ راوی کا بیان ہے کہ ہارون الرشید نے امام سے ملاقات کے وقت حضرت سے سوال کیا آپ لوگوں سے مخفیانہ طور پر بیعت لے رہے ہیں کیا وجہ ہے کہ لوگ آپ کی طرف بغیر مال و دولت کے بھی مائل ہیں، حضرت نے جواب دیا میں لوگوں کے دلوں کا امام ہوں جب کہ تو ان کے جسموں پر حکومت کرتا ہے[2]۔ یہ واقعہ مسلمانوں کے حالات کو اچھی طرح بیان کرتا ہے کہ جو ایک خاص حالات کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ: اسلامی امت کسی انقلابی روح کی محتاج تھی کہ جو امام علیہ السلام کے ذریعہ ہی پھونکی جا سکتی تھی۔ بالکل اسی طرح خلفاء تطمیع و رشوت دینے اور لوگوں کو خریدنے کی فکر میں رہتے اور مزدوروں و متعصب افراد کے گروہ بناتے اور اپنے اطراف میں جمع کر لیتے تاکہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اور شریعت کے حقیقی وارثوں سے جنگ کر سکیں۔

۱- مراجعہ کریں: بحار الانوار، ج۴۸، ص۲۲۱، حضرت کے زندان کے حالات۔

۲ عبقات الانوار، ج۲۳، ص۱۱۵۰۔ احقاق الحق، ج۱۹، ص۵۴۳۔ ینابیع المودۃ، ج۳، ص۴۲۲۔ الحقائق من الصواعق، ص۲۰۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کیا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی ہارون ہی کے طریقے پر انقلاب کو منظم کریں؟

یہ روش لوگوں کو تطمیع کرنے اور رشوت دینے اور مصر وآذربائجان وغیرہ کی حکومت دینے کا مستلزم تھی۔

امام علیہ السلام حقیقی انقلاب کا نعرہ لگاتے ہیں

ہارون ایسے لوگوں کو خرید لیتا تھا اور اس راہ میں مختلف طریقے استعمال کرتا اور اپنی حکومت کے دوران محروم اور کمزور لوگوں کے اموال کو چھینتا اور بڑے بڑے سپہ سالاروں کے درمیان تقسیم کرتا تھا۔ امام علیہ السلام بھی یہ تمام کام کرنے کی طاقت رکھتے تھے لیکن اگر یہ کارنامے انجام دیتے تو آپ بھی دوسرے ہارون کہلاتے اور خدا کی پناہ کہ ایسا ہو۔اس صورت میں آپ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نہ ہوتے اور خدا نہ کرے کہ کوئی معصوم امام اس طرح کی صفات رکھتا ہو۔ امام علیہ السلام ایک مذہبی شخصیت تھے کہ جو الٰہی اہداف پر ایمان رکھتے تھے اور خصوصی نقشوں اور پروگراموں کو عمل میں لاتے اور چاہتے تھے کہ انہیں نقشوں پر امت عمل کرے۔تاکہ مظلوم و محروم افراد کی مدد کی جاسکے، یہ مرحلہ سب سے زیادہ مشکل تھا کہ امت میں اس طرح تبدیلی و تغییر ایجاد پائے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اسی کا نعرہ لگاتے تھے۔

یہ تبدیلی و تغییر حقیقی تھی،اور صرف نعرہ لگانا اور الفاظ سے کھیلنے کی حد تک نہیں تھا۔

ادریسیوں کی حکومت

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زمانے میں متعدد انقلابات برپا ہوئے،ان انقلابوں میں سے ایک ادریسیوں کا انقلاب تھا کہ جس کے بارے میں خصوصاً ادریس کے بارے میں ہم پہلے بھی گفتگو کرچکے ہیں اور کہا کہ وہ واقعہ فخ کے باقی رہ جانے والوں میں سے ایک فرد تھے اور جنگ فخ میں زخمی ہوگئے اور مدینہ چلے گئے ایک مدت تک وہاں مخفی رہے، پھر اہواز چلے گئے اور وہاں سے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور پھر مخفیانہ مراکش پہنچے، قبیلہ بربر کو اپنے پاس جمع کیا اور وہاں ادریسیوں کی حکومت کے نام سے ایک

Presented By: https://jafrilibrary.com

حکومت قائم کی، ادریسیوں کی حکومت طاقتور تھی ہارون نے کئی فوجی سپہ سالار جیسے ہرثمہ بن اعین وغیرہ لاکھوں فوجیوں کے ہمراہ ان کی حکومت کو نابود کرنے کے لیے بھیجا لیکن یہ فوج کچھ بھی نہ کرسکی اور ادریسیوں کی حکومت اپنی جگہ پر باقی رہی۔ لیکن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ ادریسیوں کی طرح حکومت بنائیں بلکہ امام علیہ السلام کا ہدف تمام امت اسلامی میں تبدیلی و تغیّر لانا تھا اور یہ تبدیلی محروم و مظلوم افراد کو تقویت دینے کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ امام کی ذمہ داری تھی کہ ان کی ایک خاص طریقے سے تربیت کریں تاکہ وہ ظالم و جابر حکومت کے خلاف قیام کرسکیں۔

محروم، محروم ہے چاہے وہ کسی فوج کا سپہ سالار یا کسی علاقہ کا گورنر ہی کیوں نہ بن جائے، اس لیے کہ ہارون اس کے پاس کسی کو بھیج کر اس کو مال و مقام کی رشوت دے اور کسی کام کی سازش پر ابھارے تاکہ یہ خود محروم شخص اپنے محروم ساتھیوں کے ساتھ خیانت کرے اور ہارون کے وفادار لوگوں میں شمار ہو جائے۔

امام علیہ السلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ امت میں اس طرح کے لوگوں کی تربیت کریں بلکہ امام علیہ السلام کا ہدف یہ تھا کہ لوگوں میں ایک ایسے گروہ کی تربیت کریں کہ جن کا عقیدہ راسخ و مضبوط ہو۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے آخری زندان یعنی سندی بن شاہک کے زندان میں تھے، یہ زندان بہت زیادہ تاریک تھا اور سندی بن شاہک لوگوں کو امام علیہ السلام سے ملاقات کرنے سے روکتا تھا[1] لیکن پھر بھی امام علیہ السلام کا بغداد کے کچھ خاص لوگوں سے رابطہ رہتا اور اپنے ضروری پیغامات ان کے ذریعہ ارسال فرماتے رہتے تھے۔ ہمارے سامنے بہت سی روایات ہیں کہ جو اس بات پر گواہ ہیں کہ امام علیہ السلام کا ان لوگوں سے رابطہ تھا[2] لیکن بعض لوگ اس ارتباط کو امام علیہ السلام کی جانب سے ایک غائبانہ

۱۔ ابو عبداللہ خصیبی (متوفی ۳۳۴ھ) اپنی کتاب ہدایۃ الکبریٰ، ص ۲۶۵ میں تحریر کرتا ہے: ہارون الرشید نے سندی کو کہہ رکھا تھا کہ کسی کو بھی امام سے ملاقات نہ کرنے دے، ان کو زندان میں رکھے اور صرف کھانے اور وضو کے لیے زندان کے دروازے کو کھولے۔

۲۔ علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہند بن الحجاج ان لوگوں میں سے تھا کہ جو امام علیہ السلام سے رابطہ میں تھا۔ اور اسی طرح یاسین بن ضریر اس کی ایک کتاب بھی ہے کہ جس نے امام علیہ السلام سے روایات سن کر تحریر کی ہے۔ اسی طرح ابراہیم مروزی نے حضرت سے روایات کو سن کر ایک کتاب تحریر کی۔ جس وقت آپ زندان میں تھے۔ نیز مبارک بن یزید ابویوسف، حضرت کی زندان میں رات کو زیارت سے مشرف ہوتا تھا اسی طرح علی بن سویل حضرت تک لوگوں کے خطوط پہنچاتا تھا اور جواب حاصل کیا کرتا تھا جیسا کہ بعض روایات سے یہ تمام مطالب واضح ہیں۔ دیکھیں: الکافی، ج ۲، ص ۱۲۴۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۴۲۔ رجال نجاشی، ص ۲۷۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

رابطہ تصور کرتے ہیں، یعنی یہ کہ امام علیہ السلام اپنی غیبی طاقت سے اپنی زنجیروں کو کھولتے اور زندان سے باہر نکلتے اور رابطے کے لیے لوگوں کے پاس شہر بغداد میں آتے جاتے تھے تاکہ اپنے مناسب نقشوں اور اوامر کو ان کے ذریعہ پہنچائیں اور پھر زندان میں واپس ہو جاتے تھے۔

ہماری نظر میں یہ مسئلہ بعید ہے لیکن اس لیے نہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے یہاں یہ طاقت نہیں ہے یا اس طرح کے اقدام نہیں کر سکتے اس لیے کہ کیا بعید ہے کہ خداوند عالم اپنے اولیاء کو اس طرح کے اختیار دیدے، لیکن آئمہ طاہرین علیہم السلام غیبی امور کے ذریعہ امت کی اصلاح کی کوشش نہیں کر سکتے ورنہ مسئلہ بہت آسان ہے کہ امام اپنے ہاتھوں کو اٹھائیں اور خدا سے دعا کریں کہ ہارون الرشید و یحی و فضل و سندی بن شاہک و عیسی کو نابود کردے اور خداوند عالم بھی آپ کی دعا کو مستجاب کرلے۔ اور اس طرح امام علیہ السلام مسند خلافت پر بیٹھ جائیں اور بہت آسان طریقے سے اسلامی سرزمین کی حکومت کو اپنے قبضے میں کرلیں۔

امام علیہ السلام اور تمام آسمانی پیغامات سب یہ چاہتے ہیں کہ امت کو تدریجا کمال اور بلندی کی طرف لے جایا جائے، اس طرح کہ لوگوں کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو کہ وہ احکام اور قیمتی چیزوں میں تطبیق دے سکیں۔امام علیہ السلام بھی ایک عام انسان کی طرح اپنے علم و تقوی کو امت کے محروم افراد کے لیے استعمال کریں تاکہ ان افراد میں کافی مقدار میں صلاحیت پیدا ہوسکے اور امت طبیعی طور پر شرائط و قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے قیام کرے اور ایک طبیعی انقلاب وجود میں آئے۔نہ کہ کسی معجزہ کے ذریعہ۔

یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ امام علیہ السلام کا رابطہ لوگوں سے عادی روش پر ہو جیسا آپ کے چاہنے والوں کا ایثار و قربانیاں اس بات پر گواہ ہیں، مثلا حضرت کا ایک چاہنے والا[1] ایک طولانی مدت تک سندی بن شاہک کی خدمت کرتا رہا تاکہ وہ کسی طرح امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوسکے، اور آپ کے پیغامات کو آپ کے چاہنے والوں تک پہنچاسکے اور آپ کے اور آپ کے چاہنے والوں کے درمیان رابطہ کا کام کرسکے۔

---

۱ - یہ بشار، سندی بن شاہک کا غلام ہے یہ پہلے حضرت کا دشمن تھا لیکن پھر حضرت کی عظمت و جلال کو دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہوگیا اور حضرت سے عشق و محبت کرنے لگا حضرت کے تمام پیغامات یہی آپ کے شیعوں تک پہنچاتا تھا۔ دیکھیں: بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۴۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ وہ روش تھی کہ جس کا نعرہ امام علیہ السلام نے لگایا تھا، وہ روش کہ جس کے ذریعہ امت کی صلاحیتیں قیامت تک شگوفا ہوتی رہیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ظالم و جابر حاکموں کی سلسلے وار حکومت کبھی لوگوں کے میدان میں نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اگرچہ خود حاکموں کے درمیان اختلاف حکومت کمزور اور ضعیف ہونے کا سبب ہوتا ہے اس لیے کہ وہ حکومت کا جو کچھ سپہ سالاروں، سیاسی شخصیتوں، حکومت سود جو طرفداروں اور ہواپرست وہوس بازوں کے دوش پر گامزن ہو، کچھ ہی مدت کے بعد ان لوگوں کے منافع اور دوسروں کے درمیان تعارض واختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اس حقیقت کو درک کرنے کے لیے ان کی جنگوں پر نظر ڈالیں کہ جو ان میں یا خود آپس میں واقع ہوئیں یا دوسروں سے بنی عباس مشغول جنگ رہے ہیں مثال کے طور پر ہارون نے اپنے بھتیجے عیسیٰ کو قتل کر دیا اور جعفر برمکی کو بہت سخت سزا دی اور پھر قتل کر دیا، فضل و محمد اور موسیٰ کو بہت سخت سزائیں دیں اور یحییٰ کو زندان میں ڈال دیا اور اس کے طرفداروں کو نابود کر دیا۔

یحییٰ برمکی اپنے زمانے میں خلیفہ کے بعد اسلامی سرزمین میں دوسری شخصیت شمار ہوتی تھی، جعفر برمکی کو قتل کرنا اور برمکی خاندان کو سزا دینا کوئی آسان کام نہیں تھا جیسے ہی جعفر برمکی کا سر جدا ہوا یہ سبب ہوا کہ بہت سے سر بدن سے جدا ہوگئے اور اس کے بعد بہت زیادہ افراد کے سر قلم ہوئے۔

حالات کا تجزیہ و تحلیل اس بات پر گواہ ہیں کہ جعفر برمکی نے صرف تنہا میدان کو نہیں چھوڑا بلکہ بہت زیادہ سپہ سالار اور اس کے طرفدار و ہمنشین افراد کو بھی اپنے ساتھ ساتھ میدان سے نکال دیا۔ یہ حادثہ مصیبت برامکہ کے نام سے معروف ہوا کہ جس کو لوگوں نے فال بد کے طور پر تسلیم کیا[۱]۔

ہارون الرشید کیوں خراسان میں دفن ہوا؟

ہارون الرشید مرنے کے بعد خراسان میں دفن ہوا اس لیے کہ اس نے علی بن عیسیٰ بن ماہان کو خراسان کے لیے گورنر معین کیا کہ جس نے خراسان کے لوگوں پر بہت ظلم و ستم کئے خراسان کے لوگوں نے اپنے ظالم و جابر حاکم کے ہاتھوں ان تمام ظلم و ستم کو برداشت کرنے کے بعد بہت محرومیت کی صورت میں ایک خط ہارون الرشید کو لکھا، ہارون نے ارادہ کیا کہ اس کو معزول کر دے، لیکن گورنر کو ہارون کے ارادے

۱۔ دیکھیں: الفخری، ص۲۰۷۔ تاریخ الامم والملوک، ج۹، ص۱۲۶۔ مروج الذہب، ج۱، ص۲۸۵۔ المنتظم، ج۹، ص۱۲۶۔۱۴۳۔۲۰۹۔ ۲۰۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کی خبر ہو گئی اس نے کچھ ہدیے ہارون کے لیے ارسال کیے آخر کار ہارون نے اس کے کارناموں سے غض نظر کی اور اس کو اس کے منصب پر باقی رہنے دیا۔ہارون اس گورنر سے خوف کھاتا تھا اور دوسری طرف لوگوں کی طرف سے مسلسل شکایتیں آرہی تھیں اس نے پھر اس کے معزول ہونے کا فرمان صادر کیا، اور ایک سپاہی کو طلب کیا سپاہی اس کے معزول ہونے کے فرمان کو لیکر خراسان کی طرف عازم ہوا۔

جب یہ پیغام شہر ری آج کے تہران تک پہنچا تو دوسری ہدایا جیسے گران قیمت جواہرات وخوبصورت عورتیں اور بہت زیادہ مال و دولت علی بن عیسی کی جانب سے اس کو دی گئیں لہٰذا وہ تہران سے بغداد واپس آگیا، لیکن آخر کار ہارون الرشید نے ہرثمہ بن اعین کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا کہ جس کی وجہ سے علی بن عیسی کے ہاتھوں سے حکومت نکل گئی، اس طرح خراسانی انقلابیوں کا وجود اپنے ظالم وجابر حاکم کے ظلم و ستم کی وجہ سے اور زیادہ شدت پکڑ گیا بات یہاں تک پہنچی کہ ہارون الرشید خود اس جوش وجذبہ کو خاموش کرنے کے لیے عازم خراسان ہوا لیکن اپنے ارادے کو پورا کرنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا اور وہیں پر کہ جہاں آج حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا روضہ منورہ ہے دفن کر دیا گیا۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

آئمہ طاہرین علیہم السلام چھوٹے چھوٹے انقلابوں کی کہ جو کسی درد ورنج کی وجہ سے کسی خاص علاقے میں وجود میں آتے تھے کیوں تائید نہیں کرتے تھے؟

سرزمین اسلام کے مختلف علاقے نفرت وغم وغصہ سے بھرے پڑے تھے اور ہمیشہ یہ غصہ متعدد و مختلف تحریکوں کے ذریعہ کہ جو ان میں نقطہ اشتراک ہوتا تھا وہ آپس میں بنی عباس کی حکومت کے خلاف اظہار کرتے تھے، اور یہ نقطہ اشتراک صرف بنی عباس کی حکومت کو ہٹانے اور ایک شرعی وعدل وانصاف کی حکومت لانے کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا،ایک مرتبہ یحی بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن علیہ السلام نے دیلم میں قیام کیا اور دوسری مرتبہ ادریس بن عبداللہ یحی کے بھائی نے کہ جس کے بارے میں ہم پہلے بھی تذکرہ کر چکے ہیں شمالی افریقہ میں قیام کیا اور ایک طرف ان کا تیسرا بھائی ابراہیم عراق میں قیام کر چکا تھا اس سے پہلے ان کے بڑے بھائی محمد نے مدینہ ومکہ میں خروج کیا تھا ان سب کے بعد حسین بن علی صاحب فخ نے حجاز میں خروج کیا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب : آئمہ طاہرین علیہم السلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ ہر علاقے کی حکومتیں مستقل ہوں جیسے انہوں نے ایجاد کیں اور وجود میں آئیں اس لیے کہ ان کا ہدف اس سے کہیں بلند و بالا تھا یعنی امت کی سطح فکری و علمی رشد و ہدایت اور اس کو منظّم کرنا مد نظر تھا، تاکہ اس طریقے سے امت شائستگی اور آزادی کو حاصل کر سکے اور پھر اس کی حفاظت کرے اور اپنی حکومت کے نظام کی صلاحیت رکھ سکے۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام انہیں اہداف کے تحت کوشش کرتے اور انہیں اہداف کی راہ میں شہید ہوگئے۔ حضرت کے انقلاب کی آگ اس قدر شعلہ ور تھی کہ جو سبب بنی کہ مامون عباسی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان بلانے پر مجبور ہوگیا اس طرح ایک مفصل تاریخ و داستان کی شکل میں کہ جو انشاء بعد کے مباحث میں بیان کریں گے حضرت کو اپنا ولیعہد بنایا[1]۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے میں اسلامی امت مادی اعتبار سے اپنے اوج و کمال تک پہنچ چکی تھی پوری دنیا سے ہر روز بہت زیادہ پیسہ دارالسلطنت تک پہنچتا تھا اس حد تک کہ ہارون ایک روز سیدھا لیٹا ہوا تھا اور بادلوں کو دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا : چاہے مشرق کو جاؤ یا مغرب کی طرف بہر حال تمہارا اخراج میرا حصہ ہے[2]۔

اس زمانے کے حاکم اور مالدار لوگ اس قدر زمین اور مال و دولت و کنیز وغلام رکھتے تھے کہ ان کا حساب وکتاب ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ وہ اپنی زندگی میں بہت زیادہ امکانات کے حامل تھے اور بہت زیادہ اسراف وفضول خرچی کرتے تھے۔

ایسے عالم میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا وظیفہ کیا تھا؟

کیا آپ کا وظیفہ صرف یہ تھا کہ ہارون الرشید کہ جو اسلامی امت کے وجود میں ایک چرکین سے بھرا ہوا کینسر کا غدود تھا اس کو مسند خلافت سے اٹھا کر پھیکدیں؟

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا اصلی وظیفہ امت میں مذہبی وجدان و ضمیر کا رشد و پرورش تھی۔ اسی وجہ سے جس وقت امام علیہ السلام زندان میں جاتے ہیں تو زندانی افراد بھی مجبور تھے کہ حضرت کی زندگی سے متاثر ہوں اور وہ اصول و اخلاق کہ جو امام علیہ السلام کی خدوند عالم کے حضور مناجات و دعا

---

۱ - اس سلسلے میں مفصل تحقیق بہت جلد اگلے صفحات پر آنے والی ہے۔

۲ - مآثرالانافہ فی معالم الخلافہ، ج۱، ص ۱۹۴۔ صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء، ج ۳، ص ۲۸۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور رفتار و عبادت میں مجسم تھے، مستفیض ہوں۔ہارون الرشید نے اپنے چچازاد بھائی کو ایک خط لکھا اور کہا: موسی بن جعفر کو قتل کردے۔اس کا چچازاد بھائی عیسی بن جعفر بن ابی جعفر عباسی ہارون کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا اس نے اس طرح جواب دیا:

میں نے موسی بن جعفر سے سوائے رات میں عبادت اور دن میں روزہ و دعا کے کچھ اور نہیں دیکھا ہے وہ حتی اپنی دعاؤں میں بھی ہمارے لیے بد دعا نہیں کرتے، میں نے اپنے جاسوسوں کو ان کے پیچھے لگا یا، وہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں: پرور دگارا! تو جانتا ہے میں نے ہمیشہ تجھ سے چاہا ہے کہ مجھ کو اپنی عبادت کے لیے خالص فرما، پرور دگارا تو نے بھی ایسا ہی کیا پس تیرا بہت بہت شکر ہے۔لہذا یا ان کی ذمہ داری کو میرے اوپر سے اٹھالیں یا پھر میں ان کو آزاد کردوں گا[1]۔اس نے ان باتوں کے بعد امام علیہ السلام کو بغداد کی پلیس کے حوالے کردیا۔اور وہاں پر وزیر فضل بن ربیع تھا، فضل نے کہا: میں حضرت کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا اس لیے کہ وہ ایسی شخصیت ہیں کہ جو روی زمین پر سب سے بڑے عبادت گذار اور ان سے بڑا کوئی عقلمند واعلم نہیں ہے۔اس نے اپنے ایک ماننے والے سے کہا: تو جانتا ہے کہ یہ وہ شخص ہیں کہ کوئی بھی ان کو برا بھلا نہیں کہتا مگر یہ کہ اپنی زندگی میں الہی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔فضل کا یہ بھی کہنا ہے:

کئی بار مجھے حضرت کے قتل کا حکم دیا گیا لیکن میں نے ان حکموں کی اطاعت نہیں کی اور ان سے کہدیا کہ میں اس کام کو انجام نہیں دے سکتا چاہے مجھ کو قتل کردیا جائے جو مجھ سے چاہتے ہیں وہ میں انجام نہیں دے سکتا[2]۔

یہاں سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام علیہ السلام توحیدی روحیہ کو نماز و دعاومناجات اور شب بیداریوں کے ذریعہ منتشر فرماتے تھے اس طرح آپ نے کچھ لوگوں کی ایسے تربیت فرمائی کہ جو لوگ مذہبی تحریک کے رہبر و پیشوا کہلائے ہیں۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے جو خط ہشام بن حکم کو لکھا ہے[3] اس کو پڑھیں، ایسا خط کہ جو انسان کی تربیت کے لے تنہا ہی کافی ہے۔لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس طرح نامہ لکھتا تو وہ کبھی بھی اتنا متاثر

۱۔الفصول المھمۃ فی معرفۃ الآئمہ، ج ۲، ص ۹۵۳-۹۵۴۔

۲ - عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۰۷-۱۰۸۔

۳ - حضرت کا عقل کے بارے میں خط، مراجعہ کریں: کافی، ج ۱، ص ۱۳۔ تحف العقول، ص ۲۸۲-۲۹۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہیں ہوتا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس خط کے ذریعہ ہشام بن حکم کی روح کو اس قدر متاثر کیا کہ اس نے ایک کامل تربیت حاصل کرلی۔ اور اس خط کی معنوی و نفسانی تلقین اس خط کے متن و عبارت سے کہیں زیادہ تھی اس لیے کہ امام علیہ السلام اس سے پہلے کہ اس خط کی تعلیمات کو ہشام کے لیے سفارش تحریر کریں ان کو اپنے اندر تجسم کی صورت بخشی اور اس کے علاوہ وہ افراد کہ جو امام علیہ السلام کے ساتھ غیر عرب افراد تھے وہ اور امام علیہ السلام کے خادمین اور فرزندان ہر ایک حضرت کے اعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے متدین و متقی ہوگئے تھے اور یہی آئمہ طاہرین علیہم السلام کا اصلی وظیفہ ہے۔

شاید ہم میں سے کوئی یہ کہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو مخفی ہوجانا چاہیے تھا اور اس تحریک کی مخفیانہ ہدایت فرماتے، اور سیاسی اقدامات کا آغاز فرماتے، حقیقت میں یہ کام اہم ہے لیکن امام علیہ السلام نے اس وظیفہ کو دوسروں کے سپرد کردیا تھا اور ہم اس سلسلے میں پہلے بیان کرچکے ہیں کہ امام علیہ السلام کے ذریعہ مذہبی تحریک منظّم و مرتب ہوچکی تھی۔

آئمہ طاہرین کا سب سے بڑا نقشہ امت کی معنوی رہبری تھا اور اسی وجہ سے آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے اور پرائے حتی دشمنوں کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ مثال کے طور پر منصور دوانقی نے خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو شہید کیا لیکن حضرت کی شہادت کے بعد بہت زیادہ گریہ کرتا ہے اور اپنے ایک طرفدار (ابوایوب خوزی) سے کہتا ہے: یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے کہ جس میں جعفر بن محمد کی شہادت کی خبر ہم کو دی گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون تین مرتبہ کہا۔ اور ہم جعفر بن محمد جیسی شخصیت کہاں پیدا کرسکتے ہیں[1]۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جس وقت ان تمام ذمہ داریوں کو نبھا رہے تھے اسلامی امت ہارون الرشید جیسے سرکش و ظالم انسان سے دست بگریبان تھی کہ جس کے قصر میں ۱۲۰ کنیزیں تھیں اور ہارون کی بیوی زبیدہ کی کنیزوں کے پیروں میں سونے کے جوتے ہوا کرتے تھے۔ برامکہ اور ان کی اسراف کاریاں ہارون الرشید ہی کے زمانے میں تھیں۔

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۳۔ اعلام الوری، ص ۲۹۸۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۳۲۰

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- ہارون الرشید کی دوران حکومت تمام اہل منصب افراد مال و دولت سے سرشار تھے جب کہ دوسری طرف اسلامی امت کے بہت سے لوگ تنگدستی و فقر میں زندگی بسر کر رہے تھے اس طرح لوگوں کے درمیان ایک انتہائی خلیج اور فاصلہ پیدا ہو گیا تھا۔
- علوی تحریک نے بنی عباس کی دوران حکومت بہت زیادہ وسعت حاصل کی اور ان کا مقصد صرف محروم طبقہ کی حمایت اور دفاع تھا۔
- حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے محروم طبقہ کے درمیان دینی و سیاسی آزادی کی روح پھونکی، اور کچھ ایسے افراد کی تربیت کی کہ جو دنیا کے لیے عظیم انقلابی رہبر کہلائے اور انہوں نے خود کو کسی مال دنیا کے عوض فروخت نہیں کیا۔
- تاریخ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم وجور اور تاریکی کا سب سے اہم سبب جہالت اور حقیقتوں سے چشم پوشی ہے۔
- حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زندان میں رہنے کے باوجود بھی بہت سے آپ کے چاہنے والے کسی خصوصی طریقے سے آپ سے ملاقات کرتے اور آپ کے پیغامات آپ کے چاہنے والوں میں منتشر کرتے رہتے تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تحریک اسماعیلیہ کا تکامل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت جناب اسماعیل کی وفات کے بعد واقع ہوئی۔ حضرت کی شہادت کے وقت اسماعیل کا بیٹا محمد ۱۶ سال کا تھا۔ حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام کے پاس ایک غلام تھا کہ جس کا نام میمون قداح[1] تھا اس نے تحریک اسماعیلیہ کے رشد میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے، اس لیے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پوتے کی پرورش کو اس کے ذمہ کر دیا تھا[2]۔

میمون قداح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا صحابی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے طرفداروں میں شمار ہوتا تھا، اس نے ان دو اماموں سے بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ میمون قداح کا مشغلہ تجارت تھا جیسا کہ پہلے بھی بیان کرچکے ہیں تحریک اسماعیلیہ تاجروں کے ذریعہ منتشر ہوئی ہے۔

---

۱ - میمون بن اسود قداح مکی، بنی مخزوم کا غلام تھا، اور ہدایۃ المحدثین، ص۱۰۶ کے مطابق ثقہ ہے اس کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا صحابی شمار کیا گیا اور اس نے متعدد روایات نقل کی ہیں: دیکھیں: قاموس الرجال، ج۱۰، ص۳۲۶، مستدرک سفینۃ البحار، ج۱۰، ص۶۱۰۔ اس کی قدر و منزلت کے متعلق روایات وارد ہوئی ہیں کہ اس کو معرفت امام بہت زیادہ حاصل تھی، جیسا کہ کافی، ج۱، ص۴۰۰، میں وارد ہے۔

۲ - مراجعہ کریں: زهر المعانی للداعی ادریس قرشی، ص۲۰۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

میمون قداح کا کردار اس قدر اہمیت کا حامل تھا کہ بہت سے مورخین نے میمون قداح کو تحریک اسماعیلیہ کا حقیقی بانی و موسس مانا ہے[1]۔

بعض روایات کے مطابق میمون قداح نے محمد[2] بن اسماعیل کے لیے اس وقت سے بیعت لینا شروع شروع کردی تھی کہ محمد کی عمر ابھی ۱۶ سال کی ہی تھی۔ لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور محمد بن اسماعیل کو اپنی تحریک کا رہبر تسلیم کرلیا، محمد بن اسماعیل ہارون الرشید کی حکومت آنے سے پہلے تک مدینہ میں رہا۔ ہارون الرشید نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو زندان میں پہنچا دیا اور پھر محمد بن اسماعیل کی گرفتاری کا حکم دیا محمد کی گرفتاری کا بہانہ یہ تھا کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہا ہے اور وہ اپنے ماننے والوں اور طرفداروں کو جمع کرکے اور مال و دولت جمع کرکے حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، لہٰذا محمد مخفیانہ مدینہ سے نکل گیا اور ایک شہر سے دوسرے شہر آنے جانے لگا۔ محمد ایک مدت کے بعد کچھ اپنے ماننے والوں کے ساتھ شہر ری گیا اس لیے کہ شہر ری کا گورنر اسحاق بن موسی فارسی[3] اسماعیلیوں میں سے تھا، اس کے بعد محمد نہاوند کی طرف چلا گیا اور اس کے بعد شام میں تدمر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اسماعیلیوں نے اس جگہ کو اپنی فعالیتوں کے مرکز کے طور پر انتخاب کیا، محمد کا وہیں پر انتقال ہوگیا۔ اس

---

۱ - دیکھیں: تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص۱۳۹۔

۲ - محمد بن اسماعیل فرقہ اسماعیلیہ کا ساتواں امام اور خود اسماعیلی سلسلے کا پہلا امام ہے۔ دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص۱۱۷۔ اس کی زندگی کا اکثر حصہ بنی عباس کے خوف کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی گذرا ہے، جیسا کہ اسماعیلی محقق ڈاکٹر عارف تامر نے اپنی کتاب تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص۱۱۸ میں کتاب فصول واخبار کے مولف سے نقل کیا ہے: جب امام محمد بن اسماعیل پر بنی عباس کی حکومت کا دباؤ زیادہ بڑھا تو انہوں نے مدینہ سے کوفہ کی جانب اپنے چھوٹے بھائی علی کے ہمراہ مخفیانہ ہجرت کی پھر وہاں پر بھی کچھ مدت لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہے اور جب بنی عباس ان کے محل اقامت سے باخبر ہوگئے تو آپ شہر ری کی طرف گامزن ہوگئے، اور وہاں پر بھی مخفیانہ اپنے ایک مبلغ بنام اسحاق بن موسی کے گھر مہمان رہے۔ ایک مدت کے بعد اسحاق نے ان سے کہا کہ بنی عباس نے آپ کو تلاش کرنے میں ہر جگہ اپنی نگاہیں گاڑ دی ہیں مجھے آپ کے متعلق ڈر لگتا ہے آپ اگر مناسب سمجھیں تو پہاڑوں میں کوچ کر جائیں اور وہاں پر قلعہ نہاوند میں پناہ گزین ہوجائیں وہاں آپ کا چاہنے والا منصور بن حوشب کا قلعہ ہے محمد نے اس کی راہنمائی کے مطابق عمل کیا۔ پھر اسحاق نے ان کے سفر کا سامان مہیا کیا اور پھر انہوں نے نہاوند سے ہارون کے خوف سے نیشاپور کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے دیہاتوں میں چھپتے چھپاتے جب مامون کی حکومت آئی اور اس نے اور بھی سختی کردی تو آپ شام کے شہر تدمر کی جانب چلے گئے۔

۳ - اسحاق بن موسی بن عبداللہ انصاری، یہ بنی عباس کی حکومت کا شہر ری میں گورنر رہا ہے۔ اصالتا کوفی ہے، فقیہ، قاری، فصیح تھا شہر ری میں پہلے قاضی تھا پھر اہواز میں قاضی رہا۔ دیکھیں: الاعلام، ج۱، ص۲۹۵۔ طبقات الفقہاء، ج۳، ص۵۹۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نے اپنے کچھ ماننے والوں کو شمالی افریقہ بھیج دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد بن اسماعیل ہارون الرشید کی پلیس سے ڈر کر اپنے گھر کے تہخانہ میں چھپا رہتا تھا[۱]۔

اسماعیلیوں نے محمد کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے عبداللہ[۲] کہ جو احمد وفی کے لقب سے مشہور تھا، کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ احمد وفی مامون کا معاصر تھا۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ اس کی مخفی ہونے میں تعجب کی باتیں یہ تھیں کہ اس نے اپنے گھر میں ایک تہخانہ بنا رکھا تھا کہ جس میں ایک سرنگ بنوائی تھی کہ جو بہت طولانی ایک طرف اس کے گھر میں کھلتی اور دوسری طرف شہر سلمیہ[۳] کے جنگل میں نکلتی تھی۔

اس تحریک کا مال و دولت اس قدر زیادہ تھا کہ درہم و دینار اونٹوں پر لادھا جاتا تھا اور رات میں اس تہخانہ کے دروازے کھولتے اس مال کو اس میں بھرتے اور اس طرح بند کر دیتے کہ دن میں کوئی متوجہ بھی نہیں ہو سکتا تھا[۴]۔

شہر سلمیہ جغرافیائی لحاظ سے عراق، بحرین و یمن کے درمیان میں واقع تھا۔ لہٰذا اس کو مرکزیت حاصل تھی۔

مامون کے زمانے میں جیسا کہ مشہور ہے کہ فلسفہ و ترجمہ انجام پایا کہ جو یونانی و ایرانی اور ہندوستانی افکار کے لحاظ سے دوسرے زمانوں سے ممتاز ہے۔ موضوع فلسفہ مسلمانوں کے درمیان بہت زیادہ وسعت پیدا کر گیا تھا اسی وجہ سے احمد بن محمد بن اسماعیل نے کچھ کتابیں تالیف کیں[۵] کہ جو رسائل اخوان الصفا و خلان الوفا کے نام سے مشہور ہوئیں ان رسائل کے مؤلف نے مسلمانوں کے افکار کو تکامل

---

۱ - دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص۱۱۷-۱۱۹۔ تاریخ دعوۃ الاسماعیلیہ، ص۱۳۰-۱۹۳۔

۲ - عبداللہ بن محمد بن اسماعیل، فرقہ اسماعیلیوں کا سلسلہ امامت کا آٹھواں امام ہے اور نسل اسماعیل سے دوسرا امام ہے، یہ ۱۵۹ھ میں شہر محمد آباد پیدا ہوا اور اس کے باپ کی وفات کے بعد ۱۹۳ ہجری میں اس کے ہاتھ پر امامت کی حیثیت سے بیعت ہوئی اس کا قیام شہر سلمیہ میں رہا پھر اس نے ۱۹۴ھ میں اسماعیلیہ فرقہ کو مرتب کیا اور ۲۱۲ھ میں وفات پائی، شہر مصیاف میں دفن کیا گیا اور وہاں پر اس کا روضہ ہے، دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص۱۳۰-۱۳۲۔

۳ - شہر سلمیہ، شام میں صوبہ حماۃ کا شہر ہے اس کو مسلمانوں نے ۶۳۶ء میں فتح کیا تھا، یہ فرقہ اسماعیلیہ کا مرکز تھا، دیکھیں: الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ، ج۴، ص۱۸۷۷۔

۴ - تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص۱۴۹ بنقل از سیرۃ جعفر الحاجب (خطی نسخہ)، ص۱۷۔

۵ - دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص۱۳۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بخشنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ بہت سی تاریخی دلائل کے مطابق یا تو احمد نے خود یہ کتابیں تحریر کی ہیں یا پھر اپنے ماننے والوں میں سے کچھ مخصوص لوگوں کو جمع کرکے تحریر کرائی ہیں اور آخر میں خود نے ان تحریر کا مطالعہ کرکے اپنی تائید و مہر لگادی ہے[1]۔ اور اپنے تمام ماننے والوں اور تحریک اسماعیلیہ کے ممبران کو ان کتابوں سے نسخہ برداری کرنے کا حکم دیا اور اس طرح ان کتابوں کو منتشر کردیا ہماری نظر میں یہی احتمال زیادہ قوی ہے۔ عصر حاضر میں وہ رسائل چار ضخیم جلدوں میں موجود ہیں[2]۔

رسائل اخوان الصفا۔۔۔ تحریک کی فکری روش

رسائل اخوان الصفا مذہبی تحریک کے بہت زیادہ افکار پر مشتمل ہیں کہ جو علم کلام و سیاست واخلاق اور دوسرے مختلف زمینوں پر مبنی ہیں۔

یہ رسائل دروس کی صورت میں ہیں کہ جن کا ہر رسالہ ۳۰۔۴۰ صفحات پر مشتمل تھا، اور خصوصی جلسات میں کہ جہاں بھی اسلامی سرزمین میں اسماعیلی تحریک کے لوگ جمع ہوتے ان کے درمیان درس کے طور پر پڑھا جاتا تھا۔

مصر و شمال افریقہ کے خلفاء فاطمی احمد کی اولاد میں سے تھے۔ اسماعیلیہ تحریک بہت زیادہ منظّم اور مخفیانہ روش کی حامل تھی، اسماعیلیوں کے درمیان امام سب سے بڑھکر قدرت کا حامل ہوتا ہے اور تمام قانون گذاری اسی کا حق ہے اور "حجت" یا "باب"، نائب امام ہوتا ہے کہ جو معمولا امام کا فرزند ہوتا ہے ، "داعی الدعاۃ" حجت کے مقابل سب سے پہلا جوابدہ اور اسماعیلیوں کا رئیس کہلاتا ہے کہ جو مختلف سرزمینوں

---

۱ - دیکھیں: تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص۱۴۹۔ تحریر ہے کہ فرقہ اسماعیلیہ کے بزرگ علماء نے اپنے امام کے حکم سے ۵۲ فلسفی رسالے تحریر کیے اور امام احمد وفی کے خدمت میں پیش کیے ان کا نام (رسائل اخوان الصفا وخلان الوفاء)

۲ - ان چار جلدوں میں سے پہلی جلد میں ۱۴ رسالے ہیں کہ جو علوم ریاضیات، ہندسہ، منطق وغیرہ میں ہیں۔ دوسری جلد میں ارسطو کی طریقے پر علوم طبیعیات ہیں۔ تیسری جلد میں ۱۰ رسالے ہیں جن میں ماوراء الطبیعیات ہے۔ چوتھی جلد میں الہیات ودین وشریعت سے متعلق علم ہے ان تمام جلدوں میں مجموعا ۵۱ رسالے ہیں۔ کہ جو اصلی جامع رسالے میں وارد ہونے کے لیے مدخل کی حیثیت رکھتے ہیں، کہ جن کی انتہا اخوان الصفاء پر ہوتی ہے۔ دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص ۱۴۲۔ رسائل اخوان الصفا واخوان الوفا، طبع دار بیروت، سال طبع ۱۴۰۳ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں رہتا اور دعوت کا عمل انجام دیتا ہے۔ "داعی مطلق" یا "نقیب" وہ داعی ہے کہ جو اس مقام تک پہنچ جائے کہ جو اس مذہب کے مبلغ اور داعی کے طور پر مختلف شہروں میں سفر کر سکے۔ "داعی ماذون" داعی مطلق کا پیروکار ہے اور اس کا معاون شمار ہوتا ہے، "داعی محصور" کسی خاص مقام پر دعوت کی ذمہ داری رکھتا ہے اور وہ اس علاقے سے کہیں جانے کا حق نہیں رکھتا جب تک کہ داعی الدعاۃ اس کو اس علاقے سے سفر کرنے کی اجازت نہ دے۔ وہ اسی علاقے میں محدود رہتا ہے۔ "جناح ایمن" اور "جناح ایسر" داعی مطلق کے خدمتگذار ہیں کہ جو مختلف مقامات پر اس کے سفر وحضر میں محافظ اور نگہبان رہتے ہیں۔ اور اطلاعات واخبار کے اعتبار سے داعی مطلق کی مدد کرتے ہیں۔ "مکاسر" حقیقت میں اسی "مکالب" کو کہا جاتا تھا کہ جو دعوت کے متعلق بہت زیادہ مطالعہ کے سبب بہت بلند مقام پر فائز ہو گیا ہو "مکالب" کا وظیفہ اخبار کو حاصل کرنا اور لوگوں کو اس تحریک کی طرف جذب کرنا ہے۔ اور مستجیب وہ شخص ہے کہ جو تازہ اسماعیلی تحریک میں وارد ہوا ہو[1]۔

اس گفتگو سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسماعیلیہ تحریک کے بارہ رتبہ ہیں اور وہ یہ ہیں۔ امام، حجت یا باب، داعی الدعاۃ، داعی بلاغ، داعی مطلق یا نقیب، داعی ماذون، داعی محصور، جناح ایمن یا ید یمنی، جناح ایسر یا ید یسری، مکاسر، مطالب، مستجیب۔

اس تحریک کے منظّم ہونے کی روشوں میں سے ایک یہ تھی کہ وہ اپنے امام کے نام کو مخفی رکھتے تھے جو شخص بھی اس تحریک میں وارد ہوتا وہ اپنے امام کو نہیں پہچانتا تھا حتی کہ اس کو داعیوں کے نام بھی نہیں بتاتے تھے بلکہ مختلف مراحل کے گذرنے کے بعد اور ایک مخصوص حد پر پہنچنے کے بعد صرف کسی ایک داعی کا اس کو تعارف کراتے تھے، اسی وجہ سے حکومت کے حساس مقامات تک بھی نفوذ حاصل کر لیتے تھے کبھی کبھی دیکھتے ہیں کہ بعض خلفاء کا پردہ دار تک اسماعیلی مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور اس طرح ہر اسماعیلی کے لیے تحریک کے حالات و مراتب آہستہ آہستہ کھلتے جاتے تھے، جس وقت تحریک کا کوئی فرد کسی معین حد تک پہنچ جاتا تو داعی اور پھر اس کے بلند مقامات یہاں تک کہ امام کا تعارف کرا دیتے تھے[2]۔

---

۱ - تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص ۱۲۴۔ تھوڑے اختصار کے ساتھ۔ نیز تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص ۳۳-۳۴۔

۲ - دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص ۱۲۷-۱۲۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسماعیلیہ تحریک میں غیبت کی روش

اس تحریک کا داخلی انتظام یہ تھا کہ امام کو کبھی بھی پہچنوایا نہیں جاتا تھا[1] محمد بن اسماعیل اور اس کے احمد وفی کے مخفی ہونے کے بعد سے آج تک کوئی بھی امام اس فرقہ کا منظر عام پر نہیں آیا ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی سرزمین پر حکومت کریں جب کہ ہم اپنے آئمہ طاہرین علیہم السلام کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان علنا درس دیتے تھے اور ان کی ہدایت فرماتے تھے، لوگ بھی جانتے تھے کہ یہ شخص ان کا امام ہے اور اپنی آنکھوں سے زیارت کرتے تھے لیکن اسماعیلیہ ہمارے آئمہ طاہرین علیہم السلام کے خلاف اپنے آپ کو اس طرح مخفی رکھتے تھے کہ کسی شخص کو بھی ان کی اصلیت اور کردار و مکان کی خبر تک نہیں ہوتی تھی۔

اسی وجہ سے یہ کوئی عجیب نہیں ہے کہ ان کا ایک امام شام میں[2] تو دوسر مصر میں[3] تو تیسرا قسطنطنیہ میں انتقال کرے جب کہ اس زمانے میں قسطنطنیہ روم کا ایک شہر تھا۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیلیوں کا امام تاجر کے لباس میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں آتا جاتا رہتا تھا[4]، اس تحریک کے بعض اماموں نے اطلاعات و اخبار کے لیے بھی دوسرے ممالک کے سفر کیے ہیں، اس طرح کا امام کاملا آزادی کے ساتھ اپنے دشمنوں اور رقیبوں کی آنکھوں سے مخفی اپنی تحریک کے سلسلے میں سرگرم عمل رہ سکتا ہے[5]۔ اور کبھی اپنے اسی سفر کے دوران دنیا سے گذر جاتا اور اس کے بعد تمام ذمہ داری اس کے جانشین کے سپرد کر دی جاتی تھیں۔ مثال کے طور پر احمد بن محمد نے اپنی تحریک کی خود رہبری کی ہے اور کسی کو بھی کسی بھی اصلی

---

۱ - دیکھیں: بحوث فی الملل والنحل، ج۸، ص۱۵۔

۲ - جیسے امام عبداللہ (احمد وفی) بن محمد بن اسماعیل، اس کا شام کے شہر سلمیہ میں ۲۱۲ھ میں انتقال ہوا۔ دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص۱۳۲۔ شہر سلمیہ؛ حماۃ و رفنیہ کے درمیان واقع ہے۔ معجم البلدان، ح۳، ص۲۶۹۔

۳ - مصر کے شہر بلبیس میں وفات پانے والا اسماعیلی امام، العزیز باللہ نزار ہے، اس کے جنازے کو قاہرہ لے گئے اور اس کے باپ المعز کے قریب دفن کیا گیا، یہ واقعہ ۳۸۶ ہجری کا ہے۔ دیکھیں: تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص۲۲۰۔

۴ - دیکھیں: جیسا کہ قرمزی نے کتاب اتعاظ الحنفاء باخبار الآئمۃ الفاطمیین الخلفاء، ج۱، ص۶۰ میں عبیداللہ مہدی کے مراکش میں خروج کے متعلق تحریر کیا ہے کہ جب وہ مصر پہنچا تو وہاں تجارتی لباس میں مخفی ہو گیا۔

۵ - مقریزی کے بقول عبیداللہ مہدی مکہ آیا اور وہاں پر ابن حوشب کو کچھ مال دیا جب مکہ پہنچا تو حاجیوں نے اس بارے میں معلوم کیا تو اس کا تعارف کرایا گیا تب کافی تعداد میں لوگ اس کے اطراف میں جمع ہو گئے لیکن پھر بھی اس نے اپنا مقصد نہیں بتایا۔۔۔ دیکھیں: اتعاظ الحنفاء باخبار الآئمۃ الفاطمیین الخلفاء، ج۱، ص۵۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

منصب سپرد نہیں کرتا تھا، جب کبھی بھی اس کو کسی مقام پر حاضر ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی خود شخصا وہیں چلا جاتا اور اپنے داعیوں سے رابطہ برقرار کرتا تھا اور ان کی راہنمائی و ہدایت کرتا۔ اس تحریک کے امام اپنے داعیوں اور خدمتگذاروں کے مخصوص نام رکھتے تھے[1] کہ جو ان کے اصلی ناموں سے جدا ہوتے تھے اور کبھی کبھی وہ اپنے داعیوں کے نام کو اپنے لیے انتخاب کر لیتے تھے کہ جو اس تحریک کے ظریف نکتوں میں سے شمار ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر عبداللہ، اسماعیل تحریک کا ایک بہت بڑے داعی کا نام تھا جب کہ اسی نام سے اسماعیلی تحریک کے امام کو پکارا جانے لگا[2]۔ وہ لوگ اپنی تحریک کی مصلحتوں اور منافع کی خاطر ان ناموں سے کھیل کیا کرتے تھے۔ اسماعیلیہ تحریک کے انتظام کے سلسلے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ تحریک ایک ہرم کی طرح تھی کہ جس کا مرکز امام ہوتا تھا اور بڑے بڑے چار داعی امام کے اختیار میں ہوتے تھے اور چار داعیوں کو حاملان عرش کہا جاتا تھا اس نام سے ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ افراد علم امام کے حامل ہیں۔ کہ جو آیات روایات کی سیاسی تفسیر کرتے ہیں۔ حاملان عرش بھی اپنے طور پر چار چار داعیوں سے رابطے میں رہتے تھے اور ان داعیوں کے کچھ معتمد افراد تھے اور وہ معتمد افراد کے کچھ لوگ مددگار کے طور پر ہوتے تھے اور ان مددگار کے کچھ لوگ خدمتگذار ہوتے تھے کہ جن کو اخوان الوفا کہا جاتا تھا اور اخ یعنی بھائی اس کو کہا جاتا تھا کہ جو ان کی تحریک میں ملحق ہو جاتا تھا یہ تحریک باقی لوگوں کو جمہور و آزادی کے طور پر دیکھتی اور ان کی ہدایت وارشاد کرتی تھی۔

تحریک اسماعیلیہ کے ممبران میں ایثار و فداکاری کا جذبہ کربلا کے شہیدوں سے الہام لیتے ہوئے بہت زیادہ تھا، تاریخ میں بہت زیادہ واقعات منقول ہیں کہ اس تحریک کے بہت زیادہ بڑے بڑے داعی

---

۱ - اسماعیلیوں کا دوسرا امام عبداللہ بن محمد بن اسماعیل کا ایک داعی بنام احمد بن عبداللہ بن میمون قداح لوگوں میں خود امام احمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل کے نام سے مشہور تھا۔ تاریخ اسماعیلیہ، ج۱، ص۱۳۲۔ اور اسی طرح عبیداللہ مہدی؛ کا اصلی نام محمد رضی الدین عبداللہ تھا اور ابو عبداللہ شیعی کے نام سے مشہور ہوا۔ دیکھیں: تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص۱۵۸۔ اسی طرح حسین بن احمد بن عبداللہ ہے کہ جو لوگوں کے درمیان اہوازی کے نام سے مشہور ہوا اور اسی وجہ سے اس کا بنی عباس کی حکومت سے اچھے رابطے تھے۔ چونکہ وہ لوگ اس کی حقیقت واصلیت سے واقف نہیں تھے۔ دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص۱۳۱۔

۲ - دیکھیں: تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص۱۵۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

قتل ہوئے ہیں اور طرح طرح کی سزائیں کاٹی ہیں لیکن کوئی بھی اسماعیلیہ تحریک کا فرد کسی حاکم کے سامنے جھکا اور تسلیم نہیں ہوا ہے اور نہ ہی اپنی تحریک کے راز کو فاش کیا ہے[1]۔

تحریک اسماعیلیہ کا آئمہ طاہرین علیہم السلام سے رابطہ

اب تحریک اسماعیلیہ کے مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد کچھ وقت کے لیے ٹھہرتے ہیں اور ایک سوال پیش کرتے ہیں کہ:

کیا اس تحریک کا تحریک مذہب امامیہ کے رہبر سے بھی کوئی تعلق تھا یا نہیں؟

ہم نے ابتداء میں اس سوال کا مختصر طور پر جواب پیش کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میمون قداح کہ جو اسماعیلیہ تحریک کا اصلی عامل تھا وہ حضرت امام محمد علیہ السلام کا غلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا صحابی تھا، اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پوتے محمد بن اسماعیل کی پرورش کی ذمہ داری اس کے سپرد کی تھی۔

یہ حقیقت مذکورہ ذیل دو امر کے تحت دلالت کرتی ہے کہ:

اول: یہ کہ میمون قداح مذہب وحی و رسالت جعفری سے منحرف ہو کر اسماعیلیہ مذہب کی طرف منتقل ہو گیا ہے، کہ یہ احتمال بعید ہے اس لیے کہ بہت سے مذہبی فقہاء نے اس سے بہت سی روایات و احادیث نقل کی ہیں اور اس کو موثق تسلیم کیا ہے۔

دوم: یہ کہ میمون قداح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی جانب سے مامور تھا کہ وہ حکومت کے خلاف اقدام کرنے کے لیے امت اسلامی میں ایک عملیاتی روش ایجاد کرے اور اس کو عمل میں لائے۔

میمون قداح کی شخصیت تحریک اسماعیلیہ میں حساس مقام رکھنے کے سبب اور اس تحریک کی روز بروز ترقی اور اس کی شخصیت کے ایک پر اسرار و ڈرامائی ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ سوالات پیدا ہوتے

---

[1] ۔ دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۱، ص ۱۲۳۔ تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص ۲۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہیں خصوصا اس تحریک کے مخالفین کا میمون قداح سے بہت شدید دشمنی رکھنے کی خاطر کہ جو سبب بنا کہ اس پر کچھ تہمتیں لگائیں کہ جو تمام حکومت وقت اور انقلابی تحریکوں کے بانیوں کی جانب سے تھیں۔

ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ میمون قداح اہل بیت علیہم السلام کا چاہنے والا تھا کہ جس کا وجود انقلابی جذبات سے بھرا ہوا تھا، اور اس کے لیے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی قربت کافی تھی کہ وہ مذہبی تحریک کے اصول و قوانین سے اچھی طرح واقف ہو جائے۔

جس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے میمون قداح کے ذمہ اپنے پوتے محمد بن اسماعیل کی پرورش سپرد کی، وہ پوتا کہ جو اس خاندان کا چشم و چراغ اور میوہ دل تھا خصوصا اس کے والد اسماعیل کے جوانی میں انتقال ہونے سے اس خاندان میں مصیبت وارد ہوئی کہ جس کے سبب یہ اور بھی زیادہ محبوب ہو گیا تھا۔ میمون نے اس تحریک کی بنیاد رکھی تا کہ طاغوتی نظام کی مخالفت کر سکے اور یہ بعید ہے کہ میمون نے اس تحریک میں کسی منفی فکر کو ایجاد کیا ہو جیسا کہ جناب زید شہید نے اپنی زیدیہ تحریک میں کسی منفی فکر کی بنیاد نہیں رکھی تھی۔ ہم اس سے پہلے کہ میمون قداح کی کچھ اور داستانیں بیان کریں مناسب ہے کہ میمون قداح کے متعلق کتب رجال و تاریخ پر ایک نظر ڈال لی جائے یہ نظر اور تحقیق تین طرح کے معتبر منابع کے تحت پیش کی جا رہی ہے۔

اول: کتاب جامع رواۃ[1] تالیف علامہ اردبیلی کہ جو ہمارے فقہاء کے نزدیک قابل اعتماد ہے۔

علامہ اردبیلی کی کتاب جامع رواۃ کی دوسری جلد کے صفحہ نمبر ۲۸۶ پر میمون قداح کے بارے میں اس طرح درج ہے:

میمون قداح (ین) بنی مخزوم قبیلہ سے ایک غلام ہے (قر) وہ مکہ کا رہنے والا اور بنی ہاشم کے غلاموں میں سے ہے، اس نے حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر علیہما السلام سے احادیث نقل کی

---

۱ - جامع رواۃ—وازاحۃ الاشتباھات عن الطرق والاسناد، تالیف علامہ محمد بن علی اردبیلی غروی حائری (متوفی ۱۰۱۱ھ) یہ عالم محقق فاضل رجالی خبیر اور اسانید و رجال میں تجربہ کار تھے، علامہ مجلسی کے شاگرد تھے۔ اور اس کتاب جامع الرواۃ کی عظمت و علمی مقام کو جاننے کے لیے دیکھیں: اس کتاب کی جلد اول پر مقدمہ کہ جو مرجع عظیم الشان سید حسین بروجردی کے تحریر کیا ہے و نیز فہرس التراث، ج ۲، ص ۱۱۔ وکلیات علم الرجال، ص ۱۲۸-۱۲۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہیں۔(ق)(مح) ہم نمونہ کے طور پر اس سلسلہ سند کو ذکر کر رہے ہیں کہ جن کے درمیان میمون قداح کا وجود ہے۔

(کتاب جامع رواۃ میں رموز ذکر ہوئے ہیں کہ سب سے پہلے ان کی توضیح ضروری ہے تاکہ مطالب آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔(قر) یعنی اصحاب امام محمد باقر علیہ السلام ۔(ین) یعنی اصحاب امام علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام۔(ق) یعنی اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام۔ (یب) یعنی کتاب تہذیب۔(صہ) یعنی خلاصہ علامہ حلی۔ (فی) یعنی اصول کافی۔(جش) یعنی فہرست نجاشی۔(کش) یعنی فہرست کشی۔(مح) یعنی مرزا محمد استر آبادی۔(بص) یعنی کتاب استبصار ۔(سین) یعنی اصحاب امام حسین علیہ السلام۔نیز اس کتاب کے رموز اور اختصاری علامات سے اور بھی زیادہ آشنائی کے لیے علامہ اردبیلی کی کتاب جامع رواۃ کے مقدمہ کی طرف مراجعہ کیا جائے)

پہلی روایت: علی بن حکم سے ،معاویہ بن وہب میمون قداح سے ،ابو جعفر علیہ السلام سے (فی) میں باب (جو شخص لوگوں کی ناموس سے اپنی آنکھیں بند رکھے تو اس کی ناموس بھی محفوظ رہے گی۔(کتاب نکاح کے آخر میں)

دوسری روایت: ابن قداح سے ،اس نے اپنے باپ سے ،حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے باب (رات تنہائی میں بسر کرنا مکروہ ہے) (کتاب مروت میں)

تیسری روایت: میمون کے بیٹے سے،اس نے اپنے باپ سے،حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے،مذکورہ بالا باب اور مدت لینے کے باب میں (کتاب حیوانات اہلی کے بعد)۔

چوتھی میمون کے بیٹے سے،اس نے اپنے باپ سے،حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے، تقسیم غنائم کے باب میں۔

پانچویں روایت: عبداللہ بن میمون ، اس نے اپنے باپ سے ،حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے،(یب) میں (رکعتوں کے درمیان دعاؤں) کے باب میں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چھٹی روایت: وشاء نے ابان سے، میمون قداح سے، حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے، (فی) میں، باب (نوادر) میں، کتاب (فضل قرآن) میں[1]۔

روایت وشاء کے صحیح نسخہ میں، ابان بن عثمان سے، اور دوسرے نسخہ میں سہوا ودھوکے سے ابان بن میمون قداح ذکر ہوگیا ہے اس لیے کہ ابان بن میمون قداح نام کا رجالی کتابوں میں کوئی شخص موجود نہیں ہے اور میمون قداح کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے۔

علامہ اردبیلی نے اپنی کتاب جامع رواۃ کی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۵۱۳ پر نقل کیا ہے:

عبداللہ بن میمون الاسود الاقداح المکی، تیر بنایا کرتا تھا، وہ بنی مخزوم قبیلہ سے ایک غلام تھا۔ (ق۔جش۔صہ) اس کے باپ نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر اور ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس نے خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایات نقل کی ہیں۔ وہ ثقہ (صہ۔جش) شمار کیا جاتا ہے۔ حمدویہ نے ایوب بن نوح سے، صفوان بن یحیی سے، ابو خالد صالح القماط سے، عبداللہ بن میمون قداح سے، ابو جعفر نے مجھ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت امام محمد باقر کا ارشاد ہے: اے میمون کے بیٹے تم لوگ مکہ میں کتنے افراد ہو؟ میں نے عرض کی: چار افراد۔ آپ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ تم لوگ زمین کی تاریکیوں میں الہی نور ہو[2]۔ (کش) اس روایت کو (صہ) سے (کش) نے نقل کیا ہے۔ یہ روایت عبداللہ بن میمون کی عدالت پر دلالت نہیں کرتی اس لیے کہ اس کی گواہی اپنے ہی حق میں اور نجاشی کی بات پر (صہ) توجہ رکھنی چاہیے کہ جبرئیل بن احمد نے کہا کہ میں نے محمد بن عیسی سے سنا ہے کہ وہ کہتا ہے: اس روایت کی سند ضعیف ہے (صہ) کہ (جش) نے (صہ) سے، ابن محمد بن عبداللہ سے روایت نقل کی ہے (جش۔سین) (ح)۔

دوم: مقریزی، مشہور و معروف مورخ میمون قداح کے بارے میں اس طرح کہتا ہے:

۱۔ جامع الرواۃ، ج ۲، ص ۲۸۶۔

۲ ۔ جامع الرواۃ، ج ا، ص ۵۱۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مجھے ایک ایسی کتاب موصول ہوئی کہ جس کے بیس سے زیادہ جزء ہیں اور وہ خلفاء فاطمی کو خدشہ دار کرنے کے سلسلے میں تحریر کی گئی تھی۔اس کتاب شریف کا مؤلف اخی محسن[1] کے نام سے مشہور تھا۔وہ اس کتاب میں رقمطراز ہے: "یہ لوگ دیصان ثنوی کی اولاد سے ہیں کہ جس کی طرف فرقہ ثنویہ کی نسبت دی جاتی ہے، دیصان کے ایک بیٹا تھا کہ جس کا نام میمون قداح تھا، اس نے ایک غلو سے مملوء مذہب کی بنیاد رکھی اس کے ایک بیٹا ہوا کہ جس کا نام عبداللہ ہے، عبداللہ ایک عارف و تمام شرائع و سنن و مذاہب کا عالم تھا، عبداللہ کے یہاں بھی بیٹا ہوا کہ جس کا نام احمد تھا۔احمد نے اپنی دعوت کا آغاز کیا اور اس نے دعوی کیا کہ وہ محمد بن اسماعیل کی اولاد سے ہے۔یہ مولف تاکید کرتا ہے کہ عبداللہ مہدی یا محمد مہدی بھی وہی سعید بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن میمون قداح بن دیصان ثنوی اہوازی ہے کہ جو پہلے مجوسی و پارسی تھا"۔

مقریزی نے اس بات کی تردید کی ہے اور کہتا ہے:

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد میں آئمہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہ آئمہ مذہبی افراد کے درمیان بہت زیادہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔تو پھر کیوں ان آئمہ کے ماننے والوں نے اپنے آئمہ کی طرف پیٹھ کرکے ایک پارسی یا ایک یہودی کے بیٹے کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس کی دعوت کو قبول کرلیا؟ کوئی احمق و نادان نہیں ہے کہ جو اس بات کو قبول کرے۔یہ تہمتیں اس وقت مشہور ہوئیں کہ جب بنی عباس کی حکومت میں شگاف و رخنہ پڑ گیا تھا اور اس کا مرکز ضعیف ہوچکا تھا اور اس کے خلفاء اپنی ۲۷۰ سالہ حکومت کے بعد فروپاشی اور نابودی کی راہ پر گامزن تھے[2]۔

ان خلفاء نے جب دیکھا کہ سرزمین عرب و مصر و شام، دیار بکر و مکہ و مدینہ اور یمن میں وہاں کے حاکموں نے اپنے استقلال کا اعلان کردیا اور نماز جمعہ کے خطبوں میں سب نے اپنے اپنے نام ذکر کیے ہیں اور

---

۱ - محمد بن علی بن حسن بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام، اس کی کنیت ابوالحسین تھی اس نے کتاب کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے وہ چوتھی صدی کے اواسط میں زندگی بسر کرتا تھا اور معزلدین اللہ کا معاصر تھا۔

۲ - اتعاظ الحنفاء باخبار الآئمۃ الفاطمیین الخلفاء، ج۱، ص ۲۲-۲۶۔المواعظ والاعتبار، ج۲، ص۲۶-۲۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

وہ لوگ فاطمیون کے مقابلے عاجز آ گئے ہیں تو انہوں نے ارادہ کیا کہ فاطمیون کے نسب کو مخدوش کر دیں تاکہ اس طریقے سے ان کے کارناموں کو سیاہ اور لوگوں کو ان سے دور رکھیں[۱]۔

جن قاضیوں نے ان کے نسب کے مخدوش ہونے پر گواہی دی تھی وہ جیسا کہ سننے میں آیا ہے کہ بنی فاطمہ کے سخت ترین دشمن اور بنی عباس کے انتہائی اور خالص ترین پیروکار تھے۔اس طرح کے لوگوں سے کسی بھی طرح کی بیباکی یا بے دھڑک اور سچائی دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔بلکہ وہ لوگ بنی عباس کی حکومت کے ابتداء ہی سے آل علی بن ابی طالب سے دشمنی و کینہ اور انتقام جوئی میں مشہور تھے،اور ہمیشہ ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے اور آل علی بن ابی طالب علیہ السلام کا تعقب کرتے اور جہاں کہیں بھی ان کو پاتے ان کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔اسی وجہ سے فاطمی آئمہ نے ارادہ کیا کہ اپنے آپ کو اس طرح کے لوگوں سے مخفی رکھیں اور آخر کار انہوں نے اپنے ارادے کو پورا کر دکھایا۔

سوم: روسی مستشرق پروفیسر ولاڈیمیر ایوانف[۲] ہے کہ جو اپنی تحققات میں اسماعیلیہ کے متعلق اس طرح نتیجہ گیری کرتا ہے[۳]:

۱۔ میمون قداح اور اس کا بیٹا عبداللہ اصلا فاطمی نہیں تھے اور کسی بھی طرح کی رشتہ داری بنی فاطمہ سے نہیں تھی۔

۲۔ یہ دونوں دیصانیہ اور زندیق بھی نہیں تھے بلکہ اس کے برعکس وہ دونوں فقیہ اور متقی افراد تھے۔ اور ان کی طرف الحاد کی مخفیانہ دعوت کی نسبت جو دی جاتی ہے وہ صرف ایک خیال کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ایوانف کی نظر کے مطابق خلفاء فاطمی اپنے دشمنوں کی وجہ سے اپنے نسب کو مخفی رکھتے تھے اور میمون قداح اور اس کے بیٹے عبداللہ کے متعلق مذکورہ داستانیں افسانہ اور خرافات ہیں۔

۱۔ ایک فاطمی عالم دین نے بغداد ۴۵۰ ہجری میں نماز جمعہ کا خطبہ دیا کہ جس میں فاطمی خلیفہ المستنصر باللہ کا نام لیا۔اور عباسی خلیفہ القائم القائم بامر اللہ وہاں سے فرار ہو گیا اور اسی طرح یہ سلسلہ مصر اور دیگر شہروں میں بھی رائج ہو گیا اور ۴۵۱ ہجری میں شہر بصرہ و واسط وغیرہ میں بھی مستنصر فاطمی کے گورنر ہو گئے۔پھر طغریل اپنا لشکر لے کر بغداد پہنچا اس نے عباسی خلیفہ القائم بامر اللہ کو دوبارہ واپس کیا اور اس فاطمی خطیب کو قتل کیا کہ جس نے بغداد میں مستنصر فاطمی کے نام سے خطبہ دیا تھا۔المواعظ والاعتبار، ج۲، ص۴۳۔

۲ - روسی مستشرق پروفیسر ولاڈیمیر ایوانف (۱۸۸۶ء - ۱۹۷۰ء) اس نے فرقہ اسماعیلیہ کے جدید حالات پر تبصرہ کیا ہے۔

۳ - اس نے کتاب تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص ۱۴۰ سے خلاصۃ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

استاد ایوانف نے ایک حدیث کو کہ جو کتاب الکافی فی علم الدین میں ذکر ہوئی ہے عبداللہ بن میمون اوراس کے باپ میمون قداح سے منقول ہے، اس نے ان روایات کو بھی کہ جن کی عبداللہ اور اس کے باپ میمون قداح سے نسبت دی گئی ہے، ذکر کیا ہے۔۔۔ ان کی تعداد ۱۵۰روایات پر مشتمل ہے کہ جن میں سے ۱۲۰روایات کتاب کافی اور باقی کتاب تہذیب الاحکام سے نقل کی گئی ہیں۔

مذکورہ احادیث سے واضح ہو جاتا ہے میمون قداح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے رابطہ میں تھااور یہ مذکورہ احادیث اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ میمون قداح امام علیہ السلام کے خاندان کا خادم اور امام علیہ السلام کے سفروں میں آپ کی خدمت میں رہتا تھا اور حضرت راستہ چلتے وقت ابن قداح پر تکیہ فرماتے تھے،ایوانف نے اس سلسلے میں چوتھی حدیث کے ذریعہ سے استشہاد کیا ہے اس لیے کہ اس حدیث میں صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ میمون قداح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا غلام تھا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا خادم تھا۔

ایوانف نے اسی طرح کچھ اہل سنت کی راوایات سے بھی استشہاد کیا ہے کہ جن میں عبداللہ بن میمون قداح کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے غلام کے طور پر پہچنوایا گیا ہے۔یہ ایک طرف سے اور دوسری طرف سے یہ کہ ایوانف نے عبداللہ بن میمون کی طرف دی گئی الحاد کی نسبت کی نفی کی ہے اور اس سلسلے میں اس طرح استدلال کرتا ہے کہ اس کا نام اہل سنت کی روایات کی کتابوں میں جیسے ابن نجار (متوفی ۶۴۳ھ)، ذہبی (متوفی ۷۴۸)، ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) اور عبداللہ خزرجی انصاری (۹۲۳ھ) مذکور ہے۔اور کسی بھی اہل سنت کی کتاب میں اس کی جانب سے کفر کی دعوت اور بے دینی یا زندیق ہونے کی نسبت نہیں دی گئی ہے اور اہل سنت کے بڑے بڑے راویوں نے اس کو ضعیف یا سقیم بیان کیا ہے لیکن کس نے بھی اس کی طرف الحاد کی نسبت نہیں دی ہے۔

اس نے اس بات سے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ میمون قداح امام علیہ السلام کا غلام تھا اور مدینہ میں زندگی بسر کرتا تھا اور لوگوں میں کافی عزت و احترام رکھتا تھا۔اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی صادقانہ طور پر خدمت انجام دی ہے۔یہ احتمال ہے کہ میمون تاجر تھا اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی مکہ کی زمینوں کا ذمہ دار رہا ہو۔اور وہ بعد میں ایک شخصیت کی حیثیت سے معروف ہو گیا ہو۔میمون کے کئی فرزند تھے کہ جن میں سے عبداللہ اور ابان ہیں اور شاید ابراہیم بھی

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہو۔اس کا بیٹا ابان ایک عالم و متقی اور حافظ قرآن تھا۔بعید نہیں کہ ابان کا بھائی عبداللہ فن خطاطی میں معلم رہا ہو، وہ امام علیہ السلام کی خدمت کے دوران سنی ہوئی تمام احادیث کو تحریر کرتا رہا ہے۔شاید عبداللہ کی تمام کوششیں ان احادیث کو تحریر کرنے میں ہی رہی ہوں کہ جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنتا رہا ہے جب کہ کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ جو اس بات پر دلالت کرے کہ عبداللہ کا الحادی تحریک میں ہاتھ ہو[1]۔

ہم کو کوئی شک و تردید نہیں ہے کہ عصر حاضر کی اسماعیلیہ تحریک تاریخ میں اپنی اصلی راہ سے منحرف ہو گئی ہے۔

اسی طرح ہمیں کوئی شک نہیں ہے کہ زیدیہ تحریک بھی اپنے اصلی خط سے منحرف ہو گئی ہے۔ جیسا کہ کوئی شک نہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کے بہت سے چاہنے والے ان کے صحیح راستہ سے منحرف ہوگئے ہیں وہ راہ کہ جس کو آئمہ طاہرین علیہم السلام نے انتخاب کیا تھا۔

لیکن اس بات پر توجہ رہے کہ ان تحریکوں میں سے کسی کا بھی اپنی راہ سے منحرف ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی بنیاد بھی انحراف پر رکھی گئی ہو جیسا کہ آج کے مسلمانوں کے انحراف سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ مسلمان ابتداء ہی سے منحرف تھے یا دین رسالت کی بنیاد منحرف تھی۔جیسا کہ یہود و نصاری کے متعلق کوئی دلیل نہیں ہے کہ ان کی بنیاد انحراف پر ہو اس لیے کہ ان کی بنیاد رسالت و وحی پر تھی۔

حقیقت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب سے اسماعیل کے فرزند محمد کی پرورش میمون قداح کے سپرد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تحریک اسماعیلیہ ایسی تحریک تھی کہ جس کے اہداف ابتداء میں سیاسی تھے کہ جو اپنے صحیح و معین راستے پر گامزن تھی۔

تحریک اسماعیلیہ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی عنایات

کبھی کبھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں آئمہ طاہرین علیہم السلام اور خصوصاً حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں کسی ایک سیاسی تحریک یا مختلف تحریکوں کی براہ راست راہنمائی نہیں فرمائی؟

---

۱ - دیکھیں: تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص ۱۴۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہم نے اس سوال کا جواب پہلے بھی بیان کیا ہے اور کہا کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام مختلف جہات سے رہبری فرماتے تھے، جیسے اقتصاد، ثقافت، اجتماع، اخلاق اور علم فقہ وغیرہ کے لحاظ سے مذہبی تحریکوں کی راہنمائی فرماتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے معاشرے کے لحاظ سے بھی یہ صحیح نہیں تھا کہ ہمارے آئمہ کی سطح کا امام کہ جو معاشرے کی تمام برائیوں کی اصلاح کی فکر میں ہو اس کے لیے کسی جزئی مسئلہ میں دخالت کرنا مناسب نہیں ہے اس لیے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام امت اسلامی کے معارف و ہدایت کا مرکز اور نورافشانی کا منبع ہیں یہ بزرگوار ایسی شخصیت تھے کہ جو طول تاریخ میں زہد و تقویٰ اور علم و جہاد کے مظہر رہے ہیں۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام اس زمانے میں کہ جب بہت سے صحابہ کرام کی اولاد علم وفقہ سے محروم تھی اور امت کے درمیان (ذرية بعضها من بعض[۱]) کی حیثیت سے معروف تھے اس معنی میں کہ یہ حضرات بھی اپنے جدبزرگوار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح مذہبی راہ مستقیم پر گامزن تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام مختلف شہروں کی تحریکوں پر نظارت فرماتے تھے تاکہ اگر کوئی تحریک شکست سے روبرو ہو تو دوسری تحریک کے بعد دیگرے انقلاب کے علم کو اٹھائے رکھے تاکہ دین کی اصل واساس باقی رہے اور ان لوگوں کے ہاتھ میں امت کی سرنوشت نہ پہنچ جائے کہ جو ظالم و جابر و تباہ کار یعنی خلفاء زمان تھے۔ اگر آئمہ طاہرین علیہم السلام اس طرح کے اقدامات نہیں کرتے تو دین کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ جب تک امت کی ان مذہبی تحریکوں کے ذریعہ ہدایت ہوتی رہتی، خلفاء اپنی پلید و غلیظ نیتوں کو جاری کرنے کی جرئت نہیں کرسکتے تھے۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانے میں ایک خاص روش اور منطق کو تحمیل کیا جاتا تھا، ایسی روش و منطق کہ جو ممکن ہے ہمارے لیے اس زمانے سے دور ہونے کی وجہ سے کوئی عجیب و غریب اور شگفت انگیزی کا سبب نہ ہو، اس لیے کہ ہم ابھی تک آئمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانے کو درک نہیں کرپائے ہیں کہ اس زمانے کی روش و منطق کو درک کرسکیں کہ جو اس زمانے کی اقتضاء کے تحت تھی۔

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۳۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مثال کے طور پر یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مامون عباسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو مرکز خلافت خراسان میں کیوں طلب کیا؟اور حضرت کو اپنا ولیعہد کے طور پر منتخب کیا اور کہا: آئندہ خلافت علویوں کے ہاتھ میں ہونی چاہیے؟۔

مورخین اس سوال کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ: اس کی دلیل وہی خوف وہراس تھا کہ جو مامون اسماعیلیہ تحریک پھیلنے سے رکھتا تھا[۱] یہ مطلب ہماری اس بات کی تائید کرتا ہے کہ جو ہم پہلے بھی ذکر کرچکے ہیں،اس لیے کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ اسماعیلیہ تحریک، مذہبی تحریک کے لیے ایک سپر کی حیثیت رکھتی تھی اس طرح کہ اسماعیلیہ تحریک کی ننگی تلوار اور ان کی مخفی وداخلی نظم وترتیب، آئمہ طاہرین علیہم السلام خصوصا حضرت امام موسی کاظم اور حضرت امام علی رضا علیہما السلام کے لیے ایک مناسب فرصت فراہم کرتی تھی تاکہ یہ امکان حاصل ہو کہ وہ تمام اسلامی سرزمین پر منتشر ہوجائیں اور ایک قسم کی آزادی کے حامل رہیں۔ خلفاء بنی عباس، تحریک اسماعیلیہ سے خوف کی خاطر آئمہ طاہرین علیہم السلام کو اپنے سے نزدیک رکھتے تھے کہ جس کے نتیجہ میں آئمہ طاہرین علیہم السلام دینی افکار کو منتشر کرپاتے اور امت کی ہدایت کرتے رہے۔

تحریک اسماعیلیہ کے یہاں تاویل و بطن سے مراد

یہاں پر ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

تحریک اسماعیلیہ کو باطنیہ کے نام سے کیوں یاد کیا جاتا تھا؟ باطنیہ کا مطلب کیا ہے؟

کلمہ باطن کے دو معنی بیان ہوئے ہیں:

---

۱ - دیکھیں: الامام الرضا تاریخ و دراسۃ، ص۲۰۰۔ حیاۃ الامام علی بن موسی الرضا، ج۲، ص۳۷۵۔ اسی مطلب کی وہ روایت بھی تائید کرتی ہے کہ جو کلینی نے کتاب کافی، ج۸، ص۱۵۲ پر معمر بن خلاد سے نقل کی ہے: معمر بن خلاد کا بیان ہے مجھ سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم سے مامون نے کہا: اے ابوالحسن اگر آپ اپنے ان چاہنے والوں کو کہ جو ہمارے خلاف قیام کیے ہوئے ہیں ایک خط تحریر کریں۔۔۔۔۔ عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۶۶ میں ہے کہ معمر بن خلاد نے کہا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہم نے مامون نے کہا: اے ابوالحسن آپ اپنے بعض چاہنے والوں کو دیکھیں کہ انہوں نے کچھ شہروں میں ہمارے خلاف قیام کر رکھا ہے آپ ان کی نظارت فرمائیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پہلا معنی کہ جو طاغوتی حکومت کے حامی و طرفدار مورخین کی نظر میں معتبر ہے یہ کہ: اس فرقہ کو اس وجہ سے باطنیہ کہا جاتا ہے کہ وہ تاویل قرآن کے معتقد تھے اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کا الفاظ قرآن پر کوئی عقیدہ نہیں تھا بلکہ اپنے جاہلیت و کفر اور بت پرستانہ افکار کے تحت الہام کے ذریعہ کوشش کرتے کہ ان مفاہیم کو تاویل کے ذریعہ قرآن کریم میں وارد کردیں، اس طرح کہ وہ اپنے افکار کو قرآن کریم کے معانی پر حمل کریں۔ دوسری طرف کلمہ باطن ان اصحاب پر بھی اطلاق ہوتا ہے کہ جو باطنی عقائد و عادات رکھتے ہیں۔

دوسرا معنی وہ ہے کہ جس کو جدید مورخین معتبر جانتے ہیں یہ کہ باطنیہ کی سری و مخفی سے تفسیر کرتے ہیں۔ وہ تحریکوں کو ظاہری اور باطنی دو گروہ میں تقسیم کرتے ہیں لہٰذا باطنی یعنی سری و مخفی تحریک اور ظاہری یعنی علنی تحریک۔

یہ تھی بعض مورخین کی نظر، لیکن ہم دونوں معانی کو ایک ہی زمانے میں باطنیہ کے لیے معتقد ہیں۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تاویل کے کیا معنی ہیں؟

کیا ہر تاویل کا مقصد یہ ہے کہ باطل و غلط افکار کو قرآن کریم میں شامل کردیا جائے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ تاویل کا مقصد ہے کہ قرآن کریم کے معانی کو زمانے کے حوادث کے لحاظ سے حل کرنا اور اس آسمانی کتاب کو عقلاء کی فہم و ادراک کے اعتبار سے سمجھنا، اس روش کو مسلمانوں کے فقہاء نے بھی تاویل کے اس مفہوم کی صحت پر اجماع کیا ہے۔

قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیات ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لیے عقلاء کی درک و فہم سے استفادہ کیا جائے، مثال کے طور پر اس آیت کو پیش کیا جاسکتا ہے (ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی واضل سبیلا[۱]) (جو شخص اس دنیا میں نابینا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا اور گمراہ تر ہوگا) کیا جو شخص دنیا میں نابینا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا ہوگا؟ ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ دنیا میں جس کا دل اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا محشور ہوگا۔ اس کی دوسری مثال، یہ آیت ہے (وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة[۲]) (اس روز کچھ لوگوں کے رخسار خوشی سے روشن ہیں اور اپنے رب کی طرف دیکھ

۱۔ سورہ اسراء، آیت ۷۲۔

۲۔ سورہ قیامت، آیت ۲۲۔۲۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

رہے ہیں) کیا خدوند عالم کو دیکھا جاسکتا ہے ؟ ہر گز نہیں ، بلکہ یہ لوگ پروردگار کی رحمت پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمان تاویل کے معتقد ہیں اس طرح قرآن کریم کی آیات کی ایسی تفسیر کی جائے کہ جو عقلاء کی درک و فہم کے مطابق ہو[۱]۔ لیکن پھر کیوں اسماعیلیہ تحریک اس مطلب سے متہم ہوئی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بطور مثال اس آیت (فاقیمو االصلواۃ و آتو ا الزکاۃ[۲]) کے متعلق یہ کہتے تھے اس آیت کا ظاہر وہی نماز و زکات ہے لیکن اس آیت کا باطن؛ نماز سے باطنی مقصد مسلمانوں کا امام ہے اور زکات سے مراد اس امام کی اطاعت کے ذریعہ مسلمانوں کا تزکیہ نفس کرنا ہے جیسا کہ حج سے مراد یہ ہے کہ مسلمان امام علیہ السلام کے دستورات پر عمل کرتے ہوئے راہ خدا میں ہجرت کریں۔

اسماعیلیہ تمام احکام کی اسی طرح سے تفسیر کرتے تھے اور یہ وہی سرحد ہے کہ جہاں سے اسماعیلیہ کے مخالفین گذرتے ہیں اور اسماعیلیہ پر اعتراضات و تنقید کرتے ہیں[۳]۔ یہ مخالفین گمان کرتے ہیں کہ اسماعیلیہ نماز و روزہ اور حج و زکات پر اعتقاد نہیں رکھتے لیکن حقیقت میں اسماعیلیہ فرقہ کی نظریہ تھی کہ یہ کافی نہیں ہے کہ انسان فقط نماز پڑھے اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت دل میں نہ رکھتا ہو ، اس طرح کہ کوئی شخص بھی کامیاب نہیں ہوسکتا یہ کہ دین کے ایک حصہ پر عمل کرے اور دوسرے حصہ کو چھوڑ دے اور کسی مذہب کی کھال کو اپنائے اور آل (مغز) کو ترک کردے ۔ نماز کے وجوب کا معتقد ہو لیکن اسی زمانے میں کسی رکاوٹ وممانعت کے بغیر ہارون ومامون عباسی یا ان جیسے قمار باز افراد کی پیروی کرے اور لوگوں کے قتل و غارت میں مشغول ہو۔

اسماعیلیہ ان مسائل میں دوسرے مسلمانوں سے اختلاف رکھتے تھے ، اس لیے کہ اسلام کوئی سطحی اور اوپری دین نہیں ہے ، نماز صرف چند رکعتوں کو انجام دینے کا نام نہیں ہے بلکہ نماز واقعی تمام دین کی پیروی کرنے کا نام ہے۔حج وزکات وغیرہ بھی اسی طرح سے ہیں۔

---

۱ - دیکھیں: مؤلف محترم کی تالیف؛ بحوث تمهیدیه، مدخل تفسیر، من هدی القرآن، ج ۱۔ اور بحوث فی القرآن الکریم۔
۲ - سورہ بقرہ، آیت ۴۳۔
۳ - بحوث فی الملل والنحل، ج ۸، ص ۳۳۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ممکن ہے کوئی شخص پچاس مرتبہ حج پر جائے لیکن اگر اسی وقت دین کے کسی اہم مسئلہ کی ذمہ داری پیش آئے اس کو قبول نہ کرے۔پس اس طرح کا حج اس کے لیے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا، صحیح حج وہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو راہ خدامیں احکام الٰہی کے انجام دینے کے لیے آمادہ کرے۔حج صرف خانہ کعبہ کے طواف کا نام نہیں ہے بلکہ انسان کو اس لیے مکہ جانے اور طواف کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ کعبہ سے خداوندعالم کی اطاعت کا الہام حاصل کرسکے۔یعنی اس صورت میں مطمئن ہوجائے کہ حج خداوندعالم سے نزدیک ہونے لیے ہے نہ کہ صرف کچھ پتھروں کے مجموعہ سے نزدیک ہونے کا نام۔اور خداوندعالم سے نزدیکی واجبات الٰہی کو انجام دینے سے حاصل ہوتی ہے کہ جن میں سے راہ خدامیں تبلیغ وجہاد بھی ہے۔ہم کیوں صفااور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں؟ سعی کا مطلب وہی تلاش اور تحریک وحرکت کے ہیں جس طرح جناب ہاجرہ نے راہ خدامیں کوشش کی اور پانی کوتلاش کیاہم کو بھی راہ خدامیں تلاش کرنی چاہیے،ہم کبھی بھی صفاومروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے بلکہ یہ عمل ایک روحانی تعلیم کا نام ہے تاکہ راہ خدامیں واجبات اوراپنے مذہب کے وظائف کوادا کرنے میں کوشش کریں۔

یہ ہے مذہب کا صحیح مفہوم،اوراسماعیلیہ بھی جب اس طرح دین کی تفسیر پیش کریں توحقیقت میں کسی خطا یاغلطی کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں۔ہمیں اسماعیلیوں کے دین کی تفسیر کی صحت پراعتراف ہےاور ہم معتقد ہیں کہ ان کی تحریک عملاایک باطنی تحریک تھی لیکن ہم کو یہ بات قبول نہیں ہے کہ اسماعیلیہ واجبات شرعی اور حدودالٰہی کی نفی کرتے تھے یعنی وہ نماز وروزہ اورحج وزکات کے وجوب اور دوسرے احکام شرعی کے معتقد نہ ہوں اور فقط امام کی اطاعت کرنے کوکافی سمجھتے ہوں،اس لیے کہ اسماعیلیہ چند دلیلوں سے اس طرح کے نہیں تھے۔

اولا: قرامطہ ایک سخت گیر اور تندرو تھے کہ جواسماعیلیہ سے ہی جداہوئے تھے،اس تحریک کے افراد تحریک اسماعیلیہ میں بھی سخت گیر اور تندرو تھے، تقریبا۲۰۰ سال تک بحرین پر حکومت کی ہے وہ لوگ اپنی نماز اور حدود شرعی کا خاص خیال رکھتے تھے اگرچہ مذہبی افراد نماز جمعہ کو صرف اپنے امام کے ساتھ پڑھنے کے معتقد تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ثانیا: قاضی، نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن حیون التمیمی[1] صاحب کتاب دعائم الاسلام یعنی وہ کہ جس کی کتاب کو اسماعیلیہ اپنی فقہ کا بنیادی ماخذ تسلیم کرتے ہیں یہاں تک کہ بعض اسماعیلیہ قاضی کو اپنے مذہب کا قانون گذار مانتے ہیں۔ اسماعیلیوں کا دعوی ہے کہ وہ ان کے فقہاء میں سے تھے[2] لیکن حقیقت یہ ہے کہ قاضی، نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن حیون التمیمی شیعہ اثنا عشری ہے، اس لیے کہ کے اس نے اپنی فقہ کے استنباط میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک کی احادیث سے استفادہ کیا ہے لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اسماعیلیوں کے کسی امام سے کوئی روایت نقل نہیں کرتے، جب کہ اسماعیلیوں کے تیرہویں امام معزلدین اللہ بن منصور بن القائم بامر اللہ بن عبداللہ مہدی بن حسین بن احمد بن عبداللہ (احمد وفی) بن محمد بن اسماعیل بن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے معاصر تھے وہ اس زمانے میں مصر میں زندگی بسر کر رہے تھے لیکن ان سے پہلے سات اور اسماعیلی امام کہ جنہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد امامت کا دعوی کیا تھا، کسی سے کوئی حدیث نقل نہیں کی، اس کے علاوہ یہ بھی کہ قاضی کی فقہ مذہب شیعہ دوازدہ امامی فقہاء کی طرح ہے[3] لیکن امامیہ مذہبی افراد کی روش یہ تھی کہ وہ فاطمی حکومت میں تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے اور اپنا تعارف اسماعیلیوں کے طور پر ہی کراتے تھے۔

---

۱ - تیسری صدی ہجری کے عالم دین ہیں ۳۶۳ ہجری میں وفات پائی اور قاہرہ مصر میں دفن ہوئے وہ فاطمی خلیفہ المعزلدین اللہ کے معاصر تھے۔

۲- دیکھیں: تاریخ الاسماعیلیہ، ج۲، ص۱۹۱۔

۳ - علامہ بحرالعلوم نے کتاب فوائد الرجالیہ میں تحریر کیا ہے: قاضی پہلے مالکی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، پھر شیعہ اثنا عشری ہوگئے، انہوں نے شیعہ مذہب کی بنیاد پر متعدد کتابیں تحریر کی ہیں، جیسے دعائم الاسلام، اور اس میں اور اپنی دوسری کتابوں میں اہل سنت کے نظریات و فتاوی کو رد کیا ہے۔ اور پھر ان کی کتاب دعائم الاسلام کی کافی تعریف کی ہے کہ وہ کتاب بہت اچھی ہے اور جو کچھ بھی اس کتاب میں تحریر ہے سب صحیح ہے۔ لیکن فاطمی خلفاء کے خوف سے حضرت امام جعفر صادق کے علاوہ کسی کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ چونکہ وہ فاطمی حکومت کی جانب سے مصر میں قاضی تھے جب کہ اپنے مذہب کو تقیہ کی وجہ سے چھپائے ہوئے تھے کہ جو کسی بھی دانشمند انسان کے لیے مخفی نہیں ہے۔ رجال بحرالعلوم، ج۴، ص۱۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بہت سے مقامات پر علامہ نوری نے اپنی کتاب مستدرک وسائل الشیعہ میں دعائم الاسلام[1] سے استشہاد کیا ہے اور یہ خود اس بات پر دلیل ہے کہ اسماعیلیہ ، جیساکہ مورخین معتقد ہیں باطنیت پر عقیدہ نہیں رکھتے تھے اس لیے کہ وہ بھی دوسرے اسلامی مذاہب کی طرح تمام مذہبی آداب کے مقید تھے اور صرف ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حدود شرعی تنہا کافی نہیں ہیں بلکہ اخلاقی واجتماعی محتویات بھی ضروری ہیں۔

جب کبھی بھی کوئی خاص شعار جیسے نماز، روزہ، حج یا زکات ایک حقیقت کے طور پر ہدف قرار پائے تو اس حقیقت کو کہ جو ہدف ہے ترک نہ کریں اور صرف اس کے قالب و ڈھانچے کو مد نظر نہ رکھیں ، یہ "مسئلہ حراست از قداست" عبادات سے منافات نہیں رکھتا بلکہ اس کا مقصد تمام احکام کے ظاہر و باطن کو انجام دینا ہے۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے :

اسماعیلیوں نے تاریخ میں کیا کارنامے انجام دیے؟

اسماعیلیوں کے تاریخ میں کارنامے اس طرح کے تھے کہ یہ تحریک اپنی تاسیس و بنیاد کی ابتداء ، حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اور محمد بن اسماعیل (اسماعیلیوں کے امام) کی خلافت کے زمانے سے تاریخ کی ایک طاقتور ترین تحریک کی صورت میں وجود میں آئی ، اسلامی دوسری تحریکیں جیسے زیدیہ اور شیعہ اثنا عشری تحریک وغیرہ کہ جو داخلی نظم وترتیب کی حامل اور طاقور تھیں اور ایک دوسرے سے رابطہ میں بھی تھیں لیکن کسی بھی طرح تحریک اسماعیلیہ سے شباہت نہیں رکھتی تھیں[2]۔

مرجئہ، معتزلہ اور خوارج وغیرہ تمام موجودہ تحریکیں اسلامی سرزمین میں موجود تھیں مذہبی تحریک بھی اس زمانے میں ایک زندہ حکومت اور دوسری تحریکوں کی طرح تھی وہ تمام تحریکیں اس فاسد حکومت کو ساقط کرنے اور خود حکومت کو سنبھالنے کی فکر میں رہتیں، یہ تحریکیں اپنے اپنے اہداف کو حاصل کرنے میں رقابت کرتیں لیکن اسماعیلیہ تحریک داخلی نظم وترتیب کے اعتبار سے اس قدر قوی تھی کہ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ کوئی بھی تحریک اس سے شباہت نہیں رکھتی تھی۔

---

۱ - دیکھیں کہ جو محدث نوری نے کتاب دعائم الاسلام اور اس کے مؤلف کے متعلق تحقیق پیش کی ہے، خاتمۃ المستدرک، ج۱، ص۱۲۸۔ ص۱۲۸۔

۲ - ڈاکٹر محمد کامل حسین نے اپنی کتاب طائفۃ الاسماعیلیہ؛ تاریخھا، نظمھا، عقائدھا میں اسی مطلب پر تاکید کی ہے دیکھیں : اسی کتاب کا صفحہ نمبر ۱۳۰، الفصل السابع : اسرار نظام الاسماعیلیہ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تحریک اسماعیلیہ عجیب طریقے سے مرجئہ، معتزلہ اور خوارج و دیگر تمام اسلامی مذاہب سے استفادہ کرتی کہ یہ استفادہ نفوذ کی صورت میں انجام پاتا، اس طرح کہ اسماعیلی داعی ظاہرا خوارج سے ملحق ہو جاتا اور پھر ایک مدت کے بعد کچھ زیادہ فعالیتوں اور تلاش کے بہانے سے یہ شخص خوارج کے رئیس کی حیثیت اختیار کرلیتا اور اس طرح یہ تحریک ایک اور تحریک کے افراد کو اسماعیلیہ کے طرف راہنمائی کرتی اور بہت سے افراد اسماعیلیہ سے معتزلہ اور مرجئہ کی طرف چلے جاتے تھے اور اس طرح ان کو بھی اسماعیلیہ کی طرف ترغیب دلاتے تھے، لیکن چونکہ اسماعیلیہ داخلی نظم و ترتیب کے لحاظ سے بہت زیادہ طاقتور تھی اور وہ اپنے قوانین سے بھی باہر قدم نہیں رکھتے تھے تو وہ یہ کرسکے اپنی طاقت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرسکیں اور اس طرح اسلامی تحریکوں کے ساتھ رشد کرتے گئے یہی وجہ رہی کہ ان کی تحریک تاریخ کی بزرگترین تحریک میں تبدیل ہو گئی[۱]۔

اسماعیلیہ تحریک سیاسی طاقت کے انتقال کا نقطہ

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امت اسلامی کے لیے اسماعیلیہ تحریک نے کیا نتیجہ پیش کیا؟

جواب:

اول: اس طاقتور تحریک کی تشکیل سبب بنی کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اس امت میں چراغ روشن کیا تھا وہ باقی رہ جائے، اس کی دلیل بھی اس ذوق و شوق اور جذبہ کو قرار دیا جاسکتا ہے کہ جو اسماعیلیہ تحریک نے امت کے درمیان پیدا کیا تھا۔

دوم: بنی عباس کے خلفاء اسماعیلیوں سے خوف و ہراس میں رہتے تھے یہاں تک کہ خلفاء کا مذہبی افراد سے اساسی و بنیادی خوف کو اسماعیلیہ تحریک کے خوف سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ظالم و جابر حکومتیں کسی کی بھی اہمیت کی قائل نہیں تھیں اور وہ لوگوں کے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک کرتے تھے اور اگر ان کا مقابلہ کرنے والا اور ان کو مار لگانے والا نہ ملتا تو پھر وہ شہوتوں کی ہر حد کو پار کر جایا کرتے تھے، یہی سلسلہ تاریخ میں اسی طرح چلتا رہا جیسا کہ آج بھی اسلامی دنیا میں یہی سلسلہ جاری ہے۔اس طرح اسماعیلیہ تحریک اور اس کی طرح دوسری تحریکیں اس طرح کے ستمگر حاکموں کو

۱۔ دیکھیں: تاریخ الدعوت الاسماعیلیہ، الفصل الاول: الدعوۃ الاسماعیلیہ و تنظیماتھا السریہ، اور ڈاکٹر عامر تامر اپنی کتاب دعوۃ الاسماعیلیہ، الاسماعیلیہ، ج۱، ص ۱۲۴ میں تحریر کرتا ہے: اسماعیلی تنظیم اپنے نظم و ترتیب میں مختلف زمانوں اور حالات میں دنیا میں بے نظیر تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

گمراہی سے اور امت کو ان کے ہاتھوں سے نجات دلاتی تھیں۔ یہ کارنامہ سب سے پہلا اور اہم تھا کہ جس کو اسماعیلیہ تحریک انجام دیتی تھی اور شاید آئمہ طاہرین علیہم السلام نے انہیں اہداف کی خاطر اسماعیلیہ تحریک کی بنیاد رکھی تھی، اس لیے کہ اسماعیلیہ تحریک کا کبھی بھی مقصد حکومت کو ہاتھ میں لینا نہیں رہا ہے، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ فوج بنائیں اور اس کے ذریعہ حکومت کی صحیح راہ اور اجتماعی وظائف کی طرف ہدایت کرتے رہیں۔

شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس تحریک کا دوسرا فائدہ یہ تھا کہ اس تحریک نے اپنی مسلسل کوشش کے نتیجہ میں ایک وسیع سرزمین کی حکومت کو اپنے قبضے میں کرلیا اگرچہ یہ تحریک اپنے عقیدے میں صرف چھ امام یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک مانتی ہے لیکن کیا ایسی حکومت پھر بھی ان حکومتوں سے بہتر نہیں ہے کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام کو بالکل ہی تسلیم نہیں کرتیں۔؟ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ فاطمی حکومتیں کہ جو مصر اور شمال افریقہ میں قائم ہوئیں وہ دوسری حکومتوں کی نسبت کچھ بہتر تھیں۔ مثال کے طور پر فاطمی حکومت کہ جو اپنی سرزمین پر حاکم تھی وہ تمام اسلامی حکومتوں سے بہتر تھی اس لیے کہ اس میں کسی حد تک مذہبی جذبات پائے جاتے تھے، دارالحکمۃ اور جامعہ ازہر کی بنیاد اسی حقیقت پر ایک دلیل ہے اور اسی طرح اسلامی دنیا میں پہلی یونیورسٹی قائم ہوئی کہ جو دینی و مذہبی اعتبار سے کاملا آزادی کی حامل تھی۔

جوہر صقلی کہ جو فاطمی حکومت کے خلیفہ المعزلدین اللہ کی فوج کا سپہ سالار تھا اسماعیلی مذہب تھا اسی نے جامعہ ازہر کو بنانے کا حکم دیا، جوہر صقلی نے اس یونیورسٹی کو اس طرح قائم کیا کہ جس میں تمام شیعہ و سنی مذاہب آزادانہ طور پر درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے، لوگ دنیا بھر سے ازھر یونیورسٹی میں تحصیل علم کے لیے آتے اور ہر مذہب کے اعتقادات سے واقف ہوتے اور گفتگو و مناظرے انجام دیتے تھے کہ جو خود اسلامی امت کے لیے ایک عظیم افتخار تھا[1]۔

---

۱ - ماہ صفر ۳۶۲ ہجری کے آخر میں المعزلدین اللہ فاطمی کے زمانے میں قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن نعمان قیروانی نے اپنے باپ سے کتاب اختصار فی جمع حافل من العلماء و الکبراء کا ایک درس پڑھا یہ الازہر یونیورسٹی کے کا پہلا درس تھا، پھر نعمان کی اولاد نے الازہر یونیورسٹی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا کہ جو آج تک جاری ھے۔ المواعظ والاعتبار، ج ۲، ص ۱۲۱۔ نیز اتعاظ الحنفاء، ج ۱، ص ۲۲۷۔ اور زیادہ تحقیق کے لیے مراجعہ کریں: دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعیۃ، ج ۲، ص ۳۶۷-۴۰۶، باب الازھر۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

فاطمی حکومت اپنی تمام دوران حاکمیت اسلامی دنیا کی تمام مذہبی تحریکوں کی تائید کرتی تھی، شریف رضی[1] علیہ الرحمہ کے اشعار بھی فاطمی حکومت کی برتری پر دلالت کرتے ہیں۔

مامقامی علی الھوان و عندی   مقول صارم وانف وحمی

احمل الضیم فی بلاد الاعادی   وبمصر الخلیفۃ العلوی[2]

(میں ذلت و خواری کو قبول نہیں کرتا جب کہ میرے پاس کاٹ کھانے والی زبان ہے اور میں باشرف وآبرومند انسان ہوں دشمنوں کی سرزمین میں ظلم کو برداشت کرتا ہوں جب کہ سرزمین مصر میں فاطمی خلیفہ حکومت کرتا ہے۔)

شریف رضی نے اس قصیدے میں مصر کے فاطمی خلیفہ پر افتخار کیا ہے، لیکن کسی طرح خلیفہ عباسی (قادر باللہ[3]) کو کہ جو شریف رضی کے زمانے میں حاکم تھا ان اشعار کی خبر مل گئی، جیسے ہی عباسی خلیفہ نے ان اشعار کو سنا فوراً شریف رضی کے بڑے بھائی سید مرتضی علم الہدی کو طلب کیا اور ان سے کہا: آپ کے بھائی آج کل کیوں فاطمی ہوگئے ہیں ؟اس زمانے میں اشعار ایک ریڈیو اور جرائد کا کام کیا کرتے تھے۔ شریف رضی نے یہ شعر کہا: میں دشمنوں کے سرزمین میں ظلم کو برداشت کررہا ہوں جب کہ مصر میں فاطمی خلیفہ حکومت کررہا ہے[4]۔

اور انھوں نے عباسی خلیفہ کو دشمنوں سے تعبیر کیا جس کے نتیجہ میں بنی عباس کی حکومت یقینا متزلزل ہونی تھی اسی وجہ سے سید مرتضی اپنے بھائی سید رضی کے پاس آئے اور اس سلسلے میں ان سے

---

۱ - الرضی ذوالحسیین، ابوالحسن، سید محمد بن حسین موسوی، معروف بہ سید رضی (۳۵۹-۴۰۶ھ) بہت زیادہ اخلاق کریمہ و فضائل کے حامل تھے، ایک عظیم شاعر، آپ کئی مرتبہ نقیب طالبین کے منصب پر فائز ہوئے، آپ ہی کے ذمہ امارت حج تھی کہ جوان کو اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھی، اس سلسلے میں آپ کے اشعار حجازیات کے عنوان سے مشہور ہیں۔ عمدۃ الطالب، ص ۲۵۳۔ اعیان الشیعہ، ج ۹، ص ۲۱۶۔ تعلیقۃ امل آمل، ص ۲۶۴۔

۲ - دیوان شریف رضی، ج ۲، ص ۵۷۶۔

۳ - احمد بن اسحاق بن المقتدر ابوالعباس المقتدر باللہ (۳۳۶-۴۲۲ھ) خلیفہ عباسی، وہ ۳۸۱ ہجری میں خلیفہ بنا اور اس کی حکومت کافی طولانی ۴۱ سال اور بہت وسیع ترکی و دیلم تک پھیلی ہوئی تھی، اس کا بغداد میں انتقال ہوا۔ الاعلام، ج ۱، ص ۹۶۔

۴ - تعلیقۃ امل الآمل، ص ۲۶۸۔ اعیان الشیعہ، ج ۹، ص ۲۱۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

گفتگو کی اور ان کے اور خلیفہ کے درمیان صلح و صفائی کرائی[1]۔ سید رضی نے کہا: فلاں روز خلیفہ نے ایسا کیوں کیوں کام انجام دیا؟ پھر خلیفہ کی تمام بداعمالیوں کو شمار کرایا اور پھر اپنے تمام تقاضے تحریر کر کے سید مرتضی کے ہاتھ میں دیے اور سید مرتضی خلیفہ کے پاس آئے۔ خلیفہ نے سید مرتضی سے کہا: میں سید رضی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آمادہ ہوں بشرطیکہ وہ پھر دوبارہ اس طرح کے اشعار نہ کہیں۔ سید مرتضی نے بھی اس کو مطمئن کیا کہ سید رضی اب کبھی اس طرح کے اشعار نہیں کہیں گے۔

سید رضی کے زمانے میں سیاسی حالات ایسے تھے، جب کہ اس سے پہلے ہارون الرشید کے زمانے میں عباسی حکومت نے ایک ہی رات میں ستر علویوں کے سر تن سے جدا کر دیے اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو برسوں برس زندان میں رکھا، کیا قادر باللہ عباسی، متدین وزاہد ومؤمن اور پاکدامن ہو گیا تھا جب کہ ہارون اصلا ایسا نہیں تھا؟

ہر گز ایسا نہیں ہے۔

قضیہ یہ ہے کہ بنی عباس کے خلفاء مصر کی حکومت سے ڈرتے تھے، وہ حکومت کہ جس نے اپنے داعیوں کو تمام اسلامی سرزمین میں منتشر کر رکھا تھا۔ بنی عباس کی حکومت فاطمی حکومت سے لوگوں کے ان کی طرف تمائلات کی وجہ سے مجبور تھی کہ جناب سید رضی کو اپنی مرضی کے خلاف آزادی سے سرفراز کرے۔

یہاں سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کیوں سید مرتضی کے درس میں بہت زیادہ لوگ شرکت کرتے تھے اور ان کی تشیع جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ کس وجہ سے مذہبی افراد نے بنی عباس کی حکومت کے مرکز میں اس طرح کی موقعیت اور مقام حاصل کیا اور آزادی کے حامل رہے؟ اس لیے کہ فاطمی حکومت بہت قریب سے ان کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ لہٰذا فاطمی حکومت اور اسماعیلیہ تحریک کا ایک اور فائدہ یہ

---

۱ - ۴۰۲ ہجری میں قادر باللہ عباسی عباسی خلیفہ کے حکم سے فاطمی خلفاء کے نسب نامے پر بہت زیادہ اعتراضات پیش کیے گئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مصر کے خلفاء کا امام علی علیہ السلام کی اولاد سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ تاریخ ابو الفداء، ج ۲، ص ۱۴۲۔ مقریزی تحریر کرتا ہے اپنی کتاب خطط، ج ۲، ص ۴۳ میں: اس سال ۴۴ کتابیں مصری خلفاء کے حسب و نسب کے خلاف تحریر ہوئیں اور یہ ثابت کیا گیا کہ ان کو حضرت علی علیہ السلام کی نسل سے تعلق نہیں ہے۔ اور وہ کتابیں پوری دنیا میں منتشر کر دی گئیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تھا کہ انہوں نے مذہبی افراد اور مذہبی تحریکوں کو امنیت دے رکھی تھی لہٰذا ہم بھی اپنے آپ کو اس تحریک کی مرہون منت تسلیم کرتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- اسماعیلیہ تحریک نظم وترتیب اور عمل کو مخفیانہ انجام دینے میں ممتاز تھی اور ان کے یہاں شہداء کربلاکی تعلیم سے ایثار و فداکاری کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔
- تاریخی شواہد گواہ ہیں کہ اسماعیلیہ تحریک اپنے آغاز میں منحرف نہیں تھی بلکہ یہ مذہبی لوگوں کی صرف ایک سیاسی و فوجی تحریک تھی،ان کے مختلف طریقوں سے آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے رابطہ رہتا تھا۔پھر بعد میں کچھ لوگوں نے اس کو منحرف کردیا اور یہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے مقابل ایک مستقل فرقہ کی صورت میں آگیا۔
- اسماعیلیہ تحریک مذہبی لوگوں کے لیے ایک سپر کی طرح کام کرتی تھی کہ جن کی تلواروں سے بنی عباس کی حکومت خوف کھائے ہوئے تھی لہٰذا وہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بھی اسی وجہ سے ڈرتے تھے اس لیے آئمہ طاہرین علیہم السلام ہی ان مذہبی لوگوں کی قیادت وراہنمائی فرماتے تھے۔
- لہٰذا بنی عباس کی جانب سے یہ کوشش رہی کہ اسماعیلیہ تحریک اور فاطمی خلفاء کے اعتقادات اور حسب ونسب مخدوش کرتے رہیں کبھی ان کو فرقہ باطنیہ سے متہم کرتے اور کبھی کہتے کہ ان کا نسب حضرت علی علیہ السلام سے نہیں ملتا تاکہ لوگوں کو ان سے دور رکھا جاسکے۔
- اسماعیلیہ تحریک کے ذریعہ اسلامی امت میں وہ چراغ جلتا رہا کہ جس کو آئمہ طاہرین علیہم السلام نے روشن کیا تھا اور ظالم و ستمگروں کو ہر موڑ پر ان کے ظلم و ستم کو روکا جاسکا ورنہ وہ اپنے ظلم و ستم اور بداعمالیوں سے اسلام کی تصویر ہی بدل دیتے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

دوسری فصل

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں
مذہبی تحریک

- ✓ حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور آپ کا مذہبی تحریک میں کردار
- ✓ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا امت میں سیاسی و ثقافتی کردار

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور آپ کا مذہبی تحریک میں کردار

مذہبی تحریک کا ارتقاء اور رشد

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سے مذہبی تحریک عام انسانوں کی تحریک میں تبدیل ہو گئی اور اس کے بعد سے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے تک یہ تحریک رشد و ترقی کے مرحلہ میں تھی، آئمہ معصومین علیہ السلام کا جہاد اور مذہبی لوگوں کی تربیت اس تحریک کو تقویت پہنچاتا تھا، اور وہ ہی اس تحریک کو آگے بڑھا رہے تھے۔ وہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کہ جو اس تحریک کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے وہ یہ ہیں: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک اپنی جوانی کے مراحل میں تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہبی تحریک تین مرحلوں سے گذر چکی تھی:

اول: حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے۔

دوم: حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی زندان میں شہادت تک۔

سوم: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا زمانہ تیسرے مرحلہ کا آغاز۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریک ایک بلند وترقی پسند تحریک

حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی غیبت کے بعد بھی اس مذہبی تحریک کا سلسلہ اپنی رشد و گسترش کی طرف جاری رہا یہاں تک کہ کامل اور پختہ ہو گئی ۔ ممکن ہے ہماری تفسیر بعض مورخین کے عقیدے کے مطابق قابل قبول نہ ہو خصوصا ان مورخین کی نظر میں کہ جن کی عادت یہ ہے کہ تاریخ کو سیاہ عینک کے ساتھ دیکھتے ہیں اور اسی طرح کے نظریات تاریخ میں وارد کرتے ہیں ۔یعنی وہ تفسیر کہ جو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہے۔یہ مورخین معتقد ہیں کہ اسلامی امت حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں قابل تعریف اور کامل ہو چکی تھی لیکن حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں سقوط کر گئی ، اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں یہ سقوط اور بھی زیادہ ہوا یہاں تک کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں یہ سقوط کامل ہو گیا۔

جب کہ ہر گزایسا نہیں ہے !

یہ فکر صحیح نہیں ہے ، تمام آسمانی پیغامات رشد و ترقی کی راہ پر گامزن تھے ، حضرت نوح ، ابراہیم ، موسی، عیسی علیہم السلام کے پیغامات،اور آخر کار ہمارے پیغمبر اکرم ﷺ کا پیغام اور حضرت کے بعد یہی پیغام آئمہ معصومین علیہم السلام کے ہاتھوں میں رہا اور رشد و ترقی کے مراحل طے کرتا رہا اور یہ ہمیشہ اسی طرح ترقی کرتا رہے گا یہاں تک کہ حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف ظہور فرمائیں اس وقت کہ جب زمین ظلم وجور سے بھر چکی ہو وہ اس کو عدل وانصاف سے پر فرمائیں گے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زندگی ایک نئے دور کا آغاز

ہم چاہتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زندگی اور حضرت کی خصوصیات سے آشنا ہوں خصوصا وہ زمانہ کہ جو حضرت کے والد بزرگوار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زمانے سے اصلا شباہت نہیں رکھتا تھا کیوں کہ حضرت کی زندگی ایک زندان سے دوسرے زندان میں منتقل ہوتے ہوئے گزر گئی ۔حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زندگی ایک متنوع اور ایک نئے دور کا آغاز تھا کہ جس میں آزادی اور گشائش کا دور شروع ہوا تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسی طرح حضرت امام محمد تقی، حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری علیہم السلام کی زندگیاں بھی حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے مشابہت نہیں رکھتی تھیں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

خداوند عالم کا شکر کہ اس نے ہمارے لیے اس چیز کو محفوظ رکھا کہ جس کو لوگوں نے تباہ کر دیا تھا، اور جس چیز کو لوگوں نے حقیر سمجھا اس کو خداوند عالم نے ہمارے لیے با اہمیت قرار دیا، یہاں تک کہ ہم پر ۸۰ سال تک کافروں کے منبروں سے سب و شتم ہوتے رہے، ہمارے فضائل کو پوشیدہ رکھا گیا، اور ہم پر جھوٹ بولنے پر بہت زیادہ پیسہ خرچ کیا جاتا رہا، لیکن خداوند عالم نے ہمارے متعلق سوائے فضل و برتری نام و مقام کے کچھ اور قبول نہ کیا۔ خدا کی قسم یہ سب کچھ ہماری وجہ سے نہیں تھا بلکہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے وجود شریف اور ہماری ان سے قربت کی وجہ سے تھا یہاں تک کہ آنحضرت سے ہماری امامت اور ہمارے فضائل کے متعلق احادیث کا نقل کرنا حضرت رسول اکرم ﷺ کی رسالت و پیغمبری پر بہت بڑی دلیل ہے[1]۔

اس روایت میں دقت، اس رشد و بالندگی کو بیان کرتی ہے کہ جو مذہبی تحریک میں پائی جاتی تھی۔

لیکن کیسے اس طرح کی فرصت نصیب ہوئی؟

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا زمانہ سیاسی لحاظ سے مذہبی تحریک کے ارکان برپا کرنے میں دوسرے زمانوں سے جدا تھا۔ ہم پہلے حضرت امام موسی کاظم کی روش کے متعلق اشارہ کر چکے ہیں اور کہا ہے کہ امام علیہ السلام کی روش کا امت میں جہاد و ایثار اور بینش و بصیرت اور آگاہی کو وسیع کرنے میں خلاصہ ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام کی کوشش رہتی تھی کہ امت کی افکار کو اس مقام تک بلند و بالا لے جائیں کہ جو حکومت کو آسانی سے اپنے اختیار میں لے سکیں۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام یہ کر سکتے تھے کہ کچھ اصول و قوانین اور اپنی حیثیت و مقام کو قربان کر کے حکومت تک پہنچ جائیں، لیکن امام علیہ السلام سے یہ بعید ہے۔ حضرت کی آرزو ایک ایسے ہدف

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۴۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تک پہنچنا تھی کہ جس تک پہنچنے کے لیے کچھ وسائل واسباب کی ضرورت تھی، امام علیہ السلام کی نظر میں وسیلہ بھی ہدف ہی کی ماہیت کا ہونا چاہیے، اور وسیلہ و ہدف دونوں صحیح اور مذہب ہی کے زاویہ میں ہوں، اسی وجہ سے امام علیہ السلام نے اپنے آپ کو قربان کر دیا، حضرت اس قدر زندان میں رہے کہ آخر کار شہید ہوگئے۔ میں ذاتی طور پر ان لوگوں سے موافق نہیں ہوں کہ جو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت کو صرف رونے اور گریہ کرنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں، اور وہ لوگ کہ جو حقیقت کو درک کرنے کے لیے قدم نہیں اٹھاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرح شہید ہوئے ہیں فرق یہ ہے کہ ایک تلوار سے اور دوسرے زہر سے۔

امام حسین علیہ السلام صرف ایک مظلوم ہی نہیں تھے کہ جو شہید کر دیے گئے، بلکہ امام علیہ السلام نے اپنی شہادت کے ذریعہ ایک انقلاب بر پا کیا اور حکومت کو سرنگوں کر دیا اور بنی امیہ کی حکومت کے خاتمہ کا سبب بن گئے۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے بھی بغداد کے زندان میں شہید ہونے کے بعد، اپنے بعد تمام آئمہ علیہم السلام کو یا دوسرے لفظوں میں خلافت شرعی کو حکومت پر تحمیل کر دیا۔

مامون عباسی کہ جو بنی عباس کے خلفاء کے درمیان سب سے زیادہ ہوشیار اور عقلمند تھا، وہ حضرت علی علیہ السلام کی ایک روایت میں اس طرح توصیف بیان کرتا ہے:

علی علیہ السلام سب کے امیر تھے اور کوئی بھی آپ پر امارت نہیں رکھتا تھا، آپ مشرکوں پر سخت ترین فرد تھے، راہ خدا میں آپ کا جہاد اور دین خدا میں آپ کا فہم وادراک سب سے زیادہ تھا۔ سب سے زیادہ کتاب خدا کی تلاوت کرتے اور حلال و حرام الٰہی میں سب سے زیادہ دانا تھے۔ آپ غدیر خم کے صاحب ولایت ہیں۔ اور آپ ہی کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کی نسبت میرے لیے ایسی ہی ہے جیسے ہارون کی نسبت موسی کے لیے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ جنگ طائف میں علمبردار اسلام تھے[1]۔

مامون سیاستمدار اور حکومتی انسان تھا، اور اصلا دین اور دینی مسائل کو اہمیت نہیں دیتا تھا، لیکن پھر وہی کہ جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام مدینہ میں تشریف فرما تھے ایک خط حضرت کے لیے لکھتا ہے

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۲۱۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور آپ کو مرکز خلافت یعنی خراسان آنے کی دعوت دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حضرت، اسلامی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

مامون خلافت کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سپرد کرنے کی پیشکش کرتا ہے

مامون کا پہلا قدم وہ بات تھی کہ جو اس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہی :اے فرزند رسول خدا میں آپ کی عبادت و زہد و تقویٰ اور علم و فضل کو درک کر چکا ہوں لہٰذا آپ کو اپنے آپ سے زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں خداوند عالم کی بندگی و عبودیت پر ناز کرتا ہوں اور دنیا میں زہد اختیار کر کے اس کے شر سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور محرمات سے آنکھیں بند کر کے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی امید رکھتا ہوں اور دنیا میں انکساری و تواضع اختیار کر کے پروردگار کے حضور بہتر عزت و بلندی کا امیدوار ہوں۔

مامون نے امام علیہ السلام سے کہا: میں نے مناسب سمجھا کہ خلافت سے کنارہ گیری کر کے خلافت آپ کے سپرد کردوں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلوں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اگر خلافت تیرا حق ہے اور خداوند عالم نے اس کو تیرے لیے معین و مقرر کیا ہے تو پھر جائز نہیں ہے کہ وہ لباس کہ جو خداوند عالم نے تجھے پہنایا ہے تو اتار دے اور کسی اور کو دیدے، اگر تیرا حق نہیں ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جو مال تیرا نہیں ہے اس میں سے کسی کو کچھ بخشے[۱]۔

اس فرمائش کا مطلب یہ ہے کہ خلافت ایک تکلیف الٰہی ہے اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس سے انسان صرف نظر کرے، کیا جائز ہے کہ انسان نماز سے کنارہ گیری کرلے اور کسی دوسرے کو حکم دے کہ اس کے بدلے نماز انجام دے۔ یا روزہ نہ رکھے اور کسی دوسرے کو اپنے بدلے روزہ رکھنے پر مجبور کرے؟

انسان اپنے مال و متاع سے صرف نظر کرسکتا ہے لیکن خلافت ایسا مال و متاع نہیں ہے کہ جس سے چشم پوشی کی جائے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا مقصد اس جملہ میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے :اگر خلافت تیرا حق نہیں ہے تو کس منطق کی بنیاد پر میرے سپرد کر رہا ہے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے :

---

۱ ۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۲۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کس طرح اس قدر سیاسی طاقت کو حاصل کر سکے تھے؟ کہ جس نے مامون عباسی کو مجبور کر دیا کہ خلافت آپ کے سپرد کرے جب کہ وہ بنی عباس کے خلفاء میں سب سے زیادہ ہوشیار خلیفہ تھا۔

جواب: یہ ہے کہ اس امت کی رہبری حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ذمہ تھی، وہ امت اسلامی کہ جو شمال افریقہ اور فرانس سے ارمنستان کے مشرق تک پھیلی ہوئی تھی سب امام علیہ السلام کے مطیع و گرویدہ تھے، ان لوگوں کے اعتقاد میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام حقیقی امام تھے۔ شاید مامون کا مقصد یہ تھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو حکومت کے افراد کے ساتھ تعاون و ہمکاری میں شریک کرے۔ حضرت کو یہ موقعیت ایک دن میں حاصل نہیں ہوئی تھی بلکہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام کے مسلسل جہاد اور ایک زمانے کی تحریک و روش سے یہ موقعیت حاصل ہوئی تھی، وہ روش کہ جو اس زمانے میں عالمی ہو چکی تھی اور کئی نسلیں اس کی تکمیل میں گذر چکی تھیں اور ان کے علاوہ مذہبی تحریکوں کی مسلحانہ فداکاریاں کہ جو مختلف سرزمینوں میں مشغول تھیں تقویت کا سبب بنی تھیں، اور دوسرے وہ اسباب بھی شامل تھے کہ جنھوں نے امام علیہ السلام کے لیے فرصت و موقعیت فراہم کی تھی اس مسلحانہ تحریک کے بڑے بڑے تاجر اور مختلف مقامات کے گورنر، کہ جو سب جان و مال ایثار کرنے کے لیے آمادہ تھے۔

کیا مامون اہل بیت علیہم السلام کا محب اور چاہنے والا تھا؟

مامون کی کوشش تھی کہ اپنی سازشوں کے ذریعہ امام علیہ السلام کی اس موقعیت سے اپنے حق میں استفادہ کر سکے، لیکن بعض افراد کا عقیدہ یہ ہے کہ مامون شیعہ تھا[1]، اور اس کے شیعہ ہونے کا سبب اس کے باپ ہارون کو سمجھتے ہیں، یہ افراد مذکورہ ذیل قصہ کو مامون کے شیعیت کی طرف مائل ہونے کا سبب مانتے ہیں:

ایک روز مدینہ منورہ میں ہارون الرشید نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی، کہ جہاں پر مامون بھی موجود تھا، ہارون حضرت کے احترام میں کھڑا ہو گیا اور اپنے بیٹوں سے کہا: اے عبداللہ

---

۱ ۔ مورخ سید حسن امین کا یہی نظریہ ہے دیکھیں: اس کی کتاب "الرضا والمامون و ولایۃ العھد، فصل: ولایۃ العھد، بین الاعباسیین و العلویین۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

،اے محمد اور اے ابراہیم تم سب اپنے آقا اور چچا کی خدمت میں رہو،اور ان کے گھوڑے کی رکاب کو پکڑو اور ان کے کپڑوں کو صحیح کرو اور مولا کی ان کے گھر تک ہمراہی کرو۔ پھر امام علیہ السلام نے عبداللہ کی طرف رخ کرکے اس کو خلافت کی بشارت دی اور فرمایا: جب بھی تم مقام خلافت پر فائز ہو جاؤ میرے بیٹے کے ساتھ نیکی کرنا۔اور اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔مامون کہتا ہے: جب نشستگاہ سے سب لوگ چلے گئے تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! وہ صاحب کون تھے؟ کہ جن کا آپ نے اس قدر احترام کیا اور آپ ان کے احترام میں استقبال کے لیے گئے ان کو اوپر بٹھایا اور آپ نیچے بیٹھے اور پھر ہم کو حکم دیا کہ ان کے لیے رکاب کو سنبھالیں۔ہارون نے کہا: وہ امام اور مخلوقات پر حجت خدا ہیں آپ لوگوں پر خدا کے نمائندے ہیں۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا یہ تمام صفات آپ میں نہیں ہیں؟ہارون نے جواب دیا : میں نے زور وزبردستی اور ظلم و ستم سے لوگوں کی امامت و قیادت کو چھین لیا ہے لیکن حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام واقعی امام ہیں۔اے میرے بیٹے! وہ رسول خدا ﷺ کے حقیقی جانشین اور خلیفہ ہیں اور وہ مجھ سے اور تمام لوگوں سے زیادہ صلاحیت و استعداد رکھتے ہیں لیکن میں کیا کروں حکومتیں بانجھ ہوتی ہیں اور اگر تو بھی میری حکومت کے سلسلے میں میرے مقابلے پر آئے گا تیرا سر بھی بدن سے جدا کردوں گا[1]۔

مامون اپنے عقیدے کے تحت شیعیت کی طرف مائل ہوگیا،لیکن وہ کیسا شیعہ تھا کہ جس نے اپنے امام کو اپنے ہاتھوں سے قتل کردیا! اگر شیعیت صرف ایک نام ہے تو تمام خلفاء شیعہ تھے۔ شیعیت صرف ایک نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جو انسان کے کردار میں اثر انداز ہوتا ہے۔مامون نے شیعیت کے عقیدے کے تحت حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان طلب نہیں کیا تھا اور ان کو اسی عقیدہ کی خاطر خلافت نہیں دے رہا تھا بلکہ حقیقت یہ تھی کہ حالات نے مامون کو مجبور کردیا تھا کہ وہ یہ کام کرے اس لیے کہ مذہبی تحریک اس قدر قدرتمند ہو چکی تھی کہ جو حکومت کو چھین سکتی تھی یا کم از کم حکومت کے لیے سنگین بوجھ بن سکتی تھی۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۱۳۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مامون کے زمانے کے تفصیلی حالات کا جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ ہارون الرشید کی حکومت کی خصوصیات کو مدنظر رکھا جائے اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے تیسرے دور کے حالات و مذہبی تحریک کے نشیب و فراز کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

صفوان بن یحی سے روایت ہے کہ جیسے ہی حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی امامت کو آشکار فرمایا مجھے آپ کی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا لہٰذا میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا: آپ نے اہم ترین مسئلہ سے پردہ فاش کردیا ہے اور ہم کو اس سرکش (ہارون) کی جانب سے خوف ہے کہ کہیں آپ کی جان مبارک کو کوئی نقصان نہ پہنچادے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ جو بھی کرے لیکن مجھ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

صفوان سے منقول ہے کہ ایک قابل اعتماد شخص نے مجھ کو خبر دی کہ یحی ابن خالد نے اپنے زمانے کے سرکش ترین انسان (ہارون) سے اس طرح کہا کہ: یہ فرزند موسی بن جعفر اپنی امامت و خلافت کی تبلیغ میں مشغول ہے۔ ہارون نے کہا: کیا جو کچھ ہم نے ان کے والد بزرگوار کے ساتھ کیا وہ کافی نہیں ہے ؟کیا تو چاہتا ہے کہ میں ان سب کو قتل کردوں[۱]؟

موسی بن مہران نے روایت نقل کی ہے کہ: میں نے سنا کہ جعفر بن یحی اس طرح کہتا تھا: میں نے سنا ہے کہ جس وقت ہارون رقہ سے مکہ آرہا تھا تو عیسی بن جعفر نے اس سے کہا: آپ آل ابوطالب کے متعلق اپنی قسم کو پورا کریں آپ نے قسم کھائی تھی کہ اگر امام موسی کاظم علیہ السلام کے بعد کوئی امامت کا دعوی کرے گا تو اس کو قتل کردوں گا اور اس کا سر اس کے بدن سے جدا کردوں گا، اور اب ان کے فرزند علی نے امامت کا دعوی کیا ہے اور اپنے حق کو حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔ ہارون نے غصے کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا: تو کیا کہہ رہا ہے؟ کیا تیرا ارادہ یہ ہے کہ ان سب کو قتل کردوں؟ موسی کا بیان ہے کہ میں نے جیسے ہی یہ خبر سنی فورا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ بات حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں کہاں اور وہ کہاں! خدا کی قسم وہ مجھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا[۲]۔

---

۱ - بحار الانوار، ج۴۹، ص ۱۱۳۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۱۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابوصلت ہروی سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے بیت الشرف میں تشریف فرماتھے کہ ہارون کی جانب سے ایک شخص وارد ہوا اور حضرت کی خدمت میں اس طرح کہا: امیر المؤمنین آپ کو بلارہے ہیں۔ امام علیہ السلام اٹھے اور مجھ سے فرمایا: اے ابوصلت اس نے اس وقت مجھ کو صرف ایک ناگوار امر کے لیے طلب کیا ہے لیکن خدا کی قسم جس امر کو میں نہ چاہوں وہ انجام نہیں دے سکتا اس لیے میں اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا اکرم ﷺ وسلم کی دعا اپنے پاس رکھتا ہوں کہ جس کی وجہ سے میری حفاظت ہوگی۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ہمراہ گھر سے باہر آیا یہاں تک ہم لوگ ہارون کے دربار میں پہنچ گئے جیسے ہی حضرت کی نگاہ ہارون پر پڑی آپ نے اسی دعا کو پڑھا[1] اور جب آپ ہارون کے روبرو کھڑے ہوئے ہارون نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا: اے ابوالحسن ہم نے دستور دیا ہے کہ ایک لاکھ درہم آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں آپ بھی اپنے گھر والوں کی ضرورتوں کو تحریر فرمائیں۔ اور جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام ہارون کے دربار سے باہر تشریف لائے تو ہارون نے آپ کو پیچھے سے دیکھا اور کہا: میں کچھ اور چاہ رہا تھا لیکن پروردگار کا ارادہ کچھ اور تھا اور جو کچھ پروردگار کا ارادہ ہے وہ بہتر ہے[2]۔

یہ روایت دوسرے مسائل کے ساتھ بنی عباس کی حکومت کے مخالفوں کی حالت کی منظر کشی کرتی ہے کہ جس سے ہم اس زمانے کے حوادث کو اچھی طرح درک کر سکتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں نقل کیا ہے وہ سب کچھ آئندہ کے جدید زمانے میں موثر تھا وہ جدید زمانہ کہ جس کی تکمیل کا تسلسل مامون کے دور تک چل رہا تھا۔ اس زمانے کے حالات اور عوامل و اسباب پر اس طرح نظر ڈالی جاسکتی ہے:

---

۱ - دیکھیں: مہج الدعوات، ص ۳۳۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۱۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اول: مخالفین کی طاقت

حکومت اور مخالفین میں مقابلہ بہت شدت سے جاری تھا اور کبھی کبھی حکومت سے آمنے سامنے کی جنگ ہو جاتی تھی ۔جس وقت ہم اس زمانے کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ابو سرایا (سری بن منصور[1]) کے انقلاب پر نظر پڑتی ہے کہ وہ انقلاب کہ جس کی رہبری و قیادت محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن طباطبا بن ابراہیم بن حسن بن امام حسن بن علی بن طالب علیہم السلام کے ہاتھوں میں تھی ۔یہ انقلاب ۱۹۹ ہجری میں پیش آیا اور اس کی وسعت و نفوذ کوفہ ،واسط ،بصرہ، اہواز، حجاز اور یمن تک پہنچ گئی تھی کہ جس کے بارے میں آئندہ ہم مفصل گفتگو کریں گے۔

اس انقلاب کے بعد محمد[2] بن امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالات پر نظر پڑتی ہے اور دوسری جگہ پر اسی سلسلے میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ علوی[3] کا قیام نظر آتا ہے کہ جو ۲۰۷ ہجری میں واقع ہوا اسی سلسلے کے دوسرے صفحات پر علی بن عبداللہ بن خالد کہ جو شام میں سفیانی[4] کے نام سے معروف تھا مطالعہ کرتے ہیں۔

---

۱ - سری بن منصور شیبانی بہت بہادر و شجاع اور وسیع القلب انسان تھا، وہ جنگی امور میں بہت مہارت رکھتا تھا اس نے ۱۹۹ ہجری میں بنی بنی عباس کی حکومت کے خلاف کوفہ میں قیام کیا۔ وہ اس فوج کا سپہ سالار تھا کہ جس کی قیادت محمد بن ابراہیم معروف بہ طباطبا کے ہاتھ میں تھی۔ دیکھیں: تتمۃ المنتہی، ص ۲۶۸۔

۲ - یہ اپنے حسن و جمال اور عظمت و کمال کی وجہ سے دیباج کے لقب سے مشہور تھے اور اس قدر سخی تھے کہ ہر روز اپنے مہمانوں کے لیے ایک جانور ذبح کرتے تھے، بہادر و شجاع اور وسیع القلب تھے، عابد و شب زندہ دار تھے۔ دیکھیں: تتمۃ المنتہی، ص ۲۷۴۔ المنتظم، ج ۱۰، ص ۱۲۰۔

۳ - عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن امام علی بن ابی طالب علیہم السلام، انہوں نے الرضا من آل محمد کے نام سے قیام کیا، اس کا قیام یمن کے شہر عکہ میں تھا اور وجہ یہ تھی کہ یمن میں حکومت کے آدمی لوگوں کے ساتھ بہت برا سلوک کر رہے تھے۔ دیکھیں: تاریخ ابن خلدون، ج ۴، ص ۱۴۔ تاریخ الاسلام، ج ۱۴، ص ۲۲۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۸، ص ۵۹۳۔ المنتظم، ج ۱۰، ص ۱۶۰۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۵۹۔

۴ - یہ بنی امیہ کا باقی ماندہ فرد تھا کہ جس کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی اس نے امین و مامون کے درمیان جنگ سے سوئے استفادہ کیا اور اور دمشق میں امین کے گورنر کے خلاف قیام کیا بنی امیہ کے باقی افراد اور ان کے طرفداروں نے اس کی حمایت کی اور بنی عباس کی حکومت سے جنگ اور اہل شام نے امین کی بیعت توڑ دی امین نے ایک عظیم لشکر شام بھیجا لیکن وہ شام نہیں پہنچ پایا تھا کہ شام پر بنی امیہ کا قبضہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنی عباس کی حکومت کے خلاف سب سے خطرناک اور سخت ترین انقلاب، ابو سرایا کا انقلاب تھا اس لیے کہ اس نے سب سے زیادہ طاقت اس حکومت کو نابود کرنے میں خرچ کی تھی، اس انقلاب نے بعد میں حکومت وقت کے خلاف متعدد محاذ سے جنگ کرنا شروع کی ایک جنگ یمن میں کہ جو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے فرزند جناب ابراہیم کی سرپرستی میں انجام پا رہی تھی تو دوسری جنگ اہواز میں کہ جو زید بن امام موسی کاظم علیہ السلام کے زیر نظر تھی اور ایک جنگ مکہ میں کہ جو حسن بن حسن افطس کی سرپرستی میں اس طرح اور متعدد مقامات پر جنگوں کا سلسلہ جاری تھا[1]۔

یہ مقابلہ ایک علنی صورت میں انجام پا رہا تھا اور کبھی کبھی کوئی دوسری شکل بھی اختیار کرلیتا تھا۔

مثلا:

سرکاری نظام حکومت میں فضل بن سہل، ہارون الرشید کا وزیر کہ جو ذوالریاستین کے نام سے معروف تھا[2] اور فضل بن ربیع، ہارون کا آخری وزیر کہ جو ہارون کے بیٹے محمد امین کا بھی وزیر تھا اور ابوصلت ہروی کہ جو مامون کے دربان میں ایک اچھی حیثیت رکھتے تھے ریان بن صلت[3] کے ہمراہ ایک عظیم مقابلہ کا اقدام کر رہے تھے۔

لیکن جنگی لحاظ سے ہرثمہ بن اعین[4] اس وقت کا مشہور سپہ سالار اور طاہر بن حسین خزاعی اور اس جیسے افراد کہ جو فوجی سرپرتی کر رہے تھے یہ دونوں لوگ اعتقادی لحاظ سے شیعہ تھے اور طاہر بن حسین کا

ہوگیا پھر مامون کا گورنر مسلمہ بن یعقوب نے پہنچ کر شام پر قبضہ کیا اور سفیانی کا انتقال ہوگیا اور مامون کی حکومت ہوگئی۔ دیکھیں: البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۲۷۷۔ تاریخ الامم والملوک، ج۸، ص۴۱۵۔ شذرات الذھب، ج۲، ص۴۴۵۔ المنتظم، ج۱۰، ص۱۴۔

۱ - مدینہ میں محمد بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی اور بصرہ میں عباس بن محمد اور ان کے ساتھ معاون تھے علی بن جعفر و زید بن موسی بن جعفر کہ جنھوں نے بصرہ پر غلبہ حاصل کرلیا تھا۔ دیکھیں: تتمۃ المنتھی، ص۲۷۲۔

۲ - اس لیے ذوالریاستین لقب تھا کہ وہ ملک کی دو وزارتوں پر فائز تھا ایک وزارت عظمی اور دوسری وزارت جنگ و دفاع۔

۳ - ریان بن صلت اشعری قمی، ثقہ اور صدوق ہے، اس نے کتاب تحریر کی بنام الفرق بین الآل والامۃ کہ جس میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول روایات کو جمع کیا ہے۔ رجال النجاشی، ص۱۶۵۔

۴ - ہرثمہ ابن اعین ابو حبیب یہ مامون کا خادم اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا چاہنے والا شیعہ تھا، شیخ صدوق نے اپنے ساتھ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کی روایت ہرثمہ ابن اعین ہی سے نقل کی ہے کہ حضرت نے اپنے زہر اور کفن و دفن کی ساری کیفیت اسی سے نقل کی تھی۔ جیساکہ عیون اخبار الرضا، ج۲، باب ما حدث بہ ابو حبیب ہرثمہ بن اعین من ذکر وفاۃ الرضا علیہ السلام۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عقیدہ کسی حد تک مضبوط تھا[1]ان دونوں کی نظریہ تھی کہ آہستہ آہستہ حکومت پر سختی کی جائے کہ جس کے اثر سے حکومت اس راہ سے ہٹ کر اپنی صحیح راہ یعنی آئمہ معصومین علیہم السلام کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

دوسری طرف حکومت کی کوشش تھی کہ ہدایا و تحائف اور مختلف شہروں کی گورنری کے ذریعہ ان دونوں کو اپنے اختیار میں رکھے مثال کے طور پر ہرثمہ بن اعین ابوسرایا کی جنگوں میں جانے سے اجتناب کرتا تھا لیکن منصور بن مہدی کے خط نے اس کو بہکادیا کہ جس کی وجہ سے اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی بہت غمگیں حالت میں اس کو قبول کرلیا[2]اس لیے کہ ہرثمہ ابن اعین اپنی شہوت اور قدرت طلبی کے جذبہ پر قابو نہ رکھ سکا۔ لیکن طاہر بن حسین مختلف جنگوں میں اپنی کامیابیوں کے بعد ہرات کی جنگ میں فوج کا سپہ سالار بن گیا تاکہ وہ ان داخلی جنگوں سے دور رہے[3]۔ مامون ان سے ڈرتا تھا، طاہر بن الحسین خزاعی کی نسل سب شیعہ ہونے کا دم بھرتے تھے۔ یہاں تک کہ سلیمان بن عبداللہ طاہری- جیسا کہ ابن اثیر نے نقل کیا ہے[4]۔ حسن بن زید[5] سے جنگ کرکے واپس آنے کے بعد طبرستان میں اپنے شیعہ احساسات کی وجہ سے اپنے عمل سے توبہ کرتا ہے۔ طاہر کا بغداد میں ایک قلعہ تھا کہ جو بھی اس میں وارد ہوتا محفوظ ہو جاتا تھا۔ طاہر بن حسین کو ابوسرایا کی جنگ کے لیے دعوت دی گئی تو اس نے اس طرح کے اشعار پڑھے:

قناع الشک یکشفہ الیقین　　　و افضل کیدک الرای الرصین

منتہی الآمال، ج ۲، ص ۳۹۵۔ مراجعہ کریں: معجم رجال الحدیث، ج ۱۹، ص ۲۵۶۔ آیت اللہ العظمی خوئی نے اس کی وثاقت و صداقت کی تائید کی ہے۔

۱ - طاہر بن حسین خزاعی کا ذوالیمینین کے لقب سے مشہور تھا یہ ایک طرف مامون کا وزیر تھا اور دوسری طرف اس کی حکومت کے ثابت رہنے پر جہاد کرنے والوں میں سے تھا۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۴، ص ۲۸۹۔

۲ - تاریخ الامم والملوک، ج ۸، ص ۵۳۱- مقاتل الطالبین، ص ۴۴۴۔ تتمۃ المنتہی، ص ۲۷۳۔

۳ - حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کے دو سال بعد طاہر کی حکومت خراسان میں قائم ہوئی کہ جو ۲۵۹ ہجری تک باقی رہی جب کہ بنی عباس کی حکومت اپنے انتہائی کمال و قدرت پر تھی یعنی مامون سے معتصم تک بنی عباس کی حکومت مضبوط رہی ہے۔ الکامل فی التاریخ، ج ۶، ص ۳۶۱۔

۴- الکامل فی التاریخ، ج ۷، ص ۱۳۲۔

۵ - حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل حسنی علوی (متوفی ۲۷۰ھ) وہ بہادر و شجاع، فاضل و عقلمند، حسن تدبیر تھے انہوں نے طبرستان میں علوی حکومت قائم کی اور بیس سال تک حکومت باقی رہی لیکن تمام مدت بنی عباس سے جنگ ہی ہوتی رہی یہاں تک کہ وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ الاعلام، ج ۲، ص ۱۹۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تثبت قبل ینفذ فیک امر　　　یهیج لشره داء الیقین
اتندب طاهرا لقتام قوم　　　بنصرتهم و طاعتهم یدین[1]

(یقین، چہرے سے شک کی نقاب کو اٹھا دیتا ہے اور تیرے لیے بہترین راستہ یہ ہے کہ مناسب فکر و اندیشہ سے استفادہ کر اس نقشہ کے عملی ہونے سے پہلے ہوشیار رہ وہ نقشہ کہ جو شک کے شر سے اٹھا ہے اور کیا طاہر کو ایسے لوگوں کے مقابلے جنگ پر بھیجتے ہو کہ جن کے احسانات سے یہ سپہ سالاری نصیب ہوئی ہے)

بنی عباس کی حکومت میں طاہر کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ دعبل خزاعی کہ جو شاعر اہل بیت علیہم السلام تھے اپنے اشعار میں مامون کو خطاب کرتے ہوئے اس طرح بیان کرتے ہیں:

انی من القوم الذین سیوفهم　　　قتلت اخاک و شرفتک بمقعد[2]

(میرا تعلق ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کی تلواروں نے تیرے بھائی کو قتل کر دیا اور تجھ کو مسند خلافت پر بٹھا دیا)

اس طرح اشعار بھی بنی عباس کی حکومت میں شیعوں کے اثر و رسوخ کو اچھی طرح آشکار کرتے ہیں۔

دوم: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شخصیت

اور دوسری طرف سب سے اہم مسئلہ خود حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا وجود شریف تھا وہ وجود مقدس کہ جس کی طرف لوگ گروہ در گروہ جذب اور کھنچتے چلے آتے تھے یہاں تک کہ مامون نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ کئی مرتبہ کوشش کی کہ وہ اس تہدید و دھمکی سے نجات و چھٹکارا حاصل کرے کہ جو امام علیہ السلام کی جانب سے وہ محسوس کرتا تھا، جیسے ہی لوگوں کی نظر حضرت کے چہرہ انور پر پڑتی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگتے تھے، یہ ماجرا کئی مرتبہ اس چند ماہہ سفر کے دوران پیش آیا کہ جو آپ مامون کی دعوت کے مطابق مدینہ سے خراسان کی طرف عازم تھے[3]۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص ۴۳۶۔ اعیان الشیعہ، ج۱، ص ۱۹۱۔

۲ - تاریخ الاسلام، ج۱۸، ص ۲۶۳۔ الفخری، ص ۲۶۔ اعیان الشیعہ، ج۱، ص ۱۹۱۔

۳ - عیون اخبار الرضا، ج۲، ص ۱۸۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

علمی شخصیت کہ جو امت کے لیے ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند تھی اس جدید افکار کے مقابل ایک حجت الٰہیہ تھی، کہ جو ان تمام محبوبیت کے علاوہ تھی۔ یہودی، نصرانی، مجوسی، صابئی، برہمن و ملحد و دہریہ اور دوسرے ادیان و مذاہب کے پیروکار جیسے زندیق و بے دین وغیرہ سب اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ان باطل افکار و فلسفہ بازیوں اور عبث و بے بنیاد اہمیت عقائد کو رد کرنے میں ایک عظیم کردار رہا ہے[1]۔

ہم یہیں سے اچھی طرح درک کر سکتے ہیں کہ کیوں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیادہ تر احادیث توحید و اصول اعتقاد کے سلسلے میں ہیں یہاں تک کہ مشہور ہو گیا تھا کہ جو کوئی بھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے کسی بھی شاگرد سے گفتگو کرے گا وہ آخر کار شکست کھا کر اپنے عقیدے سے پلٹ جائے گا۔ وہ بدعتیں کہ جو اس زمانے میں ایجاد ہوئیں کوئی کم نہیں تھیں کسی نے نبوت کا دعوی کیا کسی نے دعوی کیا کہ وہ ابراہیم خلیل خدا ہے[2] اسی طرح اور متعدد دعوے۔

ان زمانے کی دیگر وجوہات میں سے یہ بھی تھا کہ اسلامی امت ایک اخلاقی بحران سے روبرو تھی کہ جو حکومت کی نااہلی کی وجہ سے وجود پایا تھا، مسلمانوں اور اسلامی ممالک میں فساد و تباہ کاری کی آتش شعلہ ور ہو چکی تھی۔ ہم بعد کے مباحث میں اس بحران کی مثالیں پیش کریں گے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں امت اسلامی بہت شدت کے ساتھ روحی و دینی تشنگی کو محسوس کر رہی تھی اس لیے کہ امت کی نظر میں امام کی حیثیت ایک قطب عالم کی ہے کہ جس کے زہد و تقوی و عبادت اور دوسرے فضائل کی وجہ سے لوگ امام کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔

اسلامی امت ہمیشہ ایسے خاندان کے سبزہ زاروں سے تغذیہ حاصل کرتی تھی کہ جس کو پروردگار نے ہر طرح کے رجس و گندگی سے دور رکھا ہے۔ امت اپنی پیاس کو ان بزرگواروں کے مقدس وجود کے علمی سرچشموں سے سیراب کرتی اور ان مقدس چشموں کے آب زلال سے اپنی پیاس بجھاتی تھی۔

---

۱ - احتجاج، ج۲، ص۳۹۶۔

۲ - مروج الذھب، ج۳، ص۴۳۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سوم: حکومت کا فرسودہ ہونا

تیسرے مرحلہ میں ظہور و تکامل کا اصلی عامل و سبب خصوصا سیاسی لحاظ سے یہ تھا کہ حکومت قدیمی ہونے کی وجہ سے فرسودہ ہو چکی تھی اور اس کے مخالفین کی جانب سے مسلسل اندرونی مداخلت ہو رہی تھی۔ہارون کے بعد امین و مامون کے درمیان جو جنگ واقع ہوئی ہم اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہارون کے بعد اس کے بھائی ابراہیم[1] نے چودہ روز کے لیے حکومت کی ذمہ داری سنبھالی لیکن پھر امین اس مسند پر آگیا اور ایک سال و چھ مہینے اور تئیس روز تک تخت حکومت پر بیٹھا تھا کہ پھر دوبارہ اس کا چچا خلافت کے لیے منتخب کرلیا گیا یہاں تک مامون بغداد آیا اور خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا[2]، یہ خلفاء و سرپرستوں کے درمیان رسا کشی تھی تو وزراء کی حالت کیا بیان کی جائے اگر خلفاء بنی عباس کو یہ معلوم ہو جاتا کہ ان کے وزراء مذہب شیعہ کی طرف مائل ہو چکے ہیں تو ان کا قتل کرنا ایک حتمی امر تھا، مامون کے ہاتھوں فضل بن سہل ذوالریاستین کا قتل[3] اور ہرثمہ بن اعین جیسا سپہ سالار کہ جس نے بنی عباس کی حکومت کے لیے بہت زیادہ کامیابیاں حاصل کی تھیں اور اس کا قتل تمام سپہ سالاروں کی ناراضگی کا سبب بنا،اس حقیقت کی تائید کرتا ہے[4]۔

---

۱ - ابراہیم بن محمد مہدی بن عبداللہ منصور عباسی (۱۶۲-۲۲۴ھ) ابواسحاق، ہارون الرشید کا بھائی، اس کا لقب ابن شکلہ تھا ان کی ماں ایک ایک کالی کنیز تھی۔ وہ بغداد میں پیدا ہوا اور وہیں پلا بڑھا، ہارون الرشید نے اس کو دمشق کا گورنر بنا کر بھیجا پھر دو سال کے بعد معزول کردیا اور پھر دوبارہ گورنر بنایا اور وہ چار سال تک گورنر رہا، اس کا انتقال سامرا میں ہوا۔ الاعلام، ج۱، ص۶۰۔ انساب الاشراف، ج۴، ص۲۷۸۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۴۵۰۔

۲ - مراجعہ کریں: التنبیہ والاشراف، ص۳۰۳۔

۳ - مروج الذھب، ج۳، ص۴۴۱۔ الانباء، ص۹۹۔ البدء والتاریخ، ج۶، ص۱۱۱۔ تجارب الامم، ج۴، ص۱۳۹۔

۴ - تاریخ الامم والملوک، ج۸، ص۵۴۲۔ تاریخ ابن خلدون، ج۳، ص۳۰۶۔ تاریخ الاسلام، ج۱۳، ص۸۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چہارم: ظلم وستم

ایک اور سبب و عامل؛ حکومت کی جانب سے بہت زیادہ ظلم و ستم تھا کہ جو لوگوں کے ساتھ انجام دیا جاتا تھا ہم کو خراسان کے گورنر ابن ہامان[1] کے بارے میں کہ جو ہارون کی جانب سے گورنر تھا اچھی طرح معلوم ہے یہ بہت عام سی بات تھی کہ ہر سال خراسان کے کسی نہ کسی شہر میں ایسے گورنر کے خلاف قیام اور مظاہرے ہوتے رہے اور دوسری طرف امت کے درمیان فقر و فاقہ اپنے اوج پر رہا اور حکومت کی جانب سے بہت زیادہ قتل و غارت عام ہو چکی تھی۔

پنجم: مرکزی حکومت کی کمزوری

تمام سیاسی اداروں کی دیکھ بھال میں مرکزی حکومت کی کمزوری ایک اور اہم سبب تھا، بنی عباس کی حکومت سب سے زیادہ فوج کو اہمیت دیتی اور اسی پر تکیہ کرتی تھی وہ فوج کہ جس کا خرچ تمام سیاسی اداروں سے زیادہ تھا۔ فوج کا مزاج تسلط اور سختی پر گامزن تھا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنی عباس کی حکومت کی کارکردگی مرکز سے آگے نہیں بڑھ پاتی تھی اور دوسرے شہروں میں طاقت گورنروں کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور صرف فوج تھی کہ جو گورنروں اور مرکزی حکومت کے درمیان رابطہ برقرار رکھنے کا کام کرتی تھی ہر شہر کا گورنر اپنے اختیار میں ایک فوج اور پلیس کا دستہ رکھتا تھا کہ جو لوگوں کے قیام اور مظاہرے کی صورت میں ان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے جب مامون نے محمد زیادی[2] کو سن ۲۰۲ ہجری میں تہامہ کی حکومت کا گورنر بنا کر بھیجا اس کے ساتھ ایک فوج کو روانہ کیا تاکہ وہ فوج کے ذریعہ بنی

---

۱ - علی ابن عیسی بن ماہان (متوفی ۱۹۵ھ) ہارون الرشید و امین کے زمانے میں خراسان کا گورنر رہا ہے اور اس کے ظلم و ستم تاریخ میں مفصل موجود ہیں۔ مراجعہ کریں: الاخبار الطوال، ص۳۹۱۔ الفتوح، ج۸، ص۳۹۶۔

۲ - محمد بن عبداللہ زیادی (متوفی ۲۴۵ھ) یہ یمن میں آل زیاد کا پہلا گورنر تھا۔ الاعلام، ج۶، ص ۲۲۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عباس کی حکومت کو دوبارہ وہاں پر مسلط کرے، لیکن کچھ عرصہ گذرنے کے بعد محمد نے اسی فوج کے ذریعہ اپنی مستقل حکومت بنالی کہ اس کے بعد سے یمن میں زیادیہ کی مستقل حکومت رہی[1]۔

بنی عباس کی حکومت کے دوران رئیس اور حکومت کے دوسرے عہدے داروں کے درمیان تقریبا اضمحلال اور ختم ہونے کی صورت میں تھا اس دوران صرف فوج ہی کا کام تھا کہ جو ان سب کے درمیان رابطے کو برقرار رکھے ہوئے تھی، فوج کے وجود ہی سے اموال خلافت کے مرکز تک پہنچ پاتا تھا یہاں تک کہ مامون کو ولایت عہدی سے برطرف کرنے کے واقعہ میں بھی کہ جو اس کے بھائی امین کے ذریعہ انجام پایا تھا اس نے حکومت کے ایسے بڑے بڑے عہدے داروں کو جمع کرکے رائے و مشورہ لیا کہ جن کی نظر کو حاصل کرنا ضروری تھا،اس گفتگو میں ہرثمہ ابن حازم نے کہا: اے امیر المومنین! جو شخص آپ سے جھوٹ بولتا ہے وہ ہرگزآپ کے لیے بھلائی نہیں سوچے گااور جو شخص آپ سے سچ بولتا ہے وہ کبھی بھی آپ سے حقیقت کو نہیں چھپا سکتاآپ ایسے سپہ سالاروں کو مامون کے ولایت عہدی سے خلع کرنے پر مامور نہ کریں کہ جن کے بارے میں مطمئن نہ ہوں ورنہ کہیں ایسانہ ہو کہ خود آپ کو خلافت سے ہٹادیا جائے اور ان کو مامون کی بیعت توڑنے پر مجبور نہ کریں کہیں ایسانہ ہو کہ وہ آپ سے بیعت شکنی کر بیٹھیں[2]۔

یہ سب کچھ اس بات پر گواہ ہے کہ خلیفہ کے بعد فوج ہی حقیقی قدرت کی حامل تھی۔

ششم: بداخلاقی کا انتشار

حکومت میں برے اخلاق کا انتشار جیسے رشوت، دھوکادہی، لوگوں کو خریدنا وغیرہ بھی عامل و سبب تھے کہ جو اپنے طور پر عوام میں بھی رائج ہو چکے تھے۔یہاں تک کہ ابن اثیر نقل کرتا ہے کہ: قوم زط (جاٹ برادری) ،اپنے زمانے میں معاشرے وسماج کا سب سے پست طبقہ تھا کہ جوایشیاکے ہندووں میں سے ایک قوم تھی،وہ لوگ خلیج فارس کے کنارے بستے تھے اور بصرہ میں بھی مقیم تھے ان لوگوں کا کاروبار

---

۱ - محمد بن عبداللہ زیادہ مامون کی جانب سے یمن لشکر لے کر گیا وہاں شہر صنعاء میں قبیلہ اشاعرہ اور قبیلہ عکہ نے مامون کے خلاف بغاوت کی تو اس ان سے مل کر خود اپنی حکومت بنالی کہ جو ۲۰۲ھ سے ۴۱۲ھ تک باقی رہی۔ دیکھیں: الفضل المزید علی بغیۃ المستفید فی اخبار مدینۃ زبید۔

۲ - مروج الذھب، ج ۳، ص ۳۸۹۔ تاریخ الاسلام، ج ۱۳، ص ۲۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

راہزنی اور لوٹ مار تھا اور یہ شاید ان کے پیچ و پست ہونے کی وجہ بھی یہی رہی ہو۔ حکومت کے عہدے داروں کے کچھ پست و پلید صفات کی وجہ سے اور لوگوں پر مسلط ہونے کی خاطر وہ قوم بصرہ پر مسلط ہو گئی اور یہ لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے کہ جس کی خاطر منحرف تھے یہ تسلط حاصل کر پائے۔ اور یہ کیوں نہ ہوتا جب کہ بطور مثال جعفر بن یحی کہ جو بنی عباس کی حکومت کا ایک قابل اعتماد شخص تھا شراب خوری کی میٹنگ جماتا اور اپنے شرابخور ساتھیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور پروگرام منعقد کرتا کہ جس میں ہر طرح کے لوگ شریک ہوتے تھے اور وہ رنگ برنگے لباس پہنتے اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے اور گالی گلوچ کے ساتھ وقت گذارتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن صالح بن علی عباسی بھی اس میٹنگ میں وارد ہوا وہ خاندان بنی عباس میں ایک متدین و باوقار اور آبرومند شخص تھا، جیسے ہی جعفر بن یحی نے اس کو دیکھا بہت شرمندہ ہوا لیکن عبدالملک بن صالح نے اس سے پہلے کہ جعفر کچھ کہے اس سے کہا: کوئی بات نہیں ہے ہمارے لیے بھی اسی طرح کا رنگ برنگ لباس لے کر آؤ اس کے لیے بھی ایک رنگین لباس لایا گیا اس نے بھی اس لباس کو پہنا، اور جعفر بن یحی سے ہنسی مذاق میں مشغول ہو گیا اور شراب طلب کی پھر اس نے شراب پی اور اس کے بعد کہا: تو بھی ہمارا ساتھ دے اس لیے کہ ہم کو عادت نہیں ہے کہ ہم بہت زیادہ شراب پییں۔ اور پھر ہنسی مذاق اور ڈکارے مارنے لگا[1]، اس کے بعد جعفر نے عبدالملک سے کہا: آپ کی کیا ضرورت ہے؟ عبدالملک نے کہا: میں تین مشکلوں کے حل لیے تیرے پاس آیا ہوں ایک یہ کہ ہزار درہم کا مقروض ہو گیا ہوں کہ جس کو میں ادا کرنا چاہتا ہوں، دوسرے یہ کہ کسی جگہ کی گورنری اپنے بیٹے کے لیے چاہتا ہوں تاکہ وہ بھی کسی قابل ہو جائے اور کچھ عظمت حاصل کر لے، تیسرے یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کی شادی خلیفہ کی بیٹی سے انجام پائے۔ جعفر نے جواب دیا: گورنری کا مسئلہ تو یہ ہے کہ میں نے تیرے بیٹے کو مصر کا گورنر بنا دیا، اور جو پیسا تم کو چاہیے تھا وہ ابھی تمہارے گھر بھجوا دیا جائے گا۔ اور خلیفہ کی بیٹی بھی تمہارے بیٹے کے عقد میں بھیج دی جائے گی لیکن چونکہ وہ امیر المومنین کی بیٹی ہے اس کا حق مہر فلاں مبلغ کی برابر ہے۔ اگلے روز ہارون نے جعفر کی باتوں سے موافقت کر لی چونکہ ہارون

۱۔ الفخری، ص ۲۰۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جعفر سے بہت نزدیک تھا۔ یہ تاریخ کی ان داستانوں میں سے ایک ہے کہ اس جیسی ہزاروں داستانیں تاریخ میں مرقوم ہیں۔

ہفتم: کچھ مستقل حکومتیں

چھوٹی چھوٹی حکومتوں کا وجود جیسے ادریسیوں کی حکومت، غالبیوں کی حکومت کہ جو بنی عباس کی حکومت سے جدا ہو گئی تھیں۔ ان حکومتوں کا وجود بنی عباس کی حکومت کے ظلم و استبداد اور ہر روز کے فسق و فساد کے لیے بہت بڑی رکاوٹ بن چکا تھا۔

حکومت کے حالات سے باخبر ہونے کے بعد لوگوں کی جانب سے سختیاں، مظاہرے اور چہ می گوئیاں شروع ہو گئیں لوگ اس طرح کے فاسق و فاجر حاکموں سے رہائی کا مطالبہ کرنے لگے کہ جو ایک طویل مدت سے مسلم معاشرے پر تسلط جمائے ہوئے تھے، لوگ چاہتے تھے کہ حکومت پھر دوبارہ اپنے شرعی راستہ پر گامزن ہو جائے وہ لوگ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خلافت شرعی کا مجسم مرقع سمجھتے تھے۔

مامون نے امام علیہ السلام کو اپنا ولی عہد قرار دینے کے بعد آپ سے چاہا کہ آپ ایک سواری پر سوار ہو جائیں اور نماز عید فطر میں شرکت فرمائیں۔ مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس طرح کہا: مناسب ہے کہ لوگوں کے تشنہ دل کی خاطر ایک خطبہ ارشاد فرمائیں تاکہ وہ آپ کے فضل و فضیلت کو درک کر سکیں اور ان کے قلوب آرام و سکون حاصل کریں![1]

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مامون کے زمانے میں مراکش میں ادریسیوں کے حکومت وجود پا چکی تھی کہ جس کا دار و مدار مذہبی تحریک کے افراد پر تھا اس زمانے میں حجاز بھی محمد بن امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ہاتھوں میں آ چکا تھا۔ محمد بن جعفر نے مدینہ میں انقلاب برپا کیا اور مدینہ کے لوگوں نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی، مدینہ وہ شہر تھا کہ جس میں ابھی تک بھی معنویت کی رہبری و قیادت سمجھی جاتی تھی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ امام شافعی و امام مالک اور ابو حنیفہ اگرچہ

---

۱ - عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۴۹۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۳۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابو حنیفہ کوفے کے رہنے والے ہیں لیکن تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدینہ میں مقیم تھے، مدینہ اس زمانے میں اسلامی حکومت کے لیے بہت حساس اور بنیادی علاقہ سمجھا جاتا تھا اگرچہ فوجی لحاظ سے یہ علاقہ کسی بھی اہمیت کا حامل نہیں تھا۔

مدینہ کے لوگوں نے محمد بن جعفر کے ہاتھوں پر بیعت کرلی اس لیے کہ وہ لوگ ان کو مامون بلکہ تمام بنی عباس کے افراد سے بہتر اور برتر سمجھتے تھے[1]۔ اس کام نے مامون کے آرام و سکون کو ختم کر دیا لہٰذا اس نے بہت بڑا لشکر محمد سے جنگ کے لیے بھیجا محمد بن جعفر نے اس جنگ میں شکست کھائی لیکن مامون اس کو قتل نہ کرسکا اور آخرکار اس کو گرفتار کرلیا[2]۔

کیا مامون ایک متقی و پرہیزگار انسان تھا؟ اور کیا اسی وجہ سے اس نے محمد کو قتل نہیں کیا کہ جس نے اس کے خلاف بغاوت کی تھی؟

مامون، ہادی عباسی کا پوتا ہے کہ جس نے فخ کے اسیروں کو اعم از بچے، بوڑھے، مرد و خواتین سب کا قتل عام کیا وہ لوگ سیکڑوں کی تعداد پر مشتمل تھے کہ جو ہادی عباسی کے پاس لائے گئے اس وقت ایک درباری شاعر نے شعر کہا کہ جس میں انتقام لینے کے لیے ابھارا گیا تھا اور ان اشعار کو سن کر ہادی نے دستور دیا کہ ان سب کی گردنوں کو بدن سے جدا کر دیا جائے۔ مامون بھی اسی غلیظ و پلید خاندان سے تھا، یہ وہی شخص ہے کہ جس نے بغیر کسی رحم کے اور کچھ پرواہ کیے بغیر اپنے دوست فضل بن سہل کو قتل کر دیا تو پھر کیوں اپنے دشمن محمد بن جعفر کو قتل نہیں کیا بلکہ اس کو حاضر کیا اور جب اس کو خراسان لایا گیا[3] اس کا احترام کیا اور بہت عزت بخشی اور بہت زیادہ مال و دولت سے نوازا اس کو زمین عطا کی، پھر بھی محمد بن جعفر نے مامون کے ہاتھوں پر بیعت نہیں کی، مامون اس کے ساتھ بہت نرمی سے پیش آتا جب کہ محمد مامون کی بھرے دربار میں مذمت کرتا اور اس کے خلاف باتیں کرتا، مامون جب تک محمد زندہ رہا آرام و سکون سے نہ رہ سکا اور جب محمد بن جعفر کا انتقال ہوا مامون نے اس کے تشیع جنازے میں شرکت کی اور اس کی قبر کے قریب تک آیا اس کے جنازے کو پکڑا اور قبر میں دفن کرایا، اور پھر محمد کے بیٹوں سے کہا: تمہارے باپ پر

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۶، ص ۳۱۱۔ منتہی الآمال، ج ۲، ص ۲۱۲۔ مروج الذہب، ج ۳، ص ۴۳۹۔

۲۔ الفخری، ص ۲۱۷۔

۳۔ اس کو رجاء بن ابی ضحاک گرفتار کر کے لایا۔ دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، ج ۸، ص ۵۴۴۔ الکامل فی التاریخ، ج ۶، ص ۳۱۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کتنے پیسوں کا قرضہ تھا؟انہوں نے کہا تیس ہزار درہم ۔ مامون نے کہا: خداوند عالم اس کے قرضہ کوادا کرے۔مامون کا مقصد اس کلام سے یہ تھا کہ وہ خود ہی محمد کے قرضہ کو بھی ادا کر دے گا[1]۔

لیکن مامون نے ایسا کیوں کیا؟ کیا اس نے تقوی و پرہیز گاری کی وجہ سے محمد کے ساتھ یہ سب کچھ کیا تھا؟ہر گز ایسا نہیں ہے، محمد بن جعفر کے ساتھ مامون کی نرمی اس لیے تھی کہ اس زمانے میں مذہبی تحریک بہت زیادہ قدرت و طاقت کی حامل تھی اور حکومت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں میں بھی رسوخ کر چکی تھی۔

ابوالسرایا کا انقلاب

محمد بن ابراہیم بن اسماعیل یعنی فرزند طباطبا بن ابراہیم بن امام حسن مجتبی بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے کوفہ کی طرف کوچ کیا۔ان کی سری بن منصور بن ذہل بن شیبان معروف بہ ابوسرایا (بنی ربیعہ کے خاندان سے) سے مخفی طور سے پہلے ہی سے مشخص شدہ تاریخ کے مطابق ملاقات طے تھی۔

ابوسرایا حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ منورہ پر آیا تاکہ تمام مذہبی لوگوں کو جن سے بھی وہاں ملاقات کرنی ہے سب کو جمع کرے اس لیے جیساکہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا روضہ منورہ ہمیشہ ہی سے انقلابیوں کا مرکز اور پناہ گاہ رہا تھا۔

نصر بن مزاحم اس طرح روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مدائن کے شخص نے مجھ سے کہا: میں اس شب حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ میں تھا،وہ رات بہت طوفانی تھی اور بہت شدید بارش برس رہی تھی ،اچانک کچھ سوار وہاں پہنچے اور اپنے اپنے گھوڑوں سے نیچے اترے ،روضہ میں وارد ہوئے اور زیارت پڑھی اور ان میں سے ابوالسرایا نے مفصل زیارت نامہ کی قرائت کی اور پھر منصور بن زبرقان نمری[2] کے کچھ اشعار پڑھے وہ یہ ہیں :

---

۱ - مقاتل الطالبین، ص ۴۴۱۔ المنتظم، ج ۱۰، ص ۱۲۱۔

۲ - منصور بن زبرقان نمری، شیعہ، اہل بیت علیہم السلام کا چاہنے والا اور متقی پرہیزگار ہے وہ ہارون الرشید کے ساتھ رہتا تھا اور ہارون بھی اس کا کافی احترام کرتا، وہ ظاہر میں دکھاتا کہ میں بنی عباس کے ھم عقیدہ ہوں اور اولاد علی علیہ السلام سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دیکھیں: الشعر والشعراء، ج ۲، ص ۷ ۸۴۔ نیز اعیان الشیعہ، ج ۱۰، ص ۱۴۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نفس فداء للحسین اذ عدا	الی المنایا عدوا و لاقافل
ذاک یوم انحی یشفریہ	علی سنام الاسلام و الکاھل
کانما انت تعجبین الا	ینزل بالقوم نقمة العاجل
لا یعجل الله اعجلت وما	ربک عما ترین بالغافل
مظلومة والنبی و الدھا	یدیر بالارجاء مقلة حافل
الا ماعبر یغضبون لھا	بسلة البیض والقنا الذابل

(میری جان قربان ہو حسین پر وہ اس طرح موت کی طرف بڑھ رہے تھے کہ جیسے پھر واپس نہیں آنا ہے۔وہ روز ایسا تھا کہ تلواریں اپنی دھاروں سے ،اسلام کے دوش پر بہت سخت و شدید وار کر رہی تھیں۔گویا آپ اے فاطمہ تعجب کر رہی ہیں اس سے کہ کیوں بہت جلد اس قوم پر عذاب نازل نہیں ہوا۔اگر آپ جلدی کریں تو بھی خداوند عالم جلدی نہیں کرے گا،اور خداوند عالم جو کچھ آپ دیکھ رہی ہیں بے خبر نہیں ہے۔فاطمہ بنت پیغمبر اکرم ایک مظلومہ تاریخ تھیں،اگر پیغمبر اکرم زندہ ہوتے تو اپنی اشک بھری آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتے۔آگاہ ہو جاؤ ہر کوئی بہادر ایسا نہیں ہے کہ جو تلوار کے نیام کے نکلنے اور باریک نیزوں کے باوجود بھی حضرت فاطمہ سے پشتیبانی اور محافظت کرے۔)

راوی کا بیان ہے کہ : پھر وہ مرد (ابوالسرایا) میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں ؟ میں نے کہا: میں مدائن کا ایک کسان ہوں۔اس نے کہا: سبحان اللہ دوست ایک دوست کے لیے مہربان ہوتا ہے جیسے ایک اونٹ اپنے بچے کے لیے ،اے دوست ! یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں حاضر ہونا خدوندعالم کی خوشنودی کا سبب بنتا ہے اور بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔راوی کہتا ہے: اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے بہت تیزی سے اٹھے اور کہا: جو بھی فرقہ زیدیہ سے تعلق رکھتا ہے وہ فورا میرے پاس آئے کچھ لوگ بہت تیزی کے ساتھ اس کے پاس جمع ہوگئے اور وہیں بیٹھ گئے اس نے ایک طولانی خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں اہل بیت علیہم السلام کے بہت زیادہ فضائل بیان کیے اور پھر ان حضرات پر امت کی جانب سے ہونے والے مظالم کا تذکرہ کیا،اس نے اپنے خطبہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور کہا: اے لوگو! یہ صحیح ہے کہ آپ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ نہیں تھے کہ ان کی مدد کر سکتے لیکن پھر کیوں ایسے شخص کا ساتھ دینے سے گریز کرتے ہو کہ جو تمہارا معاصر ہے اور اس کو تم درک کرتے ہو؟ محمد بن ابراہیم کل خروج کریں گے وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کے منتقم اور اپنے آباء واجداد کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

میراث کے خواہاں اور دین الٰہی کو برپا کرنے والے ہیں۔ پس ان کی مدد کرنے کے لیے کیا چیز مانع ہے؟ میں یہیں سے فوراً کوفہ جا رہا ہوں تاکہ خدا کے دین کے لیے قیام کروں اور حریم مکتب الٰہی سے دفاع کروں اور اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حق کی حفاظت اور ان کی مدد کروں جس کا بھی اس طرح کا ارادہ ہے میرے ساتھ آ جائے۔ وہ فوراً ہی اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے[1]۔

محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں اپنے وجود کو علنی کر دیا علی بن عبید اللہ بن الحسین بن امام علی بن الحسین علیہم السلام اور کوفہ کے لوگ کہ جو ٹڈھی دل کی طرح ان کے اطراف میں جمع ہو گئے تھے ان لوگوں میں اگر کسی کے پاس اسلحہ نہ تھا تو چاقو، عصا، اینٹ و پتھر ہی اپنے ہمراہ لیے ہوئے تھے۔ ابو سرایا اور ان کے ساتھی کہ جن کے ہاتھوں میں زرد رنگ کے دو پرچم تھے پہاڑوں کے اوپر سے نظر آئے۔ انہوں نے سب سے پہلے کوفہ کے حاکم کو قتل کیا اور پھر متعدد لشکر کو ایک دوسرے کے پیچھے دیگر شہروں میں بھیجا تاکہ ان لوگوں کے ساتھ کہ جو پہلے سے معین و مشخص تھے ملکر اپنا کام شروع کریں، یہ معاملہ ایک عظیم جنگ کے بعد عبدوس بن عبدالصمد سے فتح پا کر کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

ابو السرایا نے اسماعیل بن علی بن اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کو کوفہ کا گورنر بنایا اور روح بن حجاج کو ان کے لشکر کا سپہ سالار قرار دیا اور احمد بن سری انصاری کو دوسرے امور کی سرپرستی عطا کی اور عاصم بن عامر کو قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا اور بازار کی سرپرستی و دیکھ بھال ابن مزاحم کے سپرد کی[2]۔

بنی عباس انقلابی تحریک کے مقابلے میں

عباسی خلیفہ کے لیے روز بروز خطرات بڑھتے جا رہے تھے، اس دور میں بنی عباس کی خلافت کا مرکز خراسان میں تھا۔ مامون نے بغداد میں اپنے گورنر حسن بن سہل[3] کو کوفہ کے حالات سے خبردار کیا

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۲۷۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۲۸۔

۳۔ حسن بن سہل ابن عبداللہ سرخسی (۱۶۶-۲۳۶ھ) فضل بن سہل (ذوالریاستین) کا بھائی، مامون عباسی کا وزیر و مختلف شہروں میں گورنر، اور مامون کا خسر، اس کی بیوی بوران کا باپ، مامون اس کا بہت احترام کرتا تھا اس کا سرخس میں انتقال ہوا۔ کہ جو خراسان کے شہروں میں سے ہے۔ الاعلام، ج ۲، ص ۱۹۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور فیصلہ کیا کہ زہیر بن مسیب[1] کو بہت بڑا لشکر لے کر کوفہ کی طرف روانہ کرے لیکن اس سپہ سالار نے اتنے بڑے لشکر اور جنگی ساز وسامان کے باوجود بہت کم افراد کے مقابلے ابوالسرایا کے مختصر سے لشکر سے کہ جو صرف اہل کوفہ پر منحصر تھا اور بہت کچھ جنگی ساز و سامان بھی نہیں رکھتا تھا بہت شدت کے ساتھ شکست کھائی۔ اس جنگ میں کوفہ کے لوگوں نے بہت بہادری کا مظاہرہ دکھایا کہ جس کی تفصیل میں جانے کے لیے بہت زیادہ وقت کی ضرورت ہے یہاں تک کہ ابوالسرایا نے خود اپنے آپ کو زہیر تک پہنچایا اور اس سے کہا: تجھ پر وائے ہو کیا اس سے بھی بڑی شکست کے متمنی ہو؟ کہاں تک میرا پیچھا کروگے؟ ابوالسرایا نے اس کو وہیں چھوڑ دیا اور خود واپس آگئے[2]۔

عبدوس کی شکست

حکومت بنی عباس میں بہت زیادہ تنزلزل اور اضطراب پیدا ہوگیا۔ لہٰذا عبدوس بن عبدالصمد[3] کو سو سوار اور تین ہزار پیادہ فوجیوں کے ہمراہ ابوالسرایا سے جنگ کے لیے بھیجاگیا۔ لیکن کیا ممکن ہے ایسے لوگوں سے جنگ کی جاسکے کہ جو خون کے آخری قطرے تک راہ خدا میں لڑنے کے لیے تیار ہوں، اس دوسری جنگ میں اس مذہبی تحریک کا بانی اور رئیس محمد بن ابراہیم زخمی ہوگیا اور اسی زخم کی وجہ سے انتقال ہوگیا، لیکن اس سے پہلے کہ انتقال ہوتا، ابوالسرایا یعنی سری بن منصور کی کچھ وجوہات کی بناء پر تنبیہ و سرزنش کی۔ ان تنبیہات وسرزنش کی وجوہات میں سے ایک یہ تھی کہ سری بن منصور کو بنی عباس کے حملہ کا منتظر رہنا چاہیے تھا اور ان کے حملے کے بعد جنگ کا آغاز کرتا۔ دوسرے یہ کہ غنائم اصلی ہدف و مقصد نہیں ہے کہ لوگوں کی فقط مال غنیمت پر توجہ رہے[4]۔

---

۱ - زہیر بن مسیب ضبی (متوفی ۲۰۱ھ) بنی عباس کا ایک سپہ سالار یہ مامون کی طرف سے امین کے لشکر سے لڑا تھا اور اس کو حسن بن سہل نے جوخی پر بھی جنگ کے لیے بھیجا کہ جو خانقین وخوزستان کے درمیان واقع ہے اور جب کوفہ میں قیام ہوا تو اسی کو یہاں بھی جنگ کے لیے بھیجا گیا لیکن اس جنگ میں زہیر قتل ہوگیا۔ الاعلام، ج ۳، ص ۵۲۔

۲ - مقاتل الطالبین، ص ۴۲۹۔

۳ - عبدوس بن عبدالصمد بن محمد مروزی۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۸، ص ۵۳۰۔ الکامل فی التاریخ، ج ۶، ص ۳۰۵۔

۴ - مقاتل الطالبین، ص ۴۳۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

محمد بن ابراہیم کی وفات

ابوالسرایا محمد بن ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا محمد بن ابراہیم نے اسی زخمی حالت وجانفشانی اوراضطرابی کی کیفیت میں ابوالسرایا کو دشمن کے اوپر شب خون مارنے پر تنبیہ و سرزنش کی اور کہا: جو کچھ تونے کیا ہے میں اس کام سے درگاہ پروردگار میں بیزار ہوں کیوں تونے ان پر راہ حق کی دعوت دینے سے پہلے حملہ کیا شب خون مارا اور جنگ میں وارد ہوگیا؟ اور دوسری طرف دشمنوں کا فقط اسلحہ غنیمت میں لینا چاہیے تھا۔ ابوالسرایا نے جواب دیا: اے فرزند رسول خدا! یہ کام جنگی نقشہ کے تحت انجام پایا ہے لیکن پھر بھی میں اب سے ایسا کام نہیں کروں گا۔ اس وقت ابوالسرایا نے محمد بن ابراہیم کے چہرے پر موت کے آثار دیکھے اور اس سے کہا: اے فرزند رسول خدا! ہر زندہ کو موت آنی ہے اور ہر جدید شی کو پرانا ہونا ہے پس آپ اپنی وصیتوں کو مجھ سے بیان کریں۔ محمد بن ابراہیم نے کہا: میں تجھ کو تقوی الٰہی کی سفارش کرتا ہوں اور یہ کہ ہمیشہ دین الٰہی سے دفاع کرنا اور اپنے پیغمبر کی اولاد کی مدد وحمایت کرنا چونکہ آخرکار تجھے بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور کوشش کرنا کہ میری جگہ اولاد علی میں سے کسی ایسے فرد کو لانا کہ جو سب سے زیادہ فضل وفضیلت کا حامل ہو اگر اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہوا تو پھر علی بن عبیداللہ کو انتخاب کرلینا اس لیے میں نے ان کو ہر طرح سے آزمایا ہے اور ان کا دین وایمان لائق تعریف اور قابل قبول ہے۔[۱]

محمد بن ابراہیم کی جانب سے ابوالسرایا کی سرزنش اور تنبیہ اس کے علاوہ کہ یہ ایک تنبیہ ہے اس مسئلہ کی توضیح وتاکید بھی ہے کہ ہمارا اصل مقصد صرف حق کی ترویج ہے اور یہ کہ ہم ایسے کاموں کے مرتکب نہیں ہوسکتے کہ جو باطل سے ملاوٹ رکھتے ہوں، ایک مذہبی انقلاب ہمیشہ اپنی اہمیت اور باوقار چیزوں کی حفاظت کرے اس لیے کہ ان کا اصلی مقصد اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اور یہی مذہبی تحریک کے انقلابیوں کے درمیان خدا کی راہ میں استقامت اور استحکام کی بہترین علامت ہے، لیکن ان کے مقابل بنی عباس کے لشکر کے فوجی، انقلابیوں سے اس طرح کہتے تھے: اپنی عورتوں، بیٹیوں اور بہنوں کو اچھی طرح بنا سنوار کر ہمارے پاس بھیجو ہم خدا کی قسم ان کے ساتھ ایسا ویسا کام کریں گے اور صراحتا گندے گندے الفاظ

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۳۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زبان پر جاری کرتے تھے[1]۔ لیکن ابوالسرایا ان کو اس طرح جواب دیتا: خداوند عالم کو یاد کرو اور اس کی بارگاہ بارگاہ میں توبہ کرو اور اسی سے اپنی بخشش و مغفرت کی دعا کرو اور اسی سے مدد طلب کرو۔

محمد بن زید کو تحریک کا قائد منتخب کیا گیا

ابوالسرایا نے لوگوں کو جمع کیا ایک طولانی خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں لوگوں کو محمد بن ابراہیم کی وفات کی خبر دی اور سب کو تسلیت پیش کی۔ اس خبر سے لوگوں میں گریہ و زاری کی آواز بلند ہوئی اور ہر طرف سے واویلا کی صدائیں آنے لگیں۔ ابوالسرایا نے اپنی گفتگو کو اس طرح ادامہ دیا ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہی طرح اپنا جانشین بنایا ہے اس نے ابوالحسن علی بن عبیداللہ کو انتخاب کیا ہے اگر تم راضی ہو تو وہ بھی راضی ہے ورنہ تم لوگ جس کو چاہو اپنے درمیان میں سے انتخاب کرلو۔ اس مقام پر محمد بن محمد بن زید الشہید بن علی بن حسین علیہم السلام کھڑے ہوئے کہ جو ابھی بہت کم عمر تھے اور کہا: اے اولاد علی! دین الٰہی کی شکست کے ساتھ مدد نہیں کی جاسکتی اور اس شخص (علی بن عبیداللہ) نے صرف یہ کہ ہمارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی بلکہ ہماری پیاس کو بجھایا ہے اور ہمارا انتقام لیا ہے۔ اور پھر علی بن عبیداللہ کی طرف رخ کرکے کہا: اے ابوالحسن! خداوند عالم آپ سے راضی و خوشنود رہے آپ کا کیا ارادہ ہے؟ محمد بن ابراہیم نے آپ کو اپنی جانشینی کے لیے انتخاب کیا ہے آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ علی بن عبیداللہ حمد و ثناء الٰہی بجالائے اور کہا: ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں انتخاب کیا ہے انہوں نے اس الٰہی ذمہ داری کو نبھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، میں نہیں چاہتا کہ ان کی وصیت کو بے توجہی کرتے ہوئے رد کردوں اور میرا مقصد اس کو قبول نہ کرنا بھی نہیں ہے لیکن مجھے خوف اس بات کا ہے کہ کہیں میں اپنے اصل مقصد کو ادا کرنے کے بجائے کہ جس کا نتیجہ اچھا اور عاقبت بخیری ہے دوسرے کاموں میں الجھ بیٹھوں، پس تو اے محمد بن محمد اپنے کام میں مشغول رہ خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ اور اپنے چاہنے والوں اور عزیز و اقارب کو جمع کر کہ ہم نے اپنی اس ریاست و قیادت کو تیرے حوالے کیا اور تجھ پر کاملا اعتقاد کے ساتھ اعتماد کیے ہوئے ہیں۔ پھر ابوالسرایا کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۳۰

Presented By: https://jafrilibrary.com

کہا: تیرا کیا خیال ہے کیا محمد بن محمد بن زید الشہید کی قیادت و ریاست سے راضی و موافق ہے؟ ابوالسرایا نے جواب دیا: میری رضایت آپ کی رضایت پر موقوف ہے اور میری بات آپ کی بات کے تابع ہے۔ پھر محمد بن محمد کو لوگوں کے سامنے لایا گیا اور سب نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی[۱]۔ یہ مطلب اس بات پر گواہ ہے کہ مذہبی تحریک کے افراد اپنے اہداف و مقاصد کو صرف زبان ہی پر جاری نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے عمل میں بھی متحقق اور نمایاں تھے۔

دیکھیں کس طرح علی بن عبیداللہ نے حکومت سے کنارہ کشی کی اور نوجوان محمد بن محمد بن زید الشہید کے ہاتھ پر بیعت کرلی، یہ عمل ایسا عظیم کارنامہ ہے کہ جس کی نظیر آج کے انقلابی رہبروں میں تقریباً ناپید ہے۔ ان لوگوں نے اپنے اس عمل سے دوسری اہم ترین چیزوں کی طرف تاکید کی ہے اور اس کو عملی جامہ پہنایا ہے اور وہ عظیم چیز یہ ہے کہ وہ شخص کسی قوم کی رہبری کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھائے کہ جس میں اوروں کی بنسبت زیادہ شائستگی موجود ہو اور سن و سال وغیرہ کو رہبری و قیادت میں ملاک و معیار نہیں بنانا چاہیے۔

محمد بن محمد بن زید گورنروں کو تعیین کرتے ہیں

تمام اہل کوفہ نے محمد بن محمد بن زید کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہوں نے اپنی حکومت میں گورنروں کو اس طرح معین کیا کہ یمن کی حکومت کو ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کے حوالے کی اور اہواز کی حکومت کو بھی فرزند موسیٰ بن جعفر علیہم السلام، بصرہ کی حکومت عباس بن محمد بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور مکہ کی حکومت حسن بن حسن الافطس[۲] اور واسط کے حکومت جعفر بن محمد بن زید بن علی اور حسین بن ابراہیم بن امام حسن علیہم السلام کے سپرد کی۔ تمام افراد اپنے اپنے وظیفہ انجام

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۳۵۔

۲۔ وہ حسین بن حسن افطس بن امام علی بن الحسین علیہم السلام ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

دینے لگے[1] تمام اطراف واکناف سے کوفہ کی طرف خطوط روانہ ہونے لگے۔ ایسے خطوط کہ جو نئی سے نئی فتح فتح کی خبر کے حامل ہوتے تھے۔

ہرثمہ بن اعین بنی عباس کے لشکر کا سپہ سالار

بنی عباس کی حکومت اس انقلاب کے خوف اور اس کی افزائش کے خطرے سے مبہوت ہو چکی تھی اور پیچ و تاب کھارہی تھی[2]، پھر بنی عباس نے اپنی ساری طاقت کو اکٹھا کیا اور طاہر بن حسین خزاعی کو خط لکھا اور اس کو ابوالسرایا کے انقلاب کے مقابلے میں جنگ کرنے کے لیے طلب کیا لیکن اس نے جواب میں صرف چند اشعار بھیج کر انقلابیوں سے مقابلہ کرنے سے گریز کیا چونکہ وہ خود بھی اس انقلاب کی طرف مائل تھا اور وہ اپنے آپ کو اس انقلاب کا مرہون منت سمجھتا تھا[3]۔ بنی عباس نے پھر ایک خط ہرثمہ بن اعین کے نام تحریر کیا اور اس کو لالچ دیا پھر دھمکی دی اور پھر اس کے احساسات کو ابھارا اور آخر کار اپنی فوج کی سرداری قبول کرنے پر آمادہ کرلیا، فوج تیس ہزار سوار وپیادہ پر مشتمل تھی جب کہ مدمقابل انقلابیوں کے پاس بہت کم جنگ کا ساز وسامان تھا اور فوج بھی بہت مختصر تھی۔

جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور بہت شدت کے ساتھ جنگ ہونے لگی انقلابی افراد اسی طرح استحکام و استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے اور ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا۔ انقلابیوں کی فوج نے بنی عباس کے لشکر کی تمام ہوشیاری و چالاکیاں خاک میں ملادیں، اسی دوران حسن بن حسین ذوالدمعہ بن زید الشہید بن امام علی بن الحسین علیہم السلام شہید ہوگئے لیکن انقلابی افراد بہت جوش وخروش کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کرتے اور شجاعت و بہادری کو اپنا شعار بنائے رکھے ہوئے تھے کہ جو لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جارہی تھی۔ اس عالم میں صرف

---

۱ - یہ واقعہ ۱۹۹ ہجری کا ہے۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۳۵۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۴۵۔

۲ - تاریخ الامم والملوک، ج ۸، ص ۵۳۰ میں مذکور ہے کہ جب حسن بن سہل نے دیکھا کہ ابوسرایا سے جنگ کرنا آسان نہیں ہے جو لشکر بھی جاتا ہے شکست سے روبرو ہوتا ہے اور وہ تمام شہروں کو فتح کرتے جارہے ہیں۔ تب ہرثمہ ابن اعین کو لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا، ہرثمہ اس وقت حسن بن سہل کے ماتحت تھا، ہرثمہ کو اس انتخاب پر بہت غصہ آیا اور وہ تمام ذمہ داریاں چھوڑ کر خراسان کی طرف چلا گیا۔ المنتظم، ج ۱۰، ص ۷۵۔

۳ - دیکھیں: مقاتل الطالبین، ص ۴۳۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

وہ شخص پائدار رہ سکتا تھا کہ جس کا دل خداوندعالم نے پاک اور اس کے عمل اور ایمان کو صدق و صفا کا سرچشمہ قرار دیا ہو۔جنگ اور سخت ہوگئی اور ابوالسرایا ننگ سر اس طرح چیخ رہے تھے :اے لوگو! خدا کی قسم تھوڑی دیر کی بہادری اور صبر و تحمل اور تھوڑا سا ثابت قدم رہنا دشمن کو شکست سے روبرو کردے گا اور ان کے نصیب میں شکست کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے ۔اسی دوران ہر ثمہ بن اعین کے لشکر کے ایک سپہ سالار نے اپنی زرہ اور خود کے ساتھ ابوالسرایا پر حملہ کردیا وہ دونوں جنگ میں مشغول ہوگئے ،ابوالسرایا نے اپنی تلوار کے ساتھ اس پر ایسا وار کیا کہ اس کو سر سے لے کر گھوڑے کی زین تک دو حصوں میں تقسیم کردیا اس کے مرتے ہی بنی عباس کی فوج بکھر گئی اور وہ بہت ہی ذلت کی شکست سے روبرو ہوئے ہر ثمہ بھی ابوالسرایا کی فوج کے ہاتھوں اسیر ہوگیا۔ہر ثمہ نے اپنی فوج کے پانچ ہزار سوراروں کو ذخیرہ کے طور پر علیحدہ کر رکھا تھا کہ اگر اس کی فوج شکست کھا جائے اور وہ خود بھی اسیر ہو جائے تو یہ پانچ ہزار فوجی اپنا کام شروع کریں اور انقلابیوں کے لشکر پر حملہ کردیں،ایسا ہی ہوا ایک بار پھر دوسری جنگ شروع ہوگئی لیکن اس مرتبہ ہر ثمہ کو کوئی فائدہ نہ ہو سکا تب اس نے بلند آواز سے کہا: اے کوفہ کے لوگو! کیوں ہمارا اور اپنا خون بہانے پر تلے ہو؟اگر تمہارے اور ہمارے درمیان جنگ صرف اس لیے ہے کہ تم ہمارے حاکم و خلیفہ کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر منصور بن مہدی ہمارے اور تمہارے درمیان قابل اعتماد ہے ہم سب مل کر اس کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں اور اگر تم چاہتے ہو کہ خلافت بنی عباس سے نہ ہو تو تم جس کو چاہو انتخاب کرلو اسی ہفتہ پیر کے روز تک کسی نتیجہ پر پہنچ جاؤ اور بغیر کسی قتل و غارت کے اس سلسلے میں کوئی مفید نتیجہ حاصل کریں۔اس وقت کوفہ کے لوگ حملہ کرنے سے باز آگئے لیکن ابوالسرایا ان سے کہتے رہے : تم لوگوں پر وائے ہو یہ بات دھوکے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے ان لوگوں کو یقین ہوگیا ہے کہ وہ قتل ہو جائیں گے پس ان کو قتل کردو۔لیکن کوفہ کے لوگوں نے یہ بات نہ مانی اور کہا: کہ انہوں نے ہماری خواہش کو قبول کرلیا ہے لہٰذا اب مناسب نہیں ہے کہ ان سے جنگ کی جائے[۱]۔

ابوالسرایا اس جنگ کے پس منظر اور عواقب کے بارے میں فکر مند تھا اور یہ کہ یہ عمل ایک دھوکا تھا چونکہ بنی عباس کے لشکر کو شکست نظر آنے لگی تھی اور اپنی فوج کی ہار کا احساس ہونے لگا تھا لہٰذا انہوں

---

۱ ۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۴۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نے یہ چال چلی ہے اور یہ کہ اس وقت اس فوجی و جنگی حالت کو اسی طرح چھوڑنے سے بنی عباس کی حکومت کے لیے ایک خوشخبری و نوید رہ گئی کہ جس سے مذہبی تحریک کو جڑ سے ختم کیا جاسکتا ہے لیکن جنگ کی حالت میں باقی رہنے سے کم سے کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ بنی عباس کی حکومت فورا کوئی اقدام نہیں کرے گی اور اگر وہ حملہ بھی کریں گے تو بھی کچھ مدت درکار ہوگی اس لیے حکومت کو تعادل اور انسجام برقرار کرنے میں کافی وقت لگے گا۔اس وقت جنگ کو روک دینا حقیقت میں انقلابیوں کی شکست کے معنی میں ہے لیکن ان کی فوج کے اکثر افراد اس حقیقت سے ناواقف تھے وہ لوگ حق و باطل کے درمیان فرق نہ سمجھ پائے۔

جنگ روک دی گئی ،اور ابوالسرایا نے احساس کیا کہ بنی عباس کا مقصد حاصل ہوگیا ہے اور انہوں نے اپنے خاص افراد کو انقلابیوں کے مرکز کوفہ میں پہنچا دیا کہ خود بنی عباس کے لیے کہ بہت بڑی کامیابی تھی۔اسی وجہ سے ابوالسرایا کوفہ سے نکلنے پر مجبور ہوگیا اور کسی اچھی جگہ جانے کے ارادے سے بصرہ کی طرف بڑھا اور راہ میں اس کی بصرہ کے ایک بادیہ نشین سے ملاقات ہوئی ،ابوالسرایا نے انقلاب کے حالات کی خبر لینا چاہی اس بادیہ نشین نے خبر دی کہ ہرثمہ بن اعین کا لشکر بصرہ میں بھی پہنچ چکا ہے اور بصرہ اس وقت ان ہی کے ہاتھوں میں ہے اور کوفہ میں منصور بن مہدی آگیا ہے۔اس نے اور بتایا کہ جس وقت بنی عباس کی حکومت نے جنگ کے رکنے کے آثار دیکھے تو اور بھی زیادہ مدد بھیج دی کہ ان کی سرداری بھی ہرثمہ ہی کے ماتحت تھی۔

ابوالسرایا نے بصرہ جانے سے گریز کیا اور ارادہ کیا کہ شہر واسط کی طرف چلا جائے لیکن پھر اسی بادیہ نشین نے اس کو واسط جانے سے بھی منع کیا اور کہا کہ واسط بھی بصرہ کی طرح بنی عباس کی حکومت کے اختیار میں ہے اور انقلابی گورنروں کو وہاں سے نکال دیا گیا ہے، تب ابوالسرایا نے اہواز کی طرف کا ارادہ کیا اور یہاں تک شہر شوش پہنچ گئے لیکن وہاں ان کے لیے دروازہ کو بند کردیا گیا ابوالسرایا نے حکم دیا کہ دروازہ کھولا جائے دروازہ کھلنے کے بعد وہ اہواز میں وارد ہوا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ باخبر ہو بنی عباس کے لشکر نے اس پر حملہ کردیا، بنی عباس کے لشکر اور ابوالسرایا کے ساتھیوں میں بہت شدت کی جنگ ہوئی اور عنقریب تھا کہ ابوالسرایا پھر سے کامیاب ہوجاتا لیکن اس کے ایک غلام نے فریب کھالیا کہ جس کے سبب وہ شکست سے روبرو ہوا،اس طرح سری بن منصور گرفتار ہوگیا اور اعدام کردیا گیا۔محمد بن محمد بن زید الشہید کو بھی خراسان طلب کیا گیا۔مامون نے اس کی کم سنی پر بہت تعجب کیا لیکن پھر بھی اس کو علنی طور پر پھانسی اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

قتل کرنے سے گریز کیا اس لیے کہ مامون کو خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انقلابی افراد ابوالسرایا کے انقلاب کی طرح دوبارہ قیام کر بیٹھیں اور اس کی حکومت ساقط ہو جائے، مامون نے محمد بن زید کا ظاہری احترام کیا اور ان کو زندگی کے لیے بہت امکانات فراہم کیے، لیکن اس ظاہری آرام وسکون کے بعد ان کو کسی کے ذریعہ زہر دے کر قتل کر دیا۔[۱]

انقلابیوں کی شکست کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے بہت زیادہ مثبت نکات سے چشم پوشی کر لی جائے۔ اس انقلاب سے حکومت پر ایسا لرزہ طاری ہوا جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ مختلف شہروں میں ایک ساتھ مختلف صورتوں میں جنگ چھیڑنا کوئی معمولی اور سادہ کام نہیں تھا، اسی طرح جنگیں کہ جن میں ہر ایک بنی عباس کی حکومت کو لرزانے کے لیے کافی تھی یہاں تک کہ وہ انقلابیوں سے جنگ بند کرنے پر خود ہی مجبور ہوئے۔

یہ سوال اپنی پوری قدرت کے ساتھ باقی ہے:

مامون نے کیوں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خلافت سپرد کرنے کے لیے مدینہ سے خراسان طلب کیا؟ لیکن امام علیہ السلام نے قبول نہیں فرمایا اور پھر مامون نے زبردستی ولایت عہدی کو آپ پر تحمیل کیا اور پھر حضرت نے کیوں ولایت عہدی کو قبول فرمایا؟ جب کہ وہ بھی نقشہ خود مامون ہی کی جانب سے تھا۔

بعض مورخین معتقد ہیں کہ بہتر تو یہ تھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام مامون کی ولایت عہدی کو بھی قبول نہ فرماتے لیکن بعض روایات کے مطابق حضرت ولایت عہدی کو قبول کرنے پر مجبور تھے۔ مورخین کہتے ہیں کہ جس وقت امام علیہ السلام خراسان تشریف لائے، مامون نے حضرت سے ملاقات کی خواہش کی اور کہا: میں نے یہ مناسب سمجھا کہ میں خلافت سے کنارہ کشی کر لوں اور یہ آپ کے سپرد کر دوں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ امام علیہ السلام نے قبول نہیں فرمایا، مامون نے کہا: اے فرزند رسول خدا! آپ خلافت کو ہر حال میں قبول فرمائیں۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا: کبھی بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ مامون اپنی کئی روز تک کوشش کرنے کے بعد امام کی جانب سے خلافت کو قبول کرنے پر

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۴۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ناامید ہو گیا اور کہا: اگر آپ خلافت کو قبول نہیں فرماتے اور آپ نہیں چاہتے کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو پھر میری ولایت عہدی کو قبول فرمالیں، تاکہ میرے بعد خلافت آپ تک منتقل ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا: خدا کی قسم میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد ااور انہوں نے اپنے والد یہاں تک کہ امیر المومنین سے اور انہوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اور انہوں نے مجھ کو خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے زہر سے مظلومانہ طور پر شہید کر دیا جاؤں گا اور عالم غربت میں ہارون کی قبر کے پاس دفن کر دیا جاؤں گا اور آسمان و زمین کے فرشتے مجھ پر گریہ زاری کریں گے۔
مامون یہ خبر سن کر رو دیا اور کہا: اے فرزند رسول خدا جب تک میں زندہ ہوں کس میں مجال ہے کہ آپ کو قتل کرے یا آپ کی طرف ترچھی نظر سے دیکھے؟

حضرت نے فرمایا: یہ واضح رہے کہ اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ کون مجھے قتل کرے گا، مامون نے کہا: اے فرزند رسول خدا کیا خلافت سے جان چھڑانا چاہتے ہو تاکہ لوگ کہیں کہ دنیا کی طرف مائل نہیں ہو؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: خدا کی قسم جب سے خداوند عالم نے مجھ کو خلق فرمایا ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اور دنیا کی طرف پشت بھی نہیں کی ہے اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تیرا مقصد کیا ہے۔ مامون نے کہا: میرا مقصد کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھ پر واجب ہے کہ صداقت و سچائی کو اپنا پیشہ قرار دوں۔ مامون نے کہا: آپ امن وامان میں ہیں۔

تب امام علیہ السلام نے فرمایا: تیرا مقصد اس عمل سے یہ ہے کہ یہ لوگ کہیں کہ علی بن موسی طوس میں رہ رہے ہیں اور دنیا کی طرف مائل ہوگئے ہیں لیکن دنیا نے ان سے منھ موڑ لیا ہے، کیا نہیں دیکھتے کہ کس طرح خلافت کے لالچ میں ولایت عہدی کو قبول کر لیا ہے۔ مامون غصہ ہوا اور کہا: آپ کا مجھ سے اس طرح گفتگو کرنا اصلا قابل قبول نہیں ہے جب کہ آپ میری ہیبت سے اچھی طرح واقف ہیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

خدا کی قسم اگر آپ نے میری ولایت عہدی کو قبول نہ کیا تو میں آپ کو اس کام پر مجبور کروں گا اور اگر قبول کرلیا تو امن وامان میں رہوگے ورنہ آپ کی گردن تن سے جدا کردی جائے گی[1]۔

مامون کا پروگرام یہ تھا کہ امام علیہ السلام کا مقصد زہد و تقوی نہیں ہے بلکہ وہ حکومت کو ہاتھ میں لینے کے لیے زہد و تقوی کا تظاہر کرتے ہیں اور وہ اس شعر کو حضرت کا مصداق سمجھتا تھا:

صلی وصام لامر کان یطلبہ ولماانقضی الامر لا صلی و لاصام[2]

(وہ اپنے مقصد کے حل کرنے کے لیے نماز و روزہ انجام دیتا ہے لیکن جیسے ہی مقصد نکل گیا تو نہ نماز پڑھی نہ ہی روزہ رکھا)

اس روایت کے مطابق مامون چاہتا تھا کہ امام علیہ السلام کو بدنام کرے اور اس طرح دکھائے کہ مذہبی تحریک کے رہبر اور لوگوں کا امام ولایت عہدی کو قبول کرکے حکومت تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ لیکن اب تک ان کے لیے راستہ فراہم نہیں ہوا تھا۔

سحر و جادو خود ساحر و جادوگر کو منقلب کردیتا ہے

خراسان کے لوگوں نے قحط سالی کی خاطر کھیتی باڑی کے خشک ہوجانے پر امام علیہ السلام سے درخواست کی کہ حضرت نماز استسقاء پڑھیں امام علیہ السلام نے نماز استسقاء انجام دی۔ اور ان لوگوں کے لیے دعا کی حضرت کی نماز اور دعا کے نتیجہ میں اذن الہی کے تحت بارش برسنا شروع ہوگئی[3]، حضرت کے اس کام کے ضمن میں مامون کے ایک درباری نے کہا: اے امیر المومنین! تجھے خدا کی قسم کیا اس عظیم افتخار کے سبب، خلافت کو خاندان بنی عباس سے خاندان علی کی طرف منتقل کرنا چاہتے ہو؟ یہ واضح رہے کہ اس طرح کے کاموں سے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو نابودی کی طرف لے جارہے ہو، تو نے جادوگر اور جادوگر کے بیٹے کو اپنے پاس بلالیا ہے وہ گمنام و غیر مشہور تھا تو نے اس کو پوری دنیا میں مشہور کردیا ہے، وہ

---

۱ - بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۲۸۔

۲ - یہ شعر شریک بن عبداللہ قاضی کا ہے دیکھیں: تذکرۃ الحمدونیہ، ج۳، ص۸۶۔

۳ - دیکھیں: عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۷۱۔ دلائل الامامہ، ص۱۹۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بے نام و نشان تھا تو نے اس کو عزت بخشی، اس کے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا تو نے لوگوں کے ذہنوں میں اس کی یاد تازہ کر دی، وہ بے قیمت تھا تو نے اس کی اہمیت بڑھا دی۔ وہ بارش کہ جو اس کی دعا کے نتیجہ میں برسی ہے پوری دنیا خوشحال و مسرور ہو گئی ہے۔ مجھے بہت خوف ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ شخص (امام علی رضا علیہ السلام) خلافت کو بنی عباس سے خاندان علی کی طرف منتقل کر دے۔ اور بہت زیادہ ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شخص اپنی جادوی طاقت سے تجھ سے خلافت کی ناز و نعمت کو چھین لے اور تیری مملکت پر قبضہ کر لے، کیا کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے اپنے اور اپنی حکومت پر ایسا ظلم کیا ہو کہ جیسا تو مرتکب ہوا ہے؟۔ مامون نے جواب دیا: یہ شخص مخفیانہ طور پر لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا تھا میں نے چاہا کہ اس کو اپنے پاس بلا کر اپنا ولی عہد بنالوں تا کہ اس کی دعوت ہمارے حق میں تمام ہو تو اس کو جانتا ہے کہ حکومت و خلافت ہمارا حق ہے اور اس سے دھوکا کھانے والے بھی جان لیں کہ کوئی ہوشیار و چالاک بھی ہم سے خلافت و حکومت کو نہیں چھین سکتا۔ خلافت ہمارا حق ہے اور اس (حضرت امام علی رضا علیہ السلام) کا اس خلافت میں کوئی حق نہیں ہے ہمیں خوف تھا کہ اگر اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں تو وہ ہماری حکومت میں ایسا شگاف و دراڑ ڈال دے گا کہ جس کو کبھی بھی نہیں بھرا جا سکتا اور ہم پر ایسا وار کرے گا کہ جس کے تحمل کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن اب ہم نے اس کے بارے میں وہ کام کیا ہے کہ جو تو دیکھ رہا ہے اور ایسی خطا کے مرتکب ہوئے ہیں کہ جو تیرے سامنے ہے اور اس کے سامنے یہ مسئلہ پیش کر کے ہم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے جس کا تو احساس کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کے کام میں کسی بھی طرح کی سستی نہ کی جائے، ہم آہستہ آہستہ اس کی منزلت و مقام کو کم کریں اور اس کی شخصیت لوگوں کے سامنے ایسی پیش کریں کہ گویا اس میں سے خلافت کی لیاقت و شائستگی ختم ہو جائے اور پھر کوئی ایسی چال چلیں کہ حکومت کے سر سے اس شر کو دور کر سکیں[۱]۔

مامون یہاں پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان بلانے کے اہداف اور آپ سے مناظرے کے لیے علماء و محدثین کو طلب کرنے کا مقصد بیان کر رہا ہے، لیکن بہت جلدی اس کا معاملہ

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۸۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

برعکس ہو جاتا ہے اور مامون حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنانے سے جو اس کا مقصد تھا وہ برعکس ہوتا ہوا نظر آیا ہے تو ہراسان و پریشان ہو جاتا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ولایت عہدی کو قبول کرنے کے اسباب

حضرت امام علی رضا علیہ السلام پہلی روایت کے مطابق مامون کا اس طرح جواب دیتے ہیں کہ جو ہم نے دیکھا لیکن مامون نے امام علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی۔ امام علیہ السلام مامون کی دھمکی کے جواب میں فرماتے ہیں: خداوند عالم نے مجھ کو اس سے دور رکھا ہے کہ اپنے ہاتھ سے خود کو نابود کروں، اگر مسئلہ ایسا ہی ہے تو جو تو چاہے انجام دے، میں بھی تیری ولایت عہدی کو قبول کرتا ہوں، لیکن نہ ہی کسی کو کسی منصب پر نصب کروں گا اور نہ ہی کسی کو عزل، اور نہ ہی کسی قانون و سنت کو پامال کروں گا بلکہ دور ہی دور سے تمام حالات کا نظارہ کرتا رہوں گا۔

یہ روایت خواہ صحیح ہو یا غلط، میرے عقیدے کے مطابق حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ولایت عہدی قبول کرنے میں بہت سے اسباب نظر آتے ہیں۔

پہلا سبب: اگر حضرت امام علی رضا علیہ السلام مامون کی ولایت عہدی کو قبول نہ فرماتے تو امت مسلمہ یہ گمان کرتی کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نہیں چاہتے کہ اسلامی حکومت، بہترین عقلمند ترین اور فاضل ترین لوگوں کے ہاتھ میں رہے۔ اس لیے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کہ جو مسلمانوں کے امام و رہبر ہیں حکومت کو قبول نہیں فرمارہے ہیں پس حکومت، دین سے جدا ہے اور اسلام و سیاست دو الگ الگ مقولے ہیں ان میں آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔ جب کہ اسلامی نقطہ نظر سے امت اسلامی میں امام؛ حاکم ہونا چاہیے اور یہ امامت ان پاک و پاکیزہ اماموں کا حق ہے کہ جو علی و فاطمہ علیہا السلام کی اولاد سے ہیں۔ اسی طرح امت کے درمیان سیاسی حکومت نظر آتی ہے کہ یہ حکومت ایسے افراد کا حق ہے کہ جو سیاسی طور پر لوگوں پر مسلط ہوتے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں امت کے درمیان یہ فکر رائج ہوتی جارہی تھی کہ ''خدا کا کام خدا کو معلوم ہے اور بادشاہ کا کام بادشاہ جانتا ہے''

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح کی فکر کو ختم کر دیا جائے اور ان لوگوں کے نظریے کو باطل کر دیا جائے کہ جو اس فکر و نظر کو منتشر کرنا چاہتے ہیں اور امام علیہ السلام نے ولایت عہدی کو قبول فرما کر اس نظریہ کو باطل کر دیا۔

دوسرا سبب: حضرت امام علی رضا علیہ السلام بلکہ تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام؛ انقلاب کی روش اور تحریک کے افراد بلکہ تمام انسانوں کو کسی خاص نظریہ کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے تھے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کا نظریہ یہ تھا کہ امت کی سطح آگاہی و علم کو اتنا بلند کریں کہ وہ خود اپنے معاملات کو حل کریں۔

یہی وجہ ہے آئمہ طاہرین علیہم السلام ہر طریقے سے اس ہدف تک پہنچنے کے لیے کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ حکومت کے ذریعہ بھی، جس وقت آپ حضرات کو حکومت میں شامل ہونے کی دعوت ملتی آپ اس موقع کو غنیمت سمجھتے اور ایک طرح کی آزادی و حاکمیت کی جانب سے کسی دباؤ سے ڈر اور خوف کے نہ ہونے کو مناسب فرصت جانتے تھے اور اس کے بغیر کہ کسی حکومت کی تائید فرمائیں یا اس کو کوئی امتیاز دیں (اس مسئلہ کی بعد میں توضیح دیں گے) اپنے عقیدے اور مذہب کی نشر و اشاعت میں اقدام فرماتے یہ وہی چیز ہے کہ جس کی طرف مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو اپنی ولایت عہدی پر نصب کرتے وقت اشارہ کیا:

"۔۔۔اب ہم ان کے بارے میں ایسا کر چکے ہیں کہ جو تم دیکھ رہے ہو اور ایسی خطا کے مرتکب ہوئے کہ جس کا تم نے مشاہدہ کیا ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کر کے ہم نے خود اپنا ہی قتل کر لیا ہے کہ جس کا تو احساس کر رہا ہے، پس ان کے معاملے میں سستی نہ کریں، ہم آہستہ آہستہ ان کے مقام کو کم کریں ان کی شخصیت کو لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کریں کہ وہ ظاہراً خلافت و حکومت کی لیاقت نہیں رکھتے اور پھر کوئی ایسی تدبیر کریں کہ حکومت کے سر سے اس آفت کو ختم کر سکیں''۔

لیکن مامون نے اپنے ارادے کے برعکس نتیجہ دیکھا۔

تیسرا سبب: تیسری علت یہ تھی کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام چاہتے تھے کہ مامون کی ان دلیلوں کو کہ جو ان کے ذریعہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے مقام اور ان کی تحریکوں کو ختم کرنا چاہتا تھا، باطل کر دیں۔ مامون نے اپنے مقصد میں نئی روش کا انتخاب کیا تھا اس طرح کہ وہ حضرت امام علی رضا علیہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

السلام کو خراسان لایا تاکہ شاید اپنے مقصد کو عملی جامہ پہناسکے، اس کا پروگرام یہ تھا کہ اگر وہ حضرت کو خراسان لانے سے فائدہ اٹھاسکا تو گویا وہ مقصد میں کامیاب ہوگیا ہے ورنہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے کسی بھی فرزند جیسے علی بن اسماعیل یا محمد بن جعفر یا اسحاق بن موسی یا کسی اور اولاد علی بن ابی طالب علیہم السلام کو خراسان لائے اس کو ولایت عہدی کا منصب عطا کرے اور مسلمانوں سے اس طرح کہے :

اے مسلمانو ! اگر تم کسی علوی کی حکومت کو چاہتے ہو تو یہ وہی حاکم ہے کہ جو تمہارے سامنے ہے جیسا کہ معروف ہے کہ لوگوں کی اکثریت صرف کچھ خاص لوگوں کے علاوہ حقیقی و شرعی امام کو پہنچاننے کی بہت کم صلاحیت رکھتی تھی، اکثر لوگوں کے نزدیک لوگوں کے نام اہمیت کے حامل تھے اور وہ لوگوں کی حقیقت کو درک نہیں کرپاتے تھے۔ یعنی اس امام کو مشخص نہیں کرپاتے تھے کہ جس کی امامت کا تعارف ہوا ہے۔ علویوں کے درمیان کے اختلاف کو بیان کرنے کے لیے بطور مثال دو شخصیتوں کا تذکرہ کرتے ہیں ایک امام موسی کاظم بن جعفر صادق علیہما السلام اور دوسرے علی بن اسماعیل[1]، یعنی وہ شخص کہ جو بعض روایات کے مطابق امام علیہ السلام کی خبریں ہارون الرشید کے پاس لے جاتا اور حضرت کی شہادت کا سبب بنا ہے[2]۔ کہاں یہ اور کہاں وہ۔

مامون چاہتا تھا کہ علویوں میں سے کسی چاپلوس و متملق انسان کو لائے اور اس کو ولایت عہدی کا منصب دے کر تمام مذہبی تحریکوں کو منحل کردے۔ امام علیہ السلام نے اس ہدف کو سامنے رکھتے ہوئے مامون کی ولایت عہدی کو قبول فرمایا تاکہ اس کے اس عمل کو روکا جاسکے۔

---

١ - علی بن اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام، کشی نے اپنے رجال، ص ٢٦۵ میں علی ابن جعفر سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی موسی ابن جعفر سے سنا کہ انہوں نے ہمارے بھائی عبداللہ سے کہا: تمہارے پاس تمہارے دو بھتیجے ہیں یہ شیطان کے شریک ہیں اور میں ان دونوں کی جانب سے بہت نگران ہوں، یعنی محمد بن اسماعیل اور علی ابن اسماعیل۔ دیکھیں: قاموس الرجال، ج ٧، ص ٣٦٧۔

٢ - دیکھیں: عیون اخبار الرضا، ج ١، ص ٦٩۔ بحار الانوار، ج ۴٨، ص ٢٣١۔ الارشاد، ج ٢، ص ٢٣٧۔ کشف الغمہ، ج ٢، ص ٢٣٠۔ المناقب، ج ۴، ص ٣٠٨۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ تھے وہ چند دلائل کہ جن میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی جانب سے مامون کی ولایت عہدی کو قبول کرنے کی مثبت وجوہات بیان کی گئی ہیں کہ ممکن ہے یہ سب یا ان میں سے بعض صحیح ہوں لیکن پھر بھی یہ تمام دلائل فقط وہ اسباب ہیں کہ جن کو اس سلسلے میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

بعض لوگ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اس اقدام کو صحیح درک نہ کرنے کی وجہ سے حیرت میں گرفتار ہیں ! اس طرح کے لوگ فقط گذشتہ زمانے ہی میں نہیں تھے بلکہ آج بھی پائے جاتے ہیں لیکن حضرت امام علی رضا علیہ السلام بہت شفاف طریقہ پر ان لوگوں کے جواب دے چکے ہیں ۔ریان سے روایت نقل ہوئی ہے کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی : اے فرزند رسول خدا! لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے دنیا میں زہد کے اظہار کے باوجود مامون کی ولایت عہدی کو قبول فرمالیا۔امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم اس ولایت عہدی کے قبول کرنے پر میری ناراضگی سے واقف ہے لیکن چوں کہ میں ولایت عہدی کو قبول کرنے یا موت کو اختیار کرنے کے درمیان پہنچادیا گیا تو ولایت عہدی کو قبول کرلیا، ان لوگوں سے تعجب ہے کہ کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ حضرت یوسف نے پیغمبر خدا ہونے کے باوجود بھی عزیز مصر کی خزانہ داری کو قبول فرمالیا اس لیے کہ دین کی ضرورت تھی اور حضرت یوسف نے عزیز مصر سے اس طرح فرمایا: حکومت کے خزانوں کی ذمہ داری مجھ کو دیدے کہ میں عقلمند اور امین ہوں[۱]۔ میرے لیے بھی دینی ضرورت تھی ناچاہتے ہوئے بھی اور اس وقت کہ جب میری موت سامنے تھی اس ولایت عہدی کو مجبورا قبول کیا۔اور میرا اس مسئلہ میں وارد ہونا گویا خارج ہونے کی طرح ہے اور اپنی شکایت کو اپنے پروردگار کے حضور پیش کروں گا اس لیے کہ اسی سے مدد مانگنی چاہیے[۲]۔

دوسری روایت میں بھی اسی طرح کا مضمون وارد ہوا ہے اور روایت میں ہے کہ دانیال پیغمبر بھی اس طرح کے کام کرنے پر مجبور ہوئے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام یہاں پر اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ امام علیہ السلام کی زندگی اسلامی امت کے لیے آپ کی شہادت سے زیادہ مفید ہے، اس زمانے کے حوادث بھی اسی

۱۔ سورہ یوسف، آیت ۵۵۔

۲۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص ۱۳۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بات کی گواہی دیتے ہیں اور حضرت کی فرمائشات بھی چونکہ آپ کی شخصیت صادق و امین ہے لہٰذا حقیقت سے مربوط ہیں۔

یہاں پر ایک واضح دلیل نظر آتی ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نہ صرف مذہبی تحریکوں کی رہبری فرماتے بلکہ ہمیشہ ساری امت کی رہبری فرماتے رہے اور خصوصاً ان زمانوں میں کہ جب حکومتیں یہ چاہتی تھیں کہ ایسے لوگوں کو منتخب کریں کہ جن پر زیادہ تر لوگوں کا اعتماد ہو یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس پر سب کا اتفاق ہے اور ہم بھی بیان کر رہے ہیں۔

موسیٰ[1] حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا پوتا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا بیٹا ہے کہ جو مذہبی و اخلاقی اعتبار سے بہت پست تھا جیسا کہ مشہور ہے اس زمانے کے اسلامی معاشرے نے اس کو دھوکے میں ڈال دیا اور اس کے لیے شراب، گانا اور کنیزوں سے کھیلنا عام ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ امت کے دوسرے افراد بھی ان گناہوں اور شیطانی اعمال میں شریک تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ خلفاء بنی عباس کسی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے مشابہ افراد کو لیتے اور بدنام کرتے تھے۔

یعقوب بن یاسر سے روایت ہے کہ متوکل کہتا تھا: تم پر وائے ہو کہ فرزند رضا امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ کو عاجز کر دیا ہے، میں نے بہت کوشش کی کہ وہ میرے ساتھ شراب نوش فرمائیں اور میرے ساتھ اٹھنا بیٹھا رکھیں لیکن انہوں نے قبول نہیں فرمایا، میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ مجھے ایسی فرصت مل جائے لیکن کامیاب نہیں ہو پاتا۔ ایک محفل میں حاضر شخص نے کہا: اس فرزند رضا میں یہ بات نہیں ہے تو ان کا بھائی موسیٰ تیرے ہاتھ میں ہے وہ شراب خور اور گانے بجانے والا شخص ہے وہ کچھ بھی کھانے پینے سے گریز نہیں کرتا اور زنا و معاشقہ سے بھی پرہیز نہیں کرتا، اس کو بلاؤ اور اس طرح فرزند رضا کو بدنام کرو اور اس کے نتیجہ میں لوگوں کے درمیان مشہور ہو جائے گا کہ فرزند رضا ایسا کرتا ہے اور لوگوں کو اس میں اور اس کے بھائی میں کوئی تمیز نہیں ہے اور جو کوئی اس کے بارے میں سنے گا اور یقین کرلے گا تو پھر انہی اعمال کی نسبت اس کے بھائی کی طرف بھی دے گا اس طرح امام علی نقی بدنام ہو جائیں

۱۔ ان کو موسیٰ المبرقع کہا جاتا ہے ان کا شہر قم میں انتقال ہوا ہے اور وہیں دفن ہیں۔ دیکھیں: قاموس الرجال، ج۱۰، ص۲۹۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

گے۔ اگرچہ متوکل اپنے اس ہدف میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس ہدف کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی اولاد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور ان کے تمام فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک سب فرزند رضا کہلاتے تھے۔ اور تمام لوگ ان تمام حضرات کو صرف فرزند رضا کے نام ہی سے جانتے تھے۔

متوکل اور اس کے درباریوں کی فکر یہ تھی کہ سب مل کر شراب پییں اور موسی فرزند امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت امام علی نقی کے بھائی کو بھی اپنے ساتھ شراب نوشی میں شریک کریں اور اسی دوران کچھ بداخلاق و منحرف افراد کو دعوت دے کر موسی کو اس لہو و لعب اور متوکل کے ساتھ شراب خواری کے ذریعہ رسوا و بدنام کریں اور یہ مشہور کر دیں کہ فرزند رضا متوکل کا ہمنشین ہے اس لیے کہ تمام لوگ امام علی نقی علیہ السلام اور ان کے بھائی موسی دونوں کو فرزند رضا کے نام سے جانتے تھے مقصد یہ تھا کہ حضرت امام علی نقی کو اس طرح کے پروگرام کے ذریعہ بدنام کیا جائے لوگ جب سنیں گے کہ فرزند رضا ایسے کام کر رہا ہے تو دھوکا کھائیں گے اس لیے کہ ''فرزند رضا'' امام علی نقی علیہ السلام کو بھی کہا جاتا ہے اور موسی بن محمد بن علی الرضا کو بھی۔ متوکل نے موسی کو مدینہ سے طلب کیا لیکن اس سے پہلے کہ موسی متوکل کے پاس پہنچے حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے پل وصیف پر اس سے ملاقات کی اس کو سلام کیا حق برادری ادا کیا اور پھر اس سے فرمایا: اس شخص نے تجھ کو بلایا ہے تاکہ تجھ کو ذلیل و رسوا کرے تم اپنے شراب پینے کا پردہ فاش نہ کرنا۔ اے بھائی! محرمات کو انجام دینے میں کچھ خدا کا خوف کھاؤ۔ موسی نے جواب دیا: اس نے مجھ کو اسی وجہ سے طلب کیا ہے لیکن میں کیا کروں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنی حیثیت اور شان کو مت گراؤ، اپنے خدا سے انحراف نہ کرو اور ایسے کام کرنے سے اجتناب کرو کہ جو تمہاری رسوائی کا سبب بنے اس لیے کہ اس کا مقصد آپ کو بدنام کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ موسی نے قبول نہیں کیا حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنی نصیحتوں کی تکرار کی لیکن موسی کے ذہن میں کچھ اور بسا ہوا تھا۔ امام علیہ السلام نے جب موسی کے نظریات کو دیکھا تو اس طرح ارشاد فرمایا: جس محفل کے انتظار میں ہو کہ متوکل کے ساتھ بیٹھ کر مناؤ وہ کبھی بھی برپا نہیں ہو سکتی۔

راوی کہتا ہے کہ موسی تین سال تک ہر روز متوکل کے قصر کے دروازے تک جاتا لیکن اس سے کہا جاتا کہ متوکل مشغول ہے پھر اگلے دن جاتا کہا جاتا متوکل مست ہے پھر اگلے روز کہا جاتا متوکل شراب پیے

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوئے ہے اور اسی طرح متوکل کی ملاقات کی کوشش میں تین سال گذر گئے یہاں تک کہ متوکل کا قتل ہو گیا اور موسی کی متوکل سے ملاقات نہ ہو سکی کہ اس کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی سکے[۱]۔

یہ داستان اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ علویوں میں سے بھی کچھ افراد منحرف اور گناہکار موجود تھے اور حکومت وقت ان لوگوں سے سوء استفادہ کر سکتی تھی اور جس امام پر چاہتی تہمت لگاتی اور اس طرح ان منحرف لوگوں کے ذریعہ اپنے منافع حاصل کرتی۔

یہاں پر ان تینوں دلائل کے سلسلے میں گفتگو ختم ہوتی ہے اب جو مسئلہ باقی رہتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو اس وقت سمجھ سکتے ہیں کہ آپ حکومت میں وارد ہونے کے باوجود بھی حکومت کو رسمی طور سے نہیں مانتے تھے اس لیے کہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو کسی حکومت سے مل جائے اور اس کے باشاہ و وزیر و صدر و وزیر اعظم کو رسمی طور پر تسلیم نہ کرتا ہو۔ لیکن حضرت امام علی رضا علیہ السلام مامون کے ولی عہد تھے پھر بھی اس کی حکومت کو رسمی طور سے نہیں مانتے تھے اور فرماتے تھے : یہ حکومت ظالم اور باطل و فاسد ہے اور میں اس میں کوئی دخل نہیں رکھتا ہوں۔ یا دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: میں کسی بھی شخص کو کسی عہدہ پر منصوب نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی کو عزل کروں گا اور کسی رسم و سنت کو پامال نہیں کروں گا[۲]۔

ایک روایت میں ہے کہ امام علیہ السلام نے مامون سے اس طرح فرمایا: امت محمدی کے ساتھ اپنی رفتار و گفتار میں خداوند عالم کو حاضر و ناظر جانو تجھ کو خداوند عالم نے اس مقام پر منصوب نہیں کیا ہے اور تجھ کو خلافت کا اہل قرار نہیں دیا ہے، اس لیے کہ تو نے مسلمانوں کے امور کو تباہ کر دیا ہے اور اس کو ایسے افراد کے حوالے کر دیا ہے کہ جو احکام الٰہی کو اجرا نہیں کرتے، اس سرزمین پر قیام کیا ہے اور سرزمین وحی مکہ و مدینہ کو چھوڑ دیا ہے مہاجرین و انصار پر تو ظلم و ستم کرتا ہے اور وہ کوئی بھی مومن تجھ سے انصاف کی امید نہیں رکھتا وقت ظلم و ستم کے ساتھ گذر رہا ہے کہ جو بہت زیادہ تحمل و مشکلات کے ساتھ اپنا رزق و روزی حاصل کرتے ہیں کوئی موجود نہیں ہے کہ جس سے شکایت کریں ان کی پہنچ تجھ تک بھی نہیں ہے پس تو خود سرزمین وحی و نبوت اور دیار مہاجرین و انصار کی طرف پلٹ آ۔

---

۱ - بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۔

۲ - بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۲۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مامون نے کہا: اے مولا! اب کیا کیا جائے؟

حضرت نے فرمایا: بہتر ہے کہ اس سرزمین سے کوچ کرو اور اپنے آباء واجداد کی سرزمین کی طرف واپس ہو جاؤ تا کہ مسلمانوں کے امور پر ناظر رہو[۱]۔

معمر بن خلاد سے روایت ہے: حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: مامون نے مجھ سے کہا: اے ابوالحسن! کسی ایسے شخص کو کہ جو آپ کی نظر میں قابل اعتماد ہے اس کا انتخاب کریں اور ان شہروں کا گورنر بنا کر بھیجیں کہ جو ہمارے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ لیکن میں نے یہ جواب دیا: اپنے عہد وپیمان پر وفا کرو میں بھی اپنے عہد و پیمان پر وفا کروں گا۔ میں نے اس منصب کو ایک شرط کے ساتھ قبول کیا ہے کہ امر و نہی سے دور رہوں گا کسی کو منصوب نہیں کروں گا اور کسی کو عزل نہیں کروں گا اور حکومتی معاملات میں دخالت نہیں کروں گا میں اپنی سواری سے مدینہ کے اطراف میں آتا جاتا تھا مدینہ کے لوگ مجھ سے اپنی مشکلات کو بیان کرتے اور میں ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا کہ جس کے نتیجہ میں وہ لوگ بھی میری ہی طرح ہو گئے تھے، میرا فرمان مختلف شہروں میں جاری ہوتا تھا اور تو نے میرے اوپر کسی نعمت کا اضافہ نہیں کیا ہے جو کچھ میرے پاس ہے خداوند عالم کی جانب سے عطا کردہ ہے۔ مامون نے کہا: میں اپنے عہد و پیمان پر وفا کروں گا[۲]۔

حضرت نے اپنے ولایت عہدی کے منصب پر فائز ہونے کے وقت ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور خطبہ کی ابتداء میں مامون سے اس طرح فرمایا: ہمارا حق ان لوگوں کہ جو ابھی درک نہیں کر پائے پہچنواؤ[۳]۔ آپ نے خطبے کے دوران فرمایا: ہم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسب مبارک کی وجہ سے تم لوگوں پر حق رکھتے ہیں اور تم لوگ بھی ہم پر حق رکھتے ہو اور تم لوگ ہمارے حق کو ادا کرو گے تو ہم بھی تمہارے حق کو ادا کریں گے[۴]۔

۱۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۶۴۔

۲۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۴۴۔

۳۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۴۱۔

۴۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۴۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت فرماتے ہیں : مامون نے مجھ سے کہا: اے ابو الحسن ! بہتر ہے کہ آپ اپنے ماننے والوں کو ان علاقوں میں خط لکھو کہ جو ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں میں نے بھی اس طرح جواب دیا : اے امیر ! اگر تم اپنے عہد و پیمان پر وفا کروگے تو میں بھی اپنے عہد و پیمان پر وفا کروں گا، میں اس شرط کے ساتھ حکومت میں وارد ہوا ہوں کہ امر و نہی سے دور رہوں نہ ہی کسی کو عزل کروں اور نہ کسی کو کوئی منصب عطا کروں، حکومت سے ملحق ہونے سے میرے لیے کسی مقام و مرتبہ میں اضافہ نہیں ہوا ہے۔ میں جس وقت مدینہ میں رہتا تھا میرا حکم مشرق سے مغرب تک چلتا تھا میں اپنی سواری پر سوار ہوتا شہر مدینہ کی گلی کوچہ میں گھومتا تھا اور کوئی شخص بھی مجھ سے زیادہ لوگوں کی نظر میں محبوب نہیں تھا جو کوئی بھی مجھ سے جو بھی مانگتا میں اس کو اپنی حیثیت کے مطابق انجام دیتا تھا۔ مامون نے کہا میں اپنے عہد و پیمان پر وفا کروں گا[۱]۔

ان روایات سے اس طرح نتیجہ گیری کی جاسکتی ہے :

اول: امام علیہ السلام کی نظر میں عباسی حکومت شرعی و قانونی نہیں تھی۔

دوم: امام علیہ السلام عباسی حکومت سے علنا مقابلہ کرتے تھے، اس لیے کہ امام علیہ السلام مامون سے صراحتا فرماتے کہ میری مختلف شہروں میں پیروی ہوتی تھی اور مامون جیسوں کی حکومت کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس کی کوئی شرعی و قانونی حیثیت نہیں ہے اور امام علیہ السلام ان مسائل کو مذہبی تحریکوں کے ساتھ تعاون فرما کر حل فرماتے تھے۔

اس سے پہلے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولایت عہدی کے واقعات کو ختم کریں کوشش کریں گے کہ جو اہم ترین واقعات و حوادث حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولایت عہدی سے مربوط ہیں، بیان کریں۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مامون امام علیہ السلام کو ولایت عہدی پر منصوب کرنے کے بعد خود کو مشکلات میں محسوس کرنے لگا اس لیے کہ اس کا ہدف یہ تھا کہ اس عمل سے بہت سے لوگوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرے لیکن جیسے ہی امام علیہ السلام اس عہدہ پر فائز ہوئے تو آپ نے ثابت کیا کہ خلافت

---

۱ - بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۴۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

شرعی و قانونی آپ ہی کا حق ہے نہ کہ مامون کا کہ جو امام علیہ السلام کی شاگردی کی اہلیت بھی نہیں رکھتا۔ مامون اس حقیقت کو ختم کرتا اس کی روش اس ہدف میں یہی تھی کہ مسلم وغیر مسلم علماء وفقہاء اور متکلمین کو اپنے اطراف میں جمع کرے تاکہ کم از کم ایک مرتبہ ہی سہی امام علیہ السلام کی زبان سے یہ نکلوائے کہ اس مسئلہ کا جواب نہیں جانتے تاکہ امام علیہ السلام کی عاجزی و نادانی کی خبر ساری دنیا میں منتشر کرسکے۔ لیکن امام علیہ السلام نے مامون کے اس عمل سے اپنے اہداف کو اور زیادہ کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔

یہاں پر اپنی گفتگو کی تائید میں ایک تاریخی واقعہ پیش کرتے ہیں کہ جس کے مطابق سیکڑوں نمونے پیش کیے جاسکتے ہیں:

برقی نے اپنے والد گرامی سے روایت نقل کی ہے ریان بن شبیب، معتصم عباسی کا ماموں مارده کے بھائی نے مجھ سے اس طرح کہا: جس وقت مامون اپنے لیے امیر المؤمنین کی حیثیت سے اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے لیے ولی عہدی کی حیثیت سے اور فضل بن سہل کے لیے وزیر اعظم کی حیثیت سے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا، حکم دیا تین تخت لائے جائیں، جب تخت لائے گئے اور یہ تینوں افراد ان پر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے لوگوں کو دربار میں وارد ہونے کی اجازت دی گئی۔ لوگ وارد ہوئے اور ہر ایک نے ان تینوں افراد کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ لوگوں کے بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے داہنے ہاتھ سے ان تینوں کے داہنے ہاتھوں کی تین انگلیوں کو درمیانی انگلی سے انگوٹھے تک دباتے تھے اور باہر نکل جاتے تھے، آخری شخص انصار میں سے ایک جوان تھا اس نے بھی داہنے ہاتھ سے لیکن انگوٹھے سے درمیانی انگلی کی طرف بیعت کی، اس وقت حضرت امام علی رضا علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: اس جوان کے علاوہ کسی نے بھی ہماری بیعت نہیں کی۔ مامون نے کہا: کس طرح اس جوان کے علاوہ کسی نے بھی ہماری بیعت نہیں کی؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: بیعت کا صحیح طریقہ انگوٹھے سے درمیانی انگلی کی طرف انجام پاتا ہے اور بیعت کا توڑنا درمیانی انگلی سے انگوٹھے کی طرف لے جانا ہوتا ہے۔

راوی کہتا ہے: اس وقت لوگ آپس میں بحث کرنے لگے اور مامون نے حکم دیا لوگوں سے دوبارہ بیعت لی جائے اس فرق کے ساتھ کہ اس مرتبہ بیعت کا وہی طریقہ تھا کہ جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے تعلیم دیا تھا۔ لوگ آپس میں یوں کہہ رہے تھے: جو شخص آداب بیعت سے بھی واقف نہیں ہے وہ کس

Presented By: https://jafrilibrary.com

طرح امامت وخلافت کا حقدار ہو سکتا ہے؟ روای کہتا ہے: یہی سبب ہوا کہ مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو زہر دیدیا[1]۔

یہاں پر دوسرا حادثہ کہ جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ مامون مسلسل امام علیہ السلام سے درخواست کرتا رہا کہ آپ مسجد تشریف لے جا کر نماز جماعت اقامہ فرمائیں تا کہ امام علیہ السلام بھی عباسی حکومت کے کارندے شمار ہو سکیں، امام ابھی اپنے بیت الشرف سے باہر تشریف نہیں لائے تھے کہ لوگ آپ کی زیارت کے لیے باہر صف باندھے کھڑے تھے اور اپنے گناہ و تقصیر کے سبب امام کے حضور گریہ وزاری میں مشغول تھے۔ مامون کے جاسوس اس کے پاس آئے تا کہ اس کو حالات سے آگاہ کریں۔ مامون نے بھی ان حالات سے نجات حاصل کرنے کے لیے حضرت کو پیغام بھیجا کہ آپ اپنے گھر ہی میں تشریف رکھیں۔ اس صورت میں لوگوں کا حضرت کے ساتھ قلبی لگاؤ کی وجہ سے حالات دگرگوں ہو سکتے تھے۔

اس واقعہ کی کئی مرتبہ تکرار ہوئی اس لیے کہ مامون چاہتا تھا کہ امام علیہ السلام بھی عباسی حکومت کے کارندے شمار ہوں[2]۔ مامون نے چاہا کہ امام علیہ السلام لوگوں کے سامنے تقریر فرمائیں مامون کے لیے اہم ترین مسئلہ تھا کہ امام علیہ السلام کو کسی بھی طرح حکومت کے رسمی پروگرام میں شریک کرسکے تا کہ اس طرح اپنی حکومت کا شرعی ہونا ثابت کرسکے، لیکن اس نے بہت جلدی درک کرلیا کہ امام علیہ السلام کا ان پروگراموں میں حاضر ہونا اس کے لیے نہ صرف مفید بلکہ اس کے اہداف کے لیے مضر اور خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

امام علیہ السلام صرف ان محافل میں شرکت فرماتے تھے کہ جو مامون مناظروں کے لیے سجاتا تھا۔ان محافل کا برپا ہونا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اہداف کے کامیاب ہونے کا سبب بنا کہ جو حضرت کا زہر سے شہید ہونا ہماری اس بات پر زندہ دلیل ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون حضرت کو ولی عہد بنا کر خود جال میں پھنس گیا تھا۔

مورخین کے نظریات میں سے ایک اہم ترین رائے کہ جو حضرت کی ولایت عہدی کے وقت بہت زیادہ گفتگو کا محور بنی ہوئی تھی یہ تھی کہ مامون کا ہدف حضرت کو اپنا ولی عہد بنانے سے یہ تھا کہ وہ مذہبی

۱۔ بحارالانوار، ج۴۹، ص۱۴۴۔

۲۔ عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۵۰۔ المناقب، ج۴، ص۳۷۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

احساسات و اعتقادات کا پابند تھا لیکن بعد میں اسی قاعدہ کے تحت '' حکومت بانجھ ہوتی ہے '' اس کی ہوا و ہوس اور مصلحت اندیشی اس کے دین و ایمان پر غالب آ گئی۔

ہم اس نظریے پر گفتگو کرنے سے گریز کرتے ہیں اس لیے کہ اس نظریے سے متعلق پہلے بھی گفتگو کر چکے ہیں۔ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ کوئی عاقل یہ دعوی کرے کہ عباسی حکومت ان تمام مشکلات و سختیوں کے باوجود مامون پر کوئی اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ یا اس کے لیے اس کے تمام ارادے واضح نہیں تھے۔ یا امام علیہ السلام کے قتل کی سازش اور آپ کے قتل میں تمام کوششیں جو قتل سے پہلے انجام پائیں، یہ سب حضرت کی شخصیت کو مجروح کرنے کی صورت میں نہیں تھیں۔ اور یہ تمام اتفاقات کسی پہلے بنائے ہوئے پروگرام کے تحت نہیں تھے۔ وہ تمام حالات کہ جو بعد میں برعکس ثابت ہوئے سب اس بات کی دلیل ہیں کہ اس کے تمام کارنامے اس کے ارادے اور قدرت کے تحت انجام پائے ہیں اور ممکن ہے کچھ حوادث ایسے بھی پیش آئیں کہ جو انسان کے پہلے ارادے و عقیدے کے خلاف ہوں لیکن ہم ثابت کریں گے کہ ان تمام حوادث میں کام کرنے والے افراد واضح ہیں اور دوسری طرف جو چیز مورخین اپنے نظریات پر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ مامون کے کلمات پر مشتمل ہے کہ وہ اندرونی طور پر شیعہ تھا اور اس کا ارادہ خالص و الہی تھا۔ لیکن اس طرح کے نظریہ کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے جب کہ بعض شواہد کی بنیاد پر اس طرح کا احتمال بھی نظر آتا ہے کہ اس نے اپنی تمام گفتگو ایک فریب اور دھوکے کی بنیاد پر کی ہو۔ ایک طرف کچھ ایسے کلمات مامون اور اس کے طرف داروں کی زبانی سنے جاتے تھے کہ جو سب اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام کو ولایت عہدی کا منصب دینا صرف ایک نمائش نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اگر ہم ان مورخین کے اس نظریہ کو قبول بھی کر لیں، پھر بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے کہ یہی اس کا اعتراف: مامون نے امام علیہ السلام کو ولایت عہدی دینے کے بعد تمام امکانات حضرت کو قتل کرنے کے لیے استعمال کیے ہیں۔ یہ خود ایک عظیم دلیل ہے کہ مامون کے مقصد میں اس کے بہت سے اور بھی منافع موجود تھے۔

امام علیہ السلام چونکہ زمانے کے امام ہیں لہٰذا کائنات کا علم اور سب سے زیادہ عقل و ہوش رکھتے ہیں، اپنی آزادی سے استفادہ فرماتے تھے۔ امام علیہ السلام کی شرط ایک بنیادی شرط تھی اس لیے کہ آپ اپنے وجود سے حکومتی نظام اور اپنی آزادی سے مذہب کی ترویج میں کامل استفادہ فرماتے جب کہ حکومت

Presented By: https://jafrilibrary.com

کو رسمی طور سے قبول نہیں کرتے تھے یا اس کے مقابلے خاشع و خاضع ہوئے بغیر، بلکہ اس کے برخلاف، امام علیہ السلام حکومت کی مخالفت میں اقدام فرماتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک مرتبہ امام علیہ السلام اپنے بیت الشرف میں تشریف فرما تھے کہ دعبل خزاعی کہ جو محب اہل بیت علیہم السلام اور حکومت کے مخالف تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دعبل حکومت سے بچنے کے لیے سالوں سال جنگلوں اور بیابانوں میں عمر بسر کر چکے تھے ایسی حالت میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے حضور کچھ اشعار پیش فرمائے:

''آل ختم الرسل کا گھر ہر ذی نفس سے خالی ہو گیا
کہ جہاں قرآن کریم کی صدا بلند رہتی تھی
اس میں شب و روز صدا بلند تھی
اور اب خاموش اور چھپی ہوئی اور ہر ذی نفس سے خالی
وحی الٰہی کو لیے ہوئے ملائکہ کے نازل ہونے کا مقام
مومنین کے ہدایت گاہ اور اپنے زمانے کے عابدوں کی عبادت گاہ
کیا ویرانہ تھا وہ پھیلا ہوا ریگزار''

دوسرے اشعار میں حکومت کی جانب سے ہونے والے فسادات کو بیان کرتے ہیں کہ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اس سے پہلے کہ حکومت آپ کے وجود سے سوء استفادہ کرے آپ اپنی آزادی سے خوب استفادہ فرماتے تھے۔

ہم نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زندگی کا کچھ حصہ بیان کیا اور آپ کی زندگی کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور وہ ہے آپ کا فکری جہاد۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام ہمیشہ اس سے وابستہ رہے کہ اس کے بارے میں ہم بہت جلد گفتگو کریں گے اگرچہ وہ بھی ہماری گفتگو حضرت کی زندگی کے صفحات میں سے کچھ صفحوں پر ہی مشتمل ہوگی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک اپنے پورے شباب پر اپنی جوانی کے عالم میں تھی،اس لیے کہ اس زمانے میں انقلابات پھوٹ رہے تھے اور تکامل کی راہ طے کر رہے تھے، لہٰذا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا زمانہ آزادی کا زمانہ تھا۔
- مامون کی جانب سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خراسان طلب کرنا اور اپنی ولایت عہدی دینے کا مقصد اس کا شیعہ ہونا نہیں تھا جیسا کہ بعض افراد نے گمان کیا ہے بلکہ وہ مذہبی انقلابات پر کنٹرول کرنا چاہتا تھا کہ جس کے متعدد اسباب تھے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شخصیت، حکومت کا کمزور ہونا، کچھ مستقل حکومتیں، ابو سرایا کا قیام وغیرہ۔
- حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ولایت عہدی سے اپنے مکتب کی ترویج اور اپنی امامت و ولایت کی ترویج میں کما حقہ استفادہ کیا اور یہ کہ امام کا انسانوں کی گردن پر ایک حق ہوتا ہے جب کہ امام حکومت کے سامنے تسلیم نہیں ہوئے اور نہ ہی حکومت کو تسلیم کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا امت میں سیاسی و ثقافتی کردار

سیاسی زندگی؛ امت کی فکری زندگی کے طرز کا ایک رد عمل ہے، جب کبھی بھی انسان کی سیاسی زندگی تشویش و تشنج کے ساتھ ہوگی، معاشرے کی فکری زندگی بھی تشویش و تشنج سے دور نہیں رہ سکتی۔ اگر کوئی امت، سیاسی حالات کے متعلق روشن فکری سے خالی ہو تو معاشرے کے اکثر لوگ فکری و ثقافتی مواقع میں ابہام و گمراہی میں زندگی بسر کریں گے۔

فکری و ثقافتی زندگی بھی سیاسی زندگی میں منعکس ہوتی ہے یعنی اگر کوئی امت اخلاقی و ثقافتی نظر سے کوئی تشویش ناک افکار کی حامل ہو تو یقینا سیاسی مسائل میں بھی اس کے افکار و مواقع تشویش و آشفتگی سے خالی نہیں رہ سکتے۔

حقیقت میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے کی انتہائی تشویش ناک زندگی کی دلیل ہمارے لیے واضح ہے۔ ہم نے پہلے بھی اس زمانے کے شرائط مختصر طور پر بیان کر دیے ہیں، لیکن اب کچھ تفصیل سے بیان کر رہے ہیں۔ سیاسی لحاظ سے اس زمانے میں بھی دوسرے زمانوں کی طرح ایک دوسرے سے وابستہ انقلاب نظر آتے ہیں۔ ہم نے ان میں سے کچھ انقلابات کا تذکرہ کیا ہے اور اب کچھ اور دوسرے انقلابات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس زمانے میں ایک انقلاب مصر میں تو دوسرا سوڈان میں تیسرا حجاز میں تو چوتھا عراق میں انجام پا رہا تھا۔ اس طرح امت اسلامی میں متعدد انقلابات یکے بعد دیگرے واقع ہو رہے تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مامون ۱۹۸ ہجری سے ۲۰۴ ہجری تک خرسان میں رہا اس طرح کہ خراسان کو اپنا دار الخلافت بنائے ہوئے تھا۔ وہ اس سے پہلے اپنے بھائی امین سے جنگ میں مشغول تھا اس لیے کہ بنی عباس کے اعتقادات و رسوم کے مطابق بغداد میں امین شرعی و رسمی خلیفہ تھا لیکن مامون نے امین کو بر طرف کر کے خود کا مسلمانوں کے خلیفہ کے طور پر تعارف کرایا اور امین سے جنگ میں مشغول ہو گیا اور جب امین و مامون کے درمیان جنگ ختم ہوئی تو مامون کا لشکر امین کے دار الخلافت بغداد میں وارد ہوا اور اہل بغداد کا قتل و غارت کیا، اور بہت زیادہ آبادی اور گھروں کو برباد و ویران کر دیا اور قتل و غارت کے بعد بغداد میں سکون ہوا اور مامون کا لشکر خراسان واپس پلٹ آیا لیکن پھر اہل بغداد کو دوبارہ غصہ آیا اور بغداد کے لوگوں نے مامون کو عزل کر دیا اور ابراہیم بن مہدی کو اپنا خلیفہ بنالیا۔

یہ بھی ایک انقلاب تھا، جو اس زمانے میں رونما ہوا، لیکن دوسری طرف مصر میں عیسائیوں نے وہاں کے گورنر کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی اور اس کو مصر سے باہر نکال دیا تھا[1]۔

اسی زمانے میں ہندوستان سے کچھ غلاموں کو گرفتار کر کے لایا گیا اور سند و پنجاب یعنی مشرقی پاکستان سے ان لوگوں کو بصرہ لایا گیا وہ لوگ بصرہ پہنچتے ہی سمجھ گئے کہ اسلامی سرزمین میں داخلی جنگ چھڑی ہوئی ہے لہٰذا انہوں نے فرصت سے استفادہ کیا اور بصرہ و بحرین پر قبضہ کر لیا ان لوگوں نے بصرہ کی بندرگاہ پر بہت سخت ٹیکس و مالیات لگا دیا، اس زمانے میں بصرہ کی بندرگاہ بہت اہمیت کی حامل تھی اس لیے کہ اس زمانے میں یورپ و افریقہ کے ممالک اپنی ضرورتوں کو مشرقی چین اور مشرقی جزائر سے اسی راستہ سے حاصل کرتے تھے۔ جس وقت یہ تمام مال بصرہ کی بندرگاہ پر پہنچتا تو وہاں کے لوگ یہ مال لے کر بصرہ کی بندرگاہ سے عراق اور وہاں سے شام لے جاتے اور پھر وہاں سے لاذقیہ فلسطین و بیروت کی بندرگاہوں سے ہوتے ہوئے مغربی ممالک کی طرف روانہ ہوتے اور اٹلی پہنچ جاتے تھے۔ یہ مال یورپی ممالک میں تقسیم ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بصرہ کی بندرگاہ دار الخلافت بغداد کی ضرورتوں کو بھی پورا کرتی تھی لیکن ان لوگوں کے قابض ہونے کے بعد اس شہر کے رزق و روزی میں بھی کمی واقع ہو گئی۔

۱۔ مصر میں امین کے طرف داروں؛ قیسیہ اور مامون کے طرف داروں یمانیہ کے درمیان جنگ جاری تھی اسی زمانے میں اہل بشر ود یعنی وہاں کے یہودی و عیسائیوں نے مامون کے گورنر عبدویہ بن جبلہ (متوفی ۲۱۶ھ) کے خلاف بغاوت کی اور اس کو مصر سے باہر نکال دیا۔ دیکھیں: تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۶۵۔ الکامل فی التاریخ، ج ۵، ص ۴۰۹۔ الاعلام، ج ۴، ص ۱۸۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لہٰذا بصرہ کی بندرگاہ ایک بین الاقوامی بندرگاہ تھی کہ جو اس زمانے میں اس گروہ کے قبضہ میں آ گئی کہ جو "زط" (جاٹ) کے نام سے جانے جاتے تھے۔ بصرہ پر مسلط ہونا اسلامی حکومت اور بغداد کی درآمد میں ایک مشکل کام بن چکا تھا۔

لوگ جاٹوں کی زبان سے واقف نہ تھے اور جب کبھی بھی ان سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتے تو ان کا کلام سمجھ میں نہیں آتا تھا[1]۔

یہ لوگ ابتداء میں کچھ کم تھے لیکن طاقتور ہونے کے بعد ان کے بچے اور عورتیں مل کر ان کی تعداد ہزاروں میں ہو گئی اور جیسا کہ تاریخی کتابوں میں مذکور ہے ان جاٹوں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہو چکی تھی[2] یعنی یہ مختصر سے افراد بصرہ پر مسلط ہو گئے کہ جو اسلامی حکومت کا مرکزی اور بندری شہر تھا کہ یہی عراق کا دریائی راستہ تھا کہ جس کے ذریعہ عراق باہر کی دنیا سے متصل ہوتا تھا۔

ان جاٹوں کی کامیابی کی دلیل اسلامی امت میں داخلی خلفشار اور داخلی جنگ تھی، اور اس کے علاوہ یمن میں بنی عباس سے الگ ہو کر ایک حکومت علیحدہ بن چکی تھی۔ محمد بن زیادی نے یمن میں حکومت بنائی اور زیادیہ کے لوگوں کو جمع کر کے حکومت مضبوط کر لی۔ آذربائیجان وارمنستان میں بھی تحریک وانقلابات تھے لہٰذا اس طرح اسلامی حکومت متزلزل تھی، یہی حالات حکومت کی تشویش کا سبب تھے کہ جو معاشرے میں فکری لحاظ سے منعکس ہو رہے تھے یہاں تک کہ ایک مسلمان بھی اپنی زندگی سے آگاہ نہیں تھا اور نہیں جانتا تھا کہ اسلام اپنی اصلی حالت پر باقی ہے یا منحرف ہو چکا ہے۔

مامون کے زمانے میں ترجمہ کی تحریک[3]

مامون نے بھی اس فرصت سے استفادہ کیا اور اسلام میں بدعتوں کی بنیاد رکھی یہ کہ دوسرے ادیان کی کتابوں کے ترجمہ کا حکم صادر کیا اس وجہ سے اسلامی حکومت کا دارومدار غیر اسلامی قوانین کی روش

---

۱ - تاریخ الامم والملوک، ج ۴، ص ۴۶۸۔ تاریخ الاسلام، ج ۱۵، ص ۳۰۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۳۲۱۔

۲ - تاریخ الاسلام، ج ۱۵، ص ۳۰۔

۳ - تحریک ترجمہ کی تاریخ کے متعلق مصنف محترم نے اپنی کتاب عرفان اسلامی میں "المسلمون وترجمۃ العلوم العقلیہ" کے عنوان سے تحریر کیا ہے، مراجعہ کریں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پر ہو گیا۔ خراسان و نیشاپور اور دوسرے علاقوں میں دارالترجمہ تاسیس ہوئے[1]۔ اور بہت زیادہ خزانہ ان دارالترجموں کو چلانے میں خرچ ہوا۔

مامون نے ذیل کی دلیلوں میں کسی ایک دلیل کی وجہ سے یہ اقدام کیا۔

پہلا سبب: کہا جاتا ہے کہ جب مامون نے درک کرلیا کہ تمام اسلامی حکومت میں انقلابی افکار پھیل چکے ہیں، اس کے پاس ان افکار کے مقابلے کوئی راہ و چارہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ کسی خاص فکر پر تکیہ کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی طرف لائے۔

ایسی خاص فکر کہ جس پر مامون اعتماد کرسکے اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلاسکے وہ کون سی راہ ہو سکتی ہے؟

واضح ہے کہ جو افکار فارسی زبان کتابوں کا ترجمہ کرنے سے منتقل ہو سکتی ہے وہی فکر مامون کے لیے قابل اعتماد ہو گی۔ لہٰذا اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ دیکھیں کہ کونسی کتابیں فارسی سے عربی زبان میں ترجمہ ہوئی ہیں؟

جب بھی اس زمانے کے ایران پر نظر کی جائے ایک طرف، بادشاہوں کو دیکھتے ہیں کہ جو لوگوں پر مسلط ہو گئے ہیں اور دوسری طرف، کچھ محروم و محتاج لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ جو غلام بنا لیے گئے ہیں اور ان مطالب کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ان غلاموں کے یہاں کوئی انقلابی فکر موجود نہیں تھی اور وہ لوگ ان بادشاہوں کے سامنے کاملا تسلیم تھے، لیکن ان تمام محروم و بچھڑے ہوئے افراد کی فکروں کی کچھ اہل قلم راہنمائی کرتے تھے اس طرح کہ بادشاہ ان اہل قلم کو کچھ رقم دیتے کہ وہ ایسی کتابیں تالیف کریں کہ جو حکومت کی تائید کا سبب بنیں۔

یہ تمام کتابیں اس طرح ہوتیں جیسے ''آسمان میں خدا اور زمین پر بادشاہ'' یا ''اپنی حکومت کی بھلائی بادشاہ ہی جانتے ہیں'' یا '' بادشاہی خاندان؛ حکومت کی پائداری کے لیے ضروری ہے'' وغیرہ اور اس طرح

---

۱ - مامون نے بغداد میں ایک دارالترجمہ تاسیس کیا کہ جس میں یحی بن ماسویہ کو سربراہ مقرر کیا اور اس کے بعد اس کا شاگرد حنین بن بن اسحاق سربراہ مقرر ہوا اس کا تعلق ایک عیسائی عرب خاندان سے تھا یہ اپنے زمانے میں یونانی کتابوں کا عربی و سریانی زبان میں سب سے بڑا مترجم تھا اس نے ایک گروہ بنایا کہ جو براہ راست سریانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کرتے تھے۔ دیکھیں: تاریخ الفلسفۃ الاسلامیہ، ہنری کوربان، ص ۵۷۔ نیز عرفان اسلامی- بین نظریات البشر وبصائر الوحی، ص ۸۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لوگوں کو حکومت وقت کے سامنے تسلیم رہنے کی دعوت دیتے تھے۔ یہ افکار اکثر لوگوں کے ذہنوں پر حاکم تھے اور اس طرح دھوکا دے کر لوگوں پر کاملا مسلط تھے۔ مامون جس وقت خراسان پہنچا اور ایسے لوگوں سے رابطہ کیا کہ جو بادشاہی خاندانوں سے تھے یا ان سے مربوط تھے اور اس نے چاہا کہ اسلامی امت میں بھی اسی نظریہ کی ترویج کرے کہ جس سے بادشاہوں کی حکومت لوگوں کے ذہنوں پر حاکم رہتی تھی اور اسی وجہ سے فارسی کتابوں کے ترجمہ کا حکم دیا۔

دوسرا سبب: کہا جاتا ہے کہ اسلامی مملکت میں کفر والحاد کی تحریکیں بھی پیدا ہو گئی تھیں، یہ تحریکیں اس زمانے میں اسلام کے وجود کے لیے خطرہ تھیں، اس لیے کہ اس زمانے میں دوسرے ممالک، قوموں اور ادیان سے آئے ہوئے لوگ مسلمانوں کے درمیان زندگی بسر کر رہے تھے اور یہ لوگ دین اسلام کی طرف مائل تھے اس لیے کہ یہ لوگ اپنی نجات وآزادی کو اسلام میں دیکھ رہے تھے اور انہوں نے اسلام میں یہ چیزیں درک کرلی تھیں:

۱۔عدالت، ۲۔رحمت، ۳۔سالم و صحیح روابط اور دوسری خوبیاں اور پھر انہیں لوگوں نے درک کرلیا کہ اسلامی امت پر بنی امیہ و بنی عباس کی جانب سے یہ غلط افکار مسلط ہوئے اور لوگوں پر زبردستی تحمیل کردیے گئے ہیں۔ لہٰذا اس طرح کے لوگ اپنے گذشتہ ادیان کی جانب واپس ہوگئے یا کسی جدید انحراف کی طرف مائل ہوگئے تھے اور اسلامی امت کے درمیان انہیں نظریات کی تبلیغ وترویج میں مشغول تھے۔

اس سلسلے میں ایک تاریخی نمونہ پیش کر رہے ہیں:

ایک روز خلیفہ عباسی مہدی نے سنا کہ اس کے محل کا پردہ اٹھانے والا ''ربیع بن یونس'' اس کے وزیر ''معاویہ بن یسار'' کے بیٹے پر کفر کی تہمت لگا رہا ہے۔ مہدی عباسی نے معاویہ کے بیٹے کو دربار میں طلب کیا اور اس سے کچھ قرآن کریم سے سوالات کیے لیکن معاویہ کا بیٹا جواب نہ دے سکا۔ مہدی عباسی نے معاویہ سے کہ جو اسی موقع پر دربار میں موجود تھا، اس طرح کہا: کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ تیرا بیٹا حافظ قرآن ہے؟ معاویہ نے جواب دیا: جی ہاں! اے امیر المومنین! لیکن اب کافی مدت سے وہ مجھ سے دور زندگی بسر کررہا ہے۔اسی وجہ سے قرآن فراموش کردیا ہے۔ مہدی نے اس سے کہا: اٹھ اور اس کا خون بہا کر خداوند عالم سے قربت حاصل کر۔ معاویہ اٹھا، لیکن اٹھتے وقت اس کا پیر لڑکھڑایا اور لرز کر زمین پر گر گیا۔ مہدی کے چچا عباس بن محمد نے کہا: اے امیر المومنین! اگر مناسب سمجھیں اس بوڑھے کو بیٹے کے قتل سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

معاف فرمادیں اور اجازت دیں کہ کوئی دوسرا آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔ مہدی نے بھی حاضر محفل میں سے ایک کو قتل کرنے کا حکم دیا اس نے معاویہ کے بیٹے کی گردن اڑا دی۔ اس واقعہ کے بعد معاویہ اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گیا یہاں تک کہ مر گیا۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی داستانیں ہیں۔ یہ ایک روش تھی کہ جس کے ذریعہ عباسی حکومت کفر والحادی تحریکوں پر مسلط ہوتی۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ بنی عباس کی حکومت کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ کفر والحادی تحریکوں کا مقابلہ کرے۔ کیوں؟

اس لیے کہ بنی عباس کی حکومت خود وہی اسباب پیدا کرتی تھی کہ لوگ دین اسلام سے منحرف ہو جائیں اور بنی عباس اسلامی نظریات سے صرف اپنے منافع کے موقع پر استفادہ کرتے تھے۔ مامون عباسی نے جب دیکھا کہ اس سے پہلے خلفاء اس طرح ان تحریکوں سے مقابلہ کرتے تھے تو اس نے چاہا کہ مغربی و مشرقی افکار کے ذریعہ اسلامی افکار کو توازن عطا کرے اور ارسطو و افلاطون وغیرہ کے افکار کو اسلامی عقائد و علم کلام میں رائج کرے۔ بنی عباس کی حکومت ایسی تھی کہ صرف اسلامی لباس پہنے ہوئے تھی لیکن مختلف قسموں کی شرابیں پینے میں اس کے حاکم و نمائندے مشغول تھے اس طرح وہ ایک طرف کسی چور کے ہاتھ بھی کاٹتے تھے اور خود ہی لوگوں کو چوری کرنا بھی سکھاتے تھے۔ اس لیے کہ مغربی و مشرقی افکار کی نشر و اشاعت اس زمانے میں اسلام کے تشویش کا سبب تھا اور اس سے امت اسلامی کے منحرف ہونے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا[1]۔

۱۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ: خلفاء بنی عباس کی جانب سے فلسفی کتب کا عربی زبان میں ترجمہ کرنا دین مبین اسلام پر ایک خطرناک جنایت و ظلم تھا کہ جو ایک بدعت کی شکل میں رائج ہوا اور لوگوں کے درمیان سے اسلام کی خالص فکر ختم ہوتی چلی گئی۔ صفدی نے اپنی کتاب لامیۃ العجم میں تحریر کیا ہے کہ مامون نے جزیرہ قبرس کے بادشاہ سے یونانی کتابیں مانگیں کہ اس کے پاس ان کتابوں کا ایسا خزانہ تھا کہ کسی کے پاس نہیں تھیں۔ بادشاہ نے اپنے تمام وزیروں سے مشورہ لیا اور سب نے ان کتابوں کو دینے کے لیے منع کیا سوائے ایک وزیر کے اس نے کہا: یہ کتابیں اسلامی دنیا میں وارد کی جائیں تاکہ ان کے شرعی نظام میں خلل واقع ہو اور ان کے علماء میں اختلاف اور امت میں فساد پیدا ہو۔ بحار الانوار، ج ۵۷، ص ۱۹۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا کردار

اس پرآشوب ماحول میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام میدان میں قدم رکھتے ہیں اور امت کو سیاسی تنزلزل سے کہ جو معاشرے کے افکار میں منعکس تھا، نجات دیتے ہیں۔ امام علیہ السلام اس زمانے میں میدان میں وارد ہوئے کہ جب اسلامی امت مغرب و مشرق کی کتابوں کے ترجمہ میں مشغول اور کفر وشرک کی آلودگیوں میں ملوس اور حکومتوں کے مقابلے تسلیم ہونے والی فکروں میں دبی ہوئی تھی اور کفر والحاد کی فکریں منتشر ہورہی تھیں ایسے ماحول میں امام علیہ السلام نے میدان میں قدم رکھا اور اپنے مذہبی کردار کو ادا کیا۔

تاریخ کو ملاحظہ فرمائیں اور جس وقت تاریخ پر نظر کریں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام مامون کی درخواست پر مدینہ سے خراسان تشریف لائے، وہ سفر کہ جو بصرہ، اہواز، فارس، طوس اور مرو تک مہینوں میں انجام پایا۔ امام علیہ السلام جہاں کہیں بھی قیام فرماتے احادیث ارشاد فرماتے، روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے خاکستری رنگ کے خچر پر سوار نیشاپور میں وارد ہوئے محمد بن رافع، احمد بن حارث، یحی بن یحی، اسحاق بن راہویہ اور دوسرے علماء حضرت کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے، اور عرض کر رہے تھے: آپ کو آپ کے معصومین آباء واجداد کی قسم ہمارے لیے کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیں کہ جو آپ نے اپنے والد گرامی سے سنی ہو۔ امام علیہ السلام اس حال میں کہ سوتی کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اپنے سر مبارک کو کجاوہ سے باہر نکالا اور فرمایا: میرے والد گرامی عبد صالح موسی بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد گرامی جعفر صادق بن محمد نے فرمایا: میرے والد گرامی ابو جعفر محمد بن علی الباقر وارث علم انبیاء نے فرمایا: میرے والد گرامی علی بن الحسین سید العابدین نے فرمایا: میرے والد گرامی سید شباب اہل الجنتہ امام حسین نے فرمایا: میرے والد گرامی علی بن ابی طالب نے فرمایا: میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے جبرئیل سے سنا کہ اس نے کہا: خداوندعالم نے فرمایا ہے: " انی انا اللہ لاالہ الا انا فاعبدونی ، من جاء منکم

Presented By: https://jafrilibrary.com

بشهادة ان لا اله الا الله بالاخلاص دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی[۱]''

یہ ان دسیوں مرتبہ میں سے ایک مرتبہ تھا کہ آپ نے اس حدیث شریف کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا مختلف ادیان و مذاہب کے علماء سے مناظرہ

ہاشمی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: جیسے ہی حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام مامون کے پاس پہنچے، مامون نے سہل بن فضل کو حکم دیا کہ مختلف ادیان و مذاہب کے علماء جیسے جاثلیق، راس الجالوت، صابئی مذہب کے رئیس، ہیربد بزرگ، زرتشتی علماء، نسطاس رومی اور متکلمین کو جمع کیا جائے۔ اور جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو مامون کو خبر دی گئی اس نے کہا: ان سب کو ہمارے سامنے پیش کرو سہل بن فضل نے ایسا ہی کیا۔ مامون نے ان سب کا بہت خوشی سے استقبال کیا اور کہا: میں نے آپ سب حضرات کو ایک امر خیر کے لیے جمع کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ میرے چچازاد بھائی کہ جو مدینہ سے تشریف لائے ہیں ان سے مناظرہ کرو۔ ہم سب کی ملاقات کا وقت کل ہے۔ کل سب لوگ میرے پاس آنا اور کوئی بھی تم میں سے تاخیر نہ کرے۔سب نے کہا: اے امیر المومنین اطاعت کی جائے گی انشاء اللہ ہم کل صبح سویرے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ہاشمی نے اپنی بات کو اس طرح ادامہ دیا: میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ مجھ سے گفتگو کر رہے تھے کہ اسی وقت حضرت کے خادم یاسر ہمارے پاس آئے اور کہا: میرے سید و سردار، امیر المومنین نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے : آپ کا بھائی آپ پر قربان ہو مختلف ادیان و مذاہب کے علماء و متکلمین ہماری مملکت مختلف علاقوں سے ہمارے پاس آئے ہوئے ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو کل ان سے گفتگو کرنے کے لیے ہمارے پاس تشریف لے آئیں اور اگر ہمارے پاس آنے سے راضی نہ ہوں تو آپ زحمت نہ اٹھائیں ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کو بھی ہمارا سلام کہنا اور کہو کہ جو تم نے چاہا اس کو انجام دیا گیا ہے انشاء اللہ کل میں آپ لوگوں کے پاس آجاؤں گا۔

۱۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۲۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حسن بن نوفلی ہاشمی کہتا ہے: جیسے ہی یاسر گیا، امام علیہ السلام نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا: اے نوفلی ! تو عراقی ہے اور عراقیوں کی طبیعت ملایم ہوتی ہے تیری نظر میں کیوں مامون نے مشرکوں اور مختلف ادیان و مذاہب کے علماء کو ہم سے بحث و مباحثہ کرنے کے لیے جمع کیا؟ میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان ہو جاؤں وہ آپ کو آزمانا چاہتا ہے اور آپ کے علم کی مقدار و میزان کو جاننا چاہتا ہے لیکن اس نے اپنے ارادے کو مخفی رکھا ہے اور خدا کی قسم اس نے بہت برا ارادہ کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا ارادہ اس کام سے کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: متکلمین و بدعت گذار افراد، علماء کے مخالف ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء فقط منکرین خدا و منحرف فرقوں کے رؤسا، مشرکین و متحیرین ہی کی نفی نہیں کرتے اس لیے کہ ان کے سامنے اگر آپ فرمائیں گے کہ خدا ایک ہے تو وہ کہیں گے: آپ ان کی وحدانیت کو ثابت فرمائیں۔ اگر فرمائیں گے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں تو وہ کہیں گے: آپ ان کی رسالت کو ثابت فرمائیں اور مخاطب پر تہمتیں لگا کر اس کی دلیلوں کو باطل کرتے ہیں اور اس قدر مغالطہ کریں گے کہ انسان اپنے مدعی اور دلیل سے پلٹ جائے۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ اس مناظرے سے منصرف ہو جائیں۔ ہاشمی کا بیان ہے: امام علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے نوفلی ! کیا تم ڈر رہے ہو کہ وہ مجھ کو محکوم کردیں؟ میں نے عرض کی: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ مجھ کو امید ہے کہ خداوند عالم آپ کو ان سب پر کامیاب کرے گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے نوفلی ! کیا تم جاننا چاہتے ہو کہ مامون کب پشیمان و شرمندہ ہوگا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں ! آپ نے فرمایا: جب تم دیکھو گے کہ میں نے اہل توریت کو توریت سے اہل انجیل کو انجیل سے اور اہل زبور کو ان کی زبور سے اور صابئین کو عبرانی اور ہیربدوں سے فارسی اور رومیوں سے رومی اور دیگر مذاہب کے بزرگوں سے ان کے مذہب و زبان میں گفتگو کرکے جواب دوں گا اور جب میں سب کو محکوم کردوں گا اور ان کی دلیلوں کو باطل کردوں گا اور وہ سب اپنے عقیدوں اور باتوں سے پلٹ جائیں گے میری بات کو تسلیم کرلیں گے، اس وقت مامون سمجھ جائے گا کہ جو اس نے راستہ اختیار کیا ہے وہ غلط ہے اس وقت وہ پشیمان و شرمندہ ہوگا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جیسے ہی صبح ہوئی فضل بن سہل ہمارے پاس آیا اور ہم سے اس طرح کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ کے چچازاد بھائی آپ کا انتظار کر رہے ہیں، تمام علماء بھی جمع ہو چکے ہیں۔ کیا اس محفل میں شرکت فرمائیں گے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: تم جاؤ میں بھی انشاء اللہ بہت جلد محفل میں حاضر

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہو جاؤں گا۔امام علیہ السلام نے نماز کے لیے وضو انجام دیا اور تھوڑا شربت نوش فرمایا اور ہمیں بھی دیا پھر ہم سب چل پڑے اور مامون کے دربار میں حاضر ہوگئے۔ محفل میں بہت بھیڑ تھی، محمد بن جعفر ہاشمیوں وطالبیوں کی طرف سے تھے اور تمام فوج کے کمانڈر موجود تھے، جیسے ہی امام علیہ السلام محفل میں وارد ہوئے مامون، محمد بن جعفر اور تمام بنی ہاشم تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے اور اسی طرح کھڑے رہے یہاں تک کہ امام علیہ السلام اور مامون بیٹھے اور پھر مامون نے سب کو بیٹھنے کے لیے کہا تب سب لوگ بیٹھے۔مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد جاثلیق کی طرف رخ کرکے اس طرح کہا: اے جاثلیق! یہ علی بن موسی بن جعفر میرے چچازاد بھائی ہیں۔یہ ہمارے پیغمبر کی بیٹی فاطمہ اور علی بن ابی طالب کی اولاد سے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان سے گفتگو کریں مناظرہ کریں اور عدالت وانصاف مد نظر رہے۔ جاثلیق نے کہا: اے امیر المومنین! میں کس طرح ایسے شخص سے گفتگو و مناظرہ کروں کہ جو اس کتاب سے استدلال کرے گا کہ جس کو میں نہیں مانتا اور اس پیغمبر سے نقل قول کرے گا کہ جس پر میں ایمان نہیں رکھتا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے نصرانی! اگر تم پر تمہاری انجیل سے دلیل پیش کروں تو کیا قبول کرلو گے؟ جاثلیق نے کہا: کیا ہو سکتا ہے کہ جو انجیل کہے میں قبول نہ کروں؟ جی ہاں خدا کی قسم اگر میرے خلاف بھی ہوا گر انجیل میں ہوگا تو میں ضرور قبول کروں گا۔حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے انجیل میں سے کچھ حصہ پڑھا اور ثابت کیا کہ ہمارے پیغمبر کا اسم گرامی انجیل میں ذکر ہوا ہے۔اور پھر حضرت عیسی علیہ السلام کے کچھ حقیقی حواریوں کا تذکرہ کیا اور بہت سی دلیلیں پیش کیں کہ جن کو جاثلیق نے قبول کیا۔ پھر کچھ مقدار میں کتاب اشعیا سے پڑھا اور دلائل و احتجاج کیا یہاں تک کہ جاثلیق نے اس طرح کہا: حضرت عیسی کی حقانیت کی قسم میری نظر میں تمام مسلمانوں میں کوئی بھی آپ کی طرح علم و فضل نہیں رکھتا۔ کوئی اور آپ سے گفتگو کرے۔تب امام علیہ السلام نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور اس کے ساتھ توریت و زبور کتاب شعیا اور حبقون سے گفتگو و احتجاج کیا یہاں تک کا راس الجالوت بھی تسلیم ہوگیا اور کوئی جواب نہیں بن پایا۔اس کے بعد امام علیہ السلام نے ہیر بد کبیر کی طرف رخ کیا اور اس سے بھی گفتگو و مناظرہ شروع کیا یہاں تک ہیر بد اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔امام علیہ السلام نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! اگر کوئی بھی تم میں سے اسلام کے خلاف نظریہ رکھتا ہو اور کچھ بھی سوال کرنا چاہے تو

Presented By: https://jafrilibrary.com

بغیر کسی شرم کے معلوم کرسکتا ہے۔ عمران صابئی کہ جو ایک عظیم متکلم و ستارہ پرست تھا اس نے کہا: اے حکیم! اگر آپ خود ہی نہ کہتے کہ جو بھی سوال کرنا چاہے سوال کرسکتا ہے تو کبھی بھی سوال نہ کرتا میں نے تمام کوفہ وبصرہ وشام کے علماء و متکلمین سے گفتگو کی ہے لیکن کوئی بھی میرے سوالات کا جواب نہیں دے سکا اور میرے سامنے خداوند عالم کی وحدانیت کو ثابت نہیں کرپایا ہے۔ اگر مجھے بھی اجازت ہو تو میں بھی آپ کے سامنے اپنا سوال پیش کروں ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس محفل میں تمہارے علاوہ کوئی اور عمران صابئی نہیں ہے ۔ عمران نے کہا: جی ہاں میں ہی عمران ہوں۔امام علیہ السلام نے فرمایا: جو چاہو سوال کرو لیکن انصاف پیش نظر رہے اور بیہودہ باتوں و ناجوانمردی سے پرہیز کرنا۔ عمران نے کہا: اے میرے سید و سردار میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ مجھ کو صحیح و معقول جواب دیں اور میں قبول نہ کروں۔امام علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی سوال کرنا چاہو معلوم کرو۔لوگ بہت زیادہ جمع ہو چکے تھے اور اس قدر بھیڑ ہوچکی تھی کہ لوگ ایک دوسرے سے چپکے ہوئے بیٹھے تھے۔امام علیہ السلام نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ان دونوں کے درمیان کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ ظہر ہو گئی اس وقت امام علیہ السلام نے مامون کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ عمران نے کہا: اے میرے سید و سردار اب میرا دل آپ کی گفتگو سے نرم ہوچکا ہے گفتگو کو منقطع نہ فرمائیں ۔امام علیہ السلام نے فرمایا: نماز پڑھتے ہیں اور پھر واپس آکر گفتگو کریں گے ۔ امام علیہ السلام کھڑے ہوگئے اور مامون بھی کھڑا ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے قصر کے اندر جاکر نماز انجام دی اور تمام لوگوں نے قصر سے باہر محمد بن جعفر کی اقتداء میں نماز پڑھی، نماز کے بعد سب لوگ آگئے امام علیہ السلام اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوئے آپ نے عمران کو بلوایا اور فرمایا : اے عمران ! اپنا سوال پیش کرو۔ عمران نے خداوند عالم کی وحدانیت اور اس کی صفات کے بارے میں متعدد سوالات کیے امام علیہ السلام نے تمام سوالات کے جواب مرحمت فرمائے۔پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کیا سمجھ گئے ہو عمران؟ عمران نے جواب دیا : جی ہاں میرے سید و سردار اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند اسی طرح ہے کہ جس طرح آپ نے توصیف فرمائی ہے اور وہ ایسا ہی واحد ہے کہ جیسا آپ نے ثابت فرمایا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خداوند عالم کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور لوگوں کی ہدایت ودین حق کی ترویج کے لیے تشریف لائے پھر وہ قبلہ رخ ہو کر سجدہ میں گرپڑا اور مسلمان ہو گیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حسن بن محمد نوفلی نے اس طرح روایت نقل کی ہے: جب تمام متکلمین نے عمران صابئ کے کلام کو سنا، پھر کسی نے بھی امام علیہ السلام سے کوئی سوال نہ کیا اس لیے کہ عمران ایک زبردست مناظرہ کرنے والا اور سخت انسان تھا کہ اس روز تک کوئی بھی عمران پر غلبہ حاصل نہیں کر پایا تھا۔امام علیہ السلام اور عمران قصر کے اندر چلے گئے اور لوگوں نے بھی اپنی اپنی راہ لی۔اس وقت کے بعد سے جب بھی کوئی عمران سے ملاقات کرتا عمران توحید پر ان سے گفتگو کرتا سب کی دلیلوں کو باطل کرتا یہاں تک کہ لوگوں نے اس سے سوال کرنے ترک کر دیے[1]۔

فضل بن محمد ہاشمی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: مجھے بصرہ شہر میں آئے ہوئے تین دن ہوئے تھے کہ امام علیہ السلام بصرہ میں وارد ہوئے اور حسن بن محمد کے گھر میں قیام فرمایا اس نے اپنے گھر کو امام علیہ السلام کے اختیار میں دیدیا اور خود حضرت کے خادم کے طور پر آپ کی خدمت میں رہنے لگا اور حضرت کے فرامین کو بجالانے لگا۔امام علیہ السلام نے فرمایا: اے حسن بن محمد! جو لوگ محمد بن فضل کے پاس جمع ہیں اور ہمارے تمام چاہنے والوں کو ہمارے پاس آنے کی دعوت دو اور عیسائی جاثلیق و راس الجالوت کو بھی فراموش نہ کرنا اور ان سب سے کہنا کہ جو سوال کرنا ہو سوال کریں۔ حسن بن محمد نے ان سب لوگوں کے علاوہ فرقہ زیدیہ اور فرقہ معتزلہ کے علماء کو بھی دعوت دی لیکن کسی کو معلوم نہیں تھا کہ حسن بن محمد کس وجہ سے دعوت دے رہا ہے۔

جب سب لوگ جمع ہوگئے امام علیہ السلام نے تکیہ کو دوہرا کیا اور اس پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: تم لوگوں پر درود وسلام ہو کیا تم جانتے ہو کہ میں نے درود و سلام سے کیوں اپنی گفتگو کو شروع کیا ہے۔ سب نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تاکہ تمہارے دلوں میں سکون و آرام رہے۔سب نے کہا خدا آپ پر رحمت نازل کرے، فرمائیں آپ کون ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا میں علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب و فرزند رسول خدا ہوں، آج میں نے نماز صبح حاکم مدینہ کے ساتھ مسجد نبوی میں انجام دی اس نے نماز کے بعد خلیفہ کا نامہ مجھے پڑھ کر سنایا اور بہت سے معاملات میں مجھ سے گفتگو کی اور میں نے بھی اس کو بہت سے مسائل کی طرف متوجہ کیا کہ جن میں اسی

۱۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۷۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کا فائدہ تھا اور اس سے آج شام کو ملاقات کا وعدہ ہے تاکہ وہ میرے سامنے خلیفہ کے خط کا جواب تحریر کرے میں نے جو کچھ اس سے وعدہ کیا ہے اس پر عمل کروں گا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ تمام حاضرین نے کہا: اے فرزند رسول خدا! ہم ان تمام دلائل کے باوجود آپ سے کسی شاہد و گواہ کا مطالبہ نہیں کرتے، ہماری نظر میں آپ صادق و امین ہیں پھر سب اٹھ کر جانے لگے، امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ابھی آپ لوگ نہ جاؤ اس لیے کہ میں نے آپ لوگوں کو بلوایا ہے تاکہ وہ تمام آثار نبوت اور علامات امامت کہ جو ہم خاندان اہل بیت کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائی جاتیں بیان کروں۔ عمرو بن ہداب کہ جو فرقہ زیدیہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے گفتگو شروع کی اور کہا: محمد بن فضل ہاشمی آپ کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کہتا ہے کہ جن پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ باتیں کیا ہیں؟ ہداب نے جواب دیا: ان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ بھی خداوند عالم نے نازل کیا آپ کو سب کا علم ہے اور آپ دنیا کی تمام زبانوں سے آشنا ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: محمد بن فضل کا عقیدہ صحیح ہے اور انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ میں نے خود ان سے یہ سب کچھ بتایا ہے تم کو جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو۔ ہداب نے کہا: ہم سب سے پہلے آپ کو مختلف زبانوں کے معاملے میں آزماتے ہیں ہم میں سے یہ شخص رومی ہے وہ ہندوستانی ہے اور وہ ایرانی فارسی زبان ہے اور یہ ترکی زبان بولتا ہے ہم سب لوگ آپ کی خدمت میں ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ لوگ جس زبان میں چاہیں مجھ سے گفتگو کریں میں انشاء اللہ اس کو اسی کی زبان میں جواب دوں گا۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی زبانوں میں سوالات پیش کیے امام علیہ السلام نے ہر ایک کا جواب اسی زبان میں عنایت فرمایا تمام حاضرین کو بہت تعجب ہوا اور سب نے اعتراف کیا کہ امام علیہ السلام ہر ایک صاحب زبان سے زیادہ اس کی زبان میں فصیح و بلیغ ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے ہداب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اگر میں تجھ سے کہوں کہ تو عنقریب اپنے ایک عزیز کو قتل کرنے والا ہے۔ تو کیا میری بات کی تائید و تصدیق کرے گا؟ ہداب نے جواب دیا: نہیں! اس لیے کہ صرف خداوند عالم غیب کی باتوں سے باخبر ہے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کیا خداوند عالم نے قرآن کریم میں نہیں فرمایا ہے: ''عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الامن الرتضی من رسول''[1] وہ غیب سے باخبر ہے اور

۱۔ سورہ جن، آیت ۲۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کوئی بھی غیب سے باخبر نہیں ہے سوائے اس رسول کے کہ جس کو اس نے انتخاب کیا ہے۔ رسول خدا اس کے حضور منتخب شدہ ہیں اور ہم اسی پیغمبر کے وارث ہیں کہ جس کو خداوند عالم نے اپنے غیب سے باخبر کیا ہے لہٰذا ہم بھی جو کچھ ہو چکا ہے اور قیامت تک ہونے والا ہے سب سے باخبر ہیں اور تو اے ہداب جان لے کہ میں نے جو کچھ تجھ کو خبر دی ہے وہ پانچ روز کے اندر انجام پائے گی اگر اس مدت میں ایسا نہ ہوا تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر میری بات صحیح ثابت ہوئی تو گویا تو نے خدا اور سول کی تکذیب کی ہے۔ میں تیرے بارے میں ایک اور پیش بینی کر رہا ہوں جان لے کہ کچھ دن کے بعد تجھے آنکھوں کی بیماری لگے گی کہ جس سے تیری آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی اور تو ان پہاڑوں، بیابانوں سر سبز و شاداب جنگلوں کو نہیں دیکھ سکتا ۔اس کے علاوہ اور بھی پیش بینی ہے جان لے کہ تو اپنے اس تکذیب کی وجہ سے ابرص کوڑھ پن کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔

محمد بن فضل کہتا ہے: خدا کی قسم جو کچھ بھی امام علیہ السلام نے فرمایا تھا وہی ہداب پر نازل ہوا، ہداب سے کہا گیا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے جو کچھ کہا تھا سچ تھا یا نہیں؟ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم وہ جس وقت پیشنگوئی فرما رہے تھے مجھ کو معلوم تھا کہ یقینا ایسا ہی ہونے والا ہے لیکن میں نے ضد کی وجہ سے قبول نہیں کیا۔ پھر امام علیہ السلام نے جاثلیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا انجیل میں حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اشارہ ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا اگر اشارہ ہوا ہوتا تو میں ان کی نبوت سے انکار نہ کرتا۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا: انجیل کے تیسرے سفر میں وہ کون سا نام ہے کہ جس کی تم لوگ تشریح نہیں کرتے؟ جاثلیق نے جواب دیا: وہ اسماء الٰہی میں سے ایک نام ہے کہ جس کی تشریح کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ اگر میں ثابت کر دوں کہ وہی نام حضرت محمد ﷺ کا ہے کہ جس کو جناب عیسی نے بھی یاد کیا ہے اور اعتراف و اقرار کیا اور بنی اسرائیل کو ان کے ظہور کی بشارت دی ہے تو کیا اعتراف کر لوگے اور اپنے انکار سے باز آ جاؤ گے؟ جاثلیق نے کہا: اگر آپ ایسی کوئی بات ثابت کر دیں گے تو میں یقینا ایمان لے آؤں گا اس لیے کہ میں کسی بھی ایسی چیز سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو انجیل میں ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: انجیل کا تیسرا سفر مجھ کو دو میں تم کو حضرت عیسی کی بشارت اور حضرت محمد ﷺ کا نام دکھاتا ہوں۔ جاثلیق نے انجیل حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی امام علیہ السلام نے انجیل کے تیسرے سفر کی تلاوت فرمائی اور حضرت محمد ﷺ کے نام پر پہنچے اور فرمایا: اے جاثلیق! یہ کون ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

جاثلیق نے کہا: ان کی خصوصیات کو میرے لیے بیان فرمائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں ان کی کوئی توصیف نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ جو خداوند عالم نے توصیف کی ہے۔ وہ صاحب ناقہ و عصا و کساء ہیں ۔وہ امی پیغمبر ہیں حلال رزق و روزی کو حلال اور ناپاک اموال کو حرام قرار دیتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ کو ان کے کاندھوں سے اٹھائیں گے اور لوگوں کو میانہ روی اور معتدل راہ کی طرف دعوت دیں گے ، اے جاثلیق ! میں تجھ کو حضرت عیسی روح اللہ اور ان کی فرمائشات کی قسم دیتا ہوں کہ کیا انجیل میں اس طرح کی بشارت نہیں ہے کہ جو میں نے بیان کی ہیں؟ جاثلیق نے اپنی آنکھوں کو زمین کی طرف جھکا رکھا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اگر انجیل کی باتوں کو رد کرے گا تو کافر ہو جائے گا لہٰذا اس طرح جواب دیا: جی ہاں ! اس طرح کی صفات انجیل میں آئی ہیں اور حضرت عیسی نے انجیل میں آنے والے پیغمبر کی اس طرح توصیف کی ہے۔ لیکن عیسائی لوگ ان صفات کے حامل شخص کو آپ کے پیغمبر محمد پر تطبیق نہیں دیتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ تم نے انجیل کی نصوص کو نہیں جھٹلایا اور حضرت محمد ﷺ کی صفات کا اعتراف کیا ہے اب تم کو انجیل کے سفر دوم سے حضرت محمد ﷺ ان کی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ زہرا اور ان کے جانشین علی و حسن و حسین علیہم السلام کے بارے میں پڑھ کے سناتا ہوں۔ جب جاثلیق و راس الجالوت نے امام علیہ السلام کی زبانی وہ تمام حالات سنے تو وہ سمجھ گئے کہ امام علیہ السلام توریت و انجیل و زبور کے بارے میں ان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے کہا: خدا کی قسم ! آپ نے ایسی دلیلیں پیش کی ہیں کہ جن کا توریت و انجیل سے انکار کیے بغیر انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت موسی و حضرت عیسی نے حضرت محمد ﷺ کی آمد کی بشارت دی ہے۔ لیکن ہمارے لیے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ وہ پیغمبر آپ کے ہی حضرت محمد ﷺ ہیں اور ہم آپ کے حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لا سکتے۔ ہم کو شک ہے کہ یہ حضرت محمد ﷺ وہی پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگ شک و شبہ کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو کیا حضرت عیسی سے پہلے یا ان کے بعد آج تک کوئی پیغمبر اس نام کا دنیا میں آیا ہے؟ یا اس طرح کا نام و صفات کہ جو تمہاری کتابوں میں آئے ہیں کسی اور دوسرے پیغمبر پر صادق آتے ہیں ؟ سب نے لاجوابی کا اظہار کیا۔ اور کہا ہم آپ کے پیغمبر پر ایمان نہیں لا سکتے کہ آپ کے پیغمبر وہی محمد ہیں کہ جو ہماری کتابوں میں مذکور ہیں اس لیے کہ اگر اس بات کا اقرار کر لیں تو پھر ان کے جانشین اور ان کی بیٹی اور ان کے دو بیٹوں کا بھی اقرار کرنا پڑے گا اور اس طرح ہمیں اسلام کا اقرار کرنا ہوگا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے

Presented By: https://jafrilibrary.com

جاثلیق تم خدا اور رسول کی امان میں ہو تم کو جس چیز سے ڈر ہے اور پرہیز کر رہے ہو وہ ہماری جانب سے تم تک نہیں پہنچے گا۔ جاثلیق نے کہا: اب آپ نے مجھ کو امان دی ہے تو میں عرض کر رہا ہوں : ہماری کتابوں میں آخری نبی کا نام محمد اور ان کے جانشین کا نام علی اور ان کی بیٹی کا نام فاطمہ اور نواسوں کا نام حسن و حسین ہے کہ نام توریت وانجیل و زبور میں ذکر ہوئے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم اور آپ کے جانشین و بیٹی اور نواسوں کے نام توریت وانجیل و زبور میں حق و عدالت کے ساتھ آئے ہیں یا جھوٹ و ناانصافی کے ساتھ ؟ جاثلیق نے جواب دیا: حقیقت میں خداوند عالم حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا ان کے نام عدالت و انصاف اور حق کے ساتھ ہیں۔ جب حضرت نے جاثلیق سے اقرار لے لیا تب آپ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے راس الجالوت ! اب تم جناب داؤد کی زبور کی فلاں سفر کو غور سے سنو۔ اس نے کہا: تلاوت فرمایئے خداوند عالم آپ اور آپ کی اولاد میں برکت عطا فرمائے۔ امام علیہ السلام نے زبور کے پہلے سفر کی تلاوت فرمائی یہاں تک کہ آپ حضرت محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کے اسماء گرامی تک پہنچ گئے۔ اور فرمایا: اے راس الجالوت تجھ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا یہ آیات آپ کی زبور میں ہیں یا نہیں؟ تو بھی جاثلیق کی طرح امان میں ہے۔ راس الجالوت نے کہا: جی ہاں ! بالکل یہی کلمات زبور میں ذکر ہوئے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھ کو ان دس فرمان الٰہی کی قسم دیتا ہوں کہ جو خداوند عالم نے موسی بن عمران پر نازل کیے ہیں کیا محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کے اسماء گرامی توریت میں عدل و فضیلت کے ساتھ مانتے ہو؟ راسخ الجالوت نے جواب دیا: جی ہاں ! اگر کوئی ان کا انکار کرے تو گویا اس نے خدا اور اس کے پیغمبروں سے کفر کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اب تم توریت کے فلاں سفر پر غور کرو۔ امام علیہ السلام نے توریت کی تلاوت شروع کی اور راس الجالوت حضرت کی تلاوت میں بیان و فصاحت وزبان کی چاشنی سے انتہائی حیرت میں تھا یہاں تک کہ آپ حضرت محمد ﷺ کے اسم گرامی تک پہنچ گئے۔ اس وقت راس الجالوت نے کہا: جی ہاں ! یہ احماد، الیا، واحماد کی بیٹی، شبر و شبیر ہیں کہ جن کا عربی زبان میں ترجمہ محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین ہی ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام نے اس حصہ کی آخر تک تلاوت فرمائی۔ جیسے ہی حضرت توریت کی تلاوت سے فارغ ہوئے راس الجالوت نے آپ سے اس طرح عرض کی: اے فرزند محمد ! خدا کی قسم اگر تمام یہودیوں پر میری حکومت نہ ہوتی یقینا میں محمد پر ایمان لے آتا اور آپ کے مذہب کا معتقد ہو جاتا۔ اس خدا کی قسم کہ جس نے توریت کو موسی پر اور زبور کو داؤد پر نازل کیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں نے توریت وانجیل وزبور کو آپ سے بہتر پڑھنے والا نہیں دیکھا اور کسی کو نہیں جانتا کہ جو ان کتابوں کی تفسیر آپ سے بہتر فصاحت و بلاغت میں انجام دے سکے۔

امام علیہ السلام اسی طرح ان لوگوں سے انہی مسائل میں محو گفتگو تھے کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا اور امام علیہ السلام نے اس طرح فرمایا: میں نماز پڑھتا ہوں اور پھر مدینہ کی طرف عازم ہو جاؤں گا تاکہ وہ وعدہ کہ جو حاکم مدینہ سے کیا ہے پورا کر سکوں اس لیے کہ وہ چاہتا ہے کہ خلیفہ کے خط کا جواب میرے حضور میں تحریر کرے اور میں انشاء اللہ کل آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ راوی کہتا ہے: عبداللہ بن سلیمان نے اذان واقامت کہی اور امام علیہ السلام نے تمام لوگوں کی امامت فرمائی، حضرت نے بہت اختصار کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور مستحبات نماز کو بہت ہی مختصر کیا اور تشریف لے گئے۔ جیسے ہی کل کا دن نمودار ہوا امام علیہ السلام اسی محفل میں تشریف لے آئے۔ ایک کنیز کو امام علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا کہ جو رومی زبان میں بات کر رہی تھی حضرت نے بھی اس سے رومی زبان میں گفتگو فرمائی۔ جاثلیق امام علیہ السلام کی گفتگو کو غور سے سن رہا تھا۔ وہ بھی رومی زبان کو اچھی طرح جانتا تھا، امام علیہ السلام نے اس کنیز سے اس طرح فرمایا: تو کس سے زیادہ محبت کرتی ہے جناب عیسی سے یا حضرت محمد سے؟ کنیز نے جواب دیا: جس وقت تک میں حضرت محمد ﷺ کو نہیں پہچانتی تھی جناب عیسی سے زیادہ محبت کرتی تھی لیکن اب کہ میں حضرت محمد ﷺ سے آشنا ہو گئی ہوں جناب عیسی بلکہ ہر نبی ورسول سے زیادہ آنحضرت سے محبت کرتی ہوں۔ اس وقت جاثلیق نے اس کنیز سے کہا: اگر تو نے محمد کا دین قبول کر لیا ہے تو کیا جناب عیسی سے نفرت کرنے لگی ہے؟ کنیز نے جواب دیا: خدا کی پناہ، میں اسی طرح جناب عیسی سے محبت کرتی ہوں اور ان پر ایمان رکھتی ہوں لیکن حضرت محمد ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں۔ امام علیہ السلام نے جاثلیق سے فرمایا: اس کنیز کی باتوں اور اپنے سوال و جواب کو ان تمام لوگوں کے لیے ترجمہ کرو۔ جاثلیق نے تمام گفتگو کا سب حاضرین کے لیے ترجمہ کیا۔ جب امام علیہ السلام کی گفتگو ختم ہوئی تب فرمایا: کیا حقیقت میں جو کچھ محمد بن فضل نے آپ لوگوں سے کہا تھا ثابت ہو گیا ہے؟ سب نے جواب دیا: جی ہاں! خدا کی قسم اس سے زیادہ جو کچھ سنا تھا ثابت ہو چکا ہے اس نے ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کو خراسان بلایا جا رہا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: محمد نے سچ کہا ہے۔ لیکن مجھ کو عزت واحترام اور تعظیم کے ساتھ وہاں لے جایا جا رہا ہے۔ محمد بن فضل سے روایت ہے کہ سب لوگوں نے آپ کی امامت کی گواہی

Presented By: https://jafrilibrary.com

دی۔امام علیہ السلام اس رات ہمارے پاس ہی رہے اور جیسے ہی صبح نمودار ہوئی تمام ضروری باتوں کو مجھ سے فرمایا اور تمام لوگوں سے خداحافظی کی اور تشریف لے گئے[۱]۔

یہ ان سیکڑوں داستانوں سے ایک داستان ہے کہ جو حضرت نے اسلام مخالف اور منحرف فرقوں کے ساتھ مناظرہ و گفتگو فرمائی۔تاریخ میں جب بھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے متعلق گفتگو ہوتی ہے تو حضرت کا تمام ادیان اور مختلف مذاہب سے گفتگو و مقابلہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے لیکن حضرت کی علمی خدمات و فکری نظریات اور اسلامی امت کے اعتقاد و افکار کی ترقی کے بارے میں بہت ہی اختصار سے بحث کی جاتی ہے اور حضرت کا راہ حق کی طرف ہدایت کرنا، علماء کے افکار کی اصلاح اور آپ کے دروس اور ان کے دوران معاشرے کی اصلاح کا تذکرہ نہیں کیا جاتا ہے جب کہ انہیں دروس و مناظروں اور گفتگوؤں کے درمیان حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا اسلامی امت کی اصلاح و تعادل اور افکار کے احیاء کے سلسلے میں کردار اچھی طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔ میری نظر میں تمام آئمہ معصومین علیہم السلام میں اسلامی امت کے افکار کی رہبری دو اماموں نے زیادہ فرمائی ہے ایک حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور دوسرے حضرت امام علی رضا علیہ السلام باقی آئمہ علیہم السلام جہاں افکار علمی کی اصلاح فرماتے وہاں اور دوسرے کام بھی انجام دیتے تھے لیکن ان تمام معصومین علیہم السلام کے مناظرے فکری و اعتقادی گفتگو اور ثقافتی و اجتماعی مقابلے میں حضرت امام محمد باقر و حضرت امام علی رضا علیہما السلام کے برابر نہیں ہیں۔اور یہ خود ایک عظیم ذمہ داری ہے کہ جو تاریخی مباحث میں پیش ہونی چاہیے یعنی وہ طبیعی ارتباط کہ جس کی نشر و اشاعت میں آئمہ معصومین علیہم السلام نے فعالیت پیش کی ہے ان کے زمانے کے حالات و شرائط کے ساتھ ساتھ تحلیل و تبصرے کے ساتھ پیش کی جانی چاہییں۔

دوسرے الفاظ میں آئمہ طاہرین علیہم السلام اسلامی امت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ کہ جو آپ کا اصلی وظیفہ تھا اسلامی امت کی آئندہ کی نسل کی بھی ضرورتوں کے پورا کرنے کا بھی اہتمام رکھتے تھے۔تمام معصومین علیہم السلام ایک ہی راستہ پر گامزن تھے اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے وظیفہ پر عمل کرتا لیکن ان کے سامنے یہ بات اصلا مانع و رکاوٹ نہیں بنتی تھی کہ ہر ایک کے زمانے کے حالات و شرائط کیا ہیں۔وہ

۱۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص ۷۳-۷۹۔آپ نے بصرے سے واپسی سے پہلے محمد بن فضل سے فرمایا کہ کوفہ جاؤ اور تمام شیعہ شخصیتوں کو حفص بن عمیر یشکری کے گھر میں جمع کرو پھر حضرت کے ساتھ کوفہ میں بھی اسی طرح کی گفتگو رہی جیسے بصرے میں ہوئی تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حوادث و واقعات کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام کے سامنے پیش آئے ان کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے: وہ مذہبی تحریکیں کہ جن کے بارے میں ہم ان کے نتائج و آثار پہلے بھی مفصل بیان کر چکے ہیں وہ اپنا حقیقی شیعہ عقیدہ حاصل کرنے میں کاملا کامیاب نہ ہوسکیں اگر چہ وہ تمام ہی تحریکیں شیعہ مذہب کی بنیاد پر وجود پائی تھیں ان تحریکوں کا شیعہ اعتقاد سے کامل نہ ہونا سبب بنتا تھا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام زیادہ سے زیادہ مذہب شیعہ کے اصول واعتقادات کو بیان فرمائیں۔

اور دوسری طرف، یہی خصوصیت یعنی ان مذہبی تحریکوں کا شیعہ مذہب کے صحیح عقیدہ واصل سے فاصلہ اختیار کرنا کہ جو سالوں بعد دوسرے شیعہ فرقوں کی شکل میں نمودار ہوا، چاہے یہ عمدا ہو یا سہوا بہر حال ان حوادث میں سے ہے کہ جو متحقق ہوئے کہ جو ہر امام کے زمانے میں وجود میں آئے اس طرح کہ جیسے مثال مشہور ہے کہ چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں ان کو بھی انہیں کا مصداق سمجھنا چاہیے۔

ہم دوبارہ پھر اپنی بات کی طرف پلٹتے ہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بعد دیگرے اپنے وظائف پر عمل کرتے ایسا وظیفہ کہ جو ہر امام کے کردار سے امت کی تکمیل کی طرف جاتا لیکن یہ بھی معقول نہیں ہے کہ ہر امام کے زمانے کے شرائط و حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ان حوادث و واقعات کو ان زمانے کے لوگوں کی ضرورت سے علیحدہ اور دور سمجھیں۔اس طرح کہ ہر امام علیہ السلام کے زمانے میں اور اس امت میں وجود پانے والا حادثہ و واقعہ ، بے ربط ہو یعنی ایسا تصور نہیں کرنا چاہیے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے وظیفہ کو اس امت میں محدود و محصور سمجھتے تھے بلکہ آپ کا تمام حالات سے رابطہ اور وہ بھی زندہ رابطہ خود ان مسائل میں سے ہے کہ جس کے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔اس نکتہ کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بہت سی تاریخی تجزیہ وتحلیلوں میں کوشش کی جاتی ہے کہ ان حوادث کو ایک غیبی حادثہ اور غیر طبیعی امور سے مربوط کریں۔اس بات کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان اعمال غیر طبیعی کی طرف کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام انجام دیتے تھے توجہ کریں۔ہم کبھی بھی اسلام کی سربلندی میں معجزات و غیبی مدد الٰہی سے انکار نہیں کر سکتے لیکن زیادہ تر توجہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ایک انسان ہونے کے ناطے ان کے علمی کارناموں اور مناظروں پر توجہ کریں اور ان علوم پر زیادہ توجہ دیں کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام سے وجود میں آئے ہیں اور آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں کہ جس سے استفادہ کرکے اسلامی امت اسلام کو بہتر سمجھنے میں مدد حاصل کر سکتی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- جب مامون نے اپنی حکومت میں اسلامی امت کے درمیان مذہبی تحریک کے نظریات و افکار کو پھیلتے دیکھا تو اس نے اجنبی کتابوں کے ترجمہ کی بدعت ایجاد کی کہ جس سے عوامی ذہن میں بادشاہ کی اتباع راسخ ہو جائے اور مذہبی تحریک سے انحراف کا راستہ کھل جائے۔
- ایسے ماحول میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اس فکری بحران میں امت کی راہنمائی فرمائی اور لادینیت کو پھیلنے سے روکا کہ جن میں سے حضرت کے مختلف و متعدد مناظرے اور گفتگو خواہ مامون کے دربار میں ہوں یا اس کے علاوہ بطور مثال پیش کیے جا سکتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیسری فصل

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

- ✓ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور ایمان بالغیبت کا مسئلہ
- ✓ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک میں وسعت

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور ایمان بالغیب کا مسئلہ

راہ اعتدال؛ غیب کا انکار اور اس کی قبولیت کی راہ

مسلمانوں کا ایک گروہ ضرورت کے علاوہ غیب کے عقیدے کی مکمل طور پر تردید کرتا ہے لیکن دوسرا گروہ پہلے گروہ کے برعکس ہر مسئلہ کو چاہے اس کی ضرورت کا موقع ہو یا نہ ہو اسے غیب کے وسیلہ سے تعبیر کرتا ہے۔

پہلا گروہ کہتا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ وہ شخص تھے کہ جن کا تعلق غیب سے اس معنی میں تھا کہ آپؐ خداوند متعال اور روح القدس کی طرف سے مورد تائید تھے۔"إِنَّا أَنزَلْنَهُ فِی لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاکَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِلَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍتَنَزَّلُ الْمَلَئِكَةُ وَ الرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبهِم مِّن كلِّ أَمْرٍسَلَامٌ هِیَ حَتی مَطلَعِ الْفَجْرِ"[1]۔ بیشک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور آپ کیا جانیں شب قدر کیا ہے شب قدر ایک ہزار راتوں سے افضل ہے اس میں خداوند عالم کی اجازت سے روح القدس اور ملائکہ تمام امور اور مخلوقات کی تقدیر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، یہ رات مطلع فجر تک سلامتی ہی سلامتی ہے)

لہٰذا ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ پر روح القدس کے نزول کا واقعہ چند مطالب میں خلاصہ ہوتا ہے وہ یہ کہ ہم غیب کو اس حد تک تسلیم کرتے ہیں لیکن ان قوانین کے علاوہ غیبی امور کا

۱۔ سورہ قدر۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

انکار کرتے ہیں اس گروہ کی نظر میں وہ معجزات جو رسول خداؐ سے احادیث میں وارد ہوئے ہیں عاقلانہ ہی نہیں بلکہ صحیح بھی نہیں ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کا عربی کے علاوہ مختلف زبانوں میں کلام کرنے کی صلاحیت رکھنا[۱] ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور سنگریزوں کا پیغمبرؐ کے ہاتھوں پر آکر گویا ہونا[۲] اور آپؐ کی نبوت کی گواہی دینا کسی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے اور نیز اس گروہ کے نزدیک پیغمبر اکرمؐ کے حکم سے کھجور کے درخت کا آپؐ کی طرف چل کر آنا[۳] اور اس درخت کا خشکی میں رہتے ہوئے پھلدار درخت میں میں تبدیل ہو جانا اور لوگوں کا کھجور کھانا، اس طرح کے اعتقادات اس گروہ کی نظر میں صحیح نہیں ہیں اور ان کے نزدیک اس طرح کی روایات بھی قابل اعتماد نہیں ہیں۔ یہ گروہ اس طرح کی صحیح احادیث کو پڑھنے سے بھی دوری اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کی فکر پیغمبرؐ کی عصمت سے بھی منافات رکھتی ہے کیونکہ خود عصمت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کے وجود کو ثابت کرتی ہے۔

دوسرے گروہ کا نظریہ بالکل پہلے گروہ کے برعکس ہے یہ گروہ کہتا ہے کہ تمام تاریخی واقعات غیب پر مبنی ہیں رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنگ بدر واحد، حنین اور نیز پورے عرب علاقہ کو کامیابی سے فتح کرلینا غیب کی ایک جھلک تھی۔ مسلمانوں نے غیب کی قدرت وطاقت سے پورے دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ گروہ تمام امور کو غیب پر منحصر جانتا ہے۔

اس مقام پر چند سوال پیش آتے ہیں:

رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض جنگوں میں کیوں شکست کا سامنا کرنا پڑا؟

امام حسینؑ کیوں شہید کئے گئے؟

اور امام حسنؑ کیوں زہر کے ذریعہ مسموم کئے گئے؟

---

۱ - بحارالانوار، ج۱۶، ص۱۳۲۔

۲ - ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرموت کا بادشاہ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: ہم کیسے پہچانیں کہ آپ رسول خدا ہیں؟ آنحضرت نے اپنے ہاتھوں میں زمین سے سنگریزے اٹھائے اور فرمایا: یہ سنگریزے گواہی دیں گے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تب ان سنگریزوں نے تسبیح پڑھنا شروع کی، پھر وہ بھی ایمان لے آیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہو۔ بحارالانوار، ج۱۷، ص۳۷۹۔ المناقب، ج۱، ص۹۰۔

۳ - بحارالانوار، ج۱۴، ص۴۷۵۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲، الطرائف، ص۴۱۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ یہ تمام حضرات خداوند متعال کی طرف سے احکامات لانے والے اور اس کی مدد کرنے والے تھے۔

یہ گروہ ان سوالوں کا اس طرح جواب دیتا ہے کہ خدا کی مرضی یہی تھی اس جواب کے ذریعہ تاریخ اور تفسیر کی کاملاً غیبی صورت پیش کرتے ہیں۔

لیکن ہماری نظر میں میانہ روی اور درمیانی راہ کو اختیار کرنا بہتر ہے۔ یعنی جس طرح تاریخ کو انسان نے پروان چڑھایا ہے انسان غیبی تاثیرات سے بھی خالی نہیں ہے۔ رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم کا رابطہ و تعلق غیب سے تھا اور ائمہ معصومین علیہم السلام بھی اپنے علوم و معارف کو وحی الٰہی کے ذریعہ منبع علم خداوند سے کسب کرتے تھے لیکن خداوند متعال نے رسولصلى الله عليه وآله وسلم کو جو تمام انسانوں پر برتری عنایت کی ہے وہ غیبی مسئلہ نہیں ہے اور آپؐ کے نیک کردار اور علم کے علاوہ کوئی دوسری دلیل بھی نہیں ہے اور ائمہ علیہم السلام ہی کی ذات ہے کہ جسے پاکدامنی اور تقویٰ میں دوسروں پر سبقت حاصل ہے۔ انبیاء کا خدا کی طرف سے منتخب ہونا حکمت سے خالی نہیں ہے پروردگار عالم حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے کہ: "وَ إِذِ ابْتَلَى إِبْرَهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِى جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً[۱]" (اور جب ابراہیم کے پروردگار نے چند کلمات کے ذریعہ ان کے امتحان لیا اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تب خداوند عالم نے فرمایا: میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا) اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: "وَ لَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَ اسْتَوَى ءَاتَيْنَهُ حُكْماً وَ عِلْماً وَ كَذَلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ[۲]" (اور جب موسیٰؑ جوانی کی توانائیوں کو پہونچ گئے اور تندرست ہو گئے تو ہم نے انہیں علم و حکمت عطا کر دی اور ہم اسی طرح نیک عمل والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔)

پس منتخب کرنے اور نیک اعمال بجا لانے سے پہلے آزمائش و امتحان، علم و حکمت عطا کرنے کا مقدمہ ہے۔ لیکن ہم تاریخ کے تمام ثابت شدہ واقعات جو کہ غیب کے علاوہ دوسرے اسباب سے رونما نہیں ہوئے ہیں غیب ہی سے ان کی تفسیر کرتے ہیں۔ یعنی نہ عالم غیب کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی دنیاوی محسوسات کا، نہ ہی غیب میں افراط کے شکار ہیں اور نہ ہی اس کائنات کے بارے میں خواہش نفس میں تفریط

---

۱ - سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴۔
۲ - سورہ قصص، آیت ۱۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے شکار ہیں بلکہ درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں مثال کے طور پر: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے (محمد ذوالنفس الزکیہ) کی بیعت سے انکار کیا اور منصور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس طرح فرمایا: "خلافت کا یہ عظیم عہدہ صاحب زرد عبا (منصور) کے علاوہ کسی تک نہیں پہونچے گا[1]۔" دن گزرتے رہے اور خلافت خاندان علوی سے بنی عباس تک منتقل ہو جاتی ہے اور بہت سے حوادث پیش آتے ہیں باالآخر منصور دوانقی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور محمد ذوالنفس الزکیہ اور اس کا بھائی ابراہیم اس کے خلاف بغاوت کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں محمد ذوالنفس الزکیہ مدینہ میں اور ابراہیم بصرہ میں قتل ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام روایات کتب تاریخ میں موجود ہیں اور خود منصور ان روایات کو نقل کرتا ہے منصور کہتا ہے: جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس جملہ کو فرمایا کہ: صاحب زرد عبا کے علاوہ کوئی دوسرا تخت خلافت پر نہیں بیٹھے گا تو اسی وقت میں نے اپنے حکومتی کارندوں کا ذہن میں انتخاب کر لیا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ شخص سچ کے علاوہ کچھ نہیں بولتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ منصور کو امام کے اس کلام کے بعد اپنی حکومت کے بارے میں اطمینان ہو گیا تھا۔ لیکن بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند کو اگر صحیح مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ ان افراد کی گھڑی ہوئی ہے جو ان کو معجز نما ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ افراد حدیث کی سند کو معتبر جانتے ہیں مگر پھر بھی قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ لوگ ان تمام روایات کا انکار کرتے ہیں جو ائمہ کے اعجاز کو ثابت کرتی ہیں۔ البتہ فطری طور پر ہم ان کی اس فکر اور اعتقاد کو قبول نہیں کر سکتے کیونکہ جب ایک مسئلہ تاریخی اعتبار سے مرحلہ ثبوت تک پہونچ جائے اور عقلی طور پر بھی قابل انکار واقع نہ ہو تو اس پر اعتقاد رکھنا چاہیئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام علم کیمیا کے بانی

جس طرح ایک مغربی رائٹر کتاب "الامام الصادق معلم الکیمیاء" میں لکھتا ہے اور اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام وہی شخصیت ہیں کہ جنہوں نے دور حاضر کے علم کیمیا کو دنیائے اسلام حتی غیر اسلامی ممالک میں بھی پہونچایا ہے۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ دور حاضر میں علم کیمیا

۱۔ الفخری، ص ۱۶۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۱۸۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جابر بن حیان کوفی کے ذریعہ پہونچا ہے اور جابر بن حیان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حاصل کیا تھا کیونکہ ہمیشہ اپنی کتب میں امام کے لئے اس طرح کی تعبیرات استعمال کرتا ہے: میرے آقا و سید و سردار جعفر بن محمد الصادقؑ نے اس طرح فرمایا ہے۔ مگر ایک مؤلف نے اس روایت کا صراحت سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مدینہ منورہ میں کوئی بھی علم کیمیا کا استاد موجود نہیں تھا پس امامؑ نے اس علم کو کس سے حاصل کیا ہے؟ پس ہمارے ثابت کرنے کے لئے جو تنہا راستہ رہ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوند متعال نے علم کیمیا کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر بطور الہام نازل کیا ہے لیکن منکر جو کہ اپنے دعوے میں ثابت قدم ہے اور اس بات کو محال جانتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے علوم کو خدا سے بطور الہام حاصل کیا ہے کس طرح اس مطلب کو قبول کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو قبول نہیں کرتا ہے کہ خدا اپنے بندوں کو غیبی صورت میں الہام کرتا ہے گرچہ منکران حتی تمام شعراء مختلف علوم و فنون میں الہام کے نقل کے قائل ہیں اور اس کو قابل تائید قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور الہام الٰہی

ہم واقعات تاریخی اور ان کی گذشتہ روداد کو کشادہ نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ معتقد ہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کو غیب کی تائید حاصل ہے اور ان کا علم خداوند متعال کے علم سے متصل ہے مثلاً حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اس وقت منصب امامت پر فائز ہوئے کہ آپؑ کا سن نو برس سے زیادہ نہیں تھا اور یہ خود اہلبیت علیہم السلام کے چاہنے والوں کے لئے ایک بہت بڑا امتحان تھا کیونکہ علماء وفقہاء اور بزرگ دانشمندوں اور حکومت کے افراد اس نو سالہ بچے کی پیروی کرتے تھے[۱]۔ اگر اس بات پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا چلتا ہے کہ اس دوران مذہب شیعہ اور اس کے پیروکار بہت زیادہ قوی تھے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا گندمی چہرہ تھا اور آپؑ کا قد و قامت اتنا نہیں تھا جو عمر سے بڑا نظر آتا ہو۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۲۔ اس میں ہے کہ حضرت کی عمر اپنے والد کے حضور سات سال تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

زیدی مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جس کا نام قاسم بن عبد الرحمٰن تھا اس طرح نقل کرتا ہے کہ میں بغداد روانہ ہوا اور جیسے ہی بغداد پہونچا تو میں نے دیکھا کہ لوگ دوڑتے ہیں اور پھر رک جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ماجرہ ہے؟ سب نے کہا فرزند رضا فرزند رضا۔ جیسے ہی میری اس پر نگاہ پڑی کیا دیکھا کہ وہ میری طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: خدا مذہب امامیہ پر لعنت کرے کہ یہ اس بات پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ خداوند نے اس بچے کی اطاعت واجب قرار دی ہے۔ امام نے میرے قریب آتے ہی میری طرف رخ کرکے کہا: اے قاسم بن عبد الرحمٰن "فَقَالُوا أَ بَشراً مِّنَّا وَاحِداً نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذاً لَّفِي ضلَلٍ وَ سعُرٍ [۱]"۔ پس انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے ہی ایک شخص کی اتباع کریں اس طرح تو ہم گمراہی اور دیوانگی کا شکار ہو جائیں گے) امام کے اس کلام کو سن کر میرے ذہن میں آپ کے جادو گر ہونے کا خیال آیا مگر امامؑ نے دوبارہ پھر میری طرف رخ کیا اور فرمایا: " أَءُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ [۲]" (کیا ہم سب کے درمیان ذکر صرف اسی شخص پر نازل ہوا ہے درحقیقت یہ جھوٹا ہے اور برائی کا طلب گار ہے۔) قاسم بن عبد الرحمٰن کہتا ہے کہ ان دو آیات کی تلاوت نے میرے ذہن کو پلٹ دیا اور میں حضرت کی امامت کا معتقد ہو گیا اور اس وقت میں نے گواہی دی کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام لوگوں پر دیگر آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرح خداوند عالم کی طرف سے حجت ہیں اور آپ پر ایمان لے آیا[۳]۔

عبد اللہ بن جعفر سے اس طرح روایت کی گئی ہے کہ میں اور رضوان بن یحییٰ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوئے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا اس وقت تین سال کا سن تھا اور آپؑ اپنے پدر بزرگوار کے پاس کھڑے تھے۔ ہم نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی ہماری جان آپ پر قربان ہو جائے! فرزند رسولؐ! اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ آپؑ کے ساتھ پیش آجائے تو آپؑ کا جانشین کون ہوگا؟ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ میرا بیٹا۔ وہ کہتا ہے کہ ہم نے امامؑ سے عرض کیا کہ یہ تو بہت چھوٹے ہیں؟ امام نے

۱- سورہ قمر، آیت ۲۴۔

۲- سورہ قمر، آیت ۲۵۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۶۴

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب دیا جی ہاں اس کا سن بہت کم ہے مگر خداوند متعال نے عیسیٰؑ کو اس وقت اپنی حجت قرار دیا تھا کہ ان کا سن دو سال سے زیادہ نہیں ہوا تھا[۱]۔

حقیقتاً کتنا بڑا امتحان اور کتنی عظیم آزمائش ہے کہ علی[۲] بن جعفر صادقؑ جیسی شخصیت کہ جن کے پدر بزرگوار بھی امام، بھائی اور بھتیجے بھی امام ہیں اور خود بزرگ ترین فقیہ اور بنی ہاشم کی سب سے بڑی شخصیت ہیں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام، حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دیگر بیٹے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں آتے تھے اور خدا و رسول کے فرامین کی اطاعت اور آپؑ سے دوستی و محبت کا اظہار کرتے تھے[۳]۔

جی ہاں! اہم مسئلہ سن و سال کا نہیں ہے بلکہ ہر شی سے اہمتر امر الٰہی اور اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ یونس، ریان اور اباصلت جیسے بزرگ ترین فقہاء اور محدثین جن کا شیعیت میں اہم ترین انقلاب لانے والوں میں شمار ہوتا ہے اور آدھی دنیائے اسلام جن سے رابطہ میں رہتی تھی یہ لوگ بھی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں جا کر آپ کے کلام کو سنا کرتے تھے۔

محمد بن حسن بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں علی بن جعفر الصادق ابن امام محمد باقر علیہما السلام کی خدمت میں دو سال گزارے ہیں اور وہ ان دو سالوں میں اپنے بھائی ابوالحسن سے احادیث کو سنتے اور ان کو تحریر کرتے تھے۔ ایک روز حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مسجد نبوی میں تشریف لائے علی بن جعفر الصادقؑ اتنی جلدی آپ کے استقبال کو بڑھے کہ پا برہنہ تھے اور عبا دوش سے اتر گئی اور بڑھ کر آپؑ کی دست بوسی کی اور آپ کا احترام کیا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے چچا جان بیٹھ جائیں خدا کی رحمت آپ پر سایہ فگن رہے۔ انہوں نے جواب دیا اے میرے سید و سردار میں کس طرح

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۵

۲ - علی ابن امام جعفر صادق علیہ السلام، ابوالحسن مدنی، راوی حدیث اور ثقہ ہیں، جلیل القدر و منزلت ہیں بہت متقی و پرہیزگار ہیں بہت بافضیلت ہیں۔ انہوں نے اپنی والد اپنے بھائی اور اپنے بھتیجے حضرت امام علی رضا سے بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ ہمیشہ اپنے بھائی امام موسی کاظم علیہ السلام کے تابع رہے اور مختلف علوم و معارف میں روایات نقل کی ہیں۔ دیکھیں: الارشاد، ج ۲، ص ۲۱۴۔ رجال کشی، ص ۴۸۸۔ بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۲۴۹۔

۳ - کافی، ج ۱، ص ۳۲۲۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بیٹھ جاؤں جبکہ آپؑ کھڑے ہیں۔جب علی بن جعفر اپنے گھر تشریف لائے تو آپ کے اصحاب نے سرزنش کرتے ہوئے آپ سے کہا: آپ ان کے والد کے چچا ہیں لیکن اس حالت میں ان کے بالمقابل اتنی انکساری سے پیش آرہے تھے؟انھوں نے جواب دیا خاموش ہو جاؤ آپ نے اپنی ریش مبارک کو ہاتھ سے پکڑا اور کہا خداوند متعال نے میری ضعیفی کو سزاوار نہیں جانا ہے مگر اس جوان کو اس نے اس مقام کے لائق جانا اور اس کو اس مناسب جگہ پر قرار دیا ہے آیا میں اس کی فضیلت کا انکار کر سکتا ہوں؟جو تم کہہ رہے ہو میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور میں غلام اور اس کی بندگی کا حق دار ہوں[۱]۔

حسن بن موسیٰ بن جعفر صادقؑ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس تھا اور علی بن جعفر صادق بھی ان کے قریب تھے۔جلاد امام کے قریب آیا تاکہ آپ کو تازیانے سے اذیت دے فوراً علی بن جعفر الصادق اپنے مقام سے کھڑے ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا اے میرے سید و سردار میں چاہتا ہوں میں اس تازیانے کی سختی کو برداشت کروں تاکہ آپ اس کی اذیت سے محفوظ رہیں۔ امام نے فرمایا:اے میرے والد محترم کے چچا! "اس حوصلہ پر میں آپ کی خدمت میں تبریک عرض کرتا ہوں۔"جلاد نے اس تازیانے سے علی بن جعفر کو اذیت کی۔جیسے ہی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے مقام سے اٹھے اور جانے لگے علی بن جعفر نے آپ کے جوتوں کو بااحترام مرتب کیا[۲]۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے جام شہادت نوش فرمایا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا سن مبارک سات برس تھا لہٰذا اہل بغداد اور دیگر شہر والوں کے درمیان حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی جانشینی کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ریان بن صلت[۳]، صفوان بن یحییٰ[۴]، محمد بن حکیم[۵]، عبدالرحمان بن حجاج[۱]، یونس بن عبدالرحمٰن[۲] اور دیگر شیعوں کے بااعتماد بزرگ افراد

۱۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۳۶

۲۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۱۰۴

۳ - ریان بن صلت اشعری قمی۔ان کا زندگی نامہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۴ - صفان بن یحی بجلی، شیخ طوسی نے ان کو حضرت امام موسی کاظم و امام علی رضا اور امام محمد تقی علیہم السلام کے صحابیوں میں شمار کیا ہے، تمام اہل رجال ان کی وثاقت پر متفق ہیں اور شیخ طوسی کتاب فہرست، ص۱۴۵ میں تحریر کرتے ہیں: وہ تمام اصحاب حدیث کے درمیان اپنے زمانے میں سب سے بڑے ثقہ تھے۔

۵ - محمد بن حکیم خثعمی حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے صحابی ہیں اور ممدوح ہیں۔ معجم رجال حدیث، ج۱۶، ص۳۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک گروہ کے ساتھ عبد الرحمٰن بن حجاج کے گھر جمع ہو گئے اور اس عظیم مصیبت پر خوب گریہ و زاری کیا۔ عبد الرحمٰن بن حجاج اس زمانے میں مذہب شیعہ کی سرپرستی کر رہے تھے۔ اس موقع پر یونس بن عبد الرحمٰن نے فرمایا: گریہ وزاری بند کریں اور یہ معین کریں کہ جب تک حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بڑے ہوں کس کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا جانشین مقرر کریں؟

ریان بن صلت اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے گلے کو پکڑ کر کہا تو ایمان کا اظہار کرتا ہے مگر تیرے باطن میں شک و تردید پائی جاتی ہے۔ اگر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے فرزند کی امامت خدا کی طرف سے ہے حتی اس کا سن ایک روز سے زیادہ بھی نہ ہو تو بھی ایک بوڑھے حکیم یا اس سے بھی کہیں افضل و بالاتر ہے اور اگر خداوند کی طرف سے منصب امامت پر فائز نہیں ہوا ہے تو ہزار سال بھی سن رکھتا ہو مگر پھر بھی تمام انسانوں کی طرح ایک عام انسان ہے۔ ریان کے اس کلام کے بعد تمام حاضرین نے یونس بن عبد الرحمٰن پر لعنت و ملامت کی۔

جیسے ہی حج کا موقع قریب آیا علماء بغداد اور دیگر شہروں کے فقہاء اور علماء نے حج کا ارادہ کیا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زیارت کے لئے مدینہ میں وارد ہوئے۔ سب یکجا ہو کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر پہونچے اور وہاں بیٹھ گئے اس گھر میں کوئی نہیں رہتا تھا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک فرزند کہ جن کا نام عبد اللہ تھا ان لوگوں سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ایک بلند مقام پر جا کر بیٹھ گئے ایک شخص نے ندا دی کہ یہ فرزند رسول خداؐ ہیں جس کا جو سوال ہے ان سے پوچھ سکتا ہے۔

حاضرین نے چند سوال مطرح کئے لیکن وہ ان کے جوابات سے قاصر رہے اور تمام سوالوں کے جوابات غلط دئے علماء کا یہ گروہ حیرت میں پڑ گیا اور غم و اندوہ ان کے دامن گیر ہو گیا۔ انہوں نے واپس پلٹنے کا ارادہ کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ اگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ہوتے تو ہمارے سوالات کا مکمل اور

---

۱ - عبد الرحمٰن بن حجاج کوفی ہیں بغداد میں مقیم تھے۔ دیکھیں: قاموس الرجال، ج۶، ص۹۷، نمبر ۴۰۰۳۔

۲ - یونس بن عبد الرحمٰن آل یقطین کے غلام ہیں، ثقہ، شیعہ امامی، اپنے زمامنے کے سلمان مشہور تھے ان کا انتقال ۲۰۸ھ میں ہوا انہوں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے کو تقریبا پانچ سال درک کیا ہے۔ دیکھیں: قاموس الرجال، ج۱۱، ص۱۷۰۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج۸، ص۳۰۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

صحیح جواب دیتے کیونکہ ان کا علم خداکے علم کا سرچشمہ ہے اور ہم نے کبھی ان سے غلط جواب نہیں سنا ہے۔
اسی گفتگو کے دوران گھر کا دروازہ کھلا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا خادم جس کا نام موفق تھا گھر میں داخل ہوا اور خبر دی کہ آپ کے درمیان حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔

سب نے اتنا سنا اپنے مقام سے امامؑ کے استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے اور جیسے ہی امام داخل ہوئے سب نے سلام کیا امام کا انداز یہ تھا کہ آپ کے جسم مبارک پر دو پیراہن تھے اور دو تحت الحنک آپ کے دوش مبارک پر پڑے تھے۔جب امام وہاں تشریف فرما ہوگئے تو سب نے سکوت اختیار کیا فقط سوال کرنے والے آپؑ سے سوال کرنے لگے آپؑ نے سوالوں کے صحیح جوابات ارشاد فرمائے تمام حاضرین خوشحال ہوگئے اور امامؑ کے حق میں دعا کی اور آپ کی مدح کرتے ہوئے کہا: آپ کے چچا عبد اللہ نے اس طرح فتویٰ دیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اے چچاجان خدائے وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے بڑا سخت مرحلہ ہے ہمیں چاہیئے کہ کل روز قیامت خدا کے سامنے کھڑے ہوں اور جواب گو رہیں اور محشر میں خدا تم سے سوال کرے گا کہ جب تمہارے درمیان تم سے زیادہ پڑھے لکھے افراد موجود تھے تو تم نے میرے بندوں کے درمیان بغیر علم کے فتویٰ کیوں دیا؟[1]

اس کے بعد بھی حاضرین نے کافی مسائل کو آپؑ کے سامنے پیش کیا جن کے آپؑ نے جواب دیئے۔
عمر بن فرح الدخجی سے روایت ہوئی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا آپؑ کے شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ہر شی کا علم رکھتے ہیں حتی دجلہ وفرات کے پانی کے حجم اور اس کے وزن کو بھی جانتے ہیں؟

یہ گفتگو دجلہ کے ساحل پر ہو رہی تھی کہ امامؑ نے پانی کے ایک کیڑے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: کیا خدا اس پانی کے کیڑے کو اس چیز کا علم دے سکتا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں دے سکتا ہے۔امامؑ نے فرمایا: میں خدا کے نزدیک اس کیڑے اور ساری مخلوق سے زیادہ مقام رکھتا ہوں۔

۱۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۹۹

Presented By: https://jafrilibrary.com

معتصم نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو کیوں شہید کیا؟

ابن ابی داوٗد کا قریبی دوست زرقان اس طرح نقل کرتا ہے: ایک دن ابن ابی داوٗد غمگیں حالت میں معتصم کے پاس پہونچا۔ میں نے اس کا سبب پوچھا اس نے کہا: کاش میں بیس سال پہلے مرگیا ہوتا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا اس کام کی وجہ سے جو آج اس ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ نے خلیفہ کے سامنے انجام دیا ہے۔ میں نے سوال کیا کس طرح؟ اس نے جواب دیا ایک چور نے خلیفہ کے سامنے چوری کا اقرار کرلیا اور اس نے خلیفہ سے چاہا کہ اس پر حد جاری کرکے پاک کیا جائے۔ للذا بہت سے فقہاء خلیفہ کے دربار میں جمع ہوگئے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بھی دربار میں حاضر تھے خلیفہ نے ہم سے سوال کیا کہ حد ہاتھ کے کس حصہ سے جاری کی جائے؟ میں نے کہا: ہاتھ کی کلائی سے۔ خلیفہ نے مجھ سے کہا: تیری دلیل کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: کیونکہ ہاتھ کا اطلاق انگلیوں سے کلائی تک ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدا نے تیمّم کے بارے میں فرمایا: "فامسحوا وجوهكم وايديكم" یعنی چہرہ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرو۔ بعض نے میری حمایت کی لیکن بعض نے آیہ وضو سے دلیل پیش کی اور کہا: جہاں تک خدا نے کہا ہے: "وايديكم الى المرافق" کہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو پس حد کو کہنیوں تک اجرا کیا جائے۔

خلیفہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور آپؑ سے کہا: اے ابا جعفرؑ آپ کی کیا رائے ہے؟ آپؑ نے جواب دیا خلیفہ وقت فقہاء نے اس مسئلہ میں اپنی اپنی رائے پیش کردی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ ان کی بات کو درکنار کریں آپ کا نظریہ کیا ہے؟ امامؑ نے پھر فرمایا: کہ مجھے اس مسئلہ کے جواب دینے سے معاف فرمائیں۔ خلیفہ نے اصرار کیا کہ آپؑ کو خدا کا واسطہ اپنے نظریہ سے مجھے آگاہ فرمائیں؟ کافی اصرار کے بعد امامؑ نے اس طرح فرمایا: جب تم نے مجھے خدا کی قسم دے ہی دی ہے تو سنو یہ تمام سنت الٰہی کو جاری کرنے میں خطا کررہے ہیں۔ حد کو انگلیوں کی جڑوں سے اجرا کیا جائے اور ہاتھ کی ہتھیلیاں اپنے مقام پر باقی رہیں۔ خلیفہ نے آپؑ سے اس کی دلیل پوچھی امام نے جواب دیا۔ رسول خداؐ کا فرمان ہے کہ سجدہ سات اعضاء سے انجام دینا چاہیئے۔ چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں زانو اور پیر کے انگوٹھے؛ اگر اس کے ہاتھ کو کلائی یا کہنی سے منقطع کریں تو کوئی دوسرا ہاتھ باقی نہیں رہتا ہے جس سے سجدہ کیا جائے اور خداوند متعال کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

ارشاد ہے" ان المساجد للہ" یعنی جن سات اعضاء سے سجدہ کیا جاتا ہے وہ خدا کی ملکیت ہیں اور جو اللہ کی ملکیت ہے اس کو کاٹا نہیں جاتا ہے اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دیں۔

ابن ابی داوؤد نے اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس طرح کہا کہ تو نے میرے لئے گویا قیامت برپا کردی ہے اور میں آرزو کرتا ہوں کہ کاش زندہ نہ ہوتا۔ معتصم نے اس نظریہ کو قبول کرلیا اور حکم دیا کہ چور کے ہاتھ انگلیوں کے آخری سرے سے کاٹ دئے جائیں اور ہتھیلیوں کو اپنی جگہ باقی چھوڑ دیا جائے۔ ابن ابی داوؤد کہتا ہے کہ میں تین دن بعد معتصم کے پاس گیا اور اس سے اس طرح کہا کہ امیر المومنین کو نصیحت کرنا میرے اوپر واجب ہے اگرچہ یہ نصیحت مجھے آگ میں ہی کیوں نہ جلا دے پھر بھی میں اس سے گریز نہیں کروں گا۔ خلیفہ نے پوچھا کون سی نصیحت؟ میں نے کہا: امیر المومنین اپنی تمام امت کے علماء وفقہاء کو ایک دینی مسئلہ کی تحقیق کے لئے دربار میں جمع کرتے ہیں اور اس کے حکم کے طلبگار ہوتے ہیں فقہاء اور علماء اس حکم کے بارے میں اپنے نظریات پیش کرتے ہیں اس جلسہ میں خلیفہ کے اہل بیت، حکومت کے کارندے، وزراء اور خلیفہ کے نامہ نگار بھی حاضر ہوتے ہیں اور لوگ بھی دربار کے باہر اس گفتگو کو سنتے ہیں لیکن خلیفہ ان تمام علماء کے نظریات سے چشم پوشی کرلیتے ہیں اور ان کی اہمیت نہیں سمجھتے لیکن ایسے فرد کی رای قبول کرلیتے ہیں کہ جس کی امامت کا ایک گروہ قائل ہے اور وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ منصب خلافت میں خلیفہ سے برتر اور افضل ہے اور خلیفہ پھر بھی ایسے فرد کے حکم کو تمام حکموں پر ترجیح دیتے ہیں۔

ابن ابی داوؤد کہتا ہے۔ ان کلمات کو سن کر خلیفہ کا رنگ بدل گیا اور میری نصیحت خلیفہ کے ذہن میں سما گئی خلیفہ نے مجھ سے کہا خدا تجھے اس نصیحت کے بدلہ جزائے خیر دے۔

ابن ابی داوؤد کہتا ہے کہ چوتھے دن خلیفہ نے اپنے ایک نامہ نگار کو حکم دیا کہ امامؑ کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دے۔ وزیر یا درباری نامہ نگار امامؑ کی خدمت میں گیا اور دعوت دی مگر امامؑ نے دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا: تم جانتے ہو کہ میں تمہارے جلسوں میں حاضر نہیں ہوتا ہوں۔

اس نے امام سے کہا کہ میں فقط آپ کو کھانے کی دعوت دے رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میری دعوت قبول کریں اور مجھے افتخار بخشیں اور آپ کے مبارک قدم میرے فرش تک آجائیں اور خلیفہ کا فلاں وزیر بھی آپ کی زیارت کا مشتاق ہے جب امام اس کے گھر پہونچے تو اس نے امام کو زہر دے دیا اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

جیسے ہی امامؑ نے زہر کھایا اور اس کے اثر کا احساس کیا تو سواری طلب کی۔ صاحب خانہ نے عرض کیا کہ آپ یہیں ٹھہریں امام نے جواب دیا میرا تیرے گھر سے چلے جانا تیرے لئے فائدہ مند ہے۔ امام ایک روز گزرنے کے بعد مقام شہادت پر فائز ہوگئے۔[1]

ابن ابی داوٴد کا کلام چند مسائل کو روشن کرتا ہے

اول: حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا علمی مقام۔

دوم: شیعوں کی مذہبی تحریک کی وضعیت کو واضح و روشن کرتا ہے۔ اس کے اس جملہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام وہ شخصیت ہیں کہ جن کی امامت کا ایک گروہ قائل ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خلافت کے لئے معتصم سے شائستہ تر ہیں۔

سوم: شیعوں کی تحریک حکومت کے کردار کو روشن کرتی ہے کہ حکومت کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں ہے کہ وہ شیعوں کے رہبر کو زہر دے کر شہید کردے۔

فقہاء و علماء اور رہبروں کا ایک گروہ اسلامی ممالک میں شیعوں کی تحریک کا سبب تھا اور کافی مشکلات اور سختیوں کے باوجود تاریخ میں خلفاء کے ظلم و جور کے باوجود اسلامی امت کے درمیان کامیاب رہا کہ وہ جڑوں کو مضبوط کریں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت کے دلائل سورج کی روشنی کی مانند واضح و روشن ہوئے انہیں دلایل کی وجہ سے آپؑ کے دور میں شیعوں کی تعداد اتنی بڑھی کہ اسلامی امت کے درمیان ایک خاص مقام حاصل کرلیا۔ لوگ امام کے سامنے خالصانہ تسلیم تھے۔

عمر یا طولانی قد و قامت، سفید ریش یا اصلاً ڈاڑھی نہ ہونے کا مسئلہ نہیں ہے امام اس دور میں بھی امام تھے کہ ابھی ڈاڑھی آپ کے چہرے پر نمودار بھی نہیں ہوئی تھی کیونکہ آپ کا سن گیارہ برس سے زیادہ نہیں ہوا تھا۔ اور یہی مسئلہ مذہب شیعہ کی تفکر غیبی کو بیان کرتا ہے۔ لہٰذا اسی اعتقاد کی بنا پر خداوند متعال امت کے ساتھ مستقیماً رابطہ رکھتا ہے اور یہ رابطہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے وسیلہ سے ہے چاہے وہ معصوم کی حیات میں ہو یا معصوم کی غیبت میں۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۵

حضرت حجت علیہ السلام کا سن مبارک منصب امامت پر فائز ہونے کے وقت تمام ائمہؑ سے کم تھا[1] آپؑ کی عمر اس زمانے میں چار یا پانچ برس سے زیادہ نہیں تھی لیکن اسی وقت آپ تمام علوم گذشتہ و آئندہ پر احاطہ رکھتے تھے[2] اور اسی زمانے سے حضرت کی غیبت کا آغاز ہوا ہے اور خداوند متعال نے قید حیات میں رکھا ہے۔

ان تمام امور کا تعلق غیب سے ہے کہ جن پر ہم اعتقاد رکھتے ہیں[3] اور اس کے ثابت کرنے کے لئے کتاب خدا اور سنت سے استدلال کرتے ہیں[4] اور عقل بھی ان حقایق کا انکار نہیں کر سکتی ہے۔

جس وقت بھی ہم تاریخ کی دقیق تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس امتحان کا مرحلہ امت اسلامی کے لئے ہمیشہ رہا ہے تاکہ اس طرح امت کی دوستی و محبت اور اخلاص و عقیدت اپنے امام اور رہبر کے ساتھ مرحلہ ثبوت تک پہونچ جائے اور دوسرے اعتبار سے یہ غیبت تدریجی طولانی غیبت کے لئے زمینہ ساز بھی تھی کہ جن کے دلوں کا خدا نے امتحان لے رکھا ہے اور انہوں نے بھی حریم الٰہی کا خلوص سے دفاع کیا ہے۔

مذہب شیعہ کے رہبروں کو چاہئے کہ وہ مسئلہ غیب پر قلبی اعتقاد رکھیں یہ صحیح ہے کہ حضرت حجتؑ کے لئے رسول خداؐ سے احادیث متواتر نقل ہوئی ہیں[5]۔ لیکن حدیث کا سن لینا ایک الگ مسئلہ ہے اور اس پر ایمان رکھنا یہ الگ بات ہے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زندگی اور تمام حوادث ہمیں آمادہ کرتے ہیں کہ غیب اور آپ کے معجزات پر ایمان لائیں مگر یہ ہمارا ایمان اس کے مانع نہیں ہے کہ مادی اسباب سے چشم پوشی کریں اور انہیں بالکل اہمیت نہ دیں۔

۱۔ یحییٰ بن سالم نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت نے فرمایا: حجۃ آخر عمر کے لحاظ سے ہم سب سے چھوٹے ہیں۔ بحار الانوار، ج۵۱، ص۳۸۔

۲۔ الارشاد، ج۲، ص۳۳۹۔ الزام الناصب، ج۱، ص۲۸۹۔

۳۔ اس سلسلے میں مطالعہ کریں مصنف کی کتاب؛ الامام المھدی والایمان بالغیب، اور الامام المھدی قدوۃ الصدیقین، الفصل الثالث: الولایۃ والایمان بالغیب۔

۴۔ اس سلسلے میں مراجعہ کریں: کمال الدین و تمام النعمۃ، شیخ صدوق۔ الارشاد، شیخ مفید، ج۲، ص۳۴۰۔ احقاق الحق، قاضی نوراللہ شوشتری، ج۱۳، ص۹۸۔ اور مصنف کی کتاب؛ الامام المھدی والایمان بالغیب، بعنوان الامام المھدی فی الکتاب والسنہ۔

۵۔ مطالعہ کریں: بحار الانوار، ج۵۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- یہاں پر غیب سے متعلق دو مختلف نظریے ہیں:

الف: ایک گروہ اصلا غیب کا منکر ہے اور وہ تمام باتوں کو ایک ظاہری اعتبار سے دیکھتا ہے۔

ب: ایک گروہ تمام باتوں کو غیب سے جوڑتا ہے اور ہر بات میں غیب کا معتقد ہے۔

لیکن ہم ان دونوں گروہوں کے درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں اصلا غیب کے منکر بھی نہیں ہیں اور تمام اعمال کو انسانی زحمات و سرگرمیوں کا نتیجہ بھی سمجھتے ہیں لیکن معتقد ہیں کہ انسانی زندگی میں غیب کی تاثیر بھی ہے۔

- حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی حیات طیبہ ہم کو درس دیتی ہے کہ ہم غیب اور معجزات پر ایمان رکھیں لیکن مادی اسباب سے بھی انکار نہ کریں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک میں وسعت

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے دو عباسی خلیفہ کے زمانے میں زندگی گزاری ہے آپؑ کی شہادت آخر ذی القعدہ یا ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی[۱]۔

خلیفہ مامون عباسی کے زمانے میں آپؑ نے کچھ سکون کی زندگی گزاری۔ جیسا کہ ہم نے مامون عباسی کی روش کو بیان کیا کہ اس زمانہ میں وہ لوگوں کے حالات کی وجہ سے علویوں اور ان کے رہبر یعنی حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے قربت کا دعویٰ کرتا تھا۔مامون ایک چالاک انسان تھا اور اس کے زمانے میں اسلامی ممالک میں مختلف مذہبی انقلاب وجود میں آئے اور یہی سبب ہے کہ اس نے خود کو علویوں سے نزدیک کیا اور اس گرفتاری سے رہائی کے لئے چارہ جوئی کی کہ وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے قریب ہو۔

۱۔ دیکھیں: کافی، ج۱، ص۴۹۲، اس میں مذکور ہے کہ آپ کی شہادت ۲۲۰ ہجری آخر ذی القعدہ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اسی طرح کتاب ارشاد، ج۲، ص۲۹۵ میں ہے۔ اور بحار الانوار، ج۵۰، ص۲ میں ایک قول نقل ہوا ہے کہ آپ کی شہادت چھٹی ذی الحجہ ۲۲۰ ہجری کو ہوئی۔ مروج الذہب، ج۳، ص۴۶۴۔ اس میں ہے کہ آپ کی شہادت پانچ ذی الحجہ کو ہوئی اور بغداد میں دفن کردیے گئے۔ تذکرہ الخواص، ص۳۶۸ میں ہے کہ آپ کی پانچویں ذی الحجہ کو شہادت ہوئی اور اپنے جد موسی کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کردیے گئے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیکن بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ مامون در حقیقت مذہب شیعہ رکھتا تھااور اس بات کا معتقد تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی اولاد سب سے زیادہ خلافت کی صلاحیت رکھتی ہے اور وہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا قائل تھا۔

لیکن ہم مورخین کے اس نظریہ کو قبول نہیں کرتے ہیں کیونکہ شیعہ عقیدہ ایک عظیم عقیدہ ہے کہ جس کی ایک غاصب خلیفہ صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

حضرت امام علی رضاعلیہ السلام کی شہادت کے بعد شرعی امامت و رہبری حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف منتقل ہوئی۔اس دوران حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر سات برس سے زیادہ نہیں تھی امام علیہ السلام مدینہ منورہ میں جو کہ اس زمانے میں بغداد سے کافی زیادہ فاصلہ رکھتا تھا مقیم تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک حیرت انگیز واقعہ کی وجہ سے مامون کی توجہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف ہوئی۔ایک روز امام نے کچھ مدت کے لئے بغداد کی طرف سفر کیااس زمانے میں امامؑ کی عمر گیارہ برس تھی۔امام بغداد کے ایک راستے پر کھڑے تھے کہ مامون اسی وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکار کے ارادے سے اپنے محل سے نکلااور راستے میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی جو کہ کچھ بچوں کے ساتھ کھڑے تھے اور مامون کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے ہی مامون اس جگہ پہنچا مامون کو دیکھ کر سارے بچے پراکندہ ہوگئے فقط حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے مقام پر کھڑے رہے۔مامون نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں اس بچے سے بات کرنا چاہتا ہوں پھر امامؑ سے کہا کہ تم نے دوسرے بچوں کی طرح کیوں فرار نہ کیا؟امامؑ نے جواب دیا: "میں نے کوئی گناہ نہیں کیا جو فرار کر جاؤں اور نہ ہی راستہ تنگ ہے جو تمہیں جانے کے لئے کنارے ہو جاؤں۔" مامون نے سوال کیا تم کون ہو؟امام نے فرمایا: "محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔"

مامون نے پھر سوال کیا: تم علم میں کیا جانتے ہو؟

امام نے فرمایا: مجھ سے آسمانوں کے بارے میں سوال کرو۔

مامون نے امام سے خداحافظی کی اور اس جگہ کو ترک کر دیا۔مامون کے پاس خاکی رنگ کا ایک باز تھا جس کے ذریعہ وہ شکار کیا کرتا تھا مامون امامؑ سے کچھ دور فاصلہ پر گیااور باز کو شکار کے لئے نکالا۔ باز نے

Presented By: https://jafrilibrary.com

دائیں دیکھا بائیں دیکھا مگر شکار نہ پایا۔ مامون نے اسے آسمان میں اڑا دیا باز آسمان میں اتنا اونچا اڑا کہ ایک گھنٹہ سب کی نگاہوں سے او جھل ہو گیا اور ایک گھنٹے کے بعد آسمان سے ایک مچھلی کا شکار کرکے واپس ہوا۔

باز نے مچھلی کو مامون کو دیا۔ مامون نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج اس بچے کی موت میرے ہاتھوں واقع ہونا ہے۔ پھر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف گیا اور آپؑ سے کہا: تم آسمانوں کے بارے میں کیا جانتے ہو؟

امامؑ نے فرمایا: "بادشاہ سلامت میرے والد محترم نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے اور انہوں نے جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ نے خداوند متعال سے نقل کیا ہے کہ آسمان اور ہوا کے درمیان کچھ دریائی موجیں ہیں جن میں ہمیشہ تلاطم رہتا ہے اس دریا میں مچھلیاں رہتی ہیں کہ جن کی شکل سبز اور پشت کالی ہے اور بادشاہ خاکی رنگ کے باز کو شکار کے لئے اڑاتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ علماء کا امتحان لیں۔"

مامون نے کہا: تم نے سچ فرمایا اور تمہارے پدر وجد نے اور تمہارے خدا نے بھی سچ فرمایا ہے پھر مامون نے آپؑ کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور بعد میں اپنی بیٹی ام الفضل سے شادی کا ارادہ کر لیا، امام نے بھی اس پیشکش کو قبول کر لیا مامون نے امام کو دربار میں بلایا اور امام سے درخواست کی کہ خطبہ عقد پڑھیں امامؑ نے ایک طولانی خطبہ نکاح پڑھا جو حمد خداوند پر مشتمل تھا اور خطبہ میں کچھ نکاح کے سلسلہ میں دلائل کا اضافہ فرمایا جن کا آج علماء خطبہ نکاح میں تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شادی کا پس منظر

ریان ابن ابی شبیب روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بنی عباس کو جس وقت معلوم ہوا کہ مامون نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کیا ہے تو ان کے لئے یہ گراں گزرا اور مامون کے اس عمل سے وہ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں یہ مسئلہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائے لہٰذا اس بارے میں غور و فکر کرنے لگے، مامون کے قریبی افراد نے اس بارے میں اپنی اپنی رائے پیش کی اور مامون سے یہ کہا: اے امیر المومنین! تجھے خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنے اس ارادہ سے جو اپنی بیٹی کی شادی فرزند رضاؑ سے کرنا چاہتا ہے، صرف نظر کر لے ہم ڈرتے ہیں کہ جو خداوند نے ہمیں خلافت عطا

Presented By: https://jafrilibrary.com

کی ہے وہ ہمارے ہاتھوں سے چھن جائے اور ہماری عزت کو خاک میں ملادیا جائے۔ تو گذشتہ اور دور حاضر میں اس قوم کے کردار سے باخوبی واقف ہے اور یہ بھی تیرے لئے مخفی نہیں ہے کہ خلفاء گذشتہ اس قوم کو ذلیل و رسوا کرتے تھے۔ ہم تیرے اس عمل سے بھی خوفزدہ تھے جو تو نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ انجام دیا مگر خدا نے ہماری اس اہم خطرے میں مدد کی۔

تجھے خدا کا واسطہ دوبارہ ہمیں اس غم واندوہ میں گرفتار نہ کر جو ہم سے دور ہو چکا ہے اور اپنے اس ارادے کو بدل دے اور اپنی بیٹی کی شادی اپنے ہی کسی رشتہ دار سے کردے جو اس کے کفو ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مامون نے ان لوگوں کے جواب میں کہا:

تمہارے اور ابوطالب کے خاندان کے درمیان جو روابط و تعلقات رہے ہیں ان کے بارے میں تم خود ہی سبب بنے ہو اگر تم اس قوم کے بارے میں عدل و انصاف سے کام لیتے تو ان کو اپنے سے شائستہ تر جانتے اور گذشتہ افراد نے اس قوم کے ساتھ جو عمل انجام دیا وہ فقط بے رحمی کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور میں اس گناہ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

خدا کی قسم میں اپنی جانشینی کے انتخاب میں جو میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو منتخب کیا تھا ہرگز پشیمان نہیں ہوں میں نے ان سے چاہا تھا کہ میں خلافت کو چھوڑ رہا ہوں اور آپؑ کے سپرد کرتا ہوں۔ مگر انہوں نے خلافت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور تقدیر و امر الٰہی حتمی و یقینی ہے۔ لیکن میں نے ابو جعفر محمد بن علی کو بچپن میں اس لئے منتخب کیا ہے کہ اس کے علم و فضل اور برتری کو اہل علم و فضل سے زیادہ پایا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ جس چیز کو میں نے تشخیص دیا ہے جلد ہی دیگر افراد پر بھی واضح و روشن ہو جائے گی اور وہ سمجھ لیں گے کہ میں اپنے انتخاب میں صحیح راہ پر چلا ہوں۔

حاضرین نے مامون سے کہا: اگر اسے آپ نے پسند کر ہی لیا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کریں تو آپ یہ جان لیں کہ وہ ابھی بچہ ہے اور مختلف علوم کی آگاہی نہیں رکھتا ہے پس پہلے اس کو پڑھا لکھا لیں پھر جو چاہیں انجام دیں۔ مامون نے کہا خدا کی لعنت ہو تمہارے اوپر میں اس جوان کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں اس گھرانے کا علم خدا کے الہامات میں سے ہے۔ اس کے اجداد ہمیشہ دین اور علم و ادب کے حصول میں لوگوں سے بے نیاز رہے ہیں۔ کیونکہ لوگوں کا علم حد کمال سے نیچے ہے۔ اگر چاہتے ہو تو ابو جعفر کا امتحان لے لو تا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے تمہارے لئے بھی روشن و واضح ہو جائے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سب نے کہا یا امیر المومنین ! ہم اس کے امتحان کے لئے حاضر ہیں ہمیں چند روز کی مہلت دیں تا کہ ہم کچھ ماہرین فقہ کو تلاش کریں تا کہ وہ تمہاری موجودگی میں اس سے فقہی سوالات کریں۔ اگر اس نے ان سوالات کے جوابات دے دیئے تو دیگر اعتراضات نہیں کریں گے اور آپ کی تشخیص عام و خاص کے لئے واضح ہو جائے گی اور اگر وہ ان سوالوں کے جوابات سے قاصر رہا تو اس کے بارے میں ہمارا یہ جان لینا ہی کافی رہے گا۔

مامون نے کہا جس وقت بھی چاہو اس کا امتحان لے لینا۔

سب نے مامون کے دربار کو ترک کیا اور متفق ہوئے کہ یحیٰی بن اکثم امام سے سوالات کرے۔ یحیٰی بن اکثم اس زمانے میں قاضی تھا۔ اور یہ طے پایا کہ یحیٰی ایسا سوال کرے کہ جس سوال کا جواب امام نہ دیں سکیں اور یحیٰی بن اکثم سے وعدہ لیا کہ اگر کامیاب ہو گئے تو تجھے مال و متاع دیں گے۔

یہ گروہ مامون کے پاس آیا تا کہ سوال وجواب کا وقت معین کرے۔ مامون نے ایک دن معین کر دیا۔ یہ گروہ روز معین پر دربار مامون میں حاضر ہو گیا اور ان کے ساتھ یحیٰی بن اکثم بھی موجود تھا۔

مامون نے حکم دیا کہ امام کے لئے ایک خاص جگہ آمادہ کی جائے حکم مامون سے ایک خاص جگہ آمادہ کی گئی۔ امام اس مقام پر تشریف فرما ہوئے یحیٰی بن اکثم آپ کے بالمقابل بیٹھا اور دیگر افراد اپنے مقام و منصب کے اعتبار سے کھڑے ہو گئے مامون امام کے پہلو میں بیٹھا۔ یحیٰی بن اکثم نے مامون سے کہا کہ اے امیر المومنین ! کیا اجازت ہے کہ ابو جعفر سے سوال کروں ؟

مامون نے کہا امام اگر اجازت دیں۔ یحیٰی بن اکثم نے امام کی طرف رخ کیا اور کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا اجازت ہے کہ سوال پیش کروں ؟

امام نے کہا اگر چاہتے ہو تو پوچھو؟ یحیٰی نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں ! یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں شکار کرے تو اس کے کفارے کا حکم کیا ہے؟ امام نے اس سے پوچھا: "کیا یہ شکار حرم میں کیا ہے یا حرم سے باہر؟، شکاری حکم شرعی جانتا تھا یا اس سے جاہل تھا؟، اس نے عمداً شکار کیا ہے یا از روئے خطا؟، شکاری آزاد تھا یا غلام؟، بچہ تھا یا بڑا؟، یہ اس کا پہلا شکار تھا یا متعدد بار شکار کر چکا تھا؟، شکار پرندوں میں سے کیا یا غیر پرندوں میں سے؟، لاغر حیوان کا کیا ہے یا موٹے کا؟، شکاری اپنے کئے پر شرمسار و پشیمان ہے یا نہیں؟ شکار رات میں کیا ہے یا دن میں؟، احرام عمرہ کا تھا یا حج کا اور حج مفردہ تھا یا حج تمتع؟،" یہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

سن کر یحییٰ بن اکثم حیرت زدہ ہوا اور اس کے چہرے سے حیرت کے آثار نمایاں ہونے لگے اور اس کی زبان لکنت کرنے لگی اور تمام حاضرین اس کی ناتوانی اور جہالت کا امام کے بالمقابل اظہار کرنے لگے۔

مامون نے کہا میں خداوند متعال کا اپنے اس حسن تشخیص اور نعمت پر شکر گزار ہوں اور پھر اپنے درباریوں کی طرف رخ کرکے کہا جس کا تم انکار کر رہے تھے تمہارے لئے روشن ہو گیا یا نہیں؟

پھر امام کی طرف رخ کیا اور کہا اے ابا جعفر کیا خطبہ نکاح پڑھیں گے؟ امامؑ نے اقرار کیا۔ مامون نے امام سے کہا میری جان آپؑ پر فدا ہو! آپ خطبہ پڑھیں کہ میں آپ سے راضی و خشنود ہوں اور اپنی بیٹی ام الفضل کو جبکہ یہ گروہ آپؑ سے شادی پر راضی نہیں ہے، اس گروہ کی مرضی کے برخلاف آپ سے ازدواج کر رہا ہوں۔

امام علیہ السلام نے اس طرح خطبہ پڑھا: خداوند متعال کی نعمات کا اقرار کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی وحدانیت کی اخلاص کے لئے یکتائی کی گواہی دیتا ہوں اور درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خاندان کے برگزیدہ افراد پر۔ اما بعد خداوند متعال نے اپنے بندوں پر یہ احسان کیا کہ حلال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز رکھا ہے اور قرآن مجید میں اس طرح فرمایا ہے:

"وَ أَنكِحُوا الأَيَمَى مِنكمْ وَ الصلِحِينَ مِنْ عِبَادِكمْ وَ إِمَائكمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضلِهِ وَ اللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ[۱]" (اور اپنے غیر شادی شدہ اور غلاموں اور کنیزوں میں باصلاحیت افراد کے نکاح کا اہتمام کرو کہ اگر وہ فقیر بھی ہوں تو خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے ان کو مالدار بنادے گا کہ خداوند بڑی وسعت والا اور صاحب علم ہے۔)

اس کے بعد امام علیہ السلام نے مامون کی بیٹی ام الفضل کو اپنے نکاح میں لیا اور وہ مہر مقرر کیا جو آپؑ کی جدہ حضرت فاطمہ زہراؑ کا تھا جس کی مقدار پانچ سو سالم درہم تھی۔

امامؑ نے مامون سے فرمایا: "کیا راضی ہو کہ اپنی بیٹی اس مہر کی رقم کے عوض میرے نکاح میں دو؟" مامون نے جواب دیا: جی ہاں میں اپنی بیٹی ام الفضل کو اس رقم معین کے عوض آپؑ کے نکاح میں

۱۔ سورہ نور، آیت ۳۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

دیتا ہوں کیا آپ بھی اس کو قبول کرتے ہیں؟ نکاح کے بعد مامون نے حکم دیا کہ تمام عام و خاص کو ان کے مقام و منصب کے اعتبار سے ہدایا پیش کئے جائیں۔

ریان کہتے ہیں کہ کچھ مدت نہ گزری تھی کہ ایک شور و غل ہوا اور اچانک کیا دیکھا کہ دربار کے خادم چاندی کی کشتی جو کہ عطر سے پر ہے ایک گاڑی پر رکھے ہوئے دربار میں کھینچے چلے آرہے ہیں اور کشتی کی چاندی کو ریشم کے دھاگے سے ٹانکا گیا تھا۔

مامون نے حکم دیا کہ دربار کے خاص افراد اس عطر سے اپنی ڈاڑھی کو تر کریں جب خاص درباری اپنی اپنی ڈاڑھیوں کو عطر سے معطر کر چکے تو اس عطر کو عام کر دیا گیا تاکہ دیگر افراد بھی اپنی داڑھیوں کو عطر سے معطر کریں۔

جب سب خوشبو لگا چکے تو ایک وسیع و عریض دستر خوان لگایا گیا اور لوگوں نے کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد بہت زیادہ ہدایا ان کے مقام و منصب کے اعتبار سے تقسیم کئے گئے[1]۔

کہا جاتا ہے کہ امام علیہ السلام سے تیس ہزار مسئلے پوچھے گئے[2] جیسا کہ مورخین کا بیان ہے کہ عام طور سے ان تیس ہزار سوالوں کو آمادہ کرنے میں ایک دن نہیں لگا ہوگا اور قابل فہم بات یہ ہے کہ دراصل ہر سوال کلی تھا اس معنی میں کہ امامؑ بعض فقہی قواعد کو بیان فرماتے تھے کہ ان قواعد میں سے ہر ایک قاعدہ مختلف احکام میں تقسیم ہوتا تھا اور علماء نے ان احکام کو شمار کیا کہ جن کی تعداد تیس ہزار مسائل تک پہونچی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام بھی جو یہ فرماتے تھے کہ: "رسول اللہؐ نے مجھے علم کے ہزار باب سکھائے کہ ہر باب سے میں نے ہزار باب کھولے[3]" اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک باب ہزار باب کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ ہر قاعدہ اور حکم کلی، مختلف ابواب رکھتا ہے۔

---

۱ - بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۷۴۔

۲ - ان سب نے کہا: اے ہمارے سید و سردار کیا ہم کو اجازت ہے کہ ہم آپ سے کچھ سوال کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں؛ وہیں پر آپ سے تیس ہزار سوال کیے گئے اور آپ نے سب کے جواب دیے جب کہ آپ کی عمر نو سال تھی۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۸۵۔

۳ - بحار الانوار، ج ۳۱، ص ۴۳۲۔ دلائل الامامہ، ص ۱۰۵۔ الاختصاص، ص ۲۸۳۔ المناقب، ج ۲، ص ۳۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نیز قاعدہ فقہی بنام "حرج" کے بیان میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا قاعدہ ہے کہ جس کے ہزار باب پائے جاتے ہیں[۱]۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ایک کلی قاعدے کو مختلف قضایا و موضوعات میں جاری کیا جاسکتا ہے[۲]۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے خلیفۂ وقت کی دامادی کو کیوں قبول فرمایا؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مامون عباسی کی بیٹی کے ساتھ شادی کی پیشکش کو کیوں قبول فرمایا؟ اس سوال کا جواب بہت ہی آسان اور سادہ ہے اور خصوصاً اسی سوال کا جواب ہم نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولایت عہدی کے بارے میں پہلے دے دیا ہے اور اسی جواب کو اس مقام پر بھی دیا جاسکتا ہے۔ اس مقام پر ہم نے کہا تھا کہ مامون کے دور میں مذہب شیعہ کی تعداد اتنی بڑھ چکی تھی کہ جن کے ذریعہ ملی جلی سرکار بن سکتی تھی مذہب شیعہ ہر حکومت کے ساتھ مل کر ایک ملی جلی حکومت تشکیل دے سکتا تھا۔

اور یہی وجہ تھی کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام بغیر اس کے کہ اپنے ہدف و مقصد اور رسالت کو اپنے ہاتھ سے جانیں دیں حکومت پر ایک طرح سے نظر رکھتے تھے۔ آئمہ معصومین علیہم السلام خلفاء کی حکومت کو جائز نہیں جانتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ نہ فقط انہوں نے خلافت کو قبول نہیں کیا بلکہ حکومت کے کاموں میں دخالت سے بھی گریز کرتے تھے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ولایت عہدی قبول نہ کرنا اس کی بہترین دلیل ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مامون کی بیٹی سے نکاح کیا اور خلیفہ کی دامادی کو قبول فرمایا اس کا مفہوم کیا ہے؟

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۸، ص۲۶۰۔

۲۔ مصنف نے اس قاعدہ نفی حرج کو اپنی کتاب مبادی فقہ الاستنباط میں الحرج فی الکتاب والسنہ وفی کلمات الفقہاء کے ذیل میں مفصل بیان کیا ہے مراجعہ کریں

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس دور میں حکومت کے سارے امور جیسا کہ دربار میں کارندوں کا معین کرنا یا کسی بھی علاقہ کی ولایت کو اپنے ہاتھ میں لینا، یا کسی بھی سرزمین پر حکومت تشکیل دینا یا حداقل کسی بھی مقام پر قاضی القضاۃ کا معین کرنا، خلیفہ کے اختیار میں تھا کہ وہ جس کو چاہے دیدیتا۔

لیکن امامؑ نے ان تمام امور کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے سے گریز فرمایا اور آپؑ نے فقط یہ کیا کہ اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ مدینہ لے جائیں اور جب تک مامون حکومت پر رہا، امام مدینہ ہی میں رہے۔

امام علیہ السلام اپنی اس تدبیر سے دو ہدف میں کامیاب ہوئے:

اول: امامؑ نے ازدواج کی پیشکش کو قبول کرکے مامون کے ذہن کو اپنے قتل سے منصرف کر دیا۔

دوم: حکومت کی قدرت و طاقت کو مذہب شیعہ کے زیر نظر رکھا اور یہ چیز سبب بنی کہ مامون مذہب شیعہ کے افراد کے قتل اور ان کی نابودی سے چشم پوشی کرے۔ یہ روش بہت سے آئمہؑ کے دور میں رہی ہے اور اس کا بہترین نمونہ علی بن یقطین بن موسیٰ بغدادی کی داستان ہے[1]۔ علی بن یقطین مہدی خلیفہ خلیفہ عباسی کے مشیر تھے اس کے بعد ہارون رشید کی وزارت کے عہدے پر فائز ہوئے علی بن یقطین باوجود اس کے کہ مذہب شیعہ کے پیروکار تھے مگر پھر بھی اپنے فہم و فراست کی بنا پر اس منصب پر فائز ہوگئے۔ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غم واندوہ کے عالم میں آپؑ سے عرض کیا: "اے فرزند رسول خداؐ میں ظلم وطاغوت حکومت کا مددگار و مشیر قرار پایا ہوں۔"

یہ وہ منصب تھا کہ اگر کوئی اس پر فائز ہو جاتا تھا تو تمام چیزوں پر تسلط و قدرت پیدا کرلیتا تھا اور دنیا کی بزرگترین حکومت کی شہ رگ حیات اس کے ہاتھ میں ہوتی تھی، امام نے حکم دیا کہ تم اس مقام پر باقی رہو اور اپنے مذہب کے وظائف ادا کرتے رہو۔ وہ ہارون کی حکومت میں بھی اسی منصب پر رہے پھر انہوں نے دوبارہ امام سے درخواست کی کہ اجازت دیں تاکہ میں بنی عباس کی حکومت کو ترک کردوں لیکن امام نے ان کو اجازت نہیں دی[2]۔

۱۔ جامع الرواۃ، علامہ اردبیلی، ج۱، ص۶۰۹

۲ - بحار الانوار، ج۴۸، ص۱۳۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

علی بن یقطین نے مذہب شیعہ کی اس قدر خدمت کی ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے عید قربان کے دن داوٗد رقی سے علی بن یقطین کے بارے میں اس طرح فرمایا: "میں نے اعمال حج انجام دیتے وقت علی بن یقطین کے علاوہ کسی کو دعا میں یاد نہیں رکھا۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ تھا اور مجھ سے جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ میں سفر حج سے پلٹ آیا"[۲]۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے معتصم خلیفہ عباسی کے زمانے میں زندگی گزاری ہے حکومت عباسی کی نابودی میں معتصم کا کافی تاثیر گزار نقش رہا ہے۔

معتصم ترکی کنیز کا بیٹا تھا[۳] لہٰذا قوم پرستی کی طرف زیادہ توجہ تھی۔ اس کی بہت زیادہ یہ کوشش رہتی تھی کہ ترکی غلاموں کو ان کے مالکوں سے خریدے اور انھیں اپنی حکومت میں داخل کرے۔ اس طرح اس نے چار ہزار ترکوں کو اپنی حکومت میں داخل کیا اور انھیں ابریشم کے مختلف قسم کے لباس سے آراستہ کرکے اور بہترین قسم کے کمربند و سونے کے زیورات پہنا کر اپنے دیگر لشکریوں پر برتری دی[۴]۔

جس وقت معتصم نے اپنی فوج کی سپہ سالاری ترکوں کے ہاتھ میں دی تو عرب سپہ سالاروں کے درمیان قوم پرستی کے اعتراضات اٹھنے لگے اور ان کے درمیان ملکی و قومی تعصب نے قوت پکڑلی[۵]۔ مثلاً "عجیف[۶]" نے کوشش کی کہ حکومت کو معتصم سے عباس بن مامون کی طرف منتقل کردے لیکن وہ اپنی کوشش میں ناکام رہا اور معتصم کے ہاتھوں قتل ہوگیا[۷]۔ جس وقت ترک سرزمین اسلام میں وارد ہوئے

---

۱ - دیکھیں: بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۲۰۷۔

۲۔ تاریخ مسعودی، ج ۳، ص ۴۶۵۔ رجال کشی، ص ۴۹۲۔ جامع الرواۃ، علامہ اردبیلی، ج ۱، ص ۶۰۹

۳ - اس کنیز کا نام شجاع تھے جیسا کہ جمہرۃ انساب العرب، ص ۲۴۔

۴۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۷۱۔ مروج الذھب، ج ۳، ص ۴۶۵۔ تاریخ الاسلام، ج ۱۵، ص ۳۳۔ تاریخ مدینہ دمشق، ج ۴۷، ص ۲۴۵۔

۵ - الرسائل السیاسیہ، ص ۵۲۴۔ رسالۃ الترک وعامہ جند الخلافہ کے حاشیہ پر، حاشیہ نمبر، ۱۲۔

۶ - عجیف بن عنبسہ، بنی عباس حکومت کی ایک عظیم شخصیت، معتصم کی ایک فوج کا سپہ سالار اسی نے معتصم کو جاٹوں سے جنگ میں فتح دلائی۔ دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، ج ۹، ص ۸۔

۷ - البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۸۸۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۹، ص ۷۲۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۳۳۰۔ المنتظم، ج ۱۱،

Presented By: https://jafrilibrary.com

تو آہستہ آہستہ معتصم سے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کے بعد اس کے بیٹے کو قتل کرا کے حکومت پر اس طرح قبضہ کیا[1] کہ کوئی ان کے کارناموں کی بازپرسی کرنے والا نہ رہا۔

جس جگہ ان میں سے کوئی بھی خلیفہ اپنے سر کو بلند کرتا اس کو قتل کرا کے بنی عباس کے دوسرے فرد کو خلافت کا لباس اوڑھا دیتے۔ بنی عباس کے بہت سے خلفاء جیسے متوکل[2] اور اس کے بعد مستعین[3]، پھر مہتدی[4]۔

---

۱ - ہارون (الواثق) (مدت خلافت ۲۲۷-۲۳۲ھ) مراجعہ کریں: البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۲۹۶۔ تاریخ الامم الملوک، ج۹، ص ۱۲۳۔ ص ۱۲۳۔ البداء والتاریخ، ج۶، ص ۱۲۰۔ تاریخ الخلفاء، ص ۲۷۰۔

۲۔ جعفر متوکل بن محمد معتصم، (مدت خلافت ۲۳۲-۲۴۷ھ) اس کا بیٹا منتصر ترکوں کے ساتھ اپنے باپ کو قتل کرنے میں شامل ہو گیا اس نے دیکھا کہ اس کا باپ متوکل اس کے بھائی معتز کو خلافت کے معاملے میں زیادہ اہمیت دیتا ہے، اس نے ترکوں کو محل میں داخل کیا اور انہوں نے آدھی رات میں متوکل اور اس کے وزیر ابن خاقان کو قتل کر دیا۔ دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، ج۹، ص ۲۳۵۔ الکامل فی التاریخ، ج۷، ص ۹۷۔ نیز ص ۱۳۸۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۳۵۰۔ تاریخ الاسلام، ذہبی، ج۱۸، ص ۲۰۰۔ تاریخ مختصر الدول، ص ۱۴۳۔ التنبیہ والاشراف، ص ۳۱۵۔

۳ - احمد مستعین بن محمد معتصم (مدت خلافت ۲۴۸-۲۵۲ھ) ترکوں نے اس کو منتصر کی وفات کے بعد خلافت کے لیے انتخاب کیا اس لیے کہ ان کو خوف تھا کہ کہیں متوکل کا کوئی سا بیٹا خلافت کو حاصل نہ کر لے اور وہ ترکوں سے انتقام لے۔ لہٰذا انہوں نے فوراً مستعین کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اس وقت ترکی سپہ سالار بنام اتامش مستعین کے قابل اعتماد وزیروں میں سے تھا، لیکن ترکوں نے اس بھی حسد کیا اور اس سے چھٹکارے کے لیے اس کو قتل کر دیا۔ اس وقت ترکوں اور مستعین کے درمیان بہت زیادہ اختلاف بڑھ گیا تو اس نے تمام ترک فوجوں کو سامرا چھوڑا اور حکومت کو بغداد میں رکھا لیکن ترکوں نے اس کے خلاف احتجاج میں تمام زندان کے دروازے کھول دیے اور معتز کے ہاتھ بیعت کر لی، اور مستعین کے قتل کی سازشیں چلنے لگے جب کہ مستعین کو قتل کر کے پھر معتز کو بھی قتل کر دیا یعنی پہلے معتز کو خلیفہ بنایا پھر معزول کیا اور معزول کر کے چھ مہینے کے بعد قتل کر دیا یہ تمام واقعات ۲۵۲ ہجری میں پیش آئے۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص ۲-۷۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۳۵۴-۳۶۴۔ الکامل فی التاریخ ج۷، ص ۱۲۳-۱۳۹۔ مروج الذہب، ج ۴، ص ۷۷۔ المنتظم، ج۱۲، ص ۶-۴۴۔

۴ - محمد مہتدی بن ہارون (مدت خلافت ۲۵۵-۲۵۶ھ) مہتدی کے لشکر میں موسی بن بغاء اور بایکباک دونوں ترکی سپہ سالار تھے کہ جنہوں نے مہتدی کی حکومت کو مضبوط کیا لیکن مہتدی نے بایکباک کو خط لکھا کہ بو ابن بغاء کو قتل کر دے اور تنہا فوج کا سپہ سالار بن جائے، بایکباک نے وہ خط ابن بغاء کو دکھا دیا کہ جس کی وجہ سے ان سپہ سالاروں اور مہتدی میں اختلاف ہو گیا اور انہوں نے مہتدی کو حیلہ وفریب سے قتل کر دیا۔ تاریخ الامم والملوک، ج۹، ص ۴۵۶۔ تاریخ الاسلام، ذہبی، ج۱۹، ص ۲۰۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص ۲۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور یہاں تک کہ مقتدر[1] بھی ترکی فوج کے ہاتھوں ہلاک ہوئے اور معتز[2] سے لے کر قاہر[3] و متقی[4] اور مستکفی[5] تک ان کے ہاتھوں خلافت سے خلع کر دیے جاتے رہے۔

۱۔ جعفر مقتدر بن احمد (مدت خلافت ۲۹۵-۳۲۰ھ) اس کو اس کے خادم نے قتل کیا ہے۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۱۷۰۔ شذرات الذھب، ج ۳، ص ۴۰۵۔ مروج الذھب، ج ۴، ص ۲۱۴۔

۲۔ محمد معتز بن جعفر متوکل (مدت خلافت ۲۵۲-۲۵۵ھ) اس کے ہاتھ پر مستعین کو خلع کرنے کے بعد بیعت ہوئی اس وقت اس کی عمر انیس سال تھی، معتز کو اس کے بھائی موید نے خلافت سے خلع کر دیا اور زندان میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پھر ترک موید کو بھی خلع کرنے پر متحد ہو گئے ان کی وجہ یہ تھی کہ فوج نے خلیفہ سے اپنے حقوق وارزاق مانگا اور خلیفہ ان کی خواہش پوری نہ کر پایا تو انہوں نے اس کو بھی خلع کر دیا اور پھر اس کی اہانت کرتے ہوئے اس کو اس کے چچا بھائی مہتدی کی بیعت کرنے پر مجبور کیا اور اس کو خلع کر کے پانچ دن تک اس پر اس قدر تشدد کیا کہ وہ مر گیا۔ دیکھیں: الانباء، ص ۱۲۸-۱۳۰۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۱۶۔ تاریخ الاسلام، ذہبی، ج ۱۹، ص ۱۵۔

۳۔ محمد قاہر بن احمد معتضد (مدت خلافت ۳۲۰-۳۲۲ھ) بہت خون بہانے والا تھا بہت بد اخلاق، جلدی انتقام لینے والا، اس نے خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے چچازاد بھائی مقتدر کے بیٹوں پر بہت تشدد کیا۔ اس کی خلافت کے ایک سال کے بعد ترکوں نے اتحاد کیا اس کی وجہ یہ تھی اس کے وزیر کو اپنے قتل کا خوف تھا لہٰذا اس نے ترکوں سے سازش کر کے اس کو خلع کر دیا۔ دیکھیں: الکامل فی التاریخ، ج ۸، ص ۲۷۹، البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۲۲۳۔ المنتظم، ج ۱۳، ص ۳۱۶۔

۴۔ ابراہیم متقی بن جعفر مقتدر (مدت خلافت ۳۲۹-۳۵۷ھ) اس کے ہاتھ پر بیعت اس کے بھائی راضی کے بعد ہوئی اس وقت اس کی عمر چونتیس سال تھی اس کی خلافت کافی طولانی رہی، اس دوران اس کو خلع کر دیا گیا لیکن اس کی تقدیر سے توزون سے اختلاف ہو گیا متقی بنی حمدان کی طرف بھاگ گیا اور کچھ مدت کے بعد بنی حمدان سے ضجر اس کی حمایت میں نکلا تب متقی نے توزون سے مصالحت کی تب بغداد میں دوبارہ متقی کی حکومت بن گئی لیکن پھر ترکوں نے اس کو خلع کیا اور عبداللہ بن علی مکتفی کے ہاتھ پر بیعت کی اور متقی کو زندان میں ڈال دیا وہ وہاں پچیس سال زندان میں رہا اور وہیں مر گیا۔ البدیہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۲۶۶، تاریخ الاسلام، ج ۲۵، ص ۱۹۔ الانباء، ص ۱۷۰۔ مروج الذھب، ج ۴، ص ۲۴۷۔

۵۔ عبداللہ بن علی مستکفی (مدت خلافت ۳۳۳-۳۳۴ھ) متقی کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت اور ہوئی اور معزالدولہ نے جب یہ سنا کہ وہ کسی اور کو خلیفہ بنانے والا ہے تو اس نے اس کو عزل کر دیا اور اس عزل کر کے اس کی آنکھیں نکال دی گئیں، پھر فوج دربار میں گھس آئی اور فضل بن مقتدر کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ مستکفی نے بھی خلافت سے خلع ہو کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کا ۳۳۸ھ میں انتقال ہوا۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۵۲۲۔ الانباء، ص ۱۷۶۔ تاریخ الاسلام، ج ۲۵، ص ۲۶۔ التنبیہ والاشراف، ص ۳۴۵۔ شذرت الذھب، ج ۴، ص ۱۸۴۔ الکامل فی التاریخ، ج ۸، ص ۴۵۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تنہا مقتدر ان حالات پر مسلط ہوا لیکن وہ بھی دوبار خلافت سے خلع کیا گیا اور اس کے بعد قتل ہو گیا[۱]۔

اور خلافت عباسی خلفاء میں آخری فرد بنام مطیع[۲] تک پہونچی۔ یہ خلیفہ باوجود اس کے کہ خلافت کے اصلاً اصولوں سے کسی طرح آگاہی نہیں رکھتا تھا، بری طرح قتل کیا گیا۔ اس طرح ترک ہر اس خلیفہ کو کہ جو ان کے ہوائے نفس سے ہماہنگ و سازگار نہیں رہتا تھا، یا تو اسے منصب خلافت سے ہٹا دیا کرتے تھے یا پھر اس کو قتل کرا دیا کرتے تھے۔

ان کی یہ خصوصیت قوم پرستی سے کسی طرح تعلق نہیں رکھتی تھی بلکہ اسے ان کے اعمال کا نتیجہ، حالات وماحول کا سازگار نہ ہونا اور ایک دوسرے سے جدائی اور اس دور کے تمام اسلامی معاشرے میں اخلاقی فسادات کی وجہ کہا جاسکتا ہے۔

بہر حال معتصم کی حکومت میں سیاست اس طرح کی تھی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے نیز ان حالات سے کہ جس کو ہم نے پہلے بیان کیا، شیعیت کے پھیلاؤ اور اس کی پشت پناہی میں جو کہ آیندہ نتیجہ آور تھی، بہترین فائدہ اٹھایا اور دوسری طرف "محمد بن قاسم بن علی طالبی" نے انقلاب برپا کرکے حکومت کے آرام وسکون کو سلب کرلیا۔

محمد بن قاسم کی تحریک

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن امام زین العابدین علی بن الحسین کا روشن ترین انقلاب برپا ہوا۔ جب بھی ہم محمد بن قاسم کی شجاعت و مجاہدت سے آشنا ہوتے

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص۱۶۹۔ تاریخ ابن خلدون، ج۳، ص۷۴۴۔ تاریخ الامم والملوک، ج۱۱، ص۳۰۔ المنتظم، ج۱۳، ص۶۳۔

۲۔ فضل بن جعفر مطیع عباسی (مدت خلافت ۳۳۴۔۳۶۳ھ) مستکفی کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اس کے زمانے میں خلافت اس قدر ضعیف ہو گئی کہ خلیفہ کا کوئی دستور نہیں چلتا تھا نہ ہی کوئی وزیر و گورنر بلکہ سب کچھ معزالدولہ کے ہاتھ میں تھی، مطیع نے معزالدولہ کے ساتھ ناصرالدولہ حمدانی سے جنگ کی لیکن ناصرالدولہ جنگ جیت گیا اور تب معزالدولہ نے ناصر الدولہ سے مصالحہ کرکے مطیع کو معزول کردیا۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص۲۱۲۔ تاریخ الاسلام، ج۲۵، ص۲۸۔ تاریخ الامم والملوک، ج۱۱، ص۳۵۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہیں تو ان کی ارزشمند شخصیت پاتے ہیں کہ جس نے اپنی زندگی جہاد فی سبیل اللہ میں گزاری ہے۔ اس مقام پر آپ کی کچھ روزمرہ کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

لوگوں نے آپ کو صوفی لقب دے رکھا تھا کیونکہ آپ کی عادت یہ تھی کہ آپ سفید رنگ کا موٹا جامہ زیب تن کئے ہوتے تھے اور عالم فقہ دین ہونے کے ساتھ زاہد بھی تھے[1] آپ خراسان کے مرکز، شہر مرو گئے اور جب آپ نے کوفہ کو خیر آباد کیا تو فقط کوفہ سے آپ کے چند ساتھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے پہلے (رقہ) کا سفر کیا کہ جس سفر میں فرقہ زیدیہ کے کچھ بزرگ افراد اور عباد بن یعقوب رواجنی ساتھ ہوئے[2]۔ جیساکہ ہم نے پہلے بیان کیا گرچہ فرقہ زیدیہ کی رہبری زیدیوں کے علاوہ دوسرے افراد کے ذمہ تھی مگر اس کے باوجود وہ بہت سے انقلابوں کی بنیاد شمار کیا جاتے تھے۔

ابراہیم بن عبد الحطّار روایت کرتا ہے کہ میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھا اور ہم لوگوں کے درمیان جاتے اور تمام افراد کو محمد بن قاسم کے لشکر میں شامل ہونے کی دعوت دیتے۔ کچھ دن نہ گزرے تھے کہ چالیس ہزار افراد نے ہماری دعوت کو قبول کرلیا اور ہم نے ان سب سے بیعت لے لی۔ محمد بن قاسم کو مرو کے ایک گاؤں میں ٹھہرا رکھا تھا کہ جس گاؤں کی آبادی شیعہ تھی لہٰذا انھوں نے محمد بن قاسم کو (حریز) نامی پہاڑ کی چوٹی پر پناہ دی ہوئی تھی کہ جہاں پر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔

ایک دن محمد بن قاسم نے مرو میں کسی شخص کے رونے کی آواز سنی۔ اپنے ایک ساتھی کو بھیجا تاکہ واقعہ کی خبر لے کر آئے۔ ساتھی نے آکر خبر دی کہ آپ کی بیعت میں ایک شخص کا کسی دوسرے شخص سے جھگڑا ہو گیا تھا اور میں نے ان دونوں کے درمیان صلح کرادی ہے۔

محمد نے اپنے دوست ابراہیم سے کہا: (کیا دین خدا کی اسی طرح نصرت و مدد ہو سکتی ہے؟) پھر اس کے بعد فرمایا: لوگوں کو میرے اطراف سے ہٹا دو تاکہ میں اس اقدام پر غور و فکر کروں[3]، محمد بن قاسم نے

---

۱ - تاریخ الاسلام، ج۱۵، ۳۸۸۔ الاعلام، ج۶، ص ۳۳۴۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۷۲۔ مروج الذہب، ج۳، ص ۴۶۴۔ تتمۃ المنتہی، المنتہی، ص ۳۰۴۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۶۵۔

۳۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۶۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ان افراد کے درمیان سے کہ جنہوں نے بیعت کی تھی کچھ مناسب افراد کو چنا اور ان کے ساتھ مرو کو ترک کردیا۔

یہ ایک انقلاب مذہب شیعہ کا نمونہ ہے کیونکہ اس طرح کے انقلاب اپنے ہدف و مقصد تک پہونچنے کے لئے ہر طرح کے وسیلے و ذرائع سے استفادہ نہیں کرتے اور جس طرح ہدف احکام الٰہی کا اجرا کرنا ہے، وسیلہ و ذریعہ بھی رضای الٰہی ہی ہونا چاہئے۔

یہ وہ مفہوم ہے کہ جس کے تحت اسلامی معاشرے کو بلند اقدار کی راہ اور ارزشمند اصول ملتے ہیں کہ جن کے سایہ میں وہ آگے بڑھتا ہے۔

جب محمد بن قاسم کچھ ساتھیوں کے ساتھ طالقان چلے گئے[1]۔ محمد کا ساتھی ابراہیم اس طرح روایت کرتا ہے: محمد بن قاسم اس وقت طالقان روانہ ہوئے۔ طالقان اور مرو کے درمیان چالیس فرسخ کا فاصلہ تھا وہ طالقان میں ٹھہرے اور ہم نے بھی شہر میں لوگوں کو دعوت دی تاکہ ہمارے لشکر میں شامل ہوں کافی تعداد میں لوگوں نے ہماری آواز پر لبیک کہا اور محمد بن قاسم کے پاس آئے اور ان سے کہا: اگر آپ نے کام کو انجام دے لیا ہے اور خروج کے لئے آمادہ ہیں تو ان کے ساتھ اعلان جنگ کردیں ہم امید کرتے ہیں کہ خدا آپ کی مدد کرے گا۔ اگر ارادہ ہے تو ہم میں سے جسے مناسب سمجھیں فوجی لشکر میں شامل کرلیں اور اگر چاہیں تو وہی کریں جو مرو میں کیا ہے۔ عبداللہ بن طاہر نے تمہارا پیچھا کرنا شروع کردیا ہے۔ پس ایسا کام انجام دیں کہ ہم اور آپ اسلام سے خارج نہ ہوجائیں۔ محمد بن قاسم کو لوگوں کے درمیان اعلان جنگ کے لئے گئے ابراہیم نے چاہا کہ محمد کو ابھارے تاکہ اجازت دے کہ وہ فوجی جو تعہد لازم نہیں رکھتے ہیں وہ بھی انقلابی فوج میں شامل ہوجائیں مگر محمد بن قاسم نے اس طرح نہیں کیا۔

محمد بن قاسم اور عبداللہ بن طاہر[2] کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئیں ہیں کہ جن کے نتیجہ میں محمد بن قاسم نے عبداللہ بن طاہر کو سخت شکست دی ہے ایک بار دونوں کے درمیان جنگ ختم ہوچکی تھی کہ

---

۱ - تاریخ ابن خلدون، ج ۴، ص ۱۴۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۹، ص ۷۔ تجارب الامم، ج ۴، ص ۱۷۶۔ مروج الذھب، ج ۳، ص ۴۶۳۔

۲ - عبداللہ بن طاہر بن حسین بن مصعب، بن زریق خزاعی (۱۸۲-۲۳۰ھ) خراسان کا گورنر تھا، یہ بنی عباس کے زمانے میں ایک مشہور گورنر رہا ہے، اس کی اصل خراسان میں بازغیس سے ہے۔ الاعلان، ج ۴، ص ۹۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عبد اللہ بن طاہر نے مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے اپنی تمام فوج کو جند حصوں میں تقسیم کیا اور پھر اپنے ایک سپہ سالار[۱] سے یہ کہا کہ ایک ہزار بہترین جنگجو گھڑ سواروں کو میں نے تیرے لئے آمادہ کیا ہے اور حکم دیا کہ دس ہزار درہم تجھے دیئے جائیں گے تا کہ تو انھیں اپنے خرچ میں استعمال کرے۔ میرے اسطبل سے تین ایسے گھوڑوں کو اپنے سفر کے لئے انتخاب کر کہ جو اصیل و نجیب ہوں۔اور جس کو تیری رہنمائی کے لئے منتخب کیا ہے اس کو لے اور اسے ایک ہزار درہم دینا اور اسے ان تین گھوڑوں میں سے ایک پر سوار کرنا اور اس کی رہنمائی میں عازم سفر ہو جا اور جس وقت بھی شہر (نسا[۲]) سے ایک فرسخ (یہ وہ شہر تھا کہ جہاں محمد بن قاسم پناہ لئے ہوئے تھے) کا فاصلہ باقی رہ جائے اس نامہ کو کہ جو میں نے تجھے دیا ہے کھول کر پڑھنا اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ہر گز گریز نہ کرنا اور جو تیرے لئے معین کیا ہے اس سے سر پیچی نہ کرنا اور یاد رکھنا کہ تیرے درمیان بھی میں نے کچھ ایسے جاسوس رکھے ہیں کہ جو تیری خبریں مجھ تک پہونچائیں گے بہت حضور ذہنی سے کام لینا کہ تو جانتا ہے کہ ذرا سی کوتاہی میں، میں تیرے ساتھ کیا کروں گا۔

یہ مسئلہ ابن طاہر کی ظالمانہ روش کو محمد بن قاسم کے مقابل روشن کرتا ہے اور یہ بہت عادی تھا کیونکہ لوگ انقلاب برپا کرنے میں قلبی لگاؤ رکھتے تھے مگر حکومتیں کبھی ڈرا دھمکا کر یا دوسرے راہ و روش کو اختیار کرکے لوگوں کے ذہن کو اپنی طرف جذب کر لیتی تھیں[۳] اور ان کی قدرت و طاقت کو مذہب شیعہ کی شکست میں بروئے کار لاتی تھیں جیسا کہ ابن طاہر اپنی فوج کے سپہ سالار سے اس طرح کہتا ہے (میں نے تیرے لئے جاسوس معین کیے ہیں تا کہ تیری ساری خبریں مجھ تک پہونچائیں)

۱- وہ سپہ سالار، ابراہیم بن غسان بن فرج عودی، عبد اللہ بن طاہر کی ایک فوج کا سپہ سالار۔

۲- نساء؛ خراسان کا ایک شہر ہے کہ جس میں محمد بن قاسم نے قیام کیا اور اس کا یہ نام اس لیے پڑ گیا چونکہ جب مسلمانوں نے اس شہر پر حملہ کیا تو یہاں کے تمام مرد بھاگ گئے اور صرف خواتین باقی رہ گئیں لہذا شہر کا نام ہی نساء یعنی خواتین پڑ گیا۔ معجم البلدان، ج۵، ص ۲۸۱۔

۳- نہایۃ الارب فی فنون الادب، ج ۲۲، ص ۲۴۴۔ میں مذکور ہے کہ جب محمد بن قاسم شہر نساء پہنچے تو ان کے ایک ساتھی ایک والد اسی شہر میں رہتے تھے وہ ساتھی اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کے بعد اس کے والد نے بیٹے سے حالات معلوم کیے بیٹے اپنا تمام پروگرام باپ کو بتا دیا باپ نے شہر کے حاکم کو جا کر خبر دی حاکم نے خبر ملتے ہی اس خبر چینی پر اس کو دس ہزار درھم عطا کیے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ سپہ سالار شہر نسا کی طرف عازم ہوا اور نساء سے ایک فرسخ دوری پر[۱] اس نے ابن طاہر کے نامہ کو کو کھولا اس میں جنگ کا پورا نقشہ لکھا ہوا تھا اور جس گھر میں محمد بن قاسم اور ان کے دوست ابو تراب ٹھہرے ہوئے تھے، نقشہ میں موجود تھا۔ ابن طاہر نے اس خط میں حکم دے رکھا تھا کہ محمد بن قاسم اور ابو تراب پر بے حد سختی سے حملہ آور ہوں اور جیسے ہی انھیں دستگیر کریں اس سے پہلے کہ دوسرا کوئی قدم اٹھائیں ان کی انگوٹھی اس کے پاس روانہ کر دیں تا کہ اسے اطمینان ہو جائے کہ وہ گرفتار ہو چکے ہیں اور نیز یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ جو بھی ان دونوں افراد کو لانے پر مامور ہو اس کو چاہیئے کہ وہ انھیں راستے میں تیزی سے دوڑائے۔ ابن طاہر کے حکم کے مطابق اس سپہ سالار کو واقعہ کی تمام تفصیلات اس کے پاس بھیجنا تھیں۔ ابن طاہر اپنے نامہ کے آخر میں تحریر کرتا ہے:

اس کی طرف سے کامل ہوشیار رہے اور اس کے بارے میں خوب دقت سے کام لے درمیان جنگ کہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو میرے پاس بھیج دے۔

اس نقشہ کے تحت اس سپہ سالار لشکر کو کامیابی حاصل ہوئی اور محمد بن قاسم اور اس کے ساتھی ابوتراب کو گرفتار کرکے نیشاپور ابن طاہر کے پاس بھیج دیا گیا۔ ابن طاہر ان دونوں سے ملاقات کے لئے زندان میں وارد ہوا اور ان کی حالت دیکھ کر داروغۂ زندان سے اس طرح کہتا ہے: وای ہو تجھ پر اے ابراہیم (بن نسان بن فرج العودی) کیا تجھے خدا کا خوف نہیں آیا جو ان کے ساتھ اس طرح سلوک کیا ہے۔ (اس کے اس جملہ کا مقصد وہ سنگین زنجیریں تھیں کہ جو محمد اور اس کے ساتھی کے پیروں میں پڑیں تھیں) آیا تو نے ایسے مومن شخص کو اس طرح سنگین طوق و زنجیر سے جکڑ رکھا ہے؟

داروغۂ زندان ابراہیم عودی نے جواب دیا: اے امیر المومنین! مجھے آپ اور خدا کے خوف و ڈر نے سب کچھ بھلا دیا اور دوسری طرف سے آپ کے اس وعدے نے میری عقل کو سلب کر لیا جو آپ نے مجھ سے کیا تھا۔ یہ اس زندان کی چھت پر گفتگو ہو رہی تھی جس میں محمد بن قاسم قید تھے۔

۱۔ اس شہر میں تین دن کی مسافت کے بعد پہنچے تھے۔ اور پھر بھی ایک فرسخ باقی رہ گیا تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابن طاہر نے حکم دیا کہ ان طوق و زنجیر کو اس کے پیروں سے کھول دے اور ہلکی زنجیر کہ جس کے حلقے گشادہ اور ان کے درمیان فاصلہ ہو اس کے پیروں میں ڈال دیں اور دونوں زنجیر کے درمیان اتنا فاصلہ رہے کہ چلا پھرا جا سکے۔

جب تک محمد بن قاسم زندان میں رہے فقط جو چیز انہوں نے طلب کی وہ قرآن تھا کہ جس کی وہ تلاوت کرتے تھے۔

عبد اللہ بن طاہر ان اونٹوں کو کہ جن پر ہودج رکھے رہتے تھے اسطبل سے نکالا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ محمد بن قاسم کو زندان سے باہر لا رہا ہے اور ایک دن رات کے سناٹے میں اس نے محمد بن قاسم کو نیشاپور بھیجا اور اس کے بعد ابراہیم عودی کے ہمراہ شہر ری روانہ کر دیا۔ عبد اللہ بن طاہر نے حکم دیا کہ ہودج کو باہر لائیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے محمد کو زندان میں قید نہیں کر رکھا ہے اور اس کام کے لئے لشکر کو ایک فرسخ تک ساتھ لے جائے اور رات کی تاریکی میں دوبارہ ری پلٹ آئے۔

یہ کام محمد بن قاسم کے خوف سے انجام دے رہا تھا کیونکہ تھوڑی سی بے توجہی کی وجہ سے کافی افراد محمد بن قاسم کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے۔ عبد اللہ بن طاہر نے محمد بن قاسم کو اس طرح کہ کوئی سمجھ نہ سکے شہر ری سے نکال دیا اور خود اس کے پیچھے بغداد کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ اسے معتصم کے حوالے کر دے[۱]۔

جیسے ہی معتصم نے محمد کے بغداد آنے کی خبر سنی عودی کو طاہر کی طرف روانہ کیا اور پیغام بھیجا کہ محمد کے عمامے کو سر سے اتار لے اور اس کو سر برہنہ اور اس حالت میں وارد بغداد کرے کہ ہودج برہنہ ہو، اس عمل سے اس کا ہدف محمد پر نفسیاتی دباؤ ڈالنا اور اس کی قدر و منزلت کو گھٹانا تھا جس راہ سے محمد کو گزارا گیا اس راہ پر لوگوں کا ہجوم و اژدھام تھا یہاں تک کہ محمد کو معتصم کی لہو و لعب کی مجلس میں وارد کر دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ معتصم نے حکم دیا کہ جو لوگ دربار میں محمد بن قاسم کا دیدار کرنے جمع ہوئے ہیں وہ سب اس پر نجاست ڈالیں۔ اس موقع پر معتصم قہقہ لگا رہا تھا اور محمد بن قاسم تسبیح و تہلیل اور استغفار کر رہے تھے اور زیر لب اس پر نفرین کر رہے تھے۔ معتصم شراب نوشی میں مصروف تھا اور محمد اسی طرح کھڑے

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۶۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تھے[1] یہاں تک کہ معتصم اپنے لہو ولعب سے فارغ ہوا پھر اس نے حکم دیا کہ محمد کو زندان میں ڈال دیا جائے۔

محمد بن قاسم نے بہت ہی جلد تدبیر کی کہ زندان سے فرار اختیار کر جائے اور زندان سے فرار کرنے کے بعد بغداد میں نظروں سے پوشیدہ ہوگئے۔ فرار کے وقت ان کی کمر میں کچھ ضرر پہونچا جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنی کمر باندھے رہتے تھے۔ محمد نے معتصم کی قید حیات تک اور اس کے بعد واثق اور متوکل کی کچھ مدت خلافت میں پوشیدہ زندگی گزاری، کہا جاتا ہے کہ وہ متوکل کے دور میں دستگیر ہوگئے اور تا آخر عمر زندان میں ہی رہے[2]۔

انہوں نے اپنی اس کم مدت اور مخفی زندگی میں کیا کارنامہ انجام دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انقلابیوں نے متوکل، مستعین اور ان کے بعد کسی خلیفہ کو سکون سے رہنے نہیں دیا اور انہوں نے فرصت نہیں دی کہ کوئی خلیفہ آسانی سے لہو ولعب انجام دے سکے۔

محمد شہر واسط میں اپنے چچازاد بھائی علی بن حسن بن علی بن عمر بن امام زین العابدین علیہ السلام کی ماں کے گھر سکونت پذیر تھے۔ محمد کی چچی ایک ضعیف عورت تھی جیسے ہی اس ضعیفہ کی نظر محمد پر پڑی اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور کہا: خدا کی قسم میں اور میرا خاندان تجھ پر فدا ہو جائے، تیری سلامتی پر خدا کا شکر ادا کرتی ہوں۔ جبکہ یہ ضعیفہ سالوں سے اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتی تھی مگر جیسے ہی محمد پر اس کی نظر پڑی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی[3]۔

ابراہیم عودی، ابن طاہر کے لشکر کا سپہ سالار محمد بن قاسم کی اس طرح تعریف کرتا ہے:

میں نے اس سے زیادہ کسی کو پاکدامن تر اور تاثیر گذار نہیں دیکھا وہ ہر ایک سے زیادہ اپنے لبوں پر ذکر خدا جاری رکھتا تھا۔ اس کا اعتماد نفس سب سے زیادہ تھا۔ کسی موقع پر بھی وہ بے تابی واضطراب سے کام نہیں لیتا تھا اور سختیوں کے موقع پر ضعف و ناتوانی کا اظہار نہیں کرتا تھا اور ایک بار کے علاوہ کبھی اس کو ہنستے یا مزاح کرتے نہیں دیکھا وہ اس طرح کہ محمد بن قاسم کو جب گھوڑے پر سوار کرتے وقت رکاب نیچے کی

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۷۱۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۷۲۔

۳۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۷۲

Presented By: https://jafrilibrary.com

گئی اور محمد بن قاسم نے چاہا کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ تو ابراہیم عودی کا ایک خادم و صحابی آ گے بڑھا اور خود کو خم کر دیا تا کہ محمد اپنے قدم کو اس کی پیٹھ پر رکھے اور ہودج جو کہ کافی اوپر تھی سوار ہو جائیں۔ محمد جب ہودج پر سوار ہو گئے تو مسکراتے ہوئے اس سے فرمایا: بنی عباس سے تنخواہ لیتے ہو اور خاندان علی بن ابی طالب کی خدمت کرتے ہو![1]

روایت کی گئی ہے کہ بہت سی نفیس چیزیں؛ مال و متاع و جواہرات اور قیمتی اشیاء، اور اس کے علاوہ اس طرح کی بہت سی چیزیں محمد بن قاسم کے سامنے پیش کی گئیں لیکن انہوں نے ایک قرآن کے علاوہ کہ جو ابن طاہر کی ملکیت تھا کچھ قبول نہ کیا جو کہ خود ابن طاہر کی خوشی کا باعث بنا۔ محمد بن قاسم نے اس لئے قرآن کو قبول کیا تا کہ تلاوت قرآن سے دور نہ ہو جائیں۔

محمد جیسے انقلابی شخص اور خود ان کا انقلاب سبب بنا کہ مذہبی تحریک کا سلسلہ جاری رہے یہاں تک کہ انقلابی افراد ایک روز بھی سکون سے نہیں بیٹھے اور ممکن نہیں ہے کہ جس روز قیام کا عہد و پیمان ہوا ہو، قدموں کو پیچھے ہٹالیں۔

یہ دو خصوصیات تمام ان انقلاب کے اندر پائی جاتی ہیں جو مذہب شیعہ نے برپا کئے ہیں حکومتوں کی بحرانی حالت کے ساتھ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں ایسی راہ کا آغاز ہوا کہ جو انقلاب کے زمینہ اور اس کی طبیعت سے خاص لگاؤر کھتی تھی۔ مذہبی تحریک حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں مطلوب و مقصود حالت رکھتی تھی، اس تحریک کی ترقی، امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے زمانے میں تھی اور اس کے بہترین ایام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا زمانہ رہا ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے وجود کی برکت

ابن اسباط و عباد بن اسماعیل سے روایت ہوئی ہے کہ ہم منی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو لایا گیا۔ ہم نے عرض کیا کیا یہ وہی مبارک طفل ہے؟ امام نے جواب دیا: ہاں یہ وہی بچہ ہے کہ اسلام میں اس سے مبارک تر کوئی پیدا نہیں ہوا ہے۔[2]

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۶۹۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ابو یحییٰ صفانی اس طرح روایت کرتے ہیں: ہم حضرت امام علی رضاعلیہ السلام کی خدمت میں تھے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام جو کہ طفل نوزاد تھے ، لائے گئے۔ امامؑ نے فرمایا: یہ بچہ ہے کہ شیعوں کے لئے اس سے مبارک تر کوئی دنیا میں نہیں آیا ہے[1]۔

مذہب شیعہ کے لئے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے وجود کی برکت فقط قتل و غارت گری اور سیاسی حالات کا سازگار ہونا ہی نہیں تھا بلکہ آپ کے وجود کی برکت سے عقیدہ و تفکر اور سیاست و فقہ مذہبی روح وجان میں جڑ پکڑ گئی اور مذہبی انقلاب قدرت وبے سابقہ آثار سے بہرہ مند ہوا۔

فوج کا حکومت کو اپنے قبضہ میں لینا

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دور میں جہاں اسلام میں ایک نئی تبدیلی رونما ہوئی تھی اسی طرح اگر چہ ظاہراًحکومت امت کی طرف منتقل ہوگئی لیکن در حقیقت نظام حکومت فوج کے ہاتھ میں تھی اس بنا پر ہم اس مرحلہ کو حکومت اسلامی کو فوجی نظام کہہ سکتے ہیں۔

یہ تبدیلی کیوں واقع ہوئی؟

اس کے آثار کیا تھے؟

اور کس نے فوج کو اس قدرت تک پہونچایا؟

فقط وفقط جس ارزش واقدار پر امت تکیہ کئے ہوئے تھی اور جس مدار پر حرکت کر رہی تھی وہ خدا پر ایمان اور ایک حکومت بعنوان تمدن وثقافت پر اعتماد تھا۔ جبکہ امت کے داخلی مرکز میں ظلم وستم اور عامرین کی حکومت تھی،اور باقیماندہ باایمان افراد کہ جو حکومت کی بقاکے لئے آواز بلند کر رہے تھے ان پر نظر رکھے ہوئے تھی اور ان کو مختلف جرائم وگناہ کے بہانے تشدد کا شکار قرار دیتی تھی۔

یہ صحیح ہے کہ امت، فاسق وفاجر حکومت کی مخالف تھی لیکن یہ حقیقت بھی غیر قابل انکار ہے کہ امت میں حکومت اسلامی کی ضرورت، اسلام کی موجودہ حالت اور مسلمانوں کی عزت سے دفاع کی رغبت پائی جاتی تھی۔ ہزاروں افراد اپنے مقدسات کی وجہ سے یعنی جہاد اور فاسق وفاجر حکومت سے چشم پوشی

---

۱ - کافی، ج۱، ص۳۲۱۔ ارشاد، ج۲، ص۲۷۹، بحارالانوار، ج۵۰، ص۲۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرتے ہوئے دفاع کی راہ میں قدم رکھ کر دیگر حکومتوں پر فتح و ظفر کی غرض سے ان کے بالمقابل قیام کرتے تھے۔

شروع میں امت کو دفاع کے لئے بہت زیادہ سختی و جانفشانی کا سامنا کرنا پڑا لیکن آہستہ آہستہ عامریت اور اس کے برانگیختہ جرائم و اعمال کے سبب لوگ سمجھ گئے کہ در واقع اس حکومت سے ہمارا کوئی رابطہ و تعلق نہیں ہے اور یہی چیز سبب بنی کہ امت، حکومت سے کنارہ گیری کرے اور یہی وہ موقع تھا کہ حکومت کو فوجی قدرت و طاقت کی ضرورت پڑی تاکہ اس کے ذریعہ عوام اور روم جیسے دشمن ملک کے سامنے اپنی سرداری اور ہمیت کا تحفظ کر سکے۔ اور اسی دلیل کی بنا پر فوج کی طرف رخ کرنا پڑا اور اس کا سہارا لینا پڑا۔

یہاں یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ عرب کی فوج نے اپنی توانائی و قدرت اور حکومت کا اطمینان اپنی نسبت کیوں کھو دیا؟

جواب یہ ہے کہ جو افراد حکومت کے بازو کو مضبوط و مستحکم کرتے تھے چند دلائل کی نسبت حکومت سے بدبین و بدظن ہو گئے تھے۔

اول: گستاخی و فسادات کی مہار جو خلیفہ اور اس کے اطرافیوں کے درمیان لمبی ہو چکی تھی چنانچہ کسی ایک خلیفہ عباسی کو نہیں دیکھیں گے کہ شراب[1] و لہو و لعب[2] کا مرتکب نہ ہوا ہو اور یہی فساد سبب بنا

۱- ہادی عباسی شراب پیتا اور گانے سنتا تھا، ابراہیم موصلی اس گانا گانے والا مشہور ندیم تھا۔ ذہبی نے تاریخ اسلام، ج ۱۰، ص ۴۸۰ میں تحریر ہے: ہادی عباسی نشہ کرتا اور گانے سنتا کہ جس سے خلافت کی ہیبت ختم ہو چکی تھی۔ یہی روش ہارون رشید کی بھی تھی، اور متوکل بھی شراب خوری میں مشہور تھا، اسی طرح طاہر فاسق و فاجر اور قاتل و غارتگر تھا اور شراب خور تھا۔ دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، ج ۸، ص ۲۴۲۔ الوزراء والکتاب، ص ۱۳۰۔ الاغانی، ج ۴، ص ۳۰۹ و ج ۱۰، ص ۴۰۴ و ج ۲۲، ص ۴۰۸۔ الفخری، ص ۲۰۴۔ حیاۃ الحیوان الکبری، ج ۱، ص ۱۲۴۔ و ص ۳۷۴۔ زھرۃ الآداب و ثمرۃ الالباب، ج ۱، ص ۲۵۹۔ العقد الفرید، ج ۸، ص ۱۰۶۔ نہایۃ الارب، فی فنون الادب، ج ۲۲، ص ۲۸۲۔ تجارب الامم، ج ۵، ص ۳۷۹۔ اور زیادہ استفادہ کے لیے مطالعہ کریں: التمدن الاسلامی، ج ۵ تحت عنوان: الثورۃ والرخاء ونتائجھا۔

۲- ہادی عباسی ایک مجنون انسان تھا کہ لہو و لعب میں مشغول رہتا اور اس کام پر بہت مال و دولت لٹاتا تھا اور دربار میں گانے بجانے والے رہتے بہت زیادہ لہو ولعب میں راتیں گزرتی تھی۔ اسحاق موصلی کا بیان ہے: اگر ہادی عباسی زندہ رہتا تو ہم اپنے گھروں کو سونے چاندی کی دیواروں سے تعمیر کر لیتے۔ اس نے اپنے ندیم گانے والے مغنی ابراہیم موصلی پر پچاس ہزار دینا خرچ کیے اس لیے کہ وہ تین شعر

Presented By: https://jafrilibrary.com

کہ حکومت اپنے رعب و ہیبت کو کھودے اور نیز اسراف وزیادہ روی بھی اس کی دوسری علت ہے۔ مثال کے طور پر مامون کی شادی حسن بن سہل کی بیٹی[۱] کے ساتھ ہوئی تو اس میں پچاس کروڑ درہم خرچ ہوئے[۲]۔

حسن بن سہل جس وقت (فم الصلح[۳]) سے پلٹا تو اس نے نو عروس کی مبارک بادی کے سبب دس ہزار درہم لوگوں میں تقسیم کئے مامون نے بھی (فم الصلح) کی ایک سالہ درآمد اور فارس واہواز کا ایک سالہ ٹیکس حسن بن سہل کو بخشا[۴]۔

معتصم کی زوجہ بنام قدیحہ یا قبیحہ کہ جو معتز کی ماں تھی جس وقت اس کا بیٹا قتل ہوا تو ۵۰۰،۰۰۰ دینار اس کے پاس تھے کہ جو جواہرات وزیورات وزمرّد اور یاقوت کے علاوہ تھے کہ جن کی قیمت کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا تھا[۵]۔

حکومت، معاشرے کو جہالت کے معیار وملاک پر چلایا کرتی تھی۔ خلیفہ کے سامنے جو بھی زیادہ سے زیادہ لہو ولعب انجام دیتا وہی خلیفہ کے نزدیک تر ہوتا تھا[۶] اور نیز وہ شخص خلیفہ کے سامنے ارزش

ترنم میں سنگیت کے ساتھ پڑھ کر ہادی عباسی کو وجد میں لے آیا۔ دیکھیں: الاغانی، ج۵، ص ۱۱۲۔ و ۱۲۴-۱۲۵۔ التذکرۃ الحمیدیہ، ج۹، ص ۳۳۔ نہایۃ الارب فی فنون الادب، ج۴، ص ۳۳۱۔

۱۔ حسن بن سہل کی بیٹی کا نام خدیجہ تھا اور اس کو بوران کہتے تھے، یہ اس کا لقب تھا، اس کے باپ نے اس کی شادی میں اتنا پیسہ خرچ کیا کہ آج تک تاریخ اسلام و جاہلیت کسی زمانے میں بھی خرچ نہیں ہوا تھا۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص ۴۹۔ مروج الذھب، ج۳، ص ۴۴۳۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص ۳۵۹۔ نیز مطالعہ کریں: تاریخ التمدن الاسلامی، ج۲ اس میں بنی عباس کی مال و دولت کی تفصیل درج ہے اور ان کے خزانے کی درآمد اور پھر بربادی سب کچھ موجود ہے۔

۲۔ تاریخ اسلام، ذہبی، ج۱۴، ص ۳۰۔ الانباء، ص ۱۰۲۔ شذرات الذھب، ج۳، ص ۴۸۔

۳۔ فم الصلح شہر واسط کے قریب ایک نہر ہے کہ جو دریائے دجلہ سے مشرقی علاقے میں بہتی ہے۔ معجم البلدان، ج۳، ص ۴۱۔

۴۔ تاریخ الامم والملوک، ج۸، ص ۶۰۸۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص ۲۶۵۔

۵۔ تاریخ الامم والملوک، ج۹، ص ۳۹۳۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص ۳۷۔ تجارب الامم، ج۴، ص ۳۹۱۔

۶۔ جیسے فضل بن ربیع، امین کا وزیر تھا اور اس کے ساتھ ہر طرح کے لہو ولعب میں مشغول رہتا تھا لہٰذا وہی اس کا سب سے قریبی تھا۔ دیکھیں: الفخری، ص ۵۱۔ امین نے اپنی بیعت کے فورا بعد ابو جعفر منصور کے قصر کے چاروں طرف اور ایک لہو ولعب کا مکان بنوایا۔ الکامل فی التاریخ، ج۶، ص ۲۲۵۔ تجارب الامم، ج۴، ص ۱۳۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۲۳۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

وقدر و منزلت کا حامل تھا کہ جو اپنے دین و مذہب سے کنارہ کشی اختیار کرے اور کرامت نفس و عزت وشرف کو رضایت خلیفہ کے حصول کی راہ میں فروخت کردے[1]۔

حکومت جاہل ملاکات و معیارات کو معاشرے میں بروئے کار لاتی تھی اور جیسے کہ ہم نے بیان کیا امت کے وجود میں روح اسلام کی حفاظت آئمہ اطہارؑ کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس ذمہ داری کو لوگوں کی تربیت اور افکار کو بلندی عطا کرنے کے ذریعہ انجام دیتے تھے۔

دوم: عرب فوج کی شکست کی دوسری دلیل سپہ سالاروں کی بے فکری تھی کہ جس نے خلیفہ کو وادار کیا کہ نوکروں کے ذریعہ غلاموں کو خریدے اور انہیں اپنے منافع کی حفاظت میں بروئے کار لائے۔

حکومت اسیروں کو خریدتی تھی اور ضروری تعلیم دینے کے بعد اپنی فوج میں شامل کرلیتی تھی اس روش نے حکومت عباسی کو مجبور کیا کہ ترک کے ایک سنگدل فوجی دستہ جو کہ بعنوان اسیر حکومت میں شامل ہوا تھا، تکیہ کرے۔ ترکی افراد فربہ جسم اور قوی وطاقتور بدن کے حامل تھے ان کی طبیعت میں نرمی کا کوئی نام و نشان موجود نہیں تھا وہ قتل وغارت اور جنگ وجدال میں کسی طرح کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کیونکہ ابھی اسلامی افواج کے ذریعہ سے ان کی سرزمین کو فتح نصیب ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ ترکی پہلے رومیوں کے ظلم و تشدد کا شکار رہے اس کے بعد ان کی قدر و منزلت ایک اسیر کی حیثیت سے زیادہ نہیں تھی کہ جو ہر طرح کے روابط اجماعی سے فاقد تھے۔ اس سے بالاتر یہ کہ خاندانی زندگی سے بھی محروم تھے اور جب تک انسان ایسی حالت میں ہو تو اس کی نظر میں جنگ اور قتل و غارت کوئی معنی نہیں رکھتی ہے اور سب سے اہمتر مسئلہ یہ تھا کہ ترک ہر سیاسی اصول سے بے بہرہ تھے جو اپنا سیاسی دفاع کرتے اور اعتقادات اسلامی نے بھی ان کے وجود میں جگہ نہیں بنائی تھی کہ جو ان کے اعمال سے ظاہر ہوتی۔ ایک ترکی انسان کسی طرح کسی بھی اقدار کا پابند نہیں تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ درہم و دینار کے

۱۔ ان لوگوں میں غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی تھا کہ جو مہدی عباسی کے قریب تھا، غیاث نخعی مہدی عباسی کے مزاج کو پہچان گیا اس نے اس کی خصلتوں میں ایک حدیث بھی گھڑی کہ جس کی وجہ سے مہدی نے اس کو دس ہزار درہم بخش دیے لیکن جب غیاث مہدی کے دربار سے واپس آیا۔ مہدی نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ غیاث نے جھوٹی حدیث گھڑی ہے اور اس نے صرف میری قربت کی خاطر یہ سب جھوٹ رسول خدا پر باندھا ہے۔ دیکھیں: تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۲۱۔ اسی طرح ربیع الابرار و نصوص الاخیار، ج ۴، ص ۲۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بدلے خود کو فروخت کر دیتے تھے اور فقط جنگ میں اس لالچ سے شرکت کرتے تھے کہ مال و دولت ان کے ہاتھ آئے۔

آغاز امر میں ترکوں کی حالت یعنی بنی عباس کی حکومت کے اوائل اور معتصم کے دور خلافت میں اس طرح تھی۔ خود خلیفہ نے مختلف مقامات سے ترکوں کو جمع کیا اور فوجی تعلیم سے آگاہ کرکے مسلحہ کر دیا۔ ترک ابتدا میں ایک چھوٹا اور معمولی گروہ تھا کہ جن کی تعداد چہار ہزار افراد سے زیادہ نہیں تھی[1] لیکن آہستہ آہستہ اتنی وسیع افواج میں تبدیل ہوگئے کہ چند افراد کے علاوہ اسلامی فوج میں ترک ہی ترک تھے۔ ان کی زبان ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا اور نہ ہی سمجھ سکتا تھا معتصم نے انہیں ترکوں کے درمیان سے "افیشن[2]"، "بغا[3]"، "ایتاخ[4]" جیسے فوجیوں کو سپہ سالاری کے عہدے پر رکھا، لیکن عرصہ نہ گزرا کہ اہل بغداد کے ذریعہ اس فوج کے خلاف بغاوت شروع ہوگئی اور روزانہ اہل بغداد کے ان کے ہاتھوں قتل میں اضافہ ہونے لگا یہاں تک کہ معتصم مجبور ہوا کہ اس انقلاب اور بغاوت کی آگ کو بجھانے کے لئے کوئی مناسب تدبیر کرے[5]۔ لیکن مورخین اس انقلاب کو تفصیل سے بیان نہیں کرتے تنہا جس چیز کا تذکرہ کرتے ہیں وہ یہ کہ ایک بار ایک فتنہ برپا ہوا تھا حکومت کی فوج کا ایک گروہ اس فتنہ میں قتل کر دیا گیا تھا کہ جس کی

۱۔ مروج الذہب، ج ۳، ۴۶۵۔ تاریخ دمشق، ج ۴۳، ص ۲۴۵۔

۲ ۔ ترکوں کی اکثریت مجوسی یا وثنی تھی اور ان میں سے بہت کم لوگ سچے دل سے اسلام لائے تھے، اور افشین نے بھی مال غنیمت کے لالچ میں اسلام قبول کیا تھا۔ وہ معتصم عباسی کا سپہ سالار تھا، اس نے بابک خرمی سے جنگ کی اور اس کو گرفتار کیا اور پھر قتل کر دیا۔ دیکھیں: تاریخ الاسلام، ج ۱۶، ص ۱۸۔ نیز دیکھیں: تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۷۵۔ امر الافشین عنوان کے تحت۔ نیز تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۴، ص ۴۵۰۔

۳ ۔ بغاء ترکی سپہ سالار ہے، وہ معتصم کا غلام تھا اور بغاء کبیر کے نام سے مشہور تھا۔

۴ ۔ ترکی سپہ سالار، معتصم کا غلام، یہ پہلے سلام ابرش کا باورچی تھا معتصم نے اس کو ۱۹۶ھ میں خریدا، یہ ایک بہادر انسان تھا تو معتصم نے اور بھی زیادہ اہمیت دی اور واثق عباسی نے اس کو بہت سے مقامات و منصب عطا کیے اور پھر معتصم یا واثق جس کو قتل کرنا چاہتے تھے اسی کے ذریعہ اس کو گرفتار کراتے یا قتل کراتے تھے جیسے عباس بن مامون و وزیر ابن زیات وغیرہ کو قتل کرایا۔ دیکھیں: نہایۃ الارب فی فنون الادب، ج ۲۲، ص ۲۷۸۔

۵ مروج الذہب، ج ۳، ص ۴۶۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

وجہ سے خلیفہ مجبور ہوا کہ اپنے فوجیوں کے قتل کے خوف سے شہر سامراء[1] کو وجود میں لائے جو کہ بعد میں کافی مشہور ہوا۔ یہ تھا خلیفہ کا فوج پر اعتماد اور تکیہ کرنا۔

لیکن یہ اعتماد اپنے پیچھے کیا آثار چھوڑ رہا تھا؟

جب معتصم نے ترکوں کو خود سے نزدیک کرلیا اور اپنی فوج میں انہیں شامل کرلیا تو جو بھی انقلابی یا انقلابی افکار حکومت بنی عباس کے مقابل سر بلند کرتی تو اس میں سے ایک گروہ اٹھ کر ان کا مقابلہ کرتا۔ اس طرح خلیفہ نے ان کی قدرت و توانائی سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ترکوں نے بھی موقع کو غنیمت جانا کہ خلیفہ ان کے بغیر کسی بھی کام کو انجام دینے پر قادر نہیں ہے تو اپنے ارادوں کو حکومت عباسی پر تحمیل کرنا شروع کردیا اور اپنے شرائط بھی حکومت سے منوانے لگے اور آہستہ آہستہ حکومت کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

معتصم انتقال کرگیا اور خلافت اس کے بیٹے واثق کی طرف منتقل ہوگئی واثق بھی انتقال کرگیا اور متوکل اپنے باپ کے مقام پر بیٹھا اور متوکل کے مرنے کے بعد المنتصر باللہ کو مسند خلافت پر بٹھایا اور منتصر کو ہٹانے کے بعد مستعین کو خلافت کی کرسی سے منسوب کردیا اور اس طرح یہ حکومت خلفای خاندان بنی عباس کے نام اور ان کی سیادت سے جاری رہی یہاں تک کہ بنی عباس کے ایک خلیفہ[2] نے دربار کے خزانچی سے دو سو درہم اپنے ذاتی کام کے لئے طلب کئے لیکن اس نے درہم دینے سے انکار کردیا اور ان کے دینے کے لئے فوجی سپہ سالار کی رضایت کی شرط لگائی[3]۔

اس طرح خلفاء بنی عباس فقط ترکوں کے سپہ سالاروں کے ہاتھوں کھلونہ بن کر رہ گئے گرچہ حکومت اسلامی ظاہراً اسی طرح خلفا کے زیر نظر تھی لیکن عین حال حکومت کی زمام و باگڈور ترک فوجی سپہ سالاروں

---

۱ - خلیفہ معتصم عباسی نے ۲۲۱ ہجری میں شہر سامراء کی بنیاد رکھی۔ دیکھیں: معجم البلدان، ج ۳، ص ۱۷۴۔

۲ - یہ خلیفہ معتمد عباسی (مدت خلافت ۲۵۶-۲۷۹ھ) اس کی خلافت ۲۳ سال تک چلی اور وہ اکثر اوقات لہو و لعب میں مشغول رہتا اور حکومتی نظام اس کا بھائی موفق چلاتا تھا۔ مسعودی مروج الذھب، ج ۴، ص ۱۳۱ میں تحریر کرتا ہے: معتمد عباسی اکثر طرب اور لہو ولعب میں مشغول رہتا تھا۔ اسی طرح اس کے حالات سیوطی نے تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۹ میں بھی بیان کیے ہیں کہ معتمد اپنی حکومت کے دوران رعایہ کی طرف سے بے فکر ہو کر صرف لہو ولعب میں مشغول رہتا تھا۔ وہ اپنے بھائی موفق کے ذریعہ زندان میں ڈال دیا گیا اور وہیں مرگیا۔

۳ - الکامل فی التاریخ، ج ۷، ص ۴۵۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے ہاتھ میں تھی[1] اور انہیں کے حکم سے چلتی تھی اور اسی طرح خلفاکے ساتھ ساتھ سلاطین کا دور شروع ہو گیا مثلاً تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آل بویہ گرچہ شروع میں ایک فوجی خاندان میں شمار کئے جاتے تھے مگر آخر کار حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا[2]۔

کہا جاتا ہے کہ ایک ماہیگر نے اپنے مرنے کے بعد چار بیٹوں کو چھوڑا کہ وہ سب فوج میں شامل ہوگئے اور آہستہ آہستہ اس درجہ پر پہونچ گئے کہ خلیفہ کے نام اور قانونی اعتبار سے مختلف علاقوں میں حساس ترین عہدوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور یہ بھی خلفاء بنی عباس کے نام سے اس خاندان کو نیست و نابود کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور یہیں سے آل بویہ نے اپنی جڑیں مضبوط کرلیں۔

خلفاء کا نوکروں پر تکیہ کرنا بہت زیادہ آثار کا حامل ہے شاید معتصم حکومت کی زمام اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا مگر واثق کے پاس کسی طرح کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

اس مقام پر مناسب ہے کہ ہارون رشید اور برامکہ کو یاد کیا جائے، جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ برامکہ ہارون رشید کے وزراء تھے اور اس کی حمایت کرتے تھے اور اس کی حکومت کو چلانے میں کافی زحمات اٹھائیں لیکن ہارون رشید نے احساس کرلیا کہ آہستہ آہستہ اس سے حکومتی اختیارات کو سلب کرلیا گیا ہے۔ برامکہ نے عملی طور پر حکومت کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ ہارون نے ان کے خلاف تدبیر کی اور ان سب کا خاتمہ کردیا۔ اس نے جعفر کو قتل کیا اور یحی برمکی کہ جس کو ہارون پدر کے خطاب سے پکارتا تھا، زندان میں ڈال دیا کیونکہ ہارون نے یحییٰ کے ہاتھوں پرورش پائی تھی جعفر نیز ہارون کا رضاعی بھائی تھا ہارون نے اپنے خادم و جلاد بنام (مسیرہ) کو بلایا اور کہا کہ جا اور جعفر برمکی کو ڈھونڈ کر قتل کردے اور اس کا سر میرے پاس لے آ۔ مسیرہ جعفر کی تلاش میں نکلا اور اس کو تلاش کرنے کے بعد اس سے کہا کہ تجھے امیر المومنین

۱۔ واثق عباسی نے اشناس ترکی کو بغداد کی حکومت کی باگڈور تھمادی کہ وہ جس کو چاہتا کسی بھی شہر کی گورنری سونپ دیتا تھا اور پورے پورے اسلامی حکومت کے گورنر اپنی مرضی سے رکھے اور حکومت و فوج کے لباس بھی اپنی مرضی سے تبدیل کیے اور خلفیہ سے مشورہ بھی نہیں لیا۔ دیکھیں: تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۴۷۹۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۲۹۹۔ اسی طرح مستعین عباسی نے تمام حکومتی نظام تین ترکوں کے حوالے کردیا وہ یہ تھے اتامش ترک یہ وزیر کی حیثیت سے تھا، شاہک خادم اور خلیفہ کی ماں۔ دیکھیں: البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج۳، ص۳۵۵۔ الکامل فی التاریخ، ج۷، ص۱۲۳۔

۲۔ الفخری فی الآداب السطلانیہ والدول الاسلامیہ، ص۲۰۷۔ البدء والتاریخ، ج۷، ص۲۷۹۔ تاریخ الامم الملوک، ج۸، ص۲۳۰۔ تجارب الامم، ج۳، ص۵۳۷۔ مروج الذھب، ج۱، ص۳۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نے بلایا ہے اور اس طرح اس کو ایک گوشہ میں لے گیا اور اس کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ جعفر نے کہا مجھے کیوں قتل کرنا چاہتا ہے؟

میسرہ نے جواب دیا: امیر المومنین نے اسی طرح حکم دیا ہے۔ جعفر نے کہا مجھے امیر المومنین کے پاس لے چل۔ جلاد نے منع کر دیا۔ جعفر نے کہا مجھے چھوڑ دے کہ میں ان کو دور ہی سے دیکھ لوں لیکن میسرہ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔

جعفر کیوں اتنا اصرار کر رہا تھا؟ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر ہارون اسے دور سے بھی دیکھ لے گا تو اس کے قتل سے منصرف ہو جائے گا کیونکہ وہ جعفر کو بہت چاہتا تھا۔

میسرہ جعفر کو ایک مقام پر لے گیا اور اس کو قتل کر دیا اور جیسے ہی جعفر کا سر ہارون کے پاس پہونچا ہارون نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ میسرہ کے سر کو تن سے جدا کر دے کہ میں قاتل جعفر نہیں دیکھ سکتا[۱]۔

اور پھر برامکہ کی یہ حالت ہوئی کہ جعفر کی ماں آرزو کرتی تھی کہ کاش میرے پاس دو بکریوں کی کھال ہوتی کہ میں ایک کو بچھاتی اور دوسری کو اوڑھتی[۲]۔

مسعودی نے نقل کیا ہے: محمد ابن عبدالرحمٰن ہاشمی کا بیان ہے کہ میں عید قربان پر اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا وہاں پر ایک ضعیفہ خدمت کر رہی ہے۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ تم اس ضعیف خاتون کو جانتے ہو۔ میں نے کہا: نہیں۔ میری والدہ نے کہا: یہ جعفر بن یحیی برمکی کی ماں ہے۔

میں اس ضعیفہ کے قریب گیا اور کہا: اے مادر عزیز آپ کی یہ کیا حالت ہو گئی ہے؟۔

اس نے کہا: اے بیٹا! یہی عید کا دن ایک وقت آتا تھا تو میری خدمت میں چار کنیزیں کھڑی ہوتی تھیں اور آج میں آرزو کرتی ہوں اے کاش میرے پاس بکریوں کی دو کھالیں ہوتیں کہ جن میں ایک کو بچھاتی اور ایک کو اوڑھتی[۳]۔

۱۔ مروج الذھب، ج ۳، ص ۳۸۰۔

۲۔ دیکھیں: تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۱۶۸۔ تاریخ دمشق، ج ۷۲، ص ۱۸۴۔

۳۔ مروج الذھب، ج ۳، ص ۳۸۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہ ہے نوکروں پر بھروسہ اور اعتماد کا انجام کہ لوگوں کے بر خلاف قیام کرتے ہیں اور اس طرح جادوگروں کا جادو انہیں کی طرف پلٹ جاتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مامون کی بیٹی سے شادی کہ جس کی وجہ سے مامون حضرت کو دھوکا دینے اور اذیت کرنے سے باز رہا، اور اس طرح مذہبی تحریک اپنے اہداف میں آگے بڑھتی رہی، محمد ابن قاسم کی تحریک کا انقلاب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مذہبی تحریک کسی وقت بھی اپنی راہ سے منحرف نہیں ہوئی۔
- حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں خلافت صرف نام کی رہ گئی تھی اور قدرت وطاقت ترک فوج کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی تھی، کہ جن کو معتصم لے کر آیا تھا، خلفاء لہو ولعب اور عیش و عیاشی میں مشغول رہتے اور رعایہ ترک فوج کی مرہون منت رہتی اور وہ حکومت سے کھیلتے جس کو چاہتے منصب حکومت پر بٹھاتے اور جس کو چاہتے گرادیتے تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چوتھی فصل

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں

مذہبی تحریک

- ✓ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امت کی قیادت
- ✓ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امت کی قیادت

حضرت امام علی نقی علیہ السلام تینتیس برس[1] اور چند ماہ مسلمانوں کے مذہبی امام و خلیفہ امت رہے ہیں[2] آپ کا دور امامت حضرت مہدیؑ کی مدت امامت کے علاوہ ایک طولانی ترین دور رہا ہے۔

اس مدت میں امامؑ کی زندگی مختلف سرگرمیوں کی حامل رہی ہے من جملہ یہ کہ امت کی رہبر حقیقی کی طرف راہنمائی، کیونکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے سے خلافت بنی عباس اس قدر ضعیف ہو چکی تھی کہ اہم قدرت و طاقت میں اس کا شمار ہونا ختم ہو چکا تھا اس طرح مذہبی تحریک نے موقع پایا کہ مستقیماً خود کو اس زمانے کے حالات پر برتری عطا کرے۔

---

۱ - حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی حیات طیبہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اول: منصب امامت سے پہلے کہ جو چند سال آپنے اپنے والد گرامی کی خدمت میں بسر کیے جب کہ آخری سال معتصم نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ۲۱۸ ہجری میں بغداد طلب کر لیا تھا۔

دوم: منصب امامت کے دوران، حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۲۲۰ ہجری میں آپ منصب امامت پر فائز ہوئے اور ۲۵۴ ہجری تک فائز رہے۔ اس دوران بنی عباس کے یہ خلفاء آپ کے معاصر رہے: معتصم عباسی ۲۲۷ ہجری میں مرا، پھر واثق ۲۳۲ ہجری میں، اس کے بعد متوکل ۲۴۷ ہجری میں، پھر منتصر ۲۴۸ ہجری اور آخر میں مستعین ۲۵۲ ہجری اور اس کے بعد معتز ۲۵۵ ہجری میں دنیا سے گیا۔ اس طری حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ کے تینتیس سال بسر کیے کہ جس میں امت کے سامنے تاریخی و اجتماعی متعدد حوادث گزرے ہیں اور بہت بڑے بڑے انقلاب رونما ہوئے ہیں کہ جن حضرت کے زیر نظر مذہبی تحریک کے افراد بھی کلیدی کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے بہتر آشنائی کے لیے مراجعہ کریں: علامہ شیخ باقر شریف قرشی کی تالیف؛ الامام الہادی دراسۃ و تحلیل۔ اور مصنف کی کتاب؛ الامام الہادی قدوۃ و اسوہ۔

۲ - الارشاد، ج ۲، ص ۲۹۷۔ الفصول المہمہ فی معرفت الآئمہ، ج ۲، ۱۰۷۵۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۱۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی نقی علیہ السلام ہمیشہ مدینہ منورہ سے سامرا کی طرف آمد و رفت رکھتے تھے، آپ مذہبی تحریک کی سرپرستی فرماتے اور مختلف علاقوں میں وکیل معین فرماتے تھے[1] امام علیہ السلام کا وجود مدینہ میں حکومت کے درمیان ایک حاکم سے کم نہیں تھا اس معنی میں کہ حاکم مدینہ[2] کسی طرح کا کوئی حکم امام پر تحمیل کرنے کی قدرت وطاقت نہیں رکھتا تھا۔

۱۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے مختلف علاقوں میں تقریباً ۱۳ وکیل معین فرمائیں کہ جن میں سے بعض اس طرح ہیں:

-ابو علی بن راشد، ثقہ ہیں حضرت امام محمد تقی وامام علی نقی علیہما السلام کے وکیل رہے ہیں، حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ان کو علی بن حسین بن عبد ربہ کے بعد وکیل بنایا اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۸، ص ۴۲۴۔

- ابراہیم بن محمد ہمدانی، شیخ طوسی نے ان کو حضرت امام علی رضا، امام محمد تقی وامام علی نقی علیہم السلام کے وکیلوں میں شمار کیا ہے، یہ ثقہ ہیں، ایک خاص علاقے میں وکیل رہے، انہوں نے چالیس حج انجام دیے ہیں، یہ صاحب اصول ہیں (اصول نامی رسالے آئمہ طاہرین کے املائے کرائے ہوئے مسودے ہوتے تھے کہ جو آپ کے شاگردوں نے تحریر کیے تھے ان کی تعداد چارسوں سے زیادہ تھی کہ جو بنی عباس کی حکومت میں سید مرتضی کی وفات کے بعد بغداد میں شیعہ منابع میں آگ لگادی گئی کہ جن وہ سب جل گئے) شیخ صدوق نے ان کے اصول سے کچھ احادیث اپنی من لایحضرہ الفقیہ میں نقل کی ہیں۔ رجال کشی، ص ۶۴۶۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۱، ص ۲۰۶۔

- علی بن الحسین بن عبد ربہ، شیخ طوسی اور برقی نے ان کو حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے وکیوں میں شمار کیا ہے۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۵، ص ۳۴۹۔

-ابراہیم بن مہزیار، ان کا بیٹا محمد اہوازی، دونوں ثقہ ہیں، یہ حضرت امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہما السلام کے وکیل ہیں، جیساکہ رجال کشی، ص ۵۳۲ میں مذکور ہے۔

- علی بن بلال بغدادی، حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ان کو بھی شفاف الفاظ کے ساتھ حسین بن عبد ربہ کے بعد ابن علی بن راشد کے ساتھ وکیل قرار دیا کہ جس سے ان کی عظمت و وقار واضح ہے۔ ان کو حضرت امام علی نقی وامام حسن عسکری علیہما السلام تمام اہل علم رجال کے نزدیک ثقہ ہیں۔ رجال کشی، ص ۵۷۷۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۲، ص ۳۱۳۔

۲ - عبداللہ بن محمد بن داؤد ہاشمی عباسی ناصبی، ملعون خبیث، متوکل کے ندیموں میں سے تھا، جیساکہ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۲، ص ۱۶ میں مذکور ہے، یہ متوکل کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا آپ کو اذیت و پریشان کرنے کی فکر میں رہتا تھا متوکل سے حضرت کی نمامی و چغلخوری کرتا اور کوشش کرتا کہ حضرت مکہ و مدینہ میں نہ رہیں، امام نے ان حالات کا جائزہ لے کر متوکل کو خط تحریر فرمایا کہ جس میں اس کے بغض وحسد کی شکایت کی، اور فرمایا جس طرح ہم تمہاری حکومت کے خلاف قیام نہیں کررہے ہیں اسی طرح تم کو ہمارے بارے میں کوئی سوئے قصد نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھیں: تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۸۴۔ عبداللہ کا متوکل کے نام خطوط اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے متوکل کے خطوط کے تبادلے کے لیے مراجعہ کریں: الارشاد، ج ۲، ص ۳۰۹۔ نیز کافی، ج ۱، ص ۵۰۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۰۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

محمد بن عیسیٰ نقل کرتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے حاکم بغداد و مداین اور اہل بین النہرین اور اس کے ملحقات کو اس طرح نامہ تحریر کیا: "میں نے علی بن الحسن بن عبد ربّہ اور اپنے پہلے وکلاء کے منصب کو ابو علی بن راشد کے حوالے کر دیا ہے۔ اس کی اطاعت و فرمابرداری میری اطاعت کی طرح لازم و واجب ہے اور اس کی نافرمانی میری نافرمانی کے مانند ہے[1]۔"

محمد بن عیسیٰ اس طرح نقل کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے اس نامہ کو ابن راشد کے ذریعہ بغداد ومدائن و۔۔۔کے بزرگوں کو روانہ کیا۔ امامؑ نے اس نامہ میں اس طرح تحریر کیا تھا:

"خداوند متعال کی جانب سے صحت و سلامتی اور فراوان روزی عطا ہونے پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں اور خداوند متعال کا بہترین درود اور اس کی کامل ترین رحمت و رأفت پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کے خاندان پاک کے شامل حال ہو! میں ابو علی بن راشد کو حسین بن عبد ربّہ کی جگہ اور اپنے گذشتہ وکالت کے منصب کے لئے بھی منتخب کرتا ہوں تاکہ وہ میرے حق کو طلب کرے اور تمہارے درمیان اس منصب کے لئے اس شخص کو چنا ہے کہ جو مناسب اور شائستہ ولائق ہے۔ تمہارے اوپر خدا کی رحمت ہو! وجوہات ادا کرنے کے لئے اس کے پاس جائیں۔ تم لوگ اپنے اور اس کے درمیان رابطہ منقطع نہ کرنا اور اس کے خلاف مخالف افکار کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دینا، خداوند متعال کی اطاعت اور اپنے اموال کی پاکیزگی کے لئے تیزی سے قدم بڑھائیں اور آپس میں خوں ریزی سے پرہیز کریں اور نیک کام و تقویٰ کے ذریعہ ایک دوسرے کی مدد کریں[2] اور ایک دوسرے کی نسبت گناہ و تجاوز سے دوری اختیار کریں اور خدا کا پاس و لحاظ کریں تاکہ خدا تمہارے اوپر اپنی رحمت نازل کرے[3] اور خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں[4] کیوں کہ اس تک تمہاری رسائی نہیں ہو سکتی مگر جب تک مسلمان نہ رہو[5]۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۲۰۔

۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۲۔

۳۔ سورہ حجرات، آیت ۱۰۔

۴۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳۔

۵۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۳۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

میں اس کی فرمابرداری کو اپنی اطاعت کے مانند لازم جانتا ہوں اور اس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی جانتا ہوں پس اسی راہ و روش پر باقی رہنا کہ خدا تم کو جزائے خیر دے اور اپنے فضل و کرم سے تمہارے حالات کو سازگار بنائے، خداوند متعال کریم و مہربان ہے اور اپنے بندوں کی نسبت سخاوتمند اور رحیم ہے۔ ہم سب خدا کے ارادے و اختیار میں ہیں۔ میں نے اس خط کو اپنے ہاتھوں سے تحریر کیا ہے اور خدائے صادق کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں"[1]۔

مذہب کے برجستہ افراد مدینہ منورہ میں جمع ہوتے تھے اور امامؑ کے خانۂ مبارک میں وارد ہوتے تھے اور امامؑ ضروری دستورات ان کے لئے صادر فرماتے تھے اور جو اموال ان کے حوالے کیا جاتا تھا اسے اس کے مقام پر مصرف و خرچ کرتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ امامؑ امت اسلامی کے اقتصاد کی بھی رہبری کر رہے تھے۔

امامؑ جب بھی حکومت کے مرکز شہر سامرا جاتے تو حقیقی حکومت کی رہبری امام کے ہاتھوں میں ہوتی مثلاً: متوکل کہ جس کا خلفاء بنی عباس کے بزرگترین خلفاء میں شمار ہوتا تھا اور یہ ایسا فرد تھا کہ تمام خلفاء سے زیادہ مذہب شیعہ پر سختی کرتا تھا اور اسی نے ۲۲۶ ھ میں قبر امام حسینؑ اور اس کے اطراف میں جتنے گھر تھے انھیں ویران کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہاں زراعت و کاشتکاری کی جائے اور قبر امام حسینؑ کی طرف پانی کی نہر جاری کرائی تاکہ زیارت سے مانع ہو اور اس کے سپاہی امام حسینؑ کے زائروں کو قتل کیا کرتے تھے[2] اور امام حسینؑ کی قبر کو کھیتی باڑی کی زمین میں تبدیل کر دیا کیونکہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ قبر امام حسینؑ ایک کوہ آتشفشانی کے مانند تھی کہ جو لوگوں کے درمیان انقلابی روح اور ظلم کے زیر سایہ زندگی نہ گزارنے کا پیغام نشر کر رہی تھی۔

ایک سخن چین نے حضرت کی سامرا آمد پر خلیفہ سے یہ کہا: "کیا تو خلیفہ ہے یا علی بن محمد الجواد کیونکہ تمام لشکر کے سپہ سالار و کمانڈر اور عام افراد ان کی طرف مائل ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ تو بعض اوقات

۱۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۲۲۳

۲۔ تاریخ الامم والملوک، ج۹، ص۱۸۵۔ تجارب الامم، ج۴، ص۲۹۸۔ تاریخ الاسلام، ج۱۷، ص۱۸۔ المناقب، ج۲، ص۲۱۱۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء، ص۲۷۵ میں متوکل کے جرائم کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: متوکل تعصب میں مشہور تھا کہ جس سے مسلمانوں کو بہت پریشانی ہوتی تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لوگوں کے لئے امام جماعت کے فرائض انجام دیتا ہے اور رسمی خلیفہ ہے لیکن حقیقی وواقعی رہبر جس کو سمجھا جاتا ہے وہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام ہیں۔"

متوکل بعض اوقات غصہ میں آجاتا تھا اور حکم صادر کر دیتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ اس حکم کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ بالائے طاق رکھ دیا جاتا تھا کیوں؟ ذیل میں تحریر ہونے والا واقعہ تمام امت اسلامی میں امام کے روحانی تسلط کو بیان کرتا ہے۔

ابن قولویہ نے کلینی سے اور انہوں نے علی بن محمد سے انہوں نے ابراہیم بن محمد الطاہری سے روایت کی ہے کہ متوکل ایک پھوڑے کہ جو اس کے بدن پر نکل آیا تھا، بہت زیادہ تکلیف میں رہتا تھا اور کسی کے اندر جرأت نہیں تھی کہ اس میں چیرا لگا دے لہٰذا اس کی ماں نے نذر کی اگر متوکل شفایاب ہو جائے تو بہت زیادہ مال و متاع حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو بطور ہدیہ دے گی۔ فتح بن خاقان[1] نے متوکل سے کہا: بہتر ہے کہ اس شخص (یعنی حضرت امام علی نقی علیہ السلام) کے پاس کسی شخص کو بھیجیں اور ان سے شفاء کے طلبگار ہوں شاید ان کے اندر کوئی صفت ہو کہ جس کے سبب تمہیں مرض سے نجات دے دیں۔ متوکل نے کہا: ٹھیک ہے تم کسی کو ان کے پاس بھیج دو، جب متوکل کا بھیجا ہوا شخص پلٹ کر آیا تو دربار میں امامؑ کے پیغام کو اس طرح بیان کیا کہ ابوالحسن کہتے ہیں کہ بھیڑ کی مینگنیوں کو گلاب کے ساتھ مخلوط کریں اور پھوڑے پر رکھ دیں کہ یہ دوا خدا کے حکم سے فائدہ بخش ثابت ہوگی۔ متوکل کے اردگرد جو بھی افراد جمع تھے وہ سب امام کے اس پیغام کو سن کر ہنس پڑے۔

فتح نے ان سے کہا: اس بات پر عمل کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ اسی دوا سے خلیفہ کو شفا حاصل ہوگی۔ مینگنیوں کو گلاب کے ساتھ مخلوط کیا گیا اور اسے خلیفہ کے پھوڑے پر رکھ دیا گیا۔ اسی وقت پھوڑا پھٹا اور جو کچھ اس میں گندگی وغیرہ تھی باہر نکل پڑی اور متوکل کی

۱۔ فتح بن خاقان کو متوکل نے اپنا بھائی اور وزیر بنا رکھا تھا اور اس کو تمام بنی عباس پر ترجیح دیتا تھا، وہ بہت زیرک و ذہین اور باادب، انتہائی فصیح و بلیغ انسان تھا، کوفہ و بصرے کے ادیب و شاعر اور علماء سے رابطے میں رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ مطالعہ کرتا اور متوکل کے دربار میں رہتا جب بھی فرصت ملتی فوراً مطالعہ میں مشغول ہو جاتا تھا اس کے پاس کتابوں کا ایک خزانہ موجود تھا، اس نے خود نے بھی متعدد کتابیں تحریر کی ہیں جیسے "اختلاف الملوک"، "الصید والجوارح"، "الروضۃ الزھر" وغیرہ وہ متوکل کے ساتھ ایک ہی وقت میں کچھ ترک جوانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ الاعلام، ج۵، ص ۱۳۳۔ تاریخ الاسلام، ج۱۸، ص ۳۹۰۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ماں کو شفایاب ہونے کی بشارت دی اس نے دس ہزار دینار اپنی مہر کے ساتھ امامؑ کی خدمت میں بھیجے اس طرح متوکل نے اس بیماری سے نجات پائی۔

چند روز کے بعد بطحائی نے متوکل سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شکایت کی کہ ابوالحسن کے پاس بہت زیادہ اسلحہ اور مال و متاع ہے۔ متوکل نے سعید حاجب کے پاس کسی کو بھیجا اور حکم دیا کہ رات کی تاریکی میں امامؑ کے گھر کا محاصرہ کرے اور امامؑ کے اسلحہ و اموال کو ضبط کرکے میرے پاس لے آئے۔

ابراہیم بن محمد کہتا ہے: سعید حاجب اس طرح نقل کرتا ہے کہ رات کی تاریکی میں ابوالحسن کے گھر آیا اور سیڑھی کے ذریعہ چھت پر چڑھا اور وہاں سے سیڑھی کے ذریعہ امامؑ کے گھر میں وارد ہونا چاہا مگر تاریکی شب کی وجہ سے گھر میں داخل نہ ہوسکا کہ ناگاہ ابوالحسن نے گھر کے اندر سے اس طرح کہا: "اے سعید وہیں ٹھہر جا کہ تیرے لئے شمع لے آئیں" چند منٹ نہ گزرے تھے کہ شمع لے آئے اور میں گھر میں داخل ہوگیا امام کو دیکھا کہ جبّہ اور سیاہ رنگ کی ٹوپی زیب تن ہے اور کھجور کے پتوں کی جانماز آپ کے سامنے ہے۔ امامؑ نے میری طرف رخ کرکے فرمایا: "کمرے میں داخل ہوجا" میں بھی داخل ہوا اور پورے کمرے کی تلاشی لی لیکن کچھ نہ پایا فقط دینار کی ایک تھیلی کہ جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی تھی۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے کہا: "میرے نماز پڑھنے کی جگہ کی بھی تلاشی لے لے" میں نے جانماز کو ہٹایا ایک تلوار کو غلاف میں پایا کہ جو استعمال نہیں ہوئی تھی۔ مہر شدہ دینار کی تھیلی کو میں نے اٹھایا اور خلیفہ کے پاس لے آیا۔ جیسے ہی خلیفہ نے تھیلی پر اپنی ماں کی مہر دیکھی فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا اور ایک شخص کو اپنی ماں کو دربار میں بلانے کے لیے بھیجا۔ متوکل کی ماں متوکل کے پاس آئی متوکل نے اس دینار کی تھیلی کے بارے میں دریافت کیا۔ متوکل کے ایک خاص خادم نے مجھ سے کہا کہ متوکل کی ماں نے متوکل کے جواب میں اس طرح کہا: تیری بیماری کے وقت میں نے نذر کی تھی کہ اگر اس بیماری سے تو نجات پاگیا تو دس ہزار درہم اپنے ہی مال سے ابوالحسن کو ہدیہ کروں گی اور میں نے تیری صحت و سلامتی کے بعد یہ درہم ابوالحسن کو بھیجے تھے اور یہ وہی مہر ہے کہ جسے ابوالحسن نے ابھی تک کھولی بھی نہیں ہے۔ متوکل نے دوسری تھیلی کو کھولا اس میں چار سو دینار تھے متوکل نے حکم دیا کہ ایک اور اشرفیوں کی تھیلی اس میں اضافہ کی جائے اور مجھے دی اور کہا کہ یہ درہم و دینار اور تلوار ابوالحسن کو واپس کردے۔ میں ان کو لے کر امام کی خدمت میں آیا اور شرمندگی سے کہا: اے میرے سید و سردار میرے لئے بہت سخت ہے کہ آپ کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

اجازت کے بغیر آپؑ کے گھر میں داخل ہو جاؤں مگر کیا کروں میری ذمہ داری ہی ایسی ہے۔ امامؑ نے فرمایا: (سیعلم الذین ظلموا ایّ منقلبٍ ینقلبون[1])[2]۔

ایک روز متوکل کا جاسوس اس کے پاس آیا اور کہا: آپ اپنے قصر میں آرام سے بیٹھے ہیں اور بہت زیادہ مال و متاع حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ متوکل نے تعجب سے پوچھا: کون اس اموال کو ان کے لئے بھیجتا ہے؟ جاسوس نے جواب دیا: اسی وقت ایک قم کا قافلہ راستے میں ہے کہ جس کے ہمراہ بہت زیادہ مال ہے اور وہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے پاس پہونچے گا۔

متوکل نے اپنے سب سے بڑے وزیر و سپہ سالار لشکر فتح بن خاقان کو حاضر کیا اور اس سے کہا: سنا ہے کہ کوئی قافلہ فلاں راستے سے کل صبح سامرا وارد ہوگا۔ تجھے حکم ہے کہ لشکر کو جمع کر اور اس قافلہ کو روک دے اور اگر اس قافلہ میں مال کو پایا کہ علی الھادی کی طرف جانے والا ہے تو اسے ضبط کر اور میرے پاس لے آ[3]۔

فتح بن خاقان اس حکم کے تحت متوکل کے دربار سے خارج ہوا لیکن متوکل کی تدبیر ناکام رہی۔ محمد بن داوٗد قمی اور محمد طلحی نقل کرتے ہیں کہ قم اور اس کے اطراف کا مال و متاع کہ جو خمس و نذر اور ہدایا و جواہرات جمع ہوا تھا۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی طرف لے جا رہے تھے کہ راستے میں امامؑ کے قاصد نے ہمیں خبر دی کہ لوٹ جائیں ابھی اس مال کے پہونچانے کا مناسب موقع نہیں ہے، ہم بھی پلٹ آئے اور جو کچھ بھی ہمارے پاس تھا اسی طرح حفاظت کے ساتھ رکھے رہے یہاں تک کہ چند روز بعد امامؑ نے حکم دیا کہ یہ میں چند اونٹ بھیج رہا ہوں ان پر تمام اموال کو لادھو اور بغیر کسی قافلہ سالار کے ہماری جانب روانہ کردو۔

راوی کہتا ہے کہ مال کو امام کے دستور کے مطابق حمل کیا اور انہیں خدا کے سپرد کر دیا اور جس وقت مال امامؑ کی خدمت میں پہونچ گیا تب ہم آپؑ کی خدمت میں وارد ہوئے امامؑ نے ہم سے فرمایا: جو

۱۔ سورہ شعراء، آیت ۲۲۷۔ جنہوں نے آل رسولؐ اور اہل ایمان کے حق میں ظلم و ستم کیا ہے بہت جلد جان جائیں گے کہ اس کی سزا کس کی طرف پلٹ گئی ہے۔

۲۔ بحارالانوار، ج۵۰، ص ۱۹۸۔

۳۔ بحارالانوار، ج۵۰، ص ۱۲۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مال تم نے بھیجا تھا اس کو چیک کرو اور دیکھو۔ ہم نے نیز بھیجے ہوئے مال کو دیکھا جو اسی حالت میں صحیح و سالم تھا[۱]۔

کیا خلیفہ ناتوان شخص تھا اور اس کے جاسوس ضعیف وکمزور تھے کہ صحیح خبریں اس تک نہیں پہونچاتے تھے؟ اس کے بر عکس امامؑ کا گھر سامرا میں خلیفہ کے قصر سے نزدیک ترین گھر تھا یہاں تک کہ امامؑ سامرا کے اس علاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے کہ جو فوج کی چھاؤنی تھا کہ جس کی وجہ سے عسکری کے لقب سے مشہور ہوئے۔

یہ داستان ہر چیز سے زیادہ سیاسی حالات کو بیان کر رہی ہے جو اس زمانے میں رونما ہوئے تھے۔ مذہبی افراد گروہ گروہ سامراء امامؑ کی زیارت کو ہر طرف سے آیا کرتے تھے۔ مثلاً اہل قم کے بزرگ یعنی محمد قمی[۲] مشہور راوی کہ جو ائمہ اطہارؑ سے روایات نقل کرتے رہے ہیں اور جن کا شمار معتمدین راویان میں ہوتا تھا[۳] اور پورا قم ان کے حکم کے تابع تھا، امامؑ کی زیارت و دیدار کو آتے تھے۔ محمد قمی کی فضیلت میں یہی کافی ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ ایک شخص کہ جو ضعیف روایات نقل کرتا تھا اسے قم سے خارج کرے یہ مسئلہ تاریخی اعتبار سے اس بات کا گواہ و نشانگر ہے کہ محمد قمی قم پر اپنا کامل اثر و تسلط رکھتے تھے۔

جیسا کہ واضح ہے کہ قم قدیم الایام ہی سے علمی و معنوی مرکز رہا ہے اور وہاں بہت سے ایسے ثقہ راوی اور فقہاء و علماء زندگی بسر کرتے تھے[۴] کہ جو بہت زیادہ علمی توانائی اور معاشرے میں نفوذ رکھتے تھے کہ حکومت ہمیشہ ان سے خوف زدہ رہتی تھی۔

دیگر مقامات اور دوسرے علاقوں سے بھی نیز بزرگ افراد امامؑ کی خدمت میں پہونچتے تھے۔

۱۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۱۸۵

۲ - محمد بن عیسی بن عبداللہ اشعری قمی، ابوعلی، ثقہ ہیں، شیعہ اثناء عشری ہیں، قمیین میں بزرگ شخصیت ہیں۔ رجال نجاشی، ص۳۳۸۔ نمبر ۹۰۵۔ خلاصۃ الاقوال، ص۲۵۷۔

۳- دیکھیں: رجال نجاشی، ص۳۸۸۔ جامع الرواۃ، ج۲، ص۱۶۵۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج۷، ص۲۷۵۔

۴ - بہتر استفادہ کے لیے مراجعہ کریں: ریاض المحدثین فی ترجمۃ الرواۃ و العلماء القمیین من المتقدمین و المتاخرین، تالیف: محمد علی بن حسین قمی، متوفی ۱۳۳۵ھ، تحقیق: محمد رضا قمی، تحت اشراف محمد مرعشی نجفی، مطبع کتابخانہ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی، طبع اول ۱۴۲۳ھ مطابق بہ ۲۰۰۳ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

منجملہ کوفہ سے ابوہاشم جعفری[۱]، جعفر بن سہل[۲] و معاویہ ابن حکیم کوفی[۳] اور دوسرے افراد مدینہ و مصر[۴] وغیرہ سے کہ جو تمام مذہبی تحریک کے برجستہ عناصر شمار کئے جاتے تھے، سامرا میں امامؑ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

واثق عباسی، متوکل و منتصر کہ جو سب بنی عباس کے خلفاء تھے اور سامراء کو اپنی حکومت کا مرکز بنائے ہوئے تھے لیکن وہ عظیم و بزرگ افراد ہرگز ان کے دیدار کے لئے نہیں جاتے تھے بلکہ سب حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے خانۂ مبارک کو اپنا مقصد جانتے تھے۔

"صقر بن ابی دلف کرخی" روایت نقل کرتا ہے: جس وقت متوکل نے ہمارے مولا و آقا حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو سامراء دعوت دی ہے میں بھی سامراء پہنچا تاکہ امام کے حالات سے آگاہی حاصل کروں۔

صقر کہتا ہے: (زرافی) متوکل کے خادم نے مجھے دیکھا اور حکم دیا: کہ داخل ہو جاؤ۔ میں بھی داخل ہوا۔ اس نے سوال کیا اے صقر تو کس وجہ سے یہاں آیا ہے؟ میں نے کہا اے استاد! میں ایک عمل خیر کی وجہ سے یہاں آیا ہوں۔ اس نے کہا: بیٹھ جاؤ۔ اس موقع پر جو کچھ میں نے انجام دیا تھا میری نظروں میں

---

۱ - داؤد بن قاسم، ان کی کنیت ابوہاشم جعفری تھی، اہل بغداد ہیں اور ثقہ و شیعہ اثنا عشری ہیں، جلیل القدر اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے نزدیک بہت عظیم منزلت رکھتے ہیں، انہوں نے آئمہ طاہرین میں سے حضرت امام علی رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی اور امام حسن عسکری سے ملاقات و زیارت اور روایات نقل کی ہیں۔ کشی، ج۱، ص۵۷۱ میں ہے: کہ ابو عمر کہتے تھے: حضرت امام محمد تقی و امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہم السلام کے نزدیک ابوہاشم ان کے فرزند کی طرح تھے ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ رجال طوسی، ص۳۸۶۔ فہرست، ص۱۲۴۔

۲ - جعفر بن سہیل صیقل، امام علی نقی، امام حسن عسکری اور امام عصر علیہم السلام کے وکیل تھے۔ شیخ نمازی نے مستدرک، ج۲، ص۱۶۳ میں بیان کیا ہے کہ جعفر بن سہیل کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳ - معاویہ بن حکیم بن معاویہ بن عمار دہنی، ثقہ جلیل القدر ہیں، شیخ طوسی نے ان کو کبھی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے تو کبھی حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے، ان کو کوفی جانا ہے۔ معجم رجال الحدیث، ج۱۸، ص۲۰۲۔

۴ - ان میں سے مشہور راوی محمد بن فرج رخجی ہے کہ جو ثقہ اور امام سے مسلسل رابطے میں رہا اور قابل اعتماد ہے اس کو مصر کے گورنر نے گرفتار کیا اور آٹھ سال قید میں رکھا پھر یہ آزاد ہو کر سامرا حضرت کی خدمت میں پہنچا امام علی نقی علیہ السلام نے اس کو ایک کپڑا دیا کہ وہ ہمیشہ اس کپڑے کو اپنے سرہانے رکھتا اور جب انتقال ہوا تو اس کو اسی کپڑے میں کفن دیا گیا۔ اصول کافی، ج۱، ص۵۰۰۔ بحار الانوار، ج۵۱، ص۲۹۹۔ معجم رجال الحدیث، ج۱۷، ص۱۳۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مجسم ہوگیااور فکر کی کہ میرا یہاں آنا صحیح نہیں تھا۔ صقر کہتا ہے: زرافی نے حاضرین کو رخصت کیااور پھر میری طرف رخ کیا اور کہا: کیا کام کرتا ہے اور کیوں آیا ہے؟ میں نے جواب دیا: عمل خیر کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا: شاید اپنے آقا و مولا کی جستجو میں ہے؟ میں نے کہا: مگر میرا آقا و مولا کون ہے؟ میرا آقا و مولاامیر المومنین خلیفہ ہے۔ زرافی نے کہا خاموش ہوجا کہ تیرا آقا و مولا وہی امامؑ حق ہے۔ مجھ سے خوف زدہ نہ ہو کہ میں بھی تیراہم عقیدہ ہوں۔ اس موقع پر میں نے خدا کا شکرادا کیا۔ اس نے کہا کیا امام کی زیارت کرنا چاہتا ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ اس نے کہا: بیٹھ جا تاکہ قاصد ان کے پاس سے چلا جائے۔ جیسے ہی اس قاصد نے امامؑ کی مجلس کو ترک کیا زرافی نے اپنے ایک خدمتگزار سے یہ کہا: صقر کو امامؑ کے پاس لے جا[1]۔

یہ روایت اس بات کو بیان کررہی ہے کہ امامؑ کا دربار میں کس قدر تسلط تھا لیکن اس مقام پر یہ سوال پیش آتا ہے:

مذہبی تحریک نے کیوں خلیفہ کو خلافت سے برکنار نہیں کیا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مذہبی تحریک نے کبھی خلافت کو اس طرح زور و زبردستی چھیننے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ مذہبی تحریک کا ہدف فقط حکومت کرنا نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ امت اسلامی کے درمیان حق و عدالت برقرار کرنا مذہبی تحریک کا بنیادی ہدف تھا اور یہ کہ حکومت، قانونی طریقہ سے ہاتھ میں آنا چاہئے یعنی امت فکر وآگاہی اور شعور کے اس درجہ پر پہونچ جائے کہ صحیح وآزادانہ رہبر کا انتخاب کرسکے۔ اس تحریک کا ہدف و مقصد یہ تھا کہ مومنین کا ایک گروہ، اسلامی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لے، جیسا کہ تاریخ میں یہی مذہبی تحریک کے اہداف کا خلاصہ رہا ہے۔

اسی وجہ سے ائمہ طاہرین علیہم السلام حکومت پر زبردستی قبضہ کرنے کی تائید نہیں کرتے تھے اور تنہا اس روش پر اس وقت عمل کرتے تھے کہ حکومت پر قبضہ کرنا بعض ظالم حاکموں کے ظلم وجوراور تشدد میں کمی کا سبب ہو، خصوصاً ان حاکموں کے خلاف کہ جو قانون شریعت سے تجاوز کرکے ظلم و استبداد کیا کرتے

۱۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۱۹۴

تھے۔ اسی لیے اس تحریک کے اعضاء وارکان کا ہدف یہ نہیں تھا کہ حکومت پر زبردستی قابض ہوں۔ گذشتہ بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سامرا میں بہت زیادہ قدرت ونفوذ رکھتے تھے۔

اس مقام پر دوسرا سوال یہ پیش آتا ہے:

امام نے اپنی تینتیس سالہ امامت کے دوران امت اور مذہبی تحریک کے لئے کیا کیا؟

امامؑ نے اپنی امامت کے دوران مختلف کام انجام دیئے جن میں سب سے اہمترین کام مذہبی تحریک کی رہبری ہے اور اس رہبری کے زیر سایہ امت اسلامی ترقی کی اس بلندی پر پہنچی کہ جس کا ہم نے آغاز بحث میں تذکرہ کیا۔

اس گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ مذہبی افراد، اسلامی حکومت میں مختلف جگہ پر موجود تھے اور امت اسلامی کے درمیان آزادی کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں امت نیز دور حاضر کے مانند اُناسی حکومتوں پر کہ جو آدھی دنیا پر مشتمل تھی تسلط کئے ہوئے تھی۔ امام علیہ السلام اس تحریک کہ جو ایک وسیع وعریض سرزمین میں چل رہی تھی رات دن امت کی سطح علمی کو بلند کرنے کی کوشش میں تھے اور اس کی رہبری کر رہے تھے اس تحریک کا ہدف یہ تھا کہ امت کو آسمانی ہدایت کی روشنی اور اس کے زیر سایہ آزادی دلائیں۔

جس طرح ہم نے بیان کیا کہ اس مقام پر ایک عمدہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ واقعات اور تاریخی انقلابات اس بات کے بیانگر ہیں کہ مذہبی تحریک حضرت علیؑ کے زمانے سے ہمیشہ رشد کرتی رہی ہے اور حضرت حجتؑ کے ظہور تک اسی طرح گسترش اور روز بروز رشد کرتی رہے گی یعنی حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے نیز مذہبی تحریک کی رہبری فرمائی ہے اور اس تحریک کی گسترش وپرورش کا زمینہ فراہم کیا ہے اور یہ اہم ترین ذمہ داری تھی کہ جو حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے انجام دی ہے۔

اس مقام پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ امامؑ کس طرح اس تحریک کی رہبری کرتے تھے؟

جہاں بھی ہم تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں آئمہ طاہرین علیہم السلام مانند: حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا رابطہ لوگوں کے ساتھ وکلاء کے ذریعہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ حضرت اپنے نمائندوں کو مختلف علاقوں میں بھیجتے تھے لیکن باقی آئمہ فقط اس فرد کا معاشرے میں تعارف فرماتے تھے کہ جو آپ حضرات کے نزدیک بااعتماد ہوتا تھا او رمذہبی افراد احادیث کو اس طرح کے افراد سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

دریافت کرتے تھے اور خمس وزکات نیز جو بھی امامؑ کی خدمت میں جاتا اسی کے ذریعہ آپ تک پہونچاتے تھے لیکن حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں یہ مسئلہ بہت زیادہ دقت طلب ہو چکا تھا۔ اس طرح کے محمد قمی اور ان جیسے افراد اس وظیفہ کو اپنے دوش پر سنبھالے ہوئے تھے اور معمولی افراد اس ذمہ داری کے انجام دینے کی طاقت و توانائی نہیں رکھتے تھے۔ محمد قمی وہ شخصیت تھے کہ جن کا شمار باتقوا و پاکدامن ومتدین افراد میں ہوتا تھا اور ان کی معرفت و شناخت سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی فقط مختصر خدمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یا فتح بن خاقان جیسے فرد کہ جو امامؑ سے رابطہ میں رہتے تھے اور عباسی حکومت میں خلیفہ کے بعد دوسرا مقام رکھتے اور بزرگ ترین وزراء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

یہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے۔

فحام، منصور سے اور وہ اپنے باپ کے چچا (موسیٰ) سے اس طرح نقل کرتا ہے: ایک روز میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا اور آپؑ سے اس طرح عرض کیا: اے میرے سید وسردار اس مرد (متوکل) نے مجھے نکال دیا ہے اور میرے حقوق بند کردیئے ہیں اور مجھے پریشان کردیا ہے اور اس کے پاس اس کام کے انجام دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے مگر آپ سے میرا رابطہ و تعلق بہتر ہے آپ لطف و کرم فرمائیں اور اس سے میری سفارش کریں کہ اس حالت سے مجھے نجات بخشے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

جیسے ہی رات ہوئی متوکل کے قاصد یکے بعد دیگرے میری تلاش میں آئے اور جس وقت میں دربار میں پہونچا فتح بن خاقان دروازے پر کھڑا ہوا تھا، اس نے مجھ سے کہا اے بندۂ خدا رات کو گھر میں کیا کر رہے تھے کہ جو متوکل نے اس قدر تمہیں طلب کیا کہ میری حالت خستہ ہوگئی۔ میں متوکل کے حضور پہنچا وہ اپنے بستر پر بیٹھا تھا مجھے دیکھ کر میری طرف رخ کیا اور کہا: اے موسیٰ! ہم تو تجھ سے غافل ہی ہیں اور تو بھی خود کو ہم سے چھپا رہا ہے مگر تو کس لئے مجھ سے خفا ہے؟ میں نے کہا فلاں مال اور فلاں حقوق اور اس کے سامنے تمام امور کو باز گو کیا۔ اس نے انہیں ادا کرنے بلکہ اس سے زیادہ مقدار میں دینے کا حکم صادر کیا جیسے ہی میں نے متوکل کے دربار سے باہر نکالا، فتح سے کہا: کیا دربار میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام تشریف لائے تھے؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ میں نے پھر سوال کیا: کیا انہوں نے کوئی خط بھیجا تھا؟ فتح نے جواب دیا: نامہ بھی نہیں لکھا۔ میں پلٹ ہی رہا تھا کہ فتح میرے پیچھے آیا اور کہا: مجھے اس میں شک نہیں کہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

تو نے امامؑ سے درخواست کی ہے تاکہ وہ تیرے حق میں دعا کریں۔ میں بھی ان سے دعا کی خواہش رکھتا ہوں۔ میں جیسے ہی امامؑ کی خدمت میں پہنچا حضرت نے فرمایا: (تجھے خوشحال پاتا ہوں) میں نے عرض کیا: جی میرے سید و سردار! آپ کے وجود کی برکت کی وجہ سے۔ لیکن امامؑ نے مجھ سے کہا: کہ ہم متوکل کے پاس نہیں گئے اور اس سے کوئی چیز طلب بھی نہیں کی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "خداوند متعال جانتا ہے کہ ہم اہم کاموں کے حل کے لئے اس کی طرف رخ کرتے ہیں اور سختیوں میں اس کے علاوہ کسی پر توکل نہیں کرتے۔ خداوند متعال نے ہماری یہ عادت بنادی ہے کہ ہم چونکہ کسی غیر سے کوئی چیز طلب نہیں کرتے تو وہ بھی ہماری ہر خواہش کو پورا کرتا ہے۔" میں نے عرض کیا کہ فتح نے آپؑ سے دعا کی گزارش کی ہے۔ امامؑ نے فرمایا: "وہ ظاہراً ہم سے دوستی کا اظہار کرتا ہے لیکن باطناً ہم سے دوری اختیار کرتا ہے۔ دعا مستحق کے لئے ہے۔ جب بھی خود کو خداوند کی اطاعت و فرمابرداری میں خالص کرلو اور رسول خداؐ اور ہم اہلبیتؑ کے حق کا اعتراف کرلوگے جو بھی خدا سے چاہوگے مستجاب ہوگی[1]۔"

میں نے عرض کیا میرے آقا کوئی خاص دعا مجھے تعلیم فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: یہ دعا ہے کہ جس کو میں بہت زیادہ پڑھتا ہوں اور خدا سے طلب کیا ہے کہ میرے بعد جو بھی اس دعا کو میری قبر پر پڑھے اس کو ناامید نہ لوٹانا۔ "یاعدّتی عِنْدَ العَدد و یا رجالی والمعتمد ویاکھفی وَالسند ویاواحدُ یااحدیاقل ھواللہ احد واسالک اللھم بِحق مِن خلقک. ولم تجعلْ فِی خلقِک مثلَھم احداً ان تُصلّی علیھم و تفعَل بی کَیتْ و کَیْتَ."[2]۔

(اے میرے دوست ومددگار میں اور اے میری امید و اطمیان اور میرے پشتپناہ، اے یکتا و یگانہ اور اے وہ کہ تو نے خود کہا ہے کہ تجھے تیری وحدانیت کے ذریعہ پکاریں تجھے اس حق کا واسطہ کہ جو تو نے پیدا کیا ہے اور تجھے تیری اس مخلوق کے حق کا واسطہ کہ جس کی تو نے کسی کو مثال و نظیر قرار نہیں دیا ہے قسم دیتے ہیں کہ ان پر درود بھیج اور میری فلاں حاجت کو برلا۔)

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۲۷۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۲۷

Presented By: https://jafrilibrary.com

انسان اس وقت خدا کی بارگاہ میں دست دعا بلند کرے کہ دعا کی لیاقت و شائستگی رکھتا ہو اور فقط اپنی زبان کو دعا کے لئے آلہ کار نہ بنائے تاکہ خداوند متعال اس کی دعاؤں میں برکت دے اور جو کچھ اس نے امور خیر طلب کیا ہے اسے عطا کرے اور یہ امام کا جملہ کہ: "دعا، مستحق کے لئے ہے" روایات کے اعتبار سے انسان کا خدا کے مقابل اخلاص کے علاوہ دیگر مفہوم نہیں رکھتا ہے اہم مسئلہ یہ ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی طرف ان تمام گروہ کا زیادہ رجوع کرنا آپؑ کی رہبری کے نقش کو بیان کرتا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی حیات طیبہ میں یہ چند کارنامے اہم نظر آتے ہیں:

اول: مذہبی تحریک کی قیادت

طبیعتاً ایک ملک کی رہبری کے مسائل کا شمار ان امور میں نہیں ہوتا ہے کہ جن کا تذکرہ مفصل کتب تاریخ میں پایا جائے ممکن ہے کوئی شخص کسی کتاب کی تدوین کرے لیکن اگر ہزار سال گزرنے کے بعد اس شخص کے کارناموں کو تاریخ میں تلاش کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس نے ایک کتاب تدوین کی ہے کیونکہ کتاب ایک ملموس شئ ہے کہ جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور تحریر کرنے والے کے افکار اور نیز اس کتاب کی تاثیر تک ہماری رسائی ہے لیکن اگر کوئی فوجی سپہ سالار کسی سخت جنگ کے موقع پر فوج کی سپہ سالاری کرے اور کامیابی اس کے قدم چوم لے اور ہزار سال گزرنے کے بعد اس شخص کے کارناموں کے بارے میں سوال کیا جائے تو در حقیقت سوال بے جا ہے۔

کیونکہ ایک فوج کی سپہ سالاری ان امور میں سے نہیں ہے کہ جو دقیقاً قابل تحریر ہوں یا اس کے آثار حقیقی و عینی ہماری نگاہوں میں مجسم ہو جائیں۔

ایک لشکر کی سپہ سالاری کسی عمارت کی تعمیر یا تدوین کتاب یا شعر کہنے کے مانند نہیں ہے بلکہ لشکر کی سپہ سالاری نام ہے وظایف کے اس مجموعہ کا کہ جس کو جنگ کے حاصل شدہ نتایج کے درمیان جانچے و پرکھے جاتے ہیں۔

جس وقت ہم طارق بن زیاد کی اندلس پر فتح و ظفر کا اپنے درمیان تذکرہ کرتے ہیں تو کیا یہ صحیح ہے کہ ہم اس طرح کے سوالات کریں کہ اس جنگ کے دوران کون کس طرح سویا، کس طرح بیٹھا، کیفیت

Presented By: https://jafrilibrary.com

کلام یا جو کام طارق نے اس جنگ میں انجام دیئے اس کے بارے میں سوالات کریں؟ طارق کا سب سے بڑا اور برجستہ ترین کام لشکر کی سپہ سالاری اور ایک سرزمین کو فتح کرنا رہا ہے۔

ایک رات متوکل کو نیند نہیں آئی ایک شخص کو امامؑ کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپؑ کی ہمنشینی اختیار کرے اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے نیز متوکل کی بزم میں اپنے جد علی بن ابی طالبؑ کے مذکورہ ذیل، پڑھے۔ لیکن آپؑ کے اس عمل کو اہم ترین فضیلت میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

بَاتُوا عَلی قُلَلِ الْاَجبالِ تَحرُسُهُم غُلَبُ الرِّجَالِ فَلَمْ تنفعْهُم الْقُلَلُ
واستَنزلُوا بَعد مِن مَعَاقِلِهِم وَاسْكِنُوا حُفُراً يا بسما نَزَلوا
نَادَاهُمُ صارخٌ مِن بَعدِ دَفْنِهِمْ اَيْنَ الاساورُ والتيجان و الحُلَلُ
اين الوُجُوهُ الّتی كانت منعّمَةً مِنْ دُونِهَا تُضرَبُ الاَستارُ والكَلَلُ
فَافصَحَ الْقَبْرُ عنهم حين سَالَهُم تِلك الوُجُوهُ عليها الدُّود يَقْتَتِلُ
قَدْ طَالَ مَا اُكلُوا دَهْراً وَمَا شَرِبُوا فَاصْبَحُوا الْيَوْمَ بَعْدَ الاكْل قَدْ اكلوا[1]

راوی کا بیان ہے کہ متوکل یہ اشعار سن کر رونے لگا اور اس کے اشکوں سے اس کی ڈاھی تر ہو گئی اور تمام حاضرین محفل نے گریہ و بکا کیا، متوکل نے حضرت کو چار ہزار درہم دیے اور بہت ہی عزت و احترام کے ساتھ گھر کی طرف رخصت کیا۔

ہر گز ان اشعار کے پڑھنے اور عباسی خلیفہ کے نزدیک آنے کی کوئی اہمیت نہیں سمجھی جاسکتی کیونکہ ممکن ہے تاریخ میں ہر متقی و پرہیزگار انسان ظالم و جابر کے روبرو حق بیانی سے کام لے۔ بلکہ حضرت امام علی

ا۔ موت سے فرار اختیار کرنے کے لئے پہاڑوں کی بلندی کا سہارا لیتے ہیں اور قوت وطاقتور افراد کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے ہیں لیکن ان پہاڑ کی بلندیوں نے انھیں کوئی نفع نہیں پہونچایا بلندی سے عزت واحترام کے بعد اپنی حفاظت گاہ سے نیچے کھینچ لئے گئے اور انھیں گہرائی میں جگہ دی گئی اور کتنی ناگوار تھی یہ زیر زمین۔ ندا دینے والے نے ان کے دفن کے بعد ندا دی کہ تمہارے دستبند و تاج اور زیورات کہاں ہیں کہاں ہیں وہ نازپروردہ چہرے کہ جن کی حفاظت کے لئے انھیں پردہ وحجاب چشم کے درمیان رکھتے تھے جس وقت ان کی قبر کو سوال وجواب کے لئے کھولا جائے گا تو سوال کرنے والے ان کی صورتوں کے بارے میں سوال کریں گے کہ جو کیڑو کی غذا بن چکی ہیں زندگی میں کیا کھایا اور کیا پیا؟ لیکن آج بہت کچھ کھانے کے بعد جانوروں کی غذا بن گئے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

نقی علیہ السلام کا اہمترین کام اپنی طول حیات میں امت کی رہبری اور مذہبی تحریک کا رشد اور اس امت کو ترقی دینا اور رشد وہدایت کے ساحل تک پہونچانا رہا ہے۔

حسین بن اسماعیل بین النہرین کا رہنے والا ضعیف شخص اس طرح روایت نقل کرتا ہے: میں اپنے ایک اہل وطن کے ساتھ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی جانب روانہ ہوا۔ ایک شخص نے نامہ اور کچھ ہدایا مجھے دیئے تاکہ میں امامؑ کی خدمت میں پیش کروں اس شخص نے مجھ سے چاہا کہ میں امامؑ کی خدمت میں سلام پہونچاؤں اور فلاں جنگلی پرندے کے انڈے کی حرمت وحلیت کے بارے میں سوال کروں ہم بھی امامؑ کی خدمت میں پہنچے اور جو بھی کچھ ہمارے ہمراہ تھا امامؑ کی کنیز کو پیش کر دیا۔ اسی اثنا میں بادشاہ کا قاصد امامؑ کے پاس آگیا اور اس سے پہلے کہ ہم امامؑ سے کچھ کہیں آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوگئے اور ہم نیز آپؑ کی خدمت سے رخصت ہوگئے اور سوال کی فرصت نہیں ملی۔ جیسے ہی ہم راستے میں امام کے قریب پہونچے امامؑ خود ہمارے پاس آئے اور میرے دوست سے نبطی زبان میں فرمایا: "میرا اس کو سلام کہنا اور کہنا کہ فلاں پرندے کا انڈا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسخ شدہ جانور ہے۔"

محمد بن فرج سے روایت ہوئی ہے: کہتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اس طرح لکھا کہ (اپنے امور کو منظّم کرے اور ہوشیار ہوجا) وہ کہتا ہے: میں نے بھی نیز اپنے امور کو مرتب ومنظّم کیا کیونکہ میں امامؑ کے اس جملہ کے مقصد کو جانتا تھا کہ آپؑ کی اس جملہ سے کیا مراد ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ کا بھیجا ہوا سپاہی میرے پاس آیا اور مجھے طوق وزنجیر میں باندھ کر اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور میرے سارے مال کو نیلام کر دیا آٹھ سال تک جیل میں رہا یہاں تک کہ میں نے دوسرا نامہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا وصول کیا یہ نامہ کہ جب میں زندان ہی میں زندگی گزار رہا تھا موصول ہوا۔ حضرتؑ نے اپنے نامہ میں اس طرح تحریر فرمایا تھا: "غرب کے علاقہ میں اصلاً نہ ٹھہرنا" نامہ کو پڑھنے کے بعد میرے ذہن میں خیال آیا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام مجھے غرب میں توقف کرنے سے منع کر رہے ہیں جبکہ میں ابھی زندان میں ہوں اور یہ قضیہ میرے لئے تعجب آور تھا۔ لیکن چند روز بعد میں زندان سے آزاد ہوگیا میری ہتھکڑیاں و بیڑیاں کاٹ دی گئی اور زندان سے خروج کی راہ میرے سامنے آزاد ہوگئی محمد بن فرج جب

Presented By: https://jafrilibrary.com

عراق میں پہونچا امامؑ کے حکم کی پیروی و اطاعت بجالاتے ہوئے بغداد میں کسی طرح کا کوئی توقف نہیں کیا اور سیدھے سامرا پہونچا۔[1]

داؤد ضرر اس طرح روایت نقل کرتا ہے: حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: ای داؤد! اگر میں کہوں کہ تقیہ کو ترک کرنے والا تارک صلاۃ کے مانند ہے تو یہ جھوٹ نہیں ہوگا۔[2] محمد بن شرف اس طرح نقل کرتا ہے کہ مدینہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ ٹہل رہا تھا امامؑ نے فرمایا: "کیا تو ابن شرف نہیں ہے" میں نے عرض کیا جی ہاں! میں نے چاہا کہ حضرتؑ سے سوال کروں کہ امام نے مجھ پر سبقت کی اور مجھ سے کہا اس وقت ہم شاہراہ سے گزر رہے ہیں اور یہ جگہ سوال کرنے کے لئے مناسب نہیں ہے[3]۔

ہم اس روایت کے سیاق و سباق اور الفاظ سے اس رہنمائی کہ جو امامؑ نے مذہبی تحریک کی، کی ہے اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ تمام رہبروں کے لئے بہت زیادہ لازم و ضروری ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے آباؤاجداد کو پیش کریں۔

دوم: منحرف افکار کی اصلاح کی ذمہ داری

دوسرا کام جو حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں انجام دیا؛ اساسی و بنیادی کام تھا یعنی اسلامی افکار کی رہبری کرنا۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں شدید کشمکش اور بہت زیادہ اختلافات وجود میں آئے اور ان کا مشہور ترین مصداق مسئلہ خلق قرآن تھا[4] ہم اس مسئلہ کی اہمیت کو بخوبی

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۴۰

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۸۰

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۷۶

۴۔ خلق قرآن کی فکر بنی امیہ کے آخری زمانے میں وجود پائی کہ جس کو جعد بن درھم نے ایجاد کیا کہ جس نے اس نظریہ کو ابان بن سمعان سے لیا اور اس نے طالوت بن اعظم یہودی سے اخذ کیا۔ اور جعد بنی امیہ کے خلیفہ مروان بن محمد کا معلم تھا۔ ایک قول یہ ہے اس نظریہ کو اسی نے ایجاد کیا ہے اور اسی نے دمشق میں مشہور کیا۔ اس کو مسئلے میں ادھر ادھر کھیچا گیا تو وہ وہاں سے کوفہ کو بھاگ نکلا،

Presented By: https://jafrilibrary.com

درک نہیں کر سکتے مگر یہ کہ اپنے زمانے کی کسی ایک مشکلات مانند لبنان کی بحرانی حالت اور وہاں کی مشکلات سے اس کا مقایسہ کریں۔ اگر کوئی شخص ہزار یا دو ہزار سال گزرنے کے بعد لبنان کی بحرانی حالت کے بارے میں سوال کرے تو اس کا جواب اس سے زیادہ نہیں ہوگا کہ لبنان کا بحران خود ان کے درمیان اختلاف کی وجہ سے وجود میں آیا تھا اور اسی سبب کی بنا پر آپس میں قتل و غارت شروع ہو گئی۔

لیکن عصر حاضر میں جو مسلمان اس بحران میں گرفتار ہیں اس مسئلہ کی عظمت و اہمیت اور اس کے اسباب و عوامل کو بخوبی درک کر سکتے ہیں۔

مسئلہ خلق قرآن کہ جسے ہم عصر حاضر میں ایک گزری ہوئی داستان کے مانند یاد کرتے ہیں اس زمانے میں ایسے اساسی و بنیادی واقعات میں اس کا شمار ہوتا تھا جس طرح دور حاضر میں پورے عالم اسلام میں مسئلہ مشرق و غربی اور اسلامی اختلاف دکھائی دیتا ہے اسی طرح نیز گذشتہ زمانے میں امت اسلام کے درمیان دو فکری تحریکیں پائی جاتی تھیں۔

۱۔ تفکر معتزلہ

۲۔ تفکر اشاعرہ

تفکر اشاعرہ و معتزلہ فقط علماء کے درمیان ہی نہیں تھے بلکہ پورے معاشرے کے درمیان رائج ہو چکے تھے اور یہ دونوں مکتب فکر تمام مسلمانوں کے درمیان عظمت رکھتے تھے۔ اور ان دونوں مکتب فکر کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہوتا رہتا تھا حکومت بھی اس اختلاف میں دخل اندازی کرتی اور اپنے ناجائز منافع کے تحقق کے لئے اس میں اور شدت پیدا کر دیتی تھی حکومت عباسی مامون کے عہدۂ خلافت سے پہلے تفکر اشاعرہ کی حامی و طرفدار تھی اور حکومت کے سپاہی مذہب معتزلی کے پیروکار کو گرفتار کرتے اور اس پر کفر کی تہمت لگا کر اسے قتل کر دیتے تھے۔ جس وقت مامون تخت خلافت پر آیا مذہب معتزلہ کی طرف اس کا رجحان ہو گیا معتزلہ اس زمانے میں روشن فکر اور معاشرے کا آگاہ ترین و عالم طبقہ تھا۔ اسی وجہ سے مامون و معتصم اور واثق[۱] تفکر معتزلہ کے حامی تھے[۱]۔ لیکن جیسے ہی متوکل تخت خلافت پر آیا اشاعرہ کی طرف اس کا

وہاں پر اس نے جہم بن صفوان فرقہ جہمیہ کے بانی کو تعلیم دی۔ تاریخ اسلام، ذہبی، ج۷، ص۷ ۳۳۔ صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء، ج ۱۳، ص ۲۵۵۔ نشاۃ الفکر الفسلفی فی الاسلام، ج۱، ص ۳۲۹۔

۱۔ تاریخ الامم الملوک، ج۸، ص ۶۳۱۔ تجارب الامم، ج ۴، ص ۱٦٦۔ الکامل فی تاریخ، ج ٦، ص ۴۲۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

رجحان ہوگیا۔ اس نے ایک شخص کو بلایا اور پوچھا کہ خلق قرآن کے بارے میں تیرا کیا نظریہ ہے؟اس نے جواب دیا: اے امیر المومنینؑ میرا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند متعال ایک ازلی وابدی موجود ہے کہ اس سے پہلے اور اسکے ساتھ کسی شیٔ کا وجود نہیں رہا ہے لیکن بعد میں اس نے قرآن کو وحی کے ذریعہ نازل کیا ہے۔ متوکل نے کہا آیا تو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں میں یہی اعتقاد رکھتا ہوں۔ متوکل نے حکم دیا کہ اس کو قتل کردیا جائے[۲]۔

خدا نے قرآن کو وحی کے ذریعہ نازل کیا ہے چنانچہ قرآن مخلوق ہے[۳] اس معنی میں کہ قرآن ازل سے خدا کے ساتھ نہیں تھا بلکہ بعد میں خلق ہوا ہے خدا ازل سے تھا اور اس کے ساتھ کوئی شیٔ نہیں رہی ہے[۴] اور بعد میں قرآن کو نازل فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ بہت ہی واضح و روشن ہے لیکن اشاعرہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور معتقد ہیں کہ قرآن نیز خدا کے مانند قدیم ہے[۵]۔بہت زیادہ علماء و دانشمند کہ جو معاشرے میں بہت زیادہ مقام و منزلت کے حامل تھے اس اعتقاد کے سبب ان کے سر کو تن سے جدا کردیا گیا۔

ایک بار ایک شخص بنام احمد بن نصر[۶] نے واثق کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ واثق نے اسے دربار میں بلایا اور اس سے سوال کیا: اے احمد! قرآن کے بارے میں تیرا کیا نظریہ

۱۔ دیکھیں: تاریخ المذاہب الاسلامیہ، ابی زھرہ، ص۱۴۱۔ المعتزلہ، زہدی جار اللہ، ص۱۶۰۔

۲۔ تاریخ الامم والملوک، ج۹، ص۱۹۰۔

۳۔ دیکھیں: بحوث فی الملل والنحل، ج۲، ص۲۶۸۔

۴۔ الکافی، ج۱، ص۱۱۶، ابی یعفور کا بیان ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس فرمان کے متعلق سوال کیا "ھوالاول والآخر" آپ نے فرمایا: وہ ایک ہی حالت میں ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا وہ ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کے آخر میں رہے گا۔

۵۔ ملاحظہ کریں: مقالات الاسلامیین، ج۲، ص۲۵۶۔

۶۔ احمد بن نصر بن مالک بن ہیثم خزاعی، راوی حدیث ہے، اس کو واثق نے قتل کیا اس لیے کہ وہ خلق قرآن کا منکر تھا، اس کو متوکل کے زمانے تک سولی پر لٹکائے رکھا، متوکل نے اس جنازے کو اتار کر اس خاندان کو دیا اور سر و بدن کو جمع کرکے دفن کردیا۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۳۱۶۔ میں مذکور ہے کہ اس واقعہ سے لوگوں میں بہت خوشی کی لہر دوڑ گئی، اور اس کے جنازے میں بہت زیادہ لوگوں نے شرکت کی، اور سب تشیع میں کاندھا دے رہے تھے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے؟اس نے جواب دیا قرآن کلام خدا ہے۔ واثق نے کہا: کیا قرآن کو مخلوق مانتا ہے؟اس نے جواب دیا: قرآن کلام خدا ہے۔ واثق نے دوبارہ پھر سوال کیا۔ قرآن کے بارے میں تیرا کیا نظریہ ہے آیا روز قیامت اسے دیکھے گا؟اس نے جواب دیا اے امیر المومنین! رسول خداؐ سے روایت ہم تک پہونچی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: خدا کو روز قیامت اس طرح دیکھوگے کہ جیسے چاند کو اس دنیا میں دیکھتے ہو کہ ہر گز اس کے دیکھنے سے کراہیت نہیں کرتے ہو۔ ہم نیز اسی کلام رسول خداؐ کے پیرو ہیں۔

واثق نے اپنے ہمنشینوں سے کہا اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ قاضی عبد الرحمٰن بن اسعاف نے کہا: اس کا خون حلال ہے۔ دوسرے نے کہا اے امیر مجھے اس کے خون سے سیر اب کریں اور حاضرین دربار نے نیز اس کی موافقت کی لیکن ابن ابی داؤد جو کہ قاضی القضاۃ تھا، اس نے یہ کہا: اے امیر المومنین! یہ ایسا کافر ہے کہ توبہ کرلے گا شاید اس پر کوئی مصیبت آپڑی ہے یا اس کی عقل زائل ہوگئی ہے تبھی ایسا کہہ رہا ہے۔

واثق نے کہا: اگر مجھے دیکھو کہ میں اس کی طرف اٹھ کر جاؤں تو کوئی بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے کیونکہ میں خود اپنا محافظ ہوں۔ اس نے عمر بن معدی کرب زبیدی کی تلوار کو طلب کیا۔ ایسا بہادر و شجاع کہ جس کی تلوار کی تیزی ساری دنیا میں مشہور تھی۔ یہ تلوار خلفاء بنی عباس میں کسی ایک خلیفہ کو ہدیہ کی گئی تھی اور اس نے اس تلوار سے احمد بن نصر کے سر کو قلم کرکے اس کے جسم کو بغداد بھیج دیا۔ اس کا جسم چند روز بغداد کے مغربی علاقے اور چند روز مشرقی شہر میں دار پر لٹکا رہا اور اس کے کان میں ایک خط لکھ کر لٹکا دیا کہ جس میں اس طرح تحریر تھا:

یہ احمد بن نصر بن مالک کا سر ہے، یہ وہ کافر، مشرک اور گمراہ شخص ہے کہ خداوند متعال نے جسے امیر المومنین عبد اللہ بن مروان الامام الواثق باللہ کے ہاتھوں قتل کیا ہے۔ امیر المومنین کے مسئلہ خلق قرآن اور اس کے رد میں اس پر حجت تمام کرنے کے بعد اور نیز اسے توبہ کا موقع دیا اور اسے حق کی طرف دعوت دی گئی پھر قبول نہ کرنے پر قتل کر دیا گیا۔ کیونکہ اس نے اپنے بغض و عناد کو ترک نہیں کیا اور اپنے

Presented By: https://jafrilibrary.com

غلط اعتقاد پر ڈٹا رہا۔ اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے اسے واصل جہنم کیا اور دردناک عذاب میں گرفتار کرنے میں جلدی کی[۱]۔

یہ قضیہ، مسلمانوں کے اس واقعے سے بہت مشابہت رکھتا ہے کہ جب مسلمان قسطنطنیہ پہونچے اور اس کا محاصرہ کرکے قبضہ کر لیا۔ مسیحی کہ جو محاصرہ میں تھے ابھی ملائکہ کی جنس کے بارے میں بحث و گفتگو میں مشغول تھے کہ آیا ملائکہ از جنس لاھوت سے ہیں یا ناسوت سے۔ لہٰذا اس طرح کے اختلافات میں امت کی صلاحیت ختم ہونے کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ جال میں پھنسنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ حدوث و قدیم قرآن کے بارے میں اختلاف نیز انہیں اختلافات میں سے ایک نمونہ ہے کہ جو امت کو ترقی کرنے کی تدبیر و تفکر سے روکتا ہے اور جس طرح سے بزرگوں نے کہا ہے کہ جب بھی جوابات زیادہ ہو جائیں تو صحیح نتیجہ پوشیدہ و پنہان ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں کہ ائمہ معصومینؑ وانبیاءؑ گذشتہ لوگوں کے اختلاف حل اور ان کی حق کی طرف ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے قدم کو آگے بڑھاتے ہیں۔ قرآن فقط وہ کتاب ہے کہ جس کی تمہیں پیروی و اطاعت کرنا چاہئے اور یہ بات صحیح ہے کہ اماموں سے بہت سی روایات اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔

یہاں ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو پہلے کی نسبت کمتر اہمیت کا حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ بہت سے مواقع پر معاشرہ اپنے صحیح ثقافتی کسوٹی و معیار کو ترک کرکے غلط معیار ان کے جاگزیں کر دیتا ہے اور عمدہ و بہترین ان معیار کا آلہ وابزار معاشرے و سماج کے آداب و رسومات کے علاوہ کچھ نہیں ہوتے اگر معاشرے و سماج کو پستی کی طرف جاتا دیکھو تو جان لو کہ اس کے معیار و ملاک نیز پستی سے خارج نہیں ہیں کیونکہ غلط کسوٹی اور معیار ہیں کہ جو معاشرے و سماج پر مسلط ہوگئے ہیں لیکن یہ حالت ہر گز ہمیشہ باقی نہیں رہے گی۔ اجتماعی عاداتیں اس ریسمان کے مانند ہیں کہ ایک بار بلند اقدار اور بادیگر ملاکات فاسد اس کے استحکام و پایداری کا سبب ہوتے ہیں یہی ایسے مواقع ہیں کہ ائمہ اطہارؑ بلند اقدار کی تقویت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس ریسمان کو پسندیدہ و بہترین ملاکات سے استحکام عطا کرتے ہیں۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۱۲، ص ۱۷۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۹، ص ۱۳۹۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۳۰۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک براہ راست حکومتی کارنامے انجام دے رہی تھی اور حضرت اپنے وکیل و گورنر معین فرماتے تھے گویا حکومت کے اندر ایک مذہبی حکومت کام کر رہی تھی اور حضرت کے دستورات کی تاثیر بنی عباس کے بڑے بڑے افراد پر ہوتی تھی کہ جو مذہبی افراد کو حکومت میں داخل کرنے سے حاصل ہوئی تھی۔
- حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنی مدت امامت میں دو اہم کام انجام دیے: مذہبی تحریک کی قیادت، منحرف افکار و نظریات کا مقابلہ اور ان کی اصلاح۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

امامؑ کے ان اہم کاموں کی وضاحت کے لئے ہمیں چاہئے کہ پہلے انقلاب کی حالت اور وہ تحریکیں جو امامؑ کے زمانے میں واقع ہوئیں ان سے آگاہی حاصل کریں اس لئے کہ امامؑ نے ایک عرصہ دراز تک امامت کی ذمہ داری کے فرائض انجام دیئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپؑ کے زمانے میں بہت زیادہ قیام وجود میں آئے کہ مذہبی تفکرات جن کا سبب بنے ہیں۔ سب سے پہلی تحریک محمد بن صالح[1] بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن بن امام حسن بن امام علی بن ابی طالب علیہم السلام کے ذریعہ وجود میں آئی۔ وہ خاندان ابی طالبؑ کا ایک جوان تھا اور اس کا جنگجو و شجاع، عالی ظرف اور شعراء میں شمار ہوتا تھا۔

اسی سال ایک شخص بنام ابو الساج حکومت عباسی کی طرف سے حج کو گیا تھا۔ اسی دوران محمد بن صالح بن عبد اللہ کے چچا یعنی موسیٰ بن عبد اللہ نیز حج کرنے گئے تھے۔ اس خوف و ڈر سے کہ محمد بن صالح کا انقلاب کامیاب ہو اور اس انقلاب کے نتائج ان کے دامن گیر ہوں۔ بہت سے راز کو فاش کر دیے اور اس

۱۔ ابو عبد اللہ اہل بیت میں قابل فخر، صاحب فضیلت و علم و ادب اور خاندان ابوطالب کے جوان، بہادر، شجاع، جنگجو اور عالی ظرف شاعر شاعر تھے۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۸۰۔ الاغانی، ج ۱۶، ص ۵۰۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

طرح محمد بن صالح کو فریب دے کر ابو الساج کے پاس لے آئے اور وہاں سے ان کو متوکل کی طرف روانہ کر دیا گیا متوکل نے ان کو زندان میں ڈال دیا اور ان کو موت سے دو سال پہلے تک نظر بند رکھا[۱]۔

حسن بن زید[۲] نے محمد بن اسماعیل بن زید[۳] کے ہمراہ طبرستان و دیلم اور اس کے اطراف میں قیام کیا اور اس علاقہ میں حکومت عباسی کے حاکموں پر غلبہ و تسلط حاصل کرنے میں کامیاب رہے[۴] ان کا قیام تنہا وہ ایک ہی تحریک تھی کہ جو اس زمانے میں کامیاب ہوئی۔ محمد بن جعفر[۵] نے نیزری میں قیام کیا لیکن وہ شکست سے روبرو ہوا اور عبد اللہ بن طاہر[۶] نے اسے نیشاپور کے زندان میں ڈال دیا کہ جہاں اس کا انتقال ہو گیا[۷]۔

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۸۰۔

۲۔ حسن بن زید (متوفی ۲۷۰ھ) یہ حسن علوی کے نام سے مشہور تھے، یہ حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل حسنی ہیں کہ جنہوں نے طبرستان میں علوی حکومت کی بنیاد رکھی۔ وہ حسن تدبیر و باسیرت اور خوش اخلاق انسان تھے، شہر ری میں رہا کرتے تھے کہ اہل طبرستان اور خراسان کے گورنر کے درمیان ۲۵۰ھ میں اختلاف ہوا، تب طبرستان سے ان کے ماننے والوں نے ان کے پاس خطوط لکھے، آپ ان لوگوں کے خطوط کے جواب میں وہاں تشریف لے گئے اور دیار بکر پر قبضہ کر لیا پھر گرگان اور اس کے بعد مختصر جنگ کے بعد شہر ری پر بھی قبضہ کر لیا یہ واقعات مستعین عباسی کے زمانے میں پیش آیا اور آپ کی حکومت بیس سال تک قائم رہی۔ الاعلام، ج ۲، ص ۱۹۲۔

۳۔ محمد بن زید بن محمد بن اسماعیل حسنی (متوفی ۲۸۷ھ) یہ ایک شجاع، خوش اخلاق، شعر و ادب اور تاریخ میں ماہر تھے۔ طبرستان و دیلم میں حکومت کی ہے، ان کی حکومت ان کے بھائی حسن بن زید کی وفات (۲۷۰ھ) کے بعد جاری رہی، ان کے زمانے میں کافی فتنہ و فساد برپا ہوئے انہوں نے کافی مدت تک حکومت کی، یہ محمد بن ہارون سے جنگ کرتے ہوئے گرگان میں زخمی ہو گئے کہ جو اسماعیل سامانی کے طرفداروں میں سے تھا۔ انہیں زخموں کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔ الاعلام، ج ۶، ص ۱۳۲۔

۴۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۹، ص ۲۷۳۔ الکامل فی التاریخ، ج ۷، ص ۱۳۱۔ مروج الذھب، ج ۴، ص ۶۸۔

۵۔ محمد بن جعفر بن حسن بن عمر بن علی بن حسین علوی طالبی، انہوں نے شہر ری میں ۲۵۰ ہجری میں قیام کیا کہ جو زید بن حسن کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے تھے۔

۶۔ محمد بن عبد اللہ بن طاہر خزاعی (۲۰۹-۲۵۳ھ) ابو عباس، ایک بہادر جنگجو انسان تھا کہ جو متوکل عباسی کی جانب سے سپہ سالار و گورنر رہا ہے۔ اور بغداد میں انتقال کیا۔ الاعلام، ج ۶، ص ۲۲۲۔

۷۔ مروج الذھب، ج ۴، ص ۶۹۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۹۰۔ تاریخ الامم و الملوک، ج ۹، ص ۲۷۵۔ الکامل فی التاریخ، ج ۷، ص ۱۳۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

احمد بن عیسی کا زندگی نامہ

احمد بن عیسیٰ[1] بن زید بن علی بن حسین علیہم السلام ہارون کے زمانے میں زندان سے فرار ہوئے تھے اسی وجہ سے ہارون نے حکم دے رکھا تھا کہ احمد کی تلاش کرنے میں تمام ان افراد کے گھروں کی تلاشی لی جائے کہ جو افراد اس تحریک کی حمایت میں شامل تھے۔ کیونکہ احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسینؑ بغداد میں چھپے ہوئے تھے اور وہاں سے مختلف مقامات میں پناہ حاصل کی تھی[2]۔ احمد بن عیسیٰ اس قدر اپنے آپ کو چھپاتے رہے کہ ان کی موت اسی میں واقع ہوئی، خلیفہ عباسی نے احمد بن عیسیٰ کو گرفتار کرنے کے لئے بہت زیادہ کوششیں کی۔ اس کا ایک فریبی اقدام یہ تھا کہ ایک حاکم کو کوفہ میں بھیجا تاکہ ظاہراً مذہبی تحریک کی حمایت کرے خلیفہ نے والی کوفہ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ خوب درہم و دینار وپیسہ کوفہ کے لوگوں پر خرچ کرے تاکہ وہ اسے اپنا سمجھیں اور احمد بن عیسیٰ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گورنر نے نیز خلیفہ کے دستور پر عمل کیا لیکن ایک گروہ نے اس سے کہا کہ احمد بن عیسیٰ خود کو ظاہر نہیں کریں گے۔ گورنر نے ان کے دیدار پر کافی اصرار کیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ احمد بن عیسیٰ کا دیدار کروں لیکن پھر اس سے کہہ دیا گیا کہ احمد بن عیسیٰ کے دیدار کی کوئی راہ نہیں ہے۔

اس نے کہا پس یہ مال و متاع ان کی خدمت میں پہونچا دو تاکہ جہاں وہ چاہتے ہیں خرچ کریں اور ان کو پیغام دو کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو تمام مسلمانوں کا مال آپ تک پہونچا دیتا۔ اس مال کو احمد کے ایک دوست و ساتھی بنام (حاضر) کی خدمت میں پیش کیا گیا اس نے نیز اس مال کو قبول کرلیا۔ مکّار گورنر نے اسی طرح اپنی روش کو جاری رکھا یہاں تک کہ لوگوں کو اس سے الفت و محبت ہو گئی اور اس پر اعتماد کرلیا۔

یک روز گورنر نے لوگوں سے اس طرح کہا: کیا احمد بن عیسیٰ میرے پاس نہیں آئیں گے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ ممکن نہیں ہے۔ اس نے کہا: پس مجھے اجازت دو کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ کہا کہ ہم ان

۱۔ ابو عبداللہ حسینی علوی طالبی (۱۵۷-۲۴۷ھ) عالم دین، فقیہ و محدث تھے، اپنے زمانے میں مشہور شخصیت اور فرقۂ زیدیہ کے بنی عباس کے دور میں عظیم شخصیت مانے جاتے تھے۔ الاعلام، ج۱، ص۱۹۱۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۹۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے پوچھیں گے وہ احمد بن عیسیٰ کے پاس آئے اور ان کو کوفہ کے گورنر کا پیغام سنایا۔ مگر انہوں نے ملنے سے انکار کیا اور کہا خدا کی قسم میں یہ اجازت کبھی نہیں دوں گا۔ تم پر وای ہو کہ اس طرح کے الفاظ کیوں اپنی زبان پر جاری کرتے ہو؟ خدا کی قسم وہ مکّار و فریبی شخص ہے۔ (کیونکہ احمد حکومت کے طرفدار و حامیوں سے آشنائی رکھتے تھے) حاضرین نے کہا: نہ خدا کی قسم وہ مکار نہیں ہے[1]۔

ان لوگوں نے اس قدر اصرار کیا کہ احمد کو اس کے پاس آنا پڑا اور ایک مقام معین کردیا تاکہ گورنر اس سے ملاقات کرسکے۔ گورنر نے نیز انہیں گرفتار کرنے کی تدبیر تلاش کی۔ احمد نے بہت جلد گورنر کی نیت کو پرکھ لیا اور وہاں سے فرار ہوگئے۔ مگر احمد بن عیسیٰ کے بعد ساتھی گرفتار ہوگئے اور خلیفہ عباسی کے پاس بھیج دیئے گئے۔ خلیفہ نے ان میں سے ایک سے کہا: خراسان سے میری دارالحکومت میں آئے ہو اور لوگوں سے بیعت لے رہے ہو اور میرے سارے امور کو تباہ و برباد کررہے ہو؟ اس نے جواب دیا میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ خلیفہ نے کہا: ہاں خدا کی قسم تم نے اسی طرح کیا ہے۔ تیرے بیعت لینے کا علم رکھتا ہوں اور دیگر بیعت لینے کی فرصت نہیں پائے گا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اسے شتر کی کھال میں خاص طرح سے بٹھائیں اور اس کے سر کو تن سے جدا کردیں۔

اس کے بعد خلیفہ نے (حاضر) کی طرف رخ کیا اور کہا کہ تجھے یحیٰی بن عبداللہ کے مثل جانتا ہوں کیا تجھے یاد ہے کہ ایک دور میں تیرے گناہ سے چشم پوشی کرکے تجھے امان دی تھی جبکہ میں قدرت رکھتا تھا اور تجھے نابود کرسکتا تھا؟ لیکن تو نے مجھ سے دشمنی اختیار کی اور احمد بن عیسیٰ کو بلّی کے مانند کہ جو اپنے بچے کو ادھر وادھر ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک گھر سے دوسرے گھر لیے پھرتی ہے، اختیار کرلیا ہے۔ خدا کی قسم یا احمد بن عیسیٰ کو میرے سامنے پیش کردے ورنہ تجھے قتل کروں گا۔

حاضر نے کہا: جو کچھ بھی تجھے خبر دی گئی ہے غلط ہے خلیفہ نے کہا: خدا کی قسم یا اس کو حاضر کردے یا تیری گردن اڑادوں گا۔ حاضر نے کہا: اس صورت میں خدا کے نزدیک تیرے اس جرم کی عدالت کا طلبگار رہوں گا۔ خلیفہ نے کہا: خدا کی قسم یا اس کو دربار میں لے آ ورنہ اگر تجھے قتل نہ کردوں تو مہدی کا بیٹا نہیں ہوں۔ حاضر نے کہا: خدا کی قسم اگر احمد بن عیسیٰ میرے قدموں کے نیچے ہوتے تو میں اپنے پیر کو

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۶۲۲

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہ اٹھاتا کہ تو ان کی طرف نگاہ بھی کر سکے (اور کسی طرح راضی نہیں ہونگا کہ فرزند رسول خداؐ کو تیرے حوالے کردوں) تاکہ تو اسے قتل کردے؟ جو تجھ سے ہوسکتا ہے وہ کرلے۔ خلیفہ نے قتل کا حکم دے دیا اور اس طرح حاضر بھی شہید ہوگئے۔[۱] یہ ان افراد کا حال تھا کہ احمد بن عیسیٰ کی تادم موت حمایت کررہے تھے۔ تھے۔

حکومت نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ احمد کو گرفتار کرنے کے لئے دوسرے مکروفریب کا سہارا لیا۔ حکومت کو اطلاع ملی کہ احمد اہواز میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ حکومت نے اپنے ایک شخص کو وہاں بھیجا اور احمد بن عیسیٰ نے اسے اپنا حامی و طرفدار سمجھا اور مصر وافریقہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ احمد نے یہ ارادہ اسی شخص کے مشورے پر بنایا تھا۔ احمد مصروافریقہ کو اپنی سرگرمیوں کے لئے مناسبتر سمجھ رہے تھے کیونکہ بنی عباس کے جاسوس اس علاقہ میں نہیں پائے جاتے تھے حکومت بنی عباس نے فقط اس شخص کو اہواز بھیجنے پر اکتفا کیا۔ کیونکہ حکومت اچھی طرح واقف تھی کہ اگر سپاہی یا لشکر اس کی طرف بھیجے گا تو قبل اس کے کہ لشکر اہواز کی سرزمین پر قدم رکھے احمد کو پتہ چل جائے گا لہٰذا اسی لئے حکومت عباسی نے بہتر سمجھا کہ سب سے بہتر روش یہی ہے کہ اسی شخص کو احمد کے پاس بھیجے اور وہ جاکر خود کو مذہبی تحریک کا رکن و ممبر بتائے۔

اس طرح احمد نے اس شخص کے مشورے کو قبول کیا اور توافق کیا کہ کشتی سے واسط اور کوفہ کے راستے شام اور وہاں سے مصر جائیں اس شرط پر کہ وہ شخص اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے واسط میں ان سے جدا ہوجائے۔

کشتی میں سوار ہوئے اور جیسے ہی واسط پہونچے وہ شخص ان سے جدا ہوگیا لیکن اپنے کچھ جاننے والوں کو احمد اور ان کے ساتھیوں کی حفاظت اور ان پر نگاہ رکھنے کے لئے کشتی میں چھوڑ دیا۔ درمیان راہ کچھ سپاہی ٹیکس اخذ کرنے ان کے پاس آئے اس شخص کے ساتھیوں نے ان سپاہیوں سے کہا کہ ہم ابی الساج (عباسی حکومت کے اعلیٰ درجہ پر فائز) کے خادم و ساتھی ہیں جو کہ ایک اہم کام کے انجام دینے میں مشغول ہیں اور ان سے چاہا کہ انھیں جانے دیں۔ احمد بن عیسیٰ اور اس کے ساتھی اس گفتگو سے حقیقت تک پہونچ گئے اور جب تھوڑا اور راستہ طے کرلیا تو احمد بن عیسیٰ نے کہا: کشتی کو کنارلگائیں تاکہ ہم نماز ادا کرلیں۔ اس

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۹۴۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

طرح کشتی سے اترے اور نخلستان میں متفرق ہو کر چھپ گئے اور پھر ابو الساج کے کارندوں سے جدا ہو گئے۔

ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس سفر کے آخر میں احمد اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کریں یہ تمام تلاش وکوشش اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ احمد بن عیسیٰ کا وجود حکومت عباسی کے لئے ایک بہت بڑے خطرے کا سبب تھا[۱]۔

عبداللہ بن موسیٰ کا زندگی نامہ

مخفی ہونے والے افراد میں دوسرے عبد اللہ بن موسیٰ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں کہ جنہوں نے مامون کے زمانہ خلافت میں خود کو نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ صاحب مقاتل کہتے ہیں: مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد عبد اللہ کو نامہ لکھا تاکہ وہ مخفی گاہ سے باہر آئے اور اسے امام کی جگہ اپنا ولی عہد بنائے اور اس کی بیعت کرے اور اسے نیز ایسے شخص کے زمرے میں شمار کرے کہ جس کا خاندان قابل عفو بخشش ہے۔ مامون نے اس کو اپنی طرف مائل کرنے کی خاطر خط میں اس طرح کے الفاظ تحریر کئے تھے۔ لیکن عبداللہ بن موسیٰ نے اسے اس طرح جواب دیا: مجھے کس چیز سے فریب دیتا ہے؟ تو ہی تھا کہ جس نے ابی الحسن کو انگوروں کے ذریعہ زہر دے کر قتل کیا ہے[۲]۔

خدا کی قسم مجھے موت کا ڈر وخوف نہیں کہ جو میں تیرے اس مشورے کو قبول نہیں کر رہا ہوں میں مناسب نہیں سمجھتا کہ تجھے اپنے اوپر مسلط کروں۔ اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہوتا تو ہر حال میں تیرے پاس ضرور حاضر ہوتا تاکہ مجھے دنیا کے شر سے نجات دے دے۔ وہ اپنے جواب کے سلسلے کو اس طرح آگے بڑھاتا ہے:

جیسا کہ زمانہ گذشتہ سے آج تک تو اور تیرے باپ نے ہمارے خون کو حلال جانا ہے اور ہمارے حق کو غصب کیا ہے، مجھے اس کام سے معاف کر۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے کھلم کھلا ہم سے دشمنی کا اظہار کیا

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۹۶۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۶۲۸

ہم بھی ان سے پرہیز کرتے ہیں۔ تیرا مکرو فریب ان کے مکر سے بھی ماہرانہ ہے گرچہ ظاہراً ہماری طرفداری کررہا ہے لیکن باطن میں ہم سے دشمنی رکھتا ہے اور ہمیں ایک ایک کرکے قتل کررہا ہے۔ میں جہاد کو دوست رکھتا ہوں میں نے اپنی تلوار کو تیز کرلیا ہے اور نیزے کی انی پر رسان رکھ لی ہے اور اپنے گھوڑے کو آمادہ کرلیا ہے ابتدا میں نہیں جانتا تھا کہ کون سا دشمن، اسلام کے لئے زیادہ نقصان کا باعث ہے مگر یہ جانتا تھا کہ کتاب خدا تمام علوم کو اپنے دامن میں سمائے ہوئے ہے۔ میں نے قرآن سے استخارہ کیا تو میری رہنمائی کے لئے یہ آیت سامنے آئی: "یا ایھا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار والیجدوا غلظةً"[۱]۔

اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کون شخص میرے زیادہ قریب ہے لہٰذا دوبارہ قرآن سے استخارہ کیا قرآن کھولا اور اس آیت سے مدد ملی اور اپنے جواب کو اس آیت سے دریافت کیا۔

"لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یُوادُّون من حآد اللہ و رسولہ ولو کانوا آبائھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم"[۲]۔

پھر میں نے اندازہ لگالیا کہ مجھے چاہیئے کہ اپنے نزدیک ترین عزیز واقارب سے کام کا آغاز کروں اور کافی تفکر کے بعد نتیجہ سامنے آیا کہ اسلام و مسلمانوں کو تجھ سے زیادہ کسی دوسرے دشمن سے نقصان نہیں ہے کیونکہ کفار ظاہر میں اسلام سے خارج ہیں اور شریعت کے مخالف ہیں اور لوگ اسی وجہ سے ان سے پرہیز کرتے ہیں اور ان کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں مگر تو نے اسلام کا ظاہری لباس پہن کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے اور تو اسلام کی دھجیاں اڑا رہا ہے لہٰذا تو اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

عبداللہ بن موسیٰ کے خط کو تاریخ کی بڑی کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے[۳]۔

راوی کہتا ہے کہ جعفر بن محمد ورّاق کوفی نے مجھ سے اس طرح کہا: عبداللہ بن علی بن عبیداللہ علوی نے اپنے پدر بزرگوار سے میرے لئے اس طرح نقل کیا ہے:

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۱۲۳۔

۲۔ سورہ مجادلہ، آیت ۲۲۔

۳ - مقاتل الطالبین، ص ۴۹۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مامون نے عبد اللہ بن موسیٰ کہ جو حکومت سے فرار اختیار کرکے مخفیانہ زندگی گزار رہا تھا، کو خط لکھا اور خط میں امان دینے کے بعد وعدہ کیا کہ اسے علی بن موسیٰؑ کے مانند اپنی ولایت عہدی کے منصب پر فائز کرے گا۔ مامون نے اپنے خط میں اس طرح تحریر کیا تھا: میں گمان نہیں کرتا کہ جو میں نے امام علی رضاؑ کے حق میں انجام دیا اس کے بعد خاندان ابو طالب کا کوئی فرد مجھ سے خوف زدہ ہوگا۔ اس نے اس خط کو عبد اللہ کے لئے روانہ کردیا اور عبد اللہ نے بھی اس کا جواب مامون کو اس طرح تحریر فرمایا:

میں نے تیرے خط کو وصول کیا اور اسے پڑھ کر کافی غور و فکر کی، تو نے خط میں مکار قاضیوں کی طرح حیلہ گری سے کام لیا ہے اور اس مکر و فریب سے تو میرا خون بہانہ چاہتا ہے اور میں تیرے اس ارادے پر کہ جو مجھے اپنا ولی عہد بنانے کا کیا ہے، بہت تعجب کرتا ہوں! تو یہ گمان کرتا ہے کہ جو کچھ تو نے امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ انجام دیا ہے میں اس سے باخبر نہیں ہوں؟ تو یہ گمان کرتا ہے کہ میں کسی چیز کے حصول میں لگا ہوں؟ جس حکومت کی حلاوت و چمک دمک نے تجھے شیفتہ و فریفتہ کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر زندہ مجھے آگ میں جلا دیا جائے تو میں راضی ہوں اس سے کہ تیری حکومت میں کسی منصب و عہدہ کو اپنے ہاتھ میں لوں۔ یا تشنگی سے جان دے دوں اس سے پہلے کہ حرام میرے شکم میں جائے تو نے یہ سوچا ہے کہ میں ان زہر آلود انگوروں کہ جن کے ذریعہ تو نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو قتل کیا ہے، فریب کھا جاؤں؟ آیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ مخفی زندگی نے مجھے خستہ کردیا ہے اور میں اس سے عاجز آچکا ہوں خدا کی قسم ایسا ہی ہے زندگی سے عاجز آچکا ہوں اور دنیا کو دشمن رکھتا ہوں اور اگر میرا دین مجھے اجازت دیتا کہ اپنے ہاتھ کو تیرے ہاتھ پر رکھ دوں تاکہ تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے، ایسا ہی کرتا۔ لیکن خدا نے مجھے اس امر سے کہ میں خود کو موت کے حوالے کردوں، منع کیا ہے۔ اگرچہ ممکن ہے تو مجھ تک پہونچ جائے اور مجھے گرفتار کرلے اور میرا کام تمام کردے تو اس حال میں پروردگار کا دیدار کروں گا کہ مظلومانہ قتل ہوا ہوں اور اس دنیا سے رخصت ہوا ہوں۔

جان لے کہ میں نے اپنی نجات کا سامان فراہم کرلیا ہے اور کوشش کی ہے کہ خوشنوی خدا کو حاصل کروں اور ایسے اعمال انجام دوں کہ جو خدا سے تقرب کا سبب ہوں لیکن جس تدبر و تفکر نے مجھے اس ہدف تک پہونچایا وہ قرآن ہے کہ جس نے انسانوں کی ہدایت و شفا کی ذمہ داری اپنے دوش پر رکھی ہوئی ہے۔ قرآن کی طرف رجوع کیا اور ایک ایک سورہ و آیت پر نگاہ ڈالی اور غور و فکر کی مگر کسی شئی کو شہادت

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے زیادہ خوشنودی خدا اور تقرب خدا کا سبب نہیں پایا۔ جس وقت میں نے آیت جہاد سے تمسک کیا اور اس پر غور وفکر کیا کہ کس گروہ سے جہاد کے لئے قیام کروں تو اس وقت اس آیت کو اپنی نظروں کے سامنے پایا۔"قاتلوا الذین یلونکم من الکفار والیجدوا فیکم غلظِةً[1]"

جب میں نے دوبارہ قرآن سے استخارہ کیا تو آیت کے سلسلے میں غور وفکر کیا کہ کون سا کام اسلام کے لئے زیادہ نقصاندہ ہے اور کون ان میں سے میرے زیادہ نزدیک ہے؟ تو تجھے سب سے زیادہ اسلام کا دشمن پایا کیونکہ کفار نے اپنے کفر کو ظاہر کردیا ہے اور تمام مسائل نیز لوگوں پر واضح وروشن ہوگئے ہیں اور جبکہ ان کی ماہیت لوگوں پر آشکار ہوگئی تو لوگوں نے ان سے اجتناب کرلیا ہے مگر تو نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو فریب دے رکھا ہے اور اپنے کفر کو مخفی کررکھا ہے اور تو نے معمولی سے سوء ظن کی وجہ سے انہیں قتل کرڈالا اور چھوٹی سی تہمت پر ان کا مواخذہ کیا اور خدا کے اموال کو راہ حرام وراہ باطل میں خرچ کرڈالا۔ تو علنی وکھلم کھلا شراب پیتا ہے اور مال خدا کو اہل لہو ولعب اور ناجائز کام کرنے والوں کے حوالے کردیا ہے اور مسلمانوں کو اس مال سے محروم کررکھا ہے اور خود کو اسلام کے زیر سایہ پنہان کررکھا ہے اور سرزمین اسلام کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ مشرکوں کو اس شہر کی حکومت کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور کیونکہ تو خدا کے دشمنوں کا ساتھ دے رہا ہے اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر اتر آیا ہے، اگر وقت اور قسمت نے میرا ساتھ دیا اور خدا نے میری مدد کی تو حق کے پیروکاروں کے ہمراہ اپنی جان کو راہ خدا میں تیرے مقابل اس طرح فدا کروں گا کہ خدا کی خوشنودی ورضایت کا سبب قرار پائے گی اور اگر خدا نے تجھے مہلت دی اور تیری سزا کو میری موت کے بعد مقدر رکھا یا میں اس وظیفہ کے ادا کرنے سے پہلے بوڑھا ہوگیا تو میں نے جو سعی وتلاش کی ہے خدا خود اس سے آگاہ ہے اور یہی میرے لئے کافی ہے[2]۔

عبد اللہ اسی طرح پوشیدہ رہے یہاں تک کہ متوکل کی خلافت کے زمانہ میں انتقال کرگئے۔ راوی کہتا ہے: احمد بن سعید نے یحییٰ بن حسن سے، اس نے اسماعیل بن یعقوب سے، اس نے محمد بن سلیمان زینبی سے میرے لئے اس طرح روایت نقل کی ہے:

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۱۲۳۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۹۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

عبد اللہ بن موسیٰ کی موت کی خبر متوکل کو اس وقت ملی کہ ان کی موت کو چودہ روز گزر چکے تھے اور جیسے ہی احمد بن عیسیٰ کے مرنے کی نیز متوکل کو اطلاع ملی تو متوکل ان دو افراد کی موت پر بہت زیادہ شاد و خوشحال ہوا کیونکہ ان کی فضیلت اور ان کی تحریک سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا اور دوسری طرف زیدیہ بھی ان کے فرمابردار تھے اور متوکل ان دو گروہ کے خروج سے خوف زدہ تھا اور جب دونوں کے مرنے کی خبر سن لی تو اس کو سکون مل گیا۔ مگر ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ واصل جہنم ہو گیا[1]۔

ہم نے زید بن زین العابدینؑ کے بارے میں پہلے بیان کیا اور اس نکتہ کا تذکرہ کیا کہ حسین ذو الدمعہ کہ جن کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر تھی، یہ زید بن زین العابدینؑ کے ایک فرزند تھے۔ اور ہم نے بیان کیا کہ حسین ذوالدمعہ کا ایک پوتا تھا کہ جس کو یحیٰی بن عمر بن حسین ذوالدمعہ کہا جاتا تھا۔ اور نیز یہ بھی کہا کہ اس نے عرصہ دراز تک کوفہ میں حکومت کی ہے اور اس کی زندگی کا مختصر و خلاصتاً تذکرہ کیا۔ ہمارے اس مقام پر اس کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ یحیٰی بن عمر بن حسین ذوالدمعہ کا انقلابی واقعہ خلافت متوکل کے زمانہ میں رونما ہوا تھا کہ جو مستعین کے زمانے تک رہا ہے۔ یحیٰی نے متوکل کے دور میں اپنے قیام کا خراسان میں آغاز کیا لیکن عبد اللہ بن طاہر نے اسے شکست دی اور متوکل نے حکم دیا کہ اسے عمر بن فرج رخجی کے سامنے پیش کرے اس حکم پر اسے عمر بن فرج کے حوالے کر دیا گیا عمر نے اس سے سخت لہجے میں گفتگو کی لیکن یحیٰی نے اس کا اسی طرح جواب دیا اور اس کی سرزنش کی۔ عمر نے متوکل سے اس کی شکایت کی اور متوکل کے حکم سے یحیٰی کو اٹھارہ تازیانے لگائے گئے اور اسے بغداد کے زیر زمین قیدخانہ میں حبس کر دیا گیا۔ سالہا وہاں رہنے کے بعد آزادی نصیب ہوئی۔ اس نے آزادی کے بعد بغداد میں زندگی بسر کی یہاں تک کہ کوفہ میں قیام کیا اور تمام لوگوں کو رضائے آل محمدؐ کی طرف دعوت دی۔ یحی عدالت اور خوش اخلاقی کے حامل تھے اور شجاع، طاقتور، دلیر اور ہر بری خصلت و لہو و لعب سے دور تھے۔

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۵۰۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت تک یہی حالت جاری رہی۔ امام کے دور میں اسلامی ممالک میں جگہ جگہ بیس سے زیادہ تحریک وانقلاب وجود میں آئے۔ اس مقام پر اس اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہیئے کہ:

یہ قیام، خلافت متوکل کی پیداوار تھے، وہ خلیفہ کہ جو مجاہدوں اور انقلابیوں کا خون بہانے میں مشہور رہا ہے۔ متوکل کے دور خلافت سے پہلے مذہبی تحریک کافی عروج پر پہونچ چکی تھی یعنی تحریک کے مسائل تقریباً پوشیدہ وپنہان کاری سے باہر آچکے تھے اور بہت سے تحریک سے بزرگ افراد بطور علنی وظاہری طور پر سرگرم عمل رہتے تھے لیکن جیسے ہی متوکل تخت خلافت پر بیٹھا پہلا سیاسی قدم خشونت و قتل وغارت گری سے اٹھایا وہ اس لئے اس منصب پر آیا تھا تاکہ اس تحریک کو نیست ونابود کرے اور قدرت وطاقت کے ذریعہ تحریک کو شکست دے۔ لہٰذا اس نے اس تحریک کے بازوؤں خصوصاً اعضاء سیاسی و نظامی کو درہم برہم کردیا اور یہ وہی مطلب ہے کہ مورخین جس پر بہت زیادہ تاکید کرتے ہیں صاحب مقاتل اس طرح تحریر کرتے ہیں:

متوکل خاندان ابوطالب کی نسبت بہت زیادہ سخت تھا اور علویوں کو تنگ رکھتا تھا اور ان کے امور پر بہت کڑی نظر رکھتا تھا اور ان کی نسبت بہت زیادہ کینہ رکھتا تھا اور سوء ظن کی بنا پر ان پر مختلف تہمتیں لگاتا رہتا تھا اور اس کا وزیر عبیداللہ بن یحییٰ ابن خاقان متوکل کو روز بروز علویوں کی طرف سے بدبین کرتا رہتا تھا اور متوکل کی بدرفتاری کو علویوں کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کرتا تھا علویوں پر متوکل کا فشار اتنا بڑھا کہ اس سے پہلے اتنا کسی خلیفہ نے تنگ نہیں کیا تھا من جملہ متوکل کے کاموں میں امام حسینؑ کی قبر کو منہدم کرنا اس طرح کہ قبر کا ذرا برابر اثر باقی نہ رہے اور نیز قبر تک پہونچنے کی راہ میں جگہ جگہ پلیس کیمپ قرار دیئے کہ جو بھی زیارت امامؑ کو جاتا اسے گرفتار کرتے تھے اور متوکل کے پاس لے آتے تھے یا اسے وہیں قتل کردیتے تھے یا پھر اس کو سخت سزا دیتے تھے[1]۔ صاحب مقاتل مذہبی تحریک کے حالات میں متوکل کی خلافت سے پہلے اور اس کے بعد اس طرح بیان کرتے ہیں:

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۷۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریک کے افراد واعضاء آرام سے زندگی گزار رہے تھے یہاں تک کہ متوکل کے دور خلافت میں پراکندہ ہوگئے[۱]۔

دیگر کتب تاریخ نیز اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور متوکل کے دور کو آزادی کے بعد سختی اور امنیت کے بعد قتل وغارت گری کے دور سے یاد کرتی ہیں[۲]۔

انقلاب اور جو بڑی تحریکیں برپا ہوتی تھیں حکومتوں کی نفی کے ساتھ ساتھ، امت میں پائیداری واستقامت کی نیز تقویت کرتی تھیں۔ جہاں بھی ہم ان تحریک وانقلابات کے عناصر کی تحقیق کرتے ہیں توزیادہ تر افراد حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے پرورده وتربیت یافتہ پاتے ہیں۔ جن وجوہات کا ہم نے تذکرہ کیا وہ فقط حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ذریعہ مذہبی تحریک کی رہبری کی جہات کو اپنے زمرے میں لیتی ہیں اور دیگر جوانب کو زمانے کے اوپر چھوڑتے ہیں۔

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۷۹۔

۲۔ الفخری، ص ۲۱۳، کامل ابن اثیر ج ۷، ص ۱۹، تاریخ ابوالفدا، ج ۲، ص ۲۰۔ مقاتل الطالبین، ص ۴۷۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی امامت طویل عرصہ تک باقی رہی اس دوران بہت زیادہ قیام، انقلابات و تحریکیں وجود میں آئیں۔کہ جن کی تعداد بیس سے زیادہ ہے کہ جن کی قیادت علوی سادات کے کاندھوں پر تھی کہ جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد سے تھے ان میں سے اکثر حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زیر سایہ پروان چڑھے اور تربیت یافتہ تھے۔ان تحریکوں نے اسلامی امت میں ترقی، ثابت قدم اور استقامت کی تقویت اور روح پھونکی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

پانچویں فصل

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی تحریک

- ✓ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور امت کی قیادت
- ✓ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی انقلابات

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور امت کی قیادت

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو زہر کے ذریعہ مسموم کرکے شہید کردیا گیا۔ امام کو معتمد عباسی نے زہر دیا[1] لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپؑ کی شہادت ۲۵۴ھ میں واقع ہوئی ہے تو معتز عباسی کو آپ کی شہادت کا مسبّب جانا جاسکتا ہے[2]۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امامت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف منتقل ہوگئی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ربیع الثانی ۲۳۱ھ[3] یا ۲۳۲ھ[4] میں دنیا میں تشریف لائے۔ اور قول معروف کی بنا پر آٹھویں ربیع الاول ۲۶۰ھ سامرا میں شہید ہوگئے۔ آپ کی مدت امامت چھ سال ہے[5]۔

۱۔ ابن بابویہ اور کفعمی سے علامہ مجلسی نے بحار الانوار، ج۵۰، ص۳۳۵ میں نقل کیا ہے اور اسی طرح مناقب، ج۴، ص۴۰۰ میں مذکور ہے۔

۲۔ طبرسی نے اعلام الوری، ص۳۳۵ پر تحریر کیا ہے: معتز کی حکومت آٹھ سال چھ مہینے رہی اور اسی کی حکومت کے آخری ایام میں ولی خدا حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح فصول مہمہ، ج۲، ص۱۰۷۵۔ اور طبری نے دلائل الامامۃ، ص۲۱۶ پر اور اربلی نے کشف الغمہ، ج۲، ص۳۹۷ پر نقل کیا اور الانساب، ج۹، ص۳۰۳ میں ہے کہ حضرت کی شہادت سامرہ میں معتز کے زمانے میں ہوئی ہے۔

۳۔ تاریخ موالید الائمہ، ص۴۳۔ وفیات الاعیان، ج۲، ص۹۴۔

۴۔ جیسا کہ بحار الانوار، ج۵۰، ص۲۳۶ میں مناقب ابن شہر آشوب، دلائل حمیری، اعلام الوری، کافی اور مصباح کفعمی سے نقل ہوا ہے۔

۵۔ اکثر مورخین کا اسی تاریخ پر اتفاق ہے آپ کی ولادت مدینہ منورہ اور شہادت شہر سامرہ میں واقع ہوئی ہے۔ کافی، ج۱، ص۵۰۳۔ ارشاد، ج۲، ص۳۱۳۔ اعلام الوری، ص۳۶۷۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی نظر میں رہبری کی خصوصیات کے بارے میں فرامین

اکثر وبیشتر احادیث کہ جو رہبری کے بارے میں پائی جاتی ہیں وہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے نقل ہوئی ہیں کیا ان روایات کو ان خصوصیات کا منبع تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ ہر گز نہیں کیونکہ ہر شئی حکمت کے تابع ہے اور جیسے کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا کہ مذہب ومکتب تاریخ میں تین معین مراحل کا حامل رہا ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی سیرت کے مفہوم کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ مکتب نے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی توانائی وطاقت حاصل کی ہے۔ خصوصاً یہ تمام احادیث آئمہؑ کے دور کے بعد کی رہبری یعنی عصر غیبت کے بارے میں بیان ہوئی ہیں۔ اور یہیں سے اس کام کی اہمیت کہ جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے انجام دیا ہے واضح ہوتی ہے۔ کیونکہ احادیث بیان کرنے کا مسئلہ فقط مذہبی تحریک کے گروہ ہی پر خلاصہ نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ احادیث آئمہؑ کے معین کردہ قوانین میں شمار ہوتی ہیں اور جو وظائف ہیں وہ بیان ہوئے ہیں۔ یہ وظائف کچھ اس طرح ہیں: ان احادیث کی حفاظت، ان کو اصول و ضوابط کے پیکر وسانچے میں قرار دینا، تمام زمانوں میں فقہاء کی تربیت کرنا اور اس کے مانند کام کہ جنہیں آخری آئمہؑ نے انجام دیا ہے۔

امامؑ نے جس ذمہ داری کو اپنے دوش پر سنبھالا ہے اس کی اہمیت روایات سے پہچانی جاسکتی ہے۔

قاسم ہروی کہتا ہے کہ بنی اسباط کے ایک شخص نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے نامہ کو دریافت کیا۔ یہ شخص اس طرح بیان کرتا ہے کہ: میں نے حضرتؑ کی خدمت میں خط لکھا تھا اور آپؑ کو آپؑ کی امامت کے بارے میں جو شیعوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا تھا اس سے آگاہ کیا اور آپ سے ہدایت ورہنمائی طلب کی۔ حضرتؑ نے نیز جواب میں اس طرح تحریر فرمایا:

"خداوند متعال عقلمند انسان کو مخاطب قرار دیتا ہے اور کوئی شخص نہ آیات لا سکتا ہے اور نہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر دلیل بیان کر سکتا ہے لیکن پھر بھی کفار، انبیاء علیہم السلام کی طرف جادوگری اور جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے اور خدا اس شخص کی ہدایت کرتا ہے کہ جو ہدایت قبول کرے اور بہت سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

افراد ان دلائل پر قانع ہو جاتے ہیں اگر ہمیں خداوند متعال کلام کی اجازت دے تو ہم کلام کریں گے و گرنہ خاموش رہتے ہیں لوگ مختلف طبقات و گروہ میں تقسیم ہوتے ہیں ایک گروہ ان میں سے راہ نجات کا طلبگار ہے اور ریسمان حق کو مضبوطی سے پکڑتا ہے اور خود کو محکم و مضبوط شاخ سے متمسک کرلیتا ہے اور اپنے اندر شک وتردید کو جگہ نہیں دیتا ہے کیونکہ شک وتردید کوئی مقام نہیں رکھتے اس کے بالمقابل دیگر طبقہ ہے کہ جو حق کا طلبگار نہیں ہے یہ گروہ ان افراد کے مانند ہے کہ جو دریا میں سوار ہیں اور دریا کی موجوں میں متزلزل ہوتے ہیں اور جب دریا کی موجیں رکتی ہیں تو انہیں بھی آرام و سکون نصیب ہوتا ہے۔ لوگوں کا دوسرا گروہ وہ ہے کہ جس پر شیطان مسلط ہے[۱]۔ یہ گروہ اپنے ذاتی حسد کے سبب[۲] اہل حق کی تردید اور باطل کی نشر واشاعت کے علاوہ کچھ انجام نہیں دیتا ہے تو جو ادھر ادھر بھٹکتا ہے اسے چھوڑ دے کیونکہ چرواہا اپنے جانوروں کی غذا جمع کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ کمترین کوشش میں اسے جمع کرے۔

تو نے شیعوں کے اختلاف کو بیان کیا۔ اگر وصیت پدر اور شرط سن و سال درکار ہے تو کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ (میں وصی بھی ہوں اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا بڑا بیٹا بھی ہوں) اور جو شخص قضاوت کی مسند پر بیٹھے (اور سب اس کی طرف رجوع کریں) تو وہ قضاوت کے لئے شائستہ تر و مناسب تر ہے۔ تو نیز لوگوں کے ساتھ نیکی سے برتاؤ کر اور بات بڑھانے اور ریاست طلبی سے پرہیز کر کیونکہ یہ دو چیزیں انسان کو نابود کردیتی ہیں تو نے کہا کہ میں نے فارس جانے کا ارادہ کیا ہے خداوند متعال خیر و سلامتی کے ساتھ منزل تکمیل تک پہنچائے مگر تو خدا کی مدد سے امن و امان کے ساتھ مصر میں وارد ہوگا۔ ان شیعوں کہ جن پر تو اعتماد رکھتا ہے انہیں میرا سلام کہنا انہیں خداوند متعال کی طرف تقویٰ اور امانت ادا کرنے کی دعوت دے اور ان سے کہنا کہ جو بھی ہمارے خلاف سخن چینی کرے ہم سے جنگ کر رہا ہے۔"

وہ کہتا ہے: جب میں نے یہ جملہ (خدا کی مدد سے مصر میں وارد ہو جائے گا) پڑھا تو امام کے مقصد کو نہیں سمجھ پایا۔ بغداد آیا اور فارس کی طرف قصد سفر رکھتا تھا مگر شرائط نے مجھے اجازت نہیں دی اور اسی سبب سے مصر کی طرف روانہ ہوگیا[۳]۔

---

۱ - سورہ مجادلہ، آیت ۱۹۔

۲ - سورہ بقرہ، آیت ۱۰۹۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۹۶۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۴۱۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

قاسم ہروی اس طرح نقل کرتا ہے: ابو محمدؑ نے میری طرف جو جواباً نامہ لکھا اس کا متن یہ تھا: فتنہ تمہارے دامن گیر ہو گا للذا آمادہ رہو۔ جیسے ہی تین روز گزرے بنی ہاشم کے درمیان جھگڑا ہوا کہ جس نے بہت بڑا اختلاف پیدا کر دیا۔ میں نے نیز حضرتؑ کو نامہ تحریر کیا اور آپؑ سے سوال کیا کہ کیا یہ وہی فتنہ ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا: ((نہیں، یہ اس فتنہ کا جز ہے اور تم اسی طرح اپنی حفاظت کرو۔)) چند روز گزرنے کے بعد معتز کا معروف و مشہور فتنہ در پیش آیا[۱]۔

جعفر بن محمد قلانسی کہتا ہے کہ میرے بھائی محمد نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو نامہ لکھا جبکہ اس کی زوجہ حاملہ تھی اور وضع حمل میں زیادہ دن نہیں بچے تھے، امام سے وضع حمل کی دعا کی درخواست کی اور کہا کہ خداوند مجھے بیٹا عطا کرے اور فرزند کے لئے نام کا انتخاب کریں۔ امام نے نیز خدا کی بارگاہ میں اس کے لئے دعا کی اور فرمایا: "خداوند متعال تجھے تندرست و سالم فرزند عطا فرمائے اور محمد و عبد الرحمٰن نیک اور اچھے ناموں میں سے ہیں۔"

وہ کہتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد خدا نے اسے دو جڑواں بیٹے عطا کئے کہ جن میں ایک کے پیر کی انگلی زیادہ تھی لیکن دوسرا فرزند تندرست و سالم تھا اس نے ایک کا نام محمد رکھا اور دوسرے کا عبد الرحمٰن[۲]۔

جعفر بن محمد قلانسی کہتا ہے میں نے محمد بن عبد الجبار جو کہ خادم تھا اس کے ساتھ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے کافی سوالات پوچھے، ہم نے حضرت کو ایک خط لکھا محمد بن عبد الجبار نے امام سے اپنے بھائی کے لئے کہ جو گوسفند خریدنے ارمنستان گیا ہوا تھا، دعا کی درخواست کی تھی۔ امام نے اس کے سوال کا جواب بھیجا لیکن نامہ میں اس کے بھائی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا بھائی جس روز امام نے جواب نامہ تحریر فرمایا۔ انتقال کر گیا تھا للذا ہمیں وہاں سے معلوم ہوا کہ امام اس کی موت سے باخبر تھے اسی وجہ سے آپؑ نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا[۳]۔

ابو ہاشم اس طرح روایت کرتا ہے: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ایک چاہنے والے نے امام کو خط لکھا اور آپ سے درخواست کی کہ کوئی دعا تعلیم کریں حضرت نے نیز اس دعا کو تعلیم فرمایا:

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۹۸۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۴۱۷۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۹۸۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۴۱۸۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۹۸۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۴۱۸۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

"یا اسمع السامعین ویا ابصر المبصرین ویا اعزّ الناظرین ویا اسرع الحاسبین یا ارحم الحاکمین،صَلِ علی محمدٍ وآلِ محمدٍ و اوسع لی فی رزقی و مُدَّلی فی عُمری و امنن علی برحمتک واجعلنی ممن تنتصر به لدینک ولا تستبدل بی غیری "[۱]۔

ابو ہاشم کہتا ہے کہ میں نے دعا کی پروردگار مجھے اپنے لشکر و گروہ میں قرار دے۔اس وقت امام نے میری طرف رخ کرکے فرمایا: "تو خدا کے لشکر و گروہ میں ہے کیونکہ خدا پر ایمان لایا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی ہے اور اولیاء خدا کی معرفت رکھتا ہے اور ان کی اطاعت کرتا ہے پس تجھے بشارت ہو "[۲]۔

محمد بن حسن بن میمون سے روایت نقل ہوئی ہے: میں نے امام کی خدمت میں خط لکھا اور اپنے فقر کا آپ سے گلہ کیا لیکن بعد میں خود سے کہا کہ کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے نہیں فرمایا ہے کہ ہمارے لئے فقر دوسروں کی دولتمندی سے بہتر ہے اور ہمارے ساتھ قتل ہونا دشمنوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے۔

امام نے اس طرح اس کے نامہ کا جواب تحریر فرمایا: "جب بھی ہمارے اصحاب کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو خداوند انہیں فقر میں گرفتار کر دیتا ہے اور کبھی بہت سے زیادہ گناہوں سے درگزر کر دیتا ہے جس طرح کہ تیرے دل نے کہا ہے: ہمارا فقر دشمن کی دولتمندی سے بہتر ہے ہم ان افراد کے لئے پناہگاہ ہیں جو ہماری پناہ میں آتے ہیں اور جو بصیرت کے طلبگار ہیں ان کے لئے نور ہیں۔ ہم اس کے لئے منجی ہیں کہ جو گناہ سے پرہیز کرے اور ہم سے متوسل ہو جو ہم سے محبت کرے اس نے جنت کی راہ اختیار کی ہے اور جو ہمارا مطیع و فرمابردار نہ ہو جہنم اس کے لئے آمادہ ہے[۳]۔"

یہ چند روایات تھیں کہ جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی سیرت کی بیانگر ہیں کیونکہ ہم واضح طور پر جانتے ہیں کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں اہم مسئلہ امت کی تشویق اور

۱۔ اے بہترین سننے والے اور اے سب سے بہتر بصیرت رکھنے والے اور اے برترین ناظرین اور اے جلدی محاسبہ کرنے والے اور اے رحیم ترین حاکم ! محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج اور میرے رزق و عمر میں اضافہ فرما اور اپنی رحمت مجھے نصیب فرما اور مجھے ان افراد میں سے قرار دے کہ جن کے ذریعہ اپنے دین کو کامیابی عطا کرے گا اور اس راہ میں میرا کسی کو عوض وبدلہ قرار نہ دے۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۹۸۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۴۲۱۔

۳ - بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۹۹۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۴۲۱۔ مناقب، ج ۴، ص ۴۳۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریک کو استقامت و پائیداری کی مشکلات کے مقابل تلقین کرنا اور امور میں تفکر عطا کرنا تھا اس لیے کہ مذہبی تحریک کی رہبری کی ذمہ داری آئمہؑ نے اپنے دوش پر اٹھا رکھی تھی۔ یہ مسئلہ خود ان قضایا کی قانون گزاری کے برابر ہے۔ کیونکہ استقامت، ایجاد کے برابر ہے۔ بہت سی احادیث اس علمی حقیقت کو بیان کرتی ہیں کہ تھوڑا عمل صالح کہ جس کو انسان انجام دیتا ہے اور اس پر پابند رہتا ہے تو ان اعمال سے بہتر و برتر ہے کہ جن میں دوام نہ پایا جاتا ہو۔ اگر قضیہ فقط استقامت و پائیداری میں خلاصہ نہ ہو اور عمل کی جڑیں مضبوط کرنا اور اس کی کیفیت بلند کرنا ہو تو کیا بہتر ہے؟ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اس عظیم ذمہ داری کو دوش پر سنبھالا کہ جس نے پوری دنیا کو متاثر کیا اور یہ ذمہ داری ورہبری کی خصوصیات وشائستگی اور اس سے متعلق جزئیات بیان کرنے کے علاوہ کچھ نہیں تھی[۱]۔ اس اہم موضوع کے تحت دونوں کی تربیت کرنا اور پھر معاشرے وسماج کو انہیں اجرا کرنے کی تعلیم دینا کوئی آسان کام نہیں تھا لہٰذا ہر قدم سلامت ایمان اور بصیرت کے ساتھ اٹھایا جاتا تھا اور پھر اجرا کرنے اور ادامہ دینے کی نوبت آتی تھی۔ ہم اس مقام پر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ذمہ داری کے ایک گوشہ کو بیان کرتے ہیں:

ابو ہاشم نقل کرتا ہے کہ میں نے حضرت سے اس آیت کریمہ کے بارے میں سوال کیا: "ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَ مِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَٰتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ "[۲]۔

حضرت نے فرمایا: "وہ سب آل محمد سے ہیں اور جو اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے وہ امامت کا اقرار نہیں رکھتا ہے اور جو افراد راہ عدل کو طے کر رہے ہیں انہوں نے امام کی معرفت حاصل کر لی ہے اور وہ کہ جو خدا کے حکم سے ہر عمل خیر میں سبقت کرتے ہیں وہی ائمہؑ ہیں۔"

میں نے دل میں خیال کیا کہ کیا عظیم مرتبہ ہے جو خدا نے آل محمدؐ کو عطا کیا ہے۔ میں اسی سوچ میں گم تھا کہ امامؑ نے میری طرف رخ کرکے فرمایا: "آل محمدؐ کی عظمت اور ان کا مقام اس سے کہیں بالاتر

---

۱ - اس سلسلے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے مراجعہ کریں علامہ جواد کاظم کی کتاب، القیادۃ الاسلامیہ۔

۲۔ ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا کہ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی جانب سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ فاطر، ۳۲

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے کہ جو تیرا دل کہہ رہا ہے خدا کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے ان افراد میں قرار دیا ہے کہ جو اس کی رسی مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور تجھے روز قیامت انہیں افراد کے ساتھ پکارا جائے گا جس طرح ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا اور تو خیر پر ہے۔"[۱]

خصوصاً جو سعی و کوشش حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کی ہیں وہ اقدار کی جڑوں کو مضبوط بنانے اور اسے جاری رکھنے کے لیے بہت عظیم تھی اور اقدار کی مضبوطی و استمرار، ایجاد سے بلند و برتر ہے۔

۱۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۲۵۸۔ الخرائج، ج۲، ۶۸۷۔

خلاصہ کلام

- حضرت امام حسن عسکری کا زمانہ بہت مختصر رہا ہے صرف چھ سال، حضرت نے بھی اپنے اس مختصر دور امامت میں باقی آئمہ علیہم السلام کی راہ کو آگے بڑھایا اور انہیں کی طرح مذہبی تحریک کی قیادت فرمائی ہے اور اسلامی امت کی تربیت فرمائی اور مذہبی تحریک کو ثابت قدم رکھا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں مذہبی انقلابات

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں جو بھی سیاسی حوادث وجود میں آئے وہ تقریباً مذہبی تحریک کے ہمراہ ہی رہے ہیں اس کی اصل وجہ یہ رہی کہ معاشرے اور سماج میں ظہور پذیر ہونے والی ہر تحریک مذہبی تحریک کی مرہون منت سمجھی جاتی تھی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کہیں عام مخالفت اس کے دامن گیر نہ ہوجائے لہٰذا ہر واقعہ کو مذہبی تحریک کے ساتھ لوگوں کے درمیان معرفی کرتے تھے اور یہ وہی روش تھی کہ جو انقلاب زنج کہ جو پندرہ برس (۲۵۵۔۲۷۰ھ) تک جاری رہا ہے[۱]، جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ صاحب زنج[۲] خیال کرتے تھے کہ علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب یہ وہی ہے کہ جس کی حضرت علیؑ نے بصرہ کے حوادث کے دوران نہج البلاغہ میں پیشنگوئی کرتے ہوئے فرمایا ہے: "یاحنفُ کانّی به و قد سار بالجیش الذی لا یکون له عبارٌ ولا تحب ولا قعقة لجمٍ ولا حمحمةُ خیلٍ یُشیرون الارض باقدامهم کانها اقدامٌ النّعام[۳]" (اے اخنف! گویا کہ میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جو ایک ایسا لشکر

---

۱ - دیکھیں: الفخری، ص۳۶۔

۲ - صاحب زنج کی تحریک کے متعلق بہتر معلومات کے لیے مراجعہ کریں: تاریخ الامم والملوک، ج۹، ص۴۱۰۔ المنتظم، ج۱۲، ص۱۰۲۔ الکامل فی التاریخ، ج۷، ص۲۰۵۔ الفخری، ص۲۴۵۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص۱۸۔

۳ - نہج البلاغہ، وہ خطبہ کہ جس میں بصرہ کے حوادث کے متعلق پیشینگوئی فرمائی۔ بحارالانوار، ج۴۱، ص۳۳۴۔ مناقب، ج۲، ص۲۷۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لے کر آیا ہے جس میں نہ گرد و غبار ہے اور نہ شور و غوغا۔ نہ لگاموں کی جنبش ہے اور نہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ یہ زمین کو اسی طرح روند رہے ہیں جس طرح شتر مرغ کے پیر) ابن ابی الحدین اپنی شرح نہج البلاغہ میں اس طرح تحریر کرتا ہے:

صاحب زنج نے ۲۵۵ھ میں بصرہ میں خروج کیا اور وہ غلام کہ جو بصرہ میں خرید وفروش کئے جاتے تھے ان کے ساتھ شریک ہو گئے[1]۔

وہ بیان کو ادامہ دیتے ہوئے کہتا ہے: جب کہ تمام نسب شناسوں کا متفق نظریہ ہے کہ وہ عبد القیس تھا اور اس کا نام علی بن عبد الرحیم تھا اس کی ماں قبیلہ اسد سے اسد بن خزیمہ کی بیٹی تھی اور اس کی ماں کا دادا محمد بن حکیم اسدی کہ جو کوفہ کے اطراف کا رہنے والا تھا اور یہی وہ شخص تھا کہ جس نے زید بن علی بن حسین کے ساتھ ان کے انقلاب میں شرکت کی تھی۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے دور کے انقلابوں میں ایک اور انقلاب؛ انقلاب جعفری تھا۔ جعفری، جعفر، متوکل عباسی کا بیٹا تھا کہ جسے مستعین قتل کرنا چاہتا تھا۔ مستعین نے جعفر بن متوکل کے قتل کے ارادے سے ایک لشکر کو روانہ کیا۔ جعفر نے مذہب امام جعفر صادقؑ کی نسبت اپنا یہ لقب رکھا تھا۔ جب مستعین کے لشکر نے اس کا محاصرہ کر لیا تو اس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک خط تحریر کیا اور اس خط میں امام سے اس مشکل سے نجات کی درخواست کی: علی بن فضل اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے:

بہت سے افراد لشکر جعفری جو کہ آل جعفر سے تھا، کی طرف روانہ ہوئے جعفری نے نیز حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ایک نامہ تحریر کیا اور اس میں اس مشکل کی شکایت کی حضرتؑ نے بھی اس کا جواب تحریر فرمایا: "خدا کے فضل و کرم سے تیرے سپاہی ان کے مقابلے کے لئے کافی ہوں گے۔" علی بن فضل کہتا ہے کہ جعفری اپنے انہیں مختصر سپاہیوں کے ساتھ کہ جن کی تعداد ایک ہزار سے بھی کم تھی دشمن پر حملہ آور ہوا کہ جن کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی اور ان کے قدم اکھاڑ دیے[2]۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۸، ص۱۲۸۔

۲۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۲۸۰؛ کافی، ج۱، ص۵۰۸۔ ارشاد، ج۲، ص۳۲۹۔ کشف الغمہ، ج۲، ص۴۱۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں بہت سے انقلاب علویوں کی طرف سے برپا ہوئے مگر ان میں سے زیادہ تر حکومت کے ذریعہ کشف ہوگئے اور ان کی کامیابی سے پہلے ہی حکومت نے ان کو زیر کردیا۔ باوجود اس کہ یہ تمام انقلاب بعد میں آنے والوں کے لئے زمینہ ساز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے آئمہ معصومینؑ سے جو احادیث و روایات نقل ہوئیں ہیں ان سب میں تقیہ کی سفارش ہوئی ہے اور جیسا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں مکتبی تحریک اپنے عروج پر تھی۔

علی بن جعفر نے حلبی سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم سامرا میں جمع تھے اور ہم سب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے سامرا میں وارد ہونے کے دن سے حیران و پریشان تھے کہ اسی وقت ہم نے حضرتؑ کا خط دریافت کیا کہ جس میں حضرتؑ نے اس طرح تحریر فرمایا تھا: "آگاہ رہو کہ تم میں سے کوئی بھی میرے سامرا میں وارد ہوتے وقت مجھے سلام نہ کرے اور نہ کوئی اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرے کیونکہ اگر ایسا کیا تو تم میں کوئی بھی امان میں نہیں رہے گا۔ حلبی کہتے ہیں کہ ایک جوان میرے نزدیک کھڑا تھا، میں نے اس سے کہا: تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے جواب دیا: مدینہ کا، میں نے اس سے سوال کیا کہ یہاں کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ ابو محمدؑ کی امامت کے بارے میں کچھ اختلاف پیش آگیا ہے میں یہاں آیا ہوں تاکہ انھیں نزدیک سے دیکھوں اور خود ان کے کلام کو سنوں یا کوئی نشانۂ امامت دیکھوں تاکہ میرے دل کو سکون حاصل ہوجائے۔ میں ابوذر غفاری کی نسل سے ہوں۔ یہ گفتگو ہی ہو رہی تھی کہ ہم نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو آپؑ کے خادم کے ہمراہ دیکھا کہ وہ ہماری طرف آرہے ہیں۔ جیسے ہی امام ہمارے نزدیک پہونچے آپؑ نے اس جوان کی طرف نگاہ کی جو میرے پہلو میں کھڑا تھا، اور اس سے سوال کیا: "کیا تم غفاری ہو؟ جوان نے جواب دیا: صحیح ہے، امام اتنا کہہ کر ہمارے نزدیک سے گزر گئے۔ میں نے جوان کی طرف رخ کیا اور کہا: کیا اس سے پہلے تو نے کبھی ان کو دیکھا تھا؟ اس نے جواب دیا: ہر گز نہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کیا یہی تیرے لئے کافی ہے؟ اس نے جواب دیا: اس سے کم تر بھی ہوتا تو کافی تھا"[1]۔

۱۔ بحار الانوار، ج۵، ص۲۶۹۔ الخرائج، ج۱، ص۴۳۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں دیگر انقلابات نیز مانند مصر[۱]، ہرات و طبرستان[۲]، قزوین و دیلم[۳]، نیشاپور وخراسان[۴]، کوفہ[۵] اور بہت سے دیگر علاقوں[۶] میں کہ جن کا ذکر طولانی گفتگو کا باعث ہوگا، وجود میں آئے ہیں۔

حکومت بنی عباس نیز اس بہانے آئمہؑ کو خانہ نشین کر دیتی تھی کہ خلیفہ عباسی یہ چاہتا ہے کہ اپنے زمانے کے امام کو اپنے ہی نزدیک مرکز خلافت میں رکھے، اور یہ محدودیت مخفی زندان سے بہت زیادہ

---

۱ - ابراہیم بن محمد بن یحیٰ معروف بہ صوفی علوی نے صعید مصر میں ۲۵۶ ہجری میں خروج کیا۔ مطالعہ کریں: الکامل فی التاریخ، ج۷، ۲۵۶ اور ۲۵۹ ہجری کے واقعات، اور دیکھیں: المقریزی فی خطط، ج۲۔ تاریخ الشیعہ، ص۱۸۱۔

۲۔ مستعین کے زمانے میں ۲۵۰ ہجری طالبی حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل نے قیام کیا اور مرتے دم ۲۷۰ ہجری تک بہت زیادہ جنگیں جنگیں لڑیں۔ دیکھیں: مروج الذھب، ج۴، ص۷۰۔

۳ - قزوین میں ۲۵۰ ہجری میں حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ معروف بہ کرکی نے قیام کیا، اس کا موسی بن بغا نے ترکی کا نام رکھا۔ پھر وہ قزوین سے دیلم کی طرف منتقل ہوئے۔ دیکھیں: مروج الذھب، ج۴، ص۶۹۔

۴ - خراسان میں متوکل کے زمانے میں طالبی ابوالحسن یحیٰ بن عمر بن یحیٰ بن حسین بن زید بن علی حسین علیہم السلام نے قیام کیا لیکن ان کو گرفتار کرکے متوکل کے پاس لایا گیا متوکل نے ان کے کوڑے لگوائے اور فتح بن خاقان کی قید میں ڈال دیا۔ وہ ایک مدت تک زندان میں رہے پھر آزاد ہو کر بغداد چلے گئے وہ وہاں سے کوفہ گئے اور پھر وہاں دوسری مرتبہ مستعین کے زمانے میں خروج کیا۔ دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، ج۹، ص۲۶۶۔ الفخری، ص۲۳۷۔

۵ - کوفہ میں ابوالحسین یحیٰ بن عمر بن یحیٰ بن حسین بن زند بن علی بن حسین علیہم السلام نے خروج کیا، کوفہ میں زیدیوں نے ان کا ساتھ دیا اور پھر بغداد کے اہل سنت بھی ان کے ساتھ ہوگئے، انہوں نے کوفہ کے پل کے قریب عبدالرحمٰن بن عمر سے بہت شدید جنگ کی، اسی جنگ میں ان کی شہادت واقع ہوئی۔ دیکھیں: مقاتل الطالبین، ص۵۰۶۔ تاریخ الامم الملوک، ج۹، ص۲۶۹۔ اور پھر ۲۵۰ ہجری میں دوبارہ مستعین کے زمانے میں حسین بن محمد بن حمزہ طالبی معروف بہ حرون نے قیام کیا، مستعین نے ان کے مقابلے کے لیے ابن خاقان کو بھیجا، بنی عباس کے لشکر کی آمد سے پہلے حسین اپنا لشکر سامرہ کی طرف لے گئے اور پھر دوبارہ خروج کا ارادہ کیا۔ دیکھیں: مقاتل الطالبین، ص۵۰۶۔ اسی طرح حسین بن محمد حرون بن جعفر بن حسین نے قیام کیا اور کوفہ پر حکومت کرکے سامرہ کا، ان کو بن طاہر نے دھوکا دیا اور ان کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا یہاں تک کہ زندان میں ہی انتقال کر گئے۔ دیکھیں: مقاتل الطالبین، ص۵۲۴۔ اور پھر ۲۵۵ ہجری میں دوسرے علویوں نے خروج کیا جیسے علی بن زید اور عیسی بن جعفر وغیرہ۔ دیکھیں: مقاتل الطالبین، ص۵۲۹۔ الکامل فی التاریخ، ج۷، ص۲۳۹۔ مروج الذھب، ج۴، ص۹۵۔

۶ - مکہ مکرمہ میں اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم نے خروج کیا جیسا کہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ، ج۱۱ میں اور طبری نے تاریخ الامم الملوک، ج۹ میں ذکر کیا ہے۔ دیکھیں: ۲۵۰ سے ۲۵۱ ہجری کے واقعات۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

شباہت رکھتی تھی[1] اور جب بھی حکومت خطرے کا احساس کرتی تھی تو امامؑ کو آپ ہی کے گھر میں حبس کر دیتی تھی اور یہ کام اس بہانے انجام پاتا تھا کہ امام مرکز خلافت میں موجود ہیں۔ یہ کام مامون کے بعد خلفائے عباسی نے پے در پے انجام دیا یعنی مامون کے بعد خلفائے عباسی وہی سیاست بروئے کار لائے کہ جو مامون حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی نسبت بروئے کار لاتا تھا۔ اور خلفائے بنی عباس کا اس کام کو انجام دینا اس وجہ سے تھا کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کو مذہبی تحریک سے دور رکھیں اور یہ ان کے لئے سب سے بہترین کام تھا کہ جس کو وہ انجام دے سکتے تھے مگر درحقیقت امام اور مذہبی تحریک کے درمیان جو روابط پائے جاتے تھے وہ ان کی نظروں سے پنہاں و پوشیدہ تھے۔

احمد بن اسحاق بن مصقلہ سے روایت ہوئی ہے کہ وہ کہتا ہے: میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوا تو امام نے میری طرف رخ کرکے فرمایا: اے احمد! تم اس شک و تردید کے بارے میں کہ جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو چکا ہے، کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جب سے ہم نے اپنے سید و سردار آقا و مولا کی خبر ولادت باسعادت سنی ہے تو کوئی مرد و زن اور جوان باقی نہیں رہا ہے کہ جو حق کا اقرار نہ کرے۔ حضرت نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے تھے کہ زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی؟[2]۔

حکومت بنی عباس ہمیشہ اس کوشش میں تھی کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وجود کو اپنے درمیان سے ختم کردے۔ مگر خداوند متعال نے حضرت حجتؑ کو ۱۵/ماہ شعبان ۲۵۵ھ روز جمعہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ امامؑ نے بھی حضرت مہدیؑ کو سب کی نظروں سے دور اور اپنے زیر نظر رکھا اور آپؑ نے فقط مذہبی تحریک کے برگزیدہ چند افراد کو امام مہدیؑ سے ملاقات کی اجازت دے رکھی تھی۔ اور یہ کس طرح ممکن تھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام امام مہدیؑ کی دیکھ بھال نہ کریں اور ان سے نگران نہ ہوں جبکہ خداوند متعال ان کے وسیلہ سے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام مہتدی عباسی کے زمانے میں اسی طرح زندان میں رہے کہ جس کا زندان بان صالح بن وصیف تھا اور پھر اس کے بعد معتمد کے زمانے میں قید ہوئے۔ دیکھیں: المناقب، ج۴، ص۴۳۰۔ حیاۃ الامام العسکری دراسۃ و تحلیل، ص۲۹۶۔

۲۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۳۳۵۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

امام کی ولادت سے آپؑ کی غیبت صغریٰ کا سلسلہ شروع ہوااور جب کہ معتمد عباسی نے کافی کوشش کی کہ آپؑ تک اس کی رسائی ہو جائے اور اس کی یہ کوشش اس قدر تھی کہ اس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تمام کنیزوں کو قید کر دیا اس خوف سے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی امام کے ذریعہ حاملہ ہو جائے ان پر بھرپور نظر رکھتا تھا کہ نو مولود کے وجود میں آنے کی صورت میں اسے آگاہی حاصل ہو مگر خداوند متعال نے امام مہدیؑ کے وجود مبارک کو معتمد عباسی اور آنخضرتؑ کے دشمنوں سے پوشیدہ رکھا تاکہ جس دن وہ ارادہ کرے آپؑ کے ظہور کے ذریعے زمین کو ظالم و سرکش اور مشرکوں سے پاک کرکے اسے عدل و امن اور ایمان سے مزین کر دے۔

روایت نقل ہوئی ہے کہ جس وقت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت ہو گئی تو حکومت نے اپنے کچھ افراد کو آپؑ کے گھر کی تلاشی اور چھان بین کے لئے بھیجا انہوں نے گھر کی تلاشی لی۔

وہ لوگ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند کی تلاش میں تھے اور ان عورتوں سے تفتیش کراتے تھے کہ جو حاملہ عورت کی تشخیص میں ماہر تھیں انہوں نے ان عورتوں کو امام کی تمام کنیزوں کے پاس روانہ کیا تاکہ ان کی حاملہ ہونے کی تشخیص دیں۔ ان میں سے ایک کنیز کے حاملہ ہونے کا علم ہو گیا لہٰذا اس حاملہ کنیز کو گرفتار کر لیا گیا اور زندان میں ڈال دیا گیا اور نعریر خادمہ اور اس کے ساتھ چند عورتوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا گیا اس کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو غسل و کفن کے بعد دفن کر دیا گیا۔ تمام بازاروں کو بند کیا گیا اور تمام بنی ہاشم، لشکروں کے سپہ سالار اور تمام لوگوں نے امام کے جنازے کی تشیع کی، سامرا میں اس دن قیامت کا منظر تھا[1]۔

اس سلسلے میں بہت سی کتابیں موجود ہیں کہ جن میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خبر شہادت اور اس سے بنی عباس کی حکومت کا متاثر ہونا اور امام مہدیؑ کے پیدا ہونے کا ذکر موجود ہے۔ وہ امام کہ خداوند متعال نے جن کے ذریعہ سے امت کی ہدایت و اصلاح کا اہتمام کیا اور پیغمبر اکرم ﷺ کی زبانی

۱۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۳۲۸

Presented By: https://jafrilibrary.com

بشارت دی ہے۔ کہ آپ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے کہ جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی[1]۔

مثال کے طور پر ابن صباغ مالکی نے اپنی کتاب "الفصّول المھمہ" میں اس طرح تحریر کیا ہے: ابو محمد الحسن نے اپنے بیٹے حجۃ القائم المنتظرؑ کو دولت وحکومت کے حق کا وجود قائم کرنے کے لئے اپنا جانشین معین فرمایا ہے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے فرزند کی ولادت باسعادت کو حالات کی ناسازگاری اور حکومت کے ذریعہ گرفتار ہونے اور اہلبیتؑ کے زندان میں ڈالے جانے کی وجہ سے، پوشیدہ رکھتے تھے[2]۔

بہت سی تاریخ کی کتب میں اسی مسئلہ پر اور اسی مضمون کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔[3]

ان کتابوں کے مطابق وہ ان ظالموں پر خوف و وحشت کا وجود تھا کہ جس کی وجہ سے یہ مجبور تھے کہ زیادہ احتیاط سے کام لیں اور یہ خود اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ حالات عادی نہیں تھے جب بھی ہم کسی حاکم کو دیکھتے ہیں کہ وہ لشکر کو آمادہ کررہا ہے اور تمام وزارتخانوں اور حکومتی اداروں کو تیاری کی دعوت دے رہا ہے تو یہ مسئلہ اس چیز کو بیان کرتا ہے کہ کوئی بڑا حادثہ رونما ہونے والا ہے اور ممکن ہے کہ وہ حکومت عباسی کے اوپر تاثیر گزار ثابت ہو۔ کتب تاریخ میں بالتفصیل اس طرح کے قضایا و واقعات موجود ہیں اور یہ خود اس نکتہ پر قوی دلیل ہے کہ اس دور میں کچھ افراد کے علاوہ تمام مسلمان امام مہدیؑ پر اعتقاد رکھتے تھے اور امت اسلامی عمومی طور سے اس عقیدے کی قائل تھی۔

سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ مسلمان اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ امت محمدی کی اصلاح کرنے والا خود خاندان محمد اور آپ کی نسل سے ہے اور متواتر نصوص کا وجود کہ جو رسول اکرم ﷺ سے نقل ہوئی ہیں۔ اس حقیقت کا بین ثبوت ہے اور اگر یہ اعتقاد نہ ہوتا تو صحیح نہ ہوتا کہ اس دور میں مسلمان اس کے معتقد ہوں کہ امام دوازدہم فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں اور یہ وہی منتظر موعود ہیں[4]۔

۱۔ بحار الانوار، ج۵۱، ص ۲۷۔ کفایۃ الاثر، ص ۷۴، کمال الدین، ج۱، ص ۳۳۔ اور دیکھیں مولف کی کتاب، الامام العسکری۔ قدوۃ واسوۃ۔

۲۔ الفصول المھمہّ فی معرفۃ الآئمہ، ج ۲، ص۱۰۹۱۔

۳۔ جیسے ابن کثیر، ج۷، ص۹۰۔ وتاریخ الفدا، ج ۲، ص ۵۲، و عمدۃ الطالب، ص۱۸۶۔ اور اس طرح کی بہت سی کتب میں ہے۔

۴۔ تمام تاریخی کتابوں کے ساتھ ساتھ مراجعہ کریں: سبائک الذھب، سویدی، ص۷۸۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان، محمد بن یوسف گنجی شافعی، ترجمہ ابوالقاسم المنتظر، ابن خلکان۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت حجتؑ کا نام گرامی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ ان احادیث میں حضرتؑ کا تعارف اس طرح ہوا ہے کہ آپؑ خاندان محمدؐ سے ہیں[۱] اور بارہویں امام کہ جن کا اسم گرامی محمد المہدی بن حسن العسکری بن علی الھادی بن محمد الجواد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین ہے[۲]۔

حکومت بنی عباس کی جانب سے امنیتی تدابیر کا اہتمام اور اس کی اس قدر شدید وحشت اس اضطراب کی بخوبی حکایت کر رہی تھی کہ جو حکومت بنی عباس کے لئے اس اعتقاد کے سبب عارض ہوئی تھی۔ یہ تدابیر دیگر نکتہ کی طرف نیز اشارہ رکھتی ہیں وہ یہ کہ مذہبی تحریک آغاز میں فقط چند افراد تک محدود تھی کہ جن کی تعداد انگشت شمار تھی مگر آج مسلمانوں کے بہت سے گروہ کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے۔

حضرت مہدیؑ کی غیبت نے دنیائے اسلام میں ایک طاقتور موج پیدا کر دی۔ امامؑ نے اپنے چار سفیر و نائب انتخاب کئے تھے کہ جن کے اسمائے گرامی قابل تحریر ہیں: عثمان بن سعید عمری[۳] یہ آپؑ کے پدر اور جد بزرگوار کے بھی نائب رہے ہیں۔ دوسرے نائب، نائب اول کے فرزند اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے نائب، محمد بن عثمان عمری[۴] اور دیگر حسین بن روح[۵] اور علی بن محمد سمری[۶] تھے کہ جن میں

---

۱ - مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص ۲۸۳۔

۲ - بحار الانوار، ج۳۶، ص ۳۶۸۔

۳ - عثمان بن سعید عمری یہ غیبت صغری میں حضرت کے پہلے نائب خاص ہیں کہ جن کی کنیت ابو عمرو ہے جلیل القدر عظیم المنزلت اور ثقہ ہیں حضرت کے نزدیک بہت زیادہ احترام اور عظمت کے حامل تھے۔ دیکھیں: رجال طوسی، ص ۳۸۹۔

۴ - محمد بن عثمان عمری یہ غیبت صغری میں حضرت کے دوسرے نائب خاص ہیں ان کی کنیت ابو جعفر ہے یہ جلیل القدر عظیم المنزلت اور ثقہ ہیں۔ دیکھیں: رجال طوسی، ص ۴۴۷۔ رجال ابن داؤد، ص ۳۲۳۔

۵ - حسین بن روح یہ غیبت صغری میں حضرت کے تیسرے نائب خاص ہیں، کہ جن کے بارے میں حضرت کا فرمان ہے: یہ ابو القاسم حسین بن روح بن ابی بحر نو بختی، تمہارے درمیان میرے قائم مقام اور سفیر ہیں، یہ ہمارے قابل اعتماد وکیل ہیں اپنے امور ان کے سامنے پیش کرو اور اپنی مشکلات ان سے بیان کرو۔ بحار الانوار، ج۵۱، ص ۳۵۵۔

۶ - علی بن محمد سمری غیبت صغری میں حضرت کے چوتھے اور آخری نائب خاص تھے، ثقہ، جلیل القدر عظیم المنزلت، انہوں نے علی بن حسین بن بابویہ قمی کے انتقال کی خبر دی۔ ان کی انتقال نیمہ شعبان ۳۲۸ ہجری اور ایک قول کے مطابق ۳۲۹ ہجری کو ہوا اور ان کے انتقال سے غیبت کبری شروع ہو گئی، ان کے انتقال کے متعلق حضرت امام زمانہ (عج) کی جانب سے ایک توقیع برآمد ہوئی کہ جس میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک کے بعد دوسرے کے پاس نیابت منتقل ہوتی تھی۔ مگر سمری کی وفات کے بعد ۳۲۹ھ میں نیابت منقطع ہو گئی۔ یہ تمام نمائندے بغداد میں رہتے تھے اور مذہبی تحریک و امامؑ کے درمیان واسطہ و سلسلہ تھے اور ان کی ذمہ داری سوالات کو امام کی خدمت میں پیش کرنا اور آپؑ سے مہر و دستخط کے ساتھ جوابات حاصل کرنا تھی[۱]۔ یہ خود بھی ایک بڑے دانشمند و عالم تھے کہ جو امامؑ غائب کے علوم اور آپؑ کی ہدایات کو دیگر وکلاء تک پہونچاتے تھے۔ حضرت حجت ان نائب خاص کے علاوہ غیبت صغریٰ میں دیگر نمائندے اور کلاء بھی رکھتے تھے مگر خاص فقط یہی چار افراد تھے کہ جو (نوّاب اربعہ) کے لقب سے مشہور ہیں۔

غیبت صغریٰ کے بعد یعنی نواب اربعہ کی رحلت کے بعد غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا اور یہ ایسی غیبت ہے کہ جس میں سب کو انتظار ہے تاکہ حضرت حجتؑ ظہور کریں اور ظلم و ستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں[۳]۔

سمری کی چھ میں انتقال اور غیبت کبری کے آغاز کی خبر دی گئی تھی، ٹھیک چھ روز کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۵، ص ۴۵۰۔

۱۔ اس سلسلے میں دیکھیں: کمال الدین و تمام النعمہ، شیخ صدوق۔ موسوعۃ الامام المہدی، شہید صدر ثانی۔ الامام المھدی من المھد الی الظھور، سید کاظم قزوینی۔ الامام المھدی المنتظر دراسۃ و تحلیل، علامہ باقر شریف القرشی وغیرہ۔

۲۔ حضرت کے نائب خاص و سفیر اور وکیل میں بہت فرق ہے، نائب خاص و سفیر اس کو کہتے ہیں کہ جو حضرت سے براہ راست رابطے میں ہو، امام سے ملاقات کرتا ہو شیعوں کے مسائل حضرت کی خدمت میں پہنچاتے ہیں اور مذہبی تحریک کے افراد سے رابطہ میں رہتے ہوئے ان کے عقیدے اور وظائف کی حفاظت و دیکھ بھال کرتے ہیں، گویا وہ حضرت امام زمان اور شیعوں کے درمیان رابطہ ہیں جب کہ وکیل اس کہتے ہیں کہ جو سفیر کے ذریعہ امام سے رابطے میں رہتے ہیں یعنی وہ شیعوں اور سفیر کے درمیان رابطہ ہیں۔ بلکہ یہ اپنے اپنے علاقوں اور سفیر امام کے درمیان ایک پل ہیں۔ اور وکیل پوری دنیا میں پھیلی ہوئی امت کے درمیان سفیر کے کام کو آسان کرتے ہیں، گویا وہ سفیر کے محافظ و نگہبان بھی ہیں کہ جو دشمنوں کی نگاہوں سے سفیر کی حفاظت کرتے ہیں۔ انہوں وکلاء سے شیخ صدوق نے اپنی کتاب کمال الدین، ج ۲، ص ۴۴۲ میں روایات نقل کی ہیں۔ ابو علی اسدی نے محمد بن بن ابو عبداللہ کوفی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کچھ وکیلوں کا تذکرہ کیا کہ جو نواب اربعہ سے رابطے میں تھے۔ مثلاً عمری اور ان کے فرزند سے بغداد میں حاجز، بلالی، عطار، اور کوفہ سے عاصمی، اہواز سے محمد بن ابراہیم بن مہزیار، قم سے احمد بن اسحاق، ہمدان سے محمد بن صالح، شہر ری سے بسامی، اسدی یعنی خود یہی روای، اور آذربائیجان سے قاسم بن علاء، اور نیشاپور سے محمد بن شاذان وغیرہ۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۲۶۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے مذہبی تحریک کے ساتھ زندگی بسر کی کہ آنخضرت کے زمانے میں متعدد علویوں نے قیام کیا کہ جن میں سے بعض کا حرکت قیام سے پہلے ہی انکشاف ہوگیااس لیے کہ حکومت کی طرف سے بہت زیادہ سختیاں اور جاسوس معین کیے ہوئے تھے، لہٰذا امام علیہ السلام نے تقیہ کو ولایت کے شرائط میں سے قرار دے رکھا تھا۔
- حکومتیں امام علیہ السلام پر سختیاں کرتی تھیں اور اسی طرح حضرت امام زمانہ کی تلاش میں بہت زیادہ کوششیں کرتیں لیکن وہ بحمد اللہ سب ناکام رہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خاتمہ

- کس طرح مذہبی تحریک کی تاریخ کا مطالعہ کریں؟
- مذہبی تحریک کی انسانی تہذیب و تمدن پر تاثیر

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

کس طرح مذہبی تحریک کی تاریخ کا مطالعہ کریں؟

بعض آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں کچھ تحریر کرنا اس قدر سخت ہوتا ہے کہ انسان تمام پہلوؤں کو ایک بحث حتی ایک کتاب میں بھی نہیں سمیٹ سکتا ہے مثلاً حضرت علیؑ کے بارے میں اگر دس جلد کتابیں بھی تحریر ہوں تو بھی آپؑ کی زندگی کے بعض پہلو ہی بیان ہو پائیں گے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں نیز اسی طرح بیان و تفصیل درکار ہے۔لیکن جس وقت دیگر امام جیسے حضرت امام محمد تقی و حضرت امام علی نقی علیہما السلام کی زندگی کا تذکرہ درمیان میں آتا ہے تو اس قدر کم مطالب پائے جاتے ہیں کہ کسی طرح ان میں تفصیل کی گنجائش کا راستہ نہیں پایا جاتا۔کیا یہ اس چیز کی نشاندہی اور دلیل ہے کہ بعض ائمہ تاریخ سے بیشتر یا باقی ائمہ علیہم السلام ان سے زیادہ عالم و فقیہ و کارآمد تھے؟

ہرگز ایسا نہیں ہے۔ قبل اس کے کہ اس سوال کا جواب دیں اس نکتہ کا متذکر ہونا ضروری ہے کہ کشت وکشتار ، قتل وغارت اور مذہبی تحریک کے عناصر کا تعاقب اور آپؑ کی فعالیت پر سخت نظر رکھنا خود بہت سے تاریخی واقعات کو بیش کرتا ہے۔

کچھ حالات بھی ایسے تھے کہ جنہوں نے مورخین کو آپ کی زحمات و مشقات کے بیان سے روک دیا تھا۔حالات زمانہ کے اعتبار سے جو مطالب ہم تک پہونچے ہیں کچھ حد تک قابل ملاحظہ ہیں۔علاوہ اس کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

کہ ان میں سے بعض اطلاعات حکومتوں کے ذریعہ مصادرہ ہوگئیں یا محو کردی گئی ہیں۔حکومتوں کی طرف سے رعب و وحشت اس چیز سے مانع تھی کہ مورخین تاریخی حقائق کو آشکار کریں اور یہ ایسی مشکل ہے کہ ہماری اسلامی تاریخ ہمیشہ اس سے روبرو رہی ہے۔ دور حاضر میں سیاست نے تاریخی حقائق کو نظر انداز کررکھا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اسباب سے جو چیز وجود میں آتی ہے وہ دو بنیادی مسائل کو بیان کرتی ہے: مثلاً پہلے تو یہ کہ ائمہ اطہارؑ کی حیات طیبہ میں علماء و محققین حضرات نے بہت کم تحقیق کی ہے، اور دوسرے یہ کہ تاریخ کی خصوصیات اور مورخین کی روش معین نہیں ہے۔

خصوصیات تاریخ کا مطلب یہ ہے کہ ائمہ اطہارؑ کے اعمال اور ان کی کارکردگی دو حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

اول: انقلابی افکار اور اس کے نظریات کی بنیاد ڈالنا۔

دوم: انقلابی افکار کی وسعت وترقی کے لئے اس راہ کے سلسلے کو آگے بڑھانا۔ بطور مثال حضرت علیؑ نے وسیع پیمانے پر مذہبی تحریک کی تشکیل اور اس کی رہبری کی بنیاد ڈالی اور امام حسنؑ نے اسی راہ کے سلسلے کو آگے بڑھایا کہ جس راہ کی حضرت علیؑ نے بنیاد ڈالی تھی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے نیز تفکر و تحریک فقہ کی بنیاد ڈالی اور امام موسی کاظمؑ نے اس میدان میں کوئی جدید فعالیت انجام نہیں دی مگر یہ کہ اسی کو وسعت دی کہ جس کی پہلے بنیاد رکھی جاچکی تھی۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ ہر امامؑ کی زندگی مختلف حوادث وواقعات کی حامل رہی ہے اور بہت سی احادیث ان کی زندگی سے متعلق پائی جاتی ہیں کیونکہ انہوں نے ایک تحریک کی بنیاد ڈالی ہے۔بنیانگزار امامؑ کے بعد دوسرے امامؑ کا وجود بھی ہے کہ جس کی زندگی انسان کو تعجب میں نہیں ڈالتی کیونکہ انہوں نے فقط اسی گذشتہ تحریک کے سلسلے کو آگے بڑھایا ہے اور اسی کی حمایت کی ہے۔ ممکن ہے یہ سوال ذہن میں خطور کرے کہ پہلے امام، دوسرے امام سے برتر وافضل ہیں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ممکن ہے اس شخص کی اہمیت کہ جو کسی بنیاد کی وسعت وگسترش کا سبب بنا ہے، بنیاد رکھنے والے سے زیادہ ہو یا حداقل اس کی قدر ومنزلت بنیانگزار کے مساوی ہو۔ جس شخص نے بجلی اختراع کی ہے وہ فرد بافضیلت وارزشمند ہے لیکن بعض اوقات وہ شخص کہ جو پوری دنیا میں بجلی کی گسترش و وسعت کا سبب بنا اور جس نے پوری انسانیت کے لئے زندگی کے ہر پہلو میں عیش وآرام فراہم کیا اس کی قدر

Presented By: https://jafrilibrary.com

ومنزلت بجلی ایجاد کرنے والے سے زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ خاتم الانبیاء کو ہم خدا کا سب سے بڑا نبیؐ کہتے ہیں۔

اس قضیہ کا دوسرا رخ وہی ہے کہ جس کے ذریعہ ہم امامؑ کی عظمت اور آپ کی زندگی کا تجزیہ و تحلیل میں تاریخ کی تقصیر اور کمی سے استنباط کرتے ہیں۔

جن اماموں کی زندگیاں اسلامی تحریک اور فکری و سیاسی واقعات سے روبرو رہی ہیں، ان کی حیات طیبہ، اخبار واحادیث سے پر ہے۔ایسا کیوں؟

اس لئے کہ تاریخ نے ان حوادث و واقعات کو اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا ہے کہ اس دور میں فکری وسیاسی اختلاف بہت شدت سے پایا جاتا تھا اور ان اختلافات کا محفوظ رکھنا بہت ہی آسان تھا کیونکہ اس دور میں اس قدر اضطراب تھا کہ جو سبب بنا کہ مورخین سب سے زیادہ دیگر مسائل کی نسبت اسی پر توجہ کریں۔ جبکہ جن اماموں کی زندگی میں مستقیماً دیگر مذاہب وافکار سے کوئی واسطہ نہیں پایا جاتا وہ کتب تاریخ میں بھی اسی طرح غیر مدون باقی ہیں یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ مسائل اہمیت کے حامل نہیں تھے بلکہ ہر امام کی زندگی میں پائے جانے والے عمدہ ترین و باعظمت مسائل تدوین نہیں ہو پائے ہیں۔

کیوں تاریخ میں تمام حوادث و واقعات تحریر نہیں ہوئے ہیں؟اور ان شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جو ہر امام کے زمانے میں پائے جاتے تھے ہم کیوں قادر نہیں ہیں کہ صحیح وسالم تفکرات کا تاریخ سے استنباط کر سکیں؟

یہ سوال بھی اپنی جگہ باقی ہے کہ ہم کیوں تاریخ کے ظلمتکدہ کو روشن نہیں کر پاتے؟ عمدہ و بہترین دلیل ان تمام سوالات کے جواب میں یہ ہے کہ ہم نے تاریخ کو بالائے طاق رکھ دیا ہے ان سوالات کے پیدا ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذہبی تحریک کو علمی و سیاسی مسائل کے ہمراہ کہ جو خود بہت زیادہ کوشش و ہمت کی طلبگار ہیں کہ ہم انہیں اپنی فکری تحلیل کے ضمن میں قرار نہ دیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ علم فقہ نے اہل بیت کے پیروکاروں کے درمیان دیگر اسلامی علوم میں سب سے زیادہ ترقی کی ہے انہوں نے حدیث کے وثوق، احادیث کے صحیح اسناد نیز روایات کا بہت زیادہ دقت کے ساتھ خیال رکھا ہے تاکہ اس کے ذریعہ احادیث کو ہر طرح کی تغییر و تحریف کے خطرے سے محفوظ رکھیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

در حالیکہ دوسرے علوم[۱] کی اسناد میں یہ دقت نہیں پائی جاتی ہے۔ لیکن تاریخ کو شریعت کے اساسی و بنیادی علوم کی بنسبت کم و بیش اہمیت دی گئی ہے للذا اساسی علوم کی نسبت کہ جن کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا، تاریخ کے اہتمام میں بہت کم دقت کی گئی ہے۔ اور اس نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ سوال اسی طرح اپنی جگہ پر باقی ہے۔

یہاں پر ایک دوسرا سوال پھر پیش آتا ہے، کیا کسی امام کی زندگی میں زیادہ منابع کا موجود نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم کاملاً امام کی پوشیدہ و پنہان زندگی کے پہلوؤں کی حقیقت کو درک نہ کریں؟ ہر گز ایسا نہیں ہے ہم یہ کر سکتے ہیں کہ تاریخ کے درمیان اور گذشتہ وآئندہ واقعات کے درمیان رابطہ کے ذریعہ حقیقت کا استنباط کریں اور ائمہ معصومینؑ کی زندگی کو دقت کے ساتھ مطالعہ کریں۔ اس طرح ہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زندگی کے پہلوؤں کو کہ جو کتب تاریخ میں بہت مختصر ہیں، نیز درک کر لیں گے۔

ایک بار میں نے بارہ اماموں کے بارے میں کتاب تالیف کی۔ یہ کتاب آج بھی میرے پاس موجود ہے اور طبع نہیں ہوئی ہے یہ کتاب ائمہ معصومینؑ کے بارے میں مقالات کا مجموعہ ہے اور ہر مقالہ ساٹھ صفحات پر مشتمل تھا مگر جو مقالہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے مربوط تھا وہ تیس صفحات سے زیادہ نہیں بڑھا للذا میں مجبور ہوا کہ جو احادیث امامؑ سے نقل ہوئی ہیں ان کو بطور کامل ذکر کروں لیکن پھر بھی مقالہ پورا نہ ہو سکا اور مقالہ کے بعض صفحات اسی طرح خالی رہ گئے، میں نے ارادہ کیا کہ اس کو اسی طرح چھوڑ دوں اور اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیوں؟

کیونکہ اس وقت میں اتنی صلاحیت نہیں رکھتا تھا کہ امام کی زندگی کے بارے میں مطالب کا تاریخی کتب کے علاوہ استنباط کر سکوں۔ جب بھی ہم روایت یا حدیث یا تاریخی قضیہ کے علم کو حاصل کریں تو ہمیں بعض مولفین کی طرح بعینہٖ اسی شکل و الفاظ میں حدیث یا روایت کہ جس طرح ہم نے پڑھی ہے نقل نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کی حقیقت کو کتب تاریخ کے پشت پردہ جستجو کرنا چاہیئے۔

۱۔ دیکھیں: تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام۔ الشیعہ وفنون الاسلام۔ فلاسفۃ الشیعہ - حیاتھم وآرائھم۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جن حقایق کا ہم صفحات تاریخ کے پشت پردہ ادراک کر سکتے ہیں وہ کیا ہیں؟اس سوال کے جواب میں یہ کہنا ضروری ہے کہ ان حقایق کے موضوعات کی کاملاً تحقیق کرنا ضروری ولازم ہے۔ جب ہم ائمہ معصومینؑ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس طرح کی روایات سے روبرو ہوتے ہیں کہ فلاں شخص جیسے فتح بن خاقان حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے پاس موجود تھا، امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ فتح بن خاقان کون شخص ہے؟طبیعتاً بحار الانوار تاریخی کتاب نہیں ہے کہ جو ہمارے لئے فتح بن خاقان کی حقیقت کو واضح بیان کرے۔ پس ہمیں چاہئے کہ دیگر کتب تاریخ کی طرف رجوع کریں۔ یا اسی طرح تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ "جب متوکل عباسی سامرا آیا" یہ متوکل کون ہے؟ اور اس کے زمانے کی کیا خصوصیات تھیں اور کس طرح سامرا آیا؟ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن کی تحقیق ہونا بہت ضروری ہے۔ ان تاریخی حقایق کی کہاں تحقیق کریں؟

جب ہم تاریخ کا دقت سے مطالعہ کریں گے تو روایات کو بخوبی درک کرنے پر قادر ہو جائیں گے[1]۔

اگر کوئی چاہتا ہے کہ روایات کی ان بعض خطباء کے مانند شناخت کرے کہ جو منبر پر جا کر بغیر تاریخی نتائج اور اجتماعی شرائط کو نظر میں رکھ کر حدیث بیان کرتے ہیں۔ تو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس نے خطابت کے اصول میں صحیح روش اختیار نہیں کی ہے۔

مورخین کے تاریخ لکھنے کی جدید روش یہ ہے کہ وہ اپنی ساری توجہات حتی فردی زندگی پر متمرکز کرتے ہیں مثلاً اس زمانے میں جس شکل و صورت میں لوگ اپنے مکانات تعمیر کیا کرتے تھے۔ اس معنی میں کہ ہر گھر میں کتنے کمرے ہوتے تھے اور کیا ایک طبقہ کا ہوتا تھا یا دو؟ آسائش وآرام کے وسائل کس طرح کے تھے؟ کنواں گھر کے کس سمت ہوا کرتا تھا؟

ایسے مسائل کو کیوں اہمیت دینا چاہئے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان امور کو تحریر کرنا تاریخ کا مطالعہ کرنے والے افراد کو ایک تفکر عطا کرتا ہے۔ مطالعہ کرنے والے جب تاریخ میں اس بات کو پڑھتے ہیں کہ ایک شخص کنویں میں گر گیا تو ان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا کنواں صحن خانہ میں تھا یا پشت خانہ؟ اور اس کی کیفیت کیا تھی کہ گرتے

۱۔ اس سلسلے میں بیشتر معلومات حاصل کرنے کے لیے مراجعہ کریں مولف کی کتاب "المنطق الاسلامی" باب "دراسۃ المواثق التاریخیۃ" ص ۵۲۱۔۵۶۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

وقت اس شخص کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اور انسان اسی کے مانند مسائل کے شرائط کی شناخت و معرفت کے درمیان اور حالت زندگی کی کیفیت حتی مکان کی حالت سے آشنائی کے ذریعہ بہت سے تاریخی حقائق کو درک کر سکتا ہے۔

لباس وخوراک اور ان کے برتاؤ کی کیفیت بہت سے مسائل کو واضح کرتی ہے۔

کتاب تاریخ تمدن اسلام میں جرجی زیدان بہت سے دقیق مسائل بیان کرتا ہے۔ مثلاً اپنی کتاب تاریخ میں اس طرح تحریر کرتا ہے: شہر بغداد میں مامون کے زمانے میں ۱۶۰۰۰ حمام پائے جاتے تھے[1]۔ ان حماموں کی تعداد کے بارے میں اگر کسی فرانس یا یورپ کے رہنے والے شخص سے سوال کیا جائے تو وہ ان کی تعداد کے اعتبار سے بغداد میں ۱۶۰۰۰ گھر بتائے گا اس لیے کہ یورپ میں ہر گھر میں ایک حمام ہوتا ہے جب کہ اس کا تاریخ سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی تاریخ کی طرف رجوع کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ بغداد میں ہر گھر میں نہیں بلکہ ہر منطقہ یا ہر محلّہ کے لئے ایک حمام ہوتا تھا۔ اس مقام پر ایک سوال پیش آتا ہے۔ اس محلّہ کی جمعیت کہ جس میں حمام تھا، کتنی تھی؟ ہم ان تمام سوالات کا صحیح جواب تلاش کریں تاکہ ایک شہر میں رہنے والے افراد کا حماموں اور وسائل زندگی کے ذریعہ ان کا محاسبہ کر سکیں اور اس شہر کی جمعیت و تعداد کے رابطہ کو تاریخی نقشہ کے ساتھ ملاحظہ کریں ایک شہر کے نالے نالیاں اور اس کے قصابوں اور روزانہ ذبح ہونے والے جانوروں کی تعداد نیز اس شہر کی جمعیت کا پتہ دے سکتی ہے۔

اگر تاریخ اس طرح کے امور کو بیان کردے تو ہم اس شہر کی جمعیت کی تعداد کا علم رکھنے پر قادر ہو جائیں گے۔ کیوں؟

کیونکہ یہاں دوسرا مقدمہ نیز پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک علاقہ میں روزانہ گوشت کے خرچ کی مقدار اور اس کے مصرف میزان کو جاننا بہت سے مسائل کو روشن کردے گا مثلاً مصر کے لوگ ہفتہ میں ایک یا دو روز گوشت کھاتے ہیں جبکہ حجاز اور اس کے اطراف کے لوگ ہر روز گوشت کھاتے ہیں۔ اس لیے کہ ہر علاقہ دوسرے علاقہ سے غذا کے اعتبار سے کھانے کی نسبت فرق رکھتا ہے۔ لہٰذا روایات و مقاطع تاریخی اور اخبار اور اس کے علاوہ ہر شی کے بارے میں ہماری تحقیق تفکر و تدبر کے ساتھ کاملاً تاریخی ہونا

۱۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۲، ص ۴۲۹۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چاہئے۔ اس معنی میں کہ پہلے تاریخ کا مطالعہ اور پھر اس کے بعد روایات کے بارے میں تحقیق کریں۔ اس روش کو اختیار کرنے سے ہم ائمہ معصومینؑ خصوصاً ان اماموں کی زندگی کہ جن کے بارے میں ہمارے پاس مزید معلومات نہیں ہیں یعنی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے بعد کے اماموں کی زندگی کو درک کر سکتے ہیں اور فقط و فقط تاریخی تحقیق کے ذریعہ اور ان مختلف شرائط کہ جن میں آئمہ زندگی بسر کر رہے تھے، ہم قادر ہوں گے کہ ان بزرگواروں کی زندگی کے پہلو کو بخوبی درک کریں۔

مثال کے طور پر حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے کرامات و معجزات میں جن روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے ہم انہی روایات کے ذریعہ امامؑ کی زندگی کو درک کر سکتے ہیں اور یہی چیزیں ہمیں ابھارتی اور آمادہ کرتی ہیں کہ ہم حضرتؑ کی زندگی کو بہتر طریقہ سے پہچانیں اور پراکندہ صورت میں آپؑ کی زندگی کا مطالعہ نہ کریں۔ کیونکہ تاریخ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی زندگی کے امور مشخص و معین نہیں دکھائی دیتے کہ جو قابل توضیح و تشریح قرار پائیں اور حیات امام کے تمام واقعات کو یکجا جمع کیا جائے۔ للٰذا اسی وجہ سے ہم مجبور ہیں کہ امام کی زندگی کو مستقلاً قابل بحث قرار دیں۔

اب ہم ان روایات میں سے ایک بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ راوی کا بیان ہے: جب میں عالم طفلی میں تھا تو میں اور میرے بابا متوکل کے گھر کے قریب کھڑے تھے اور بہت سے لوگ طالبی و عباسی اور حکومتی افراد کے علاوہ حاضرین کے درمیان موجود تھے۔ یہ طے تھا کہ جس وقت بھی حضرت امام علی نقی علیہ السلام متوکل کے دربار میں داخل ہوں سب ان کے احترم میں کھڑے ہو جائیں۔ اس مقام پر بعض حاضرین ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے: کیوں ہم اس بچہ کے لئے کھڑے ہوں کہ نہ اس کی شرافت ہم سے زیادہ ہے اور نہ عمر اور نہ علم و دانش؟ اور انہوں نے ارادہ کیا کہ امام کے احترام میں کھڑے نہ ہوں۔ اس وقت ابو ہاشم نے یہ کہا: خدا کی قسم جب تم اسے دیکھو گے تو اس قدر حقارت کا احساس کروگے کہ تمام لوگ اس کے احترام میں کھڑے ہو جاؤ گے جیسے ہی امام وارد خانہ ہوئے اور حاضرین کی نگاہیں امام پر پڑیں تو سب آپؑ کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس مقام پر ابو ہاشم نے کہا: مگر تم آپس میں یہ نہیں کہہ رہے تھے کہ اس بچے کے احترام میں کھڑے نہیں ہوں گے؟ سب نے جواب دیا: خدا کی قسم ایسا محسوس ہوا کہ اختیار ہم سب سے سلب ہو چکا ہے اور بغیر ارادہ واختیار اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے[۱]۔

اس روایت کو ایک معجزہ اور مکارم اخلاق کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے جب کہ یہ روایت ہمارے لئے دو مفہوم کی حامل ہے:

اول: میرے عقیدے و نظریے کے اعتبار سے یہ فقط امام کے معجزات میں سے نہیں تھا۔ یقیناً امام معجزہ رکھتے تھے اور ہم اس معجزے کے راز سے بھی انکار نہیں کرتے مگر اس مسئلے کو امام کی عادی حالت کی وجہ سے جانتے ہیں کہ جو ہر مقام پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اس کا مطلب کیا ہے؟ تاریخ میں کیوں اس طرح وارد ہوا ہے کہ جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام طواف کے لئے کعبہ کے نزدیک تشریف لائے تو لوگوں نے آپؑ کے لئے راستہ چھوڑ دیا کہ آپؑ حجر اسود کا بوسہ لیں؟ آئمہؑ نے اپنے بلند اخلاق اور اپنی محبوب شخصیت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف تسخیر کر لیا تھا۔

آئمہؑ کی طبیعی زندگی یعنی علم، شخصیت اور آپ کی ذات اقدس میں وہ چیزیں موجود تھیں کہ لوگ طبیعی و فطری طور پر آئمہؑ کی ہیبت اور عظمت کو قبول کرتے تھے۔

دوم: جو چیز اس روایت سے سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ امام متوکل کے قریب آئے تھے کیونکہ حکومت بنی عباس کے بزرگ اور نیز سادات کے بزرگ افراد امام کے دربار میں داخل ہوتے وقت آپؑ کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے اور راستے کو امام کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔

اور ہم نے دوسری روایت کو نیز بیان کیا کہ جس کا مضمون اس طرح تھا: محمد بن فرج سے روایت نقل ہوئی ہے کہ ابو الحسن نے مجھے اس طرح تحریر فرمایا: (اپنے امور کو منظّم کر لے اور اپنی حفاظت کر) میں نیز اپنے امور کو منظّم کرنے میں مشغول تھا لیکن امامؑ کے اس جملہ سے آپ کی مراد و مقصد تک

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۳۷

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہیں پہنچا تھا۔ یہاں تک کہ قاصد خلیفہ آ پہنچا اور مجھے قید کرکے مصر سے لے گیا اور میرے سارے مال و متاع کو مصادرہ کرلیا۔

چنانچہ آپ ملاحظہ کریں کہ امام نے خط کے ذریعہ اس کو ہوشیار کیا اور خبر دی کہ حکومت کے کارندے مصر تک پہنچ چکے ہیں اور اس کی تلاش میں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ : میں امام کے اس جملہ کو کہ میں اپنے تمام امور کو منظّم کروں اور اپنی جان کی حفاظت کروں نہ سمجھ سکا۔ کیونکہ امام نے اس سے زیادہ وضاحت نہیں کی تھی۔ میں بھی قضیہ پر بغیر توجہ دئے اپنے امور کو منظّم کرنے اور قرض وغیرہ ادا کرنے اور اپنی حالت کو مرتب کرنے میں مشغول تھا کہ اچانک میری حالت بدل گئی اور خلیفہ کے قاصد آ پہنچے اور مجھے گرفتار کرلیا سارے مال کو مصادرہ کرلیا اور مجھے بھی بغداد بھیج دیا۔ آٹھ برس زندان میں رہا۔

شاید اس شخص نے امام کے جملے پر صحیح عمل نہیں کیا یا امام کے مقصد کو نہیں سمجھ پایا تھا اور جس طرح اپنی حفاظت کرنا چاہئے تھی اس میں کوتاہی کی لہٰذا نتیجۃً گرفتار ہوگیا۔ زندان میں دوبارہ امام کی طرف سے خط کو وصول کیا آپؑ نے تحریر کیا تھا: مغرب میں کسی مقام پر توقف نہ کرنا، نامہ پڑھنے کے بعد خود سے یہ کہتا تھا: ابوالحسن اس وقت مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں جبکہ میں زندان میں ہوں اور یہ عجیب آپ کی سفارش ہے۔ اس خط کے چند روز بعد میں آزاد ہوگیا اور میری بیڑیاں و ہتھکڑیاں کاٹ دی گئیں اور مجھے آزاد کردیا گیا۔

جس وقت وہ بغداد کی طرف پلٹتا ہے تو امام کے اس حکم پر کہ بغداد میں توقف نہ کرنا، عمل کرتا ہے اور فوراً سامرا پہونچ جاتا ہے: وہ کہتا ہے کہ زندان سے رہائی کے بعد امام کی خدمت میں میں نے خط لکھا اور آپ سے چاہا کہ میرے حالات کے پلٹنے کی دعا فرمائیں۔ امام نے اس طرح جواب دیا: بہت ہی جلد تیرے حالات سازگار ہو جائیں گے اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو تجھے کوئی کسی طرح کا نقصان نہیں ہوگا جیسے ہی محمد بن ابو الفرج سامرا آیا امام نے اس کے حالات سازگار ہونے کی خبر اس کو دے دی مگر قبل اس کے کہ یہ خط محمد بن ابوالفرج تک پہونچے وہ انتقال کرگیا[1]۔

۱۔ بحار الانوار، ج۵۰، ص۱۴۰۔

اس حکایت کا آخر تک بیان کرنا ہمارے لئے کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے ہم فقط دو تحقیقی نکتے پیش کررہے ہیں: سب سے پہلا یہ کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سامرا میں تھے اور یہ شخص مصر میں پوشیدہ زندگی گزار رہا تھا اور شاید امام کے نمائندے مشغول کار تھے کہ جن کے ذریعہ تمام خبریں امام تک پہنچتی تھیں اور اس طرح کے اعمال و امور کا امام کے معجزات میں شمار کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے وہاں کا گورنر امامؑ کا مطیع و خبریں پہنچانے والا رہا ہو اور جس طرح پہلے ہم نے تذکرہ کیا کہ متوکل نے فتح بن خاقان اپنے وزیر اعظم کو حکم دیا تھا کہ جو بھی مال فلاں راستہ سے وارد ہوتا ہے اسے مصادرہ کرے اور اس نے اس خبر کو امام کی خدمت میں پہنچادیا۔

دوسرا نکتہ کہ جو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے وہ یہ ہے کہ محمد بن ابو الفرج زندان میں تھا اور امام اسے خط لکھتے رہے ہیں اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام کا خط کس طرح ایک قیدی تک پہنچتا تھا؟ اور امام کس طرح ضروری ولازم تعلیمات ہدایت فرماتے تھے؟ یہ واقعات واضح طور پر اعمال اور روش آئمہؑ کو امت اسلامی کے درمیان بخوبی بیان کرتے ہیں اور ائمہؑ کسی وقت بھی اپنے گھر میں نہیں بیٹھے ہیں اور نہ ہی مختلف رونما ہونے والے حوادث سے دوری اختیار کی ہے۔ اس قضیہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ امامؑ نے محمد بن ابی الفرج سے اس طرح فرمایا: بہت ہی جلد تیرا مال تجھے واپس لوٹا دیا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو تجھ تک کوئی نقصان نہیں پہونچے گا یعنی جب تک تو اپنے وظیفہ کی ادائیگی میں مشغول ہے اور ایک بزرگ دینی ذمہ داری اپنے دوش پر رکھے ہوئے ہے یہ تیرا مال کیا اہمیت رکھتا ہے کیونکہ تو ہمارا چاہنے والا ہے اور راہ خدا میں کوشش کررہا ہے اور تیرا مال اسی راہ میں مصادرہ کیا گیا ہے۔ جب انسان اپنی زندگی میں بلند ہدف و مقصد کی تلاش میں رہتا ہے تو اس کے لئے مال و دولت اور تمام ساز وسامان فنا پذیر دنیوی کیا اہمیت رکھتا ہے۔ کیا یہ تمام امور اس ہدف کے مقابل بے اہمیت نہیں ہیں؟

اس کلام کے بعد کہ جو روایات کے مختلف زاویوں سے بیان ہوا ہے۔ ہم بیشتر امام کی راہ زندگی کو بیان کرسکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ تاریخ کے دقیق مطالعہ کا نیازمند ہے اس کے علاوہ کہ ہم نے اس کلام کی روش کے بارے میں جو کچھ مطلب بیان کیا نیز اس ہدف تک پہنچنے میں بے فائدہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح ہم تاریخ کے نقائص کہ جو آئمہؑ کی زندگی بیان کرنے میں کوتاہی کے حامل ہیں خصوصاً حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے بعد، ان کا بخوبی ازالہ کرسکتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- سیاست؛ تاریخ کو تدوین کرتی ہے اور یہی پھر مذہبی تحریک پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔
- دوسری جانب مورخین تاریخ کے کچھ حقائق کو نقل کرتے ہیں تو کچھ کو چھوڑ دیتے ہیں۔
- لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تاریخ کے ان گوشوں کو سامنے لائیں کہ جو مورخین کے قلم سے چھوٹ گئے ہیں اور یہ کام روایات میں دقت کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں کہ جس کے ذریعہ پھر ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام کی حیات طیبہ کے اکثر پہلوؤں کو درک کر سکتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

مذہبی تحریک کی انسانی تہذیب و تمدن پر تاثیر

زندگی بڑے اوراہم مسائل سے لبریز و سرشار ہے اور ان مسائل میں سب سے روشن مسئلہ مذہبی تحریک کی روش اور اس کا طور وطریقہ ہے۔

زندگی میں اس روش کا مفہوم کیا ہے اور اس کا برجستہ اور عظیم نقطہ کون سا ہے اور اس نے کس طرح انسانیت اور اسلامی تمدن کی خدمت کی ہے۔

مندرجہ بالا سوالات کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ ان حقایق کی شناخت کے بغیر ہم آسانی سے اپنے امور خیر کہ جو ان کی صالحانہ ایثار گری اور فداکاری کا نتیجہ ہیں، کی قدر و قیمت نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ہر چیز سے پہلے سے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ مذہبی تحریک اپنے اندر تین مفاہیم کو سمائے ہوئے ہے۔

۱۔اجتماعی مفاہیم

۲۔وہ مفاہیم کہ جن کا تعلق تمدن سے ہے۔

۳۔ثقافتی مفاہیم

مذہبی تحریک نے انہی تینوں اصول اور مضامین کے ذریعہ پوری دنیا حتی تمام انسانیت کی خدمت کی ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسلامی حکومت پر ایک سرسری نظر

مذہبی تحریک تمام محروم طبقات کو اپنے زیر سایہ رکھے ہوئے تھی اور ایک چوتھائی سے زیادہ حصہ سرزمین اسلام سے مخصوص تھا کہ جس میں محروم طبقات بہت زیادہ پائے جاتے تھے۔

وہ طبقہ کہ جو اپنے رنگ کی وجہ سے محرومیت کا شکار تھا۔

وہ طبقہ کہ جو اپنی زبان کے سبب محروم تھا۔

وہ طبقہ کہ جو اپنے منصب و پیشہ کے سبب محروم تھا۔

وہ طبقہ کہ جن کا مذہب محرومیت کا باعث تھا۔

جس طرح اسلامی حکومت میں قوم پرستی دکھائی دیتی ہے اسی طرح طبقات پرستی اور اجتماعی ظلم وستم اور تفکر کشی کا بھی بخوبی احساس ہوتا ہے اور اس سلسلے میں بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

معاویہ نے اپنی عمر کے آخر میں ایک خط اپنے مقرر کردہ بصرہ کے گورنر احنف بن قیس کی جانب لکھا اس میں وہ اس طرح لکھتا ہے: "ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری سرزمین پر حمراء[۱] کا زور زیادہ ہو چکا ہے۔ ان کی اندازہ گیری اور ناپ تول کرو۔ اندازہ گیری کا مطلب یہ تھا کہ ان کے مال و دولت اور معاشرے میں عزت و وقاو کو دیکھو کہ اگر کوئی زیادہ آگے بڑھ گیا ہے تو کسی بھی بہانے سے اس کے سر کو تن سے جدا کردو[۲]۔"

معاویہ کا یہ بیان امویوں کا عجمی اقدام کے بارے میں اس کے طرز تفکر کو بیان کرتا ہے اس کے عقیدے کے اعتبار سے عربوں کے علاوہ دیگر افراد اسلام سے خارج تھے اور یہ لوگ فقط اسلام کو عربوں میں منحصر جانتے تھے۔ ایک عجمی کا باعزت ہونے میں گناہ کیا ہے؟ خدا نے اسے اسی طرح نوازا ہے اور ہم پہلی بار تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ ایک شخص جو کہ دوسرے افراد سے زیادہ باعزت ہو وہ اپنی عزت و وقار کی وجہ سے قربان ہو جاتا ہے۔

۱۔ بنی امیہ کے زمانے میں عربوں میں عجم افراد کو حمراء سے تعبیر کرتے تھے اس لیے کہ وہ لوگ خود کو بزرگ اور عجم کو غلام مانتے تھے اور وہ اخلاق و ادب و علم و فضل میں بھی خود کو عجمیوں سے بہتر مانتے تھے۔ دیکھیں: العقد الفرید، ج ۳، ص ۳۶۰، الباب المتعصبین للعرب۔ نیز تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۴، ص ۳۴۱، العرب والموالی۔

۲۔ العقد الفرید، ج ۳، ص ۳۶۲۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

مالیات (ٹیکس)

اسلامی حکومت بہت زیادہ رقم ہر شخص سے بعنوان ٹیکس وصول کرتی تھی جبکہ اسلام نے ٹیکس کی رقم بہت کم مقدار میں مقرر کی تھی لیکن اموی حکّام کافی مقدار میں رقم بعنوان ٹیکس لیتے تھے اور اس ٹیکس کی رقم بنی امیہ کے ہوائے نفس کی راہ میں خرچ ہوتی تھی دوسری طرف جبکہ اسلام نے اسلام لانے والے انسان کے لئے جزیہ معاف کردیا تھا اور فقط زکات و صدقہ ادا کرنا لازم قرار دے رکھا تھا[1] لیکن اموی حکام پھر بھی جزیہ لیتے تھے اور اس گروہ کے مسلمان ہونے کو قبول نہیں کرتے تھے اور اس طرح قدیمی مسلمانوں اور تازہ مسلمانوں میں جدائی واختلاف پیدا کرتے تھے[2]۔ جو ابتدا سے مسلمان تھا بس وہی جنگوں میں شریک ہونے کا حقدار تھا اور مال غنیمت بھی اسی کو نصیب ہوتا تھا اور زمین لے سکتا تھا اور وہ جو کچھ چاہے انجام دے سکتا تھا۔ لیکن نیا مسلمان ان تمام حقوق سے محروم تھا اس غلط کام کے نتیجہ میں بہت سی مشکلات وجود میں آتی تھیں۔

---

۱ - محقق حلی نے شرائع الاسلام، ج۱، ص۱۰۰ میں تحریر کیا ہے: جب کافر ذمی مسلمان ہو جائے خواہ سال سے پہلے ہو یا بعد میں اور جزیہ ادا نہ کیا ہو تو اظہر یہ ہے کہ اس سے جزیہ ساقط ہے۔ صاحب جواہر اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: اس مسئلے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے بلکہ کتاب منتہی میں کتاب تذکرہ سے نقل ہوا ہے کہ اس مسئلہ پر تمام فقہاء کا اجماع ہے۔ اور یہی حجت ہے۔ اس کی دلیل حدیث نبوی ہے کہ جس کی شہرت اس کی سند میں بحث کرنے سے بے نیاز کردیتی ہے۔ الاسلام یجب ما قبلہ (اسلام اپنے ماقبل ہر چیز کو معاف کردیتا ہے) دیکھیں: جواہر الکلام، ج۲۱، ص۲۵۸۔ لیکن ان پر وجوب زکاۃ کے سلسلے میں محقق حلی کہتے ہیں: ہر وہ زمین کہ جس کے باشندے مسلمان ہو جائیں تو ان پر زکاۃ واجب ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں جب کہ شرائط زکاۃ پورے موجود ہوں۔ شرائع الاسلام، ج۱، ص۲۹۳۔

۲ - مقریزی نے خطط میں تحریر کیا ہے: سب سے پہلے جس نے کافر ذمی سے مسلمان ہونے کے بعد بھی جزیہ لیا وہ حجاج بن یوسف ہے وار پھر عبدالملک بن مروان نے عبدالعزیز بن مروان کو تحریر کیا: جو بھی کافر ذمی مسلمان ہو جائے تو بھی اس سے جزیہ لیتے رہو، اس سلسلے میں ابن حجیرہ نے کہا: اے امیر میں آپ کے اس نظریہ سے خدا کی بارگاہ میں پناہ مانگتا ہوں کہ آپ اس کام کا آغاز مصر میں نہ کریں اس لیے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو جزیہ ہم کافر ذمی سے لے رہے ہیں وہی اس سے بھی لیں کہ جو مسلمان ہو گیا ہے۔ المواعظ والاعتبار، ج۱، ص۲۲۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

شمال و جنوب کے درمیان جنگ

اس سلسلہ میں مورخین نے اپنے بہت زیادہ نظریات بیان کئے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض قوم پرستی کو بنی امیہ کی حکومت کے نابود ہونے کا سبب جانتے ہیں۔ بنی امیہ اس قوم پرستی کو اہل شمال (مُضر)، نجد اور اس کے اطراف اور اہل جنوب (یمنیوں) بیعہ اور یمن کے قبائل کے درمیان پھیلاتی تھی اور ان دونوں گروہ کے درمیان جنگ و دشمنی ہو جاتی تھی زمانہ معاویہ سے لے کر مامون عباسی کے دور تک یہی سلسلہ دکھائی دیتا ہے گرچہ بہت کم مدت کے لئے اس کی شدت کم ہو جاتی مگر یہ جنگ وخونریزی کی صورت میں دونوں گروہ کے درمیان اسی طرح جاری تھی اگر قبیلہ مضر بیس یمنی افراد کو قتل کرتے تو ان کے مقابل یمنی بھی بیس مضر قبیلے کے افراد کو قتل کرتے تھے گرچہ وہ بیس افراد بے گناہ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ تمام کشمکش حکومت کی موجودگی میں تھی اور حکومت خود اپنی قدرت وطاقت کے اعتبار سے اس فعل و عمل پر ان کی تشویق وتائید کرتی تھی۔ حکومت چاہتی تو اس جنگ کو ختم کر سکتی تھی جس طرح ہارون رشید کے زمانے میں ہوا تھا کہ ہارون نے جعفر برمکی کو اس وظیفہ پر مامور کیا تھا۔ جعفر نیز ان دونوں مخالف گروہ کے پاس گیا اور انہوں نے اپنے قتل شدہ افراد کی تعداد پانچ سو بتائی تھی۔ جعفر نے کہا کہ دونوں طرف کے مقتول کی تعداد برابر ہے لیکن اس کے بعد ایک دوسرے کے قتل سے پرہیز کریں کہ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ کیونکہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ "ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب" اے عقلمندوں قصاص میں تمہارے لئے حیات ہے۔ للذا جعفر برمکی کے دور حتی اس کے بیس سال بعد بھی ان دونوں گروہ میں سے کوئی ایک شخص بھی قتل نہیں ہوا۔ لیکن ایک کے مدت بعد بعض خلفاء کی وجہ سے کہ جو تفرقہ واختلاف کا سبب بنتے تھے۔ دوبارہ جنگ شروع ہو گئی اور گذشتہ کشت و کشتار پھر سے شروع ہو گئی اور ہر خشک وتر کو اپنے اندر خاکستر کر دیا اور عورتوں اور بوڑھے مردوں، بچوں اور عربوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تعلقات و روابط کا غلبہ اور سرکاری گھوٹالا

اسلامی حکومت میں بنی امیہ کے زمانے میں بہت زیادہ تعصب پایا جاتا تھا خصوصاً اس طبقہ کے درمیان کہ جو خزانچی تھے ان کے درمیان انتشار ہوگیا۔ جس کی واضح ترین مثال یہ ہے کہ جب بھی کوئی فرد منصب وزارت یا ولایت پر پہنچ جاتا تھا تو اپنے تمام عزیز و اقارب کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کرتا تھا جبکہ یہ ان کا عہدوں پر فائز ہونا ان کی کسی خاص صلاحیت یا کسی اور امتیاز کی بنا پر نہیں تھا بلکہ قریبی رشتہ داری اور تعلقات کی وجہ سے تھا[1]۔

معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے بیٹے یزید کو مسلمانوں کی سپہ سالاری سپرد کرکے رومیوں کے خلاف جنگ کے لئے روانہ کیا[2]۔ وہ جنگ کے لئے روم روانہ ہوا مگر راستے میں ایک ایسے علاقے سے روبرو ہوا کہ جس کی آب و ہوا خشک تھی اور اس میں مختلف اقسام کی شراب بھی پائی جاتی تھی[3]۔

اس کے علاوہ خوبصورت عورتیں[4] یزید کو آسائش و آرام فراہم کرتی تھیں یزید نے بھی اس کو غنیمت جانا اور اسی علاقہ میں ٹھہر گیا اور کچھ دن وہیں شراب نوشی اور لذت و عیاشی میں مشغول رہا اور لشکر یزید کے ساتھ عیش و عشرت اڑاتا رہا۔ بیماری اور وبا ان کے دامن گیر ہوگئی کہ جس نے سپاہیوں کے عزم و ارادہ کو ضعیف کردیا ان میں سے بعض افراد یزید کے پاس آئے تاکہ اسے جنگ پر جانے اور رومیوں کے خلاف تشویق کریں لیکن یزید نے حتمی طور پر ان کی پیشکش کو رد کردیا۔ اس مقام پر بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ جس لشکر کی یزید سپہ سالاری کررہا تھا اس کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اگر وہ رومیوں کے روبرو ہوجاتا تو ممکن تھا کہ قلع قمع کرکے ان کی ہمیشہ کے لئے جڑوں کو اکھاڑ دیتا۔ لیکن افسوس کہ جس کے ہاتھ میں لشکر کی سپہ سالاری اور زمام حکومت تھی وہ ہر طرح کی صلاحیت و توانائی سے فاقد تھا اور ایسا لشکر اگر

۱۔اس کام کا آغاز تیسرے خلیفہ کے زمانے سے ہوا کہ جس کی تفصیل ہم اسی کتاب کے ابتداء میں بیان کرچکے ہیں۔

۲۔ دیکھیں: الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۴۵۸۔ انساب الاشراف، ج۵، ص ۸۶۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۱۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۲۹۔ مروج الذھب، ج ۳، ص ۲۴۔ تاریخ مدینہ دمشق، ج ۷۰، ص ۲۶۰۔ الاغانی، ج ۱۷، ص ۱۳۶۔

۳۔الروض المعطار فی خبر الاقطار، ص ۲۵۰۔

۴۔ان عورتوں میں سے ایک ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر تھی کہ جو تاریخی مصادر کے بقول یزید کی معشوقہ تھی اور پھر بعد میں یزید نے اس سے شادی کرلی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

شکست کھا کر اور ذلیل و خوار ہو کر ضعیف و کچلے ہوئے عزم وارادہ کے ساتھ اپنی سرزمین پر واپس پلٹے تو کوئی جائے تعجب نہیں ہے۔

تعلقات و روابط کے غلبے کا ایک دوسرا مظہر و مصداق یہ تھا کہ جب بھی کوئی خلیفہ منصب خلافت سے برکنار ہوتا یا فوت ہو جاتا تھا تو جو بھی اس کا جانشین ہوتا اس کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ پہلے خلیفہ کی تمام یادگاری چیزوں کے اثرات کو جڑ سے ختم کر دیتا تھا اور زمام امور کے آغاز میں پہلے خلیفہ کے کارندوں کو معزول کردیتا تھا اور تمام حاکموں کو بدل دیتا تھا اور یہ چیز خود اسلامی سرزمین کے روابط کے درمیان ایک اضطراب و تیرگی پیدا ہونے کا سبب بنی تھی اور بہت سے لوگوں کی حالت کو سختی میں ڈال دیتی تھی مثلاً جس وقت برامکہ برسر اقتدار آئے تو انہوں نے اپنے افراد یہاں تک کہ اپنے کمسن بچوں کو بھی حساس جگہوں کا مالک بنادیا اور جس وقت خاندان فضل منصب حکومت پر فائز ہوا تو خود کو بغیر کسی صلاحیت ولیاقت کے مختلف عہدوں پر فائز کرلیا[۱]۔

حجاج بن یوسف ثقفی جس وقت امویوں کی جانب سے کوفہ کا حاکم مقرر ہوا[۲] تو اس نے اپنے بھانجے محمد بن قاسم ثقفی کو سندھ کا حاکم بنادیا[۳] اور اپنے چچازاد کو خراسان کا والی و حاکم بنادیا لیکن جیسے ہی دوسرے خلفاء برسر اقتدار آئے اور سرکار بدلی تو انہوں نے حجاج کے تعین کردہ افراد کو ان عہدوں سے

۱- یحی برمکی نے سترہ سال حکومت کی، اور اس کے تمام حکومتی معاملات میں اس کے چاروں بیٹے شریک ومعاون رہے؛ فضل، جعفر، محمد اور موسی۔ یعقوبی نے اپنی تاریخ، ج۲، ص۴۲۹۔ میں تحریر کیا ہے: ہارون الرشید پر یحی بن خالد بن برمک اور اس کے دو بیٹے جعفر اور فضل مسلط تھے اور انہیں کا حکم چلتا تھا انہوں نے اس طرح سترہ حال حکومت کی۔ پھر اس پر فضل بن ربیع اور اسماعیل بن خازم غالب آگیے۔ اور ملک کی پلیس پر قاسم بن نصر بن مالک کا کنٹرول تھا۔ پھر ہارون نے اس کو عزل کرکے خزیمہ بن خازم کو کنٹرول دیدیا۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔

۲- حجاج بن یوسف عبدالملک بن مروان کی جانب سے ۷۸ ہجری میں کوفہ پر حاکم بنا اسی سال عبدالملک امیہ بن عبداللہ کو خراسان کی گورنری سے عزل کیا اور وہاں کی حکومت اور سیستان کی حکومت بھی حجاج ہی کے حوالے کردی، لہٰذا حجاج کی کوفہ سے خراسان تک گورنری ہو گئی لہٰذا وہ جس کو چاہتا حاکم و والی شہر معین کرتا۔ دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، ج۶، ص۳۱۹۔ البدایہ النہایہ، ج۹، ص۲۱۔

۳- محمد بن قاسم؛ فاتح سندھ کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھیں: تاریخ الامم الملوک، ج۶، ص۴۴۲۔ انساب الاشراف، ج۹، ص۱۱۷۔ تاریخ الاسلام، ج۶، ص۲۵۷۔ الاعلام، ج۷، ص۳۳۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہٹادیا یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو زندان میں بھی ڈال دیا[1]۔ طبیعتاً اس کام کا سبب یہ تھا کہ یہ گروہ صلاحیت ولیاقت سے فاقد تھا بلکہ بنیادی طور پر تعلقاتی غلبہ وحاکمیت کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں تھی۔

یہ تھا تعلقاتی و روابطی چہرہ اور سرکاری گھوٹالہ کہ جو اسلامی حکام اور صاحبان منصب کی جانب سے اسلامی سرزمین میں دیکھا جاسکتا تھا۔

افکار و نظریات پر پابندی

اس دور میں اسلامی معاشرے کا دوسرا رخ، افکار و نظریات پر پابندی لگانا تھا کہ جو پورے ماحول پر سیطرہ اور سایہ رکھتا تھا اور خلفائے وقت اس فضا سے لاپرواہی اختیار کرتے تھے تاریخی کتابیں ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہیں کہ جو تمام مفکرین اسلام کے ایجاد تفکر پر پابندی اور ثقافتی تحریک کے برعکس اثرات کی حکایت کرتی ہیں۔

جب کہ اسلام کا ایک کلی نظریہ "لا اِكْرَاهَ فِي الدّين"[2] کے نعرے کو بطور ہدیہ لایا ہے۔ وہ نعرہ کہ جس کا اثر "تغلبیوں" کے درمیان مجسم بن چکا تھا۔ (تغلبی) وہ قبیلہ تھا کہ جو صدر اسلام سے زمانے عباسی کے آخر دور تک اسی طرح اپنے قدیمی دین عیسائیت پر باقی تھا۔ اس قبیلے میں بہت سے شعراء پائے جاتے تھے انہوں نے اسلام کے لشکر سے ہمکنار ہو کر بہت سی جنگوں میں شرکت کی تھی مگر ہرگز اسلام نہیں لائے۔ افکار پر پابندی کافی مدت تک باقی رہی اور اگر فکر واندیشہ کو آزادی مل جاتی تو اسلامی معاشرے میں تمام نظریات پیش ہو جاتے اور اندیشہ و تفکر پختہ ہو جاتے کہ جس کے نتیجہ میں یہی تفکرات معاشرے و سماج کے لئے بہت زیادہ فوائد کے حصول کا سبب قرار پاتے۔

دور حاضر میں ہم جو یورپی ممالک میں ایک عظیم علمی پیش رفت کا مشاہدہ کررہے ہیں یہ فکر و نظریات کی آزادی کا نتیجہ ہے کہ جو قرن وسطیٰ کے بعد کہ جس کو ہم عصر حاضر میں (رنسانس) سے تعبیر

۱۔ جیسے سعید بن عبدالعزیز بن حرث، خراسان کا گورنر اس کو مسلمہ بن عبدالملک بن مروان نے گورنر بنایا تھا اور یزید بن عبدالملک نے اس کو بصرہ و کوفہ اور خراسان کا گورنر بنادیا۔ ابن خلدون نے اپنی تاریخ، ج ۳، ص ۱۰۱ میں تحریر کی اہے مسلمہ نے اپنے داماد سعید بن بن عبدالعزیز کو خراسان کا گورنر بنایا الی آخر۔۔۔ دیکھیں: تاریخ الامم والملوک، ج ۶، ص ۶۰۶۔

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۶۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرتے ہیں، یہ رشد وترقی کی بلندی کا سبب بنا لیکن اسلامی حکومتوں میں یورپ کے بر عکس ظالم و منحرف حکّام کے بر سر اقتدار آنے کی وجہ سے پورا معاشرہ فکری پابندی کا شکار ہوگیا[1] اور یہی امر سبب بنا کہ اسلامی سماج و معاشرے میں رشد فکر بشری منجمد ہو جائے۔

مذہبی تحریک کا کردار

مذہبی تحریک ان منفی نکات کو معاشرے کے درمیان سے ختم کرنے میں ایک اہم نقش ادا کرتی رہی ہے اور اس چیز کی کوشش کرتی تھی کہ تمام بشریت کو قرآن کے اس نعرے کے تحت "انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم[2]" اسلام کی طرف جذب کرے۔

ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک کنیز سے شادی کی تو عبدالملک بن مروان نے آپ کو ایک اس طرح کا خط لکھا: ہم کو خبر ملی ہے کہ آپ نے اپنی ایک کنیز سے شادی کی ہے جب کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ آپ کی کفو نہیں ہے اور قریش میں آپ کی شان کے مطابق لڑکیاں بھی ہیں کہ جن سے شادی کرکے آپ کی عزت بھی بڑھے گی اور اولاد بھی حسب و نسب کے اعتبار سے بہتر ہوگی، آپ نے اس اقدام سے نہ ہی اپنے اوپر نظر کی ہے اور نہ اپنی اولاد پر۔ والسلام۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس کے خط کا اس طرح جواب تحریر فرمایا: ہم کو آپ کا خط موصول ہوا اس میں آپ نے اپنی کنیز سے شادی پر نصیحت کی ہے، اور یہ گمان کیا ہے کہ قریش میں میری سطح کی لڑکیاں موجود ہیں کہ جن سے میری عزت میں بھی اضافہ ہوگا اور اولاد بھی حسب و نسب کے اعتبار سے بہتر ہوگی تو کیا میری رسول خدا سے نسبت عزت اور حسب و نسب کے لیے کافی نہیں ہے، یہ میری کنیز تھی تو میں نے حکم الٰہی کے تحت چاہا کہ اس طرح کی شادی کرکے ثواب حاصل کروں اور سنت

۱- معاویہ بن ابی سفیان نے سفیان غامدی سے کہا: میں نے تجھ کو ایسے لشکر کا سردار بنایا ہے کہ جو انتہائی ظالم و جابر سرکش اور جلاد ہے ان کو لے کر فرات کی طرف جاؤ اور جو بھی ہمارا مخالف ملے قتل کرتے چلے جاؤ، شہر انبار سے ہوتے ہوئے مدائن اور پھر کوفہ میں لوٹ مار کرنا ہے سب کو قتل و غارت اور مال و اسباب لوٹنا اس لیے کہ مال لوٹنا بھی قتل کی طرح دل میں درد پیدا کرتا ہے۔ الغارات، ج۲، ص۴۶۶۔

۲- سورہ حجرات، آیت ۱۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

الہی پر عمل پیرا ہو جاؤں، اور جو تقوی الہی رکھتا ہے وہ اللہ کے علاوہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا اللہ نے اسلام کو انہی غلام وکنیزوں ہی کے ذریعہ ترقی عطا فرمائی ہے اور اسلام میں کوئی شرمندگی نہیں ہے، شرمندگی جاہلانہ تعصب میں ہے[1]۔

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو مسلمانوں کے ذہین اور نابغہ افراد کی ایک طولانی فہرست ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ جن میں بیشتر تعداد غیر عرب یا موالی کی تھی۔ بہترین ڈاکٹر، فلاسفہ، محدثین اور دنیائے اسلام میں نابغہ افراد میں جن کا شمار ہوتا ہے وہ غیر عرب تھے اور یہ وہی افراد ہیں کہ جن کو موالی کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا اور اگر ان کے زمانے میں فکری پابندی کا تسلط ہوتا تو ہرگز ہم اس چیز کا مشاہدہ نہ کرتے مثلاً فاتح اندلس کہ جو مسلمانوں کے لشکر کا سپہ سالار تھا یہ خود موالی تھا[2] مگر اس نے ایسا راستہ فراہم کیا کہ مغرب میں اسلامی تمدن کے پہونچنے کا سبب بنا طارق بن زیاد جیسے فرد کو اسلام نے کس طرح آزادی دی اور اس نے بھی اپنے تمام مال و دولت اور قدرت وطاقت کو راہ اسلام میں خرچ کیا۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس میں ذرہ برابر شک وتردید نہیں پائی جاتی کہ اسلامی اور سامراجی جنگوں کے درمیان ایک بنیادی فرق پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی جنگوں کا ہدف امت و معاشرے کی ترقی اور انہیں پستی سے نکال کر بلندی عطا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور اسلام نے یہ عملاً کرکے بھی دکھایا۔ مسلمان جب ایک علاقہ کو فتح کرلیتے تھے تو دوسرے علاقے کی فتح وظفر کے لئے اس وقت قدم بڑھاتے تھے کہ جس علاقہ کو پہلے فتح کیا ہے اس کے رہنے والے افراد کی صحیح طور سے حفاظت ہو جائے اور ان کے ساتھ ان کی تمام سختیوں اور پریشانیوں میں شریک رہتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ بہت سے فلاسفہ، ڈاکٹر، دانشمند افراد اور فوجی کمانڈر کہ جو اسلام کی کامیابی میں شریک رہے وہ انہی علاقوں سے تھے کہ جو مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوئے تھے۔

یہ وہ بعض اقدار تھے کہ جن کو اسلام معاشرے وسماج میں دیکھنا چاہتا تھا اور انہیں اقدار کی خاطر مذہبی تحریک نے جنگ کی اور اپنے سپاہیوں کے خون سے ان کی آبیاری کی تاکہ اقدار کا درخت معاشرے میں باقی رہے اور ہمیشہ رشد کرتا رہے۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۶۴۔

۲ - مولی موسی بن نصیر، مراکش کے بربری خاندان سے۔ تاریخ الاسلام، ج ۶، ص ۳۹۳۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس جگہ پر یہ سوال پیش آتا ہے کہ اگر تاریخ اسلام میں مذہبی تحریک کا وجود نہ ہوتا تو اس دور میں اسلامی ممالک میں کیا بلا نازل ہوتی ؟

ضرورت نہیں ہے کہ ہم اس سوال کے جواب کے لئے اپنے آپ کو دوبارہ زحمت میں ڈالیں اس سوال کا جواب بہت آسان ہے کیونکہ اگر مذہبی تحریک وجود میں نہ آتی تو اسلامی ممالک ۱۲۰۰ یا ۱۳۰۰ برس پہلے اسی حالات کے شکار ہوتے کہ جس طرح آج مصیبت میں گرفتار ہیں اور مسلمان دور حاضر کی طرح دوسرے ممالک سے مغلوب و مقہور ہوتے اور اپنی ہی سرزمین پر رنج و مصیبت اٹھاتے۔

کیوں بیسویں صدی میں فنا و نابودی اسلامی ممالک کے دامنگیر ہوئی؟

اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ایک گروہ کہ جس کے ہاتھ میں اسلامی ممالک میں سے کسی ایک ملک کی حکومت تھی وہ اپنے فائدے کی خاطر دوسرے گروہ پر تنز و طعن کرتا تھا اور دوسرا گروہ یہ کوشش کرتا کہ اس کے افراد میں اضافہ ہو جس طرح شاعر کہتا ہے:

"وتَفَرّقُوا شيعاً فَكُلُّ قَبِيْلَةٍ فِيها اميرُ الْمُوْمِنِيْنَ ومِنْبرُ"

(تمام چاہنے والے مختلف گروہ میں تقسیم ہو چکے ہیں اور ان کے درمیان ہر ایک امیر المومنین اور اس کا جدا منبر دکھائی دیتا ہے۔)

امت یکجہتی سے اختلاف کا شکار ہو چکی ہے۔

فقط اور فقط اسلامی ممالک کے درمیان دشمنی و اختلاف پایا جاتا ہے اور دور حاضر میں اس مسئلہ کو اسلامی ممالک کی نابودی کا سبب سمجھا جاتا ہے۔

قوم پرستی، آپسی اختلافات اور فکری دباؤ یہ سب دور حاضر میں ہماری مصیبت و گرفتاری کا باعث قرار پائے ہیں اور مذہبی تحریک اس دوران بلند اقدار کی مدافع تھی کہ جو امت کو یکجہتی ، وحدت اور تمدن کے قائم کرنے کا سبب سمجھتی جاتی تھی اور ان اقدار کو امت کے وجدان میں راسخ کرنے کی ذمہ داری کو اپنے دوش پر سنبھال رہی تھی۔ مگر جس وقت اس تحریک کے شعلے خاموش ہوئے اسلامی ممالک آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے اور قوم پرستی کی فکر ان کے اوپر غالب آ گئی اور یہ پروردگار کی حقیقی وسنتی فطرت ہے کہ جس کو اس نے ایجاد کیا ہے کیونکہ وہ جاہلی سنت کہ جو اعضائے خانوادہ میں جدائی ڈال دے بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ متحدہ قوم وملت کی جدائی کا سبب قرار نہ پائے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم اسلامی ممالک پر دور حاضر میں ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو اسے اس پیکر کے مانند پاتے ہیں کہ جس کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں۔

اس چیز کا سبب کیا ہے؟ کہا جاسکتا ہے کہ مذہبی تحریک نے اسلامی ممالک کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ رکھا تھا جو دور حاضر میں ایک دوسرے سے جدا ہو کر نابودی کی طرف جا چکے ہیں۔ وہ مذہبی تحریک تھی کہ جو تمام حکومتوں کو اسلامی اقدار قائم کرنے اور راہ راست سے منحرف نہ ہونے کی کوشش کرتی تھی۔

ہم انسانوں کا جسم گوشت سے وجود میں آیا ہے کہ جس کے اوپر کھال ہے اور نیچے ہڈیاں ہیں۔ یہ کس طرح گوشت ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے؟ در حقیقت وہی ہڈیاں انسان کے جسم پر گوشت کے رکنے کا سبب ہیں اور ہڈیاں نیز آپس میں اس طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں کہ انسان کے پورے جسم کو تشکیل دیتی ہیں اور بدن کا گوشت انہی ہڈیوں پر برقرار ہے تاریخ میں مذہبی تحریک کی مثال اسلام کی ہڈیوں کی طرح ہے کہ جس طرح انسان کے پیکر میں ہڈیوں کو نہیں دیکھا جاسکتا اور یہ تصور ہوتا ہے کہ انسان کا پورا جسم گوشت سے وجود میں آیا ہے۔ مذہبی تحریک نیز آسانی سے ذہن میں نہیں آسکتی لیکن حقیقت یہی ہے کہ اگر ہڈیاں نہ ہوتیں تو گوشت بدن سے متلاشی ہو جاتا، اسلامی ممالک کی یہی حالت تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مذہبی تحریک کا وجود نہ ہوتا تو یہ تمام ممالک بدن سے گوشت کی طرح زمین پر بکھر جاتے اور جب ان کی شکل و صورت گوشت کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کی ہو جاتی تو نتیجۃً قصّاب کی نذر ہو جاتے اور یہ وہی چیز ہے کہ جو مذہبی تحریک کو فریب دے کر فنا و نابود کرنے کے بعد میدان میں آئی اور جب مذہبی تحریک کے شعلے خاموش ہوگئے تو مسلمان بے روح ہو کر ترقی سے رک گئے جس کے نتیجہ میں قصّابوں کی نذر ہوگئے اور جب اونٹ زمین پر گر جاتا ہے تو اس کے انتظار میں بہت سے چاقو آمادہ رہتے ہیں کہ اس کے سر کو قلم کردیں کیونکہ پہلے اونٹ کی گردن پر شمشیر یا کسی اور چیز سے کاری ضرب لگاتے ہیں جس کے اثر سے اونٹ چکر کھا کر گر جاتا ہے جس طرح قدیمی زمانے میں مثال دی جاتی تھی کہ "جس وقت بھی اونٹ زمین پر گر جاتا ہے تو چاقو اس کا سر قلم کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں" ہم بھی اسی اونٹ کے مانند تھے کہ جس پر ضرب لگ جانے کے بعد زمین پر گر گئے اور بہت سے گیدڑ ہمارے گوشت و پوست کے لئے ہمارے جنازے پر حاضر ہوگئے پس مذہبی تحریک کی نابودی کا دن در حقیقت مسلمانوں کی جدائی و اختلاف کے آغاز کا دن تھا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس مقام پر چند سوالات ذہن میں آتے ہیں کہ منجملہ یہ ہیں:

وہ آثار کہ جو مذہبی تحریک نے اسلامی تمدن پر اور در حقیقت تمام انسانی تہذیب و تمدن پر چھوڑے، وہ کون سے ہیں؟ اس سوال کو اس طرح خلاصۃ بیان کیا جاسکتا ہے کہ: مذہبی تحریک کے انسانی تہذیب و تمدن پر کیا اثرات تھے؟

ان آثار کی مختصر آشنائی کے لئے بہتر ہے کہ ہم کتاب "شمس العرب تشرق علی الغرب"[1] کہ جو ایک ہولینڈی خاتون کی تالیف کردہ ہے، مطالعہ کریں یہ کتاب ان آثار کی ہمارے لئے خلاصۃً تصویر پیش کرتی ہے۔کتاب مذکور موضوع وآثار تمدن اسلامی کی تمام علوم پر پیشرفت پر ایک مختصر تحقیق ہے۔ علمی ترقی کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ اس ارتقاء کو تمدن اسلامی کی مرہون منت سمجھنا چاہئے اور اگر تمدن اسلامی نہ ہوتا تو تمدن انسانی کا خارج میں وجود نہیں پایا جاتا یا حداقل تمدن انسانی اس حد تک ارتقاء و تکامل اختیار نہ کرتا اور یہ وہ حقیقت ہے کہ محققین تمدن و تاریخ مانند "ٹوینبی[2]" ہم سے زیادہ جس کا احساس کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔"ٹوینبی" یورپ کا ایک محقق ہے کہ جو اس حقیقت پر بہت زیادہ تاکید کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے پچاس سال تاریخ تمدن کا مطالعہ کیا ہے اور اس حقیقت کا گہرائی سے احساس کیا ہے اور اس پر بہت زیادہ ایمان رکھتا ہے۔اس کے اعتقاد کے اعتبار سے خود تمدن اسلامی نیز مذہبی تحریک کا مرہون منت ہے۔

ہمیں گذشتہ تحقیق و تحلیل سے معلوم ہوگیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمدن اسلامی ہمیشہ مذہبی تحریک کا مقروض رہا ہے یہاں یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں اپنے خون سے کروڑوں عربوں انسانوں کو سیراب کردیا۔ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام فقط اور فقط جس اقدار کے قیام کے لئے ہوئی انہیں بار دیگر ذکر کرتے ہیں:

۱۔ وحدت، عدالت اور باہمی برادری کہ جو قوم پرستی سے تناقض رکھتی ہے۔

---

۱ - یہ اصلی کتاب جرمنی زبان میں ہے کہ جس کو عربی زبان میں فاروق بیضون اور کمال دسوقی نے ترجمہ کیا ہے۔

۲-آرنولڈ جوزف ٹوینبی بیسویں صدی کا مشہور مورخ ہے کہ جو ۱۸۸۹ میں لندن میں پیدا ہوا اور ۱۹۷۵ء میں انتقال ہوا۔اس نے اکثر ممالک کی تاریخ سال کے اعتبار سے لکھی ہے کہ جن میں اس کی مشہور ترین کتاب "دراسۃ التاریخ" ہے کہ جو ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ دیکھیں: الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ، ج ۲، ص ۱۰۷۱۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۲۔شائستگی پر توجہ، کہ یہ خود نیز تعلقاتی فضا اور نامناسب رہبروں کے ساتھ کہ جو اس زمانے میں اسلامی سرزمین پر سیطرہ رکھتے تھے، کاملا منافات رکھتی ہے۔

۳۔آزاد فکری، یہ نیز ہر طرح کی فکری پابندی کے خلاف ہے۔

۴۔تمام طبقات و اقوام کے درمیان مساوات و برابری، یہ ان اقدار میں سے ہے کہ مذہبی تحریک جس کا ہمیشہ دفاع کرتی رہی ہے اور نیز ائمہؑ نے بھی اس راہ میں بہت زیادہ کوشش کی ہے۔

اگرچہ ہماری آرزو و تمنا یہ تھی کہ مذہبی تحریک اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوجاتی[1] اور جو تغیرات ضروری و لازم ہیں انہیں انجام دیتی لیکن در حقیقت جو اس تحریک نے تغیرات انجام دیئے اور ان سے جو نتائج ہمیں ہدیہ کے طور پر نصیب ہوئے وہ انسان کے تصور سے کہیں بالاتر ہیں۔

اس مقام پر یہ سوال پیش آتا ہے:

کیا وارثان قرآن و تاریخ، مذہب اور مذہبی تحریک اور وہ افراد کہ جو اس راہ کے تابع و پیرو ہیں وہ اس وراثت کے وظائف کو ادا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں؟ اور کیا دور حاضر میں یہی وہ افراد ہیں کہ جو تمدن اسلامی و انسانی کی رہبری اپنے دوش پر سنبھالے ہوئے ہیں؟ اور کیا یہی وہ ہیں کہ زمانہ حاضر میں آزادی و مساوات و عدالت کا دفاع کرتے ہیں یا ایسا نہیں ہے؟

ان سوالوں کا جواب عملی ہونا چاہیئے نظری پہلوؤں سے دور ہو اور فقط کلمات کے دائرے تک محدود نہیں ہونا چاہیئے۔

خداوند متعال سے درخواست گزار ہیں کہ ہم سب کو اس عظیم راہ میں کامیابی عنایت فرمائے۔

درود ابدی خداوند تبارک و تعالیٰ محمدؐ واہلبیت محمدؐ پر اور ان افراد پر کہ جنہوں نے ان کی اطاعت و پیروی کی ہے۔

۱۔ہماری مراد اس مقام پر فقط ائمہؑ کا زمانہ ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

خلاصہ کلام

- مذہبی تحریک ایک عظیم ذمہ داری کو اٹھائے ہوئے تھی کہ جو اسلامی امت میں اتحاد اور رابطہ کا کام کرتی تھی، وہ اتحاد کا مرکز اور اسلامی تہذیب و تمدن کی بانی تھی، اور جب کہ تحریک خاموش ہوئی تو اسلامی ممالک بکھر گئے اور ایک دوسرے کی جڑ کاٹنے لگے۔
- اسلامی تہذیب و تمدن نے ہی انسانی تہذیب و تمدن کو وجود عطا کیا ہے سب سے پہلے خود یورپ والوں ہی نے اعتراف کیا ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن ہی دنیا میں انسانی تہذیب و تمدن کی بنیاد ہے کہ جو خود مذہبی تحریک کی مرہون منت ہے کہ جن نے اسلامی امت کے ضمیر کو بیدار کیا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

ماخذ و منابع برائے تحقیقات

۱- ابن ابی الحدید، عزالدین ابو حامد بن ہبۃ اللہ بن محمد بن حسین مدائنی، شرح نہج البلاغہ۔ تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، ناشر: مکتبہ عصریہ، صیدا- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء۔

۲- ابن اثیر، عزالدین ابوالحسن علی بن ابی کرم، الکامل فی التاریخ۔ ناشر: دار صادر و دار بیروت، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۳۸۵ھ = ۱۹۶۵ء۔

۳- ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا و مصطفیٰ عبدالقادر عطا، ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان- بیرورت، سال طبع اول: ۱۴۱۲ھ = ۱۹۹۲ء۔

۴- ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، جمھرۃ انساب العرب، تحقیق: گروہ علماء، ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء۔

۵- ابن حمدون، ابوالمعالی محمد بن حسن بن محمد بن علی، التذکرۃ الحمدونیہ، ناشر: دار صادر، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۷ھ۔

۶- ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، دیوان المبتداء والخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشان الاکبر، مشہور بہ "تاریخ ابن خلدون" تحقیق: خلیل شحادہ، ناشر: دارالفکر، لبنان- بیروت، سال طبع دوم: ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۸ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۷۔ ابن خلکان، ابوالعباس، شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر، وفیات الاعیان و ابناء الزمان، تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس، ناشر: دار صادر، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۴ھ = ۱۹۹۴ء۔

۸۔ ابن صباغ، شیخ امام علی بن محمد مالکی مکی، الفصول المہمہ فی معرفۃ الآئمہ، تحقیق و تعلیق: استاد سامی غریری، ناشر: موسسہ دارالحدیث، ایران –طہران، سال طبع اول: ۱۴۲۲ھ۔

۹۔ ابن صوفی، علامہ نسابہ سید نجم الدین ابو الحسن علی علوی عمری اطرفی "المجدی فی انساب الطالبین" تقدیم: آیت اللہ العظمی سید مرعشی نجفی، تحقیق: ڈاکٹر احمد مہدوی دامغانی، ناشر: مرعشی لائبریری، ایران، قم، سال طبع دوم: ۱۴۲۲ھ۔

۱۰۔ ابن طقطقی، محمد بن علی بن طباطبا، "الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ" تحقیق: عبدالقادر محمد مایو، ناشر: دارالقلم العربی، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۷ء۔

۱۱۔ ابن عباد، صاحب، "الزیدیہ" تحقیق: ڈاکٹر ناجی حسین، ناشر: الدار العربیہ للموسوعات، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۹۸۶ء۔

۱۲۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" تحقیق: علی محمد بجاوی، ناشر: دارالجیل، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۲ھ = ۱۹۹۲ء۔

۱۳۔ ابن عبد ربہ، شہاب الدین ابوعمرو احمد بن محمد "العقد الفرید" ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۴ھ۔

۱۴۔ ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃاللہ شافعی دمشقی "تاریخ مدینۃ دمشق" ناشر: دارالفکر، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۳۱۵ھ۔

۱۵۔ ابن عمرانی، محمد بن علی بن محمد" الانباء فی تاریخ الخلفاء" تحقیق: قاسم السامرائی، ناشر: دارالآفاق العربیہ، مصر- قاہرہ، سال طبع اول: ۱۴۲۱ھ = ۲۰۰۱ء۔

۱۶۔ ابن عنبہ، عمدۃ النسابین جمال الدین احمد بن علی حسنی" عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب" تحقیق: سید مہدی رجائی، ناشر: مرعشی لائبریری، ایران – قم، سال طبع اول: ۲۰۰۴ء۔

۱۷۔ ابن الغضائری، احمد بن حسین بن عبیداللہ واسطی بغدادی "الرجال" تحقیق: سید محمد رضا حسینی جلالی، ناشر: موسسہ دارالحدیث، ایران- طہران، سال طبع اول: ۱۴۲۲ھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۸- ابن الفقیہ، احمد بن محمد ابن اسحاق ہمدانی "البلدان" ناشر: عالم الکتب، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۶ھ۔

۱۹- ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم "المعارف" تحقیق: ثروت عکاشہ، ناشر: الھیئۃ المصریۃ العامہ للکتاب، مصر- قاہرہ، سال طبع دوم: ۱۹۹۲ء۔

۲۰- ابن کثیر دمشقی، ابوالفداء اسماعیل بن عمر "البدایہ والنہایہ" ناشر: دارالفکر، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۷ھ = ۱۹۸۶ء۔

۲۱- ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم "لسان العرب" تحقیق و تصحیح: احمد فارس صاحب جوانب، ناشر: دارالفکر- دار صادر، لبنان- بیروت، سال طبع دوم: ۱۴۱۴ھ۔

۲۲- ابوزہرہ، امام محمد "تاریخ المذاہب الاسلامیہ فی السیاسیۃ والعقائد و تاریخ المذاہب الفقہیہ، ناشر: دارالفکر العربی، مصر- قاہرہ۔

۲۳- ابوالفداء، المؤید عماد الدین اسماعیل "المختصر فی اخبار البشر (تاریخ ابوالفداء)" ناشر: مطبعہ حسینیہ مصریہ، قاہرہ- مصر۔

۲۴- ارنولد، سیرت "الدعوۃ الی الاسلام- بحث فی تاریخ نشر العقیدۃ الاسلامیہ- ترجمہ: حسن ابراہیم حسن، عبدالمجید عابدین، اسماعیل نحراوی، ناشر: مکتبۃ النہضۃ المصریہ، مصر- قاہرہ، سال طبع اول ۱۹۴۷ء۔

۲۵- اشعری، ابوالحسن علی بن اسماعیل "مقالات الاسلامیین، واختلاف المصلین، تحقیق: محمد محی الدین عبدالحمید، ناشر: مکتبۃ العصریہ، لبنان- صیدا، سال طبع اول: ۱۴۱۱ھ = ۱۹۹۰ء۔

۲۶- اصفہانی، ابوالفرج علی بن الحسین "مقاتل الطالبین" تحقیق: سید احمد صقر، ناشر: دارالمعرفۃ، لبنان- بیروت۔

۲۷- اصفہانی، ابوالفرج علی بن الحسین "الاغانی" ناشر: دارالاحیاء التراث، لبنان — بیروت، سال طبع اول ۱۴۱۵ھ۔

۲۸- اصفہانی، مرزا عبداللہ آفندی "تعلیقۃ امل الآمل" ناشر: آیت اللہ مرعشی لائبریری، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۱۰ھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۲۹- آل علی، ڈاکٹر نورالدین "الامام الصادق علیہ السلام کما عرفہ العلماء الغرب" اصلاح: استاد ودیع فلسطین، ناشر: مکتبۃ الالفین-کویت، موسسۃ الوفاء، بیروت -لبنان، سال طبع اول: ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۸ء۔
۳۰- آل یاسین، امام مجاہد شیخ راضی "صلح الحسن" تصدیر: آیت اللہ سید عبدالحسین شرف الدین موسوی، ناشر: ناصر خسرو، لبنان-بیروت، سال طبع چہارم: ۱۳۹۹ھ = ۱۹۷۹ء۔
۳۱- امین، علامہ سید محسن "اعیان الشیعہ" ناشر: دارالتعارف، لبنان-بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۶ھ۔
۳۲- امین، حسن "دائرۃ المعارف الاسلامیہ الشیعیۃ" ناشر: دارالتعارف، لبنان-بیروت، سال طبع پنجم: ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۷ء۔
۳۳- امین، حسن "الامام الرضا والمامون وولایۃ العہد --- وصفحات من التاریخ العباسی" ناشر: دارالجدید، لبنان-بیروت، سال طبع اول: ۱۹۹۵ء۔
۳۴- باشا، ابراہیم فوزی "السودان بین یدی غردون و کتشنر" ناشر: مولف وجریدۃ المویدہ، سال طبع اول ۱۳۱۹ھ۔
۳۵- برقی، ابوجعفر احمد بن ابی عبداللہ "کتاب الرجال" ناشر: موسسۃ النشر فی جامعۃ الطہران، طہران-ایران، سال طبع اول: ۱۳۸۳ھ۔
۳۶- بروکلمان، کارل "تاریخ الشعوب الاسلامیہ" عربی زبان میں ترجمہ: نبیہ امین فارس- منیر بعلبکی، ناشر: دارالعلم، لبنان-بیروت، سال طبع پنجم: ۱۹۶۸ء۔
۳۷- بسوی، ابویوسف یعقوب بن سفیان "المعرفۃ والتاریخ" تحقیق: اکرم ضیاء عمری، ناشر: موسسۃ الرسالہ، لبنان-بیروت، سال طبع دوم: ۱۹۸۱ء۔
۳۸- بصری، ابن سعد محمد بن سعد بن منیع ہاشمی "الطبقات الکبری" تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء، ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان-بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء۔
۳۹- بغدادی، یاقوت حموی "معجم البلدان" ناشر: دارصادر، لبنان- بیروت، سال طبع دوم: ۱۹۹۵ء۔
۴۰- بغدادی، یوسف بن فرغلی بن عبداللہ سبط ابن جوزی "تذکرۃ الخواص" تقدیم: علامہ کبیر سید محمد صادق بحرالعلوم، ناشر: مکتبہ نینوی الحدیثہ، ایران-طہران۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۴۱- بغدادی، سویدی، شیخ فاضل محمدامین "سبائک الذھب فی معرفۃ قبائل العرب" ناشر: داراحیاءالعلوم، لبنان- بیروت۔

۴۲- بلاذری، ابوالحسن احمد بن یحیٰی "فتوح البلدان" ناشر: دار و مکتبہ ہلال، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۹۸۸ء۔

۴۳- بلاذری، احمد بن یحیٰی بن جابر "انساب الاشراف" تحقیق: سہیل زکار و ریاض زرکلی، ناشر: دارالفکر، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۶ء۔

۴۴- البھلولی، قاضی امام جعفر بن احمد بن عبدالسلام یمامی "تیسیر المطالب فی امالی ابی طالب" ناشر: موسسہ امام زید بن علی، یمن-صنعاء، سال طبع اول: ۱۴۲۲ھ۔

۴۵- تامر، ڈاکٹر عارف "تاریخ الاسماعیلیہ" ناشر: دار ریاض الرئیس للکتب والنشر، لندن- قبرص، سال طبع اول: ۱۹۹۱ء۔

۴۶- تامر، ڈاکٹر عارف "الامامۃ فی الاسلام" ناشر: دارالاضواء، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۹ھ = ۱۹۹۸ء۔

۴۷- تبریزی، علامہ رجالی، آیت اللہ ملا علی علیاری "بہجۃ المقال فی شرح زبدۃ المقال" ناشر: آیت اللہ مرعشی لائبریری و موسسہ معارف اسلامیہ، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۳۹۵ھ۔

۴۸- تستری، علامہ محقق آیت اللہ العظمی شیخ محمد تقی "قاموس الرجال" ناشر: موسسہ نشر اسلامی زیر نظر جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ایران- قم، سال طبع پنجم: ۱۴۳۲ھ۔

۴۹- تفرشی، رجالی محقق سید مصطفیٰ بن حسین حسینی "نقدالرجال" تحقیق و نشر: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۱۸ھ۔

۵۰- ثقفی، ابراہیم بن محمد کوفی "الغارات او الاستنفار والغارات" تحقیق: جلال الدین حسینی ارموی، ناشر: لجنۃ الآثار الوطنیہ، ایران-طہران، سال طبع اول: ۱۹۷۴ء۔

۵۱- جاحظ، عمرو بن بحر بن محبوب کنانی "الرسائل السیاسیہ" ناشر: دارومکتبہ ہلال، لبنان- بیروت، سال طبع دوم: ۱۴۲۳ھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۵۲- جدعان، ڈاکٹر فہمی " اسس التقدم عند فکری الاسلام فی العالم العربی الحدیث" ناشر: دارالشروق، اردن- عمان، سال طبع سوم: ۱۹۸۸ء۔
۵۳- جزری، عزالدین بن اثیر ابوالحسن علی بن محمد "اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ" ناشر: دارالفکر، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۹ھ۔
۵۴- جعفریان، رسول "الشیعۃ فی ایران دراسۃ تاریخیہ" تعریب: علی ہاشم اسدی، ناشر: انتشارات آستان قدس رضوی، ایران- مشہد، سال طبع اول: ۱۴۲۰ھ۔
۵۵- جلالی، سید محمد حسین حسینی "فہرس التراث" تحقیق: محمد جواد حسینی جلالی، ناشر: دلیل ما، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۲۲ھ۔
۵۶- جلالی، سید محمد حسین حسینی "مزارات اہل البیت وتاریخہا" ناشر: موسسہ اعلمی مطبوعات، سال طبع سوم: ۱۴۱۵ھ۔
۵۷- جمحی، محمد بن سلام "طبقات فحول الشعراء" (سفر اول) تحقیق و تشریح: محمود محمد شاکر۔
۵۸- جہشیاری، ابوعبداللہ محمد بن عبدوس "الوزراء والکتاب" تقدیم: ڈاکٹر حسن زین، ناشر: دارالفکر الحدیث، سال طبع اول ۱۹۸۸ء۔
۵۹- حائری، علامہ فاضل محمد بن علی اردبیلی غروی " جامع الرواۃ و ازاحۃ الاشتباہات عن الطرق والاسناد" ناشر: دارالاضواء، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء۔
۶۰- حر عاملی، محدث کبیر علامہ محقق شیخ محمد بن حسن "وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعہ" تحقیق و نشر: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۰۹ھ۔
۶۱- حر عاملی، محدث کبیر علامہ محقق شیخ محمد بن حسن "امل الآمل فی علماء جبل عامل" ناشر: مکتبہ اندلس، عراق- بغداد، سال طبع اول: ۱۳۸۵ھ۔
۶۲- حرانی، شیخ ابومحمد حسن بن علی بن حسین بن شعبہ "تحف العقول عن آل الرسول" تحقیق: علی اکبر غفاری، ناشر: انتشارات جامعہ مدرسین قم، ایران- قم، سال طبع دوم: ۱۴۰۴ھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۶۳- حرز الدین، مورخ کبیر، آیت اللہ شیخ محمد " مراقد المعارف فی تعیین مراقد العلویین والصحابۃ و التابعین" تحقیق و تعلیق : محمد حسین حرزالدین، ناشر : انتشارات سعید بن جبیر، ایران- قم، سال طبع اول : ۱۳۸۰ھ۔

۶۴- حسن، ڈاکٹر حسن ابراہیم-شرف، ڈاکٹر طہ احمد، عبیداللہ مہدی "امام الشیعۃ الاسماعیلیہ و موسس الدولۃ الفاطمیہ فی بلاد المغرب" ناشر مکتبۃ نھضۃ المصریہ، مصر-قاہرہ، سال طبع اول: ۱۳۶۶ھ = ۱۹۴۷ء۔

۶۵- حسن، ڈاکٹر حسن ابراہیم " تاریخ الاسلام السیاسی والدینی و اثقافی والاجتماعی" ناشر : دارالجبل-مکتبۃ النھضۃ المصریہ، لبنان-بیروت، مصر- قاہرہ، پندرہویں طبع کا سال : ۱۴۲۲ھ = ۲۰۰۲ء۔

۶۶- حسنی، سید ہاشم معروف "الانتفاضات الشیعیہ عبر التاریخ" ناشر : دارالتعارف، لبنان-بیروت، سال طبع اول : ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء۔

۶۷- حسین، ڈاکٹر محمد کامل "طائفۃ الاسماعیلیہ، تاریخھا، نظمھا، عقائدھا" ناشر : مکتبۃ النھضۃ المصریہ، مصر- قاہرہ، سال طبع اول : ۱۹۵۹ء۔

۶۸- حلی، سید رضی الدین علی بن طاؤس "الطرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف" ناشر : مطبعۃ الخیام، قم- ایران، سال طبع اول : ۱۴۰۰ھ۔

۶۹- حلی، علامہ ابو منصور حسن بن یوسف بن مطہر اسدی "خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال" تحقیق : جواد قیومی اصفہانی، ناشر : نشر الفقاہہ، ایران- قم، سال طبع اول : ۱۴۲۲ھ۔

۷۰- حلی، علامہ نجم الدین جعفر بن حسن "المعتبر فی شرح المختصر" تحقیق و تصحیح : محمد علی حیدری، سید مہدی شمس الدین، سید ابو محمد مرتضوی، سید علی موسوی، ناشر : موسسۃ سید الشہداء، قم- ایران، سال طبع اول : ۱۴۰۷ھ۔

۷۱- حلی، تقی الدین حسن بن علی بن داؤد "کتاب الرجال" ناشر : موسسۃ النشر طہران یونیورسٹی، ایران- طہران، سال طبع اول : ۱۳۸۳ھ۔

۷۲- حلی، علامہ نجم الدین جعفر بن حسن "شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، تحقیق و تصحیح : عبدالحسین محمد علی بقال، ناشر : موسسہ اسماعیلیان، ایران- قم، سال طبع دوم : ۱۴۰۸ھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۷۳- حموی، شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ "معجم البلدان" ناشر: دار صادر، لبنان-بیروت، سال طبع دوم: ۱۹۹۵ء۔

۷۴- حمیری، محمد بن عبدالمنعم "الروض المعطار فی خبر الاقطار" ناشر: مکتبۃ لبنان، لبنان- بیروت، سال طبع دوم: ۱۹۸۴ء۔

۷۵- حنبلی دمشقی، ابن عماد شہاب الدین ابوالفلاح عبدالحیی بن احمد عکری، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، تحقیق: ارناؤوط، ناشر: دارابن کثیر، دمشق-بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۶ھ = ۱۹۸۶ء۔

۷۶- حیدر، علامہ شیخ اسد "الامام الصادق والمذاہب الاربعہ" ناشر: دارالکتاب العربی، لبنان- بیروت، سال طبع سوم: ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء۔

۷۷- خسروشاہی، ترتیب و پیشکش: سید ہادی "اھل البیت فی مصر" اہل قلم کی جماعت، ناشر: مکتبۃ الشروق الدولیہ، مصر- قاہرہ، سال طبع اول ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء۔

۷۸- خصیبی، ابوعبداللہ حسین بن حمدان "الھدایۃ الکبری" ناشر: موسسۃ البلاغ، بیروت –لبنان، سال طبع چہارم: ۱۴۱۱ھ = ۱۹۹۱ء۔

۷۹- خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت احمد بن مہدی "تاریخ بغداد" ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۷ھ۔

۸۰- خوئی، آیت اللہ العظمی سید ابوالقاسم موسوی "معجم رجال الحدیث" ناشر: مرکز نشر ثقافت اسلامی، قم-ایران، سال طبع پنجم: ۱۴۱۴ھ۔

۸۱- دجیلی، جعفر "موسوعۃ النجف الاشرف" زیر نظر اہل علم و فکر وادب کی ایک جماعت، ناشر: دارالاضواء، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۳ء۔

۸۲- دمیری، کمال الدین محمد بن موسی بن عیسی "حیاۃ الحیوان الکبری" ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان- بیروت، سال طبع دوم: ۱۴۲۴ھ۔

۸۳- دبیع، عبدالرحمٰن بن علی "الفضل المزید علی بغیۃ المستفید فی اخبار مدینۃ زبید" ناشر: مرکز الدرسات والبحوث الیمنی-صنعاء، سال طبع اول: ۱۹۸۳ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۸۴- دینوری، ابو حنیفہ احمد بن داؤد "الاخبار الطوال" تحقیق: عبدالمنعم عامر، تصحیح: جمال الدین شیال، ناشر: منشورات رضی، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۹۸۹ء۔
۸۵- دینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ "الامامۃ و السیاسۃ معروف بہ تاریخ الخلفاء" تحقیق: علی شیری، ناشر: دارالاضواء، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء۔
۸۶- دینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ "الشعر والشعراء" ناشر: دارالحدیث، قاہرہ- مصر، سال طبع اول: ۱۴۲۳ھ۔
۸۷- ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان "سیر اعلام النبلاء" تحقیق: شعیب ارنؤوط، ناشر: موسسۃ الرسالہ، لبنان- بیروت، سال طبع یازدھم: ۱۹۹۶ء۔
۸۸- ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان "تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام" تحقیق: عمر عبدالسلام تدمری، ناشر: دارالکتب العربی، لبنان- بیروت، سال طبع دوم: ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۳ء۔
۸۹- رازی، ابو علی مسکویہ "تجارب الامم" تحقیق: ابوالقاسم امامی، ناشر: دار سروش، ایران- طہران، سال طبع دوم: ۲۰۰۰ء۔
۹۰- راوندی، فقیہ و محدث کبیر شیخ قطب الدین "الخرائج والجرائح" تحقیق و نشر: موسسہ امام ہادی، قم- ایران، سال طبع اول: ۱۴۰۹ھ۔
۹۱- زبیدی، محب الدین سید محمد مرتضی حسینی "تاج العروس من جواھر القاموس" تحقیق و تصحیح: علی شیری، ناشر: دارالفکر، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۴ھ۔
۹۲- زرکلی، خیرالدین "الاعلام قاموس تراجم لاشھر الرجال والنساء من العرب والمستعربین و المستشرقین" ناشر: دارالعلم، لبنان- بیروت، سال طبع ہشتم: ۱۹۸۹ء۔
۹۳- زیدان، جرجی "تاریخ التمدن الاسلامی" تعلیق: ڈاکٹر حسین مونس، ناشر: دارالہلال، مصر- قاہرہ۔
۹۴- سبحانی، استاد محقق شیخ جعفر "بحوث فی الملل والنحل دراسۃ موضوعۃ مقارنۃ للمذاھب الاسلامیہ" ناشر: موسسۃ الصادق، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۱۶ھ۔
۹۵- سبحانی، استاد محقق شیخ جعفر "کلیات فی علم الرجال" ناشر: موسسہ نشر اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ایران- قم، سال طبع ۱۴۱۵ھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۹۶- سبحانی، زیر نظر استاد محقق شیخ جعفر "موسوعۃ طبقات الفقهاء" تالیف: موسسہ امام صادق علیہ السلام کے محققین کی ایک جماعت، ناشر: دارالاضواء، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۲۰ھ = ۱۹۹۹ء۔

۹۷- سیاغی، قاضی علامہ شرف الدین حسین بن احمد "الروض النضیر فی شرح مجموع الفقہ الکبیر" ناشر: مطبعۃ السعادہ، قاہرہ- مصر، سال طبع اول: ۱۳۴۸ھ۔

۹۸- سیوطی، حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن "تاریخ الخلفاء" ناشر دارابن حزم، لبنان-بیروت، سال طبع اول: ۱۴۲۴ھ = ۲۰۰۳ء۔

۹۹- سیوطی، حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن "جامع الاحادیث" تربیت و تبویب: عباس احمد صقر، احمد عبدالجواد، زیر نظر مکتب البحوث والدراسات فی دارالفکر، ناشر: دارالفکر، دمشق- سوریہ۔

۱۰۰- شافعی، کمال الدین محمد بن طلحہ بن حسن قرشی عدوی نصیبی مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول" تحقیق: ماجد احمد عطیہ، ناشر: موسسہ ام القری، قم-ایران، سال طبع اول: ۱۴۲۰ھ۔

۱۰۱- شافعی، محمد بن یوسف گنجی "البیان فی اخبار صاحب الزمان" یہ کتاب، کفایۃ الطالب فی مناقب آل ابی طالب کے ساتھ طبع ہوئی ہے، تحقیق و تعلیق و تصحیح: محمد ہادی امینی، ناشر: داراحیاء تراث اھل البیت، طہران-ایران، سال طبع سوم: ۱۴۰۴ھ۔

۱۰۲- شاہرودی، علامہ محقق شیخ علی نمازی "مستدرکات علم رجال الحدیث" ناشر موسسہ نشر اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۲۵ھ۔

۱۰۳- شرقاوی، عبدالرحمٰن "آئمۃ الفقہ التسعہ" ناشر: دارالشروق، قاہرہ- مصر، سال طبع اول ۱۴۱۱ھ = ۱۹۹۱ء۔

۱۰۴- شریف رضی، ابوالحسن محمد بن حسین موسوی "دیوان الشریف الرضی" ناشر: انتشارات وزارت ارشاد اسلامی، ایران-طہران، سال طبع اول ۱۴۰۶ھ۔

۱۰۵- شلبی، ڈاکٹر احمد "موسوعۃ التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ" ناشر: مکتبۃ النھضۃ المصریہ، مصر- قاہرہ، سال طبع دوازدھم: ۱۹۸۷ء۔

۱۰۶- شہرستانی، ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد "الملل والنحل" تحقیق: امیر علی مہنا، علی حسن فاعور، ناشر: دارالمعرفہ، لبنان- بیروت، سال طبع سوم: ۱۴۱۴ھ = ۱۹۹۳ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۰۷- شوشتری، قاضی نوراللہ "احقاق الحق وازھاق الباطل" ناشر آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی لائبریری، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۰۹ھ۔

۱۰۸- صدوق، محدث شیخ محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی "خصال" تصحیح و تعلیق و تحقیق: علی اکبر غفاری، ناشر: موسسہ نشر اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ایران-قم، سال طبع دوم: ۱۴۰۳ھ۔

۱۰۹- صدوق، محدث شیخ محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی "کمال الدین" تصحیح و تعلیق و تحقیق: علی اکبر غفاری، ناشر: دارالکتب الاسلامی، ایران- قم، سال طبع دوم: ۱۳۹۵ھ۔

۱۱۰- صفدی، صلاح الدین خلیل بن ابیک "الوافی بالوفیات" تحقیق و تصحیح: احمد ارناؤوط، ترکی مصطفی، ناشر: داراحیاء التراث العربی، لبنان-بیروت، سال طبع اول: ۱۴۲۰ھ = ۲۰۰۰ء۔

۱۱۱- طباطبائی، سید الطائفہ محمد مہدی بحرالعلوم "رجال سید بحرالعلوم (الفوائد الرجالیہ)، تحقیق و تعلیق: محمد صادق بحرالعلوم و حسین بحرالعلوم، ناشر: مکتبۃ الصادق، ایران-طہران، سال طبع اول: ۱۳۶۳ھ۔

۱۱۲- طبرسی، شیخ ابو علی فضل بن حسن بن فضل "اعلام الوری باعلام الہدی" ناشر: دار الکتب الاسلامی، قم-ایران، سال طبع سوم: ۱۳۹۰ھ۔

۱۱۳- طبرسی، شیخ ابو منصور احمد بن علی ابن ابی طالب "احتجاج" تحقیق و تعلیق: سید محمد باقر موسوی خراسانی، ناشر: نشر المرتضی، ایران- مشہد، سال طبع اول: ۱۴۰۳ھ۔

۱۱۴- طبرسی، خاتمۃ المحدثین، شیخ مرزا حسین نوری "مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل" تحقیق و نشر: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۰۸ھ۔

۱۱۵- طبرسی، خاتمۃ المحدثین، شیخ مرزا حسین نوری "خاتمۃ مستدرک الوسائل" تحقیق و نشر: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ایران- قم، سال طبع اول: ۱۴۱۵ھ۔

۱۱۶- طبری، ابو جعفر محمد بن جریر "تاریخ الامم والملوک" تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، ناشر: دارالتراث، لبنان-بیروت، سال طبع دوم: ۱۳۸۷ھ = ۱۹۶۷ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۱۷- طبسی، شیخ محمد جعفر و مولائی شیخ عزت اللہ "الامام الحسین فی کربلا" ناشر: مرکز الدراسات الاسلامیہ، طہران-ایران، سال طبع اول: ۱۴۲۳ھ۔

۱۱۸- طہرانی، شیخ آغا بزرگ "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" ناشر: اسماعیلیان و مکتبہ اسلامیہ، ایران-طہران، سال طبع اول: ۱۴۰۸ھ۔

۱۱۹- طوسی، شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن "اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) تحقیق و تصحیح: محمد تقی فاضل میبدی، سید ابوالفضل موسویان، ناشر: وزارت ثقافت وارشاد اسلامی، ایران-طہران، سال طبع اول: ۱۴۲۴ھ۔

۱۲۰- طوسی، شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن "الفہرست" تحقیق: شیخ جواد قیومی اصفہانی، ناشر: موسسہ نشر فقاہہ، ایران-قم، سال طبع اول: ۱۴۱۷ھ۔

۱۲۱- طوسی، شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن "رجال الشیخ الطوسی" تحقیق: شیخ جواد قیومی اصفہانی، ناشر: موسسہ نشر اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ایران-قم، سال طبع اول: ۱۴۱۵ھ۔

۱۲۲- طوسی، شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن "کتاب الغیبہ" ناشر: موسسۃ المعارف الاسلامیہ، ایران-قم، سال طبع اول: ۱۴۱۱ھ۔

۱۲۳- ظاہر، علامہ شیخ سلیمان "تاریخ الشیعہ السیاسی، الثقافی، الدینی" تحقیق وترتیب: عبداللہ سلیمان ظاہر، ناشر: موسسہ اعلمی، سال طبع اول: ۱۴۲۲ھ = ۲۰۰۲ء۔

۱۲۴- عاملی، سید جعفر مرتضی "الصحیح من سیرۃ الامام علی (المرتضی من سیرۃ المرتضی) ناشر: المرکز اسلامی للدراسات، لبنان-بیروت، ۱۴۲۹ھ = ۲۰۰۹ء۔

۱۲۵- عاملی، محقق سید جعفر مرتضی "دراسات و بحوث فی التاریخ والاسلام" ناشر: مرکز جواد، لبنان-بیروت، سال طبع سوم: ۱۴۱۴ھ = ۱۹۹۳ء۔

۱۲۶- عردیہ، لویس ــج قنواتی "فلسفۃ الفکر الدینی بین الاسلام والمسیحیۃ" تعریب: شیخ ڈاکٹر صبحی صالح-ڈاکٹر کے والد فرید جبر، ناشر: دارالعلم، لبنان-بیروت، سال طبع دوم: ۱۹۷۹ء۔

۱۲۷- عسقلانی، احمد بن علی بن حجر "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" تحقیق: عادل احمد عبدالموجود و علی محمد معوض، ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان-بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۵ھ = ۱۹۹۵ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۲۸- عسقلانی، احمد بن علی بن حجر "لسان المیزان" تحقیق : دائرۃ المعرف النظامیہ الھند، ناشر : موسسہ اعلمی، لبنان-بیروت، سال طبع سوم : ۱۴۰۶ھ = ۱۹۸۶ء۔

۱۲۹- علوی، علامہ محقق سید محمد بن عقیل "النصائح الکافیہ" تحقیق و تصحیح : غالب شابندر، نظر ثانی : ع، ح، خطیب، ناشر : موسسہ فجر، لندن-بیروت، سال طبع اول ۱۴۱۲=۱۹۹۱ء۔

۱۳۰- علی، محمد کرد "الاسلام والحضارۃ العربیہ" ناشر : مطبعۃ لجنتہ التالیف والترجمۃ والنشر، مصر-قاہرہ، سال طبع سوم : ۱۹۶۸ء۔

۱۳۱- علی، محمد کرد "خطط الشام" ناشر : مکتبۃ النوری، سوریہ-دمشق، سال طبع سوم : ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء۔

۱۳۲- غالب، ڈاکٹر مصطفیٰ "تاریخ الدعوۃ الاسلامیہ" ناشر : دارالاندلس، لبنان-بیروت، سال طبع دوم : ۱۹۶۵ء۔

۱۳۳- فراہیدی، خلیل بن احمد "کتاب العین" تحقیق : ڈاکٹر مہدی مخزومی ـ ڈاکٹر ابراہیم سامرائی، ناشر : منشورات الھجرۃ، ایران ـ قم، سال طبع دوم : ۱۴۰۹ھ۔

۱۳۴- فلھورن، یولیوس "تاریخ الدول العربیۃ --- من ظھور الاسلام الی نہایۃ الدولۃ الامویہ" جرمنی زبان سے عربی میں ترجمہ : ڈاکٹر محمد ہادی ابو ریدہ، نظر ثانی : ڈاکٹر حسین مونس، ناشر : لجنتہ التالیف والترجمہ والنشر، مصر-قاہرہ، سال طبع دوم : ۱۹۶۸ء۔

۱۳۵- فیروزآبادی، علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب شیرازی "القاموس المحیط" (مطبعہ امیریہ کی طبع دوم ۱۳۰۱ھ کی فوٹو اسٹیٹ)، ناشر : الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، سال طبع اول : ۱۳۹۸ھ = ۱۹۷۸ء۔

۱۳۶- قائینی، سید ابوطالب حسینی "اللؤلؤۃ الغالیہ فی اسرار الشھادہ" تحقیق : جعفری، ناشر : ادارہ اوقاف و امور خیریہ-طھران، انتشارات اسوہ، ایران-قم، سال طبع اول : ۱۴۲۷ء۔

۱۳۷- قرشی، داعی ادریس عمادالدین "زھر المعانی" تقدیم و تحقیق : ڈاکٹر مصطفیٰ غالب، ناشر : موسسہ جامعیہ، سال طبع اول : ۱۴۱۱ھ۔

۱۳۸- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام الحسن العسکری دراسۃ و تحلیل" تحقیق : مہدی باقر قرشی، ناشر : دار معروف، سال طبع اول : ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۳۹- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام الحسن بن علی دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۰- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام الحسین بن علی دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۱- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام جعفر بن محمد الصادق دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۲- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام علی الہادی دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۳- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام علی بن الحسین دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۴- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام علی بن موسی الرضا دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۵- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام محمد الباقر دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۶- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام محمد الجواد دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۷- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الامام موسی بن جعفر دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۸- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "زید بن علی دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔
۱۴۹- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف "الشہید الخالد--- مسلم بن عقیل دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۵۰- قرشی۔ علامہ شیخ باقر شریف " المختار الثقفی دراسۃ و تحلیل" تحقیق: مہدی باقر قرشی، ناشر: دار معروف، سال طبع چہارم: ۱۴۳۳ھ = ۲۰۱۲ء۔
۱۵۱- قزوینی، علامہ خطیب سید محمد کاظم "الامام المہدی من المھد الی الظھور" ناشر: منشورات موسسۃ النور، لبنان- بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۵ھ = ۱۹۹۵ء۔
۱۵۲- قلقشندی، قاضی شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن احمد " مآثر الانافہ فی معالم الخلافہ " ناشر: عالم الکتب، لبنان – بیروت۔
۱۵۳- قلقشندی، قاضی شہاب الدین احمد ابن عبداللہ بن احمد " صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء" تحقیق: عبدالستار احمد فراج، ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان – بیروت۔
۱۵۴- قمی، محدث شیخ عباس "منتہی الآمال فی تواریخ النبی والآل، وتتمۃ المنتہی" تعریب: نادر تقی، ناشر: محبین، توزیع: مکتبۃ الصفا، ایران – قم، سال طبع سوم: ۱۴۲۷ھ = ۲۰۰۶ء۔
۱۵۵- قیروانی، ابراہیم بن علی حصری "زھر الآداب و ثمر الالباب، ناشر: دارالجلیل، لبنان- بیروت۔
۱۵۶- قندوزی، علامہ فاضل شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم بلخی " ینابیع المودۃ" تصحیح و تعلیق: علاء الدین اعلمی، موسسہ اعلمی، بیروت – لبنان، سال طبع اول: ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۷ء۔
۱۵۷- کاظمی، علامہ محقق شیخ عبدالنبی "تکملۃ الرجال" تحقیق و تقدیم: سید محمد صادق بحرالعلوم، ناشر: دارانوار الھدی، سال طبع اول: ۱۴۲۵ھ۔
۱۵۸- کاظمی، مولی مقدس محمد امین "ہدایۃ المحدثین الی طرائق المحمدین" تحقیق: سید مہدی رجائی، زیر نظر: سید محمود مرعشی، ناشر: آیت اللہ عظمی مرعشی نجفی لائبریری، ایران – قم، سال طبع اول: ۱۴۰۵ھ۔
۱۵۹- کردی، امام حافظ الدین محمد بن شہاب، المعروف بہ ابن بزاز "مناقب الامام الاعظم ابو حنیفہ" ناشر: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الہند، حیدرآباد، سال طبع اول: ۱۳۲۱ھ۔
۱۶۰- کلینی، محدث شیخ محمد بن یعقوب " الکافی (الاصول والفروع والروضۃ)" ناشر: دارالکتب الاسلامیہ، ایران- طہران، سال طبع اول: ۱۳۶۵ھ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۶۱۔ کوفی، ابو محمد بن اعثم "فتوح" تحقیق: علی شیری، ناشر: دارالاضواء، لبنان۔ بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۱ھ = ۱۹۹۱ء۔

۱۶۲۔ لکھنوی، میر حامد حسین موسوی "عبقات الانوار فی امامۃ الآئمۃ الاطھار" ناشر: کتابخانہ عمومی امیر المومنین علی علیہ السلام، ایران۔ اصفہان، سال طبع دوم: ۱۴۰۸ھ۔

۱۶۳۔ لیثی عصفری، ابو عمرو خلیفہ بن خیاط بن ابی ہبیرہ، ملقب بہ شباب "تاریخ الخلیفہ بن خیاط" تحقیق: فواز، ناشر دارالکتب العلمیہ، لبنان ــ بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۵ھ = ۱۹۹۵ء۔

۱۶۴۔ لیثی، ڈاکٹر سمیرہ مختار "جہاد الشیعہ فی العصر العباسی الاول" تصحیح و تعلیق: استاد سامی غراوی، ناشر: انتشارات کلمۃ الحق، ایران ــ قم، سال طبع اول: ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء۔

۱۶۵۔ مازندرانی، رجالی خبیر شیخ محمد بن اسماعیل (ابو علی حائری) "منتہی المقال فی احوال الرجال" تحقیق و نشر: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث" ایران ــ قم، سال طبع اول: ۱۴۱۶ھ۔

۱۶۶۔ مازندرانی، رشید الدین محمد بن شہر آشوب "معالم العلماء" ناشر: منشورات مطبعہ حیدریہ، عراق۔ نجف، سال طبع اول: ۱۳۸۰ھ۔

۱۶۷۔ مازندرانی، رشید الدین محمد بن شہر آشوب "مناقب آل بی طالب" تحقیق و تصحیح و تعلیق: الحاج سید ہاشم رسولی محلاتی، ناشر: موسسہ علامہ، ایران ــ قم، سال طبع اول: ۱۳۷۹ھ۔

۱۶۸۔ مجلسی، علامہ شیخ محمد باقر "بحارالانوار الجامعۃ لدرر اخبار الآئمۃ الاطھار" ناشر: موسسۃ الوفاء لبنان ــ بیروت، سال طبع چہارم: ۱۴۰۴ھ۔

۱۶۹۔ محفوظ، ڈاکٹر محمود محمد اور اہل علم و فضل کمیٹی "الموسوعۃ العربیہ المیسرۃ" ناشر: الجمعیۃ المصریہ، مصر ــ قاہرہ، سال طبع سوم: ۱۴۲۹ھ = ۲۰۰۹ء۔

۱۷۰۔ محمدی، عبداللہ و رحیمیان، محمد حسین "الحقائق من الصواعق" ناشر: دلیل ما، ایران ــ قم، سال طبع اول: ۱۴۲۴ھ۔

۱۷۱۔ مزی، حافظ متقن جمال الدین ابی حجاج یوسف "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" تحقیق و تعلیق: ڈاکٹر بشار عواد معروف، ناشر: موسسۃ الرسالہ، لبنان ــ بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۵ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۷۲۔ مسعودی، ابوالحسن علی بن حسین بن علی "مروج الذھب و معادن الجوھر" تحقیق: اسعد داغر، ناشر دارالھجرۃ، ایران ـ قم، سال طبع دوم: ۱۴۰۹ھ۔

۱۷۳۔ مسعودی، ابوالحسن علی بن حسین بن علی "التنبیہ والاشراف" تصحیح: عبداللہ اسماعیل صاوی، ناشر: دارالصاوی، مصر ـ قاہرہ۔

۱۷۴۔ مظفر، علامہ شیخ محمد حسین "تاریخ الشیعہ" ناشر دارالزھراء، لبنان ـ بیروت، سال طبع دوم: ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۷ء۔

۱۷۵۔ مفید، شیخ محمد بن محمد بن نعمان "الاختصاص" ناشر: ہزارہ شیخ مفید کانفرنس، قم ـ ایران، سال طبع اول: ۱۴۱۳ھ۔

۱۷۶۔ مفید، شیخ محمد بن محمد بن نعمان "الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد" ناشر: ہزارہ شیخ مفید کانفرنس، قم ـ ایران، سال طبع اول: ۱۴۱۳ھ۔

۱۷۷۔ مقدسی، ابوعبداللہ محمد بن احمد "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" ناشر: مکتبہ مدبولی، مصر ـ قاہرہ، سال طبع سوم: ۱۴۱۱ھ۔

۱۷۸۔ مقدسی، مطہر بن طاہر "البدء والتاریخ" ناشر مکتبہ ثقافت دینیہ، مصر۔ بورسعید۔

۱۷۹۔ مقرم، علامہ سید عبدالرزاق موسوی "زید الشہید ـ تنزیہ المختار" ناشر: مکتبہ حیدریہ، ایران۔ قم، سال طبع اول ۱۴۲۷ھ۔

۱۸۰۔ مقرم، علامہ سید عبدالرزاق موسوی "الشہید مسلم بن عقیل" ناشر: مکتبہ الفین، کویت، سال طبع اول: ۱۴۰۶ھ۔

۱۸۱۔ مقریزی، تقی الدین احمد بن علی "اتعاظ الحنفاء باخبار الآئمۃ الفاطمیین الخلفاء" تحقیق: ڈاکٹر جمال الدین شیال، ناشر: المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ ـ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، مصر ـ قاہرہ، سال طبع دوم: ۱۴۱۶ھ = ۱۹۹۶ء۔

۱۸۲۔ مقریزی، تقی الدین احمد بن علی "المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار (الخطط المقریزیہ)" تحقیق: ڈاکٹر محمد زینھم، مدیحہ شرقاوی، تعلیق و تصحیح: احمد احمد زیادہ، ناشر: مکتبہ مدبولی، مصر ـ قاہرہ، سال طبع اول: ۱۹۹۷ء۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۸۳- مقریزی، تقی الدین احمد بن علی "النزاع والتخاصم فیما بین بنی امیہ و بنی ہاشم" تحقیق: ڈاکٹر حسین مونس، ناشر: دارالمعارف، مصر-قاہرہ، سال طبع اول: ۱۹۸۸ء۔
۱۸۴- مقریزی، تقی الدین احمد بن علی "امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال والاموال و الحفدة والمتاع" تحقیق: محمد عبدالحمید نمیسی، ناشر: دارالکتب العلمیہ، لبنان - بیروت، سال طبع اول: ۱۴۲۰ھ = ۱۹۹۹ء۔
۱۸۵- ملطی، غریغوریوس، معروف بہ ابن العبری "تاریخ مختصر الدول" تحقیق: انطون صالحانی یسوعی، ناشر: دارالشرق، لبنان-بیروت، سال طبع سوم: ۱۹۹۲ء۔
۱۸۶- مولف مجہول (ق ۳) "اخبار الدولة العباسیہ و فیہ اخبار العباس و ولدہ: تحقیق: عبدالعزیز الدوری و عبدالجبار مطلی، ناشر: دار الطلیعہ، لبنان-بیروت، سال طبع اول ۱۳۹۱ھ۔
۱۸۷- مویدی، امام مجدالدین بن محمد "التحف فی شرح الزلف" ناشر: منشورات مکتبہ اہل البیت للدراسات الاسلامیہ، یمن-صنعاء۔
۱۸۸- میانجی، آیت اللہ علی احمدی "مکاتیب الرسول" ناشر: دار الحدیث، طہران-ایران، سال طبع اول: ۱۹۹۸ء۔
۱۸۹- نجاشی، رجال خبیر احمد بن علی بن احمد بن عباس "رجال النجاشی" تحقیق: آیت اللہ سید موسی شبیری زنجانی، ناشر: موسسہ نشر اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ایران-قم، سال طبع ۱۴۰۷ھ۔
۱۹۰- نجفی، علامہ شیخ عبدالحسین احمد امینی "الغدیر فی الکتاب والسنة والادب" ناشر: موسسہ اعلمی، بیروت -لبنان، سال طبع اول ۱۴۱۴ھ = ۱۹۹۴ء۔
۱۹۱- نجفی، مورخ مشہور سید حسین بن سید احمد براقی "تاریخ الکوفہ" تعلیق و تصحیح: علامہ سید محمد صادق بحر العلوم، ناشر: دارالاضواء، لبنان-بیروت، سال طبع چہارم: ۱۴۰۷ھ۔
۱۹۲- نجفی، شیخ محمد حسن "جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام" تحقیق و تصحیح: عباس قوچانی، علی آخوندی، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت-لبنان، سال طبع ہفتم: ۱۴۰۴ھ۔
۱۹۳- ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست فی اخبار العلماء المصنّفین من القدماء والمحدثین و اسماء کتبہم" تحقیق: رضا تجدد بن علی حائری مازندرانی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

۱۹۴- نشار، ڈاکٹر علی سامی "نشاۃ الفکر الفسفی فی الاسلام" ناشر: دار المعارف، قاہرہ- مصر۔

۱۹۵- نعنعی، ڈاکٹر عبدالمجید "تاریخ الدولۃ الامویہ فی اندلس ــ التاریخ السیاسی" ناشر: دار النھضۃ العربیہ، لبنان ــ بیروت، سال طبع اول: ۱۹۸۶ء۔

۱۹۶- نویری، شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب "نہایۃ الارب فی فنون الادب" ناشر: دار الکتب والوثائق القومیہ، مصر ــ قاہرہ، سال طبع اول: ۱۴۲۳ھ۔

۱۹۷- نیشاپوری، امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری "صحیح مسلم" تحقیق و تصحیح: فواد عبدالباقی، ناشر: دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ ــ مصر، سال طبع اول: ۱۳۷۴ھ = ۱۹۵۴ء۔

۱۹۸- ہاشمی، امام علی بن ابی طالب قرشی "نہج البلاغہ" جمع و ترتیب: سید محمد بن حسین موسی (سید رضی) تحقیق و فہرست نویسی: ڈاکٹر صبحی صالح، ناشر: دار الھجرۃ، ایران ــ قم۔

۱۹۹- ہاشمی، ڈاکٹر محمد یحییٰ "الامام الصادق ملھم الکیمیاء" ناشر: دار الاضواء، لبنان ــ بیروت، سال طبع اول: ۱۴۰۶ھ = ۱۹۸۶ء۔

۲۰۰- ہمدانی، حمید بن احمد بن محمد صنعانی "الحدائق الوردیہ فی مناقب الآئمۃ الزیدیہ" ناشر: مکتبہ بدر، یمن ــ صنعاء، سال طبع اول: ۱۴۲۳ھ۔

۲۰۱- ہمدانی، ابوعبداللہ احمد بن محمد، معروف بہ ابن فقیہ "کتاب البلدان" تحقیق: یوسف ہادی، ناشر: عالم الکتب، لبنان ــ بیروت، سال طبع اول: ۱۴۱۶ھ = ۱۹۹۶ء۔

۲۰۲- یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب واضح (کاتب عباسی) "تاریخ یعقوبی" ناشر: دار صادر، لبنان ــ بیروت۔

۲۰۳- یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب واضح (کاتب عباسی) "البلدان" ناشر: دار الکتب العلمیہ، لبنان ــ بیروت، سال طبع اول: ۱۴۲۲ھ۔

*****

Presented By: https://jafrilibrary.com